تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا

اَلْعَطَایَا النَّبَوِیَّہ فِی الْفَتَاوَی الرَّضَوِیَّہ

فتاوٰی رضویہ

تصنیف لطیف: اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ

فہرست مضامین مفصّل

شرح کلام علماء وصوفیاء

تجوید و قراءت

رسم القرآن

تشریح افلاک وعلم توقیت وتقویم

سیرو فضائل وخصائص سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

فضائل سید المرسلین (ضمیمہ)

* * *

فہرست ضمنی مسائل

عقائد و کلام

فضائل ومناقب

فوائدِ تفسیریہ

فوائد حدیثیہ

فوائد اصولیہ

تاریخ و تذکرہ

تصوّف و طریقت

حظر و اباحت

بلاغت و نحو

لُغت

منطق وفلسفہ

ہیئت

ترغیب وترہیب

رَدِ بدمذہباں ومناظرہ

کتاب الشتی

(حصہ پنجم)

شرح کلامِ علماء وصوفیاء

مسئلہ ۱۳۱ تا ۱۳۴: از پٹنہ عظیم آباد لودھی کٹرہ مرسلہ قاضی عبدالوحید صاحب ۲۷ رمضان ۱۳۲۱ھ

مخدومی ومولائی قبلہ مدظلہ العالی! تسلیم!

امورِ مفصلہ ذیل کا ازراہِ کرم مکمل جواب دیجئے کہ فقیر کو سخت تردّد ہے، دوسرے بعض علماء سے بھی گفتگو آئی مگر تنقیحِ امور نہ ہو پائی۔ لہٰذا فقیر کو ابھی شک ہے، للہ دفع فرمائیے اور اجرِ عظیم پائیے:

(۱) زیارتِ قبور للنساء کو مولانا فضل رسول بدایونی رضی اللہ تعالٰی عنہ بضمن تردید الحق وہابی دہلوی جائز فرماتے ہیں نیز علامہ عینی بھی۔ جواب مکمل عطا ہو کہ رفعِ شبہہ ہو۔

(۲) تحفۂ رجب میں مختلط خطبہ کو آپ غیر مناسب بوجہ عدمِ توارث بتاتے ہیں حالانکہ تاج الفحول بدایونی رحمہ اللہ اسے درست وجائز بتاتے ہیں، یہ شبہہ بھی رفع ہو۔

(۳) جزاء اللہ عدوہ کے آخر میں جناب حضرات ساداتِ کرام کے متعلق فرماتے ہیں کہ ان پر طریانِ کفر ناممکن، نہ یہ نیچری وغیرہ ہوسکیں، حالانکہ مشاہدہ اس کے خلاف ہے۔ دوسرے جملہ سادات کی سیادت پر تیقن اُٹھ جائے گا۔ استدلال جناب بعموم آیت وحدیث شریف تحقیقات دیگر علماء ہے جو اسے مخصوص بحضرات طیبین رضی اللہ تعالٰی عنہما بتاتے ہیں۔ تیسرے پھر سادات کرام بھی قطعی جنتی ہوئے انھیں اندیشۂ آخرت کیا باقی رہا!

(۴) اسمائے ذیل مثل ضیاء الدین، منیر الدین وغیرہ کو جناب قطعاً ناجائز بتاتے ہیں، جس شخص نے

براہِ تفاؤلِ خیر رکھا، کیا حرج ہے؟ ورنہ کسی کا نام سعید وغیرہ بھی نہیں رکھ سکتے، جواب مرحمت فرمائیے۔

الجواب

حامیِ سنن، ماحیِ فتن، ندوہ شکن، ندوی فگن، مولانا وحیدِ زمن، صین عن الفتن وحوادث الزمن امین یا ذالمنن! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جوابِ مسائل اجمالاً حاضر، تفصیل کا وقت کہاں۔ قرآن مجید سُن کر اس وقت آیا ہوں، بارہ بجا چاہتے ہیں، گیارہ بج کر ساڑھے باون منٹ آئے ہیں کہ یہ نیاز نامہ لکھ رہا ہوں۔ اور اگر کسی میں تفصیل طلب فرمائیں گے تو امتثالِ امر کے لئے ہوں۔ اور بارگاہِ عزت سے امید ایسی ہی ہے کہ آپ کا ذہن سلیم بحمد اللہ تعالٰی اسی اجمال سے ہی بہت کچھ تفصیل پیدا فرمائے گا۔

مسئلہ زیارۃ القبور للنساء

حبیبی اکرمکم اللہ تعالٰی! شے کے لئے حکم دو قسم ہے:

ذاتی کہ اس کے نفس ذات کے لحاظ سے ہو۔ اور عرضی کہ بوجہ عروض عوارض خارجیہ ہو۔ تمام احکام کہ بنظر سد ذرائع دیئے جاتے ہیں جو مذہب حنفی میں بالخصوص ایک اصل اصیل ہے، اسی قسم دوم سے ہیں۔ یہ دونوں قسمیں باآنکہ نفی واثبات میں مختلف ہوتی ہیں ہرگز متنافی نہیں کہ مناشی جُدا جُدا ہے۔ اس کی مثال حضور نساء فی المساجد ہے کہ نظر بذات ہرگز ممنوع نہیں کہ ان کا روکنا ممنوع ہے۔ صحیح حدیث میں ارشاد ہوا:

لاتمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ[1]۔ اللہ کی باندیوں کو اللہ تعالٰی کی مساجد سے نہ روکو۔

اور نظر بحال زناں ممنوع کما صرح بہ الفقہاء الکرام (جیسا کہ فقہاء کرام اس کی تصریح فرماتی ہے۔ ت)

وقد قالت ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا لورأی رسول اللہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ عورتوں نے جونئی باتیں پیدا کرلی ہیں اگر

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجمعۃ باب ھل علی من لایشھد الجمعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۳

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المساجد کما منعت نساء بنی اسرائیل[1]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھیں دیکھتے تو اُن کو ایسا ہی مسجدوں سے روک دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روکی گئیں۔

یُونہی دخول نساء فی الحمام کہ پردہ وستر وعدمِ فتنہ کے ساتھ ہو تو فی نفسہٖ اصلاً وجہ ممانعت نہیں رکھتا بلکہ طیب ونظافت میں داخل ہے بنی الاسلام علی النظافۃ[2] (اسلام کی بنیاد صفائی پر رکھی گئی ہے۔ ت) مگر نظر بحال کہ باہم کشفِ عورات کے عادی ہیں۔ امام ابن ہمام وغیرہ اعلام نے فرمایا کہ بسبیل اطلاق منع ہے، یہ حکم اسی قسمِ دوم کا ہے۔ بعینہٖ یہی لفظ آپ نے اس حکم میں پائے ہوں گے جو فقیر نے مسئلہ زیارت میں اختیار کیا۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے حرام لکھا ہو بلکہ غالباً تعلیم ادب کے ساتھ حلت کی طرف اشارہ کیا اور نظر بحال بسبیل اطلاق منع بتایا ہے، آپ میرے فتوٰی کو ملاحظہ فرمائیں مجھے اس وقت کہ بارہ بجکر دس منٹ آگئے اپنے مجموعہ سے اسے نکالنے اور دیکھنے کی فرصت نہیں۔

فظھر ان لا تعارض وان الحکمین کلاھما صواب علیحدۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ظاہر ہوگیا کہ کوئی تعارض نہیں اور دونوں حکم علیحدہ علیحدہ درست ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ خطبہ مختلطہ

بوجہ عدمِ توارث نامناسب ہونے کی نہایت کراہت تنزیہی ہے کما نص علیہ فی حاشیۃ الطحطاویۃ و رد المحتار (جیسا کہ اس پر حاشیہ طحطاویہ اور ردالمحتار میں نص کی گئی ہے۔ ت) اور کراہت تنزیہی قسمِ مباح سے ہے وہ منافی جواز درستی واباحت نہیں بلکہ اباحت کے ساتھ جمع ہوتی ہے

کما حققہ العلامۃ الشامی ولنا فی تحقیقہ مقالۃ سمینا ھا "جمل مجلیۃ ان المکروھۃ تنزیھا لیس بمعصیۃ" اقمنا فیھا الطامۃ الکبرٰی علی ما زعم اللکھنوی فی رسالتہ فی شرب الدخان ان المکروہ تنزیھا من الصغائر

جیسا کہ علامہ شامی نے اس کی تحقیق فرمائی ہے اس مسئلہ کی تحقیق میں ہمارا ایک مقالہ ہے جس کا نام ہم نے "جمل مجلیہ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ" رکھا ہے، اس میں ہم نے لکھنوی کے اس قول پر بڑی مصیبت قائم کی ہے جو اس نے شرب دخان (تمباکو نوشی) سے متعلق اپنے رسالہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاذان باب خروج النساء الی المساجد الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۰

[2] اتحاف السادۃ المتقین کتاب اسرار الطہارۃ دار الفکر بیروت ۲/۳۰۳ و ۳۱۱
کشف الخفاء حدیث ۹۲۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۵۸

فاذا اعتید صار من الکبائر، وھذا جھل عظیم لایساعدہ نقل ولا عقل نسئل اللہ العفو والعافیۃ۔

میں ذکر کیا کہ مکروہ تنزیہی بھی گناہِ صغیرہ ہے جو تکرار و اعادہ سے کبیرہ ہوجاتا ہے یہ بہت بڑی جہالت ہے جس کی موافقت نہ تو عقل کرتی ہے نہ ہی نقل۔ ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔ (ت)

تو ان دونوں حکموں میں بھی اصلاً تنافی نہیں۔ ہاں فتوٰی لکھنؤیہ نے کہ غلط کو مکروہِ تحریمی ٹھہرایا وہ ضرور حکم تاج الفحول قدس سرہ الشریف کے خلاف اور غلط و باطل عندالانصاف ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ حضرات سادات کرام

فاش میگویم واز گفتہ خود دلشادم بندہ عشقم واز ھر دوجہاں آزادم

(میں کھل کر بات کرتا ہوں اور اپنے کہے ہوئے پر میرا دل خوش ہے، میں عشق کا غلام ہوں اور دونوں جہانوں سے آزاد ہوں۔ ت)

سادات کرام (جعلنا اللہ تعالٰی فی الدنیا والاٰخرۃ من موالیھم فان مولی القوم منھم، اللہ تعالٰی ہمیں دنیا و آخرت میں ان کے غلاموں میں رکھے کیونکہ کسی قوم کا آزاد کردہ غلام اسی قوم سے شمار ہوتا ہے۔ ت) پر عدم طریان کفر (کہ اسی قدر کا فقیر مدعی) نہ عدم امکان جس سے جیسی آپ نے تعبیر کیا، اور رفض و نیچریت کی میں نے نفی کی تصریح کردی کہ اس سے وہی بد مذہبی مراد جس میں انکار بعض ضروریاتِ دین ہو اس کا حاصل بھی وہی سلب کفر ہے نہ سلب بدعت غیر کفریہ جو آپ کی تعبیر میں عطف سے موہوم ہیں خصوصاً وغیرہ کی زیادت کہ اور توسیع کی راہ دے کما عبرتم کہ "ان پر طریان کفر ناممکن نہ یہ رافضی نیچری وغیرہ ہوسکیں" فقیر بحمدہٖ تعالٰی اس مسئلہ میں مبتدع نہیں متبع ہے، اس کا بیان جزاء اللہ عدوہ میں ضمناً آیا لہٰذا اختصار سے کام لیا ص۱۰۱ سے ص۱۱۶ تک جو کچھ کلمات مختصرہ معروض ہوئے ہیں ان پر دوبارہ نظر فرمائیں تو بعونہٖ تعالٰی ان تمام شبہات کا جواب ان میں پائیں۔ آیت و احادیث کہ فقیر نے ذکر کیں اس میں شک نہیں کہ ضرور عام و مطلق ہیں۔ اور شک نہیں کہ عام و مطلق ضرور اپنے عموم و اطلاق پر رہیں گے جب تک دلیل صحیح سے تخصیص و تقیید نہ ثابت ہو۔ اور شک نہیں کہ بلادلیل محض اپنے خیال کی بنا پر ادعائے تخصیص و تقیید ہرگز تحقیق نہ قرار پاسکے گا بلکہ تفضیح۔ اور شک نہیں کہ مسئلہ باب مناقب سے ہے نہ باب فقہ سے جو افعال مکلفین من حیث الحل والحرمۃ والصحۃ والسقام سے باحث ہو۔ اور جس میں بے معرفت دلیل

ع۔ د فی الاصل "الصھام"۔

اتباع لازم ہو۔ اور یہی سہی تو اتباع ائمہ مذہب کا ہوگا نہ بعض متاخرین کا، بعض متاخرین کے کلام کو ان اکابر کے کلام پر کیا وجہ ترجیح ہے جن سے فقیر نے استناد کیا سوا اس کے کہ یہ اطلاق آیت واحادیث سے متمسک ہیں جو یقیناً دلیل شرعی ہے اور وہ بلادلیل مدعی تخصیص وتقییدیہ اور اس کے امثال بہت نکات اس تحاور میں زیرنظر آئے مگر فقیر دیکھ رہا ہے کہ جہاں تک میں نے دعوٰی کیا ہے ان تجاذبات کے لئے مساغ ہی نہیں۔ جزاہ اللہ پرنظر تازہ فرمایئے صنٓا پر اشعار کردیا ہے کہ آیت کریمہ واحادیث مذکورہ کے دو محمل ہیں، نفی خلود ونفی دخول۔ ثانی کو ظاہر لفظ سے متبادر اور اسی طرف کلمات اہل تحقیق کو ناظر بتایا ہے مگر اپنا دعوٰی یعنی نفی کفر دونوں تقدیر پر ثابت ٹھہرایا ہے کلمات بعض دیگر علماء میں تخصیص سبطین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما اسی ظاہر متبادر اعنی نفی دخول کی نظر سے ہے وہ یہاں میرا دعوٰی نہ تھا بلکہ دونوں احتمال گزارش کردئے تھے اگرچہ ایک طرف تبادر وظہور ہے اور اسی طرف میرا اور نہ صرف میرا بلکہ ان اکابر کا میلان قلوب اور اس میں ہمارا انشراح صدور ہے۔ رہی نفی خلود، کیا کہیں کلمات دیگر علماء میں اس کی تصریح کہیں ملاحظہ فرمائی ہے کہ مخلد فی النار نہ ہونے کی نفی حضرات ریحانتین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے خاص ہے باقی سادات کرام کے لئے نہیں تو میرے دعوٰی کا رُد اس تخصیص وتحقیق دیگراں میں بھی نہیں۔ غایت یہ کہ یہاں علم ذکر نہ کہ ذکر عدم۔ رہا وہ دوسرا پہلو جس کی طرف ہمارے قلوب ارکن وامیل ہیں اور ہمیں اپنے رب جل وعلا سے اس کی امید ہے اس میں حق ناصح یہ ہے کہ نظر علماء ایسے مواقع میں دو وجہ پر منشعب ہوجاتی ہے اور دونوں کےلئے شرع میں اصل اصیل ہے:

لکل وجهة هو مولیها۔[1] ہر ایک کے لئے توجہ کی ایک سمت ہے کہ وہ اسی کی طرف منہ کرتا ہے۔ (ت)

ایک حفظ عامہ وسد اتکال نہ کر بیٹھیں جس طرح سیدنا امام رضا رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہوا اور علامہ زرقانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کی یہی توجیہ فرمائی یہ تخصیص کرتے ہیں۔ اور اس کا حاصل خصوص جزم ہے نہ جزم خصوص کہ معاذ اللہ بلادلیل تخصیص عموم شرع لازم آئے۔ یہ نفیس تفرقہ محفوظ رکھنے کا ہے۔ جزم خصوص یہ کہ دعوٰی کردیا جائے کہ یہ حکم انہیں کے ساتھ خاص ہے ان کے ماوراء کے لئے ہرگز ثابت نہیں۔ اور خصوص جزم یہ کہ بالجزم والیقین اس کا حکم ماننا یہ انہیں کے ساتھ خاص ہے ان کے ماوراء

ع فی الاصل ھکذا

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۸

ہیں اس کے ثبوت پر قطع و یقین نہیں اگرچہ ظن و رجا ہے۔

دوسرے بیان مفاد شرع و اظہار ما یعطی الدلیل و کل ذی حق حقہ خصوصاً جہاں محل وسعت و رجا ہے کہ حدث عن البحر ولا حرج خصوصاً محل مناقب جہاں ضعاف بالاجماع مقبول خصوصاً اپنے سرکار میں محبت و بندگی و نیاز و غلامی کا تقاضا کہ یہ سب پر بالا ہے یہ ظاہر و متبادر کا افادہ فرماتے ہیں اور جزم و قطع کو اس کے محل اور ظن و رجا کو اس کے محل پر رکھتے ہیں۔ یہ مسلک تحقیق ہے اور وہ مسلک تشقیق اور دونوں صواب ہیں۔ حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! لوگوں کو چھوڑ دیجئے کہ عمل کریں، فرمایا تو چھوڑ دو۔ امید کرتا ہوں کہ اس بیان سے ظاہر ہوگیا ہوگا کہ اس طریق میں جو امام ابن حجر عسقلانی اور امام ابن حجر مکی و علامہ محمد زرقانی و حضرت امان الطریقہ شیخ اکبر وغیرہم محققین رضی اللہ عنہم کا مختار ہے اور اسے طریق تخصیص سے اصلاً تنافی نہیں۔ ہر ایک منشاء صحیح سے ناشی اور اپنے محل پر حق ہے و باللہ التوفیق۔

مخالفت مشاہد کا جواب جزاء اللہ میں صـ۱ پر بالقصد مذکور تھا۔ وہ سارا صفحہ اسی بیان میں ہے، کیا مشاہدہ یہ ہوا کہ جو سید کہا جاتا تھا اس سے صدور ہوا تو ہمارے دعوٰی کے کب منافی۔ یا یہ مشاہدہ ہوا تھا کہ فلاں کہ فی الواقع سید ہے نہ انتساب میں کبھی ادعا نہ اور پھر اس نے کفر کیا تو ایسا مشاہدہ روئے زمین پر نہ ملے گا پھر اس کے باعث جملہ سادات کی سیادت سے ارتفاع یقین میری فہم قاصر میں نہ آیا، یقین سے مراد یقین کلامی ہو تو وہ تو یوں ہی حاصل ہو سکتا ہے کہ اللہ و رسول بالتعیین کسی کا نام لے کر فرمائیں کہ یہ فلاں نسب کا ہے ایسا یقین آج کل کیونکر ممکن۔ اور یقین فقہی مقصود ہو کہ نسب میں شہرت مانی جائے گی والناس امناء علٰی انسابھم (لوگ اپنے نسبوں پر امین ہوتے ہیں۔ ت) تو جس خاص سے معاذ اللہ صدور منافی ہو اس سے ارتفاع یقینی ہوگا کہ دلیل اس کے خلاف پر پائی گئی باقیوں سے کیوں ارتفاع ہو جائے گا حالانکہ دلیل اعنی شہرت موجود اور منافی اعنی صدور کفر مفقود۔

تیسرا شبہہ کہ سادات کرام جنتی ٹھہریں گے، جیبی اس قضیے کے موضوع و محمول دونوں میں دو احتمال ہیں؛ سادات کرام یعنی وہ جو عند اللہ سادات کرام یا وہ جو بنام سیادت مشہور ہیں عام ازیں کہ نفس الامر اور علم الٰہی میں کچھ ہو اور قطعی جنتی یعنی بلا سبقت عذاب جس سے دخول نار کی نفی ہو یا قطعی جنتی بعاقبت و انجام جس سے خلود نار کی نفی ہو۔ اب یہ چار محمل ہیں اور فقیر کے دعوٰی سے ایک کو بھی مس نہیں۔ پہلے عرض کر چکا کہ غیر حسنین میں نفی دخول بطور رجا نظر بظہور و تبادر ہے پھر قطعیت کہاں، بلکہ نفی خلود بھی مسئلہ ظنیہ ہے اگرچہ بحمد اللہ تعالٰی یہ ظن غالب۔ اکثر رائے ملتحق بسر حد یقین ہے جسے فقہاء یقین ہی کے پلے میں رکھتے ہیں؛

مگر نہ یقین کلامی کہ مسئلہ عقائد قطعیہ سے قرار پائے اور اس میں ادنیٰ شک کو راہ دینے والا گمراہ و خارج از اہلسنت ٹھہر جائے۔ جزاء اللہ ص۱۰۴ میں امام ابن حجر کے الفاظ ملاحظہ فرماتے ہوں گے،

لانی اکاد ان اجزم ان حقیقۃ الکفر لاتقع[1] الخ۔ — اس لئے کہ بے شک میں اس بات پر جزم کرتا ہوں کہ صحیح النسب سید سے حقیقی کفر کا وقوع نہیں ہوتا الخ۔ (ت)

اور بالفرض نفی خلود بلکہ بفرض غلط نفی دخول ہی قطعی مان لی جائے تو کس کے لئے، ان کے لئے جو عنداللہ سادات کرام ہیں، نہ ہر اس شخص کے لئے جو سید کہلاتا ہو اگرچہ واقع میں نہ ہو اور اب کسی معین میں حصول وصف عنوانی پر قطع و یقین کی طرف راہ نہیں تو ثبوت وصف محمول کیونکر مقطوع بہ ہوجائیگا۔ اور کسی معین کو اندیشہ آخرت کیوں اٹھ جائے گا کہ ہر ایک میں عدم علم نفس الامر کے سبب احتمال لگا ہوا ہے۔ جزاء اللہ ص۱۰۵ میں عبارت اسعاف ملاحظہ ہو کہ،

من این تحقق ذٰلك لقیام احتمال[2] الخ۔ — جب احتمال قائم ہے تو یہ کیسے متحقق ہوگا الخ (ت)

اور اندیشہ آخرت تو انھیں بھی نہ اٹھ گیا جنھیں بتعیین نام لے کر ارشاد ہوگیا کہ تم جنتی ہو۔ اعنی عشرہ مبشرہ و نظرائہم رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ نہ انھیں اٹھ گیا جن سے بالتحقیق فرمایا گیا،

اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم[3]۔ — جو چاہو عمل کرو بے شک میں نے تمھیں بخش دیا ہے۔ (ت)

اعنی اصحاب بدر رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ تسمیہ منیر الدین

حبیبی اکرم اللہ تعالٰی! ہاں یہ مسئلہ فقہیہ ہے، اس میں خواہی نخواہی وہی حکم ہے کہ،

یجب اتباع المنقول وان لم یظھر للعقول کما فی — اس میں منقول کا اتباع واجب ہے اگرچہ عقل پر اس کی وجہ ظاہر نہ ہو، ایسے ہی

---

[1] جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ — نوری کتب خانہ لاہور — ص ۱۲۲

[2] " " " " " " — ص ۱۲۴

[3] کنز العمال — حدیث ۳۰۷۵۰ — موسسۃ الرسالہ بیروت — ۱۴/ ۶۹

ردالمحتار[1] وغیرہ من کتب الفحول۔ ردالمحتار وغیرہ فحول علماء کی کتابوں میں لکھا ہے۔

فقیر نے اپنی رائے سے یہ حکم استنباط کیا ہوتا تو ضرور محلِ مواخذہ تھا۔ اب کہ علمائے کرام فقہائے اعلام تصریح فرماچکے اور ان کی عبارات فقیر نے فتوٰی میں نقل کردیں کہ اسی قدر عہدۂ مفتی تھا تو اب سوائے اتباع چارہ کیا ہے۔ تفاول ضرور حسن ہے جب تک مخالفت شرعیہ نہ ہو اور نہی عذر تفاول اصلاً مسموع نہیں۔ حق سبحانہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: لاتزکّوا انفسکم[2] (آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ۔ت) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جن کی شان کریم تھی کان یحب الفال الحسن (اچھی فال کو پسند فرماتے تھے۔ت) برّہ نام سے منع فرمایا اور اسے بدل کر جمیلہ کردیا۔ اور اس میں معذور شرعی وہی تزکیہ نفس ارشاد کیا کیا برّہ کو تفاول پر محمل نہیں کرسکتے تھے، ضرور محمول ہوسکتا تھا مگر اس کا ظاہر تزکیہ نفس تھا۔ اور وہ حرام ہے لہذا منع فرمایا اور بدل دیا۔ پھر منیر الدین وامثالہا میں برّہ سے کہیں زیادہ تزکیہ ہے نکوکاری ایک عام بات ہے کہ فساق کے سوا سب کو حاصل۔ مگر اس مرتبہ عظیمہ پر پہنچنا کہ دین ان صاحب کے نور سے منور ہوجائے سخت مشکل۔ تو ایسا شدید تزکیہ نفس کیونکر جائز ہوگا بخلاف سعید وامثالہ کہ ان کا حاصل صرف مسلم ہے ہر مسلمان سعید ہے اور ہر سعید مسلمان ہے، آیہ کریمہ فمنہم شقی وسعید[3] (ان میں کوئی بدبخت اور کوئی نیک بخت ہے۔ت) میں دو ہی قسمیں ارشاد ہوئیں اور ان سے کافر ومومن مراد ہوئے تو سعید نام رکھنا ایسا ہی ہے جیسے مسلم اور اس میں تزکیہ نہیں۔ نظر بحال بیان واقع ہے اور نظر بمآل تفاول۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵: از جزیرہ کلمبو، مرسلہ حاجی محمود رئیس بوساطت سید حسین ابن سید عبداللہ بغدادی قادری ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

فی حیاۃ الحیوان الکبرٰی للعلامۃ الدمیری رحمہ اللہ تعالٰی الجزء الثانی ص ۱۳۱ باب العلق، اذا ذکر العبد ربہ او حمدہ فما ذکر اللہ الا اللہ ولاحمد اللہ الا اللہ[5]۔

علامہ دمیری علیہ الرحمہ کی کتاب حیاۃ الحیوان الکبرٰی کے جزء ثانی باب العلق میں ہے۔ (ت) جب بندہ اپنے رب کا ذکر یا حمد کرتا ہے تو اللہ کا ذکر نہیں کرتا مگر اللہ اور اس کی حمد نہیں کرتا مگر وہی۔

[1] ردالمحتار باب التصرف فی الرہن والجنایۃ علیہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۳۱
[2] القرآن الکریم ۵۳/ ۳۲
[3] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۳۲
[4] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۰۵
[5] حیاۃ الحیوان الکبرٰی تحت اللفظ "العلق" مصطفٰی البابی مصر ۲/ ۷۱

الجواب

اللھم لك الحمد لا يحصي احد ثناء عليك انت كما اثنيت نفسك فان حق الثناء بحق المعرفة ولا يحيط بكنه الله وصفات الله وكمال الله وجمال الله وجلال الله الا الله ولذٰلك لما امرنا ان نصلي على نبينا صلى الله تعالٰى عليه وسلم رددنا الامر اليه وكان امتثال امره بقولنا اللھم صل وسلم عليه اذ لا تفي بقدره العظيم الا صلٰوة ربه الكريم۔ اعلم ان لكل فعل يصدر من العبد وجهتين وجهته الى خالقه عزوجل اذ لا وجود له الا به وليس للعبد من خلقه شئ۔ ووجهته الى كاسبه اذ منه ظهر باظهار المولٰى سبحانه وتعالٰى۔ وھٰذه الاخرى هي مناط الاستناد العام لغة وعرفا وشرعا۔ فلا يقال قام الا لمن قام به القيام لا لمن خلقه لكن من الافعال مايصح صدوره من الخالق عزوجل فيسوغ اسنادها اليه لارتفاع الايهام والى العبد على وجهه العام۔

اے اللہ! تیرے لئے تعریف ہے کوئی تیری تعریف کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ تُو ایسا ہی ہے جیسا تو نے اپنی تعریف کی۔ تعریف کا حق معرفت کے بعد ادا ہوتا ہے اور اللہ تعالٰی کی ذات وصفات کی کنہ اور اس کے کمال، جلال کو سوائے خدا کے اور کون جان سکتا ہے اسی لئے تو جب اللہ تعالٰی نے ہمیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود بھیجنے کو کہا تو ہم نے بات اسی کی طرف لوٹادی اور حکم کی بجاآوری یوں کی کہ یا اللہ! تو ہی اپنے رسول پر درود بھیج' اس لئے کہ ان کے شایان درود تو ان کا رب کریم ہی بھیج سکتا ہے۔ جان لو کہ جو کام بھی بندے سے صادر ہوتا ہے اس کی دو وجہیں ہیں: ایک رب تبارک وتعالٰی کی طرف کہ ہر شَے کا خالق وہی ہے بندے کو خلق سے کوئی حصہ نہیں۔ اور ایک رُخ کاسب کی طرف کیونکہ وہ فعل خدا کی قدرت سے اسی بندہ سے ظاہر ہوا۔ عام طور پر افعال کی نسبت کی بنیاد شریعت، لغت اور عرف عام میں یہی آخری وجہ یعنی اکتساب کی ہے۔ تو قیام کے خالق کے لئے قام نہیں کہا جائے گا اس کے مباشر کے لئے کہا جائے گا۔ لیکن بعض افعال ایسے ہیں کہ ان کا صدور رب تبارک وتعالٰی سے بھی ہوتا ہے تو اس کی نسبت رب اور بندے دونوں کی طرف ہوسکتی ہے جس کو ہم نے اسناد عام سے تعبیر کیا۔ کیونکہ یہاں کسی قسم کا ایہام پیدا

وذٰلك كحمد وشكر وحمد وذكرلاكصلی وسجد وصام وعبد وقام وقعد لما تقدم والاول الحقیقۃ والاخر الصورۃ فاذا صحت الحقیقۃ غلبت واضمحلت عندہ الصورۃ فصح نفیہ عن کاسبہ و قصر اسنادہ علی خالقہ و ذٰلك قولہ تعالٰی فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم[1]، وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی[2]، فاثبت ونفی صورۃ ومعنی وما توفیقی الا باللہ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ ۔ بل اذا نظرت بعین الحقیقۃ فلا وجود الا لہ عزجلالہ کل شیئ ھالك الاوجھہ ، ھو الاول ھو الاٰخر و الظاھر والباطن ۔ وھذا سیدنا سواد ابن قارب رضی اللہ تعالٰی عنہ قائلا فیما عرضہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

فاشھد ان اللہ لا رب غیرہ
وانت مامون علی کل غائب[3]

نہیں ہوتا اس کی مثال حمد، شکر، توحید بیان کرنا، ذکر کرنا، ہدایت کرنا اور یاد دلانا۔ صلوٰۃ، سجدہ، روزہ، عبادت، قیام وقعود ان افعال سے نہیں۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے۔ پہلی نسبت حقیقی اور دوسری صوری ہے۔ تو جب اسناد حقیقی صحیح ہو تو وہی غالب ہو جاتی ہے۔ اور اسناد صوری مغلوب مضمحل۔ ایسی صورت میں کاسب سے اس فعل کی نفی کر کے خالق کی طرف نسبت کر دی جاتی ہے۔ جیسا کہ قرآن عظیم میں اللہ تعالٰی نے فرمایا: "کافروں کو تم نے قتل نہیں کیا ہم نے قتل کیا"۔ "یا رسول اللہ! آپ نے کنکری نہیں پھینکی ہم نے پھینکی"۔ پس نفی از روئے صورت ہے اور اثبات از روئے حقیقت ہے۔ اسی طرح ما توفیقی الا باللہ و ما تشاؤن الا ان یشاء اللہ ہے۔ بلکہ نگاہِ حقیقت بیں سے دیکھو گے تو اللہ کے علاوہ کسی کا وجود ہی نہیں "اللہ کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے" "وہی اوّل وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن"۔ ہمارے سردار سواد ابن قارب رضی اللہ تعالٰی عنہ سرکار (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

اللہ کے علاوہ کوئی چیز نہیں اور آپ
ہر غائب پر مامون ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۸/ ۱۷ [2] القرآن الکریم ۸/ ۱۷

[3] الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ترجمہ سواد بن قارب الدوسی ۱۱۱۴ دار الکتب العلمیۃ ۲/ ۲۲۴

وصار کلمۃ التوحید لاوجود فلا الٰہ الا اللہ للناسکین لامعبود الا اللہ وللسالکین لامقصود الا اللہ وللواصلین لامشہود الا اللہ وللکاملین لاموجود الا اللہ والکل سدید والکل توحید من دون اتحاد فانہ الحاد نسئل اللہ سبیل الرشاد فافہم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

غور کیجئے کلمۂ کا نام کلمہ توحید ہے نہ کلمۂ وجود، تو اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہے ہی نہیں تو عبادت کرنے والے کہتے ہیں لامعبود الا اللہ اور سالکین کہتے ہیں لامشہود الا اللہ اور کاملین کہتے ہیں لاموجود الا اللہ سب درست ہے اور سب توحید ہے اتحاد کے بغیر کیونکہ وہ تو الحاد ہے۔ ہم اللہ سے ہدایت کا راستہ چاہتے ہیں، پس غور کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶: از جے پور مکان نواب واجد علی خاں صاحب مرسلہ جناب مولوی محمد رکن الدین صاحب الوری مورخہ ۱۴ صفر ۱۳۳۲ھ

تاج العلماء مایۂ ناز ما سنیان مخزن علوم حضرت مولانا الحاج مولوی احمد رضا خاں صاحب مد اللہ ظلالکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایک مدت سے گو ذریعہ مراسلت دریافت خیریت مزاج وہاج سے قاصر ہوں مگر الحمد للہ کہ مردمان آیندگان کی زبانی خیریت معلوم ہونے سے مسرت ہوتی رہتی ہے، ایک عرصہ کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ کے دربار دُربار میں حاضری کا اتفاق ہوا، واپسی میں جے پور بھی نواب واجد علی خاں صاحب کے طلب کرنے پر قیام کرنا پڑا۔ ایک مولوی وہابی سے گفتگو ہوئی اثنائے گفتگو میں مولوی عبد السمیع صاحب مرحوم ومغفور کی اس عبارت پر کہ جو انھوں نے حدیث نبوی:

من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد[1]

جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے (ت)

کی نسبت لکھا ہے کہ شارحین نے مالیس منہ کی شرح میں یہ لکھا ہے:

فیہ اشارۃ الی ان احداث مالا ینازع الکتاب والسنۃ لیس بمذموم[2]

اس میں اشارہ ہے کہ جو نئی بات کتاب و سنت کے مخالف نہ ہو اس کو ایجاد کرنا قابل مذمت نہیں ہے۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب نقض الاحکام الباطلۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۷

[2] انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ بدعت کی اصل تحقیق مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ، لاہور ص ۷۳

یہ اعتراض کیا کہ یہ الفاظ کسی شرح میں نہیں ہیں اُس وقت صحیحین کو جو دیکھا گیا تو نہ مولوی احمد علی سہارنی کی شرح میں اور نہ نووی میں اس کا پتہ لگا۔ لہذا گزارش ہے کہ جناب اس عبارت کو تحریر فرمادیں کہ کون سی شرح میں ہے؛ کیونکہ مولوی عبدالسمیع صاحب مرحوم نے بھی کسی شرح کا حوالہ نہیں دیا، دوسرے شاہ احمد سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیق حق المسائل کے اندر ثبوت سوم وچہلم میں بحوالہ حاشیہ یہ عبارت نقل فرمائی ہے:

ان المسلمین یجتمعون فی کل عصر وزمان یقرؤن القراٰن ویھدون ثوابہ لموتاھم وعلی ھذا اھل الصلاح والدیانۃ من کل مذھب من المالکیۃ والشافعیۃ وغیرھم ولا ینکر ذٰلک منکر فکان اجماعًا عند اھل السنۃ والجماعۃ خلافًا للمعتزلۃ۔

ہر دور اور ہر زمانے کے لوگ جمع ہوکر قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اس کا ثواب اپنے مُردوں کو بخش دیتے ہیں، مالکیہ وشافعیہ وغیرہ ہر مذہب کے صالحین اور دیانتداروں کا یہی مؤقف ہے، جس کا کوئی انکار نہیں کرتا، تو اہلسنت وجماعت کے نزدیک اس پر اجماع ہے بخلاف معتزلہ کے۔ (ت)

شاہ صاحب موصوف نے بھی کسی شرح کا حوالہ نہیں دیا اس کے بارے میں بھی عرض ہے کہ جناب تحریر فرمادیں کہ یہ عبارت کون سی شرح میں موجود ہے۔ وہابی صاحب کا یہ اعتراض ہے کہ سُنّی یونہی جھوٹے حوالے دیتے ہیں، فقیر کی بھی نظر سے نہیں گزرا۔ جواب باصواب اور روانہ فرمایا جائے، بفضلِ تعالٰی یہاں سے تو اس وہابی کو نکلوادیا ہے، مگر ہم کو بھی تو ان عبارتوں کی اصلیت معلوم ہونا چاہئے۔

زیادہ نیاز مسکین محمد رکن الدین نقشبندی قادری الوری

الجواب

مولٰنا المکرم ذی المجد الکرم اکرمکم الاکرم تعالٰی وتکرم، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پہلی عبارت مرقاۃ شرح مشکوٰۃ علی قاری طبع مصر جلد اول ص ۲۲۱ سطر اخیر شروع باب الاعتصام بالکتاب بالسنۃ میں ہے[1]، اور دوسری بنایہ شرح ہدایہ للامام محمود العینی طبع لکھنؤ جزء ثانی از جلد اول اوائل ص ۱۶۱۲ آغاز باب الحج عن الغیر میں[2]۔ جناب مولانا! اہلسنت آئینہ ہیں، وہابی کو آئینے میں اپنا ہی منہ دکھادیا، یہ شیوہ وہابیہ کا ہے کتابیں دل سے گھڑ لیں علماء دل سے تراش لئے، پھر عبارت گھڑنی کیا مشکل ہے۔ والسلام

---

[1] مرقاۃ المفاتیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ حدیث ۱۴۰ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۳۶۶

[2] البنایۃ فی شرح الہدایۃ کتاب الحج باب الحج عن الغیر المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ المجلد الاول الجزء الثانی ص ۱۶۱۲

مسئلہ از شہر محلہ کٹرہ چاند خاں مسئولہ منظور حسن صاحب قادری رضوی
۱۳ رمضان ۱۳۳۸ھ

اس وقت حضور کا دیوان پیش نظر ہے اس میں اس شعر کا مطلب سمجھ نہ آیا سے
فرماتے ہیں یہ دونوں ہیں سردارِ دو جہاں ۔ اے مرتضٰی عتیق و عمر کو خبر نہ ہو[1]

الجواب

یہ شعر ایک حدیث کا ترجمہ ہے :

ابوبکر و عمر خیر الاولین وخیر الاٰخرین وخیر اھل السمٰوٰت وخیر اھل الارضین الّا الانبیاء والمرسلین لاتخبرھما یاعلی[2]

ابوبکر و عمر سب اگلوں پچھلوں سے افضل ہیں اور تمام آسمان والوں اور سب زمین والوں سے بہتر ہیں سوا انبیاء و مرسلین کے، اے علی! تم ان دونوں کو اس کی خبر نہ دینا۔

علامہ مناوی نے تیسیر میں اس کے یہ معنی بتائے ہیں کہ ارشاد ہوتا ہے اے علی (کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم) ! تم ان سے نہ کہنا بلکہ ہم خود فرمائیں گے تاکہ اُن کی مسرّت زیادہ ہو[3] واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ از کانپور فیلخانہ قدیم مکان مولوی سید محمد اشرف صاحب وکیل
مسئولہ مولوی سید محمد آصف صاحب ۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ط

یا حبیب محبوب اللہ روحی فداک قبلہ کونین وکعبہ دارین محی الملۃ والدین دامت فیوضہم، بعد تسلیمات فدویانہ وتمنا حصول سعادت آستانہ بوسی اینکہ بفضلہ تعالٰی فدوی بخیریت ہے ملازمان سامی کی صحتوری مدام بارگاہ احدیت مطلوب۔ حدائق بخشش کے صفحہ ۸۰ مصرع :

عشاق روضہ سجدہ میں سوئے حرم جھکے[4]

کی شرح مطلب میں تحریر ہے کہ :

---

[1] حدائق بخشش مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ص ۵۹
[2] کنز العمال حدیث ۳۲۶۴۵ و ۳۲۶۵۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۶۰ - ۶۱
تاریخ بغداد ترجمہ عبداللہ بن ہارون ۵۳۳۱ دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۱۹۲
[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث ابوبکر و عمر سیدا کہول اہل الجنۃ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۱۸
[4] حدائق بخشش حاضری درگاہ ابدی پناہ وصل دوم رنگ عشقی مکتبہ رضویہ کراچی حصہ اول ص ۱۰۰

"کعبہ بھی انھیں کے نور سے بنا، انھیں کے جلوے نے کعبہ کو کعبہ بنادیا"، تو حقیقتِ کعبہ وہ جلوہ محمدیہ ہے جو اس میں تجلی فرما ہے، وہی روحِ قبلہ اور اسی کی طرف حقیقۃً سجدہ ہے، اتنا یاد رہے کہ حقیقتِ محمدیہ ہماری شریعت میں مسجود الیہا ہے۔"

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقتِ کعبہ جلوہ محمدیہ ہے جس کی طرف حقیقۃً سجدہ ہے۔ آخر عبارت کے الفاظ کہ "حقیقت محمدیہ ہماری شریعت میں مسجود الیہا ہے" ان الفاظ سے اس ناقص الایمان والعلم والعقل کی ناقص فہم میں یہ آتا ہے کہ جلوہ محمدیہ ہی کو حقیقتِ محمدیہ کہا گیا ہے اور جب حقیقتِ کعبہ جلوہ محمدیہ بتائی گئی اور اسی کی طرف حقیقت سجدہ کہا گیا اور حقیقتِ محمدیہ کو مسجود الیہا کہا تو حقیقتِ کعبہ کا حقیقتِ محمدیہ ہونا لازم آتا ہے۔ والسلام مع الکرام۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ط

بملاحظہ مولانا المکرم ذوالمجد والکرم مولٰنا مولوی سید محمد آصف صاحب دامت فضائلہم،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگر آپ آفتاب اور دھوپ کو دیکھیں تو فرق حقیقت وتجلی کی ایک ناقص مثال پیش نظر ہو۔ آفتاب گویا حقیقت شمس ہے اور دھوپ اس کا جلوہ۔ حقیقت صفات کثیرہ رکھتی ہے اور اپنے مجالی میں متفرق صفات سے تجلی کرتی ہے اُن صفات کے لحاظ سے جو آثار اُن مجالی کے ہیں وہ حقیقۃً حقیقت کے اور معاملات اُن مجالی سے بحیثیت مجالی ہیں وہ حقیقۃً حقیقت سے جیسا صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی نسبت فرمایا:

من احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم[1]

جس نے میرے صحابہ سے محبت کی تو اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔ (ت)

حقیقتِ کعبہ مثل حقائق جملہ اکوان حقیقت محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کی ایک تجلی ہے کعبہ کی حقیقت وہ جلوہ ہے مگر وہ جلوہ عین حقیقتِ محمدیہ نہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۲۶
مسند احمد بن حنبل حدیث عبداللہ بن مغفل المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۵۴، ۵۵، ۵۷

بلکہ اُس کے غیر متناہی ظلال سے ایک ظل، جیساکہ اُسی قصیدہ میں ہے ؎

کعبہ بھی ہے انھیں کی تجلی کا ایک ظل
روشن انھیں کے عکس سے پتلی حجر کی ہے[1]

حقیقتِ کریمہ نے اپنی صفت مسجودیت الیہا سے اس ظل میں تجلی فرمائی ہے لہذا کعبہ جس کی حقیقت یہی ظل وتجلی ہے مسجود الیہا ہوا اور حقیقت وہ حقیقت علیہ مسجود الیہا ہے کہ اسی کی اس صفت کے ساتھ اس پر تجلی نے اسے مسجود الیہا کیا۔ والسلام!

مسئلہ (ماخوذ از "مہر درخشاں" تصنیف مولانا مظفر احمد قادری)

اعتراض یہ کہ حضرت میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ السامی نے اپنی کتاب "سبع سنابل" سنبلہ دوم ص ۶۱ میں یہ حکایت لکھی ہے کہ:

مردے بود از سلطان المشائخ منکر و از راہ وروش ایشاں متنفر و اعتقاد بدرویشے دیگر داشت روزے ازاں درویش پرسید کہ مرا آرزوئے ملاقات خضر پیغامبر علیہ السلام بسیار است اگر بعنایت شما ملاقات میسر شود غایت بندہ نوازی و سرفرازی باشد آں درویش گفت روزے کہ در خانقاہ سلطان المشائخ سرود وسماع درمیدہند آں روز خضر علیہ السلام آنجا حاضر می شود و نگاہبانی نعلین وکفشہائے مردم می کند آں مرد از انکار خود پشیماں گشت در روز سماع در خانقاہ ایشاں آمد و با خضر علیہ السلام ملاقات کرد از وے فائدہا گرفت[2]

ایک شخص حضرت سلطان المشائخ کے احوال کا منکر آپ کی راہ وروش سے متنفر اور ایک دوسرے درویش کا معتقد تھا، ایک روز اس درویش سے کہنے لگا کہ میری یہ آرزو ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کروں اگر سرکار کے کرم سے ملاقات ہوجائے تو انتہائی بندہ نوازی اور سرفرازی ہو۔ درویش نے جواب دیا کہ جس روز حضرت سلطان المشائخ کے یہاں مجلس سرود وسماع ہوتی ہے اُس روز حضرت خضر علیہ السلام تشریف لاتے ہیں اور لوگوں کے جُوتوں کی نگہبانی فرماتے ہیں۔ وہ شخص اب اپنے انکار پر پریشان ہوا اور قوالی والے دن آپ کی خانقاہ میں حاضر ہوگیا، حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی اور اُن سے خوب فیض حاصل کیا۔ (ت)

---

[1] حدائق بخشش حاضری بارگاہ بہیں جاہ وصل اول رنگ علمی حصہ اول ص ۹۲

[2] سبع سنابل سنبلہ دوم دربیان پیری مریدی مکتبہ قادریہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۶۱

توحاصلِ اعتراض یہ کہ اس حکایت میں حضرت خضر کی (جو ایک قول پر نبی تک ہیں) توہین کی کہ انھیں حضرت سلطان المشائخ کا خدمت گار اور وہ بھی ایسا کہ ان کی مجلس سماع کے حاضرین کی نعلین (جوتیوں) کا نگہبان بتایا۔

اس اعتراض پر بحکم شریعت و بپاس حمایت جانب محبوبانِ خدا جو جوابات حضور سیدی اعلحضرت امامِ اہلسنت علامہ الحاج مولٰنا الشاہ مفتی عبد المصطفٰے احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے تحریر فرمائے ملاحظہ ہوں:

جواب اوّل

اولیائے کرام قدست اسرارہم کو اس میں اختلاف ہے کہ یہ حضرت خضر جو اکثر اکابر سے ملاقی ہوتے ہیں آیا وہ خضرِ موسٰی علیہما الصلوٰۃ والسلام ہیں جن کی نبوت میں اختلاف ہے اور صحابیت میں شبہہ نہیں یا ہر دَور ے میں ایک ولی بنام خضر ہوتا ہے یعنی مناصب ولایت سے ایک عہدے کا نام "خضر" ہے کہ جو اس عہدے پر قائم ہوگا اسی نام سے پکارا جائے گا، جیسے غوث کا نام عبد اللہ و عبد الجامع اور اس کے دونوں وزیر دست چپ و راست کا نام عبد الملک و عبد الرب جن کو امامین کہتے ہیں، اور اوتادِ اربعہ کا نام عبد الرحیم و عبد الکریم و عبد الرشید و عبد الجلیل، یونہی جو عہدۂ نقابت پر ہو اسے "خضر" کہا جائے گا اس کا اپنا نام کچھ ہو۔ ایک جماعت عظیم صوفیہ کرام اسی قول پر ہے اور بہت حکایات سے اس کا پتہ ملتا ہے۔ حافظ الحدیث امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول کی تائید "اصابہ فی تمیز الصحابہ" میں فرماتے ہیں:

قول بعضھم ان لکل زمان خضرا وانہ نقیب الاولیاء وکلما مات نقیب اقیم نقیب بعدہ مکانہ و یسمی الخضر وھذا قول تداولتہ جماعۃ من الصوفیۃ من غیر نکیر بینھم ولا یقطع مع ھذا بان الذی ینقل عنہ انہ الخضر ھو صاحب موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام بل ھو خضر ذلک الزمان و یؤیدہ اختلافھم فی صفتہ فمنھم من یراہ

بعض اولیاء کا قول کہ ہر زمانے کے لئے ایک خضر ہوتا ہے اور وہ نقیبِ اولیاء ہوتا ہے جب ایک نقیب کا وصال ہوجائے تو اس کی جگہ کوئی اور نقیب مقرر کردیا جاتا ہے جس کو خضر کہا جاتا ہے۔ میں نے یہی قول صوفیاء کی ایک جماعت سے حاصل کیا۔ اس کے بارے میں ان سے کوئی اختلاف نہیں۔ اس قول کی موجودگی میں اس پر یقین نہیں کیا جاسکتا کہ اعتراض میں منقول خضر سے مراد وہی خضر ہیں جو حضرت موسٰی علیہ السلام کے ساتھی ہیں بلکہ اس سے مراد اس زمانے کا خضر ہے۔ اور صفت خضر کے بارے میں دیکھنے والوں کا

شیخا او کھلا او شابا وھو محمول علی تغایرا لمرئی و زمانہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

اختلاف بھی اس قول کا مؤید ہے۔ چنانچہ کسی نے انکو بوڑھا، کسی نے ادھیڑ عمر والا اور کسی نے جوان دیکھا یہ دکھائی دینے والے اور اس کے زمانے کے تغایر پر محمول ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

اس ولی مسمّٰی بخضر کا جمیع اولیاء درکنار اپنے دورے کے اولیاء سے بھی افضل ہونا ضرور نہیں بلکہ افضل نہ ہونا ضرور ہے ____ غوث بالیقین اس سے افضل ہوتا ہے کہ وہ اپنے دورے میں سلطان کل اولیاء ہے۔ یونہی امامین، یونہی افراد، یونہی اوتاد، یونہی بُدلا، یونہی ابدال کہ یہ سب یکے بعد دیگرے باقی اولیائے دورہ سے افضل ہوتے ہیں۔ امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر میں فرماتے ہیں:

ان اکبر الاولیاء بعد الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم القطب ثم الافراد علٰی خلاف فی ذٰلک ثم الامامان ثم الاوتاد ثم الابدال[2] اھ۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بعد سب سے بڑا ولی قطب ہوتا ہے، پھر افراد، اس میں اختلاف ہے، پھر امامان پھر اوتاد، پھر ابدال اھ۔

اقول والمراد بالابدال البدلاء السبعۃ لماذکر بعدہ ان الابدال السبعۃ لایزیدون ولا ینقصون وھؤلاء ھم البدلاء اما الابدال فاربعون بل سبعون کما فی الاحادیث۔

میں کہتا ہوں ابدال سے مراد سات بدلاء ہیں اس دلیل کی وجہ سے جو اس کے بعد مذکور ہے کہ بے شک ابدال سات ہیں نہ زیادہ ہوتے ہیں نہ کم، اور یہی بُدلاء ہیں۔ رہے ابدال تو وہ چالیس بلکہ ستر ہیں جیسا کہ احادیث میں ہے۔ (ت)

تو کیا ضرور ہے کہ عہد کرامت مہد حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا خضر حضور سے افضل ہو بلکہ ممکن ہے کہ حضور کا خادم ہو۔ حضور کا لقب ساقِ عرش پر "قطب الدین" لکھا ہے اور یہ قطب اور غوث شیئ واحد ہے نہ وہ قطب کہ ہر شہر ہر قریہ ہر لشکر کا جدا ہوتا ہے غالباً اس لئے حضور نام سلطان المشائخ ہوا کہ قطب سلطانِ اولیائے دورہ ہے، واللہ

---

[1] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ذکر خضر صاحب موسٰی علیہ السلام دار صادر بیروت ۱/۴۳۳

[2] الیواقیت والجواہر المبحث الخامس والاربعون داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۴۹

تعالیٰ اعلم۔ اور خادم کہ اپنے مخدوم کے مہمانوں کی خدمت کرے وہ درحقیقت مخدوم ہی کی خدمت ہے اور اس سے خادم کی کوئی اہانت نہیں ہوتی کہ ممکن ہے کہ اس دورے کا خضر خود حضرت سلطانی کا مرید ہو اور مرید تو کوچۂ شیخ کے کتوں کی بھی تعظیم کرتا ہے اور اس کی اہانت نہیں بلکہ اور ترقیِ عزت و بلندیٔ مرتبت ہے،

من تواضع للہ رفعہ اللہ۔ اللھم ارزقنا حسن الادب من اولیائك بجاھھم عندك اٰمین۔ وانت محب السائلین۔

جو اللہ تعالٰی کے لئے عاجزی کرے اللہ تعالٰی اس کو رفعت عطا فرماتا ہے۔ اے اللہ ہم کو اپنے ولیوں سے حسنِ ادب عطا فرما اُس مرتبے کے صدقے میں جو ان کا تیرے ہاں ہے۔ ہماری دُعا قبول فرما اور تُو مانگنے والوں سے محبت فرمانیوالا ہے۔ (ت)

جواب دوم حکایت مذکورہ میں صرف ذکرِ نگہبانی ہے یہ بیان نہیں کہ وہ حفاظت بطور خدمت تھی نہ حفاظت معنی خدمتگاری میں متعین، باپ اپنے بچّوں یا استاد اپنے شاگردوں کو تعلیم شناوری کے لئے کہ سنّت ہے اگر دریا میں بھیجے اور خود کنارے بیٹھا ان کے لباس ونعال کی حفاظت کرے کوئی عاقل اسے خدمتگاری نہ کہے گا بلکہ رحمت وشفقت ونوازش وپرورش۔ حکایت میں یہ صورت ہونا کس نے محال کیا فان واقعۃ عین یتطرق الیھا کل احتمال کما نص علیہ العلماء فی غیر ما مقال (کیونکہ معین واقعہ میں ہر احتمال راہ پاتا ہے، جیسا کہ علمائے اس پر نص فرمائی ہے بغیر کسی قیل وقال کے۔ ت)

جواب سوم یہ دونوں جواب اہلِ ظاہر کے مدارک پر تھے ورنہ لسان حقائق کے طور معاملہ بالکل معکوس ہے۔ وہم کرنے والا اصطلاح قوم سے ناواقفی کے باعث کمال عظمت کو معاذ اللہ موجبِ اہانت گمان کرتا ہے اور اہلِ ظاہر پر انکار کلمات اہل اللہ میں اکثر بلا اسی دروازے سے آتی ہے ان کی اصطلاح کو اپنے مفہوم پر حمل کرتے اور خطا میں گرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ؎

ہندیاں را اصطلاح ہند مدح — سندیاں را اصطلاح سند مدح
درحقِ او مدح در حقِ تو ذم — درحقِ او شہد و درحقِ تو سم
درحقِ او درد و درحقِ تو خار — درحقِ او نور و درحقِ تو نار
توچہ دانی زباں مرغاں را — کہ نہ دیدی گہے سلیماں را

؏ خود حضور سلطان المشائخ کی اس بارے میں حکایت ہے۔ (تاج العلماء محمد میاں علیہ الرحمۃ)

(ہندیوں کے ہنّد کی اصطلاح مدح ہے سندھیوں کے لئے سندھ کی اصطلاح مدح ہے اس کے حق میں مدح اور تیرے حق میں مذمت، اس کے حق میں شہد اور تیرے حق میں زہر اس کے حق میں گلاب کا پھول اور تیرے حق میں کانٹا۔ اس کے حق میں نور اور تیرے حق میں نار، تو کیا جانے پرندوں کے نقصان کو، کہ تو نے سلیمان کے زمانے کو نہیں دیکھا۔ ت)

محمد شاہ بادشاہ دہلی کے حضور مجمعِ علماء تھا بعض کلمات منسوبہ باولیاء پر رائے زنی ہورہی تھی، ہر ایک اپنی سی کہتا اور اعتراض کرتا ایک صاحب کہ اس جماعت میں سب سے اعلم تھے خاموش تھے، بادشاہ نے عرض کی: آپ کچھ نہیں فرماتے۔ فرمایا: یہ سب صاحب میرے ایک سوال کا جواب دیں تو میں کچھ کہوں۔ سب ان عالم کی طرف متوجہ ہوئے، انھوں نے فرمایا: آپ حضرات بولی کُتّے کی سمجھتے ہیں؟ سب نے کہا: نہ۔ کہا: بلّی کی؟ کہا: نہ۔ کہا: سبحان اللہ تم مقر ہو کہ ارذل خلق اللہ کی بولی تم نہیں سمجھتے اولیاء کہ افضل خلق ہیں ان کا کلام کیونکر سمجھ لوگے!

امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علمائے مصر جمع ہو کر ایک مجذوب کی زیارت کو گئے انھوں نے انھیں دیکھتے ہی فرمایا:

مرحبا بعبید عبدی[1] مرحبا میرے بندے کے بندے کو۔

سب پریشان ہو کر لوٹ آئے، ایک صاحبِ جامع ظاہر و باطن سے ملے اور شکایت کی، انھوں نے فرمایا: ٹھیک تو ہے تم سمجھتے نہیں، تم خواہش نفس کے بندے ہو رہے ہو اور انھوں نے خواہش نفس کو اپنا بندہ کرلیا ہے تو ان کے بندے کے بندے ہوئے۔

اب سُنئے اصطلاحِ قوم میں "نعلین" "کونین" کو کہتے ہیں، اللہ تعالٰی عزّوجل نے اپنے بندے موسٰی علیہ الصلوٰۃ سے فرمایا:

فاخلع نعلیك انك بالواد المقدس طوی[2] اپنے دونوں جُوتے اتار ڈالو کہ تم پاکیزہ جنگل طوٰی میں ہو۔

مفسرِ علام نظام الدین حسن بن محمد قمی غرائب القرآن و رغائب الفرقان معروف بتفسیر نیشاپوری میں اس آیۂ کریمہ کی تاویل یعنی بطور اہلِ اشارات و حقائق میں فرماتے ہیں:

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲

اترك الالتفات الی الکونین انك واصل الی جناب القدس[1]	یعنی نعلین سے "دونوں جہان" مراد ہیں انھیں اتار ڈالو یعنی ان کی طرف التفات نہ کرو کہ تم بارگاہ قدس میں پہنچ گئے۔

اقول نعل قطع راہ میں معین ہوتی ہے اور مقصد اولیاء وصول بحضرت کبریا ہے اور دنیا و آخرت دونوں اس راہ کی قطع میں معین۔ دنیا یوں کہ اس میں اعمال سبب وصول جنت ہیں، اور آخرت یوں کہ وہیں وعدۂ دیدار ہے۔ معہذا طالبان مولٰی لذات کونین کو زیر قدم رکھتے ہیں، جو زیر قدم ہو اسے نعل کہنا مناسب ہے۔ حدیث میں ہے،

الدنیا حرام علٰی اھل الاٰخرۃ والاٰخرۃ حرام علٰی اھل الدنیا، والدنیا والاٰخرۃ حرام علٰی اھل اللہ۔ رواہ الدیلمی[2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	یعنی دنیا حرام ہے آخرت والوں پر اور آخرت حرام ہے دنیا والوں پر، اور دنیا و آخرت دونوں حرام ہیں اللہ والوں پر۔ (اسے دیلمی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

نیز نعل "زوجہ" کو کہتے ہیں کما فی القاموس[3] وغیرہ (جیسا کہ قاموس وغیرہ میں ہے۔ت) اور دنیا و آخرت دونوں سوتیں ہیں ؎

فان من جودك الدنیا وضرتھا　　ومن علومك علم اللوح والقلم[4]

(کیونکہ دنیا اور آخرت آپ کی بخششوں میں سے ہے اور لوح و قلم آپ کے علموں میں سے ہیں۔ت)

اسی طرف اشارہ ہے۔ حدیثِ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ہے فرماتے ہیں،

من احب دنیاہ اضر باٰخرتہ ومن احب اٰخرتہ اضر بدنیاہ فاٰثروا ما یبقٰی علٰی ما یفنٰی۔	جو اپنی دنیا کو پیار کرے گا اس کی آخرت کو نقصان ہوگا اور جو اپنی آخرت کو پیارا رکھے اس کی دنیا کو ضرر ہوگا تو باقی کو فانی پر ترجیح دو۔

---

[1] غرائب القرآن　تحت آیۃ ۲۰/۱۲　مصطفی البابی مصر　۱۶/۱۱۹

[2] الفردوس بماثور الخطاب　حدیث ۳۱۱۰　دار الکتب العلمیۃ بیروت　۲/۲۳۰

[3] القاموس المحیط　باب اللام　فصل النون　مصطفی البابی مصر　۴/۵۹

[4] قصیدہ بردہ شریف　مطبع انصار دہلی　ص ۷۹

رواہ احمد والحاکم[1] عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔ (اس کو امام احمد و حاکم نے ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ صحیح روایت کیا ہے)

اور مدارِ دُنیا بنیۂ بشری پر ہے اور مدار مثوبات آخرت عقل تکلیفی پر اور وجد و سماع کے غلبے میں ان کے زوال کا اندیشہ، خصوصاً جب قوتِ ضعف ہو اور برکت صاحب مجلس سے تجلی اشد و اقوٰی واقع ہو تو بدن فنا یا عقل زائل ہو جانا کچھ بعید نہیں۔

حضور پُرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نماز پڑھا رہے تھے جب سجدے میں گئے مقتدیوں میں سے ایک مرید کا جسم گھلنا شروع ہوا یہاں تک کہ گوشت، پوست، استخواں کسی کا نام و نشان نہ رہا صرف ایک قطرہ پانی رہ گیا۔ حضور نے بعد سلام رُوئی کے پھوئے میں اٹھا کر دفن فرمایا اور فرمایا: سُبحان اللہ! ایک تجلی میں اپنی اصل کی طرف پلٹ گیا۔

لہٰذا سیدنا خضر علیہ الصلٰوۃ والسلام اپنی قوت و مدد سے ان کی دنیا و آخرت کی یعنی بنیۂ بشری و عقل تکلیفی کی حفاظت فرماتے تھے، کہئے یہ کمالِ عظمت ہے یا معاذاللہ اہانت! الخ مختصراً۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۴۱۲

تجوید و قراءات

مسئلہ ازبندۂ درماندہ فدوی محمد عمر ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۱ھ

آیۂ کریمہ:

ومن دونھما جنّتٰن ۝ فبای اٰلاء ربکما تکذبٰن ۝ مدھامّتٰن ۝ فبای اٰلاء ربکما تکذبٰن[1]

اور ان کے سوا دو جنتیں اور ہیں۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ نہایت سبزی سے سیاہی کی جھلک دے رہی ہیں۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ (ت)

کیا فرماتے ہیں قُرّاءِ شریعت اس میں کہ آیۂ مذکورہ بالا میں جو آیت "لا" ہے اس پر ٹھہرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے متعلق کیا اختلافات ہیں؟

الجواب

ہر آیت "لا" پر وقف جائز ہے، یوں ہی سنت سے ثابت ہے۔ قراء میں بھی دونوں طریقے ہیں، اور سب قراءتیں حق ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۵۵/ ۶۱ تا ۶۵

مسئلہ ۱۱: مرسلہ سید اشرف علی صاحب محلہ ذخیرہ بریلی ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۳۴ھ

بخدمت شریف جناب اعلحضرت صاحب قبلہ سلامت۔ عرض یہ ہے کہ سورہ ناس میں خنّاسِ o اَلَّذِیْ ہے یا خنّاسِ o الَّذِیْ، کس طرح پڑھنا چاہیے؟ حضور دیگر عرض یہ ہے خنّاس الّذی میں الف آگیا یا نہیں؟

الجواب

دونوں طرح جائز ہے، اور اصل وہی ہے کہ خنّاس کا سین الّذی کے لام میں ملاکر پڑھیں اس میں الف گر جائے گا اور بحالتِ وصل اس کے گرانے کا ہی حکم ہے اور "س" پر وقف کرکے "الذی" مع "ا" پڑھے جب بھی کچھ حرج نہیں، دونوں طریقے سنت سے ثابت ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲: از کانپور محلہ بانس منڈی مدرسہ امداد العلوم مسئولہ ابو الہادی محمد عبد الکافی روز یک شنبہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

دربارہ اس مسئلہ میں کہ وقت ختم قرآن تراویح میں تین بار سورہ اخلاص شریف کا پڑھنا مکروہ ہے یا مستحسن؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

مستحسن ہے، فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

قراءۃ قل ھو اللہ احد ثلاث مرات عقیب الختم یستحسنھا بعض المشائخ لجبر نقصان دخل فی قراءۃ البعض الا ان یکون ختم القراٰن فی الصلوۃ المکتوبۃ فلا یزید علی مرۃ واحدۃ۔[۱]

ختمِ قرآن کے بعد تین مرتبہ قل ھو اللہ احد الخ پڑھنے کو بعض مشائخ نے مستحسن قرار دیا ہے تاکہ اس نقصان کا ازالہ ہوجائے جو بعض کے پڑھتے وقت پیدا ہوا ہے، مگر جب ختم قرآن فرض نماز کے اندر ہو تو صرف ایک ہی بار سورہ اخلاص پڑھے زائد نہ پڑھے۔ (ت)

عقود الدریہ میں ہے: والعمل بما علیہ الاکثر[۲] (اس پر عمل کیا جائے جس پر اکثریت کا عمل ہو۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[۱] الفتاوی الھندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۱۷

[۲] العقود الدریۃ مسائل وفوائد شتی من الحظر والاباحت العمل بما علیہ الاکثر ارگ بازار، افغانستان ۲/ ۳۵۶

رسم القرآن

مسئلہ ۱۳ تا ۱۴: مسئولہ حافظ میر عبدالجلیل صاحب مارہروی ۲۵ صفر مظفر ۱۳۲۲ھ

الفاظ جمع مذکر سالم مانند خاسئین، قانتون، کرھین، خیر الفاتحین وامثالہا

(۱) جن کو منشی اشرف علی نے اپنے مصحف میں محذوف الالف لکھا ہے اور اکثر جگہ حوالہ شمع قراءت اور خلاصۃ الرسوم وغیرہ کا دیا ہے اور مولوی احمد علی سہارنپوری نے الفاظ موصوفہ کو باثباتِ الف اپنے مصحف میں لکھا ہے بلکہ ایسے الفاظ قلیل الدور کی ایک فہرست اپنے مصحف کے ابتداء میں لکھ دی ہے کہ وہ باثباتِ الف ہیں۔ ان کی بابت آپ کا حکم کیا ہے؟

(۲) لفظ "کلام" ملک العلام میں صرف چار جگہ ہے، ایک جگہ سورۂ بقرہ میں یسمعون کلٰم اللہ[1] (اللہ کا کلام سنتے ہیں۔ت)۔ دوم سورۂ اعراف میں:

قال یا موسٰی انی اصطفیتك علی الناس برسٰلتی وبکلامی[2] فرمایا: اے موسٰی! میں نے تجھے لوگوں سے چن لیا اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے(ت)

سوم سورۂ توبہ میں: فاجرہ حتی یسمع کلٰم اللہ[3] (تو اسے پناہ دو کہ اللہ کا کلام سنے۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۷۵ [2] القرآن الکریم ۷/ ۱۴۴

[3] القرآن الکریم ۹/ ۶

چہارم سورۃ الفتح میں ہے :

یریدون ان یبدلوا کلام اللہ [1] | وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا کلام بدل دیں ۔ (ت)

ان سب کو بعض مصاحف وکتب رسم الخط میں باثبات الف لکھا ہے اور بعض میں محذوف الالف اور بعض نے بعض کو مع الالف ______ اور بعض کو بغیر الف لکھا ہے،

آپ کی ان کے باب میں کیا رائے ہے ؟

(۳) لفظ "قیام" دو مقام پر سورۂ نساء میں ، اوّلاً :

ولا تؤتوا السفھاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیٰما [2] | بے عقلوں کو ان کے مال نہ دو جو تمہارے پاس ہیں جن کو اللہ نے تمہاری بسر اوقات کیا ہے (ت)

دوم :

فاذکروا اللہ قیاما وقعودا و علٰی جنوبکم [3] | اللہ کی یاد کرو کھڑے بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے ۔ (ت)

سوم سورۃ المائدہ میں :

جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیٰما للناس [4] | اللہ نے ادب والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا باعث کیا (ت)

چہارم سورۂ فرقان :

والذین یبیتون لربھم سجدًا وقیاما [5] | اور وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے لئے سجدے اور قیام میں ۔ (ت)

پنجم سورۂ زمر میں :

ثم نفخ فیہ اخرٰی فاذا ھم قیام ینظرون [6] | پھر وہ دوبارہ پھونکا جائیگا جبھی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہوجائیں گے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۱۵
[2] القرآن الکریم ۴/ ۵
[3] " " ۴/ ۱۰۳
[4] " " ۵/ ۹۷
[5] " " ۲۵/ ۶۴
[6] " " ۳۹/ ۶۸

ششم سورۂ ذاریات میں :

فما استطاعوا من قیام وما کانوا منتصرین [1]	تو وہ نہ کھڑے ہوسکے اور نہ وہ بدلہ لے سکتے تھے ۔ (ت)

عام مصاحف میں یعنی مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری اور ان کے مقلدین نے سورۂ نساء کے پہلے اور سورۂ مائدہ والے کو بدوں الف لکھا ہے ۔ اور باقی سب جگہ مع الف ۔ اور یہی رسالہ مرتع الغزلان سے ثابت ہے مگر منشی اشرف علی نے صرف آخر کے تینوں کو باثباتِ الف اور اول کے تینوں کو بدوں الف لکھا ہے ۔

(۴) للرجال نصیب مما ترك الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترك الوالدان والاقربون مما قل منه او کثر [2]	مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے ترکہ تھوڑا ہو یا بہت ۔ (ت)

اور :

لکل جعلنا موالی مما ترك الوالدان [3] الآیۃ ۔	ہم نے سب کے لئے مال کے مستحق بنا دیئے ہیں جو کچھ چھوڑ جائیں ماں باپ ۔ (ت)

یہ سب مصاحف مروجہ ہندی میں الف اول موجود اور ثانی مفقود ہے مگر مؤلف خلاصۃ الرسوم دونوں کا حذف فرماتے ہیں اور والدین یا وتون سے سب جگہ مع الالف ہے ۔

(۵) لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکٰرٰی [4]	نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ ۔ (ت)

سورۂ نساء میں :

وتری الناس سکٰرٰی وما ھم بسکٰرٰی [5]	اور تو لوگوں کو دیکھے گا جیسے نشہ میں ہیں اور نشہ میں نہ ہوں گے ۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۱ / ۴۵
[2] القرآن الکریم ۴ / ۷
[3] القرآن الکریم ۴ / ۳۳
[4] القرآن الکریم ۴ / ۴۳
[5] القرآن الکریم ۲۲ / ۲

تینوں کو منشی اشرف علی اور مولوی ہادی علی صاحب نے اپنے مکتوب مصاحف میں محذوف الالف لکھا ہے، اور عام مصاحف میں خاص سورۂ نساء میں بدون الف اور باقی دونوں کو مع الالف۔ خلاصۃ الرسوم اور رسالہ نور سرمدی سے قولِ اول ثابت ہے مگر مرتع الغزلان میں لکھا ہے: ع

گیراز ج دوحبا سکرٰی یاد[1]

یعنی محذوفات میں دو کا ذکر کیا تیسرے سے کچھ تعرض نہ کیا۔

(۶) علامہ ابوعمرو الدانی ارشاد کرتے ہیں:

کذٰلك سوٰۃ وسوءٰتکو وسیئ و سیئت وبریئون وهنیئا مریئا و بریئا وشبهه[2]۔	یعنی ان سب کا ہمزہ بدون مرکز ہے لیکن کل مصاحف ہندی میں سوٰاتکو وغیرہ الف سے مرقوم ہیں بالاتفاق کسی نے اس میں خلاف بھی بیان نہیں کیا۔

(۷) ومن خزی یومئذٍ[3] سورۂ ہود میں قرأت مفتوح المیم کو کتاب تیسیر میں نافع اور ابن عامر کے نام سے لکھا ہے، اور خلاصۃ الرسوم میں مرقوم ہے:

بکسر میم ست بقرات غیر سوسی[4]	سوسی کے غیر کی قراءۃ میں میم کے کسرہ کے ساتھ ہے (ت)

(۸) اعوذ باللہ کے باب میں روایت کتاب تحفۂ نذریہ مؤلفہ قاری عبدالرحمٰن پانی پتی یہ ہے کہ:

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم مختار جمیع قراء است[5]۔	اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم تمام قراء کا مختار ہے (ت)

آگے بیان کرتے ہیں کہ:

اگر کسے لفظ دیگر در تعوذ گفت آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ازاں لفظ منع فرمود[6]۔	اگر کسی نے کوئی دوسرا لفظ تعوذ میں کہا تو حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس لفظ سے منع فرمایا ہے۔ (ت)

---

[1] مرتع الغزلان فی رسم خط القرآن

[2] التیسیر فی قواعد علم التفسیر للامام محمد بن سلمان

[3] القرآن الکریم ۱۱/ ۶۶

[4] خلاصۃ الرسوم

[5] و [6] تحفۂ نذریہ

پھر لکھتے ہیں:

باوجود ایں منع وتعلیم الفاظ دیگر ہم مروی شدہ اند، پس تلفظ تعوذ باآں الفاظ ہم جائز است اگرچہ مختار نیست[1] انتہی عبارتہ بقدر ضرورت۔

اس منع وتعلیم کے باوجود کچھ دوسرے الفاظ بھی مروی ہیں، چنانچہ ان الفاظ کے ساتھ بھی تعوذ جائز ہے اگرچہ مختار نہیں ہے۔ تحفہ نذریہ کی عبارت ختم ہوئی جس قدر ضرورت تھی۔ (ت)

اس کے باب میں آپ کا کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) یہ علم سمع ہے نہ قیاس۔ کلمات علمائے کرام سے دو ضابطے ملتے ہیں:

اوّل مطردہ کہ ہر جمع مذکر سالم کثیر الدور محذوف الالف ہے جبکہ اس الف پر مد نہ ہو۔

دوم اکثری یہ کہ الف پر مد ہو یعنی اس کے بعد ہمزہ یا حرف مشدد آئے تو ثابت الالف ہے مگر ذوات الهمزہ میں حذف بھی بکثرت پایا گیا ہے۔ اور جمع مؤنث سالم تو مطلق محذوف الالف والالفین ہے اگرچہ قلیل الدور ہو، اگرچہ الف ممدود ہو۔ مگر گنتی کے حروف جیسے سورۂ شورٰی میں روضٰت الجنّٰت، یونس میں اٰیاتنا بیّنٰت، اسی میں مکر فی اٰیاتنا، حٰم سجدہ میں سمٰوٰت، فاطر میں علٰی بیّنات علی الخلاف الٰی غیر ذٰلک من حروف قلائل۔

امام عمرو دانی رحمۃ اللہ علیہ مقنع میں فرماتے ہیں:

اتفقوا علٰی حذف الالف من جمع السالم الکثیر الدور من المذکر والمؤنث جمیعا الصّٰبرین والصّٰدقین والقٰنتین والشیٰطین والظّٰلمون والسّٰحرون والطیّبٰت والخبیثٰت والمتصدّقٰت والثیّبٰت والغرفٰت وماکان مثلہ۔ فان جاء بعد الالف ھمزۃ اوحرف مضعف نحو السّائلین والقائمین

تمام لوگوں نے جمع مذکر و مؤنث سالم کثیر الدور سے الف کے حذف کرنے پر اتفاق کیا، جیسے صٰبرین، صٰدقین، قٰنتین، شیٰطین، ظٰلمون، سٰحرون، طیّبٰت، خبیثٰت، متصدقٰت، ثیّبٰت، تٰئبٰت، غرفٰت اور جو اس کے مثل ہو۔ اور الف کے بعد ہمزہ یا حرف مشدد آئے جیسے سائلین، قائلین، ظانین،

---

[1] تحفہ نذریہ

والظانين والعادين وحافين وشبهه اثبت الالف على انى تتبعت مصاحف اهل المدينة واهل العراق القديمة فوجدت فيها مواضع كثيرة مما بعد الالف فيه همزة قد حذف الالف منها واكثر ما وجدته فى جمع المؤنث لثقله والاثبات فى المذكر اكثر قال ابو عمرو وما اجتمع فيه الفان من جمع المؤنث السالم فان الرسم فى اكثر المصاحف بحذفهما جميعا سواء كان بعد الالف حرف مضعف او همزة نحو الحٰفظٰت و الصّٰدقٰت والنّٰزعٰت والصّٰفّٰت والعٰديٰت والصّٰئمٰت وغيٰبٰت وسٰئحٰت وشبهه قد امعنت النظر فى ذٰلك فى مصاحف اهل العراق اهلية اذ عدمت النص فى ذٰلك فلم ارها مختلف فى حذف ذٰلك۔

وقال محمد بن عيسٰى اصفهانى فى كتابه هجاء المصاحف قوم طاغون و والذاريٰت والطور وفى روضات الجنّٰت فى عسق مرسومه بالالف۔

وقال ابو عمرو كذا رأيتها انا فى مصاحف اهل العراق ورأيت فى بعضها كرامًا كاتبين بالالف

عادین، حافین اور اس کے مشابہ بگر میں نے اہلِ مدینہ اور اہلِ عراق کے قدیم مصاحف کا تتبع کیا تو بہت سے مقامات پر جہاں الف کے بعد ہمزہ تھا وہاں سے بھی الف حذف کر دیا ہے اور ایسا اکثر جمع مؤنث میں اس کے ثقل کی وجہ سے ہوا ہے۔ اور مذکر میں زیادہ طور پر الف کا اثبات ہے۔

امام ابو عمرو فرماتے ہیں جہاں جمع مؤنث سالم میں دو الف جمع ہو جائیں وہاں عام طور سے دونوں الف کو حذف کر دیتے ہیں اس کے بعد ہمزہ اور حرف مشدد ہو یا نہ ہو، جیسے حٰفظٰت، صٰدقٰت، نٰزعٰت، صٰفّٰت، عٰدیٰت، صٰئمٰت، غیٰبٰت، سٰئحٰت اور اس کے اشباہ۔ میں نے اہلِ عراق کے اصلی مصاحف میں غور سے دیکھا جائے جہاں مجھے کوئی تصریح نہ ملی تو ہر جگہ انھیں کو محذوف پایا۔

محمد بن عیسٰی اصفہانی اپنی کتاب "ہجاء المصاحف" میں فرماتے ہیں کچھ ذاریات اور طور میں طاغون کو اور روضات الجنّٰت الف سے لکھتے ہیں۔

ابو عمرو فرماتے ہیں مصاحف اہلِ عراق میں کرامًا کاتبین کو الف اور بغیر الف دونوں طرح تحریر

فی بعضہا بغیر الالف[1] اھ مختصرًا۔ پایا۔ انتہی مختصرا۔

اس کے سوا جمیع مذکرِ سالم قلیل الدور عدیم المد کے لئے کوئی ضابطہ نہیں۔ اور خاص خاص الفاظ میں اختلافِ مصاحف ثابت۔ مقطع میں ہے:

فی بعضہا فارھین وفی بعضہا فرھین بغیر الف وکذٰلک حاذرون و حذرون[2]

بعض مصاحف میں فارھین باالف اور بعض بغیر الف۔ اسی طرح حاذرون بھی دونوں طرح تحریر پایا گیا۔

اسی طرح دخان و طور و مطففین فاکھین اور لیس کے فاکھون سب کو فرمایا کہ فی بعضہا بالف وفی بعضہا بغیر الف تو مطلقاً ایک حکمِ کلی اثبات خواہ حذف کا لگا دینا ہرگز صحیح نہیں، بلکہ ہر کلمہ میں رجوع بنقل پھر بحالتِ اتفاق اس کا اتباع لازم، اور بحالتِ اختلاف اکثر واشہر کی تقلید کی جائے۔ اور تساوی ہو تو حذف و اثبات میں اختیار ہے۔ اور احسن یہ کہ جہاں اختلافِ قراءت بھی ہو جیسے فکھین او فاکھین وہاں حذف معمول بہ رکھیں لیحتمل القراءتین۔ اور اگر نقل اصلاً نہ ملے تو ناچار رجوع بہ اصل ضرور، اور وہ اثبات ہے کہ اصل کتابت میں اتباعِ ہجا رہے۔ علامہ علم الدین سخاوی شرح عقلیہ میں زیرِ قول مصنف قدس سرہٗ ع وبالذی غاب عن بعضہ الف فرماتے ہیں:

اصل ما جھل اصلہ ان یکتب بالالف علی ماینطق[3]۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

جس کی اصل نہ معلوم ہو تو قاعدہ یہ ہے کہ جس طرح باالف پڑھا جاتا ہے اسی طرح لکھا جائے۔

(۴) امام الاقاصی والادانی فی الرسم القرآنی ابوعمرو دانی فرماتے ہیں:

قال الغازی بن قیس العذاب والعقاب والحساب والبیان والغفار والجبار والساعۃ والنہار بالالف یعنی فی المصاحف وذٰلک علی اللفظ قال ابوعمرو

غازی بن قیس فرماتے ہیں کہ عذاب، عقاب، حساب، بیان، غفار، جبار، ساعۃ، نہار مصاحف میں الف کے ساتھ مرقوم ہے جیسا کہ لفظ ہے۔ ابوعمرو فرماتے ہیں یونہی

---

[1] المقنع فی رسم المصحف لعثمان بن سعید [2] المقطع فی رسم المصحف
[3] (شرح عقلیہ) الوسیلۃ فی کشف العقیلہ

كذلك رسموا كل ما كان على وزن فعال وفعال بفتح الفاء وكسرها وعلى وزن فاعل نحو ظالم وفعال نحو خوار وفعلان نحو بنيان وفعلان نحو رضوان وكذلك الميعاد والميقات والميزان وما اشبهه مما الفه زائد البناء وكذلك ان كانت منقلبة من ياء او واو حيث وقعت[1] اھ باختصار الامثلة۔

تحریر کیا ہر وہ لفظ جو فَعال اور فِعال کے وزن پر ہو یا فاعل کے وزن پر ہو جیسے ظالم یا فعّال کے وزن پر ہو جیسے خوار اور فعلان کے وزن پر ہو جیسے بنیان اور فعلان کے وزن پر ہو جیسے رضوان اور ایسے ہی میعاد، میقات، میزان اور اس کے مشابہ الفاظ جس میں الف زائد بناء کے لئے ہو۔ ایسے ہی یا اور واؤ سے بدلا ہوا بھی جہاں کہیں ہو۔ مثالوں میں اختصار کر دیا ہے۔

یہ مبارک کلام مفیدِ عام کل سے ابتداء اور حیث وقعت پر انتہا ہو کر تاکیداً افادۂ عموم لایا، اگرچہ بحکم:

ما من عام الا وقد خص منه البعض حتی هذه القضية لنفسها بمثل قوله سبحنه وهو بكل شیء علیم[2] کما لا یخفی علی ذی عقل سلیم۔

کوئی عام نہیں کہ اس سے بعض کی تخصیص نہ ہو خاص اس قضیہ میں بھی اللہ تعالٰی کے قول ھو بکل شیء علیم کی طرح جیسا کہ عقل سلیم پر ظاہر ہے۔

بعض مستثنیات رکھتا ہے، جنھیں خود امام ممدوح نے مقنع میں مواضع متفرقہ پر افادہ فرمایا ہے، مثل علٰم الغیب والبلٰغ وبلٰغا والضلٰل وضلٰل ومن خلٰله وظلٰله وغیرہا[3]۔

ولہذا "مرتع الغزلان فی رسم خط القرآن" میں فرمایا:

---

[1] المقنع فی رسم المصحف
[2] القرآن الکریم ٢/ ٢٩
[3] المقنع فی رسم المصحف

وزن فعّال و فاعل و فِعلان	فَعال اور فاعل اور فِعلان کا وزن
هُم فُعَال و فِعال و هم فَعلان	فَعال اور فِعال اور فَعلان کا وزن
نیز فُعلان و مفعل و فعّال	فُعلان اور مفعل اور فعّال بھی
هُم فُعّال و مفاعل و افعال	فُعال اور مفاعل اور افعال بھی
هم مفاعیل و مفاعل و افعال	مفاعیل اور مفعل اور مفعال بھی
با فعالیٰ فواعل و فِعّال	فعالیٰ فواعل اور فِعّال
جملگی فعلها و مصدرها	اور افعال اور تمام مصادر
الف منقلب ز واوَ و ز یا	جن کا الف واوٗ سے بدلا ہو یا یار سے بدلا ہو
همه گی ثابت است در همه جا	تمام مقامات میں ایسا الف باقی اور ثابت رہے گا
جز حروفے کہ گشتہ مستثنیٰ[1]	البتہ چند حروف اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں ۔

مگر شک نہیں کہ وہ ہمیں ایک ضابطہ نافعہ بتاتا ہے کہ مستثنیات کے سوا ایسے سب کلمے ثابتات الالف ہیں ۔ تو جب تک بالخصوص نقل معتمد سے خلاف ثابت نہ ہو ثابت ہی رکھیں گے کہ وہی اصل اور وہی خود اصل رسم میں اصل ۔ خلاصۃ الرسوم سے بکلمی اور ربیبنا کلم اللہ بالحذف مترشح ہے ۔ اخیر کی وجہ ظاہر ہے کہ امام حمزہ و امام کسائی نے یہاں کَلِمَ بروزن کَتِفَ پڑھا ہے مگر کلامی میں مثل دو باقی فقیر کے نزدیک اثبات ارجح ہے ۔ واللہ تعالےٰ اعلم ۔

(۳) یہ کلمہ سات جگہ آیا ہے ، سب سے پہلے سورۂ آل عمران میں :

لاٰیٰت لاولی الالباب الذین یذکرون اللّٰہ قیاما وقعودا وعلی جنوبہم[2]	نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے (ت)

عام مصاحف میں یہاں بھی مع الالف ہے ۔ صاحبِ خلاصۃ الرسوم علامہ عثمان طالقانی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف مائدہ کو ذکر کیا کہ

قیٰمًا بحذف الف مرسوم است از جہت اشتمال بر ہر دو قراءت یا بنام اختصار[3]	قیٰمًا الف کے حذف کے ساتھ لکھا گیا ہے ، دونوں قراءات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے یا اختصار کیلئے ۔ (ت)

---

[1] طرفع الغزلان فی رسم خط القرآن
[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۹۰ و ۱۹۱
[3] خلاصۃ الرسوم

اور حرفِ اول نسارٰی کو اگرچہ لفظاً نہ بتایا مگر رسماً بحذف لکھا جس سے ظاہر باقی پانچ میں اثبات ہے اور یہی قول مرتع[1] قیٰمًا و ز ابتدار نسارع آخر مائدہ قیٰما دانٗ کا مفاد ہے اور اس کی وجہ واضح ہے کہ امام نافع اور امام اجل ابن عامر نے حرف نسار جعل اللہ لکم قیٰما[2] اور ابن عامر نے حرف مائدہ قیٰما للناس[3] کو بے الف پڑھا فی التیسیر، باقی سب میں اثباتِ الف ہے باتفاقِ قرار سبعہ والرسم یتبع اللفظ لاسیما وھو فِعّال کما مر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) مصحف کریم میں والِد، والدین، والدیہ، والدیك، والدیّ، والدۃ، والدیٰ والدتك سب بالف بعدِ واو مرسوم ہیں۔ اور یہی مقتضائے قاعدۂ فاعل ہے حتی کہ والدات باآنکہ جمع مؤنث سالم ہے، حذفِ الف میں مختلف فیہ ہے۔ والدٰن میں حذفِ الف تثنیہ توحسب قاعدہ مطردہ ضرور ہے، حذفِ اول کی کوئی وجہ ظاہر نہیں اور عبارت خلاصۃ الرسوم اس نسخۂ سقیمہ میں یوں مرسوم "الولدان ہر دو بحذف الف تثنیہ مکتوب است بعد از واوَ و دال ہمہ جا" عبارت نے تو حذف الف تثنیہ بتایا ہے اور ہر دو سے مراد دونوں لفظ الولدٰن کہ اس آیۂ کریمہ میں واقع ہیں اور بعد از واو الف تثنیہ کے کوئی معنی نہیں۔ ظاہر الفظ واوَ زیادت قلم ناسخ سے ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۵) فعالی کا قاعدہ مرتع سے گزرا اور بعینہٖ یہی تخصص موضعین حج مفاد مقنع ہے۔ محذوفات نافع بیان کرکے فرماتے ہیں:

فھذا جمیع ما فی روایۃ عبد اللہ بن عیسٰی عن قالون عن نافع مما حذفت منہ الالف الرسم وحدثنا ابو الحسن بن غلبون قرأہ منی علیہ حدثنا ابی حدثنا محمد ابن جعفر حدثنا اسمٰعیل ابن اسحٰق القاضی القالون عن نافع

یہ سب عبد اللہ بن عیسٰی کی روایت قالون سے ہے اور انھوں نے نافع سے روایت کی جہاں جہاں سے رسم میں الف محذوف ہوا ابو الحسن ابن غلبون نے مجھ سے بیان کیا کہ جب میں ان پر پڑھ رہا تھا انھوں نے کہا مجھ سے میرے والد نے ان سے محمد ابن جعفر نے ان سے اسمٰعیل بن اسحٰق قاضی نے انھوں نے قالون سے اور انھوں

---

[1] مرتع الغزلان فی رسم خط القرآن
[2] القرآن الکریم ۴/ ۵
[3] " " ۵/ ۹۷

بعامة ھذہ الحروف و زادفی الکھف فلاتصٰحبنی وفی الحج سکری وما ھم بسکری الخ[1]

نے امام نافع سے یہ سب روایت کی۔ اور سورۂ کہف میں فلاتصٰحبنی اور حج میں سکری وما ھم بسکری کا اضافہ کیا۔

اور وہ واضح الوجہ ہے کہ حرفین حج کو امام حمزہ اور امام کسائی نے سَکْرٰی بروزن سَلْمٰی پڑھا ہے بخلاف حرف نسا کہ قرارت سبعہ میں بالاتفاق سکارٰی بروزن فُعَالٰی ہے تو قول مرتع نہی اوضح اور اوجہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۶) مصاحفِ ہند نے اتباع "خلاصۃ الرسوم" کیا مگر کلام الامام امام الکلام ولا اقل دونوں مجوز ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۷) تیسیر میں ھود و معارج کے خزی یومئذ[2] اور عذاب یومئذ[3] میں فتح میم کو نافع اور کسائی کی طرف نسبت فرمایا اور اسی طرح دیگر ائمہ نے تصریح فرمائی۔ تیسیر میں ہے:

نافع والکسائی ومن خزی یومئذ و فی المعارج من عذاب یومئذ ببنیہ بفتح المیم و الباقون بکسرھا[4]

نافع اور کسائی نے من خزی یومئذ اور سورۂ معارج میں من عذاب یومئذ ببنیہ کو میم کے فتحہ کے ساتھ اور باقیوں نے کسرہ کے ساتھ پڑھا۔

شاطبیہ میں ہے: ؎

ویومئذ مع سال فافتح (ا) تی (ر) ضا
وفی النمل (حصن) قبلہ النون (ث) ملا[5]

یومئذ کو اس سورۃ اور سورۃ معارج میں فتح میم سے پڑھ کر وہ پسندیدہ ہو کر آیا ہے اور سورۂ نمل میں فتح میم کوفیین اور نافع کیلئے ایک قلعہ ہے اور اس لفظ سے پہلے نون تنوین نے فتح کو سنوار دیا۔

شرح میں ہے:

امر بفتح المیم فی قولہ تعالٰی ومن خزی

اللہ تعالٰی کے قول من خزی یومئذ اور

---

[1] المقنع فی رسم المصحف
[2] القرآن الکریم ۱۱/۶۶
[3] " " ۷۰/۱۱
[4] التیسیر فی قواعد علم التفسیر للامام محمد بن سلیمان
[5] حرز الامانی ووجہ التھانی سورۂ ہود مصطفٰی البابی الحلبی مصر ص ۶۲

یومئذ ومن عذاب یومئذ بجنیہ فی المعارج المشار الیھما بالھمزۃ والراء فی قولہ اتی رضا وھما نافع والکسائی۔ ثم اخبران المشار الیھم بحصن وھم الکوفیون ونافع قرأوا بالنمل وھم من فزع یومئذ یومئذ فتعین لمن لم یذکرہ فی الترجمتین القراءۃ بکسرا ما اصلہ وھو علی الحقیقۃ الخفض فی المواضع[1] الخ۔

من عذاب یومئذ ببینۃ میں جو سورۂ معارج میں ہے میم کے فتحہ کا حکم دیا۔ اور ہمزہ اور راء سے مصنف کے قول "اتی رضا" میں نافع اور کسائی کی طرف اشارہ ہے۔ پھر یہ بتایا کہ لفظ حصن سے کوفیوں اور نافع کی طرف اشارہ ہے۔ ان لوگوں نے سورۂ نمل کے من فزع یومئذ کو یومئذ پڑھا، تو یہ ثابت ہوگئی کہ دونوں ترجموں میں جن لوگوں کا ذکر نہیں ہے وہ اصل حقیقی پر تینوں جگہ مکسور پڑھتے ہیں۔

غیث النفع میں ہے:

خزی یومئذ قرأنافع وعلی بفتح المیم والباقون بالکسر[2]

خزی یومئذ کو نافع اور علی نے بفتح میم اور باقی قراء نے بالکسر پڑھا۔

بعینہٖ اسی طرح اس کی سورۃ سائل میں ہے ان اجلہ اکابر کی تصریحاتِ جلیلہ پر ہی اعتماد لازم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۸) تعوذ میں یہ صیغہ مختار قراء کرام ہونا ضرور صحیح ہے، امام ابوعمرو دانی تیسیر میں فرماتے ہیں:

المستعمل عند القراء الحذاق من اھل الاداء فی لفظھا اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم دون غیرہ و ذٰلک لموافقۃ الکتاب والسنۃ فاما الکتاب ما جاء فی تنزیل العظیم قولہ عزوجل لنبیہ الکریم صلی اللہ تعالٰی

ادائے قرآن میں ماہر قاریوں میں استعاذہ کیلئے یہی الفاظ مستعمل ہیں اور نہیں، وجہ یہ ہے کہ یہ الفاظ قرآن وحدیث نبوی کے موافق ہیں، اللہ تعالٰی قرآن عظیم میں فرماتا ہے جب قرآن پڑھنا ہو تو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھو۔ اور حضرت نافع ابن جبیر ابن مطعم اپنے

---

[1] سراج القاری لعلی بن عثمان المعروف بابن القاصح
[2] غیث النفع

علیہ وسلم وھو اصدق القائلین "فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطٰن الرجیم" واما السنۃ فما رواہ نافع ابن جبیر ابن مطعم عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ استعاذ قبل قراءۃ القرآن بھذا اللفظ بعینہ وبذالک قرأت وبہ اٰخذ[1]

والد سے وہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تلاوتِ قرآن سے قبل خاص انھیں الفاظ میں اعوذ باللہ پڑھتے۔ یہ حدیث سے ثبوت ہوا۔ امام ابو عمر فرماتے ہیں میں ایسا ہی پڑھتا ہوں اور یہی میرا مذہب ہے۔

غیث النفع میں ہے:

اما صیغتہا فالمختار عند جمیع القراء اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم وکلھم یجیز غیر ھذہ الصیغۃ من الصیغ الواردۃ نحو اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم واعوذ باللہ العظیم من الشیطٰن الرجیم واعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم انہ ھو السمیع العلیم واعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم[2]

صیغہ استعاذہ کے لئے تمام قاریوں کا مختار اور پسندیدہ لفظ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ہے" اس کے باوجود ان دوسرے صیغوں کو بھی سبھی جائز قرار دیتے ہیں جو اس باب میں وارد ہیں جیسے اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم وغیرہ الخ۔

حرز الامانی امام محمد قاسم شاطبی قدس سرہٗ میں ہے: ؎

اذا ما اردت الدھر تقرأ فاستعذ جہارا من الشیطٰن باللہ مُسْجَلا علیٰ ما اتی فی النحل یسرًا وان تزد لربک تنزیہا فلست مُجَہَّلا[3]

زمانہ میں جب بھی قرآن شریف پڑھنا چاہو تو اعوذ باللہ علی الاعلان پڑھو، یہ سب قاریوں کا مسلک ہے۔ جیسا کہ سورۂ نحل شریف میں وارد جو آسان ہے اور اگر اللہ تعالٰی کی کچھ تنزیہات بھی بڑھا دو تو تم جاہل نہ ہوگے۔

[1] التیسیر فی قواعد علم التفسیر للامام محمد بن سلیمان
[2] غیث النفع باب الاستعاذہ مصطفی البابی مصر ص ۱۰
[3] حرز الامانی ووجہ التہانی

سراج القاری میں ہے:

قولہ مُسْجَلا ای مطلقا لجمیع القراء فی جمیع القراٰن (علی ما اتی فی النحل) ای استعذ علی اللفظ الذی نزل فی سورۃ النحل جاعلا مکان استعذ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ومعنی یسرًا ای میسرًا وتیسرہ قلۃ کلماتہ وزیادۃ التنزیہ ان تقول اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم انہ ھو السمیع العلیم، واعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم ونحو ذٰلک وقولہ فلست مجھلا ای لست منسوبا الی الجھل لان ذٰلک کلہ صواب ومروی[1]

ماتن کا قول مُسْجَلا کا مطلب یہ ہے کہ تمام قراء قرآن کی قراءت میں ہر جگہ اسی کو راجح قرار دیتے ہیں۔ علی ما اتی فی النحل کا مطلب یہ ہے کہ سورۂ نحل شریف میں استعاذہ کے جو الفاظ وارد ہیں انھیں پڑھو اور یسرًا کے معنی یہ ہیں کہ چونکہ اس استعاذہ میں کلمات کم ہیں اس لئے ان کا پڑھنا آسان ہے اور تنزیہ کے اضافہ کا مطلب یہ ہے کہ اور روایتوں میں جو سمیع العلیم وغیرہ تعریفِ الٰہی کے کلمات وارد ہیں ان کا اضافہ کرو فلست مجھلا کا مطلب یہ کہ ایسا کرنے پر تم جاہل نہ قرار نہ دیئے جاؤ گے کیونکہ وہ زائد کلمات بھی درست اور مروی ہیں۔

مگر دیگر الفاظ مرویہ سے بھی منع ہرگز نہیں۔ وہ سب بھی باجماعِ قراء جائز ہیں۔ غیث وشاطبیہ وشروح کی عبارات ابھی گزریں۔ امام جلال الدین سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں:

قال الحلوانی فی جامعہ لیس للاستعاذۃ حد ینتھی الیہ من شاء زاد ومن شاء نقص[2]۔

حلوانی نے اپنی جامع میں لکھا کہ استعاذہ کی کوئی حد نہیں ہے کہ اسی پر بس ہے۔ تو جو چاہے اضافہ کرے اور جو چاہے کم کرے۔

حضور پُرنور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دیگر الفاظ سے منع فرمانا ہرگز ثابت نہ ہوا، اور اگر ثابت ہوجاتا تو کیا معنٰی تھے کہ بعدِ منعِ اقدس پھر بھی دیگر الفاظ جائز رہتے۔ قاری صاحب نے یہاں عجیب بین المتنافیین کیا ہے کہ اور الفاظ سے منع فرمانا بالجزم

---

[1] سراج القاری لعلی بن عثمان المعروف بابن القاصح

[2] الاتقان فی علوم القرآن النوع الخامس والثلاثون دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۴۱-۳

حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت کہا حالانکہ وہ حدیث ضعیف ہے اور ضعیف کی بصیغہ جزم نسبت روا نہیں۔ پھر ان الفاظ کو بھی جائز رکھا حالانکہ بعد ممانعت رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جواز کی طرف راہ اصلاً نہیں بلکہ جواز وہی ہے کہ منع ثابت نہ ہوا۔ امام شاطبی بعدِ کلامِ مذکور فرماتے ہیں: ؎

وقد ذکروا لفظ الرسول فلم یزد
ولو صح ھذا النقل لم یبق مجملا[1]

حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے الفاظ میں استعاذہ میں اضافہ نہیں ہے، اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو حکمِ قرآنی مجمل نہ ہوتا۔

شرح علامہ ابن قاصح میں ہے:

اشار الیٰ قول ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرأت علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقلت اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم فقال لی قل یا ابن ام عبد اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم وروی نافع عن ابن جبیر ابن مطعم عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان یقول قبل القراءۃ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم وکلا الحدیثین ضعیف واشار بقولہ ولوصح ھذا النقل الی عدم صحۃ الحدیثین وقولہ لم یبق مجملا ای لوصح نقل ترک الزیادۃ لذھب

مصنف نے اپنے قول سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی حدیث کی طرف اشارہ کیا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور تلاوت کی تو اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم کہا تو مجھ سے آپ نے فرمایا: اے ام عبد کے لڑکے! صرف اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم کہو، اور نافع نے جبیر ابن مطعم سے انھوں نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تلاوت سے قبل اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھتے تھے اور یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں۔ اور مصنف نے اپنے قول ولوصح ھذا النقل سے دونوں ہی حدیثوں کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے اور مصنف کے قول "مجمل نہ رہتی" کا مطلب یہ ہے

---

[1] حرز الامانی ووجہ التہانی باب الاستعاذہ مصطفےٰ البابی مصر ص ۱۰

اجمال الاٰیۃ واتضح معناھا وتعین لفظ النحل دون غیرہ ولکنہ لم یصح فبقی اللفظ مجملا ومع ذٰلک فالمختار ان یقال اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم لموافقہ لفظ الاٰیۃ وان کان مجملا لورود الحدیث بہ علی الجملۃ وان لم یصح لاحتمال الصحۃ۔ واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

کہ اگر یہ روایت صحیح ہوتی کہ زیادتی کو ترک کیا تو آیت قرآنی کا اجمال ختم ہوجاتا اور اس کے معنی واضح ہوجاتے اور سورہ نحل میں وارد الفاظ ہی متعین ہوجاتے لیکن جب حدیث صحیح نہیں تو آیت مجمل ہی رہی۔ اس کے باوجود راجح اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ہی ہے کیونکہ یہ قرآنی الفاظ کے موافق بھی ہے اور حدیث بھی ان الفاظ کے ساتھ وارد ہے، تو اگر روایت صحیح ثابت نہ ہو احتمال صحت تو ہے۔

مسئلہ ۲۱ از دھرم پور ضلع بلند شہر مرسلہ سید پرورش علی صاحب ۸ شعبان ۱۳۲۳ھ

چہ می فرمایند عالمانِ کتاب مبین کہ الف ذاقا واستبقا الباب اور دعوا اللّٰہ اور قالا الحمد خواندہ شود یا نہ؟ بیّنوا توجروا

کتاب مبین کے علماء کیا فرماتے ہیں کہ ذاقا واستبقا الباب، دعوا اللّٰہ اور قالا الحمد کا الف پڑھا جائے گا یا نہیں؟ بیان فرمائیے اجر دئے جاؤ گے۔ (ت)

الجواب

در سجاوندی ایں چہار فتحہ را بقدر خفیف کہ تا الف تام نہ رسد اشباع فرمودہ است[1]، سجاوندی کتاب معتبر ست و در دیگر کتب از تصریح بداں نیست خلافش نیز نیست و وجہش موجہ است کہ تمیز تثنیہ از مفرد است پس عمل بداں محذورے ندارد و نظیرش فصل خفیف در قال اللّٰہ تعالٰی علٰی ما

سجاوندی میں ان چار فتحوں میں ہلکا سا اشباع فرمایا گیا ہے تاکہ الف تام کی حد تک نہ پہنچے۔ سجاوندی معتبر کتاب ہے۔ دوسری کتابوں میں اگرچہ اس کی تصریح نہیں ہے مگر مخالفت بھی نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے تثنیہ مفرد سے ممتاز ہوجائے گا۔ لہذا اس پر عمل کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ اس

[1] شرح الشاطبیۃ سراج القاری للعلامہ علی بن عثمان المعروف بابن القاصح

نقول وکیل[۱]، وقال النار مثوٰکم[۲] واشالہا است تاابتداء بفاعل ملتبس نہ شود. واللہ تعالٰی اعلم۔

کی نظیر اللہ تعالٰی کے ارشاد علی ما نقول وکیل وقال النار مثوٰکم اور اس جیسی دیگر مثالوں میں ہلکا سا فصل ہے تاکہ ابتداء کا فاعل کے ساتھ التباس لازم نہ آئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۲۸/۲۸

[۲] " " ۶/۱۲۸

تشریح افلاک وعلم توقیت وتقویم

مسئلہ ۲۲: از ملک بنگالہ ضلع فریدپور موضع پٹورا کاندے مرسلہ محمد شمس الدین صاحب
کواکب خود بالطبع آسمان میں گھومتے ہیں یا بحرکتِ قمری بالتبع چکر کھاتے ہیں؟

الجواب

ہمارے نزدیک کواکب کی حرکت نہ طبعیہ ہے نہ تبعیہ، بلکہ خود کواکب بامر الٰہی وتحریک ملائکہ آسمانوں میں دریا میں مچھلی کی طرح تیرتے ہیں۔

قال اللہ تعالٰی کل فی فلك یسبحون[1]، وقال اللہ تعالٰی والشمس تجری لمستقرلها ذٰلك تقدیر العزیز العلیم[2]، وقال تعالٰی سخرلکم الشمس والقمر دائبین[3] وقال تعالٰی کل یجری الی اجل مسمّی[4]

اللہ تعالٰی فرماتا ہے ہر ستارہ ایک آسمان میں تیرتا ہے۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے سورج اپنے مستقر کیلئے جاری ہے یہ غالب علم والے کا حساب ہے۔ اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے سورج اور چاند کو تمہارے لئے مسخر فرمایا جو مسلسل چل رہے ہیں۔ اور فرمایا ایک مقررہ وقت کیلئے سب حرکت میں ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/ ۴۰
[2] القرآن الکریم ۳۶/ ۳۸
[3] " " ۱۴/ ۳۳
[4] " " ۳۱/ ۲۹

ہمارے نزدیک نہ زمین متحرک ہے نہ آسمان۔

قال اللہ تعالیٰ ان اللہ یمسک السمٰوٰت و الارض ان تزولا ولئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ[1]

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) بے شک اللہ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمینوں کو کہ ہٹ نہ جائیں اور جو وہ ہٹیں تو خدا کے سوا انھیں کون روکے۔

سعید بن منصور اپنی سنن اور عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن منذر اپنی تفاسیر میں شقیق سے راوی:

قال قیل لابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کعبا یقول ان السماء تدور فی قطبۃ مثل قطبۃ الرحا فی عمود علی منکب ملک قال کذب کعب ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا ۔ وکفی بھا زوالا ان تدور[2]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا گیا کہ حضرت کعب کا کہنا ہے کہ آسمان چکی کے پاٹ کی طرح ایک کیل میں جو ایک فرشتے کے کندھے پر گھوم رہا ہے، آپ نے فرمایا، کعب غلط کہتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے آسمان و زمین کو ٹلنے سے روک رکھا ہے اور حرکت کے لئے ٹلنا ضروری۔

عبد بن حمید قتادہ سے راوی:

ان کعبا کان یقول ان السماء تدور علی نصب مثل نصب الرحا فقال حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کذب کعب ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا[3]

حضرت کعب احبار فرماتے تھے کہ آسمان چکی کی طرح کیلے پر گھوم رہا ہے۔ حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے آسمان و زمین کو ٹلنے سے روک رکھا ہے۔

ان دونوں حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ حضرت افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعۃ سیدنا عبد اللہ بن مسعود حضرت صاحب سِرِّ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہم سے عرض کی گئی: کعب کہتے ہیں آسمان گھومتا ہے۔ دونوں صاحبوں نے کہا: کعب غلط کہتے ہیں۔ اور وہی آیۂ کریمہ اس کے رد میں تلاوت فرمائی۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۵/ ۴۱
[2] الدر المنثور تحت آیۃ ۳۵/ ۴۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۳۲
[3] " " " " " " " ۷/ ۳۲

اقول وان کان الذی اعم ان یزعم ان الزوال بمعنی الحرکۃ الاینیۃ ولکن کبراء الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم اعرف منا بتفسیر القراٰن فلایجوز الاستدراک علیہم عند من نوّر اللہ بصیرتہ جعلنا اللہ منہم بحرمتہم عندہ اٰمین!

میں کہتا ہوں کہ کوئی شخص یہ گمان کرسکتا ہے کہ زوال تو حرکت اینیہ کو کہتے ہیں لیکن بزرگ ترین صحابہ ہم سے زیادہ قرآن کی تفسیر کے جاننے والے تھے کہ ان کے کیے ہوئے کو (رضی اللہ تعالٰی عنہم) وہ شخص رد نہیں کرے گا جسے خدا نے نورِ بصیرت دیا۔ اللہ ان کے صدقے میں ہمیں بھی انھیں کے ساتھ کرے آمین۔

مسئلہ ۲۳ ایضاً

سبع سیارہ کا بیان کس آیت میں ہے؟

الجواب

قال اللہ تعالٰی والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ[1]

اللہ تعالٰی فرماتا ہے: سورج، چاند اور ستارے سب اسی کے حکم کے فرمانبردار ہیں۔

اور کل فی فلک[2] سے بھی اس طرف اشارہ ہے کہ اس میں سات حرف ہیں اپنے نفس پر دائر اور زمین کا بیان تو بکثرت فرمایا، خاص متحیرات خمسہ کا ذکر فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس[3] میں ہے، میں قسم یاد فرماتا ہوں دُبک جانے والوں چلنے والوں کی۔ یہ ان کے وقوف، استقامت و رجعت کا بیان ہے کہ سیدھے چلتے ہیں پھر ٹھہر جاتے ہیں، پھر پیچھے ہٹتے ہیں، پھر ٹھہرتے ہیں، پھر سیدھے ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے ان کو متحیرہ کہتے ہیں۔ ابن ابی حاتم تفسیر میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے فلا اقسم بالخنس کی تفسیر میں راوی،

قال خمسۃ انجم زحل وعطارد والمشتری وبہرام والزہرۃ لیس فی الکواکب شیئ یقطع المجرۃ غیرھا[4]

فرمایا: وہ پانچ ستارے ہیں، زحل، عطارد، مشتری، مریخ، زہرہ۔ کوئی ستارہ ان کے سوا کہکشاں کو قطع نہیں کرتا۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۲

[2] " " ۳۶/ ۴۰

[3] " " ۸۱/ ۱۵ و ۱۶

[4] الدر المنثور بحوالہ ابن ابی حاتم تحت آیۃ فلا اقسم بالخنس دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۳۹۵

یعنی ثوابت میں جو کہکشاں پر ہیں وہ وہیں ہیں جو اس کے اِدھر اُدھر ہیں، وہ وہیں ہیں ان کی حرکت طبیعہ خفیفہ خفیہ ایسی نہیں کہ ابھی کہکشاں سے ادھر تھے چند ہی مدت میں اُس پار چلے گئے۔ یہ شان انھیں پانچ نجوم کی ہے۔ واللہ اعلم

مسئلہ ۲۴ ازمیرٹھ لال کرتی بازار مرسلہ جناب حاجی شیخ علاؤالدین صاحب

۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۰ھ

قاعدہ استخراج تقویمات کواکب از المنک

کوکب مطلوب کے صفحات میں سے ماہ مطلوبہ کے مقابل کے خانہ اپرینٹ رایٹ اسینشن یعنی مطالع استواء سے رقم گھنٹہ منٹ سیکنڈ لے کر اس کی تحویل اجزائے محیط میں بموجب جدول پنجم کی دوسرے حصہ کے کرلیں بعد تحویل کے جدول نمبر دوم یعنی جدول مطالع البروج بخط الاستواء المبتدائن اول الحمل میں دے کر مطالع کی تحویل میں طوالع میں کرلیں جو حاصل ہوگا وہ درجہ تقویمی کوکب یعنی منطقۃ البروج ہوگا۔ اگر اس تقویم بروج یونانیہ کو ہندی بروج کی تقویم میں تحویل کرنا ہو تو یونانی تقویم میں سے ۲۲ درجہ ۱۰ دقیقہ گھٹا دو حقیقی تقویم حاصل ہوجائیگی یعنی مشاہدہ جس برج پر اور جس درجہ میں وہ کوکب ہوگا وہ درجہ ان کا آئے گا۔ اور یہ وہ فرق ہے جو نقطہ حمل کے اپنے مرکز اصلی کے ہٹ جانے سے پیدا ہوگیا ہے۔

الجواب

یہ قاعدہ محض باطل ہے۔ واضع نے جزء عاشر کو جزء تقویمی سمجھ لیا۔ اس عمل سے فلک البروج کا وہ جزء حاصل ہوگا کہ ہنگام طلوع کوکب دائرہ نصف النہار پر ہوئے عاشر ہے نہ کہ تقویم۔ فقیر غفرلہ نے المنک سے تقویمات کواکب نکالنے کے چار طرق رکھے ہیں، نیز اس سے استخراج طالع وقت کے چار طرق اور ان کے بیان میں رسالہ مسفر المطالع للتقویم والطالع لکھا اس کے طریق سوم کا سب میں پہلا ابتدائی خفیف عمل یہی ہے جس کا نام واضع نے "قاعدہ استخراج تقویم"[۱۳] رکھا، ہم اس مقام سے اپنے رسالہ کے چند سطور نقل کریں کہ حال واضح ہو:

طریق سوم استعلام تقویم کوکب از مطالع ممر و میل او اقول (۱) ساعات مطالع ممر را درنہ زدہ در جدول مطالع استوائیہ مقوس کنند تا عاشر بدست آید۔ (واضع صاحب کا قاعدہ یہیں ختم ہوگیا، اس کے بعد ملاحظہ ہو کیا کیا درکار ہے کہ تقویم

تیسرا طریقہ ستاروں کی گزرگاہ اور اس کے میل سے تقویم کوکب (ستارے کے حال) کے معلوم کرنے کا ہے۔ میں کہتا ہوں: (۱) گزرگاہ کے مطالع کی ساعتوں کو نو (۹) سے ضرب دے کر مطالع استوائیہ کے جدول (نقشے) میں تقویس (جیب کے

حاصل ہو)۔ (۲) میلش برآرند (۳) پس اگر موافق الجہۃ باشد با میل کوکب آنگاہ میل عاشر را بر تمام میل کوکب افزایند ورنہ کاہند اگر در فزودن از صہ بیرون رود تمامش تا قف گیرند ارتفاع عاشر باشد (۴) ظل تمامش گرفتہ منحط گردہ محفوظ دارند (۵) یا زیر مطالع ممر معلوم ربع در فزودہ مجموع را درج سوا اعتبار کردہ جیب بعدش از اعتدال اقرب گیرند (۶) ایں جیب را در جیب میلی کلی منحط زدہ حاصل را در محفوظ زنند ظل تعدیل طالع بدست آید (۷) در جدول ظل مقوس کنند کہ تعدیل است (۸) پس ہماں درج سوا از مطالع استوائیہ گیرند (۹) باز نظر کنند کہ میل کوکب شمالی ست یا جنوبی بحال شمالیت اگر عاشر در نصف جدوی اعنی از اول جدی تا آخر جوزا باشد تعدیل را بریں مطالع استوائیہ افزایند۔ مگر میل عاشر در ربع اول منطقہ ازید از میل کوکب باشد و اگر در نصف سرطانی اعنی از اول سرطانی تا آخر قوس بود تعدیل را از مطالع مذکورہ کاہند مگر آنکہ عاشر زائد المیل در ربع دوم منطقہ بود بحال جنوبیت اگر عاشر در نصف سرطانی است تعدیل افزایند مگر آنکہ زائد المیل در ربع سوم باشد و اگر در منطقہ بود بحال نصف جدوی ست۔ کاہند مگر آنکہ با زیادت میل در ربع باشد (۱۰) عمل معلوم حسب حاجت کنند کہ تقویم است۔

مقابل آنے والی تقویس یعنی دائرے کے حصّے کا معلوم کریں تاکہ عاشر (دسواں حصہ) ہاتھ آئے (واضع صاحب کا قاعدہ یہیں ختم ہوا) اس کے بعد ملاحظہ ہو کیا درکار ہے کہ تقویم حاصل ہو (۲) اس کا میل نکالیں (دائرہ معدّل النہار سے آفتاب کی دوری کو میل اور دوسرے ستاروں کی دُوری کو بُعد کہتے ہیں، اس عبارت میں ستارے کی دُوری کو بھی میل کہا گیا ہے) (۳) پھر اگر میل، جہت میں موافق ہو میل کواکب کے تو اس وقت میل عاشر کو تمام میل کوکب پر بڑھائیں گے اور اگر جہت میں موافق نہ ہو تو کم کر دینگے، اگر زیادہ کرنے کی صورت میں صہ (ساٹھ درجوں سے زائد ہو تو تمام میل قف (ایک سو اسّی درجے) تک لیں، یہ عاشر کا ارتفاع ہوگا (۴) اس کا ظل تمام لے کر کم کریں اور باقی محفوظ کرلیں (۵) پھر گزرگاہ کے مطلع پر چوتھائی حصے کو زائد کرکے مجموع کا اعتبار کرکے اس کے بعد کا جیب اعتدال سے قریب لیں۔ (۶) اس جیب کو میل کل سے کم کرکے محفوظ میں ضرب دیں ظل تعدیل طالع حاصل ہو جائے گا۔ (۷) ظل کے جدول میں اس کی تقویس کریں کہ تعدیل ہے (۸) پس اس مجموع کو مطالع استوائیہ سے لیں (۹) پھر دیکھیں کہ ستارے کا میل شمالی ہے یا جنوبی، اگر شمالی ہے اور عاشر نصف جدوی یعنی بُرج جدی کی ابتداء سے جوزا کے آخر تک ہے تو تعدیل کو ان مطالع استوائیہ پر زیادہ کریں گے، مگر اس صورت میں کہ عاشر کا میل منطقہ کے ربع اول میں میل کوکب سے زیادہ ہو

اور اگر نصف سرطانی یعنی برج سرطان کی ابتداء سے لے کر برج قوس کے آخر تک ہو تو تعدیل کو مطالع مذکورہ سے کم کردیں گے مگر اس صورت میں کہ عاشر کا میل منطقہ کے ربع دوم میں زیادہ ہو میل کوکب سے اور اگر ستارے کا میل جنوبی ہے اگر عاشر نصف سرطانی میں ہے تو تعدیل کو زیادہ کریں گے مگر اس صورت میں کہ عاشر کا میل کوکب کے میل سے زیادہ ہو۔ اور اگر نصف جدوی میں ہو تو تعدیل کو مطالع مذکورہ سے کم کردیں گے، مگر اس صورت میں کہ عاشر کا میل کوکب کے میل سے زیادہ ہو۔ اور اگر نصف جدوی میں ہو تو تعدیل کو مطالع مذکورہ سے کم کردیں گے، مگر اس صورت میں کہ میل زیادہ ہو اور ربع میں ہو(۱۰) عمل معلوم حاجت کے مطابق کریں کہ یہی تقویم ہے۔ (ت)

زیج بہادرخانی سے مطالع استوائیہ کا ایک جدول بعینہٖ نقل کردیا ہے۔ ہم نے اپنے محاسبۂ خاصہ سے اس کی تجدید کی ہے، تاہم یہ بھی تقریب کو کافی ہے۔ بروج یونانیہ وہندیہ میں ۱۰۲۲ کا فرق بشدت غلط ہے بلکہ اسی سال کے آغاز یعنی یکم محرم ۱۳۳۰ھ کو مالشم م لومہ فرق تھا یعنی ۲۰ ۳۰ ۴ ۲۲ سے کچھ زائد اور روزانہ ترقی پر ہے یہاں تک کہ دنیا باقی رہی تو رجب ۱۷۹۲ھ میں پُورے ایک بُرج کا تفاوت ہوجائے گا اس الثور سے ہندی سیکھ کی شنکرانت ہوگی۔ اس ہندی حساب کو حقیقی تقویم کہنا ٹھیک نہیں حقیقی تقویم یہی ہے جو محل تقاطع سے ہے، اسی سے حسابِ فصول ہے اسی سے حسابِ کمی بیشیٔ روز وشب ہے، اسی سے حسابِ مطالع ہے، اسی سے حسابِ طلوع غروب وسائر اوقات ہے، ہندی تقویم تقویم صوری ہے کہ صورت پرستوں نے صورت کواکب پر اس کی بنا رکھی ہے۔[1] واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵: از میرٹھ بازار لال کرتی مرسلہ شیخ علاؤ الدین صاحب ۱۱ شوال مکرم ۱۳۳۰ھ

حامیٔ سنّت، ماحیٔ بدعت، مخدومی ومعظمی حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلکم العالی، بعد تقدیم ہدیۂ سلام ومراسم نیازمندی عرض ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب جنہوں نے قاعدہ استخراج تقویم کواکب از مطالع استوائیہ مرقومہ المینک کمترین کو بتایا تھا ان سے جب کمترین نے ان کے قاعدہ کی غلطی کا اظہار کیا اور جنابِ والا کی تحریر دکھائی اس سے اطمینان نہ ہوا اور جنابِ والا کی تحریر کا مفہوم ان کی سمجھ میں نہیں آیا، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ قاعدہ بالکل ٹھیک ہے اور میں اپنی ولایتی ستارہ بین مشاہدہ کواکب کو دکھا کر آپ کا اطمینان کراسکتا ہوں، چنانچہ کمترین نے ان سے وعدہ لیا ہے کہ بعد رمضان المبارک چند روز کے واسطے مع ستارہ بین کے یہاں تشریف لاکر میرا اطمینان کردیں۔ لہٰذا امید

---

[1] مسفر المطالع للتقویم والطالع

کہ اس وقت تک رسالہ مسفر المطالع کے طبع کرانے میں توقف کیا جائے۔ زیادہ حدِ ادب!

الجواب

اُس قاعدۂ تقویم کی نسبت گزارش ہے کہ:

(۱) ستارہ ہیں کے آنے پر کیوں محمول فرمائیے خود المینک ایک اعلٰی ستارہ بیں ہے اس سے ملاحظہ کیجئے جس وقت اس نے دو کوکبوں کا قرآن لکھا ہو اگر ان میں ایک قمر ہے تو اس کی تقویم وقت قرآن کے لئے تعدیل مابین السطرین سے لیجئے اور دوسرے کی اس قاعدہ سے ملاحظہ ہو کر دونوں میں کتنا فرق آتا ہے۔

(۲) یہ بھی نہ سہی نہایت سہل امکان گزارش کروں قمر کی تقویم نصف النہار و نصف اللیل روزانہ مکتوب ہے اور ہر گھنٹے کے مطالع ممر بھی ان مطالع کو تحویل و تقویس کر کے دیکھ لیجئے کس قدر تفاوت پڑتا ہے مثلاً ایک مثال گزارش، اس سال اکتوبر ۱۲ بجے کے مطالع لکھے ہیں ۶۵ء۵۵۴۵ درجات ہیں اس کی تحویل ہوئی۔ تح تح نٹ لط جدول مطالع استوائی میں اس کے طوالع ہوتے ۴۸ ۴۳ ۲ ۱۰ حالانکہ اس وقت تقویم قمر ہے ۲۰ ۴۸ ۱۰ نصف درجہ کا فرق ہوا کہ ہرگز مخفی نہیں اور کہیں اس سے بھی زائد آئے گا کہیں کم کہیں قریب تطابق۔ یہ عقم قاعدہ کی دلیل روشن ہے یہی حال ہر کوکب میں ہوگا مگر شمس اس میں حاجت نہیں کہ اس کی جس وقت کے مطالع ممر لکھے اُسی وقت کی تقویم ضو بھی مکتوب ہے۔

(۳) اہل ہیئات جدیدہ سہولت کے کمال حریص ہیں حتی کہ اس کے لئے مساہلت گوارا کرتے ہیں جیسا کہ ان کے اعمال و حقائق اعدادی کے مطالع پر مخفی نہیں یہاں بھی جو قواعد برہانیہ کے فقیر نے استنباط کئے ایسے نہ تھے ان کی فکر وہاں تک پہنچتی مگر طول اہل و کثرت عمل کے باعث اُن سہل انگاروں نے ان سے گریز کر کے یہ آسان قاعدہ رکھا جو میں نے آپ سے یہاں گزارش کیا تھا۔ اسی کی خاطر روزانہ ہر کوکب کا طول بفرض مرکزیت شمس اور عرض بفرض مذکور اور لوگارثم بُعد کے خانے دیتے اور اتنے اعمال گوارا کئے اگر وہ سہل سی بات کافی ہوتی تو کیا ان کا سر پھرا تھا کہ تحقیق و تدقیق چھوڑ کر تطویل میں پڑتے۔

(۴) صرف دو خط افق و نصف النہار تو کیا کام دے سکتے ہیں ہاں ایسے آلات میں ارتفاع بنانے کو اور خطوط بھی ہوتے ہیں مگر مقنطرات دوائر عریضہ میں بون بعید ہے ہاں یہ کہ کوکب اول السمٰوٰت پر ہو اور عرض اقلیم رؤیت منتفی وہ نادرہ ہے اور یہ بریلی و میرٹھ اور ان سے شمال میں آخر تک اور جنوب میں تقریباً ساڑھے تین سو میل تک عادۃً ناممکن ہے اگرچہ قدرت میں سب کچھ ہے۔

(۵) ایک قولِ فیصل عرض کروں، دو حال سے خالی نہیں، ستارہ ہیں سے جو تقویم نظر آئی تقویم محسوب بقاعدہ مولوی صاحب سے مطابق ہوگی یا مخالف، اگر مخالف ہو جب تو صحت قاعدہ کا ثبوت ہی نہ ہُوا، اور مطابق ہو تو اور اُلٹی غلطیٔ قاعدہ کا ثبوت ہوگیا کہ انکسار کدھر جائے گا اختلاف منظر کدھر جائے گا۔ تقویم مرئی کبھی تقویم حقیقی کے مطابق نہیں ہوتی حتی کہ اس وقت بھی کہ کوکب دائرہ نصف النہار پر ہو مگر صرف اس حالتِ نادرہ میں کہ عین سمت الراس پر ہو۔

جناب نے طبع رسالہ ابھی ملتوی رکھنے کو فرمایا ہے وہ خود ملتوی ہے۔ رَدِّ وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی کے دس رسالے زیرِ طبع ہیں،

(۱) سلی الثبوت (۲) ایجاب النکیر (۳) سبحٰن السبوح (۴) مزق تلبیس (۵) الھیبۃ الجباریہ
(۶) دامان باغ (۷) پیکان جانگداز (۸) القمع المبین (۹) تعالی السبوح (۱۰) تازہ غطیہ

پھر ان کے بعد ان شاء اللہ الکریم الدولۃ المکیہ، الفیوض الملکیہ، حاسم المفتری، القمع الخاصم، الکاری فی العادی والغادی، الجسم الثانوی، اشد الباس، ادخال السنان، اقامۃ المواتۃ، نور الفرقان کی باری ہے وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ وہابیہ کی خدمت گزاری سے فرصت ہو تو اور طرف توجہ ہو۔ لیکن اگر یہ فرمانا اس بنا پر ہے کہ شاید ستارہ ہیں قواعدِ رسالہ کی غلطی ثابت کرے تو کس سے اطمینان فرمائیں سوا اس قاعدہ کے جو میں نے جناب سے گزارش کیا اور معمول ہیأت جدیدہ ہے کہ تقرب قریب ہوتا ہے مگر تحقیق سے دقیقہ تک تفاوت لاتا ہے۔ قواعد کہ فقیر نے استنباط کئے مبرہن براہین ہندسیہ ہیں، اگر ان کے خلاف بتائے تو یقیناً آلہ غلط ہے نہ کہ براہین۔ بعض آلات خود ناقص ہوتے ہیں، بعض کو بنانے والا غلط بناتا ہے، بعض وقت صحیح آلہ غلط لگایا جاتا ہے، بعض وقت مدلول آلہ کو لگانے والا غلط ادراک کرتا ہے، آلہ اپنے منتہائے کار کے بعد بھی حساب کا محتاج ہے اور حساب اکثر محتاجِ آلہ نہیں، آلہ کیسا ہی دقیق ہو دقیق حساب تک نہیں پہنچ سکتا، حساب ثوالی ثوالث بتاتا ہے اور عام آلات صرف درجات یا غایت درجہ انصاف درجہ اگر دقائق بتائے تو اعجوبۂ دہر ہے مگر ثوالی ضرور نا متصور۔ آخر یہ تو قاعدہ کے متعلق سمع خراشی تھی اتنا فقیر کو ما مول کہ اس ستارہ بیں کی قیمت اور جائے وجراں سے مطلع کیا جاؤں۔ جناب فرماتے ہیں بہت بیش قیمت ہے تو میں کہاں پا سکوں، مولوی صاحب نے کہاں سے حاصل فرمائی، کس طرح ملی، جب ایسی بیش قیمت ہے تو زحل کے حلقے مشتری کے چاروں قمر جو لود سطا وغیرہما کواکب جدیدہ بھی دکھاتی ہوگی۔ والسلام مع الاکرام

مسئلہ ۲۶ از میرٹھ محل مذکور ۱۲ شوال ۱۳۳۰ھ

حامیِ دین متین، ناصر شرع مبین مدظلکم العالی۔ بعد تقدیم ہدیہ سلام و مراسم نیازمندی مطالع استوائیہ کواکب جو المنک میں مرقوم ہیں وہ صحیح اور حقیقی مطالع ہیں یا نہیں، اور باعتبار مرکز زمین استخراج کئے گئے ہیں یا نہیں؟ امید کہ جواب سے جلد سرفراز بخشی جائے، نہایت مشکور امر باعث ہوگا۔ زیادہ نیاز۔ عریضہ کمترین علاؤ الدین۔

الجواب

رئیس دین پرور دامت معالیہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ المنک میں جو مطالع مر شمس و قمر و ہر کوکب کے لئے ہیں سب بلحاظ مرکز زمین حقیقی اور بقدر کافی تحقیق و صحیح ہیں مگر ان سے طوالع حاصل کرنا شمس میں ہمیشہ تقویم سے مطابقت لائے گا اور دیگر کواکب میں نادر، اکثر اختلاف دے گا، جس کی مقدار نصف درجہ سے بھی زائد تک ہوگی۔ وجہ یہ ہے کہ یہ مطالع حقیقیۃ مطالع اجزاء منطقۃ البروج ہیں کہ انھیں کے میل و بعد عن الاعتدال الاقرب سے اخذ کئے جاتے ہیں۔ شمس دائماً ملازم منطقہ ہے تو اس کی تقویم ہمیشہ نفس منطقہ پر ہوتی ہے اور وہی طوالع مطالع ہیں بخلاف دیگر کواکب کے کہ اپنے تمام دورہ میں صرف دو بار منطقہ پر آتے ہیں جب کہ اپنے راس و ذنب پر ہوں یا تحیرات کے باعث دو چار بار اور اسی وقت تقویسی مطالع ان کی تقویم ٹھیک بتائے گی یا اس وقت کہ کوکب مارہ بالاقطاب الاربعہ پر ہو کہ اب میلیہ و عرضیہ متحد ہو جائیں گے باقی اوقات اختلاف دے گی۔ والسلام

مسئلہ ۲۷ از میرٹھ مرسلہ حاجی صاحب مذکور ۳۰ شوال ۱۳۳۰ھ

کمترین کو فی الحال بعد ملاقات مولوی عبداللہ صاحب کے بیشک یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ اس ستارہ بین کے مشاہدے سے مولوی صاحب ممدوح کے قاعدہ کی تصدیق ہو جائے گی تو اس صورت میں رسالہ معلومہ کے قاعدہ میں کچھ سہو سمجھنا پڑے گا مگر چونکہ حضور والا کی تحریر سے معلوم ہوگیا کہ رصدی آلہ کے مشاہدات سے براہین ہندسیہ کی تردید نہیں ہوسکتی لہٰذا ایسی صورت میں ستارہ بین کے مشاہدات سے استدلال ہی فضول ہے۔ قبل ازیں کمترین کو یہ گمان تھا کہ آلہ و صدر کے مشاہدات سے جو بات ثابت ہوئی اس میں غلطی کی گنجائش نہیں ہے اسی وجہ سے کمترین نے رسالہ مسفر المطالع کے متعلق التوا کی درخواست کی تھی مگر اب چونکہ حقیقت اس کے خلاف نکلی لہٰذا اس کے طبع کرانے میں التوا کی ہرگز ضرورت نہیں ہے صرف ایک بات دریافت طلب رہ گئی ہے کہ تقویس مطالع کواکب سے جو تقدیم حاصل ہوتی ہے اس کا فرق تقویم اصلی سے زیادہ سے زیادہ کس قدر ہوسکتا ہے یعنی ایک درجہ سے زیادہ فرق ہوسکتا ہے یا

نہیں، امید کہ جواب سے سرفراز بخشی جائے۔ حضور کے دوسرے والانامہ سے یہ بالکل تحقیق ہوگئی کہ تقویس مطالع ممر سے دوسرے کواکب کی تقویم اصلی سوائے چند خاص نادر موقعوں کے نہیں نکل سکتی۔ اس قدر سمع خراشی اور تکلیف دہی کی جوان تحریرات وغیرہ میں حضور والا کو ہوئی نہایت ادب سے معافی چاہتا ہوں۔ عریضہ کمترین علاؤ الدین عفی عنہ۔

الجواب

ہاں ایک نہیں ڈیڑھ درجے سے بھی زائد غلطی دے گا۔ مثال حاضر ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۱۲ء عطارد کے مطالع استوائی یعنی مطالع ممر تھی قط ۲۳ زما قوس میں اس کی تحویل نمطالہ بہ جدول مطالع استوائی میں اس کی تقویس ۴ یعنی ما مرف یعنی برج اسد ۵۲° ۱۲′ ۲۷″ یہ تو وہ قاعدہ ہوا۔ اب اصل قاعدہ سے چلئے تقویم عطارد بمرکز شمس ۹ ۳۹ ۱۹ ۹ ۳۲ تقویم شمس ۴ ۴۲ ۵۹ ۸ ۱۴۸ نظیرش ۲ ۴۲ ۹ ۵۹ = ۳۲۸ تقویم کب۔ نظیر تقویم شمس = ۵۷ ۱۹ زاویہ ا لشمس نصفہا ۹ ۵۹ ۹ ۹ ۔ ۵۹ ۹ = ۱ ۵ ۹ ۸ محفوظ ظلہ ۳۶۲۷۲۷ ۵ عرض عطارد بمرکزیت شمس ۱ ۵ ۶ نمار ۹ ۳۴ جیبہ ۸ ۸ ۸ ۸ ۲ ۹۹ ۹ + لو بعد عطارد ۵ ۵ ۵ ۷ ۵ ۹ ۵ ۹ = ۹ ۵۹۲۶۴۴۳ معنرق ازبعد شمس ۹ ۵ ۱ ۸ ۴ ۳ ۰ ۰ ۱۰ = ۱۶ ۲۱ ۲۱ ۴ ۱۰ اقوس فی جدول الظل ۵ ۹ ۸ ۔ ۵ ۴ = ۵۰ ۲۳ ظلہا ۹ ۴۴۵۱۷۴۳ + ظل محفوظ ۷ ۴ ۴ ۱۸ ۱۲ قوس فی الظل ۳ ۷ ۹ ۸ محفوظ ۔ ۳۷ ۹ ۸ = ۱۳ زاویۃ الارض ۔ تقویم شمس ۱۳ = ۲ ۴ ۶ ۴ ۸ ۱۴ یعنی اسد کے ۲ ۴ ۶ ۴ ۲۸ ملاحظہ ہو کہ واقع میں تقویم پونے انتیس درجہ میں بھی زائد تھی اور اس قاعدہ نے ستائیس درجے سے بھی کم بتائی۔ والسلام مع الاکرام

فقیر غفرلہ از بریلی ۳۰ شوال المکرم ۱۳۳۰ ہجریہ

مسئلہ ۲۸: از شہر بہاریپور مرسلہ نواب سلطان احمد خاں صاحب ۷ شوال ۱۳۲۲ھ

آج کل تیسرے درجہ کا سنبلہ کس وقت طالع ہوتا ہے؟

الجواب

آج کل درجہ سوم سنبلہ کا طلوع صبح کے آٹھ بجے کے بعد اس تفصیل سے ہے:

یوم	تاریخ قمری	تاریخ شمسی	وقت طلوع			انتہائے طلوع		
			گھنٹہ	منٹ	سکنڈ	گھنٹہ	منٹ	سکنڈ
پنجشنبہ	۸ شوال ۱۳۲۶	۱۸ جولائی ۱۹۰۶ء	۸	۲۸	۴۷	۸	۲۳	۲۳
جمعہ	۹	۱۹	۸	۲۴	۵۱	۸	۲۹	۲۷
شنبہ	۱۰	۲۰	۸	۲۰	۵۵	۸	۲۵	۳۱

وقت ریلوے دیا ہے جو آجکل گھڑیوں میں رائج ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۹ مسئولہ نواب امیر احمد خاں صاحب ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

حضور عالی! جدول تحویل تاریخ عیسوی بہ ہجری میں میرے پاس مقابل چھ سو سال کے ابانب لہ ہے حضور نے ابانب ل لکھا ہے کیا اس جدول میں تبدیلی کی گئی ہے تو مجھ کو از سرِ نو نقل لینی ہوگی؟

الجواب

ابانب ل ہی ہے صحیح و بجا۔ یہ نب لہ کسی ابلہ نے لکھوا دیا، اس جدول میں ترمیم کا ضرور خیال ہے مگر ابھی ہوتی نہیں، وہ ترمیم اسے بالکل کایا پلٹ کردے گی حتی کہ مداخل شہور وسنین بھی بدل جائیں گے اور وہی صحیح و اصح ہوں گے، اس وقت نہ یہ ابانب ل ہوگا نہ نب لہ کچھ اور ہی ہوگا، غالباً ابانب الہ ہو، فقط۔

مسئلہ ۳۰ از نسواد قادریہ جونیر مدرسہ ضلع چاٹگام مرسلہ مولوی جمال الدین صاحب ۱۷ رمضان ۱۳۳۸ھ

وقت نماز و صوم از گھڑی معین نمودن قطع نظر از آفتاب و ماہتاب آیا جائز شود یا چنانچہ بعض دیوبندی قائل آنست بر تقدیر عدم جائز چہ دلیل عقلاً و نقلاً باید و موجد گھڑی کیست و کدام وقت ایجادش گردید و چرا ائمہ از وے وقت صوم و صلوٰۃ مقرر نہ نمودند۔

نماز وروزہ کا وقت گھڑی سے معین کرنا سورج اور چاند سے قطع نظر کرتے ہوئے جائز ہے یا نہیں؟ بعض دیوبندی اس کے قائل ہیں ناجائز ہونے کی صورت میں اس پر کون سی عقلی ونقلی دلیل ہوگی، گھڑی کا موجد کون ہے اور کون سے زمانے میں ایجاد ہوئی، اور ائمہ کرام نے اس کے ساتھ نماز اور روزے کا وقت کیوں مقرر نہیں فرمایا۔ (ت)

الجواب

موجد آلہ ساعت مردے از منجمان زمانہ ہارون رشید را گفتہ اند واللہ اعلم بہ خاما تا زمانہ ائمہ بلکہ تا چند صد سال پیش از زمان ما رواجش نبود و اعتماد برو آنکس را کہ علم توقیت نداند حرام ست ہمچناں بریک آلہ ساعت اعتماد نشاید کہ

گھڑی کا موجد ہارون الرشید کے زمانے کا ایک نجومی مرد بتایا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ائمہ کرام کے زمانے میں بلکہ ہمارے زمانے سے چند سو سال پہلے تک اس کا رواج نہ تھا۔ علم توقیت نہ جاننے والے شخص کے لئے اس

دفعۃً خود بخود پیش و پس می شود آرے ہر کہ علم توقیت داند و آلہ ساعت را محافظت تواند بر و کار بیتواں کرد کما افادہ فی الدرالمختار، دیوبندیاں خود از توقیت ہمچناں بیگانہ اند کہ از دین و اعتماد بر فتوائے آنہا حرام تر از آنست کہ بر ساعت بے تمکین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

آلہ پر اعتماد کرنا حرام ہے۔ اسی طرح صرف ایک گھڑی پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے کہ بعض اوقات خود بخود آگے پیچھے ہوجاتی ہے۔ ہاں جو شخص علم توقیت جانتا ہے اور گھڑی کی حفاظت کرسکتا ہے وہ اس پر عمل کرسکتا ہے جیسا کہ درمختار میں اس کا افادہ فرمایا ہے۔ دیوبندی تو خود علم توقیت سے اسی طرح نا آشنا ہیں جیسے دین سے۔ ان کے فتوے پر اعتماد کرنا گھڑی جیسے بے اعتبار آلہ پر اعتماد کرنے سے بڑھ کر حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

سیرت فضائل و خصائص سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۱: از مقام گنڈارہ تحصیل قیصر گنج ضلع بہرائچ مرسلہ عبداللہ میاں جی صاحب معرفت سید سلطان احمد صاحب ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت کی خبر جب ثویبہ جاریہ ابی لہب نے ابولہب کو سُنائی اُس وقت ابولہب نے خوش ہوکر ثویبہ کو آزاد کردیا پھر کئی دن تک ثویبہ نے حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دُودھ پلایا، پھر ابولہب کو اس کے مرنے کے بعد خواہ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یا اور کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا، کیا حال ہے تیرا؟ بولا، آگ میں ہوں لیکن تخفیف ہوتی ہے ہر دوشنبہ کی رات اور چُوستا ہوں دو۲ انگلیوں سے پانی جن کے اشارے سے آزاد کیا تھا ثویبہ کو۔ یہ قصہ اکثر معتبرین سے سُنا گیا ہے، اور علامہ جزری علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے رسالہ میلاد شریف میں اس کو لکھا ہے اور اس کے بعد یہ لکھا ہے:

اذا کان ھٰذا ابولھب الکافر الذی نزل القراٰن بذمہ جوزی فی النار بفرحہ لیلۃ مولد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بہ فما حال المسلم الموحد من

جب یہ حال ابولہب جیسے کافر کا ہے جس کی مذمت میں قرآن نازل ہُوا کہ نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت کی شب خوشی منانے کی وجہ سے اس کو بھی قبر میں بدلہ دیا گیا تو آپ کے موحد مسلمان

امتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1] الٰی آخرہ۔ امتی کا کیا حال ہوگا الخ۔ (ت)

اس پر ایک شخص کہتا ہے کہ یہ کیونکر صحیح ہوسکتا ہے جبکہ قرآن شریف میں اللہ جل شانہ، خبر دیتا ہے ابولہب کی نسبت ما اغنیٰ عنہ مالہ وما کسب[2] کہ نہ نفع دیا اس کو اس کے مال اور اس کے فعل نے بس مال لونڈی اور فعل اس کا آزاد کرنا۔ ورنہ خواب خیال کی باتیں آیاتِ قرآنیہ کے مقابل میں کیونکر صحیح ہوں گی، پس اس کی تطبیق کیونکر صحیح ہوگی۔ بیان فرمائیے۔

الجواب

یہ روایت صحیح بخاری شریف میں ہے ائمہ نے اُسے مقبول رکھا اور اس میں قرآن عظیم کی اصلاً مخالفت نہیں۔ قطع نظر اس سے یہ اغنانہ ہوا اس کا سبب حضور پرنور رحمتِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے علاقہ۔ حضور کی ولادتِ کریمہ پر خوشی کہ یہ نہ اس کا مال ہے نہ اس کا کسب وفعل اختیاری۔ یہ تو کیا ایسا فائدہ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے علاقہ ابوطالب کو ایسا کام آیا کہ سراپا آگ میں غرق تھے حضور انور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے پایاب آگ میں کھینچ لیا کہ اب صرف تلووں میں آگ ہے حالانکہ کفار کے حق میں اصل حکم یہ ہے کہ:

لایخفف عنہم العذاب ولاھم ینظرون[3] ۔ نہ اُن سے عذاب ہلکا کیا جائے نہ کوئی ان کی مدد کرے۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں عباس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا:

نعم ھو فی ضحضاح من نار ولولا انا لکان فی الدرک الاسفل من النار[4]، وفی روایۃ وجدتہ فی غمرات من النار ہاں وہ تھوڑی سی آگ میں ہے، اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے اس کو جہنم کی

---

[1] المواہب اللدنیہ المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۴۷

[2] القرآن الکریم ۱۱۱/۲

[3] " " ۲/۱۶۲

[4] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۵
صحیح البخاری کتاب الادب باب کنیۃ المشرک " " " ۲/۹۱۷

فاخرجتہ الی ضحضاح[1] | گہرائیوں میں پایا تو اس کو تھوڑی سی آگ کی طرف نکال لیا۔

اسی طرح صحیحین میں ابوسعید خدری اور مسند بزار و ابویعلی و ابن عدی و تمام میں حضرت جابر بن عبداللہ اور معجم کبیر طبرانی میں ام المومنین ام سلمہ سے ہے، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ امام عینی شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں،

فان قلت اعمال الکفرۃ ھباء منثور لا فائدۃ فیہا قلت ھذا النفع من برکۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخصائصہ[2]

اگر تو کہے کہ کافروں کے اعمال تو بکھرے ہوئے غبار کے ذروں کی طرح ہوتے ہیں جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، تو میں کہوں گا یہ نفع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی برکت اور آپ کے خصائص سے ہے۔(ت)

امام ابن حجر کی فتح الباری شرح بخاری میں ہے؛

یؤید الخصوصیۃ انہ بعد ان امتنع شفع لہ حتی خفف عنہ العذاب بالنسبۃ لغیرہ[3]

اس خصوصیت کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ایمان لانے سے انکار کے بعد بھی آپ نے اس کے لئے شفاعت کی یہاں تک کہ اس کے عذاب میں دوسروں کی بنسبت تخفیف کر دی گئی۔(ت)

اسی طرح مجمع بحار الانوار وغیرہ میں ہے، ان سب کا حاصل یہ ہے کہ یہ نفع کافر کے عمل سے نہ ہوا بلکہ حضور رحمۃ للعلمین کی برکت سے، اور یہ خصائص علیہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲ ازبارکپور، مرغی محال، مسجد حافظ محمد جعفر صاحب مرسلہ پیش امام صاحب ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قیام مولود شریف فرض ہے یا واجب ہے یا سنت؟

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۵

[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصۃ ابی طالب ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۱۷/ ۱۶

[3] فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ القصص مصطفی البابی مصر ۱۰/ ۱۲۳

عمرو کہتا ہے کہ قیامِ مولود شریف ہاتھ باندھ کر ہونا چاہئے، اور زید کہتا ہے کہ ہاتھ چھوڑ کر ہونا چاہئے، تو بتلائیے کہ کس کی بات سچ ہے؟

الجواب

ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا بہتر ہے جیسا کہ حاضریِ روضۂ انور کے وقت حکم ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

یقف کما یقف فی الصلٰوۃ[1] (ایسے کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ت)

اسی طرح لباب و شرح لباب و اختیار شرح مختار وغیرہا کتب معتبرہ میں ہے ـــــ قیام مجلس مبارک مستحب ہے اور مجلس کھڑی ہو تو سنت، اور ترک میں فتنہ یا الزام وہابیت ہو تو واجب کما فی ردالمحتار فی قیام الناس بعضھم لبعض (جیسا کہ ردالمحتار میں بعض لوگوں کے بعض کی خاطر کھڑے ہونے کے بارے میں ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب المناسک مطلب زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۶۵

رسالہ

تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین ۱۳۰۵ھ

(یقین کا اظہار اس بات کے ساتھ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں کے سردار ہیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۳۳ از مونگیر لعل دروازہ معرفت حضرت مرزا غلام قادر بیگ غرہ شوال ۱۳۰۵ھ

حضرت اقدس دام ظلہم! یہاں وہابیہ نے ایک تازہ شگوفہ اظہار کیا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے افضل المرسلین ہونے سے انکار کیا۔ ہرچند کہا گیا کہ مسئلہ واضح ہے، مسلمانوں کا ہر بچہ جانتا ہے، مگر کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث سے دلیل لاؤ۔ یہاں کوشش کی، قرآن وحدیث میں دلیل نہ پائی، لہذا مسئلہ حاضر خدمتِ والا ہے، اُمید کہ بہ ثبوتِ آیات واحادیث مسلمانوں کو ممنون فرمائیں گے، فقط۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل رسولہ بالھدٰی ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلّہٖ ولو کرہ المشرکون

سب خُوبیاں اُسے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچّے دین کے ساتھ بھیجا کہ اُسے سب دینوں پر غالب کرے، اور پڑے بُرا مانیں مشرک، بڑی

تبارك الذی نزل الفرقان علٰی عبدہٖ
لیکون للعٰلمین نذیرا ًوالٰی اقوامھم
خاصّۃ ارسل الرسل
ھوالذی ارسل نبیّنا رحمۃ
للعٰلمین فادخل تحت ذیل رحمۃ
الانبیآء والمرسلین والملٰئکۃ المقربین
وخلق اللہ اجمعین، وجعلہ خاتم
النبیین فنسخ الادیان ولاینسخ لہ
دین، وادخل فی امتہ جمیع المرسلین
اذ اخذ اللہ میثاق النبیّین،
سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہٖ
لیلاً من المسجد الحرام الی
المسجد الاقصی الی السمٰوٰت العلٰی
الی العرش الاعلٰی، ثمّ دنا فتدلّٰی
فکان قاب قوسین اوادنٰی، فاوحٰی
الٰی عبدہٖ مااوحٰی ماکذب الفؤاد
مارای افتمٰرونہ علٰی مایرٰی
ولقد راٰہ نزلۃ اُخرٰی، مازاغ
البصر وماطغٰی وانّ الٰی
ربك المنتھٰی، وانّ علیہ النشاۃ
الاخرٰی یوم لایجد من
شفیعاً الّا المصطفٰی فلہ الفضل
فی الاولٰی والاخرٰی، والغایۃ
القصوٰی والوسیلۃ
العظمٰی والشفاعۃ الکبرٰی

برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر قرآن اتارا
کہ وہ سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔ اور سب رسول
خاص اپنی ہی قوموں کی طرف بھیجے گئے۔ اُس نے
ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سارے جہان
کے لیے رحمت بھیجا، تو اُن کے دامنِ رحمت کے
نیچے انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین اور تمام مخلوقِ
الٰہی کو داخل فرمایا، اور ان کو سب نبیوں کا خاتم
کیا، تو اُنھوں نے اور دین نسخ فرمائے، اور اُن
کے دین کا کوئی حرف منسوخ نہ ہوگا۔ اللہ نے اُن
کی امت میں تمام رسولوں کو داخل کیا، جبکہ خدا
نے پیغمبروں سے عہد لیا۔ پاکی ہے اُسے جو
راتوں رات اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے لے گیا
مسجدِ اقصٰے تک بلند آسمانوں تک عرشِ اعلٰی
تک، پھر نزدیک ہوا تو تجلی فرمائی، تو دو کمانوں
بلکہ اس سے کم کا فاصلہ رہا۔ پس اپنے بندے کو
وحی کی، دل نے جو دیکھا اُس میں شک نہ کیا، تو
کیا تم اُن کے دیدار میں جھگڑتے ہو۔ اور قسم ہے
بے شک انھوں نے اسے دوبارہ دیکھا۔
آنکھ بیجا نہ چلی۔ اور نہ حد سے بڑھی۔ اور
بے شک تیرے رب ہی کی طرف انتہا ہے۔
اور بیشک اُسے سب کو دوبارہ پیدا کرنا ضرور
ہے۔ جس دن کوئی شفیع نہ پائیں گے سوائے
مصطفٰی کے، تو دُنیا اور آخرت میں اُنھیں کیلئے
فضیلت ہے، اور سب سے پرلے پرے کی
نہایت، اور سب سے بڑا وسیلہ اور سب سے

والمقام المحمود والحوض المورود وما لا یحصٰی من الصفات العلٰی والدرجات العلیا فصلی اللہ تعالٰی وسلم و بارك علیه وعلٰی اٰله وصحبه وکل منتم الیه دائما ابدًا کما یحب ویرضٰی ھو وربه العلی الاعلٰی۔

اعظم شفاعت اور وہ مقام جس میں سب اگلے پچھلے اُن کی حمد کریں گے۔ اور وہ حوض جس پر تشنگانِ اُمت آکر سیراب ہوں گے اور بے گنتی بلند صفتیں اور سب سے اونچے درجے، تو اللہ تعالٰی درود و برکت اتارے اُن پر اور ان کی آل واصحاب اور ہر اُن کے نام لیوا پر ہمیشہ ہمیشہ جیسی اُنھیں اور ان کے بلند و بالاتر رب کو پسند و محبوب ہے۔

حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا افضل المرسلین وسید الاولین والآخرین ہونا قطعی ایمانی، یقینی، اذعانی، اجماعی، ایقانی مسئلہ ہے جس میں خلاف نہ کرے گا مگر گمراہ بد دین بندۂ شیاطین والعیاذ باللہ رب العٰلمین کلمہ پڑھ کر اس میں شک عجیب ہے، آج نہ کھلا تو کل قریب ہے، جس دن تمام مخلوق کو جمع فرمائیں گے، سارے مجمع کا دولہا حضور کو بنائیں گے، انبیائے جلیل تا حضرت خلیل سب حضور ہی کے نیازمند ہوں گے، موافق و مخالف کی حاجتوں کے ہاتھ اُنھیں کی جانب بلند ہوں گے، اُنھیں کا کلمہ پڑھا جاتا ہوگا، اُنھیں کی حمد کا ڈنکا بجتا ہوگا، جو آج بیاں ہے کل عیاں ہے، اُس دن جو مومن و مُقِر ہیں نو ربار عشرتوں سے شادیاں رچائیں گے، الحمد للہ الذی ھدٰنا لھٰذا[1] (سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اس کی راہ دکھائی۔ ت) اور جو مُبطل و منکر ہیں دلفگار حسرتوں سے ہاتھ چبائیں گے،

یالیتنا اطعنا اللہ و اطعنا الرسولا[2]۔ اللّٰھم اجعلنا من المھتدین ولا تجعلنا فتنۃ للقوم الظٰلمین۔

ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا۔ اے اللہ! ہم کو ہدایت پانے والوں میں سے بنا دے اور ہمیں ظالموں کے لئے آزمائش نہ بنا۔ (ت)

گروہِ معتزلہ کہ ملائکہ کرام کو حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل مانتے ہیں وہ بھی حضور

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۴۳
[2] " " ۳۳/ ۶۶

سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلیہم وعلٰی آلہٖ اجمعین کو بالیقین مخصوص ومستثنٰی جانتے ہیں ان کے نزدیک بھی حضور پُرنور انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین وخلق اللہ اجمعین سب سے افضل و اعلٰی و بلند وبالا علیہ صلوٰۃ المولٰے تعالٰے۔ کلماتِ علمائے کرام میں اِس کی تصریح اور فقیر کے رسالہ "اجلال جبریل بجعلہ خادما للمحبوب الجمیل" میں تحقیق وتوضیح۔

اما الزمخشری فقد سفہ نفسہ وتبع ھوسہ وجھل مذھبہ وتناھی فی الضلال حتی لم یعلم مشربہ کما نبہ علیہ اھل التحقیق، واللہ سبحٰنہ ولی التوفیق۔

رہا زمخشری، تو وہ دل کا احمق، اپنی نفسانی خواہش کا پیروکار، اپنے مذہب سے جاہل اور گمراہی میں انتہا کو پہنچا ہوا ہے، یہاں تک کہ اس کے مشرب کا پتا نہیں جیسا کہ اہلِ تحقیق نے اس پر تنبیہ فرمائی ہے۔ اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰے توفیق کا مالک ہے۔ (ت)

فقیر کو جہاں ایسے صریح مسئلے پر طلب دلیل نے تعجب دیا وہاں اُس کے ساتھ ہی طرزِ سوال کو دیکھ کر یہ شکر بھی کیا کہ الحمدللہ عقیدہ صحیح ہے، صرف اطمینانِ خاطر کو خواہش توضیح ہے، مگر اس لفظ نے بیشک حیرت بڑھائی کہ قرآن وحدیث میں دلیل نہ پائی۔ سبحان اللہ مسئلہ ظاہر، دلیلیں وافر، آیتیں متکاثر، حدیثیں متواتر۔ پھر سائل ذی علم ہو تو اطلاع نہ ملنے کی کیا صورت۔ اور جاہل بے علم ہو تو اپنے نہ پانے کی بیجا شکایت۔ فقیر غفراللہ تعالٰے لہ نے مسئلہ تفضیل حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما میں دلائل جلائل قرآن وحدیث سے جو اکثر بحمداللہ استخراجِ فقیر ہیں نوّے جُز کے قریب ایک کتاب مسمّٰی بہ "منتھی التفصیل لمبحث التفضیل" لکھی جس کے طول کو مخلِ خواطر سمجھ کر "مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین" میں اس کی تلخیص کی، پھر کہاں وہ بحث متناہی المقدار اور کہاں یہ بحرِ ناپیداکنار، اللہ اللہ العظمۃ للہ۔

ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمت اللہ[1]۔

اور اگر زمین میں جتنے پیڑ ہیں سب قلمیں بن جائیں اور سمندر اس کی سیاہی ہو، اس کے پیچھے سات سمندر اور، تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں (ت)

بلامبالغہ اگر توفیق مساعد ہو اِس عقیدے کی تحقیق مجلدات سے زائد ہو، مگر بقدرِ حاجت و

---

[1] القرآن الکریم ۳۱/ ۲۷

وقتِ فرصتِ قلبِ مؤمن کی تسکین وتثبیت اور منکرِ بد باطن کی تحزین وتبکیت کو صرف دس آیتوں اور تلو حدیثوں پر اقتصارِ مطلب۔ اور اس معجز عجالہ مسمّی بہ "قلائد نحور الحور من فرائد بحور النور" کو بلحاظ تاریخ "تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین" سے ملقب کرتا ہے۔

وما توفیقی الّا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ انیب، وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ وسراج افقہ واٰلہ وصحبہٖ ومتبعیہ وحزبہ انہ سمیع قریب مجیب۔

اللہ تعالٰی کے بغیر میرے لئے کسی کی توفیق نہیں میں نے اُسی پر بھروسا کیا اور اسی کی طرف رجوع لاتا ہوں۔ اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے اس پر جو اس کی تمام مخلوق سے بہتر اور اس کے افق کا سراج ہے اور آپ کی آل پر اور آپ کے اصحاب پر اور اس کے تمام پیروکاروں پر اور اس کی جماعت پر، بے شک وہ سننے والا، قریب، دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔ (ت)

یہ قلائد فرائد دو ہیکل پر مشتمل،

ہیکلِ اوّل میں آیاتِ جلیلہ۔

ہیکلِ دوم میں احادیثِ جمیلہ۔ یہ ہیکل نور افگن چار تابشوں سے روشن:

تابشِ اوّل چند وحی ربانی علاوہ آیاتِ کریمہ قرآنی۔

تابشِ دوم ارشاداتِ عالیہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلیہم اجمعین۔

اگر بعض کلماتِ انبیاء وملائکہ دیکھئے متبوع کی رکاب میں تابع سمجھئے۔

تابشِ سوم محض وخالص طرق وروایات حدیث خصائص۔

تابشِ چہارم صحابہ کرام کے آثار رائقہ، اقوالِ علمائے کتبِ سابقہ، بشرائے ہواتف رؤیائے صادقہ۔ واللہ سبحٰنہ ھو المعین والحمد للہ رب العلمین (اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی ہی مددگار ہے اور تمام خوبیاں اللہ کو جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت) ان کے سوا اقوالِ علماء پر توجہ نہ کی کہ غرضِ اختصار کے منافی تھی جسے ان کے بعض پر اطلاع پسند آئے۔ فقیر کے رسائل "سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی" ۱۲۹۷ھ و "قمر التمام لنفی الظل عن سید الانام" و "اجلال جبریل بجعلہ خادماً للمحبوب الجمیل" کی طرف رجوع لائے۔ واللہ الھادی وولی الایادی (اور اللہ تعالٰی ہی ہدایت دینے والا اور نعمتوں کا مالک ہے۔ ت)

ہیکل اوّل میں جواہر زواہر آیاتِ قرآنیہ

آیت اُولٰی: قال تبارك وتعالٰی: واذ اخذ الله میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتٰب وحکمة ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به ولتنصرنه قال ءاقررتم واخذتم علٰی ذٰلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشٰھدین ○ فمن تولّٰی بعد ذٰلك فاولٰئك ھم الفاسقون[1]

پہلی آیت: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا، اور یاد کراے محبوب! جب خدا نے عہد لیا پیغمبروں سے کہ جو میں تم کو کتاب وحکمت دوں، پھر تمہارے پاس آئے رسول تصدیق فرماتا اُس کی جو تمہارے ساتھ ہے تو تم ضرور ہی اس پر ایمان لانا، اور بہت ضرور اس کی مدد کرنا۔ پھر فرمایا کیا تم نے اقرار کیا، اور اس پر میرا بھاری ذمّہ لیا۔ سب انبیاء نے عرض کی کہ ہم ایمان لائے۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔ اب جو اس کے بعد پھرے گا تو وہی لوگ بے حکم ہیں۔

امام اجل ابوجعفر طبری وغیرہ محدثین اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولی المسلمین امیر المومنین جناب مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی:

لم یبعث الله نبیا من اٰدم فمن بعدہ الا اخذ علیه العھد فی محمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم لئن بعث وھو حی لیؤمنن به ولینصرنه ویاخذ العھد بذٰلك علٰی قومه[2]

یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آخر تک جتنے انبیاء بھیجے سب سے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بارے میں عہد لیا کہ اگر یہ اس نبی کی زندگی میں مبعوث ہو تو وہ اُن پر ایمان لائے اور اُن کی مدد فرمائے اور اپنی امت سے اِس مضمون کا عہد لے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸۱

[2] المواہب اللدنیۃ عن علی المقصد الاول اخذ العہد علی الانبیاء المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۶۶
جامع البیان (تفسیر الطبری) ۳/ ۸۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۷

اسی طرح حبر الامہ عالم القرآن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہوا،
رواہ ابن جریر[1] وابن عساکر وغیرھما (اس کو ابن جریر اور ابن عساکر وغیرہ نے روایت کیا۔ت)
بلکہ امام بدر زرکشی وحافظ عماد بن کثیر وامام الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی نے اسے صحیح بخاری کی طرف نسبت
کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ونحوہ اخرج الامام ابن ابی حاتم فی تفسیرہ عن السدی کما اوردہ الامام الاجل السیوطی فی الخصائص[2] الکبرٰی۔

اور اس کی مثل امام ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں سدی سے روایت کیا جیسا کہ امام اجل سیوطی علیہ الرحمہ نے خصائص کبرٰی میں وارد کیا ہے۔ (ت)

اس عہد ربانی کے مطابق ہمیشہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء نشر مناقب وذکر مناصب حضور سید المرسلین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین سے رطب اللسان رہتے اور اپنی پاک مبارک مجالس ومحافل ملائک منزل کو حضور کی یاد ومدح سے زینت دیتے، اور اپنی امتوں سے حضور پُرنور پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد لیتے یہاں تک کہ وہ پچھلا مژدہ رساں کنواری بتول کا ستھرا بیٹا مسیح کلمۃ اللہ علیہ صلوات اللہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد[3] (اس رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔ت) کہتا تشریف لایا۔ اور جب سب ستارے روشن ہر پارے مکمنِ غیب میں گئے آفتاب عالمتاب ختمیت آب نے باہزاراں ہزار جاہ وجلال طلوعِ اجلال فرمایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین وبارک وسلم دھر الداھرین (اللہ تعالٰی آپ پر اور دیگر تمام رسولوں پر ہمیشہ ہمیشہ درود وسلام اور برکت نازل فرمائے۔ت)۔

عہ قال الزرقانی قال الشامی لم اظفر بہ فیہ[4] ۱۲ منہ۔

زرقانی نے کہا، شامی نے فرمایا ہے کہ میں اسکو صحیح بخاری میں نہیں پا سکا (ت)

[1] جامع البیان (تفسیر الطبری) ۳/ ۸۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۶

[2] الخصائص الکبرٰی باب خصوصیۃ باخذ المیثاق علی النبیین الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۸

[3] القرآن الکریم ۶۱/ ۶

[4] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۰

ابن عساکر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی،

لم یزل اللہ یتقدم فی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الٰی اٰدم فمن بعدہ ولم تزل الامم تتباشر بہ وتستفتح بہ حتی اخرجہ اللہ فی خیر امۃ، وفی خیر قرن وفی خیر اصحاب وفی خیر بلد۔[1]

ہمیشہ اللہ تعالٰی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں آدم اور اُن کے بعد سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے پیشگوئی فرماتا رہا، اور قدیم سے سب اُمتیں تشریف آوری حضور کی خوشیاں مناتیں اور حضور کے توسّل سے اپنے اعداء پر فتح مانگتی آئیں، یہاں تک اللہ تعالٰی نے حضور کو بہترین امم و بہترین قرون و بہترین اصحاب و بہترین بلاد میں ظاہر فرمایا، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اور اُس کی تصدیق قرآن عظیم میں ہے:

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ماعرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکٰفرین۔[2]

یعنی اِس نبی کے ظہور سے پہلے کافروں پر اس کے وسیلہ سے فتح چاہتے، پھر جب وہ جانا پہچانا اُن کے پاس تشریف لایا منکر ہو بیٹھے تو خدا کی پھٹکار منکروں پر۔

علماء فرماتے ہیں، جب یہود مشرکوں سے لڑتے دُعا کرتے:

اللّٰھم انصُرنا علیھم بالنبی المبعوث فی اٰخرالزمان الذی نَجِدُ صفتہ فی التورٰۃ۔[3]

الٰہی! مدد دے اُن پر صدقہ نبی آخرالزمان کا جس کی نعت ہم تورات میں پاتے ہیں۔

اس دُعا کی برکت سے اُنھیں فتح دی جاتی۔

اِسی پیمانِ الٰہی کا سبب ہے کہ حدیث میں آیا حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابن عساکر باب خصوصیتہ باخذ المیثاق الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/۹۶

[2] القرآن الکریم ۲/ ۸۹

[3] الدرالمنثور تحت الآیۃ ۲/ ۸۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۹۶

نے فرمایا:

والذی نفسی بیدہٖ لوان موسٰی کان حیًّا الیوم ما وسعہ الّا ان یتبعنی۔ اخرجہ الامام احمد[1] والدارمی والبیھقی فی شعب الایمان عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھما، وابونعیم فی دلائل النبوۃ واللفظ لہ عن امیرالمؤمنین[2] عمر الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

قسم اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آج اگر موسٰی دنیا میں ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کو گنجائش نہ ہوتی (اس کو امام احمد، دارمی اور شعب الایمان میں بیہقی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے اور لفظ ابونعیم کے ہیں۔ ت)

اور یہی باعث ہے کہ جب آخرالزمان میں حضرت سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے باآنکہ بدستور منصب رفیع نبوت و رسالت پر ہوں گے، حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے امتی بن کر رہیں گے، حضور ہی کی شریعت پر عمل کریں گے، حضور کے ایک اُمتی و نائب یعنی امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ حضور سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم۔ اخرجہ الشیخان[3] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کیسا حال ہوگا تمہارا جب ابن مریم تم میں اتریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا (اس کو شیخین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اور اس عہد واثق کی پوری تائید و توکید حق عزجلالہ نے توریت مقدس میں فرمائی جس کی بعض آیتیں ان شاء اللہ تابش اول ہیکل دوم میں مذکور ہوں گی۔

امام علامہ تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی

[1] مسند احمد بن حنبل عن جابر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۳۸۷

[2] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الاول عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص ۸

[3] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسٰی بن مریم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۰

صحیح مسلم کتاب الایمان " " " " " " " ۱/ ۸۷

تفسیر میں ایک نفیس رسالہ "التعظیم والمنہ فی لتؤمنن بہ ولتنصرنہ" لکھا۔ اور اس میں آیت مذکورہ سے ثابت فرمایا کہ ہمارے حضور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ سب انبیاء کے نبی ہیں، اور تمام انبیاء و مرسلین اور ان کی امتیں سب حضور کے اُمتی۔ حضور کی نبوت و رسالت زمانہ سیدنا ابو البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روزِ قیامت تک جمیع خلق اللہ کو شامل ہے، اور حضور کا ارشاد "وکنت نبیا وادم بین الروح والجسد"[1] (میں نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام رُوح و جسد کے درمیان تھے۔ ت) اپنے معنی حقیقی پر ہے۔ اگر ہمارے حضور حضرت آدم و نوح و ابراہیم و موسٰی و عیسٰے صلے اللہ تعالٰی علیہم وسلم کے زمانہ میں ظہور فرماتے، اُن پر فرض ہوتا کہ حضور پر ایمان لاتے اور حضور کے مددگار ہوتے۔ اسی کا اللہ تعالٰی نے اُن سے عہد لیا اور حضور کے نبی الانبیاء ہونے ہی کا باعث ہے کہ شبِ اسرا تمام انبیاء و مرسلین نے حضور کی اقتدا کی، اور اس کا پُورا ظہور روزِ نشور ہو گا جب حضور کے زیرِ لوا آدم و من سواکافہ رسل و انبیاء ہوں گے، صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین۔ یہ رسالہ نہایت نفیس کلام پر مشتمل جسے امام جلال الدین نے خصائصِ کبرٰی اور امام شہاب الدین قسطلانی نے مواہب لدنیہ اور ائمہ مابعد نے اپنی تصانیف منیعہ میں نقل کیا اور اسے نعمتِ عظمٰی و مواہب کبرٰی سمجھا من شاء التفصیل فلیرجع الٰی کلماتھم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین (جو تفصیل چاہتا ہے وہ اُن کے کلمات کی طرف رجوع کرے ان سب پر اللہ تعالٰی کی رحمت ہو۔ ت)۔

بالجملہ مسلمان بنگاہِ ایمان اِس آیہ کریمہ کے مفاداتِ عظیمہ پر غور کرے، صاف صریح ارشاد فرمارہی ہے کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اصل الاصول ہیں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم رسولوں کے رسول ہیں، امتیوں کو جو نسبت انبیاء و رسل سے ہے وہ نسبت انبیاء و رسل کو اِس سیدالکل سے ہے، امتیوں پر فرض کرتے ہیں رسولوں پر ایمان لاؤ اور رسولوں سے عہد و پیمان لیتے ہیں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے گرویدگی فرماؤ۔ غرض صاف صاف جتا رہے ہیں کہ مقصود اصل ایک وہی ہیں باقی تم سب تابع و طفیلی ؏

مقصود ذاتِ اوست دگر جملگی طفیل
(مقصود ان کی ذات ہے باقی سب طفیلی ہیں۔ ت)

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الایمان دار الفکر بیروت ۲/۶۰۹
کنز العمال بحوالہ ابن سعد حدیث ۳۱۹۱۷ و ۳۲۱۱۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۰۹ و ۴۵۰

آیہ لتؤمنن بہ ولتنصرنہ کے بعض لطائف

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ کہتا ہوں۔ت) پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ اِس مضمون کو قرآنِ عظیم نے کس قدر مہتم بالشان ٹھہرایا اور طرح طرح سے مؤکد فرمایا۔

اوّلاً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء معصومین ہیں۔ زنہار حکمِ الٰہی کا خلاف اُن سے محتمل نہیں۔ کافی تھا کہ رب تبارک وتعالٰی بطریقِ امر اُنھیں ارشاد فرماتا اگر وہ نبی تمھارے پاس آئے اُس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ مگر اس قدر پر اکتفاء نہ فرمایا بلکہ اُن سے عہد و پیمان لیا، یہ عہد عہدِ الست بربکم[۱] (کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں۔ت) کے بعد دوسرا پیمان تھا، جیسے کلمۂ طیبہ میں لا الٰہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ت) کے ساتھ محمد رسول اللہ (محمد اللہ کے رسول ہیں۔ت) تاکہ ظاہر ہو کہ تمام ماسوائے اللہ پر پہلا فرض ربوبیتِ الٰہیہ کا اذعان ہے۔ پھر اس کے برابر رسالتِ محمدیہ پر ایمان، صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبارک وشرف وبجل وعظم۔

ثانیاً اِس عہد کو لامِ قسم سے مؤکد فرمایا،

لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ[۲] تم ضرور اس کی مدد کرنا اور ضرور اس پر ایمان لانا۔(ت)

جس طرح نوابوں سے بیعتِ سلاطین پر قسمیں لی جاتی ہیں۔ امام سبکی فرماتے ہیں: شاید سوگندِ بیعت اِسی آیت سے ماخوذ ہوتی ہے۔

ثالثاً نونِ تاکید۔

رابعاً وہ بھی ثقیلہ لاکر ثقلِ تاکید کو اور دوبالا فرمایا۔

خامساً یہ کمالِ اہتمام ملاحظہ کیجئے کہ حضرات انبیاء ابھی جواب نہ دینے پائے کہ خود ہی تقدیم فرماکر پُوچھتے ہیں، ءَاقررتم کیا اِس امر پر اقرار لاتے ہو؟ یعنی کمالِ تعجیل و تسجیل مقصود ہے۔

سادساً اس قدر پر بھی بس نہ فرمائی بلکہ ارشاد ہوا:

---

[۱] القرآن الکریم ۷/ ۱۷۲

[۲] " " ۳/ ۸۱

واخذتم علٰی ذٰلکم اصری[1] خالی اقرار ہی نہیں بلکہ اس پر میرا بھاری ذمّہ لو۔

سابعًا علیہ یا علٰی ھٰذا کی جگہ علٰی ذٰلکم[2] فرمایا کہ بُعد اشارت عظمت ہو۔

ثامنًا اور ترقی ہُوئی کہ فاشھدوا[3] ایک دوسرے پر گواہ ہوجاؤ۔ حالانکہ معاذ اللہ اقرار کرکے مُکر جانا اُن پاک مقدس جنابوں سے معقول نہ تھا۔

تاسعًا کمال یہ ہے کہ فقط اُن کی گواہیوں پر بھی اکتفانہ ہُوئی بلکہ ارشاد فرمایا،

وانا معکم من الشاھدین[4]۔ میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔

عاشرًا سب سے زیادہ نہایت کار یہ ہے کہ اس قدر عظیم جلیل تاکیدوں کے بعد باآنکہ انبیاء کو عصمت عطا فرمائی، یہ سخت شدید تہدید بھی فرمادی گئی کہ:

فمن تولّٰی بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفٰسقون[5] اب جو اس اِقرار کے بعد پھرے گا فاسق ٹھہرے گا۔

اللہ، اللہ! یہ وہی اعتنائے تام واہتمامِ تمام ہے جو باری تعالٰی کو اپنی توحید کے بارے میں منظور ہوا کہ ملائکہ معصومین کے حق میں ارشاد کرتا ہے:

من یقل منھم انّی الٰہ من دونہ فذٰلک نجزیہ جھنم کذٰلک نجزی الظّٰلمین[6] جو اُن میں سے کہے گا میں اللہ کے سوا معبود ہوں اُسے ہم جہنّم کی سزادیں گے، ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ستمگاروں کو۔

گویا اشارہ فرماتے ہیں جس طرح ہمیں ایمان کے جُزءِ اوّل لا الٰہ الا اللہ کا اہتمام ہے یونہی جزءِ دوم محمد رسول اللہ سے اعتنائے تام ہے، میں تمام جہان کا خدا کہ ملائکہ مقربین بھی میری بندگی سے سر نہیں پھیر سکتے اور میرا محبوب سارے عالم کا رسول ومقتدا کہ انبیاء ومرسلین بھی اُس کی بیعت وخدمت کے محیط دائرہ میں داخل ہوئے۔

والحمد للہ ربّ العٰلمین، وصلی اللہ تعالٰی علٰی سید المرسلین محمد و سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ اور اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸۱ [2] القرآن الکریم ۳/ ۸۱
[3] " ۳/ ۸۱ [4] " ۳/ ۸۱
[5] " ۳/ ۸۲ [6] " ۲۱/ ۲۹

اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین ٥ اشھد ان لاالٰہ الّا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ و ان سیدنا محمدًا عبدہٗ و رسولہ سید المرسلین وخاتم النبیین واکرم الاولین والاٰخرین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلٰی اٰلہ واصحابہٖ اجمعین۔

رسولوں کے سردار محمد مصطفٰی پر، آپ کی آل پر اور آپ کے تمام صحابہ پر۔ میں گواہی دیتا ہُوں کہ اللہ تعالٰی کے بغیر کوئی لائقِ عبادت نہیں وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور یہ کہ ہمارے سردار محمد مصطفٰی اس کے خاص بندے اور اس کے رسول ہیں۔ وہ تمام رسولوں کے سردار، تمام نبیوں میں آخری نبی اور اگلوں اور پچھلوں سے افضل ہیں۔ اللہ تعالٰی کے درود وسلام ہوں اُن پر، اُن کی آل پر اور ان کے تمام صحابہ پر۔ (ت)

اس سے بڑھ کر حضور کی سیادتِ عامّہ و فضیلتِ تامّہ پر کون سی دلیل درکار ہے، وللہ الحجۃ البالغۃ (اور اللہ کی حجت پُوری ہے۔ ت)۔

آیت ثانیہ: قال عزّ مجدہ: وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین[1]

دُوسری آیت: اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے محبوب! ہم نے تجھے نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

عالَم ماسوائے اللہ کو کہتے ہیں جس میں انبیاء و ملائکہ سب داخل ہیں۔ تو لاجرم حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُن سب پر رحمت و نعمتِ ربّ الارباب ہوئے، اور وہ سب حضور کی سرکارِ عالی مدار سے بہرہ مند وفیضیاب۔ اسی لئے اولیائے کاملین و علمائے عاملین تصریحیں فرماتے ہیں کہ ازل سے ابد تک ارض وسماء میں اُولٰی و آخرت میں دین و دنیا میں روح و جسم میں چھوٹی یا بڑی، بہت یا تھوڑی، جو نعمت و دولت کسی کو ملی یا اب ملتی ہے یا آئندہ ملے گی سب حضور کی بارگاہِ جہاں پناہ سے بٹی اور بٹتی ہے اور ہمیشہ بٹے گی۔ کما بیّنّاہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی رسالتنا سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی" (جیسا کہ ہم نے اس کو اللہ تعالٰی کی توفیق سے اپنے رسالہ "سلطنت المصطفٰی فی ملکوت الورٰی" میں بیان کیا ہے۔ ت)

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے اس آیۂ کریمہ کے تحت لکھا:

لما کان رحمۃ للعٰلمین لزم ان

جب حضور تمام عالم کے لئے رحمت ہیں واجب

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۷

یکون افضل من کل العٰلمین۔[1]

ہُوا کہ تمام ماسوائے اللہ سے افضل ہوں۔

قلت وادعاء التخصیص خروج عن الظاھر بلا دلیل وھو لایجوز عند عاقل فضلا عن فاضل واللہ الھادی۔

میں کہتا ہوں تخصیص کا دعوٰی کرنا ظاہر سے بلادلیل خروج ہے اور وُہ کسی عاقل کے نزدیک جائز نہیں چہ جائیکہ کسی فاضل کے نزدیک۔ اور اللہ تعالٰی ہی ہدایت دینے والا ہے (ت)

آیت ثالثہ: قال جل ذکرہ: وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ۔[2]

تیسری آیت: اللہ تعالٰی نے فرمایا: نہ بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر ساتھ زبان اُس کی قوم کے۔

علماء فرماتے ہیں: یہ آیۂ کریمہ دلیل ہے کہ انبیائے سابقین سب خاص اپنی قوم پر رسول کرکے بھیجے جاتے۔

اگلے انبیاء صرف اپنی قوم کے رسول ہوتے اور ہمارے رسول ہر فرد مخلوق کے لئے

اقول وقال اللہ تعالٰی لقد ارسلنا نوحًا الٰی قومہ۔[3] وقال تعالٰی والٰی عادٍ اخاھم ھودًا۔[4] وقال تعالٰی والٰی ثمود اخاھم صٰلحًا۔[5] وقال تعالٰی ولوطا اذ قال لقومہ۔[6] وقال تعالٰی والٰی مدین اخاھم شعیبًا۔[7] وقال تعالٰی ثم بعثنا من بعدھم موسٰی باٰیٰتنا

اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی نے فرمایا: تحقیق ہم نے نوح کو بھیجا اس کی قوم کی طرف۔ اور فرمایا اللہ تعالٰی نے کہ عاد کی طرف ان کی برادری سے ہود کو بھیجا۔ اور فرمایا کہ ثمود کی طرف ان کی برادری سے صالح کو بھیجا۔ اور فرمایا: اور لُوط کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا۔ اور فرمایا: مدین کی طرف ان کی برادری سے شعیب کو بھیجا۔ اور فرمایا: پھر ان کے بعد ہم نے موسٰی کو اپنی نشانیوں کے ساتھ

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۲/۲۵۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/۱۶۵

[2] القرآن الکریم ۱۴/۴ [3] القرآن الکریم ۷/۵۹

[4] " ۷/۶۵ [5] " ۷/۷۳

[6] " ۷/۸۰ [7] " ۷/۸۵

الیٰ فرعون وملائہٖ[1]۔ وقال تعالیٰ و تلك حجتنا اٰتینٰھا ابراھیم علیٰ قومہٖ[2]۔ وقال تعالیٰ فی یونس علیہ السلام وارسلنٰہ الیٰ مائۃ الف او یزیدون[3]۔ وقال تعالیٰ فی عیسٰی علیہ السلام ورسولا الیٰ بنی اسرائیل[4]۔

فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا۔ اور فرمایا، اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم پر عطا فرمائی۔ اور یونس علیہ السلام کے بارے میں فرمایا، اور ہم نے اسے لاکھ آدمیوں کی طرف بھیجا بلکہ زیادہ۔ اور عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا، اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف۔ (ت)

اسی لئے صحیح حدیث میں فرمایا،

کان النبی یبعث الیٰ قومہ خاصۃ۔ رواہ الشیخان[5] عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

نبی خاص اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا۔ (اس کو شیخین نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

دوسری روایت میں آیا،

کان النبی یبعث الیٰ قریتہ ولا یعدوھا۔ رواہ ابو یعلٰی[6] عن عوف بن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

نبی ایک بستی کی طرف مبعوث ہوتا جس کے آگے تجاوز نہ کرتا۔ (اس کو ابویعلٰی نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے فرماتا ہے،

وما ارسلنٰك الا کافۃ للناس بشیرا و نذیرا ولکن اکثر الناس لا یعلمون[7]۔

نہ بھیجا ہم نے تمھیں مگر سب لوگوں کیلئے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا، پر بہت لوگ بے خبر ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۰۳
[2] القرآن الکریم ۶/ ۸۳
[3] " " ۳۷/ ۱۴۷
[4] " " ۳/ ۴۹
[5] صحیح البخاری کتاب التیمم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸
صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ " " ۱/ ۱۹۹
[6] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان بحوالہ ابی یعلٰی حدیث ۶۳۶۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۱۰۴
[7] القرآن الکریم ۳۴/ ۲۸

وقال تعالیٰ: قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا[1]۔	اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تُو فرما اے لوگو! میں خدا کا رسول ہوں تم سب کی طرف۔
وقال تعالیٰ: تبارک الذی نزّل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا[2]۔	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر کہ ڈر سنانے والا ہو سارے جہان کو۔

اسی لئے خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اُرسلتُ الی الخلق کافّۃ۔ اخرجہ مسلم[3] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	میں تمام مخلوقِ الٰہی کی طرف بھیجا گیا (اس کو مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

حضور کی افضلیت مطلقہ کی یہ دلیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشادات سے ہے۔ دارمی، ابویعلیٰ، طبرانی، بیہقی روایت کرتے ہیں اُس جناب نے فرمایا:

ان اللہ تعالیٰ فضل محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی الانبیاء وعلیٰ اھل السماء۔	بیشک اللہ تعالےٰ نے محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو تمام انبیاء و ملائکہ سے افضل کیا۔

حاضرین نے وجہِ تفضیل پوچھی، فرمایا:

ان اللہ تعالیٰ قال: وما ارسلنا من رسول الّا بلسان قومہ، وقال لمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وما ارسلنٰک الّا کافۃ للناس فارسلہ الی الانس والجن[4]۔	یعنی اللہ تعالیٰ نے اور رسولوں کے لئے فرمایا ہے ہم نے نہ بھیجا کوئی رسول مگر ساتھ زبان اس کی قوم کے۔ اور محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا: ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر رسول سب لوگوں کیلئے۔ تو حضور کو تمام انس وجن کا رسول بنایا۔

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۵۸   [2] القرآن الکریم ۲۵/ ۱

[3] صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۹

[4] الدر المنثور تحت الآیۃ ۱۴/ ۴ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۵ و ۶

شعب الایمان حدیث ۱۵۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۷۳

سنن الدارمی باب ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفضل حدیث ۴۷ دارالمحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۱/ ۲۹-۳۰

علماء فرماتے ہیں، رسالتِ والا کا تمام جن وانس کو شامل ہونا اجماعی ہے، اور محققین کے نزدیک ملئکہ کو بھی شامل، کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی رسالۃ "اجلال جبریل"۔ بلکہ تحقیق یہ ہے کہ حجر و شجر و ارض و سما و جبال و بحار تمام ماسوا اللہ اس کے احاطۂ عامہ و دائرۂ تامہ میں داخل، اور خود قرآن عظیم لفظ علمین، اور روایت صحیح مسلم میں لفظ خلق وہ بھی مؤکد بکلمہ کافۃ۔ اس مطلب پر احسن الدلائل طبرانی معجم کبیر میں یعلٰی بن مرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما من شئ الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرۃ الجن والانس[1] — کوئی چیز نہیں جو مجھے رسول اللہ نہ جانتی ہو مگر بے ایمان جن و آدمی۔

اب نظر کیجئے کہ یہ آیت کتنی وجہ[ع] سے افضلیتِ مطلقہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر حجت ہے:

اولاً اس موازنہ سے خود واضح ہے کہ انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم ایک ایک شہر کے ناظم تھے۔ اور حضور پُر نور سید المرسلین صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین سلطانِ ہفت کشور، بلکہ بادشاہِ زمین و آسمان۔

ثانیاً اعبائے رسالت سخت گرانبار ہیں۔ اور ان کا تحمل بغایت دشوار انا سنلقی علیک قولاً ثقیلاً[2] (بے شک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔ ت) اسی لئے موسٰی و ہارون سے عالی ہمتوں کو پہلے ہی تاکید ہوئی لا تنیا ذکری[3] دیکھو میرے ذکر سے سُست نہ ہوجانا۔ پھر جس کی رسالت ایک قوم خاص کی طرف اس کی مشقت تو اس قدر جس کی رسالت نے انس و جن و شرق و غرب کو گھیر لیا اس کی مؤنت کس قدر۔ پھر جیسی مشقت ویسا ہی اجر، اور جتنی خدمت

ع ان میں بعض وجوہ افادۂ علماء ہیں اور اکثر بحمد اللہ تعالٰی استخراجِ فقیر ۱۲ منہ

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۶۷۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۲/ ۲۶۲
کنز العمال بحوالہ الطبرانی عن یعلٰی بن مرہ حدیث ۳۱۹۲۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۱۱

[2] القرآن الکریم ۷۳/ ۵

[3] " ۲۰/ ۴۲

اتنی ہی قدر افضل العبادات احمزھا (سب سے افضل عبادت سب سے سخت ہوتی ہے۔ت)

ثالثاً جیسا کام جلیل ہو ویسا ہی جلالت والا اس کے لئے درکار ہوتا ہے۔ بادشاہ چھوٹی چھوٹی مہموں پر افسرانِ ماتحت کو بھیجتا ہے اور سخت عظیم مہم پر امیر الامراء و سردار اعظم کو لاجرم رسالتِ خاصہ و بعثتِ عامہ میں جو تفرقہ ہے وہی فرقِ مراتب اُن خاص رسولوں اور اس رسول الکل میں ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین۔

رابعاً یونہی حکیم کی شان یہ ہے کہ جیسے علوِّ شان کا آدمی ہو اُسے ویسے ہی عالیشان کام پر مقرر کریں کہ جس طرح بڑے کام پر چھوٹے سردار کا تعین اُس کے سرانجام نہ ہونے کا موجب، یونہی چھوٹے کام پر بڑے سردار کا تقرر نگاہوں میں اس کے ہلکے پن کا جالب۔

خامساً جتنا کام زیادہ اُتنا ہی اس کے لئے سامان زیادہ۔ نواب کو اپنے انتظامِ ریاست میں فوج و خزانہ اُسی کے لائق درکار۔ اور بادشاہ عظیم خصوصاً سلطان ہفت اقلیم کو اس کے رتق و فتق و نظم و نسق میں اُسی کے موافق۔ اور یہاں سامان وہ تائیدِ الٰہی و تربیت ربانی ہے جو حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء پر مبذول ہوتی ہے۔ تو ضرور ہے کہ جو علوم و معارف قلبِ اقدس پر اِلقاء ہوئے معارف و علوم جمیع انبیاء سے اکثر و اوفٰی ہوں۔ افادہ الامام الحکیم الترمذی ونقلہ عنہ فی الکبیر الرازی (امام حکیم ترمذی نے اس کا افادہ فرمایا ہے اور اس سے امام رازی نے کبیر میں نقل کیا ہے۔ت)۔

اقول پھر یہ بھی دیکھنا کہ انبیاء کو ادائے امانت و ابلاغِ رسالت میں کن کن باتوں کی حاجت ہوتی ہے:

(۱) **حلم**، کہ گستاخیِ کفار پر تنگ دل نہ ہوں۔

دع اذٰھم و توکل علی اللہ[1]	ان کی ایذا پر درگزر فرماؤ اور اللہ پر بھروسا رکھو۔(ت)

(۲) **صبر**، کہ ان کی اذیتوں سے گھبرا نہ جائیں۔

فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل[2]	تو تم صبر کرو جیسا ہمت والے رسولوں نے صبر کیا۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/۴۸　[2] القرآن الکریم ۴۶/۳۵

(۳) **تواضع**، کہ اُن کی صحبت سے نفور نہ ہوں۔

واخفض جناحك لمن اتبعك من المؤمنین[1]	اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے پیرو مسلمانوں کے لئے۔ (ت)

(۴) **رفق ولینت**، کہ قلوب ان کی طرف راغب ہوں۔

فبما رحمۃ من اللّٰہ لنت لھم[2]	تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی کہ اے محبوب! تم ان کے لئے نرم دل ہُوئے۔ (ت)

(۵) **رحمت**، کہ واسطۂ افاضۂ خیرات ہوں۔

ورحمۃ للذین اٰمنوا منکم[3]	اور جو تم میں مسلمان ہیں ان کے واسطے رحمت ہیں (ت)

(۶) **شجاعت**، کہ کثرتِ اعدار کو خیال میں نہ لائیں۔

انی لایخاف لدی المرسلون[4]	بے شک میرے حضور رسولوں کو خوف نہیں ہوتا۔ (ت)

(۷) **جُود وسخاوت**، کہ باعثِ تالیفِ قلوب ہوں۔

فان الانسان عبید الاحسان وجبلت القلوب علٰی حب من احسن الیہا، "ولا تجعل یدك مغلولۃ الٰی عنقك"[5]	کیونکہ انسان احسان کا غلام ہے اور دلوں میں خلقی طور پر احسان کرنے والوں کی محبت ڈال دی گئی ہے اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو۔ (ت)

(۸) **عفو ومغفرت**، کہ نادان جاہل فیض پاسکیں۔

فاعف عنہم واصفح ان اللّٰہ یحب المحسنین[6]	تو انھیں معاف کردو اور ان سے درگزر کرو بے شک احسان کرنے والے اللہ کو محبوب ہیں۔ (ت)

(۹) **استغناء وقناعت**، کہ جہّال اس دعوٰیٔ عظمیٰ کو طلبِ دُنیا پر محمول نہ کریں۔

لاتمدن عینیك الٰی ما متعنا بہ	اپنی آنکھ اٹھا کر اس چیز کو نہ دیکھو جو ہم نے ان کے

---

[1] القرآن الکریم ۲۶ /۲۱۵ — [2] القرآن الکریم ۳ /۱۵۹

[3] 〃 ۹ /۶۱ — [4] 〃 ۲۷ /۱۰

[5] 〃 ۱۷ /۲۹ — [6] 〃 ۵ /۱۳

ازواجا منھم[1]۔ کچھ جوڑوں کو برتنے دی۔ (ت)

(۱۰) **کمالِ عدل**، کہ تثقیف و تادیب و تربیتِ امت میں جس کی رعایت کریں۔

وان حکمت بینھم فاحکم بالقسط[2]۔ اور اگر ان میں فیصلہ فرماؤ تو انصاف سے فیصلہ کرو۔ (ت)

(۱۱) **کمالِ عقل**، کہ اصل فضائل و منبعِ فواضل ہے، ولہذا عورت کبھی نبی نہ ہوئی۔

وما ارسلنا من قبلك الارجالا[3]۔ اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے۔ (ت)

نہ کبھی اہلِ بادیہ و دہستانِ دِہ کو نبوت ملی کہ جفا و غلظت ان کی طینت ہوتی ہے۔

الارجالا نوحی الیھم من اھل القری[4]۔ جنھیں ہم وحی کرتے اور سب شہر کے ساکن تھے۔ (ت)

ای اھل الامصار۔

حدیث میں ہے: من بدا جفا[5] (جس نے دیہات میں رہائش اختیار کی اس نے ظلم کیا۔ ت) اسی نظافتِ نسب و حُسنِ سیرت و صورت سب کی صفاتِ جمیلہ کی حاجت ہے کہ اُن کی کسی بات پر نکتہ چینی نہ ہو۔ غرض یہ سب انھیں خزائن سے ہیں جو ان سلاطینِ حقیقت کو عطا ہوتے ہیں، پھر جس کی سلطنت عظیم اس کے خزائن عظیم۔ حدیث میں ہے:

ان اللہ تعالٰی ینزل المعونۃ علی قدر المؤنۃ و ینزل الصبر علی قدر البلاء[6]۔ بے شک اللہ تعالٰی ذمہ داری کے مطابق معاونت نازل فرماتا ہے اور آزمائش کے مطابق صبر نازل فرماتا ہے۔ (ت)

تو ضرور ہوا کہ ہمارے حضور ان سب اخلاقِ فاضلہ و اوصافِ کاملہ میں تمام انبیاء سے اتم و اکمل و اعلٰی و اجل ہوں۔ اسی لئے خود ارشاد فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۸۸ [2] القرآن الکریم ۵/ ۴۲
[3] " " ۱۲/ ۱۰۹ [4] " ۱۲/ ۱۰۹
[5] مسند احمد بن حنبل عن البراء المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۹۷
المعجم الکبیر حدیث ۱۱۰۳۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۵۷
[6] کنز العمال بحوالہ عد و ابن لال عن ابی ہریرۃ حدیث ۱۵۹۹۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۴۷

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ اخرجہ البخاری فی الادب[1] وابن سعد والحاکم والبیھقی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

میں اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا۔ (اس کو بخاری نے ادب میں اور ابن سعد، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

وہب بن منبہ فرماتے ہیں، میں نے اکہتّر کتبِ آسمانی میں لکھا دیکھا کہ روزِ آفرینشِ دنیا سے قیامِ قیامت تک تمام جہان کے لوگوں کو جتنی عقل عطا کی ہے وہ سب مل کر محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عقل کے آگے ایسی ہے جیسے تمام ریگستانِ دنیا کے سامنے ریت کا ایک دانہ۔[2]

سادسًا ہم اُوپر بیان کر آئے کہ حضور کی رسالت زمانۂ بعثت سے مخصوص نہیں بلکہ سب کو حاوی۔ ترمذی جامع میں فائدہ تحسین والفظلہ، اور حاکم وبیہقی وابونعیم ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ اور احمد مسند اور بخاری تاریخ میں، اور ابن سعد وحاکم وبیہقی وابونعیم میسرۃ الفجر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ اور بزار وطبرانی وابونعیم عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ اور ابونعیم بطریق صنابحی امیر المؤمنین عمر الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ، اور ابن سعد ابن ابی الجدعاء ومطرف بن عبداللہ بن الشخیر وعامر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے باسانید متباینہ و الفاظِ متقاربہ راوی حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی: متٰی وجبت لک النبوۃ حضور کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہوئی؟ فرمایا: وآدم بین الروح والجسد[3] جبکہ آدم درمیان رُوح اور جسد کے تھے۔ جبل الحفظ امام عسقلانی نے کتاب الاصابہ

---

[1] الادب المفرد حدیث ۲۷۳ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ص ۷۸
السنن الکبرٰی کتاب الشہادات باب بیان مکارم الاخلاق دارصادر بیروت ۱۰/۱۹۲
الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر مبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ " " " ۱/۱۹۲و۱۹۳

[2] سبل الہدٰی والرشاد الباب الثالث دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۴۲۷

[3] التاریخ الکبیر ترجمہ ۱۶۰۶ میسرۃ الفجر دارالباز مکۃ المکرمۃ ۷/۳۷۴
الجامع الصغیر حدیث ۶۴۲۴ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/۴۰۰

[4] جامع الترمذی کتاب المناقب باب فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ۲/۲۰۱
المستدرک للحاکم کتاب التاریخ دارالفکر بیروت ۲/۶۰۹
کنز العمال بحوالہ ابن سعد حدیث ۳۱۹۱۷ و ۳۲۱۱۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۰۹و۴۵۰

میں حدیث میسرہ کی نسبت فرمایا: سندہ قوی[1] (اس کی سند قوی ہے۔ت) ؎

آدم سرو تن باآب وگل داشت کو حکم بملک جان ودل داشت

(آدم علیہ السلام ابھی گارے کا مجسمہ تھے کہ آنحضرت کی حکومت دل وجان کی مملکت میں تھی۔ت)

اسی لئے اکابر علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جس کا خدا خالق ہے محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

چوں بود خلق آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعظم الاخلاق بعث کرد خدائے تعالٰی اورا بسوئے کافہ ناس ومقصور نگردانید رسالت او را بر ناس بلکہ عام گردانید جن وانس را، بلکہ بر جن وانس نیز مقصور نگردانید تا آنکہ عام شد تمامہ عالمین را، پس ہر کہ اللہ تعالٰی پروردگار اوست محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رسول اوست[2]

چونکہ آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیدائش تمام مخلوق سے اعظم ہے لہٰذا اللہ تعالٰی نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ آپ کی رسالت کو انسانوں میں منحصر نہیں فرمایا بلکہ جن وانس کے لئے عام کردیا بلکہ جن وانس میں بھی انحصار نہیں فرمایا یہاں تک کہ آپ کی رسالت تمام جہانوں کے لئے عام ہے۔ چنانچہ اللہ تعالٰی جس کا پروردگار ہے محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ (ت)

اب تو یہ دلیل اور بھی زیادہ عظیم وجلیل ہوگئی کہ ثابت ہوا جو نسبت انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے خاص ایک بستی کے لوگوں کو ہوتی وہ نسبت اس سرکار عرش وقار سے ہر ذرۂ مخلوق وہر فرد ماسوا اللہ یہاں تک کہ خود حضرات انبیاء ومرسلین کو ہے، اور رسول کا اپنی امت سے افضل ہونا بدیہی، والحمد للہ رب العلمین (اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ت)

آیت رابعہ: تلک الرسل فضلنا بعضھم علٰی بعضٍ منھم

چوتھی آیت: اللہ تعالٰی نے فرمایا: یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں بعض کو بعض پر فضیلت دی

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف المیم ترجمہ میسرۃ الفجر ۸۲۸۲ دار الفکر بیروت ۵/۲۱۷

[2] مدارج النبوۃ باب دوم در اخلاق عظیمہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۴

من کلم اللہ و رفع بعضھم درجٰت[1] کچھ اُن میں وہ ہیں جن سے خدا نے کلام کیا، اور ان میں بعض کو درجوں بلند فرمایا۔

ائمہ فرماتے ہیں یہاں اس بعض سے حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مراد ہیں کہ انھیں سب انبیاء پر رفعت وعظمت بخشی۔

کما نص علیہ البغوی[2] والبیضاوی[3] والنسفی[4] والسیوطی والقسطلانی والزرقانی والشامی والحلبی وغیرھم واقتصار الجلالین[5] دلیل انہ اصح الاقوال لالتزام ذٰلک فی الجلالین۔

جیسا کہ اس پر نص فرمائی ہے بغوی، بیضاوی، نسفی، سیوطی، قسطلانی، زرقانی، شامی اور حلبی وغیرہ نے، اور جلالین میں اس پر اقتصار اس بات کی دلیل ہے کہ یہی اصح ہے کیونکہ جلالین میں اس کا التزام کیا گیا ہے (کہ اصح پر ہی اقتصار کیا جاتا ہے)۔ (ت)

اور یُوں مبہم ذکر فرمانے میں حضور کے ظہور افضلیت وشہرتِ سیادت کی طرف اشارہ تامہ ہے، یعنی یہ وہ ہیں کہ نام لو یا نہ لو اُنھیں کی طرف ذہن جائے گا، اور کوئی دوسرا خیال نہ آئے گا۔ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم۔ فقیر کہتا ہے اہلِ محبت جانتے ہیں کہ ابہامِ تام میں کیا لطف و مزہ ہے ؎

اے گُل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری

(اے پھول! تجھ پر شادمانی ہے کہ تُو کسی کی خوشبو رکھتا ہے۔ ت)

؎ مژدہ اے دل کہ مسیحا نفسے مے آید کہ ز انفاس خوشش بُوئے کسے می آید

(اے دل! خوشخبری ہو کہ مسیحا آتا ہے، جس کے عمدہ سانسوں سے کسی کی خوشبو آتی ہے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۳

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲/ ۲۵۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۷۷

[3] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) 〃 〃 دار الفکر بیروت ۱/ ۵۴۹ و ۵۵۰

[4] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) 〃 〃 دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۱۲۷

[5] تفسیر جلالین 〃 〃 اصح المطابع دہلی ص ۳۹

مصرع کسی کا دو قدم چلنا یہاں پامال ہوجانا

آیت خامسہ: قال تبارک اسمہ،

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ ط وکفٰی باللہ شھیدا[1]

پانچویں آیت: اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ہدایت اور سچا دین دے کر کہ اُسے غالب کرے سب دینوں پر۔ اور خدا کافی ہے گواہ۔

اور اس اُمّتِ مرحومہ سے فرماتا ہے:

کنتم خیر[عہ2] امۃ اخرجت للناس[2]

تُم سب سے بہتر اُمّت ہو کہ لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی۔

عہ[1] استدل الامام ابن سبع بھذہ الاٰیۃ علی ان شرعنا ناسخ الشرائع کما ذکرہ فی الخصائص الکبرٰی[3] فافاد ان الدین فی الاٰیۃ علی عمومہ الحقیقی شامل الادیان الحقۃ السابقۃ غیر مختص بادیان الکفار الموجودۃ فی زمن الاسلام فتم الکلام ۱۲ منہ۔

امام ابن سبع نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا کہ ہماری شریعت تمام شریعتوں کے لئے ناسخ ہے جیسا کہ امام سیوطی نے خصائص کبرٰی میں اس کو ذکر فرمایا اور یہ افادہ کیا کہ اس آیت میں دین اپنے حقیقی عموم پر ہے جو سابقہ تمام ادیانِ حقّہ کو شامل ہے اور زمانۂ اسلام میں پائے جانے والے ادیانِ کفار کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ کلام پورا ہوا۔ منہ (ت)

عہ2 استدل بھذہ الاٰیۃ الرازی و التفتازانی والقسطلانی وابن حجر المکی وغیرھم والعبد الضعیف ضم الیھا الاٰیۃ الاولٰی فسلمت من الجدال کما یعرفہ المتأمل ۱۲ منہ۔

اس آیتِ کریمہ سے امام رازی، تفتازانی، قسطلانی اور ابن حجر مکی وغیرہ نے استدلال کیا اور عبدِ ضعیف نے اس کے ساتھ پہلی آیت کو ملایا تو یہ جدال سے سلامت ہوئی جیسا کہ غور کرنے والا جانتا ہے۔ منہ

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۲۸ [2] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۰

[3] الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲/ ۱۸۷

آیاتِ کریمہ ناطق کہ حضور کا دین تمام ادیان سے اعلیٰ واکمل، اور حضور کی امت سب امم سے بہتر وافضل۔ تو لاجرم اِس دین کا صاحب اور اِس اُمت کا آقا سب دین و اُمت والوں سے افضل و اعلیٰ۔ امام احمد و ترمذی بافادۂ تحسین و ابن ماجہ و حاکم معٰویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں،

انکم تتمون سبعین امۃ انتم خیرھا واکرمھا علی اللہ[1]

تم ستر امتوں کو پورا کرتے ہو کہ اللہ کے نزدیک اُن سب سے بہتر و بزرگ تر تم ہو۔

آیت سادسہ: قال جلت عظمتہ،

چھٹی آیت: اللہ تعالٰی نے فرمایا، اے آدم! تو اور تیری بیوی جنت میں رہو۔ (ت)

یاٰدم اسکن انت و زوجک الجنۃ[2]

وقال تعالٰی، یٰنوح اھبط بسلام منا[3]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا، اے نوح! کشتی سے اتر ہماری طرف سے سلام۔ (ت)

وقال تعالٰی، یاابراھیم قد صدقت الرؤیا[4]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا، اے ابراہیم! بے شک تُو نے خواب سچ کر دکھایا۔ (ت)

وقال تعالٰی، یٰموسٰی انی انا اللہ[5]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا، بے شک میں ہی ہوں اللہ۔ (ت)

وقال تعالٰی، یٰعیسٰی انی متوفیک[6]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا، اے عیسٰی! میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا۔ (ت)

وقال تعالٰی: یٰداؤد انا جعلنٰک خلیفۃ[7]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا، اے داؤد! بے شک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا۔ (ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب التفسیر تحت الآیۃ ۳/۱۱۰ امین کمپنی دہلی ۲/۱۲۵
مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/۶۱
کنز العمال حدیث ۳۴۴۶۳ و ۳۴۵۲۰ مؤسسۃ الرسالہ ۱۲/۱۵۶ و ۱۶۹

[2] القرآن الکریم ۲/۳۵ [3] القرآن الکریم ۱۱/۴۸
[4] " ۳۷/۱۰۵ [5] " ۲۸/۳۰
[6] " ۳/۵۵ [7] " ۳۸/۲۶

وقال تعالٰی، یٰزکریا انا نبشرك[1] — اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے زکریا! ہم تجھے خوشی سناتے ہیں۔ (ت)

وقال تعالٰی، یٰیحیٰی خذ الکتٰب بقوۃ[2] — اور اللہ تعالٰی نے فرمایا، اے یحیٰی! کتاب مضبوط تھام۔ (ت)

غرض قرآن عظیم کا عام محاورہ ہے کہ تمام انبیائے کرام کو نام لے کر پکارتا ہے مگر جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے حضور کے اوصافِ جلیلہ و القابِ جمیلہ ہی سے یاد کیا ہے یاایہا النبی انا ارسلنٰك[3] اے نبی! ہم نے تجھے رسول کیا۔ یاایہا الرسول بلغ ما انزل الیك[4] اے رسول! پہنچا جو تیری طرف اُترا۔ یاایہا المزمل قم الیل[5] اے کپڑا اوڑھے لیٹنے والے! رات میں قیام فرما۔ یاایہا المدثر ۵ قم فانذر[6] اے جھرمٹ مارنے والے! کھڑا ہو، لوگوں کو ڈر سنا۔ یٰس ۵ والقراٰن الحکیم انك لمن المرسلین[7] اے یٰس! یا اے سردار! مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی، بے شک تُو مرسلوں سے ہے۔ طٰہٰ ۵ ما انزلنا علیك القراٰن لتشقٰی[8] اے طٰہٰ! یا اے پاکیزہ رہنما! ہم نے تجھ پر قرآن اس لئے نہیں اتارا کہ تُو مشقت میں پڑے۔

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ جو ان نداؤں اور ان خطابوں کو سُنے گا بالبداہت حضور سید المرسلین و انبیائے سابقین کا فرق جان لے گا ؎

یاآدم ست با پدر انبیاء خطاب — یاایہا النبی خطاب محمد است

("اے آدم" نبیوں کے باپ کے لئے خطاب ہے۔ اور محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے خطاب ہے "اے نبی"۔ ت)

امام عزالدین بن عبدالسلام وغیرہ علمائے کرام فرماتے ہیں، بادشاہ جب اپنے تمام امراء کو نام لے کر پکارے، اور ان میں خاص ایک مقرب کو یُوں ندا فرمایا کرے، اے مقربِ حضرت،

---

[1] القرآن الکریم ۱۹/ ۷ — [2] القرآن الکریم ۱۹/ ۱۲
[3] " ۳۳/ ۴۵ — [4] " ۵/ ۶۷
[5] " ۷۳/ ۱ و ۲ — [6] " ۷۴/ ۱ و ۲
[7] " ۳۶/ ۱ تا ۳ — [8] " ۲۰/ ۱ و ۲

اے نائبِ سلطنت، اے صاحبِ عزت، اے سردارِ مملکت ــــ تو کیا کسی طرح محلِ ریب وشک باقی رہے گا کہ یہ بندہ بارگاہِ سلطانی میں سب سے زیادہ عزت ووجاہت والا اور سرکارِ سلطانی کو تمام عمائد واراکین سے بڑھ کر پیارا ہے۔

فقیر کہتا ہے، غفر اللہ تعالٰی لہٗ، خصوصاً یایھا المزمل[1] (اے کپڑا اوڑھے لیٹنے والے۔ت) ویایھا المدثر[2] (اے جھرمٹ مارنے والے۔ت) تو وہ پیارے خطاب ہیں جن کا مزہ اہلِ محبت جانتے ہیں۔ ان آیتوں کے نزول کے وقت سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالاپوش اوڑھے، جھرمٹ مارے لیٹے تھے، اُسی وضع وحالت سے حضور کو یاد فرما کر ندا کی گئی، بلاتشبیہ جس طرح سچا چاہنے والا اپنے پیارے محبوب کو پکارے، او بانکی ٹوپی والے، او دھانی دوپٹے والے، ع

او دامن اٹھا کے جانے والے

فسبحٰن اللہ والحمد والصلٰوۃ الزھراء علی الحبیب ذی الجاہ (اللہ تعالٰی کو پاکی ہے اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور روشن درود وجاہت والے محبوب پر۔ت)

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ت) نہایت یہ ہے کہ اشقیائے یہودِ مدینہ ومشرکینِ مکہ جو حضور سے جاہلانہ گفتگوئیں کرتے۔ اُن مقالاتِ خبیثہ کو بغرضِ رَدّ وابطال ومژدہ رسانی عذاب ونکال بارہا نقل فرمایا گیا مگر اُن گستاخوں کی اُس بے ادبانہ ندا کا کہ نام لے کر حضور کو پکارتے۔ محلِ نقل میں بھی ذکر نہ آیا۔ ہاں جہاں انھوں نے وصفِ کریم سے ندا کی تھی، اگرچہ ان کے زعم میں بطورِ استہزا تھی، اُسے قرآنِ مجید نقل کر لایا کہ،

قالوا یایھا الذی نزّل علیہ الذکر[3]	بولے اے وہ جس پر قرآن اترا۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

بخلاف حضرات انبیائے سابقین علیہم الصلٰوۃ والتسلیم کہ ان کے کفار کے مخاطبے ویسے ہی منقول ہیں۔

ینوح قد جادلتنا[4]، ءانت فعلت	اے نوح! تم ہم سے جھگڑے، کیا تم نے ہمارے

---

[1] القرآن الکریم ۷۳/۱ [2] القرآن الکریم ۷۴/۱

[3] القرآن الکریم ۱۵/۶

[4] القرآن الکریم ۱۱/۳۲

هذا بالهتنا یا ابراهیم[1] یٰموسی ادع لنا ربك بما عهد عندك[2] یصلح ائتنا بما تعدنا[3] یا شعیب ما نفقه کثیرا مما تقول[4]	خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا اے ابراہیم۔ اے موسٰی ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کرو اس عہد کے سبب اس عہد کے سبب جو اس کا تمھارے پاس ہے۔ اے صالح! ہم پر لے آؤ جس کا تم وعدہ دے رہے ہو۔ اے شعیب! ہماری سمجھ میں نہیں آتیں تمھاری بہت سی باتیں۔ (ت)

بلکہ اُس زمانہ کے مطیعین بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے یونہی خطاب کرتے ہیں۔ اور قرآن عظیم نے اُسی طرح اُن سے نقل فرمائی، اسباط نے کہا:

یٰموسی لن نصبر علٰی طعام واحد[5]	اے موسٰی! ہم سے تو ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا۔ (ت)

حواریوں نے کہا:

یٰعیسی ابن مریم هل یستطیع ربك[6]	اے عیسٰی بن مریم! آپ کا رب ایسا کرسکتا ہے۔ (ت)

یہاں اُس کا یہ بندوبست فرمایا کہ اس اُمتِ مرحومہ پر اس نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا نام پاک لے کر خطاب کرنا ہی حرام ٹھہرایا:

قال اللہ تعالٰی: لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا[7]	اللہ تعالٰی نے فرمایا: رسول کا پکارنا آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

کہ اے زید، اے عمرو۔ بلکہ یوں عرض کرو:

یا رسول اللہ، یا نبی اللہ، یا سید المرسلین، یا خاتم النبیین، یا شفیع المذنبین، صلی اللہ تعالٰی علیك وسلم وعلٰی اٰلك اجمعین۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۶۲
[2] القرآن الکریم ۷/ ۱۳۴
[3] " ۷/ ۷۷
[4] " ۱۱/ ۹۱
[5] " ۲/ ۶۱
[6] " ۵/ ۱۱۲
[7] " ۲۴/ ۶۳

ابونعیم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں راوی،

قال کانوا یقولون یا محمد یا ابا القاسم فنھٰھم اللہ عن ذٰلک اعظامًا لنبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، فقالوا یا نبی اللہ، یا رسول اللہ[1]

یعنی پہلے حضور کو یا محمد یا ابا القاسم کہا جاتا اللہ تعالٰی نے اپنے نبی کی تعظیم کو اس سے نہی فرمائی، جب سے صحابہ کرام یا نبی اللہ، یا رسول اللہ کہا کرتے۔

بیہقی امام علقمہ و امام اسود اور ابونعیم امام حسن بصری و امام سعید بن جبیر سے تفسیر کریمہ مذکورہ میں راوی،

لاتقولوا یا محمد ولکن قولوا یا رسول اللہ، یا نبیّ اللہ[2]

یعنی اللہ تعالٰی فرماتا ہے، یا محمد نہ کہو بلکہ یا نبی اللہ، یا رسول اللہ کہو۔

اسی طرح امام قتادہ تلمیذ انس بن مالک سے روایت کی، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

ولہٰذا علماء تصریح فرماتے ہیں حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نام لے کر ندا کرنی حرام ہے۔

اور واقعی محلِ انصاف ہے جسے اس کا مالک و مولٰی تبارک و تعالٰی نام لے کر نہ پکارے غلام کی کیا مجال کہ راہِ ادب سے تجاوز کرے۔ بلکہ امام زین الدین مراغی وغیرہ محققین نے فرمایا: اگر یہ لفظ کسی دعا میں وارد ہو جو خود نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی جیسے دعائے یا محمد انی توجھت بک الٰی ربی[3] (اے محمد! میں آپ کے توسل سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا۔ ت) تاہم اس کی جگہ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ چاہیے، حالانکہ الفاظِ دعا میں حتی الوسع تغیر نہیں کی جاتی۔ کما یدل علیہ حدیث نبیک الذی ارسلت و رسولک

---

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الاول عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص ۷
الدر المنثور تحت الآیۃ ۲۴/ ۶۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۲۱۱

[2] تفسیر الحسن البصری 〃 〃 المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمۃ ۲/ ۱۶۴
الدر المنثور بحوالہ عبد بن حمید عن سعید بن جبیر والحسن 〃 〃 دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۲۱۱

[3] المستدرک للحاکم کتاب صلوٰۃ التطوع دعاء رد البصر دار الفکر بیروت ۱/ ۳۱۳ و ۵۱۹ و ۵۲۶
سنن ابن ماجۃ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ باب ما جاء فی حاجۃ الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۰

الذی ارسلت (جیساکہ اس پر دلالت کرتی ہے حدیث مبارک "تیرا نبی جس کو تُو نے بھیجا اور تیرا رسول جس کو تو نے بھیجا"۔ ت)

یہ مسئلہ مہمہ جس سے اکثر اہلِ زمانہ غافل ہیں نہایت واجب الحفظ ہے۔ فقیر غفراللہ تعالٰی لہٗ نے اِس کی تفصیل اپنے مجموعۂ فتاوٰی مسمّٰی بہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ میں ذکر کی، وباللہ التوفیق۔ خیر یہ تو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا معاملہ تھا۔ حضور کے صدقہ میں اِس اُمتِ مرحومہ کا خطاب بھی خطابِ اُممِ سابقہ سے ممتاز ٹھہرا۔ اگلی اُمتوں کو اللہ تعالٰی یاایھا المساکین[1] فرمایا کرتا۔ توریت مقدس میں جا بجا یہی لفظ ارشاد ہوا ہے، قالہ خیثمۃ رواہ ابن ابی حاتم اوردہ السیوطی فی الخصائص الکبرٰی (یہ خیثمہ نے کہا جس کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا اور امام سیوطی نے خصائص کبرٰی میں وارد کیا ہے۔ ت) اور اس امتِ مرحومہ کو جب ندا فرمائی ہے یاایھا الذین اٰمنوا[2] فرمایا گیا ہے، یعنی اے ایمان والو۔ اُمتی کے لئے اس سے زیادہ اور کیا فضیلت ہوگی۔ سچ ہے پیارے کے علاقہ والے بھی پیارے۔ آخر نہ سُنا کہ فرماتا ہے:

فاتبعونی یحببکم اللہ[3]

میری پیروی کرو اللہ کے محبوب ہوجاؤ گے۔

آیتِ سابعہ: قال جل جلالہ لعمرك انھم لفی سکرتھم یعمھون[4]

ساتویں آیت: حق جل جلالہٗ اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم سے فرماتا ہے: تیری جان کی قسم وُہ کافر اپنے نشہ میں اندھے ہو رہے ہیں۔

وقال تعالٰی: لا اقسم بھذا البلدۙ وانت حل بھذا البلدۙ[5]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: میں قسم یاد کرتا ہوں اس شہر کی کہ تُو اس میں جلوہ فرما ہے۔

---

[1] نسیم الریاض الباب الاول الفصل الثالث مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/۱۸۸

[2] القرآن الکریم ۲/۱۸۳

[3] " ۳/۳۱

[4] " ۱۵/۷۲

[5] " ۹۰/ ۱ و ۲

وقال[عه۱] تعالیٰ وقیلہ یٰرب ان ھٰؤلاء قوم لایؤمنون[۱] | اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے قسم ہے رسول کے اس کہنے کی کہ اے رب میرے! یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

وقال تعالیٰ، والعصر[عه۲]۔ | اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قسم زمان برکت نشان محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی۔

اے مسلمان! یہ مرتبہ جلیلہ اس جانِ محبوبیت کے سوا کسے میسر ہوا کہ قرآنِ عظیم نے اُن کے شہر کی قسم کھائی، ان کی باتوں کی قسم کھائی، اُن کے زمانے کی قسم کھائی، اُن کی جان کی قسم کھائی، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ہاں اے مسلمان! محبوبیتِ کبرٰی کے یہی معنٰی ہیں۔ والحمد للہ رب العٰلمین (اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ت)۔

ابن مردویہ اپنی تفسیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماحلف اللہ بحیاۃ احد الابحیاۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال تعالیٰ لعمرک انھم لفی سکرتھم یعمھون ۵ وحیاتک یامحمد[۳] | یعنی اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی کی زندگی کی قسم یاد نہ فرمائی سوائے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہ آیۂ لعمرک میں فرمایا تیری جان کی قسم اے محمد!

عه۱: قلت اغفل الامام القسطلانی ھذہ الاٰیۃ فی المواھب وقد سوغ فیھا ھذا المعنی الامام النسفی فی المدارک ۱۲ منہ۔ | میں کہتا ہوں امام قسطلانی نے مواہب میں اس کی طرف توجہ نہ فرمائی جبکہ تفسیر مدارک میں امام نسفی نے اس آیۂ کریمہ میں اس معنٰی کو روا رکھا ہے ۱۲ منہ (ت)

عه۲: ذکرھذہ التاویل فی التفسیر الکبیر ثم القاضی البیضاوی فی تفسیرہ وتبعھما القسطلانی واقرہ الزرقانی ۱۲ منہ۔ | اس تاویل کو (امام رازی نے) تفسیر کبیر میں پھر قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا۔ امام قسطلانی نے ان کی اتباع کی اور زرقانی نے اس کو برقرار رکھا۔ (ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۴۳/ ۸۸ [۲] القرآن الکریم ۱۰۳/ ۱

[۳] الدرالمنثور بحوالہ ابن مردویہ تحت الآیۃ ۱۵/ ۷۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۸۰

ابویعلٰی، ابن جریر، ابن مردویہ، بیہقی، ابونعیم، ابن عساکر، بغوی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

ماخلق اللہ وماذرأ وما برأ نفسا اکرم علیہ من محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وما حلف اللہ بحیاۃ احد الا بحیاۃ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعمرك انھم لفی سکرتھم یعمھون[1]

اللہ تعالٰی نے ایسا کوئی نہ بنایا، نہ پیدا کیا، نہ آفرینش فرمایا جو اسے محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ عزیز ہو، نہ کبھی ان کی جان کے سوا کسی جان کی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد کرتا ہے مجھے تیری جان کی قسم وہ کافر اپنی مستی میں بہک رہے ہیں۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی احیاء العلوم اور امام محمد بن الحاج عبدری کی مدخل اور

ع: ذکرہ فی الاحیاء والمدخل بطولہ وفی المواھب والنسیم کلمات منہ، وکذا الامام القاضی عیاض فی الشفاء وعزاہ الامام الجلال السیوطی فی مناھل الصفا صاحب اقتباس الانوار ولابن الحاج فی مدخلہ قال "وکفی بذلك سند المثلہ فانہ لیس مما یتعلق بہ الاحکام اھ وذکرہ فی النسیم[2]۔

اس کو احیاء العلوم اور مدخل میں مفصل ذکر کیا ہے جبکہ مواہب ونسیم میں اس سے کچھ کلمات ذکر کیے گئے۔ اور یونہی امام قاضی عیاض نے شفاء میں ذکر فرمایا۔ امام سیوطی نے اس کو مناہل صفاء صاحب اقتباس الانوار کی طرف منسوب کیا۔ ابن الحاج نے اپنی کتاب مدخل میں کہا کہ اس کی مثل کے لئے یہ سند کافی ہے کیونکہ اس کے ساتھ شرعی احکام متعلق نہیں ہوتے اھ اور اس کو نسیم میں ذکر کیا ہے۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ ابی یعلٰی وابن جریر وابن مردویۃ والبیہقی تحت الآیۃ ۱۵/ ۷۲ بیروت ۵/ ۸۰
جامع البیان تحت الآیۃ ۱۵/ ۷۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴/ ۵۴ و ۵۵
دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الرابع عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص ۱۲

[2] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض الفصل السابع مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۲۴۸

امام احمد محمد خطیب قسطلانی مواہب لدنیہ اور علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں ناقل حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک حدیث طویل میں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں:

بابی انت وامی یارسول اللہ لقد بلغ من فضیلتك عند اللہ تعالٰی ان اقسم بحیاتك دون سائر الانبیاء ولقد بلغ من فضیلتك عندہ ان اقسم بتراب قدمیك فقال

یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان بیشک حضور کی بزرگی خدا تعالٰی کے نزدیک اس حد کو پہنچی کہ حضور کی زندگی کی قسم یاد فرمائی نہ باقی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی۔ اور تحقیق حضور کی فضیلت خدا کے یہاں اس نہایت کی ٹھہری کہ حضور کی خاکِ پا کی قسم یاد فرمائی

(بقیہ صفحہ گزشتہ)

اقول وھو کلام نفیس طویل جلیل رثی بہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حین تحقق لہ موتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بخطبۃ ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کما یظھر بمراجعۃ الحدیث بطولہ فما وقع فی شرح المواھب للعلامۃ الزرقانی فی المقصد السادس تحت اٰیۃ لا اقسم بھٰذا البلد ان عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واقرہ علیہ[1] اھ سھو ینبغی التنبیہ لہ ۱۲ منہ۔

اقول (میں کہتا ہوں) وہ طویل ونفیس کلام ہے جس کے ساتھ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مرثیہ کہا جبکہ ان کے لئے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے خطبہ سے آپ کی موت ثابت ہوگئی جیسا کہ طویل حدیث کی طرف رجوع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ زرقانی کی شرح مواہب کے مقصد سادس میں آیت کریمہ لا اقسم بھٰذا البلد کے تحت جو واقع ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ بات نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے کہی اور آپ نے اس کو برقرار رکھا اھ سہو ہے جس پر متنبہ کرنا چاہئے ۱۲ منہ (ت)

[1] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ المقصد السادس النوع الخامس الفصل الخامس ۶/ ۲۳۴

لا اقسم بھٰذا البلد[1] کہ ارشاد کرتا ہے مجھے قسم اس شہر کی۔ (ت)

شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی مدارج میں فرماتے ہیں:

ایں لفظ در ظاہرِ نظر سخت مے درآید نسبت بجناب عزت چوں گویند کہ سوگند مے خورد بخاکپائے حضرت رسالت ونظر بحقیقتِ معنےٰ صاف و پاک است کہ غبارے نیست برآں تحقیق ایں سخن آنست کہ سوگند خوردن حضرت رب العزت جل جلالہ بچیزے غیر ذات و صفات خود برائے اظہار شرف و فضیلت و تمیز آں چیز است نزدِ مردم و نسبت بایشاں تا بدانند کہ آں امرِ عظیم و شریف است، نہ آنکہ اعظم است نسبت بوئے تعالٰی الخ۔[2]

یہ لفظ ظاہری نظر میں اللہ رب العزت کی طرف نسبت کرنے میں سخت ہیں۔ جب یوں کہتے ہیں کہ اللہ رب العزت حضرتِ رسالت مآب کی خاک پا کی قسم ارشاد فرماتا ہے اور نظرِ حقیقت میں معنی بالکل پاک وصاف ہے کہ اس پر کوئی غبار نہیں۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ اللہ رب العزت کا اپنی ذات وصفات کے علاوہ کسی چیز کی قسم یاد فرمانا اس لئے ہوتا ہے کہ لوگوں کے نزدیک لوگوں کی بنسبت اس چیز کا شرف، فضیلت اور ممتاز ہونا ظاہر ہو جائے تاکہ وہ جان لیں کہ یہ چیز عظمت و شرف والی ہے۔ یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ چیز اللہ تعالٰی کی بنسبت اعظم ہے الخ (ت)

آیتِ ثامنہ (آٹھویں آیت): قرآن عظیم میں جا بجا حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء سے کفار کی جاہلانہ جدال مذکور جس کے مطالعہ سے ظاہر کہ وہ اشقیاء طرح طرح سے حضرات انبیاء میں سخت کلامی وبیہودہ گوئی کرتے اور حضرات رسل علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے حلمِ عظیم وفضلِ کریم کے لائق جواب دیتے۔ سیدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کی قوم نے کہا:

انا لنرٰک فی ضلٰلٍ مبین[3] بیشک ہم تمہیں کھلا گمراہ سمجھتے ہیں۔

فرمایا:

یٰقوم لیس بی ضلٰلۃ و اے میری قوم! مجھے گمراہی سے کچھ علاقہ نہیں،

---

[1] المواہب اللدنیہ المقصد السادس النوع الخامس الفصل الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۱۵
نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض الباب الاول الفصل الرابع مرکز اہلسنت ہند ۱/ ۱۹۶

[2] مدارج النبوۃ باب سوم دربیان فضل وشرافت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۵

[3] القرآن الکریم ۷/ ۶۰

لکنی رسول من رب العٰلمین[1] — میں تو رسول ہوں پروردگارِ عالم کی طرف سے۔

سیدنا ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عاد نے کہا:

انا لنرٰک فی سفاھۃ و انا لنظنک من الکٰذبین[2] — یقیناً ہم تمھیں حماقت میں خیال کرتے ہیں، اور ہمارے گمان میں تم بے شک جھوٹے ہو۔

فرمایا:

یٰقوم لیس بی سفاھۃ ولٰکنی رسول من رب العٰلمین[3] — اے میری قوم! مجھ میں اصلاً سفاہت نہیں، میں تو پیغمبر ہوں رب العالمین کا۔

سیدنا شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدین نے کہا:

انا لنرٰک فینا ضعیفا ج ولو لا رھطک لرجمنٰک وما انت علینا بعزیز[4] — ہم تمھیں اپنے میں کمزور دیکھتے ہیں۔ اور اگر تمھارے ساتھ کے یہ چند آدمی نہ ہوتے تو ہم تمھیں پتھروں سے مارتے، اور کچھ تم ہماری نگاہ میں عزت والے نہیں۔

فرمایا:

یٰقوم ارھطی اعز علیکم من اللہ واتخذتموہ وراءکم ظھریا[5] — اے میری قوم! کیا میرے کنبے کے یہ معدود لوگ تمھارے نزدیک اللہ سے زیادہ زبردست ہیں اور اُسے تم بالکل بُھلائے بیٹھے ہو۔

سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرعون نے کہا:

انی لاظنک یٰموسٰی مسحورا[6] — میرے گمان میں تو اے موسیٰ! تم پر جادو ہوا۔

فرمایا:

لقد علمت ما انزل ھٰؤلاء الا رب السمٰوٰت والارض بصائر ج وانی لاظنک یٰفرعون — تو خوب جانتا ہے کہ انھیں نہ اتارا مگر آسمان و زمین کے مالک نے دلوں کی آنکھیں کھولنے کو، اور میرے یقین میں تو اے فرعون! تو ہلاک

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۶۱
[2] القرآن الکریم ۷/ ۶۶
[3] 〃 ۷/ ۶۷
[4] 〃 ۱۱/ ۹۱
[5] 〃 ۱۱/ ۹۲
[6] 〃 ۱۷/ ۱۰۱

مشہور ا[1] ہونے والا ہے۔

مگر حضور سید المرسلین افضل المحبوبین محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین کی خدمتِ والا میں کفار نے جو زبان درازی کی ہے مَلِک السمٰوٰت والارض جل جلالہٗ خود متکفل جواب ہوا ہے، اور محبوب اکرم مطلوب اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے آپ مدافعہ فرمایا ہے۔ طرح طرح حضور کی تنزیہ وتبریت ارشاد فرمائی۔ جابجا رفعِ الزام اعدائے لیام پر قسم یاد فرمائی، یہاں تک کہ غنی مغنی عزّ مجدہ نے ہر جواب وخطاب سے حضور کو غنی کردیا، اور اللہ تعالٰی کا جواب دینا حضور کے خود جواب دینے سے بدرجہا حضور کے لئے بہتر ہوا۔ اور یہ وُہ مرتبۂ عظمٰی ہے کہ نہایت نہیں رکھتا۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ط واللہ ذوالفضل العظیم[2] (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ ت)

(۱) کفار نے کہا:

یٰایہا الذی نزّل علیہ الذکر انک لمجنون[3] ○ — اے وہ جن پر قرآن اترا، بیشک تم مجنون ہو۔

حق جل وعلا نے فرمایا:

نٓ والقلم وما یسطرون ○ ما انت بنعمۃ ربک بمجنون[4] — قسمِ قلم اور نوشتہائے ملائک کی تو اپنے رب کے فضل سے ہرگز مجنون نہیں۔

وانّ لک لاجرًا غیر ممنون[5] ○ — اور بے شک تیرے لئے اجر بے پایاں ہے۔

کہ تو ان دیوانوں کی بدزبانی پر صبر کرتا اور حلم وکرم سے پیش آتا ہے۔ مجنون تو چلتی ہوا سے اُلجھا کرتے ہیں، تیرا سا حلم وصبر کوئی تمام عالم کے عقلاء میں تو بتادے۔

وانک لعلٰی خلق عظیم۔[6] — اور بے شک تُو بڑے عظمت والے ادب تہذیب پر ہے۔

کہ ایک حلم وصبر کیا تیری جو خصلت ہے اِس درجہ عظیم وباشوکت ہے کہ اخلاقِ عاقلانِ جہان

---

[1] القرآن الکریم ۱۰۲/۱۷
[2] القرآن الکریم ۵۴/۵
[3] " ۶/۱۵
[4] " ۶۸/۱ و ۲
[5] " ۶۸/۳
[6] " ۶۸/۴

مجتمع ہوکر اُس کے ایک شمہ کو نہیں پہنچے۔ پھر اُس سے بڑھ کر اندھا کون جو تجھے ایسے لفظ سے یاد کرے مگر یہ اُن کا اندھاپن بھی چند روز کا ہے۔

فستبصر ویبصرون ۵ بایکم المفتون[1] عنقریب تو بھی دیکھے گا اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کسے جنون ہے۔

آج اپنی بے خِردی و دیوانگی و کور باطنی سے جو چاہیں کہہ لیں، آنکھیں کھلنے کا دن قریب آتا ہے، اور دوست و دشمن سب پر کھلا چاہتا ہے کہ مجنون کون تھا۔

(۲) وحی اُترنے میں جو کچھ دنوں دیر لگی کافر بولے:

ان محمدًا ودعہ ربہ و قلاہ[2] بیشک محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کو اُن کے رب نے چھوڑ دیا اور دشمن پکڑا۔

حق جل وعلا نے فرمایا:

والضحٰی واللیل اذا سجٰی[3] قسم ہے دن چڑھے کی، اور قسم رات کی جب اندھیری ڈالے۔

یا قسم اے محبوب تیرے رُوئے روشن کی اور قسم تیری زلف کی جب چمکتے رخساروں پر بکھر آئے۔

ما ودعك ربك وما قلٰی[4] نہ تجھے تیرے رب نے چھوڑا اور نہ دشمن بنایا۔

اور یہ اشقیاء بھی دل میں خوب سمجھتے ہیں کہ خدا کی تجھ پر کیسی مہر ہے، اس مہر ہی کو دیکھ دیکھ کر جلے جاتے ہیں اور حسد و عناد سے یہ طوفان جوڑتے ہیں اور اپنے جلے دل کے پھپولے پھوڑتے ہیں مگر یہ خبر نہیں کہ:

وللاٰخرۃ خیرلك من الاولٰی[5] بے شک آخرت تیرے لئے دنیا سے بہتر ہے۔

وہاں جو نعمتیں تجھ کو ملیں گی نہ آنکھوں نے دیکھیں، نہ کانوں نے سُنیں، نہ کسی بشر یا ملک کے خطرے میں آئیں، جن کا اجمال یہ ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۶۸/ ۵ و ۶

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۹۳/ ۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۴۶۵

[3] القرآن الکریم ۹۳/ ا و ۲

[4] القرآن الکریم ۹۳/ ۳

[5] " ۹۳/ ۴

ولسوف یعطیك ربك فترضٰی[1] قریب ہے تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تُو راضی ہوجائے گا۔

اُس دن دوست دشمن سب پر کُھل جائے گا کہ تیرے برابر کوئی محبوب نہ تھا۔ خیر، اگر آج یہ اندھے آخرت کا یقین نہیں رکھتے تو تجھ پر خدا کی عظیم، جلیل، کثیر، جزیل نعمتیں رحمتیں آج کی تو نہیں قدیم ہی سے ہیں۔ کیا تیرے پہلے احوال اُنھوں نے نہ دیکھے اور اُن سے یقین حاصل نہ کیا کہ جو نظرِ عنایت تجھ پر ہے ایسی نہیں کہ کبھی بدل جائے، الم یجدك یتیما فاٰوٰی[2] الٰی اٰخر السورۃ۔ کیا اس نے تمھیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی (سورت کے آخر تک۔ ت)۔

(۳) کفّار نے کہا: لست مرسلا[3] تم رسول نہیں ہو۔ حق جل وعلا نے فرمایا:

یٰسٓ ط والقراٰن الحکیم انك لمن المرسلین[4] اے سردار! مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی، تُو بیشک مرسل ہے۔

(۴) کفار نے حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کو شاعری کا عیب لگایا۔ حق جل وعُلا نے فرمایا:

وما علمنٰہ الشعر وما ینبغی لہ ط ان ھو الا ذکر و قراٰن مبین[5] نہ ہم نے انھیں شعر سکھایا اور نہ وہ ان کے لائق تھا۔ وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن بیان والا قرآن۔

(۵) منافقین حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے اور اُن میں کوئی کہتا ایسا نہ ہو کہیں اُن تک خبر پہنچے۔ کہتے: پہنچے گی تو کیا ہوگا، ہم سے پوچھیں گے ہم مُکر جائیں گے، قسمیں کھالیں گے، انھیں یقین آجائے گا، کہ ھو اُذن[6] وہ تو کان ہیں جیسی ہم سے سنیں گے مان لیں گے۔

حق جل وعُلا نے فرمایا: اُذن خیر لکم[7] وہ تمھارے بھلے کے لئے کان ہیں۔ کہ جھوٹے

---

[1] القرآن الکریم ۹۳/۵
[2] القرآن الکریم ۹۳/۶
[3] ؍؍ ۱۳/۴۳
[4] ؍؍ ۳۶/ ا تا ۳
[5] ؍؍ ۳۶/۶۹
[6] ؍؍ ۹/۶۱
[7] ؍؍ ۹/۶۱

عذر بھی قبول کر لیتے ہیں۔ اور بکمال حلم وکرم چشم پوشی فرماتے ہیں۔ ورنہ کیا انھیں تمھارے بھیدوں اور خلوت کی چھپی باتوں پر آگاہی نہیں۔ یؤمن باللّٰہ[1] خدا پر ایمان لاتے ہیں۔ اور وہ تمھارے اسرار انھیں مطلع کرتا ہے، پھر تمھاری جھوٹی قسموں کا انھیں کیونکر یقین آئے۔ ہاں ویؤمن للمؤمنین[2] ایمان والوں کی بات واقعی مانتے ہیں۔ کہ انھیں اُن کے دل کی سچی حالتوں پر خبر ہے۔ اس لئے ورحمۃ للذین اٰمنوا منکم[3] مہربانی ہے اُن پر جو تم میں ایمان لائے۔ کہ ان کے طفیل سے انھیں ہمیشگی کے گھر میں بڑے بڑے رُتبے ملتے ہیں۔ اور اگرچہ یہ بھی اُن کی رحمت ہے کہ دنیا میں تم سے چشم پوشی ہوتی ہے۔ مگر اس کا نتیجہ اچھا نہ سمجھو، کہ تمھاری گستاخیوں سے انھیں ایذا پہنچی ہے۔ والذین یؤذون رسول اللّٰہ لھم عذاب الیم[4] اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذا دیں ان کے لئے دُکھ کی مار ہے۔

(۶) ابن اُبی شقی ملعون نے جب وہ کلمہ ملعونہ کہا:

لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل[5]	اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو ضرور نکال باہر کریگا عزّت والا ذلیل کو۔

حق جل وعلا نے فرمایا:

وللّٰہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنٰفقین لایعلمون[6]	عزت تو ساری خدا ورسول ومؤمنین ہی کے لئے ہے، پر منافقوں کو خبر نہیں۔

(۷) عاص بن وائل شقی نے جو صاحبزادۂ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے انتقال پُر ملال پر حضور کو ابتر یعنی نسل بریدہ کہا۔ حق جل وعلا نے فرمایا: انّا اعطینٰک الکوثر[7] بیشک ہم نے تمھیں خیر کثیر عطا فرمائی۔ کہ اولاد سے نام چلنے کو تمھاری رفعتِ ذکر سے کیا نسبت، کروڑوں صاحبِ اولاد گزرے جن کا نام تک کوئی نہیں جانتا، اور تمھاری ثنا کا ڈنکا تو قیام قیامت تک اکنافِ عالم واطرافِ جہاں میں بجے گا اور تمھارے نام نامی کا خطبہ ہمیشہ ہمیشہ اطباقِ فلک آفاق

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۱
[2] القرآن الکریم ۹/ ۶۱
[3] " ۹/ ۶۱
[4] " ۹/ ۶۱
[5] " ۶۳/ ۸
[6] " ۶۳/ ۸
[7] " ۱۰۸/ ۱

زمین میں پڑھا جائے گا۔ پھر اولاد بھی تمھیں وہ نفیس وطیب عطا ہوگی جن کی بقا سے بقائے عالم مربوط رہیگی۔ اِس کے سوا تمام مسلمان تمھارے بال بچے ہیں، اور تم سا مہربان اُن کے لئے کوئی نہیں، بلکہ حقیقت کار کو نظر کیجئے تو تمام عالم تمھاری اولاد معنوی ہے کہ تم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا، اور تمھارے ہی نور سے سب کی آفرینش ہوئی۔ اسی لئے جب ابوالبشر آدم تمھیں یاد کرتے یوں کہتے، یاابنی صورۃ و ابای معنی[1] اے ظاہر میں میرے بیٹے اور حقیقت میں میرے باپ۔ پھر آخرت میں جو تمھیں ملنا ہے اس کا حال تو خدا ہی جانے۔ جب اُس کی یہ عنایت بےغایت تم پر مبذول ہو۔ تو تم ان اشقیاء کی زبان درازی پر کیوں ملول ہو بلکہ فصل لربك وانحر[2] رب کے شکرانہ میں اس کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ ان شانئك ھوالابتر[3] جو تمھارا دشمن ہے وہی نسل بریدہ ہے۔ کہ جن بیٹوں پر اُسے ناز ہے یعنی عمرو وہشام رضی اللہ تعالٰی عنہما، وہی اُس کے دشمن ہوجائیں گے۔ اور تمھارے دین حق میں آکر بوجہ اختلاف دین اُس کی نسل سے جُدا ہوکر تمھارے دینی بیٹوں میں شمار کئے جائیں گے۔ پھر آدمی بےنسل ہوتا۔ تو یہی سہی کہ نام نہ چلتا۔ اس سے نام بد کا باقی رہنا ہزار درجہ بدتر ہے۔ تمھارے دشمن کا ناپاک نام ہمیشہ بدی و نفرین کے ساتھ لیا جائے گا، اور روز قیامت ان گستاخیوں کی پوری سزا پائے گا۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

(۸) جب حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے قریب رشتہ داروں کو جمع فرماکر وعظ ونصیحت اور اسلام واطاعت کی طرف دعوت کی۔ ابولہب شقی نے کہا:

تبالك سائر الیوم لھذا جمعتنا[4]۔ ٹوٹنا اور ہلاک ہونا ہو تمھارے لئے ہمیشہ کو، کیا ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا۔

حق جل وعلا نے فرمایا: تبت یدا ابی لھب وتب[5] ٹوٹ گئے دونوں ہاتھ ابولہب کے۔

---

[1] المدخل لابن الحاج فصل فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم دارالکتاب العربی بیروت ۲/ ۳۴
[2] القرآن الکریم ۱۰۸/ ۲
[3] القرآن الکریم ۱۰۸/ ۳
[4] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ تبت یدا ابی لھب[111] قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۴۳
صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان من مات علی الکفر الخ " " ۱/ ۱۱۴
تفسیر المراغی تحت الآیۃ ۱۱۱/ ۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳۰/ ۲۶۰
[5] القرآن الکریم ۱۱۱/ ۱

اور وہ خود ہلاک و برباد ہوا، ما اغنیٰ عنہ مالہ وما کسب[1] اُس کے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور جو کمایا۔ سیصلیٰ نارًا ذات لھب[2] اب بیٹھا چاہتا ہے بھڑکتی آگ میں۔ وامرأتہ حمالۃ الحطب[3] اور اس کی جورو لکڑیوں کا گٹھا سر پر لئے۔ فی جیدھا حبل من مسد[4] اُس کے گلے میں مُونج کی رسّی۔

بالجملہ اِس روش کی آیتیں قرآنِ عظیم میں صدہا نکلیں گی۔ اسی طرح حضرت یوسف و بتول مریم اور ادھر ام المؤمنین صدیقہ علیٰ سیدہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے قصے اس مضمون پر شاہدِ عدل ہیں۔ حضرت والد ماجد "سرور القلوب فی ذکر المحبوب" میں فرماتے ہیں:

> "حضرت یوسف کو دُودھ پیتے بچے، اور حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ کی گواہی سے لوگوں کی بدگمانی سے نجات بخشی، اور جب حضرت عائشہ پر بہتان اُٹھا خود ان کی پاک دامنی کی گواہی دی، اور سترہ آیتیں نازل فرمائیں، اگر چاہتا ایک ایک درخت اور پتھر سے گواہی دلواتا۔ مگر منظور یہ ہوا کہ محبوبۂ محبوب کی طہارت و پاکی پر خود گواہی دیں اور عزت و امتیاز ان کا بڑھائیں[5]۔" انتہٰی۔

محلِ غور ہے کہ اراکینِ دولت و مقربانِ حضرت سے باغیانِ سرکش بگستاخی و بے ادبی پیش آئیں۔ اور بادشاہ ان کے جوابوں کو انھیں پر چھوڑ دے۔ مگر ایک سردار بلند وقار کے ساتھ یہ برتاؤ ہو کہ مخالفین جو زبان درازی اس کی جناب میں کریں۔ حضرت سلطان اُس مقرب ذی شان کو کچھ نہ کہنے دے، بلکہ بہ نفس نفیس اس کی طرف سے تکفل جواب کرے۔ کیا ہر ذی عقل اس معاملہ کو دیکھ کر یقین قطعی نہ کرے گا کہ سرکارِ سلطانی میں جو اعزاز اِس مقرب جلیل کا ہے دوسرے کا نہیں، اور جو خاص نظر اس کے حال پر ہے اوروں کا حصہ اس میں نہیں۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔

آیت تاسعہ: قال تعالیٰ عظمتہ، عسٰی ان یبعثک ربک مقامًا
نویں آیت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قریب ہے تجھے تیرا رب بھیجے گا تعریف کے

---

[1] القرآن الکریم ۱۱۱/ ۲
[2] القرآن الکریم ۱۱۱/ ۳
[3] " ۱۱۱/ ۴
[4] " ۱۱۱/ ۵
[5] سرور القلوب فی ذکر المحبوب

محموداً[1] مقام میں۔

صحیح بخاری و جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے فرمایا:

سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن المقام المحمود فقال ھو الشفاعۃ[2]

حضرت سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سوال ہوا، مقامِ محمود کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: شفاعت۔

اسی طرح احمد و بیہقی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

سئل عنہا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یعنی قولہ عسٰی ان یبعثك ربك مقاما محمودًا فقال ھی الشفاعۃ[3]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اللہ تعالٰی کے قول "قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں" کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ شفاعت ہے۔ (ت)

اور شفاعت کی حدیثیں خود متواتر و مشہور اور صحاح وغیرہ میں مروی و مسطور، جن کی بعض ان شاء اللہ تعالٰی ہیکل دوم میں مذکور ہوں گی۔

اُس دن آدم صفی اللہ سے عیسٰی کلمۃ اللہ تک سب انبیاء اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام نفسی نفسی فرمائیں گے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انالھا انا لھا[4] میں ہوں شفاعت کے لئے، میں ہُوں شفاعت کے لئے۔ انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین سب ساکت ہوں گے اور وہ متکلم۔ سب سر بگریبان، وہ ساجد و قائم۔ سب محلِ خوف میں، وہ آمن و ناعم۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۹

[2] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ ۱۷ باب قولہ عسٰی ان یبعثك الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۸۶
جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ بنی اسرائیل امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۴۲

[3] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۴۴
نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض بحوالہ احمد و البیہقی فصل فی تفضیلہ بالشفاعۃ ۲/ ۳۴۵

[4] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی تفضیلہ بالشفاعۃ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۱۸۰

سب اپنی فکر میں، اُنھیں فکرِ عوالم۔ سب زیرِ حکومت، وُہ مالک و حاکم۔ بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کرینگے۔ اُن کا رب انھیں فرمائے گا: یامحمد ارفع رأسك وقل تُسمع وسل تعطہ و اشفع تشفع[1] اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو کہ تمھاری عرض سُنی جائے گی، اور مانگو کہ تمھیں عطا ہوگا، اور شفاعت کرو تمھاری شفاعت قبول ہے۔ اُس وقت اولین و آخرین میں حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی حمد و ثناء کا غلغلہ پڑ جائے گا اور دوست، دشمن، موافق، مخالف، ہر شخص حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی افضلیتِ کبرٰی و سیادتِ عظمٰی پر ایمان لائے گا۔ والحمد للہ رب العٰلمین ؎

مقامِ تو محمود و نامت محمد ۔۔۔ بہ نیساں مقامے و نامے کہ دارد[2]

(آپ کا مقام محمود اور نام محمد ہے، ایسا مقام اور نام کون رکھتا ہے۔ ت)

امام محی السنۃ بغوی معالم التنزیل میں فرماتے ہیں:

عن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ان اللہ عزوجل اتخذ ابراھیم خلیلا وان صاحبکم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خلیل اللہ واکرم الخلق علی اللہ ثم قرأ "عسٰی ان یبعثك ربك مقاما محمودا" قال یجلسہ علی العرش[3]۔

یعنی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی بیشک اللہ عزوجل نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خلیل بنایا۔ اور بیشک تمھارے آقا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خلیل اور تمام خلق سے زیادہ اُس کے نزدیک عزیز و جلیل ہیں۔ پھر یہ آیت تلاوت کرکے فرمایا اللہ تعالٰی انھیں روزِ قیامت عرش پر بٹھائے گا۔

وعزا نحوہ فی المواھب[4] للثعلبی (اس کی مثل مواہب میں ثعلبی کی طرف منسوب ہے۔ ت)

امام عبد بن حمید وغیرہ حضرت مجاہد تلمیذ رشید حضرت حبر الامۃ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اس آیت کی تفسیر میں راوی،

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۹

[2]

[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۱۷/ ۷۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۱۰۹

[4] المواھب اللدنیۃ الفصل الثالث الشفاعۃ والمقام المحمود المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۶۴۲

یُجلسہ اللہ تعالٰی معہ علی العرش[1] اللہ تعالٰی انھیں عرش پر اپنے ساتھ بٹھائے گا۔ یعنی معیتِ تشریف وتکریم کہ وہ جلوس ومجلس سے پاک ومتعالی ہے ___ امام قسطلانی مواہب[2] میں ناقل امام علامہ سید الحفاظ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں مجاہد کا یہ قول نہ ازروئے نقل مدفوع نہ ازجہت[عہ] نظر ممنوع، اور نقاش نے ابوداؤد صاحب سُنن رحمہ اللہ تعالٰی

عہ رد علی الواحدی حیث بالغ فی الانکار علی ذٰلک وابلغ الجزاف منتہاہ کما قال الاول بلغ السیل رواہ حتی قال "لا یمیل الیہ الا قلیل العقل عدیم الدین"[3] اھ واللہ تعالٰی یسامح المسلمین واحتج لزعمہ بما لاحجۃ لہ فیہ وقد ردہ علیہ العلماء کما یظہر بالرجوع الی المواہب وشرحہ واعظم ماتشبث بہ فی ذٰلک انہ تعالٰی قال "مقاما محمودا"[4] لم یقل مقعدا والمقام موضع القیام لاموضع القعود۔ قال الزرقانی واجیب بانہ یصح علی ان المقام مصدر

یہ رَد ہے واحدی پر کیونکہ اس نے اس قول کے انکار میں بہت مبالغہ کیا اور اپنے بے تکے کلام کو انتہا تک پہنچایا جیسا کہ قولِ اوّل میں کیا اور سیلاب اپنی سیرابی تک پہنچا۔ اس نے کہا کہ اس کی طرف نہیں مائل ہوگا مگر کم عقل اور بے دین۔ اللہ تعالٰی مسلمانوں سے درگزر فرمائے۔ اور اس نے اپنے گمان کے مطابق جس چیز سے استدلال کیا اس میں اس کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے، بیشک اس پر علماءِ کرام نے رَد فرمایا جیسا کہ مواہب اور اس کی شرح کی طرف رجوع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ سب سے بڑی دلیل جس سے اس نے تمسک کیا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے "مقاماً محموداً" فرمایا ہے "مقعداً محموداً" نہیں فرمایا اور اور مقام موضعِ قیام ہے نہ کہ موضعِ قعود۔ زرقانی نے کہا اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ مقام مصدر

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] المواہب اللدنیۃ عن القسطلانی المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۶۴۲
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ عبد بن حمید وغیرہ المقصد العاشر الفصل الثالث ۸/ ۳۶۸
[2] المواہب اللدنیۃ عن العسقلانی المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۶۴۳
[3] (as printed: ۳) القرآن الکریم ۱۷/ ۷۹

سے نقل کیا، من انکر ھذا القول فھو متھم[1] جو اس قول سے انکار کرے وہ متہم ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

میمی لا اسم مکان[2] اھ ای فیقوم مقام المفعول المطلق ای یبعثک بعثا محمودا۔

میمی ہے نہ کہ ظرف مکان[2] اھ یعنی یہ مفعول مطلق کے قائم مقام ہے اور معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالٰی تجھے اٹھائے گا ایسا اٹھانا جو محمود ہوگا۔

اقول و باللہ التوفیق علی ان الرفعۃ بعد التواضع من تواضع للہ رفعہ اللہ فالقعود انما یکون بعد ما یقوم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بین یدی ربہ تبارک وتعالٰی علی قدم الخدمۃ فذلک المکان مقام محمود و مقعد محمود وکلام اللہ سبحٰنہ وتعالٰی بما یقتصر علی بعض الشیئ کما فی قولہ تعالٰی سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصٰی[3]، و قد ثبت فی الاحادیث انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسجد بین یدی ربہ تبارک وتعالٰی ایاما اسبوعا او اسبوعین ثم یرفع راسہ[4]، وانما

اقول (میں کہتا ہوں) اور توفیق اللہ تعالٰی کی طرف سے۔ علاوہ ازیں رفعت تواضع کے بعد ہے، جو اللہ تعالٰی کے لئے عاجزی کرتا ہے اللہ تعالٰی اس کو رفعت عطا فرماتا ہے، چنانچہ قعود اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قدمِ خدمت پر قیام کے بعد ہوگا تو وہی مکان مقام محمود اور مقعد محمود ہوگا اور اللہ کا کلام بعض شیئ پر مقتصر ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے سبحٰن الذی الخ (پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصٰی تک) اور تحقیق احادیث سے ثابت ہوچکا ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تبارک و تعالٰی کی بارگاہ میں ایک ہفتہ یا دو ہفتے سجدہ ریز رہیں گے پھر سر اٹھائیں گے اس جگہ کا نام اللہ تعالٰی

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] المواھب اللدنیۃ عن العسقلانی المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۶۴۳

[2] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ " " دار المعرفۃ بیروت ۸/ ۳۶۸

[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۱

[4]

اسی طرح امام دارقطنی نے اس قول کی تصریح فرمائی، اور اس کے بیان میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

سماہ اللہ تعالٰی مقامًا محمودًا لا مسجدًا فان لم ینف بہ امر السجود فلم ذا ینفی امر القعود قال الواحدی "واذا قیل السلطان بعث فلانا فہم منہ انہ ارسلہ الی قوم لاصلاح مہماتہم ولا یفہم منہ انہ اجلسہ مع نفسہ[1] قال الزرقانی وھذا مردود بان ھذا عادۃ یجوز تخلفہا علی ان احوال الاٰخرۃ لا یقاس علی احوال الدنیا[2] یبعثہم اللہ تعالٰی فی جمعہم عندہ لیحکم بینہم لا لیرسلہم الی قوم فجاز ان یکون ھذا البعث بالاجلاس لا للارسال مع ان الارسال کما یغایر الجلوس فکذا القیام عندہ ولکن الہوس یأتی بالعجائب والحل ان البعث من عندہ ھو الذی ذکرھا الواحدی والبعث من محل للحضور عندہ لاینافی

نے مقامِ محمود رکھا ہے مسجد نہیں رکھا۔ تو جب امرِ سجود اُس کے منافی کیسے ہوگا؟ واحدی نے کہا جب کہا جائے کہ فلاں کو بادشاہ نے مبعوث کیا تو اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ بادشاہ نے اس کو قوم کی طرف بھیجا ہے کہ ان کی مہمات کی اصلاح کرے، یہ نہیں سمجھا جاتا کہ بادشاہ نے اسے اپنے ساتھ بٹھالیا۔ زرقانی نے کہا یہ مردود ہے کیونکہ یہ ایک امرِ عادی ہے جس کے خلاف ہونا بھی جائز ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ احوالِ آخرت کو احوالِ دنیا پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالٰی کو مبعوث فرماکر سب کو ایک میدان میں جمع کریگا تاکہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے نہ کہ ان کو اصلاح کے لئے کسی قوم کے پاس بھیجے گا۔ تو جائز ہے کہ یہ بعث بٹھانے کے ساتھ ہو نہ کہ بھیجنے کے ساتھ۔ باوجودیکہ ارسال جس طرح بیٹھنے کے مغایر ہے اسی طرح اس کے پاس کھڑے رہنے کے بھی مغایر ہے لیکن جنون عجیب و غریب امور کو لاتا ہے اور اس کا حل یہ ہے کہ جس بعث کو واحدی نے ذکر کیا ہے وہ ہے "بعث من عندہ" اپنے

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] المواہب اللدنیۃ بحوالہ الواحدی المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۶۴۳

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ " " " " " " " دار المعرفۃ بیروت ۸/ ۳۶۸

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الجلوس عندہ کما لایخفی۔ قال الزرقانی تحت قول الواحدی لا یمیل الیہ الخ ھذا مجازفۃ فی الکلام لاتلیق بطالب فضلا عن عالم بعد ثبوت القول عن تابعی جلیل ووجد مثلہ عن صحابیین ابن عباس وابن مسعود[1] اھ قلت بل عن ثلثۃ ثالثھم ابن سلام کما نقلنا فی المتن رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین ثم بعد کتابتی ھذا المحل رأیت الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھٰھنا تم الھنا والحمد للہ الٰھنا قال الامام الجلیل الجلال فی الدر المنثور اخرج الدیلمی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عسی ان یبعثك ربك مقاما محمودا قال یجلسنی معہ علی

پاس سے بیٹھنا۔ اور وہ بعث جو کسی محل سے اُس کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لئے ہو وہ اس کے پاس بیٹھنے کے منافی نہیں، جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ واحدی کے قول "لا یمیل الیہ الخ" کے تحت زرقانی نے یہ کہا کہ یہ بے تُکا کلام ہے جو کسی طالب کے لائق بھی نہیں چہ جائیکہ عالم کے لائق ہو جبکہ ایک جلیل القدر تابعی سے یہ قول ثابت ہو چکا ہے اور اسی کی مثل دو صحابیوں یعنی ابن عباس اور ابن مسعود سے۔ میں کہتا ہوں بلکہ تین صحابہ سے۔ تیسرے ابن سلام ہیں جیسا کہ ہم نے متن میں نقل کیا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ پھر اس محل کی کتابت کے بعد میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث دیکھی، یہاں ہماری بحث تام ہوگئی، اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو ہمارا معبود ہے۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے درمنثور میں فرمایا دیلمی نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے آیت کریمہ "عسی ان یبعثك ربك مقاما محمودا" (قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں) کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالٰی

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد العاشر الفصل الثالث دارالمعرفۃ بیروت ۸/۳۶۸

چند اشعار[عـہ] نظم کئے، کما فی نسیم الریاض (جیسا کہ نسیم الریاض میں ہے۔ ت)۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

السریر[1] وقد عرفنا من ھٰھنا صدق ابن تیمیة فی قولہ فی الثعلبی ان الواحدی صاحبہ کان ابصر منہ بالعربیة لکنہ ابعد عن اتباع السلف[2] اھ وان کان ابن تیمیة نفسہ ابعد وابعد وبالجملة فاسمع ماا ثرناہ عن الامام ابی داؤد والامام الدارقطنی والامام العسقلانی فھم الائمة الاجلة الشان وایاك وان تلتفت الی زعمہ لیس بذالك فی ھذا الشان والحمد للہ رب العلمین ۱۲ منہ۔

مجھے اپنے ساتھ تخت پر بٹھائے گا۔ تحقیق ہم نے یہاں سے ثعلبی کے بارے میں ابن تیمیہ کے اس قول کی صداقت جان لی کہ واحدی جو ثعلبی کا ساتھی ہے وہ ثعلبی سے بڑھ کر عربیت میں مہارت رکھتا ہے مگر اسلاف کی اتباع سے بہت ہی دُور ہے اھ خلاصہ یہ کہ تُو سُن لے اسکو جو ہم نے نقل کیا ہے امام ابو داؤد، امام دارقطنی اور امام عسقلانی سے، کیونکہ وہ انتہائی جلالتِ شان والے ائمہ ہیں، اور اس شخص کے قولِ باطل کی طرف التفات سے بچ جو ان کے ہم پلّہ نہیں ہے، اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے ۱۲ منہ۔ (ت)

عـہ وہ اشعار یہ ہیں:

حدیث الشفاعة عن احمد	الی احمد المصطفٰی نسندہ
وقد جاء الحدیث باقعادہ	علی العرش ایضا ولا نجحدہ
امروا الحدیث علٰی وجھہ	ولا تدخلوا فیہ ما یفسدہ
ولا تنکروا انہ قاعد	ولا تنکروا انہ یقعدہ

اوردھا فی النسیم[3] کلا انہ اُجاد فی ذٰلك رحمہ اللہ تعالٰی رحمة واسعة ۱۲ منہ۔

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] الدر المنثور تحت الآیة ۱۷/ ۷۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۸۷

[2]

[3] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل فی تفضیلہ بالشفاعة مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/ ۳۴۳

ابوالشیخ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

ان محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم القیمۃ یجلس علی کرسی الرب بین یدی الرب[1] | بیشک محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم روزِ قیامت رب کے حضور رب کی کرسی پر جلوس فرمائیں گے۔

معالم میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے: یقعدہ علی الکرسی[2]۔ اللہ تعالٰی انھیں کرسی پر بٹھائے گا، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہٖ واصحابہ اجمعین، والحمد للہ رب العٰلمین (اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے آپ پر، آپ کی آل پر اور آپ کے تمام صحابہ پر، اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے جو کُل جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت)

آیت عاشرہ (دسویں آیت): قرآن شریف کے تفصیلی ارشادات ومحاورات ونقلِ اقوال وذکرِ احوال پر نظر کیجئے، تو ہر جگہ اِس نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی شان سب انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بلند وبالا نظر آتی ہے، یہ وُہ بحرِ ذخار ہے جس کی تفصیل کو دفتر درکار۔ علمائے دین مثل امام ابونعیم وابن فورک وقاضی عیاض وجلال سیوطی وشہاب قسطلانی وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی نے ان تفرقوں سے بعض کی طرف اشارہ فرمایا۔ فقیر اول ان کے چند اخراجات ذکر کرکے پھر بعض امتیاز کہ بادنٰی تامل اِس وقت ذہنِ قاصر میں حاضر ہوئے ظاہر کرے گا تطویل سے خوف اور اختصار کا قصد بنیل پر اقتصار کا باعث ہوا:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

(ترجمہ اشعار: بحوالہ امام احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مروی ہے ہم احمد مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک اس کا اسناد کرتے ہیں۔ یہ حدیث بھی آئی ہے کہ اللہ تعالٰی آپ کو عرش پر بٹھائے گا اور ہم اس کا انکار نہیں کرتے۔ انھوں نے حدیث کو درست بیان کیا ہے تم اس میں کلامِ فاسد کو داخل مت کرو، نہ اس بات کا انکار کرو کہ آپ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم عرش پر جلوہ گر ہوں گے اور نہ ہی اس بات کا انکار کرو کہ اللہ تعالٰی آپ کو عرش پر بٹھائے گا)

اسکو نسیم الریاض میں مکمل بیان کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں انھوں نے خوب اشعار کہے ہیں اللہ تعالٰی ان پر وسیع رحمت نازل فرمائے (ت)

---

[1] المواہب اللدنیہ المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴/۶۴۳ و ۶۴۴

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۱۷/۷۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/۱۰۹

(۱) خلیل جلیل علیہ الصلوٰۃ والتبجیل سے نقل فرمایا:

فلا تخزنی یوم یبعثون[۱] مجھے رُسوا نہ کرنا جس دن لوگ اٹھائے جائیں۔

حبیبِ قریب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے خود ارشاد ہوا:

یوم لا یخزی اللہ النبی والذین اٰمنوا معہ[۲] جس دن خدا رسوا نہ کرے گا نبی اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کو۔

حضور کے صدقے میں صحابہ بھی اس بشارتِ عظمٰی سے مشرف ہوئے۔

(۲) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تمنائے وصال نقل کی: انی ذاھب الٰی ربی سیھدین[۳] (بیشک میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں اور وہ مجھے راہ دے گا۔ ت)

حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خود بلا کر عطائے دولت کی خبر دی: سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہ[۴] (پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔ ت)۔

(۳) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آرزوئے ہدایت نقل فرمائی: سیھدین[۵] (وہ مجھے راہ دے گا۔ ت)، حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خود ارشاد فرمایا: ویھدیك صراطًا مستقیمًا[۶] (اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے۔ ت)

(۴) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے آیا فرشتے ان کے معزز مہمان ہوئے:

ھل اتٰك حدیث ضیف ابراھیم المکرمین[۷] اے محبوب! کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی! (ت)

حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے فرمایا فرشتے ان کے لشکری وسپاہی بنے:

وایدہ بجنود لم تروھا[۸]، یمددکم ربکم بخمسۃ اٰلاف من الملٰئکۃ مسومین[۹]، والملٰئکۃ بعد ذٰلك ظھیر[۱۰] اور ان فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں، تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں (ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۲۶/ ۸۷ [۲] القرآن الکریم ۶۶/ ۸
[۳] " ۳۷/ ۹۹ [۴] " ۱۷/ ۱
[۵] " ۳/ ۹۹ [۶] " ۴۸/ ۲
[۷] " ۵۱/ ۲۴ [۸] " ۹/ ۴۰
[۹] " ۳/ ۱۲۵ [۱۰] " ۶۶/ ۴

(۵) کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو فرمایا، انھوں نے خدا کی رضا چاہی:

وعجلت الیک ربّ لترضٰی[۱] — اور تیری طرف میں جلدی کرکے حاضر ہُوا کہ تو راضی ہو۔(ت)

حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے بتایا، خدا نے اُن کی رضا چاہی:

فلنولینك قبلۃ ترضٰھا[۲] و لسوف یعطیك ربك فترضٰی۔[۳] — تو ضرور ہم تمھیں پھیردیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمھاری خوشی ہے۔ اور بیشک قریب ہے کہ تمھارا رب تمھیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے۔(ت)

(۶) کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بخوفِ فرعون مِصر سے تشریف لے جانا بلفظِ فرار نقل فرمایا:

ففررت منکم لما خفتکم۔[۴] — تو میں تمھارے یہاں سے نکل گیا جبکہ تم سے ڈرا۔ (ت)

حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہجرت فرمانا باحسن عبارات ادا فرمایا:

اذ یمکر بك الذین کفروا۔[۵] — اور اے محبوب! یاد کرو جب کافر تمھارے ساتھ مکر کرتے تھے۔(ت)

(۷) کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے طُور پر کلام کیا اور اسے سب پر ظاہر فرمادیا:

انا اخترتك فاستمع لما یوحٰی ؕ اننی انا اللہ لا الٰہ الّا انا فاعبدنی ، واقم الصلوٰۃ لذکری[۶] الی اٰخر الاٰیات۔ — اور میں نے تجھے پسند کیا، اب کان لگا کر سُن جو تجھے وحی ہوتی ہے، بیشک میں ہی ہُوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھ۔ آیات کے آخر تک۔(ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۲۰/ ۸۴
[۲] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۴
[۳] 〃 ۹۳/ ۵
[۴] 〃 ۲۶/ ۲۱
[۵] 〃 ۸/ ۳۰
[۶] 〃 ۲۰/ ۱۳ و ۱۴

حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فوق السمٰوٰت مکالمہ فرمایا اور سب سے چھپایا:

فاوحٰی الٰی عبدہٖ ما اوحٰی[1] — اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ ت

(۸) داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد ہوا:

لاتتبع الھوٰی فیضلك عن سبیل اللہ[2] — خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ تجھے بہکا دے خدا کی راہ سے۔

حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں بقسم فرمایا:

وما ینطق عن الھوٰی ۝ ان ھو الا وحیٌ یوحٰی[3] — کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کہتا، وہ تو نہیں مگر وحی کہ القا ہوتی ہے۔

اب فقیر عرض کرتا ہے وباللہ التوفیق،

(۹) نوح وھود علیہما الصلوٰۃ والسلام سے دعا نقل فرمائی:

رب انصرنی بما کذبون[4] — الٰہی! میری مدد فرما بدلا اس کا کہ انھوں نے مجھے جھٹلایا۔

محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خود ارشاد ہوا:

وینصرك اللہ نصرا عزیزا[5] — اللہ تیری مدد فرمائے گا زبردست مدد۔

(۱۰) نوح وخلیل علیہما الصلوٰۃ والتسلیم سے نقل فرمایا، انھوں نے اپنی اُمت کی دعائے مغفرت کی:

ربنا اغفرلی ولوالدیّ[ع] و — اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ

ع یہ لفظ دعائے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہیں، اور دعائے نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لفظوں سے ہے،

رب اغفرلی ولوالدیّ ولمن دخل بیتی مؤمنا وللمؤمنین والمؤمنٰت[6] — اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اُسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۱۰
[2] القرآن الکریم ۳۸/ ۲۶
[3] 〃 ۵۳/ ۳ و ۴
[4] 〃 ۲۳/ ۲۶
[5] 〃 ۴۸/ ۳
[6] 〃 ۱۴/ ۴۱

للمؤمنین یوم یقوم الحساب[۱] کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔ (ت)

حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خود حکم دیا اپنی امت کی مغفرت مانگو:

واستغفر لذنبك وللمؤمنین والمؤمنٰت[۲] اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ (ت)

(۱۱) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے آیا، انھوں نے پچھلوں میں اپنے ذکرِ جمیل باقی رہنے کی دعا کی:

واجعل لی لسان صدق فی الاٰخرین[۳] اور میری سچی ناموری رکھ پچھلوں میں۔ (ت)

حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خود فرمایا: ورفعنا لك ذکرك[۴] (اور ہم نے تمھارے لئے تمھارا ذکر بلند کردیا۔ ت) اور اس سے اعلٰی وارفع مژدہ ملا:

عسٰی ان یبعثك ربك مقامًا محمودًا۔[۵] قریب ہے کہ تمھارا رب تمھیں ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمھاری حمد کریں۔ (ت)

کہ جہاں اولین وآخرین جمع ہوں گے حضور کی حمد وثنا کا شور ہر زبان سے جوش زن ہوگا۔

(۱۲) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصہ میں فرمایا۔ انھوں نے قومِ لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رفعِ عذاب میں بہت کوشش کی یجادلنا فی قوم لوط[۶] (ہم سے لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا۔ ت) یا ابراھیم اعرض عن ھٰذا[۷] اے ابراہیم! اس خیال میں نہ پڑ۔ عرض کی: ان فیھا لوطا[۸] اس بستی میں لوط جو ہے۔ حکم ہوا نحن اعلم بمن فیھا ہمیں خوب معلوم ہیں جو وہاں ہیں۔ حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ارشاد ہوا:

ماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم[۱۰] اللہ ان کافروں پر بھی عذاب نہ کرے گا جب تک اے رحمتِ عالم! تو ان میں تشریف فرما ہے۔

---

[۱] القرآن الکریم ۱۴/ ۴۱
[۲] القرآن الکریم ۴۷/ ۱۹
[۳] ؍؍ ۲۶/ ۸۴
[۴] ؍؍ ۹۴/ ۴
[۵] ؍؍ ۱۷/ ۷۹
[۶] ؍؍ ۱۱/ ۷۴
[۷] ؍؍ ۱۱/ ۷۶
[۸] ؍؍ ۲۹/ ۳۲
[۹] ؍؍ ۲۹/ ۳۲
[۱۰] ؍؍ ۸/ ۳۳

(۱۳) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نقل فرمایا: ربنا وتقبل دعاء[1] الٰہی! میری دُعا قبول فرما۔ حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور اُن کے طفیلیوں کو ارشاد ہوا:

قال ربکم ادعونی استجب لکم[2] تمہارا رب فرماتا ہے مجھ سے دُعا مانگو میں قبول کروں گا۔

(۱۴) کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج درخت دنیا پر ہوئی،

نودی من شاطئ الواد الایمن فی البقعۃ المبارکۃ من الشجرۃ[3] ندا کی گئی میدان کے دائیں کنارے سے برکت والے مقام میں پیڑ سے۔ (ت)

حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی معراج سدرۃ المنتہٰی وفردوسِ اعلٰی تک بیان فرمائی:

عند سدرۃ المنتہٰی o عندھا جنۃ الماوٰی[4] سدرۃ المنتہٰی کے پاس، اس کے پاس جنت الماوٰی ہے۔ (ت)

(۱۵) کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے وقت ارسال اپنی دل تنگی کی شکایت کی،

ویضیق صدری ولا ینطلق لسانی فارسل الٰی ھٰرون[5] اور میرا سینہ تنگی کرتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی تو تُو ہارون کو بھی رسول کر۔ (ت)

حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خود شرحِ صدر کی دولت بخشی، اور اس سے منتِ عظمٰی رکھی۔

الم نشرح لک صدرک (کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔ ت)

(۱۶) کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر حجاب نار سے تجلی ہوئی،

فلما جاءھا نودی ان بورک من فی النار ومن حولھا[6] پھر جب وہ آگ کے پاس آیا، ندا کی گئی کہ برکت دیا گیا وہ جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں ہے (یعنی حضرت موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام)۔

حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جلوۂ نور سے تجلی ہوئی اور وہ بھی غایت تفخیم وتعظیم کے لئے بالفاظِ ابہام بیان فرمائی گئی،

---

[1] القرآن الکریم ۱۴/ ۴۰
[2] القرآن الکریم ۴۰/ ۶۰
[3] ؍؍ ۲۸/ ۳۰
[4] ؍؍ ۵۳/ ۱۴ و ۱۵
[5] ؍؍ ۲۶/ ۱۳
[6] ؍؍ ۲۷/ ۸

اذ یغشی السدرۃ ما یغشی[1] جب چھاگیا سدرہ پر جو کچھ چھایا

ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بزار، ابویعلیٰ، بیہقی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث طویل معراج میں راوی،

ثم انتھی الی السدرۃ فغشیھا نور الخلاق عزوجل فکلمہ تعالٰی عند ذٰلک فقال لہ سل[2] پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سدرہ تک پہنچے۔ خالق عزوجل کا نور اس پر چھایا۔ اس وقت جل جلالہٗ نے حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کلام کیا اور فرمایا: مانگو اھ ملخصاً۔

(۱۷) کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اپنے اور اپنے بھائی کے سوا سب سے براءت و قطع تعلق نقل فرمایا۔ جب اُنھوں نے اپنی قوم کو قتالِ عمالقہ کا حکم دیا اور انھوں نے نہ مانا۔ عرض کی:

رب انی لا املك الا نفسی واخی فافرق بیننا وبین القوم الفسقین[3] الٰہی! میں اختیار نہیں رکھتا مگر اپنا اور اپنے بھائی کا، تو جدائی فرمادے ہم میں اور اس گنہگار قوم میں۔

حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ظلِ وجاہت میں کفار تک کو داخل فرمایا:

ماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم[4] عسٰی ان یبعثك ربك مقاما محمودا[5] اور اللہ کا کام نہیں کہ انھیں عذاب کرے جب تک اے محبوب! تم ان میں تشریف فرما ہو۔ قریب ہے کہ تمہارا رب تمھیں اس جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۱۶

[2] تفسیر ابن ابی حاتم تحت الآیۃ ۱/ ۱۷ مکتبہ نزار مصطفے البانی مکۃ المکرمۃ ریاض ۱۰/ ۳۳۱۳

جامع البیان (تفسیر طبری) ؍؍ ۵۳/ ۱۶ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۷/ ۶۸

الدرالمنثور بحوالہ البزار وابویعلیٰ وابن ابی حاتم وابن مردویۃ والبیہقی تحت الآیہ ۱/ ۱۷ ۵/ ۱۷۶

[3] القرآن الکریم ۵/ ۲۵

[4] ؍؍ ۸/ ۳۳

[5] ؍؍ ۱۷/ ۷۹

یہ شفاعتِ کبرٰی ہے کہ تمام اہلِ موقف موافق و مخالف سب کو شامل۔

(۱۸) ہارون وکلیم علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے فرمایا، انھوں نے فرعون کے پاس جاتے اپنا خوف عرض کیا،

ربنا اننا نخاف ان یفرط علینا او ان یطغٰی[1] — اے ہمارے رب! بے شک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا شرارت سے پیش آئے (ت)

اس پر حکم ہوا،

لا تخافا اننی معکما اسمع و اریٰ[2] — ڈرو نہیں، میں تمھارے ساتھ ہوں، سنتا اور دیکھتا۔

حبیب صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو خود مژدۂ نگہبانی دیا، واللہ یعصمک من الناس[3] (اور اللہ تمھاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔ ت)

(۱۹) مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں فرمایا ان سے پرائی بات پر یُوں سوال ہوگا:

یعیسی ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی و اُمّی الٰھین من دون اللہ[4] — اے مریم کے بیٹے عیسٰی! کیا تُو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو خدا ٹھیرا لو۔

معالم میں ہے اس سوال پر خوفِ الٰہی سے حضرت روح اللہ صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ کا بند بند کانپ اٹھے گا اور ہر بُن مُو سے خون کا فوارہ بہے گا پھر جواب[5] عرض کریں گے جس کی حق تعالٰے تصدیق فرماتا ہے۔ حبیب صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے جب غزوۂ تبوک کا قصد فرمایا اور منافقوں نے جھوٹے بہانے بنا کر نہ جانے کی اجازت لے لی۔ اس پر سوال تو حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے بھی ہوا مگر یہاں جوشانِ لطف ومحبت وکرم وعنایت ہے قابلِ غور ہے ارشاد فرمایا،

عفا اللہ عنک لم اذنت لھم[6] — اللہ تجھے معاف فرمائے، تُو نے انھیں اجازت کیوں دے دی۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/۴۵ [2] القرآن الکریم ۲۰/۴۶
[3] " ۵/۶۷ [4] " ۵/۱۱۶
[5] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۵/۱۱۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۶۶
[6] القرآن الکریم ۹/۴۳

سبحان اللہ! سوال پیچھے ہے اور محبت کا کلمہ پہلے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

(۲۰) مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نقل فرمایا، انھوں نے اپنے امتیوں سے مدد طلب کی:

فلما احس عیسٰی منھم الکفر قال من انصاری الی اللہ ط قال الحواریون نحن انصار اللہ[1]

پھر جب عیسٰی نے ان سے کفر پایا، بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف۔ حواریوں نے کہا ہم دینِ خدا کے مددگار ہیں۔

حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت انبیاء و مرسلین کو حکمِ نصرت ہوا: لتؤمنن بہ ولتنصرنّہ[2] (تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ ت)۔

غرض جو کسی محبوب کو ملا وہ سب اور اس سے افضل و اعلٰی انھیں ملا، اور جو انھیں ملا وہ کسی کو نہ ملا ؎

حُسنِ یوسف دمِ عیسٰی یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تُو تنہا داری[3]

آپ یوسف (علیہ السلام) کا حسن، عیسٰی (علیہ السلام) کی پھونک اور روشن ہاتھ رکھتے ہیں۔ جو کمالات وہ سارے رکھتے ہیں آپ اکیلے رکھتے ہیں۔ ت)

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ وبارک وکرّم، والحمد للہ رب العٰلمین۔

ہیکلِ دوم میں لآلیِ متلالیِ احادیثِ جلیلہ

تابشِ اول چند وحیِ ربانی علاوہ آیاتِ کریمہ قرآنی

وحیِ اول[عہ]: حاکم، بیہقی، طبرانی، آجری، ابونعیم، ابن عساکر امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ

عہ: وقال صحیح الاسناد واقرہ علیہ — اور کہا کہ اس کا اسناد صحیح ہے، علامہ ابن امیر الحاج

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۵۲
[2] القرآن الکریم ۳/ ۸۱
[3]

سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لمّا اقترف اٰدم الخطیئۃ قال رب اسئلك بحق محمد لما غفرت لی، قال وکیف عرفت محمدا قال لانك لما خلقتنی بیدك ونفخت فی من روحك رفعت رأسی فرأیت علی قوائم العرش مکتوبا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ فعلمت انك لم تضف الی اسمك الا احب الخلق الیك قال صدقت یاٰدم ولولا محمد ما خلقتك[1] وفی روایۃ عند الحاکم فقال اللہ تعالٰی صدقت یاٰدم انہ لاحب الخلق الیّ اما اذا سئلتنی بحقہ

یعنی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطا کا ارتکاب کیا تو انھوں نے اپنے رب سے عرض کی: اے رب میرے! صدقہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا میری مغفرت فرما۔ رب العٰلمین نے فرمایا: تُو نے محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم) کو کیونکر پہچانا؟ عرض کی، جب تُو نے مجھے اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور مجھ میں اپنی رُوح ڈالی میں نے سَر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا پایا، جانا کہ تُو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے آدم! تُو نے سچ کہا بے شک وُہ مجھے تمام جہان سے زیادہ پیارا ہے، اب کہ تُو نے اس کے حق کا وسیلہ کرکے مجھ سے مانگا تو میں تیری مغفرت کرتا ہوں اور اگر محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نہ ہوتا تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

العلامۃ ابن امیر الحاج فی الحلیۃ والسبکی فی شفاء السقام اقول والذی تحرر عندی انہ لاینزل عن درجۃ الحسن، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ۔

نے حلیہ میں اور سبکی نے شفاء السقام میں اس کو برقرار رکھا۔ میں کہتا ہوں جو میرے ہاں ثابت ہے وہ یہ کہ وہ درجہ حسن سے کمتر نہیں، اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ما جاء فی تحدث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنعمۃ ربہ الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۴۸۹
تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ آدم علیہ السلام " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۳۰۹

فقد غفرت لك ولولا محمد ما غفرت وما خلقتك[1]

میں تیری مغفرت نہ کرتا، نہ تجھے بناتا۔

بیہقی و طبرانی کی روایت میں ہے: آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی:

رأیت فی کل موضع من الجنۃ مکتوبًا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ فعلمت انہ اکرم خلقك علیك[2]

میں نے ہر جگہ جنت میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا دیکھا، تو جانا کہ وہ تیری بارگاہ میں تمام مخلوق سے زیادہ عزت والا ہے۔

آجری کی روایت میں ہے:

فعلمت انہ لیس احد اعظم قدرًا عندك ممن جعلت اسمہ مع اسمك[3]

مجھے یقین ہوا کہ کسی کا رتبہ تیرے نزدیک اس سے بڑا نہیں جس کا نام تُو نے اپنے نام کے ساتھ رکھا ہے۔

وحی دوم[ع]: حاکم بافادہ تصحیح عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی،

ع: واقرہ علیہ السبکی فی شفاء السقام والسراج البلقینی فی فتاوٰہ وکذا جزم بصحتہ العلامۃ ابن حجر فی افضل القرٰی اقول قد صرح المحقق ابن الھمام فی باب الاحرام من فتح القدیر ان الاقدام علی التحسین فرع معرفتہ حالا وعینا قلت فکیف بالتصحیح وانت تعلم ان من یعلم حجۃ علی من لا یعلم ۱۲ منہ۔

امام سبکی نے شفاء السقام میں اور سراج بلقینی نے اپنے فتاوٰی میں اس کو برقرار رکھا۔ اور یونہی اسکی صحت پر جزم فرمایا امام ابن حجر نے افضل القرٰی میں۔ میں کہتا ہوں امام محقق ابن ہمام نے فتح القدیر کے باب الاحرام میں تصریح کی کسی کی تحسین فرع اسکے حال وعین کی معرفت سے کی ہے۔ میں کہتا ہوں پھر تصحیح کا حال کیسا ہے اور جانتے ہو کہ جاننے والا نہ جاننے والے پر حجت ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب التاریخ استغفار آدم بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم دار الفکر بیروت ۲/ ۶۱۵
کنز العمال بحوالہ ک وغیرہ حدیث ۳۲۱۳۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۵۵
[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الثالث الفصل الاول المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۱۳۷ و ۱۳۸
نسیم الریاض بحوالہ البیہقی والطبرانی ″ ″ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲/ ۲۲۴
[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی ″ ″ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۱۳۸

اوحی اللہ تعالٰی الی عیسٰی یا عیسٰی اٰمن بمحمد وأمر من ادرک من امتک ان یؤمنوا بہ فلولا محمد ما خلقت اٰدم ولولا محمد ما خلقت الجنۃ ولا النار ولقد خلقت العرش علی الماء فاضطرب فکتبت علیہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ فسکن[1]

اللہ تعالٰی نے عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کو وحی بھیجی اے عیسٰی! ایمان لا محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر۔ اور تیری اُمّت سے جو لوگ اس کا زمانہ پائیں انھیں حکم کر کہ اس پر ایمان لائیں کہ اگر محمد (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نہ ہوتا میں آدم کو نہ پیدا کرتا، نہ جنت و دوزخ بناتا، جب میں نے عرش کو پانی پر بنایا اسے جنبش تھی میں نے اس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا، پس ٹھہر گیا۔

وحی سوم[3]: ابن عساکر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی: اللہ تعالٰی نے موسٰی علیہ السلام سے کلام کیا، عیسٰی علیہ السلام کو روح القدس سے بنایا۔ ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل فرمایا۔ آدم علیہ السلام کو برگزیدہ کیا۔ حضور کو کیا فضل دیا۔ فوراً جبرائیل امین علیہ الصلٰوۃ والتسلیم نازل ہوئے اور عرض کی حضور کا رب ارشاد فرماتا ہے:

ان کنت اتخذت ابراھیم خلیلا فقد اتخذتک من قبل حبیبا وان کنت کلمت موسٰی فی الارض تکلیما۔ فقد کلمتک فی السماء۔ وان کنت خلقت عیسٰی من روح القدس فقد خلقت اسمک من قبل ان اخلق الخلق بالفی سنۃ ولقد وطئت فی السماء موطئا لم یطأہ احد قبلک ولا یطأہ احد بعدک۔ وان کنت اصطفیت اٰدم فقد ختمت بک الانبیاء وما خلقت

اگر میں نے ابراہیم کو خلیل کیا، تمھیں حبیب کیا۔ اور اگر موسٰی سے زمین میں کلام فرمایا، تم سے آسمان میں کلام کیا۔ اور اگر عیسٰی کو روح القدس سے بنایا تو تمھارا نام آفرینشِ خلق سے دو ہزار برس پہلے پیدا کیا۔ اور بیشک تمھارے قدم آسمان میں وہاں پہنچے جہاں نہ تم سے پہلے کوئی گیا نہ تمھارے بعد کسی کی رسائی ہو۔ اور اگر میں نے آدم کو برگزیدہ کیا تمھیں ختم الانبیاء کیا اور تم سے زیادہ عزت و کرامت والا کسی کو

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب التاریخ کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اجود الناس بالخیر دار الفکر بیروت ۲/ ۶۱۵

خلقا اکرم علی منك (وساق الحدیث الی ان قال) ظل عرشی فی القیامة علیك ممدود وتاج الحمد علی راسك معقود وقرنت اسمك مع اسمی فلا اذکر فی موضع حتی تذکر معی۔ ولقد خلقت الدنیا واھلها لاعرفهم کرامتك و منزلتك عندی، ولولاك ماخلقت الدنیا[1]

نہ بنایا، قیامت میں میرے عرش کا سایہ تم پر گسترده، اور حمد کا تاج تمہارے سر پر آراستہ، تمہارا نام میں نے اپنے نام سے ملایا کہ کہیں میری یاد نہ ہو، جب تک تم میرے ساتھ یاد نہ کئے جاؤ اور بیشک میں نے دنیا و اہل دنیا کو اس لئے بنایا کہ جو عزت و منزلت تمہاری میرے نزدیک ہے ان پر ظاہر کروں، اگر تم نہ ہوتے میں دنیا کو نہ بناتا۔

وحی چہارم: دیلمی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتانی جبریل فقال ان اللہ یقول لولاك ماخلقت الجنة ولولاك ماخلقت النار[2]

میرے پاس جبریل نے حاضر ہوکر عرض کی اللہ تعالٰی فرماتا ہے اگر تم نہ ہوتے میں جنت کو نہ بناتا، اور اگر تم نہ ہوتے میں دوزخ کو نہ بناتا۔

یعنی آدم وعالم سب تمہارے طفیلی ہیں، تم نہ ہوتے تو مطیع وعاصی کوئی نہ ہوتا، جنت ونار کس کیلئے ہوتیں، اور خود جنت ونار اجزائے عالم سے ہیں جن پر تمہارے وجود کا پرتو پڑا۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم ؎

مقصود ذات اوست دگر جملگی طفیل　　منظور نور اوست دگر جملگی ظلام[3]

(مقصود ان کی ذات ہے باقی تمام طفیلی ہے، فقط انہی کا نور دکھائی دیتا ہے باقی سب تاریکیاں ہیں۔ ت)

وحی پنجم: ابونعیم حلیہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر　باب ذکر عروجہ الی السماء الخ　داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۹۶ و ۲۹۷

[2] کنز العمال　بحوالہ الدیلمی عن ابن عباس　حدیث ۳۲۰۲۵　موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۳۱

[3]

اوحی اللہ تعالٰی الٰی موسٰی نبیٔ بنی اسرائیل انہ من لقینی وھو جاحد باحمد ادخلتہ النار قال یارب ومن احمد قال ماخلقت خلقا اکرم علیّ منہ کتبت اسمہ مع اسمی فی العرش قبل ان اخلق السمٰوٰت والارض ان الجنۃ محرمۃ علٰی جمیع خلقی حتی یدخلہا ھو وامتہ قال ومن امتہ قال الحمادون (وذکر صفتھم ثم قال) قال اجعلنی نبی تلک الامۃ، قال نبیہا منہا قال اجعلنی من امۃ ذٰلک النبی قال استقدمت واستاخر ولکن ساجمع بینک وبینہ فی دار الخلد[1]

اللہ تعالٰی نے موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کو وحی بھیجی بنی اسرائیل کو خبر دے دے کہ جو احمد کو نہ مانے گا اُسے دوزخ میں ڈالوں گا۔ عرض کی: اے میرے رب! احمد کون ہے؟ فرمایا: میں نے کوئی مخلوق اس سے زیادہ اپنی بارگاہ میں عزت والی نہ بنائی، میں نے آسمان وزمین کی پیدائش سے پہلے اُس کا نام اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھا، اور جب تک وہ اور اس کی اُمت داخل نہ ہولے جنت کو تمام مخلوق پر حرام کیا۔ عرض کی، الٰہی! اس کی امت کون ہے؟ فرمایا: وُہ بڑی حمد کرنے والی۔ اور اُن کی اور صفاتِ جلیلہ نے ارشاد فرمائیں۔ عرض کی الٰہی! مجھے اُس امت کا نبی کر۔ فرمایا: اُن کا نبی انھیں میں سے ہوگا۔ عرض کی، الٰہی! مجھے اُس نبی کی اُمت میں کر۔ فرمایا: تو زمانہ میں مقدم اور وُہ متاخر ہے، مگر ہمیشگی کے گھر میں تجھے اور اُسے جمع کروں گا۔

وحی ششم: ابن عساکر وخطیب بغدادی انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لما اسری بی قربنی ربی حتی کان بینی وبینہ کقاب قوسین اوادنٰی، وقال لی یا محمد! ھل غمک ان جعلتک اٰخر النبیین قلت

شبِ اسرا مجھے میرے رب نے اتنا نزدیک کیا کہ مجھ میں اور اس میں دو کمانوں بلکہ اس سے کم کا فاصلہ رہا۔ رب نے مجھ سے فرمایا: اے محمد (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم)! کیا تجھے کچھ بُرا معلوم ہوا کہ میں نے تجھے سب انبیاء سے

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی نعیم فی الحلیۃ باب ذکرہ فی التوراۃ والانجیل الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۱۲

لا (یارب [عہ۱]) - قال فھل غم امتك ان جعلتھم اٰخرالامم - قلت لا (یارب)، قال اخبر اُمتك انی جعلتھم اٰخر الامم لافضح الامم عندھم ولا افضحھم عند الامم [۱]۔

متاخر کیا۔ عرض کی، نہیں اے رب میرے!۔ فرمایا: کیا تیری اُمت کو غم ہوا کہ میں نے انھیں سب اُمتوں سے پیچھے کیا۔ میں نے عرض کی نہیں اے رب میرے! ۔ فرمایا: اپنی امت کو خبر دے میں نے انھیں سب اُمتوں سے اس لئے پیچھے کیا کہ اور اُمتوں کو ان کے سامنے رسوا کروں اور انھیں کسی کے سامنے رُسوا نہ کروں۔

وحی ہفتم: ابونعیم انس بن مالک اور بیہقی حضرت ابوہریرہ [عہ۲] رضی اللہ تعالٰی عنہما سے دلائل النبوۃ میں راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لما فرغت مما امرنی اللہ بہ من امر السمٰوٰت قلت یارب انہ لم یکن نبی قبلی الا وقد اکرمتہ جعلت ابراھیم خلیلا وموسٰی کلیما وسخرت لداؤد الجبال ولسلیمان الریاح والشیاطین واحییت لعیسٰی الموتٰی فما جعلت لی؛ قال

جب میں حسبِ ارشادِ الٰہی سیر سمٰوٰت سے فارغ ہوا اللہ تعالٰی سے عرض کی: اے رب میرے! مجھ سے پہلے جتنے انبیاء تھے سب کو تُو نے فضائل بخشے۔ ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو خلیل کیا، موسٰی (علیہ السلام) کو کلیم۔ داؤد (علیہ السلام) کے لئے پہاڑ مسخر کئے، سلیمان (علیہ السلام) کے لئے ہوا اور شیاطین۔ عیسٰی (علیہ السلام) کے لئے مُردے جلائے، میرے لئے کیا کیا؛ ارشاد

عہ۱: اللفظ لابن عساکر ولیست عندہ لفظۃ یارب فی الموضعین انما زدتہ من عند الخطیب استحلاء ۱۲ منہ۔

لفظ ابن عساکر کے ہیں اور ان کے نزدیک لفظ "یارب" دونوں جگہ نہیں ہے، اس کو میں نے خطیب کے ہاں سے حلاوت حاصل کرنے کیلئے بڑھا دیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۲: واضح ہو کہ محدثین کے نزدیک تعدد صحابی سے حدیث متعدد ہو جاتی ہے ۱۲ منہ۔

---

[۱] تاریخ دمشق الکبیر ذکر عروجہ الی السماء الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۹۴-۲۹۵
تاریخ بغداد ترجمہ احمد بن محمد النزدلی ۲۵۵۰ دار الکتاب بیروت ۵/ ۱۳۰

اولیس اعطیتك افضل من ذٰلك کلّه لا اذکر الّا ذکرت معی[1] الحدیث

ہوا، کیا میں نے تجھے ان سب سے بزرگی عطا نہ کی کہ میری یاد نہ ہو جب تک تُو میرے ساتھ یاد نہ کیا جائے۔

اور اس کے سوا اور فضائل ذکر فرمائے۔ یہ لفظ حدیثِ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہیں۔ اور حدیثِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یُوں ہے رب عزوجل نے فرمایا:

ما اعطیتك خیر من ذٰلك اعطیت الکوثر وجعلت اسمك مع اسمی ینادی بہ فی جوف السماء (الٰی ان قال) وخبأت شفاعتك ولم اخبأها لنبی غیرك[2]

یعنی جو میں نے تجھے دیا وہ ان سب سے بہتر ہے، میں نے تجھے کوثر عطا فرمایا اور میں نے تیرا نام اپنے نام کے ساتھ کیا کہ جوفِ آسمان میں اس کی ندا ہوتی ہے، اور میں نے تیری شفاعت ذخیرہ کر رکھی ہے، اور تیرے سوا کسی نبی کو یہ دولت نہ دی۔

وحی ہشتم: امام اجل حکیم ترمذی و بیہقی و ابن عساکر ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتخذ اللہ ابراھیم خلیلا و موسٰی نجیا واتخذنی حبیبا ثم قال وعزتی وجلالی لاٰوثرن حبیبی علٰی خلیلی و نجیّی[3]

اللہ تعالٰی نے ابراہیم کو خلیل اور موسٰی کو نجی کیا، اور مجھے اپنا حبیب بنایا۔ پھر فرمایا: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم بیشک اپنے پیارے کو اپنے خلیل اور نجی پر تفضیل دُوں گا۔

وحی نہم: ابن عساکر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابی نعیم فی الدلائل تحت الآیۃ ۹۴/۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/۵۰۴
دلائل النبوۃ للبیہقی باب الدلیل علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عرج بہ الی السماء الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۴۰۲
[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی القسم الاول الباب الثالث الفصل الاول المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ ۱/۱۳۴
[3] الدر المنثور تحت الآیۃ ۴/۱۲۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۵۶
کنز العمال حدیث ۳۱۸۹۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۰۶

1

قال لی ربی عزوجل نحلت ابراھیم خُلّتی وکلّمتُ موسٰی تکلیما و اعطیت یا محمد کفاحًا۔[1]

مجھ سے میرے رب عزوجل نے فرمایا: میں نے ابراہیم کو اپنی خلّت بخشی اور موسٰی سے کلام کیا۔ اور تجھے اے محمد! اپنا مواجہہ عطا فرمایا (کہ پاس آکر بے پردہ وحجاب میرا وجہِ کریم دیکھا)۔

وحی دہم[1]: بیہقی وہب بن منبہ سے راوی:

اوحٰی فی الزبور یا داؤد انہ سیأتی بعدك من اسمہ احمد ومحمد صادقًا نبیًا لااغضب علیہ ابدًا ولا یغضبنی ابدًا (الٰی قولہ) امتہ مرحومۃ اعطیتہم من النوافل مثل ما اعطیت الانبیاء وافترضت علیہم الفرائض التی افترضت علی الانبیاء والرسل حتّٰی یاتون یوم القیٰمۃ نورھم مثل نور الانبیاء (الٰی ان قال) یا داؤد فانی فضّلت محمدًا وامتہ علی الامم کلہا[2] الٰی اٰخرہ۔

اللہ تعالٰی نے زبورِ مقدس میں وحی بھیجی: اے داؤد! عنقریب تیرے بعد وہ سچا نبی آئے گا جس کا نام احمد ومحمد ہے، میں کبھی اس سے ناراض نہ ہوں گا اور نہ وہ کبھی میری نافرمانی کرے گا۔ اس کی اُمت اُمتِ مرحومہ ہے میں نے انھیں وہ نوافل عطا کئے جو پیغمبروں کو دئے، اور ان پر وہ احکام فرض ٹھیرائے جو انبیاء اور رسل پر فرض تھے، یہاں تک کہ وہ لوگ میرے پاس روزِ قیامت اس حال پر حاضر ہوں گے کہ اُن کا نور مثل نورِ انبیاء کے ہوگا۔ اے داؤد! میں نے محمد کو سب سے افضل کیا۔ اور اس کی امت کو تمام اُمتوں پر فضیلت بخشی۔ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم۔

وحی یازدہم[3]: ابونعیم وبیہقی حضرت کعب احبار سے راوی، ان کے سامنے ایک شخص نے خواب بیان کیا، گویا لوگ حساب کے لئے جمع کئے گئے اور حضرات انبیاء بلائے گئے، ہر نبی کے ساتھ اس کی اُمت آئی، ہر نبی کے لئے دو نور ہیں، اور اُن کے ہر پیرو کے لئے ایک نور جس کی روشنی میں چلتا ہے۔ پھر محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلائے گئے اُن کے سرِ انور وروئے منور کے ہر بال سے جُدا جدا نور کے

عہ یہاں صرف اسی قدر بیان میں آیا، ورنہ حضور کے سرِ انور سے پائے منور تک نور ہی نور ہوگا جیسا کہ تابش ۲، جلوہ ۲، ارشاد ۳۵ میں مذکور ہوگا ۱۲ منہ

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ذکر عروجہ الی السماء واجتماعہ الی الانبیاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۹۶

[2] دلائل النبوۃ باب صفۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ والانجیل الخ دار الکتب العلمیہ " ۱/ ۳۸۰

بکتے بلند ہیں جنھیں دیکھنے والا تمیز کرے، اور اُن کے ہر پیرو کے لئے انبیاء کی طرح دو نور ہیں جس کی روشنی میں راہ چلتا ہے۔ کعب نے خواب سُن کر فرمایا: باللہ الذی لا الٰہ الا ھو رأیت ھذا فی منامك تجھے قسم اللہ کی جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، تُو نے یہ واقعہ خواب میں دیکھا۔ کہا ہاں، والذی نفسی بیدہ انہا لصفۃ محمد و امتہ وصفۃ الانبیاء وامہما فی کتاب اللہ تعالٰی فکانما قرأتہ فی التورٰۃ۔[1] قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک بعینہٖ کتاب اللہ میں یُوں ہی صفت لکھی ہے محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور اُن کی امّت اور انبیائے سابقین اور ان کی امتوں کی، گویا تُو نے توریت میں پڑھ کر بیان کیا۔

وحی دوازدہم[12]: امام قسطلانی مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں رسالہ میلاد و امام علامہ ابن طغربک سے ناقل مروی ہوا، آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی: الٰہی! تُو نے میری کنیت ابو محمد کس لئے رکھی؟ حکم ہوا: اے آدم! اپنا سر اُٹھا۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سر اٹھایا سرا پردہ عرش میں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نور نظر آیا۔ عرض کی، الٰہی! یہ نور کیسا ہے؟ فرمایا:

ھذا نور نبی من ذریتك اسمہ فی السماء احمد و فی الارض محمد لولاہ ماخلقتك ولاخلقت سماء ولا ارضا۔[2]

یہ نور ایک نبی کا ہے تیری ذریت یعنی اولاد سے، اس کا نام آسمان میں احمد ہے اور زمین میں محمد، اگر وہ نہ ہوتا میں تجھے نہ بناتا، نہ آسمان و زمین کو پیدا کرتا۔

وحی سیزدہم[13]: وفیہ اعنی فی المواھب مروی ہوا، جب آدم[عہ] علیہ الصلوٰۃ والسلام جنّت سے باہر آئے، ساقِ عرش اور ہر مقامِ بہشت میں نام پاک محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نامِ الٰہی سے ملا ہوا

عہ اقول باللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) جنت سے باہر آنا، اور خوفِ الٰہی کے عظیم پہاڑوں کا دلِ مبارک پر دفعۃً ٹوٹ پڑنا، پھر اپنی لغزش کی یاد اور اس پر ندامت، اور اللہ جل جلالہٗ سے حیاء و خجلت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس وقت کی حالت احاطہ تقریر و تحریر میں نہیں آسکتی۔ ایسے حال میں اگر آدمی اگلی جانی پہچانی بات کبھی ذہول کرے تو اصلاً جائے تعجب نہیں فافہم، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب ذکرہ فی التوراۃ والانجیل الخ مرکز اہلسنت برکاتِ رضا گجرات الہند ۱/ ۱۲

[2] المواہب اللدنیۃ طینتہ صلی اللہ علیہ وسلم المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۷۰

لکھا دیکھا۔ عرض کی: الٰہی! یہ محمد کون ہے؟ فرمایا: ھذا ولدك الذی لولاہ ما خلقتك یہ تیرا بیٹا ہے، یہ اگر نہ ہوتا میں تجھے نہ بناتا۔ عرض کی: الٰہی! اس بیٹے کی حرمت سے اس باپ پر رحم فرما۔ ارشاد ہوا: اے آدم! اگر تو محمد کے وسیلہ سے تمام اہلِ آسمان و زمین کی شفاعت کرتا ہم قبول فرماتے۔[1]

وحی چہاردہم[14]**:** امام ابن سبع و علامہ عزفی سیدنا مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے ناقل:

ان اللہ تعالٰی قال لنبیہ من اجلك اسطح البطحاء وامو ج الموج وارفع السماء واجعل الثواب والعقاب۔ ذکرہ الزرقانی فی الشرح۔

یعنی اللہ تعالٰی نے اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرمایا: میں تیرے لئے بچھاتا ہوں زمین، اور موجزن کرتا ہوں دریا، اور بلند کرتا ہوں آسمان، اور مقرر کرتا ہوں جزا و سزا۔ (اس کو زرقانی نے شرح میں ذکر کیا ہے۔ت)[2]

ان سب روایات کا حاصل وہی ہے کہ تمام کائنات نے خلعتِ وجود حضور سید الکائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صدقہ میں پایا ؎

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے[3]

وحی پانزدہم[15]**:** فی فتاوی الامام سراج الدین البلقینی (امام سراج الدین بلقینی کے فتاوی میں ہے۔ت) اللہ تعالٰی نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرمایا:

قد مننت علیك بسبعة اشیاء اولها انی لم اخلق فی السمٰوٰت والارض اکرم علی منك۔[4]

میں نے تجھ پر سات احسان کئے، ان میں پہلا یہ ہے کہ آسمان و زمین میں کوئی تجھ سے زیادہ عزت والا نہ بنایا۔

وحی شانزدہم[16]**:** امام اجل فقیہ محدث عارف باللہ استاذ ابو القاسم قشیری اور مفسر

---

[1] المواہب اللدنیۃ استشفاع آدم بہ صلی اللہ علیہ وسلم المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۸۲

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ بحوالہ ابن سبع عن علی رضی اللہ عنہ المقصد الاول ۱/ ۴۴

[3] حدائق بخشش مکتبہ رضویہ کراچی ۱/ ۷۹

[4] المنح المکیۃ فی شرح الہمزیۃ بحوالہ السراج البلقینی فی فتاویہ شعر ۱ المجمع الثقافی ابوظبی ص ۱۲۱

ثعلبی پھر علامہ احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں حق عزجلالہ نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا:

الجنۃ حرام علی الانبیاء حتی تدخلہا وعلی الامم حتی تدخلہا امتك[1]

جنت انبیاء پر حرام ہے جب تک تم داخل نہ ہو اور امتوں پر حرام ہے جب تک تمہاری امت نہ جائے۔

وحی ہفدہم[17]: علامہ ابن ظفر کتاب خیر البشر بخیر البشر، پھر قسطلانی وشامی وحلبی ودلجی وغیرہم علماء اپنی تصانیفِ جلیلہ میں ناقل، رب العزت تبارک وتعالٰی کتاب شعیا علیہ الصلوٰۃ والسلام میں فرماتا ہے:

عبدی الذی سرت بہ نفسی انزل علیہ وحیی فیظھر فی الامم عدل ویوصیھم الوصایا ولا یضحك ولا یسمع صوتہ فی الاسواق یفتح العیون العور والاذان الصم ویحیی القلوب الغلف وما اعطیہ لا اعطی احدا مشفح یحمد اللہ حمدا جدیدا۔[2]

میرا بندہ جس سے میرا نفس شاد ہے اس پر اپنی وحی اتاروں گا، وہ تمام امتوں میں میرا عدل ظاہر کرے گا، اور انھیں نیک باتوں پر تاکیدیں فرمائے گا، بے جا نہ ہنسے گا، اور بازاروں میں اُس کی آواز نہ سُنی جائے گی، اندھی آنکھیں اور بہرے کان کھول دے گا، اور غافل دلوں کو زندہ کرے گا، میں جو اُسے عطا کروں گا وہ کسی کو نہ دُوں گا۔ مشفح اللہ کی نئی حمد کرے گا۔

مشفح ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام اور محمد سے ہموزن وہم معنٰی ہے یعنی بکثرت وبار بار سراہا گیا۔

وحی ہیجدہم: علامہ فاسی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں چند آیاتِ توریت نقل فرمائیں جن میں حق سبحانہ وتعالٰی ارشاد فرماتا ہے:

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس الاسراء والمعراج المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۹۳
تفسیر القشیری تحت الآیۃ ۵۳/ ۱۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۴۸
الکشف والبیان (تفسیر الثعلبی) " دار احیاء التراث العربی بیروت ۹/ ۱۳۹

[2] سبل الہدٰی والرشاد دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۵۱۴، المواہب اللدنیۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۵۴

یا موسٰی احمد فی اذا مننت علیك مع کلامی ایاك بالایمان باحمد و لو لم تقبل الایمان باحمد ما جاورتنی فی داری ولا تنعمت فی جنتی یا موسٰی من لم یؤمن باحمد من جمیع المرسلین ولم یصدقه و لم یشتق الیه کانت حسناته مردودۃ علیه و منعته حفظ الحکمۃ و لا ادخل فی قلبه نور الهدی وامحو اسمه من النبوۃ یا موسٰی من اٰمن باحمد وصدقه اولٰئك هم الفائزون ومن کفر باحمد وکذبه من جمیع خلقی اولٰئك هم الخسرون اولٰئك هم النادمون اولٰئك هم الغافلون[1]

اے موسٰی! میری حمد بجا لا جبکہ میں نے تجھ پر احسان کیا کہ اپنی ہمکلامی کے ساتھ تجھے احمد پر ایمان عطا فرمایا، اور اگر تُو احمد پر ایمان لا نہ مانتا میرے گھر میں مجھ سے قُرب نہ پاتا، نہ میری جنت میں چین کرتا۔ اے موسٰی! تمام مرسلین سے جو کوئی احمد پر ایمان نہ لائے اور اس کی تصدیق نہ کرے اور اس کا مشتاق نہ ہو اسکی نیکیاں مردود ہوں گی اور اسے حکمت کے حفظ سے روک دُوں گا اور اس کے دل میں ہدایت کا نور نہ ڈالوں گا اور اس کا نام دفترِ انبیاء سے مٹا دوں گا۔ اے موسٰی! جو احمد پر ایمان لائے اور اس کی تصدیق کی وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے، اور میری مخلوق میں جس نے احمد سے انکار اور اس کی تکذیب کی وہی ہیں زیاں کار، وہی ہیں پشیمان، وہی ہیں بے خبر۔

الحمدُ للہ یہ آیتیں خوب ظاہر فرماتی ہیں اس عہد وپیمان کو جو آیۂ کریمہ لتؤمنن به و لتنصرنه[2] میں مذکور ہوا۔

تذییل: بعض روایات میں ہے حق عزّ جلالہٗ اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم سے ارشاد فرماتا ہے:

یا محمد انت نور نوری و سر سری وکنوز هدایتی و خزائن معرفتی جعلت فداءك ملکی من العرش

اے محمد! تُو میرے نور کا نور ہے اور میرے راز کا راز، اور میری ہدایت کی کان۔ اور میری معرفت کے خزانے! میں نے اپنا ملک عرش سے لے کر

---

[1] مطالع المسرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۳۵۵

[2] القرآن الکریم ۳/ ۸۱

الیٰ ما تحت الارضین کلھم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاك یا محمد[1]

تحت الثریٰ تک سب تجھ پر قربان کر دیا۔ عالم میں جو کوئی ہے سب میری رضا چاہتے ہیں اور میں تیری رضا چاہتا ہوں یا محمد!۔

اللّٰھم رب محمد صل علیٰ محمد و اٰل محمد اسألك برضاك عن محمد و رضا محمد عنك ان ترضی عنا محمد او ترضی عنا بمحمد اٰمین الٰہ محمد وصل علیٰ محمد و اٰل محمد و بارك وسلم۔

اے اللہ، اے رب محمد، درود نازل فرما محمد مصطفےٰ اور ان کی آل پر۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں محمد مصطفےٰ پر تیرے راضی ہونے اور تجھ پر محمد مصطفےٰ کے راضی ہونے کے وسیلے سے کہ تو محمد مصطفےٰ کو ہم پر راضی کر دے اور محمد مصطفےٰ کے وسیلہ سے تو ہم پر راضی ہو جا۔ اے محمد مصطفےٰ کے معبود! ہماری دعا قبول فرما اور محمد مصطفےٰ اور آپ کی آل پر درود بھیج اور برکت و سلامتی نازل فرما۔ (ت)

تابشِ دوم ارشاداتِ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین

یہ تابشیں تین[3] جلووں سے شعشہ افگن:

جلوۂ اوّل نصوص جلیہ مسئلہ علیہ

ارشادِ اوّل[1]: احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا سید الناس یوم القیامة وھل تدرون مما ذٰلك یجمع اللہ الاولین والاٰخرین فی صعید واحد الحدیث

میں روزِ قیامت سب لوگوں کا سردار ہوں، کچھ جانتے ہو یہ کس وجہ سے ہے؟ اللہ تعالےٰ سب اگلے پچھلوں کو ایک ہموار میدان وسیع میں جمع کریگا۔ پھر حدیث طویل شفاعت

---

[1]

بطولہ[1] ارشاد فرمائی۔

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے حضور (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کے لئے ثرید و گوشت حاضر آیا، حضور نے دستِ گوسفند کو ایک بار دندانِ اقدس سے مشرف کیا اور فرمایا:

انا سید الناس یوم القیٰمۃ۔ میں قیامت کے دن سردارِ مردم ہوں۔

پھر دوبارہ اس گوشت سے قدرے تناول کیا اور فرمایا:

انا سید الناس یوم القیامۃ۔ میں قیامت کے دن سردارِ جہانیاں ہوں۔

جب حضور نے دیکھا مکرر فرمانے پر بھی صحابہ[ع] وجہ نہیں پوچھتے، فرمایا: الا تقولون کیفہ پوچھتے نہیں کہ یہ کیونکر ہے؟ صحابہ نے عرض کی: کیف ھو یارسول اللہ ہاں اللہ کے رسول! یہ کیونکر ہے؟ فرمایا: یقوم الناس لرب العٰلمین لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔ پھر حدیثِ شفاعت ذکر فرمائی[2]

ارشادِ دوم: مسلم، ابوداؤد انہی سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا سید ولد اٰدم یوم القیٰمۃ و میں روزِ قیامت تمام آدمیوں کا سردار، اور

ع صحابہ کو اجمالاً حضور کی سیادتِ مطلقہ معلوم تھی، معہذا جو کچھ فرمائیں عین ایمان ہے، چُون وچرا کی کیا مجال، لہٰذا وجہ نہ پوچھی، مگر نہ جانا کہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اس وقت تفصیلاً اپنی سیادتِ کُبریٰ کا بیان فرمانا چاہتے ہیں اور منتظر ہیں کہ بعد سوال ارشاد ہو تاکہ اوقع فی التفنن ہو۔ جب صحابہ مقصودِ والا کو نہ سمجھے تو حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے خود متنبہ فرماکر سوال کیا اور جواب ارشاد کیا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم ۱۲ منہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ بنی اسرائیل باب قول اللہ تعالیٰ ذریۃ من حملنا مع نوح الخ ۲/ ۶۸۴ و ۶۸۵
صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۱
سنن الترمذی کتاب صفۃ القیامۃ باب ماجاء فی الشفاعۃ حدیث ۲۴۴۲ دارالفکر بیروت ۴/ ۱۹۶
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۳۵

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۱

اول ینشق عنہ القبر و اول شافع و اول مشفع[1]

سب سے پہلے قبر سے باہر تشریف لانے والا، اور پہلا شفیع، اور پہلا وہ جس کی شفاعت قبول ہو۔

ارشادِ سوم[2]: احمد، ترمذی، ابن ماجہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا سید ولد اٰدم یوم القیٰمۃ و لا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر و ما من نبی یومئذ اٰدم فمن سواہ الا تحت لوائی[2]۔ الحدیث۔

میں روزِ قیامت تمام آدمیوں کا سردار ہوں، اور یہ کچھ فخر سے نہیں فرماتا۔ اور میرے ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا۔ اور یہ براہِ فخر نہیں کہتا۔ اس دن اور ان کے سوا جتنے ہیں سب میرے زیرِ لوا ہوں گے۔

ارشادِ چہارم[3]: دارمی، بیہقی، ابونعیم انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا سید الناس یوم القیٰمۃ و لا فخر و انا اول من یدخل الجنۃ و لا فخر[3]

میں قیامت میں سردارِ مردماں ہوں اور کچھ تفاخر نہیں، اور میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا اور کچھ افتخار نہیں۔

ارشادِ پنجم: حاکم و بیہقی کتاب الرؤیۃ میں عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا سید الناس یوم القیامۃ ولا فخر ما من احد الا وھو تحت

میں روزِ قیامت سب لوگوں کا سردار ہوں اور کچھ افتخار نہیں، ہر شخص قیامت میں میرے ہی

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب تفضیل نبینا صلی اللہ علیہ وسلم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۴۵
سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی التخییر بین الانبیاء علیہم السلام آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۸۶

[2] الترمذی ابواب التفسیر سورۃ بنی اسرائیل حدیث ۳۱۵۹ دار الفکر بیروت ۵/ ۹۹ و ۱۰۰
〃 ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۳۶۳۵ 〃 〃 ۵/ ۳۵۴
کنز العمال بحوالہ حم، ت، ہ عن ابی سعید حدیث ۳۱۸۸۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۰۴

[3] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء فی تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنجر تربہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۴۷۹
سنن الدارمی باب اعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ حدیث ۵۲ دار المحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۱/ ۳۱

لوائی یوم القیٰمۃ ینتظر الفرج وان معی لواء الحمد انا امشی و یمشی الناس معی حتی اٰتی باب الجنۃ فاستفتح فیقال من ھذا؟ فاقول محمد، فیقال مرحبا بمحمد، فاذا رأیت ربی خررت لہ ساجدا انظر الیہ[1]

نشان کے نیچے کشائش کا انتظار کرتا ہوگا، اور میرے ہی ساتھ لوائے حمد ہوگا، میں جاؤں گا اور لوگ میرے ساتھ چلیں گے یہاں تک کہ درِ جنت پر تشریف لے جاکر کھلواؤں گا۔ پُوچھا جائے گا، کون ہے؟ میں کہوں گا: محمد۔ کہا جائے گا: مرحبا محمد کو (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم)۔ پھر جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا اس کے حضور سجدے میں گر پڑوں گا اس کے وجہ کریم کی طرف نظر کرتا۔

ارشادِ ششم: ابو نعیم عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ارسلت الی الجن والانس والی کل احمر واسود واحلت لی الغنائم دون الانبیاء وجعلت لی الارض کلھا طھورا و مسجدا ونصرت بالرعب امامی شھرا فاعطیت خواتیم سورۃ البقرۃ وکانت من کنوز العرش وخصصت بھا دون الانبیاء فاعطیت المثانی مکان التوراۃ والمئین مکان الانجیل والحوامیم مکان الزبور وفضلت بالمفصل و انا سید ولد اٰدم فی الدنیا والاٰخرۃ ولا فخر و انا

میں جن و انس اور ہر سرخ و سیاہ کی طرف رسول بھیجا گیا، اور سب انبیاء سے الگ میرے ہی لئے غنیمتیں حلال کی گئیں، اور میرے لئے ساری زمین پاک کرنے والی اور مسجد ٹھہری، اور میرے آگے ایک مہینہ راہ تک رعب سے میری مدد کی گئی، اور مجھے سورۂ بقرۃ کی پچھلی کہ خزانہ ہائے عرش سے تھیں عطا ہوئی، یہ خاص میرا حصّہ تھا سب انبیاء سے جدا، اور مجھے توراۃ کے بدلے قرآن کی وہ سُورتیں ملیں جن میں سَو سَو سے کم آیتیں ہیں، اور انجیل کی جگہ سَو سَو آیت والیاں اور زبور کے عوض حٰمٓ کی سورتیں اور مجھے مفصل سے تفضیل دی گئی کہ سورۂ حجرات سے آخر قرآن تک ہے

---

[1] کنز العمال بحوالہ ک وابن عساکر عن عبادۃ بن الصامت حدیث ۳۲۰۳۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۳۴

اول تنشق الارض عنہ و عن امتی ولا فخر وبیدی لواء الحمد یوم القیامۃ وجمیع الانبیاء تحتہ ولا فخر والی مفاتیح الجنۃ یوم القیٰمۃ ولا فخر وبی تفتح الشفاعۃ ولا فخر وانا سابق الخلق الی الجنۃ یوم القیٰمۃ ولا فخر وانا امامھم وامتی بالاثر[1]

اور دُنیا و آخرت میں مَیں تمام بنی آدم کا سردار ہُوں، اور کچھ فخر نہیں۔ اور سب سے پہلے مَیں اور میری اُمّت قبور سے نکلے گی اور کچھ فخر نہیں، اور قیامت کے دن میرے ہی ہاتھ لوائے حمد ہوگا اور تمام انبیاء اس کے نیچے، اور کچھ فخر نہیں۔ اور میرے ہی اختیار میں جنّت کی کُنجیاں ہوں گی، اور کچھ فخر نہیں۔ اور مجھی سے شفاعت کی پہل ہوگی، اور کچھ فخر نہیں۔ اور میں تمام مخلوق سے پہلے روزِ قیامت جنت میں تشریف لے جاؤں گا، اور کچھ فخر نہیں۔ میں اُن سب کے آگے ہوں گا اور میری امت میرے پیچھے۔

اللّٰھم جعلنا منھم فیھم ومعھم بجاھہ عندك اٰمین!

اے اللہ! ہمیں کردے ان سے، ان میں اور ان کے ساتھ، اپنے محبوب کی وجاہت کے صدقے میں جو تیرے ہاں ہے۔ یاالٰہی! قبول فرما۔ (ت)

فقیر کہتا ہے مسلمان پر لازم ہے کہ اس نفیس حدیث شریف کو حفظ کرلے تاکہ اپنے آقائے نامدار کے فضائل وخصائص پر مطلع رہے۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ارشاد ہفتم: احمد، بزار، ابویعلٰی اور ابن حبان اپنی صحیح میں حضرت جناب افضل الاولیاء الاولین والآخرین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث شفاعت میں راوی، لوگ آدم و نوح وخلیل وکلیم علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس ہوتے ہوئے حضرت مسیح کے پاس حاضر ہونگے، حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے: لیس ذاکم عندی ولکن انطلقوا الٰی سیّد وُلد اٰدم تمہارا یہ کام مجھ سے نہ نکلے گا مگر تم اس کے پاس حاضر ہو جو تمام بنی آدم کا سردار ہے۔ لوگ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوں گے حضور والا جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اپنے رب کے پاس اذن لینے کے لئے بھیجیں گے۔ رب تبارک وتعالٰی اذن دے گا، حضور حاضر ہو کر ایک ہفتہ ساجد رہیں گے، رب عزّ مجدہ فرمائے گا: سر اٹھاؤ اور عرض کرو کہ مسموع ہوگی، اور شفاعت کرو

---

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الرابع عالم الکتب بیروت ۱/۱۳

کر قبول ہوگی۔ حضور اقدس (صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) سر اٹھائیں گے تو ربِ عظیم کا وجہِ کریم دیکھیں گے فوراً پھر سجدے میں گریں گے، ایک ہفتہ اور ساجد رہیں گے۔ رب جل وعلا پھر وہی کلماتِ لطف فرمائے گا۔ حضور (صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) سر مبارک اٹھائیں گے پھر سہ بارہ قصدِ سجدہ فرمائیں گے۔ جبریل امین حضور کے بازو تھام کر روک لیں گے اس وقت حضور (صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) اپنے رب کریم سبحانہٗ سے عرض کرینگے، یارب جعلتنی سید ولد اٰدم ولا فخر اے رب میرے! تُو نے مجھے سردار بنی آدم کیا اور کچھ فخر نہیں الٰی اٰخر الحدیث۔[1]

ارشادِ ہشتم: حاکم[عہ1] وبیہقی فضائل الصحابہ میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا سید العالمین[2] میں تمام عالم کا سردار ہوں۔

ارشادِ نہم: دارمی، ترمذی، ابونعیم بسند حسن[عہ2] عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما سے

عہ1 صححه الحاكم قاله ابن حجر المكی فی افضل القرٰی واقره علیه وفی الحدیث قصة، قلت واما انا فانما اوردته فی المتابعات ۱۲ منه۔

عہ1 اس کو امام حاکم نے صحیح قرار دیا۔ ابن حجر مکی نے افضل القرٰی میں یہی کہا اور اس کو برقرار رکھا، اور حدیث میں قصہ ہے، میں کہتا ہوں کہ میں نے تو اس کو متابعات میں وارد کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ2 تحسینه هو الذی حققه السراج البلقینی فی فتاوٰیه کما اثر عنه فی ام القرٰی وان خالف فیه ابوعیسٰی رحمه الله تعالٰی ۱۲ منه۔

عہ2 سراج بلقینی نے اپنے فتاوٰی میں اس کی حسن قرار دیتے ہوئے اس کی تحقیق فرمائی جیسا کہ افضل القرٰی میں اس سے منقول ہے اگرچہ ابوعیسٰے علیہ الرحمہ نے اس کی مخالفت کی ۱۲ منہ (ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۵
مسند ابی یعلٰی " " " " " مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۱/ ۵۹
موارد الظمآن حدیث ۲۵۸۹ المطبعۃ السلفیۃ ص ۶۴۲ و ۶۴۳
کنز العمال بحوالہ البزار حدیث ۳۹۷۵۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/ ۶۲۸ و ۶۲۹

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) بحوالہ البیہقی تحت الآیۃ ۲/ ۲۵۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۱۶۸

راوی، درِ اقدس پر کچھ صحابہ بیٹھے حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کے انتظار میں باتیں کررہے تھے حضور تشریف فرما ہوئے، انھیں اس ذکر میں پایا کہ ایک کہتا ہے اللہ تعالٰی نے ابراہیم کو خلیل بنایا۔ دوسرا بولا حضرت موسٰی سے بے واسطہ کلام فرمایا۔ تیسرے نے کہا: اور عیسٰی کلمۃ اللہ و روح اللہ ہیں۔ چوتھے نے کہا: آدم علیہ السلام صفی اللہ ہیں۔ جب وہ سب کہہ چکے حضور پُرنور صلوات اللہ سلامہ علیہ قریب آئے اور ارشاد فرمایا: میں نے تمھارا کلام اور تمھارا تعجب کرنا سُنا کہ ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور ہاں وہ ایسے ہی ہیں، اور موسٰی نجی اللہ ہیں اور بیشک وہ ایسے ہی ہیں، اور عیسٰی روح اللہ ہیں اور وہ واقعی ایسے ہی ہیں، اور آدم صفی اللہ ہیں اور حقیقت میں وہ ایسے ہی ہیں۔

الا وانا حبیب اللہ ولا فخر، وانا حامل لواء الحمد یوم القیمۃ تحتہ اٰدم فمن دونہ ولا فخر، وانا اول شافع واول مشفع یوم القیمۃ ولا فخر، وانا اول من یحرك حلق الجنۃ فیفتح اللہ لی فیدخلنیہا ومعی فقراء المؤمنین ولا فخر، وانا اکرم الاولین والاٰخرین علی اللہ ولا فخر[1]۔

سُن لو، اور میں اللہ تعالٰی کا پیارا ہوں، اور کچھ فخر مقصود نہیں، اور میں روزِ قیامت لواء الحمد اٹھاؤں گا جس کے نیچے آدم اور ان کے سوا سب ہوں گے، اور کچھ تفاخر نہیں۔ اور میں پہلا شافع اور مقبول الشفاعۃ ہوں اور کچھ افتخار نہیں۔ اور سب سے پہلے میں دروازہ جنت کی زنجیر ہلاؤں گا۔ اللہ تعالٰی میرے لئے دروازہ کھول کر مجھے اندر داخل کرے گا اور میرے ساتھ فقرائے مومنین ہوں گے، اور یہ ناز کی راہ سے نہیں کہتا۔ اور میں سب اگلے پچھلوں سے اللہ تعالٰی کے حضور زیادہ عزت والا ہوں، اور یہ بڑائی کے طور پر نہیں فرماتا۔

ارشادِ دہم: دارمی اور ترمذی بافادہ تحسین اور ابویعلٰی وبیہقی وابونعیم انس رضی اللہ

عہ ھو عند الترمذی مختصرًا ۱۲ منہ۔ وُہ ترمذی کے نزدیک مختصر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] سُنن الترمذی ابواب المناقب باب ما جاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۳۶۳۶ دارالفکر بیروت ۵/ ۳۵۴ و ۳۵۵
سُنن الدارمی باب ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفضل دارالمحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۱/ ۳۰

تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اول الناس خروجا اذا بعثوا، وانا قائدھم اذا وفدوا، وانا خطیبھم اذا انصتوا، وانا مستشفعھم اذا حبسوا، وانا مبشرھم اذا یئسوا الکرامۃ، والمفاتیح یومئذ بیدی، ولواء الحمد یومئذ بیدی انا اکرم ولد اٰدم علٰی ربی یطوف علی الف خادم کانھم بیض مکنون ولؤلؤ منثور[1]

میں سب سے پہلے باہر تشریف لاؤں گا جب لوگ قبروں سے اٹھیں گے۔ اور میں سب کا پیشوا ہوں گا جب اللہ تعالٰی کے حضور چلیں گے۔ اور میں اُن کا خطیب ہوں گا جب وہ دم بخود رہ جائیں گے۔ اور میں اُن کا شفیع ہونگا جب عرصۂ محشر میں روکے جائیں گے۔ اور میں انھیں بشارت دُوں گا جب وہ نا امید ہوجائینگے۔ عزت اور خزائنِ رحمت کی کنجیاں اُس دن میرے ہاتھ ہوں گی۔ اور لواء الحمد اُس دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔ میں تمام آدمیوں سے زیادہ اپنے رب کے نزدیک اعزاز رکھتا ہوں۔ میرے گرد وپیش ہزار[ع] خادم دوڑتے ہوں گے، گویا وہ انڈے ہیں حفاظت سے رکھے ہوئے یا موتی ہیں بکھرے ہوئے۔

ع ظاہر حدیث یہ ہے کہ یہ خدام حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے گرد وپیش عرصاتِ محشر میں ہوں گے، اور وہاں دوسروں کے لئے خدام ہونا معلوم نہیں۔

فلاحاجۃ الٰی ما قال الزرقانی ان ھذہ الالف من جملۃ ما اعد

چنانچہ اس کی کوئی ضرورت نہیں، جو زرقانی نے کہا کہ یہ ہزار ان میں سے ہوں گے جو آپ کیلئے

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ما جاء فی تحدث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۴۸۴
دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الرابع عالم الکتب بیروت الجزء الاول ۱/ ۱۳
سنن الدارمی باب ما اعطی النبی صلے اللہ علیہ وسلم من الفضل دار المحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۱/ ۳۰
سنن الترمذی ابواب المناقب حدیث ۳۶۳۰ دار الفکر بیروت ۵/ ۳۵۲

ارشادِ یازدہم: بخاری تاریخ میں، اور دارمی بسندِ ثقات، اور طبرانی اوسط میں، اور بیہقی و ابونعیم جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا قائد المرسلین ولا فخر، وانا خاتم النبیین ولا فخر[1]

میں پیشوائے مرسلین ہوں، اور کچھ تفاخر نہیں۔ اور میں خاتم النبیین ہوں اور کچھ افتخار نہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

له فقد روی ابن ابی الدنیا عن انس رفعه ان اسفل اھل الجنة اجمعین درجة من یقوم علی رأسه عشرة الاف خادم وعنده ایضا عن ابی ھریرة ایضا قال ان ادنی اھل الجنة منزلة ولیس فیھم دنی من یغدو ویروح علیه خمسة عشر الف خادما لیس منھم خادم الا معه طرفة لیست مع صاحبه اھ[2] فان ھذا فی الجنة والذی له صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فیھا لا یعلم الا ربه تبارك وتعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منه۔

تیار کئے گئے۔ ابن ابی الدنیا نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ تمام اہلِ جنت سے نیچے درجے والے کے لئے دس ہزار خادم ہوں گے اور ان کے نزدیک ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ تمام اہلِ جنت سے ادنٰی منزل والے کے لئے کہ ان میں کوئی گھٹیا نہیں، صبح وشام پندرہ ہزار خادم ہوں گے، ان میں سے ہر خادم میں کوئی نئی خوبی ہوگی جو دوسرے میں نہیں ہوگی اھ کیونکہ یہ خُدّام جنت میں ہوں گے اور جنت میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے کتنے خادم ہوں گے سوائے آپ کے کوئی نہیں جانتا۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

---

[1] سنن الدارمی ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفضل دار المحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۱/ ۳۱
دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء فی تحدث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۴۸۰
التاریخ الکبیر حدیث ۲۸۳۷ دار الباز للنشر والتوزیع مکۃ المکرمۃ ۴/ ۳۸۶
[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر دار المعرفۃ بیروت ۸/ ۴۰۰

ارشادِ دوازدہم [۱۲]: ترمذی بافادۂ تحسین حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللّٰہ تعالٰی خلق الخلق فجعلنی فی خیرھم، ثم جعلھم فرقتین فجعلنی فی خیرھم فرقۃ، ثم جعلھم قبائل فجعلنی فی خیرھم قبیلۃ، ثم جعلھم بیوتا فجعلنی فی خیرھم بیوتا، فانا خیرھم نفسا وخیرھم بیتا۔[۱]

اللہ تعالٰی نے مخلوق پیدا کی تو مجھے بہترین مخلوقات میں رکھا۔ پھر ان کے دو گروہ کئے تو مجھے بہتر گروہ میں رکھا۔ پھر ان کے خاندان بنائے تو مجھے بہتر خاندان میں رکھا۔ پس میں تمام مخلوقِ الٰہی سے خود بھی بہتر اور میرا خاندان بھی سب خاندانوں سے افضل۔

ارشادِ سیزدہم [۱۳]: طبرانی معجم اور بیہقی دلائل اور امام علامہ قاضی عیاض بسندِ خود شفا شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللّٰہ قسم الخلق قسمین فجعلنی من خیرھم قسما فذٰلک قولہ تعالٰی اصحاب الیمین واصحاب الشمال فانا من اصحاب الیمین وانا خیر اصحاب الیمین، ثم جعل القسمین اثلاثا فجعلنی فی خیرھا ثلثا وذٰلک قولہ تعالٰی اصحاب المیمنۃ واصحاب المشئمۃ والسابقون فانا من السابقین وانا خیر السابقین، ثم جعل الاثلاث قبائل فجعلنی من خیرھا قبیلۃ وذٰلک قولہ تعالٰی وجعلنٰکم شعوبا وقبائل فانا اتقٰی ولد اٰدم واکرمھم

اللہ تعالٰی نے خلق کی دو قسمیں کیں تو مجھے بہتر قسم میں رکھا۔ اور یہ وہ بات ہے جو خدا تعالٰی نے فرمائی۔ دہنے ہاتھ والے اور بائیں ہاتھ والے تو میں دہنے ہاتھ والوں سے ہوں، اور میں سب دہنے ہاتھ والوں سے بہتر ہوں۔ اور یہ خدائے تعالٰی کا وہ ارشاد ہے کہ دہنے ہاتھ والے اور بائیں ہاتھ والے۔ اور سابقین، تو میں سابقین میں ہوں، اور میں سب سابقین سے بہتر ہوں۔ پھر ان حصوں کے قبیلے بنائے تو مجھے بہتر قبیلے میں رکھا۔ اور یہ خدائے تعالٰی کا وہ فرمان ہے کہ ہم نے کیا تمہیں شاخیں اور قبیلے۔ (یعنی الی قولہ تعالٰی "ان اکرمکم

---

[۱] سنن الترمذی کتاب الدعوات حدیث ۳۵۴۳ دارالفکر بیروت ۵/۳۱۴

علی اللہ ولا فخر، ثم جعل القبائل بیوتا فجعلنی من خیرھا بیتا و ذٰلک قولہ تعالٰی انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا۔[2]

عند اللہ اتقٰکم بیشک تم سب میں زیادہ عزت والا خدا کے یہاں وُہ ہے جو تم سب میں زیادہ پرہیزگار ہے) تو میں سب آدمیوں سے زیادہ پرہیزگار ہوں اور سب سے زیادہ اللہ کے یہاں عزّت والا، اور کچھ فخر مراد نہیں۔ پھر ان قبیلوں کے خاندان کئے تو مجھے بہتر خاندان میں رکھا۔ اور یہ اللہ تعالٰی کا وُہ کلام ہے کہ خدائے تعالٰی یہی چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دُور کرے اے نبی کے گھر والو! اور تمھیں خوب پاک کر دے ستھرا کرکے۔

ارشادِ چہاردہم ۱۴: ابن عساکر و بزار بسندِ صحیح ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

خیار ولد اٰدم خمسۃ نوحٌ و ابراھیمُ و موسٰی وعیسٰی و محمدٌ وخیرھم محمدٌ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[3]

بہترین اولادِ آدم پانچ ہیں، نوح و ابراہیم و موسٰی و عیسٰی و محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور ان سب بہتروں میں بہتر محمد ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

تنبیہ: ان کے سوا اور **نصوصِ واضحہ** ان شاء اللہ تعالٰی جلوۂ سوم و تابشِ چہارم میں آئیں گے وباللہ التوفیق۔

جلوۂ دوم جلائل متعلّقہ بآخرت

تابشِ اوّل و جلوۂ اوّل میں بھی بہت حدیثیں اس مطلب کی گزریں اُن سے غفلت نہ چاہیے

---

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ذکر شرف اصل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۷۰ و ۱۷۱
المعجم الکبیر حدیث ۱۲۶۰۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۲/۱۰۴
الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الثالث الفصل الاول المکتبۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/۱۳۰ و ۱۳۱

[2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن ابی ہریرۃ حدیث ۳۱۹۰۵ و ۳۲۲۸۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۰۷ و ۴۸۳

واللہ الہادی۔

ارشاد پانزدہم[15]: صحیح بخاری و صحیح مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، حضور سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

نحن الاٰخرون السابقون یوم القیامۃ (زاد مسلم) ونحن اول من یدخل الجنۃ۔[2]

ہم (زمانے میں) پچھلے، اور قیامت کے دن (ہر فضل میں) اگلے ہیں۔ (مسلم میں یہ زیادہ ہے) اور ہم سب سے پہلے داخلِ جنت ہوں گے۔

ارشاد شانزدہم[16]: اسی میں حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، حضور سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امم سابقہ کی نسبت فرماتے ہیں:

ھم تبع لنا یوم القیامۃ نحن الاٰخرون من اھل الدنیا والاولون یوم القیٰمۃ المقضی لھم قبل الخلائق۔[3]

وہ قیامت میں ہمارے توابع ہوں گے، ہم دنیا میں پیچھے آئے اور قیامت میں پیشی رکھیں گے تمام جہان سے پہلے ہمارے ہی لئے اللہ تعالٰی حکم فرمائے گا۔

ارشاد ہفدہم[17]: دارمی عمرو بن قیس ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی ادرک بی الاجل المرحوم واختصرلی اختصارا فنحن الاٰخرون ونحن السابقون یوم القیامۃ وانی قائل قولا غیر فخر ابراھیم خلیل اللہ وموسٰی صفی اللہ

یعنی جب رحمتِ خاص کا زمانہ آیا اللہ تعالٰی نے مجھے پیدا فرمایا اور میرے لئے کمال اختصار کیا۔ ہم ظہور میں پچھلے اور روزِ قیامت رُتبے میں اگلے ہیں۔ اور میں ایک بات فرماتا ہوں جس میں فخر و ناز کو دخل نہیں۔ ابراہیم اللہ کے خلیل اور موسٰی اللہ کے

ع قال الزرقانی فی کل شیئ ۱۲ منہ — زرقانی نے کہا کہ ہر شے میں۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجمعۃ باب ھل علی من لایشھد الجمعۃ غسل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۳

[2] صحیح مسلم 〃 کتاب الجمعۃ 〃 〃 〃 ۱/ ۲۸۲

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

وانا حبیب اللہ ومعی لواء الحمد یوم القیامۃ[1] الحدیث
صفی اور میں اللہ کا حبیب ہوں، اور میرے ساتھ روزِ قیامت لواء الحمد ہوگا۔

قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اختصرلی اختصارا (نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشادِ مذکور "اختصرلی اختصارا" کے بارے میں علماء فرماتے ہیں۔ ت) : یعنی[2] مجھے اختصارِ کلام بخشا کہ تھوڑے لفظ ہوں اور معنی کثیر ۔۔۔ یا[2] میرے لئے زمانہ مختصر کیا کہ میری امت کو قبروں میں کم دن رہنا پڑے۔

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) یا[3] یہ کہ میرے لئے امت کی عمریں کم کیں کہ مکارہ دنیا سے جلد خلاص پائیں گناہ کم ہوں، نعمتِ باقی تک جلد پہنچیں ۔۔۔ یا[4] یہ کہ میری اُمت کے لئے طولِ حساب کو اتنا مختصر فرما دیا کہ اے اُمّتِ محمد! میں نے تمھیں اپنے حقوق معاف کئے۔ آپس میں ایک دوسرے کے حق معاف کرو اور جنّت کو چلے جاؤ ۔۔۔ یا[5] یہ کہ میرے غلاموں کے لئے پُل صراط کی راہ کہ پندرہ ہزار برس کی ہے اتنی مختصر کر دے گا کہ چشم زدن میں گزر جائیں گے یا جیسے بجلی کوندگئی۔ کما فی الصحیحین[2] عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ (جیسا کہ صحیحین میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ ت) ۔۔۔ یا[6] یہ کہ قیامت کا دن کہ پچاس ہزار برس کا ہے میرے غلاموں کے لئے اس سے کم دیر میں گزر جائے گا جتنی دیر میں دو رکعت فرض پڑھتے ہیں۔ کما فی حدیث احمد[3] وابی یعلٰی وابن جریر وابن حبان وابن عدی والبغوی والبیہقی عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (جیسا کہ امام احمد، ابویعلٰی، ابن جریر، ابن حبان، ابن عدی، بغوی اور بیہقی کی حدیث میں ہے۔ ت) ۔۔۔ یا[7] یہ کہ علوم ومعارف جو ہزار سال کی محنت وریاضت میں نہ حاصل ہوسکیں میری چند روزہ خدمت گاری میں میرے اصحاب پر منکشف فرما دئے ۔۔۔ یا[8] یہ کہ زمین سے عرش تک لاکھوں برس کی راہ میرے لئے ایسی مختصر کر دی کہ آنا اور جانا اور تمام مقامات کو تفصیلاً ملاحظہ فرمانا سب تین ساعت میں ہو لیا ۔۔۔ یا[9] یہ کہ مجھ پر کتاب اتاری جس کے معدود ورقوں میں تمام اشیاء گزشتہ وآئندہ کا روشن مفصل بیان جس کی ہر آیت کے

---

[1] سنن الدارمی باب ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفضل دارالمحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۱/۳۲
[2] المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴/۶۶۶ و ۶۶۷
[3] الدر المنثور بحوالہ احمد وابی یعلٰی وابن جریر وابن حبان والبیہقی تحت الآیۃ ۷۰/۴ بیروت ۸/۲۶۰

نیچے ساٹھ ساٹھ ہزار علم جس کی ایک آیت کی تفسیر سے ستر ستر اونٹ بھر جائیں۔ اس سے زیادہ اور کیا اختصار متصور ـــ [۱]یا یہ کہ شرق تا غرب اتنی وسیع دنیا کو میرے سامنے ایسا مختصر فرمادیا کہ میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں کانما انظر الٰی کفی ھٰذہٖ جیسا میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں، کما فی حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عند الطبرانی وغیرہ (جیسا کہ طبرانی وغیرہ کے نزدیک ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں ہے۔ت) ـــ [۱۲]یا یہ کہ میری اُمت کے تھوڑے عمل پر اجر زیادہ دیا، کما فی حدیث الاجراء فی الصحیحین قال ذٰلک فضلی اوتیہ من اشاء (جیسا کہ صحیحین میں اجیروں کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا یہ میرا فضل ہے جسے چاہوں عطا کرتا ہوں۔ت) ـــ [۱۳]یا اگلی اُمتوں پر جو اعمالِ شاقہ طویلہ تھے اُن سے اٹھا لئے، پچاس نمازوں کی پانچ رہیں اور حساب کرم

عہ ھذا اید ور علی الالسن وقع فی التفسیر فمنھم من ینسبہ لبنی اسرائیل کالبیضاوی ومنھم من یعینہ الیھود کاٰخرین لکن رد علیھم الامام العلامۃ الجلال السیوطی قائلا" انہ لم یفرض علٰی بنی اسرائیل خمسون صلٰوۃ قط بل ولا خمس صلوات ولم تجتمع الخمس الا لھٰذہ الامۃ وانما فرض علٰی بنی اسرائیل صلاتان فقط کما فی الحدیث اھ۔ وقام شیخ الاسلام

یہ لوگوں کی زبانوں پر دائر ہے، اور تفسیر میں واقع ہے، بعض نے اس کو بنی اسرائیل کی طرف منسوب کیا ہے جیسے بیضاوی۔ اور بعض نے یہود کو معین کیا ہے جیسے متاخرین۔ لیکن ان سب کا رد امام سیوطی نے یہ کہہ کر کیا کہ بنی اسرائیل پر کبھی پچاس نمازیں فرض نہیں ہوئیں اور نہ ہی اس امت کے علاوہ کسی پر پانچ نمازیں مجتمع ہوئیں۔ بنی اسرائیل پر تو فقط دو نمازیں فرض ہوتی تھیں جیسا کہ حدیث میں ہے اھ شیخ الاسلام ان پر غالب آنے کیلئے اٹھ کھڑے

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[۱] کنز العمال حدیث ۳۱۸۱۰ و ۳۱۹۸۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۳۷۸ و ۴۲۰

[۲] صحیح البخاری کتاب الاجارۃ باب الاجارۃ الی نصف النہار قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۰

" " باب الاجارۃ الی صلوٰۃ العصر " " " "

[۳]

میں پوری پچاس۔ زکوٰۃ میں چہارم مال کا چالیسواں حصّہ رہا اور کتاب فضل میں وہی رُبع کا رُبع، و علیٰ ھذا القیاس، والحمد للہ رب العٰلمین۔ یہ بھی حضور کے اختصارِ کلام سے ہے کہ ایک لفظ کے اتنے کثیر معنی، صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

ارشادِ بیجدہم: امام احمد وابن ماجہ[عہ] وابوداؤد وطیالسی وابویعلیٰ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، حضور سیدالمرسلین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انه لم یکن نبی الاله دعوة قد تخیرها فی الدنیا وانی قد اختبأت دعوتی شفاعة لامتی وانا سید ولد ادم یوم القیامة ولافخر، وانا اول من تنشق عنه الارض ولافخر، وبیدی لواء الحمد ولافخر، ادم فمن دونه تحت لوائی ولافخر

یعنی ہر نبی کے واسطے ایک دُعا تھی کہ وہ دنیا میں کرچکا اور میں نے اپنی دُعا روزِ قیامت کیلئے چُھپا رکھی ہے، وہ شفاعت ہے میری امت کے لئے۔ اور میں قیامت میں اولادِ آدم کا سردار ہوں، اور کچھ فخر مقصود نہیں۔ اور اوّل میں مرقدِ اطہر سے اُٹھوں گا، اور کچھ فخر منظور نہیں۔ اور میرے ہی ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا، اور کچھ افتخار نہیں۔ آدم اور ان کے بعد جتنے ہیں سب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ینتصرلھم بما ردہ علیه الشمس الزرقانی وقد اخرج النسائی عن یزید ابن مالك عن انس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی حدیث المعراج قول موسٰی علیه الصلٰوۃ والسلام انه تعالٰی فرض علی بنی اسرائیل صلاتین فما قاموا بھما[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منه۔

ہُوئے اس کے سبب جوان پر شمس الزرقانی نے رَد کیا ہے، اور تحقیق نسائی نے یزید بن ابی مالک سے انھوں نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے حدیثِ معراج میں موسٰی علیہ السلام کا یہ قول روایت کیا کہ اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض کی تھیں تو وُہ ان دو پر قائم نہ رہے، اور اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ ھو عند ابن ماجة مختصرًا ۱۲ منه۔

وہ ابن ماجہ کے نزدیک مختصر ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] سنن النسائی کتاب الصلٰوۃ فرض الصلٰوۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۷۸

(ثم ساق حدیث الشفاعۃ الٰی ان قال) فاذا اراد اللہ ان یصدع بین خلقہ نادٰی منادٍ این احمد وامتہ فنحن الاٰخرون الاولون نحن اٰخر الامم واول من یحاسب فتفرج لنا الامم عن طریقنا فنمضی غرًّا محجّلین من اثر الطھور فیقول الامم کادت ھٰذہ الامۃ ان تکون انبیاء کلھا الحدیث۔[1]

میرے زیرِ نشان ہوں گے، اور کچھ تفاخر نہیں۔ جب اللہ تعالٰی خلق میں فیصلہ کرنا چاہے گا ایک منادی پکارے گا: کہاں ہیں احمد اور ان کی اُمت؟ تو ہمیں آخر ہیں اور ہمیں اول ہیں ہم سب اُمتوں سے زمانے میں پیچھے اور حساب میں پہلے۔ تمام اُمتیں ہمارے لئے راستہ دیں گی۔ ہم چلیں گے اثرِ وضو سے رخشندہ رُخ وتابندہ اعضاء، سب امتیں کہیں گی: قریب تھا کہ یہ اُمت تو ساری کی ساری انبیاء ہوجائے الحدیث۔

ع جمال پرتوش درمن اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم[2]

(اس کے پرتو نے مجھ میں اثر کیا ہے ورنہ میں تو وہی خاک ہوں جو کہ ہوں۔ت)

ارشاد نوزدہم[19]: مالک، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا الحاشر الذی یحشر الناس علٰی قدمی۔[3]

میں ہی حاشر ہوں کہ تمام لوگ میرے قدموں پر اٹھائے جائیں گے۔

یعنی روزِ محشر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آگے ہوں گے اور تمام اولین وآخرین حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۸۱ و ۲۸۲
مسند ابی یعلٰی " " " " " " حدیث ۲۳۲۴ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۳/ ۵تا۶
[2] گلستانِ سعدی دیباچہ کتاب مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور ص ۳
[3] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الصف قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۲۶
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی اسمائہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۶۱
سنن الترمذی ابواب الادب باب جاء فی اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۲۸۴۹ دارالفکر بیروت ۴/ ۳۸۲ و ۳۸۳

ارشادِ بستم[۲۰]: ابن زنجویہ فضائل الاعمال میں کثیر بن مرہ حضرمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی،

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تبعث ناقۃ ثمود لصالح فیرکبہا من عند قبرہ حتی توافی بہ المحشر قال معاذ اذن ترکب العضباء یارسول اللہ! قال لا ترکبہا ابنتی وانا علی البراق اختصصت بہ من دون الانبیاء یومئذ ویبعث بلال علی ناقۃ من نوق الجنۃ ینادی علی ظہرھا بالاذان فاذا سمعت الانبیاء وامہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ قالوا ونحن نشھد علٰی ذٰلک[۱]

یعنی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے ناقہ ثمود اٹھایا جائے گا وہ اپنی قبر سے اس پر سوار ہوکر میدانِ حشر میں آئیں گے (فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی لہ عشّاق کی عادت ہے کہ جب کسی جمیل باعزت کی کوئی خوبی سنتے ہیں فوراً ان کی نظر اپنے محبوب کی طرف جاتی ہے کہ اس کے مقابل اُس کے لئے کیا ہے) اسی بنا پر معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی نے عرض کی، اور یارسول اللہ! حضور اپنے ناقہ مقدسہ عضباء پر سوار ہوں گے۔ فرمایا: نہ، اس پر تو میری صاجزادی سوار ہوگی اور میں براق پر تشریف رکھوں گا کہ اُس روز سب انبیاء سے الگ خاص مجھی کو عطا ہوگا، اور ایک جنتی اُونٹنی پر بلال (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا حشر ہوگا کہ عرصاتِ محشر میں اس کی پشت پر اذان دے گا۔ جب انبیاء اور اُن کی اُمتیں اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ سنیں گے سب بول اٹھیں گے کہ ہم بھی اس پر گواہی دیتے ہیں۔

سُبحان اللہ! جب تمام مخلوقِ الٰہی اوّلین وآخرین یک جا ہوں گے اُس وقت بھی ہمارے آقائے نامدار والا سرکار کے نامِ پاک کی دُہائی پھرے گی۔ الحمدُ للہ! اُس دن کُھل جائے گا کہ ہمارے حضور نبی الانبیاء ہیں۔ المنۃ للہ تعالٰی، اس دن موافق ومخالف پر روشن ہوجائے گا کہ مالکِ یوم الدین ایک اللہ ہے اور اس کی نیابت سے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ارشادِ بست ویکم[۲۱]: ترمذی بافادہ تحسین وتصحیح ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[۱] تہذیب تاریخ دمشق الکبیر بحوالہ ابن زنجویہ ترجمہ بلال بن رباح دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۱۲

انا اوّل من تنشق عنہ الارض فاکسی حلّۃ من حلل الجنۃ اقوم عن یمین العرش لیس احد من الخلائق یقوم ذٰلک المقام غیری[1]

میں سب سے پہلے زمین سے باہر تشریف لے جاؤں گا، پھر مجھے جنّت کے جوڑوں سے ایک جوڑا پہنایا جائے گا، میں عرش کی داہنی طرف ایسی جگہ کھڑا ہوں گا جہاں تمام مخلوقِ الٰہی میں کسی کو بار نہ ہوگا۔

ارشاد بست و دوم[۲۲]: احمد، دارمی، ابونعیم واللفظ لہٗ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اوّل من یکسی ابراھیم ثم یقعد مستقبل العرش ثم اوتی بکسوتی فالبسھا فاقوم عن یمینہ مقامًا لا یقوم احد غیری یغبطنی فیہ الاولون والاٰخرون[2]

سب سے پہلے ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو جوڑا پہنایا جائے گا، وہ عرش کے نیچے بیٹھ جائیں گے۔ پھر میری پوشاک حاضر کی جائے گی۔ میں پہن کر عرش کی داہنی طرف ایسی جگہ کھڑا ہوں گا جہاں میرے سوا دوسرے کو بار نہ ہوگا، اگلے پچھلے مجھ پر رشک لے جائیں گے۔

ارشاد بست و سوم[۲۳]: بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اُکسٰی حُلّۃ من الجنۃ لا یقوم لھا البشر[3]

مجھے وہ بہشتی لباس پہنایا جائے گا کہ تمام بشر جس کی قدر و عظمت کے لائق نہ ہوں گے۔

ارشاد بست و چہارم[۲۴]: طبری تفسیر میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے موقوفًا واللفظ لہٗ اور مثل احمد کعب بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعًا راوی:

یرقی ھو صلی اللہ تعالٰی علیہ

حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور حضور

---

[1] سنن الترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۳۶۳۱ دار الفکر بیروت ۵/ ۳۵۲

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۹۸ و ۳۹۹

الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی نعیم باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲/ ۲۱۶

[3] الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی العرش والکرسی المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ۲/ ۱۳۸

وسلم وامتہٗ علی کوم فوق الناس [1] کی امت روزِ قیامت بلندی پر تشریف رکھیں گے سب سے اُونچے۔

ارشاد بست و پنجم ۲۵: ابن جریر و ابن مردویہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، [عہ]

عہ تنبیہ: اصل الحدیث عند مسلم فی باب اثبات الشفاعۃ من کتاب الایمان موقوفا علی جابر لکنہ وقع فیہ من الناسخین خبط و غلط فی جمیع الاصول حتی خرج اللفظ عن حد المعقول ولفظہ ھکذا قال نحن نجیئ یوم القیٰمۃ عن کذا کذا انظر ای ذٰلک فوق الناس [2] الحدیث، و انما صوابہ کما افاد الامام القاضی عیاض اتبعتہ جماعۃ من العلماء واقرہ النووی فی المنہاج نجیئ یوم القیٰمۃ علی کوم [3]، والراوی اظلم علیہ ھذا الحرف فعبر عنہ بکذا وکذا و فسرہ بقولہ ای فوق الناس وکتب علیہ انظر تنبیہا فجمیع النقلۃ

تنبیہ: اصل حدیث امام مسلم علیہ الرحمہ کے نزدیک سیدنا حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ پر موقوف ہے جیسا کہ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات الشفاعۃ میں ہے۔ لیکن اس میں کاتبوں سے بے احتیاطی واقع ہوئی، یہاں تک کہ لفظ حدیث حدِ معقول سے خارج ہوگئے، اس کے لفظ یُوں ہیں کہ ہم قیامت کے دن ایسے ایسے آئیں گے یعنی تمام لوگوں سے بلندی پر ہوں گے الحدیث۔ درست حدیث یُوں ہے جیسا کہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے افادہ فرمایا اور علماء کی ایک جماعت نے ان کی پیروی کی اور منہاج میں امام نووی نے اس کو برقرار رکھا کہ "ہم قیامت کے دن بلندیوں پر تشریف فرما ہوں گے۔" راوی پر یہ حرف "کوم" مخفی ہوگیا تو اُس نے اس کو کذا وکذا کے ساتھ تعبیر کردیا پھر اپنے قول "فوق الناس" کے ساتھ اس کی تفسیر کردی اور

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] جامع البیان (تفسیر الطبری) تحت الآیۃ ۱۷/۷۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/۱۶۹
[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰۶
[3] شرح صحیح مسلم مع مسلم " " " " " " " " " " "

حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

انا وامتی یوم القیامۃ علی کوم مشرفین علی الخلائق ما من الناس احد الا ود انہ منا[1] الحدیث۔

میں اور میری اُمت روزِ قیامت بلندیوں پر ہونگے سب سے اونچے، کوئی ایسا نہ ہوگا جو تمنا نہ کرے کہ کاش وہ ہم میں سے ہوتا۔

ارشاد بست و ششم ۲۶: صحیح مسلم شریف میں ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ تعالٰی نے مجھے تین سوال دیئے، میں نے دوبار عرض کی: اللّٰھم اغفر لامتی، اللّٰھم اغفر لامتی الٰہی! میری اُمت بخش دے، الٰہی! میری اُمت بخش دے۔ وَاَخَّرْتُ الثالثۃ لیوم یرغب الیّ فیہ الخلق کلھم حتی ابراھیم[2] اور تیسرا اس دن کے لئے اٹھا رکھا جس میں تمام خلق میری طرف نیازمند ہوگی یہاں تک کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اتفقوا ونسقوہ علی انہ من متن الحدیث ثم استوضح ذلک القاضی لحدیث ابن عمر وحدیث کعب المذکورین۔ قلت والعجب انہ ذھل عن حدیث جابر نفسہ وقد کان ایضا عند الطبری کما رأیت ۱۲ منہ۔

بطور تنبیہ اس پر "انظر" لکھ دیا پھر تمام ناقلین اس پر مجتمع ہوگئے اور انھوں نے اس کو اس طور پر بیان کیا کہ گویا یہ متنِ حدیث سے ہے۔ پھر قاضی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ابن عمر اور ابن کعب کی حدیث سے اس میں کمی کرنا چاہی۔ میں کہتا ہوں حیرت ہے قاضی علیہ الرحمۃ خود حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اپنی حدیث کو بھول گئے حالانکہ طبری کے نزدیک وہ بھی ہے جیسا کہ میں نے دیکھا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] جامع البیان (تفسیر الطبری) تحت الآیۃ ۲/۱۴۳ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۳
الدر المنثور بحوالہ ابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ " " " " " " ۱/ ۳۱۸

[2] صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن باب بیان ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷۳

فائدہ: حدیث ان لکل نبی دعوۃ الحدیث[1] کہ مسند احمد وصحیحین میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، امام حکیم ترمذی نے بھی روایت کی اور اس کے اخیر میں یہ زیادت فرمائی:

وان ابراھیم لیرغب فی دعائی ذلک الیوم[2] ۔

یعنی حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی میری دُعا کے خواہشمند ہوں گے۔

احادیث الشفاعۃ

شفاعت کی حدیثیں خود متواتر ہیں۔ اور یہ بھی ہر مسلمان صحیح الایمان کو معلوم کہ یہ قبائے کرامت اُس مبارک قامت شایانِ امامت سزاوارِ زعامت کے سوا کسی قدِ بالا پر راست نہ آئی، نہ کسی نے بارگاہِ الٰہی میں اُن کے سوا یہ وجاہتِ عظمٰی ومحبوبیتِ کبرٰی و اذنِ سفارش و اختیارِ گذارش کی دولت پائی۔ تو وہ سب حدیثیں تفضیل جمیل محبوب جلیل صلوات اللہ وسلامہ علیہ پر دلیل۔ مگر میں صرف وہ چند احادیث نقل کرتا ہوں جن میں تصریحاً سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا عجز اور حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قدرت بیان فرمائی:

ع: شیخ محقق مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی شرح مشکوٰۃ میں زیرِ حدیث اوّلین شفاعت فرماتے ہیں:

صواب است کہ ہمہ انبیاء ومرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین از در آمدن دریں مقام و

درست بات یہ ہے کہ تمام نبی اور رسول صلوات اللہ علیہم اجمعین اس مقام پر

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الدعوات باب لکل نبی دعوۃ مستجابۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۳۲
صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ " " " ۱/ ۱۱۳
مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۹۲

[2] نوادر الاصول الاصل الثالث والسبعون ص۱۱۱ و الاصل الثانی عشر والمائۃ ص۱۴۸

ارشاد بست و ہفتم ۲۷: حدیث موقف منفصل مطول احمد[1] و بخاری و مسلم و ترمذی نے ابوہریرہ[1] رضی اللہ تعالٰی عنہ اور بخاری و مسلم و ابن ماجہ نے انس[2] اور ترمذی و ابن خزیمہ نے ابوسعید خدری[3] اور احمد و بزار و ابن حبان و ابویعلٰی نے صدیق اکبر[4] (رضی اللہ تعالٰی عنہ) اور احمد[5] و

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اقدام بریں کار عاجز و قاصر اند بجز سید المرسلین و امام النبیین کہ بنہایت قرب و عزت و مکانت مخصوص است و محمود و محبوب حضرتِ اوست۔

جلوہ افروز ہو کر اقدامِ شفاعت سے عاجز و قاصر ہیں سوائے رسولوں کے سردار اور نبیوں کے امام کے جو کہ انتہائی قرب، عزت اور رفعتِ مکانی کے ساتھ مختص ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں محبوب ومحمود ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] صحیح البخاری عن ابی ہریرۃ کتاب التفسیر سورہ بنی اسرائیل باب قولہ تعالٰی ذریۃ من حملنا ۲/ ۶۸۴ و ۶۸۵
صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۱
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۳۵ و ۴۳۶
سنن الترمذی کتاب صفۃ القیامۃ باب ماجاء فی الشفاعۃ حدیث ۲۴۴۲ دارالفکر بیروت ۴/ ۱۹۶ و ۱۹۷
المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۴۴۶ تا ۴۴۸

[2] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالٰی لما خلقت بیدی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۰۱ و ۱۱۰۲
صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ " " " ۱/ ۱۰۸ تا ۱۱۰
سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب ذکر الشفاعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۹

[3] سنن الترمذی ابواب التفسیر سورۃ بنی اسرائیل حدیث ۳۱۵۹ دارالفکر بیروت ۵/ ۹۹ و ۱۰۰
" ابواب المناقب باب ماجاء فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم " ۳۶۳۵ " " " ۵/ ۱۵۴
الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمقام المحمود مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/ ۲۱۸ تا ۲۲۴

[4] مسند احمد بن حنبل عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۵
موارد الظمآن باب ماجاء فی البعث والشفاعۃ حدیث ۲۵۸۹ المطبعۃ السلفیۃ ص ۶۴۲ و ۶۴۳
مسند ابی یعلٰی عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۱/ ۵۹
کنز العمال بحوالہ البزار حدیث ۳۹۷۵۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/ ۶۲۸ و ۶۲۹

[5] اشعۃ اللمعات کتاب الفتن باب الحوض والشفاعۃ الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۳۰۶

ابویعلٰی[1] نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مرفوعًا الٰی سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور عبداللہ بن مبارک وابن ابی شیبہ وابن ابی عاصم وطبرانی نے بسند صحیح سلمان[2] فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موقوفًا روایت کی۔ ان سب[عہ۱] کے الفاظ جدا جدا نقل کرنے میں طول کثیر ہے۔ لہذا میں ان کے متفرق لفظوں کو ایک منتظم سلسلہ میں یکجا کرکے اس جانفزا قصّہ کی تلخیص کرتا ہوں، وباللہ التوفیق۔

ارشاد ہوتا ہے روزِ قیامت[عہ۲] ا اللہ تعالٰی اولین وآخرین کو ایک میدانِ وسیع وہموار میں جمع کرے گا کہ سب دیکھنے والے کے پیش نظر ہوں اور پکارنے والے کی آواز سنیں۔ ہ دن طویل ہوگا۔ و اور آفتاب کو اس روز دس برس کی گرمی دیں گے۔ پھر لوگوں کے سروں سے نزدیک کرینگے یہاں تک کہ بقدر دو کمانوں کے فرق رہ جائے گا، پسینے آنے شروع ہوں گے۔ قدِ آدم پسینہ تو زمین میں جذب ہوجائے گا پھر اوپر چڑھنا شروع ہوگا یہاں تک کہ آدمی غوطے کھانے لگیں گے۔ اور

عہ۱ ہرچند یہ چھ صحابہ سے چھ حدیثیں ہیں مگر صرف دو ہی شمار میں آئیں کہ حدیث ابوہریرہ اُسی کا تتمہ ہے جو ارشادِ اوّل میں گزری، اور حدیثِ ابوسعید اگرچہ ترمذی نے اسی قدر مختصرًا روایت کی جتنی ارشاد سوم میں گزری، مگر تفسیر میں بعین سند مطولاً لائے جس کی وجہ سے یہ حدیث اس کا تتمہ ہے، اور حدیث صدیق اکبر بعینہٖ حدیث ارشاد ھفتم ہے، اور حدیث ابن عباس حدیث ارشاد ھیجدھم۔ لہذا ان چار کا مکرر شمار نہ ہوا۔ اور صرف حدیثِ انس وحدیثِ سلمان تعداد میں آئیں، رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

عہ۲ یہ حروف بحساب ابجد الف سے واو تک انھیں چھ حدیثوں کی طرف اشارہ ہیں کہ میں نے حدیث اول کو کہ میرے مطلب میں زیادہ مفصل ہے، اصل کیا، اور باقی پانچ میں جو زیادتیاں ہیں باشارہ حروف انھیں متمیز کردیا ۱۲ منہ۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۸۱ و ۲۸۲
مسند ابی یعلٰی " " " حدیث ۲۳۲۴ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۳/ ۵ تا ۷

[2] المعجم الکبیر عن سلمان رضی اللہ عنہ حدیث ۶۱۱۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۶/ ۲۴۸
السنۃ لابن ابی عاصم حدیث ۸۳۴ دار ابن حزم بیروت ص ۱۹۰ تا ۱۹۲
المصنف لابن ابی شیبۃ حدیث ۳۱۶۶۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۳۱۲

غڑاپ غڑاپ کرینگے جیسے کوئی ڈبکیاں لیتا ہے۔ ا قرب آفتاب سے غم و کرب اُس درجہ کو پہنچے گا کہ طاقت طاق ہوگی تاب تحمل باقی نہ رہے گی۔ ج رہ رہ کرتیں گھبراہٹیں لوگوں کو اٹھیں گی۔ ا آپس میں کہیں گے دیکھتے نہیں تم کس آفت میں ہو، کس حال کو پہنچے، کوئی ایسا کیوں نہیں ڈھونڈتے جو رب کے پاس شفاعت کرے۔ ب کہ ہمیں اس مکان سے نجات دے۔ ا پھر خود ہی تجویز کریں گے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے باپ ہیں، اُن کے پاس چلا چاہیے، پس آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جائینگے۔ د اور پسینے کی وہی حالت ہے کہ منہ میں لگام کی طرح ہوا چاہتا ہے۔ ا عرض کریں گے و اے باپ ہمارے ا اے آدم! آپ ابوالبشر ہیں، اللہ تعالٰی نے آپ کو دستِ قدرت سے بنایا اور اپنی رُوح آپ میں ڈالی اور اپنے ملائکہ سے آپ کو سجدہ کرایا اور اپنی جنت میں آپ کو رکھا ب اور سب چیزوں کے نام سکھائے د اور آپ کو اپنا صفی کیا۔ ا آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیوں نہیں کرتے ب کہ ہمیں اس مکان سے نجات دے ا آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس آفت میں ہیں اور کس حال کو پہنچے۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے ب لست ھناکم ۵ انه لم یھمنی الیوم الا ا ان ربی قد غضب الیوم غضبا لم یغضب قبله مثله ولن یغضب بعدہ مثله نفسی نفسی اذھبوا الی غیری میں اس قابل نہیں مجھے آج اپنی جان کے سوا کسی کی فکر نہیں، آج میرے رب نے وہ غضب فرمایا ہے کہ نہ ایسا پہلے کبھی کیا نہ آئندہ کبھی کرے، مجھے اپنی جان کی فکر ہے، مجھے اپنی جان کا غم ہے، مجھے اپنی جان کا خوف ہے، تم اور کسی کے پاس جاؤ۔ و عرض کرینگے پھر آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں۔ فرمائیں گے د اپنے پدر ثانی ا نوح کے پاس جاؤ ب کہ وُہ پہلے نبی ہیں جنھیں اللہ تعالٰی نے زمین پر بھیجا و وہ خدا کے شاکر بندے ہیں۔ ا لوگ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے اے نوح و اے نبی اللہ ا آپ اہلِ زمین کی طرف پہلے رسول ہیں اللہ نے عبد شکور آپ کا نام رکھا د اور آپ کو برگزیدہ کیا اور آپ کی دُعا قبول فرمائی کہ زمین پر کسی کافر کا نشان نہ رکھا۔ ا آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حال کو پہنچے، آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیوں نہیں کرتے ۵ کہ ہمارا فیصلہ کردے۔ ا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے ب لست ھناکم د لیس ذاکم عندی ۵ انه لا یھمنی الیوم الا نفسی ا ان ربی غضب الیوم غضبا لم یغضب قبله مثله ولن یغضب بعدہ مثله نفسی نفسی اذھبوا الی غیری میں اس قابل نہیں یہ کام مجھ سے نہ نکلے گا، آج مجھے اپنی جان کے سوا کسی کی فکر نہیں۔ میرے رب نے آج وُہ غضب

فرمایا جو نہ اس سے پہلے کیا اور نہ اس کے بعد کرے، مجھے اپنی جان کی فکر ہے مجھے اپنی جان کا کھٹکا ہے، مجھے اپنی جان کا ڈر ہے، تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ و عرض کرینگے پھر آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں۔ فرمائیں گے ب خلیل الرحمٰن ل ابراہیم کے پاس جاؤ د کہ اللہ نے انھیں اپنا دوست کیا ہے۔ ل لوگ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہوں گے عرض کرینگے و اے خلیل الرحمٰن، اے ابراہیم! آپ اللہ کے نبی اور اہل زمین میں اس کے خلیل ہیں آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے ک کہ ہمارا فیصلہ کر دے۔ ل آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس مصیبت میں گرفتار ہیں۔ آپ دیکھتے نہیں ہم کس حال کو پہنچے۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے ب لست هناکم د لیس ذاکم عندی ک لایهمنی الیوم الا نفسی ل ان ربی قد غضب الیوم غضبًا لم یغضب قبله مثله ولن یغضب بعده مثله نفسی نفسی اذهبوا الی غیری میں اس قابل نہیں، یہ کام میرے کرنے کا نہیں، آج مجھے اپنی جان کا تردد ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ و عرض کرینگے پھر آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں۔ فرمائینگے ل تم موسٰی کے پاس جاؤ ب وہ بندہ جسے خدا نے توریت دی اور اس سے کلام فرمایا، اور اپنا راز دار بنا کر قرب بخشا ک اور اپنی رسالت دے کر برگزیدہ کیا۔ ل لوگ موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کرینگے اے موسٰی! آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ تعالٰی نے آپ کو اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے لوگوں پر فضیلت بخشی، اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے، آپ دیکھتے نہیں ہم کس حال کو پہنچے، آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس صدمہ میں ہیں۔ موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں گے ب لست هناکم د لیس ذاکم عندی ک انه لایهمنی الیوم الا نفسی ل ان ربی قد غضب الیوم غضبًا لم یغضب قبله مثله ولن یغضب بعده مثله نفسی نفسی اذهبوا الی غیری میں اس لائق نہیں یہ کام مجھ سے نہ ہوگا، مجھے آج اپنے سوا دوسرے کی فکر نہیں، میرے رب نے آج وہ غضب فرمایا ہے کہ ایسا نہ کبھی کیا تھا اور نہ کبھی کرے، مجھے اپنی جان کی فکر ہے، مجھے اپنی جان کا خیال ہے، مجھے اپنا جان کا خطرہ ہے، تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ و عرض کریں گے پھر آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں۔ فرمائیں گے ل تم عیسٰی کے پاس جاؤ وہ اللہ کے بندے ہیں اور اس کے رسول اور اس کے کلمہ اور اس کی روح د کہ مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتے اور مُردے جلاتے تھے۔ ل لوگ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کرینگے اے عیسٰی! آپ اللہ کے رسول

ارشاد فرمائی۔ یہ نصف حدیث کا خلاصہ ہے۔ مسلمان اسی قدر کو بنگاہِ ایمان دیکھے۔ اور **اوّلاً** حق جل وعلا کی یہ حکمتِ جلیلہ خیال کرے کہ کیونکر اہلِ محشر کے دلوں میں ترتیب وار انبیائے عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں جانا الہام فرمائے گا۔ اور دفعۃً بارگاہِ اقدس سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر نہ لائے گا کہ حضور تو یقیناً شفیع مشفع ہیں۔ ابتداءً یہیں آتے تو شفاعت پاتے۔ مگر اولین وآخرین وموافقین ومخالفین خلق اللہ اجمعین پر کیونکر کھُلتا کہ یہ منصب افخم اسی سیّد اکرم مولائے اعظم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا حصہ خاصہ ہے جس کا دامنِ رفیع جلیل ومنیع تمام انبیاء ومرسلین کے دستِ ہمت سے بلند وبالا ہے۔ پھر خیال کیجئے کہ دنیا میں لاکھوں کروڑوں کان اِس حدیث سے آشنا اور بے شمار بندے اِس حال کے شناسا عرصاتِ محشر میں صحابہ وتابعین وائمۂ محدثین واولیائے کاملین وعلمائے عاملین سبھی موجود ہوں گے۔ پھر کیونکر یہ جانی پہچانی بات دلوں سے ایسی بُھلادی جائے گی کہ اتنی کثیر جماعتوں میں ان طویل مدتوں تک کسی کو اصلاً یاد نہ آئے گی۔ پھر نوبت بنوبت حضراتِ انبیاء سے جواب سنتے جائیں گے۔ جب بھی مطلق دھیان نہ آئے گا کہ یہ وہی واقعہ ہے جو سچّے مخبر نے پہلے ہی بتایا ہے۔ پھر حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کو دیکھئے۔ وہ بھی یکے بعد دیگرے انبیائے مابعد کے پاس بھیجتے جائیں گے۔ یہ کوئی نہ فرمائے گا کہ کیوں بیکار ہلاک ہوتے ہو۔ تمھارا مطلوب اس پیارے محبوب صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے پاس ہے۔ یہ سارے سامان اُسی اظہارِ عظمت واشتہار وجاہتِ محبوب باشوکت کی خاطر ہیں، لیقضی اللہ امرًا کان مفعولا، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (تاکہ اللہ پُورا کرے جو کام ہونا ہے اور درود وسلام نازل فرمائے اپنے محبوب پر۔ ت)۔

ثانیًا سوال شفاعت پر حضرات انبیاء کے جواب اور ہمارے حضور کا مبارک ارشاد ملا، دیکھئے یہیں مقامِ محمود کا مزہ آتا۔ اور ابھی کا شمس کھُلا جاتا ہے کہ سب نجوم رسالت ومصابیح نبوت میں افضل واعلٰی واجل واعظم واولٰے وبلند وبالا وہی عرب کا سورج حرم کا چاند ہے جس کے نور کے حضور ہر روشنی ماند ہے صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبارك وشرف ومجد وکرم (اللہ تعالٰے آپ پر درود وسلام وبرکت وکرم وشرف وبزرگی نازل فرمائے۔ ت) اور انبیائے خمسہ کی وجہِ تخصیص ظاہر کہ حضرتِ آدم اوّلِ انبیاء وپدرِ انبیاء ہیں، اور مرسلین اربعہ اولوالعزم مرسل اور سب انبیائے سابقین سے اعلٰی وافضل، تو ان پر تفضیل والحمد للہ الملک الجلیل۔

ارشاد بست و ہشتم[۲۸]: احمد و ترمذی بافادۂ تحسین و تصحیح اور ابن ماجہ و حاکم و ابن ابی شیبہ بسندِ صحیح ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا کان یوم القیٰمۃ کنت امام النبیین وخطیبھم وصاحب شفاعتھم غیر فخر[۱]۔

جب قیامت کا دن ہوگا میں تمام انبیاء کا امام اور اُن کا خطیب اور اُن کا شفاعت والا ہوں گا اور کچھ فخر نہیں (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم)۔

ارشاد بست و نہم[۲۹]: امام احمد بسندِ صحیح انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انی لقائم انتظر امتی تعبر الصراط اذا جاء عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام فقال ھٰذہ الانبیاء قد جاءت لك یا محمد یسألون او قال یجتمعون الیك یدعوا اللہ ان یفرق بین جمیع الامم الی حیث یشاء اللہ لغم ماھم فیہ فالخلق ملجمون فی العرق فاما المؤمن فھو علیہ کالزکمۃ و اما الکافر فیتغشاہ الموت قال قال یا عیسٰی انتظر حتّٰی

میں کھڑا ہُوا اپنی امت کا انتظار کرتا ہوں گا کہ صراط پر گزر جائے، اتنے میں عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام آکر عرض کریں گے کہ اے محمد! یہ انبیاء آپ حضور کے پاس التماس لے کر آئے ہیں کہ حضور اللہ تعالٰی سے عرض کردیں وُہ امتوں کی اِس جماعت کو جہاں چاہے تفریق کردے کہ لوگ بڑی سختی میں ہیں، پسینہ لگام کی مانند ہوگیا ہے (حدیث میں فرمایا) مسلمان پر تو مثلِ زکام کے ہوگا، اور کافروں کو اس سے موت گھیر لے گی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی

---

[۱] مسندِ احمد بن حنبل عن ابی بن کعب المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۳۷
سنن الترمذی ابواب المناقب باب ما جاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۳۶۳۳ ۵/ ۳۵۳
سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب ذکر الشفاعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۳۰
المستدرک للحاکم کتاب الایمان دار الفکر بیروت ۱/ ۷۱
المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب الفضائل حدیث ۳۱۶۳۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۳۰۷

ارجع الیك قال فذھب نبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقام تحت العرش فلقی مالم یلق ملك مصطفٰی ولانبی مرسل[1] الحدیث۔

علیہ وسلم فرمائیں گے : اے عیسٰی ! آپ انتظار کریں یہاں تک کہ میں واپس آؤں۔ پھر حضور زیرِ عرش جاکر کھڑے ہوں گے وہاں وہ پائیں گے جو نہ کسی مقرب فرشتہ کو ملا نہ کسی نبی مرسل نے پایا الحدیث۔

ارشاد سیم[30] : مسند احمد و صحیح مسلم میں اُنھیں سے مروی، حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اٰتی باب الجنۃ یوم القیامۃ فاستفتح فیقول الخازن من انت ؟ فاقول محمد، فیقول بك امرت ان لا افتح لاحد من قبلك[2]۔

میں روزِ قیامت درِ جنت پر تشریف لاکر کھلواؤں گا، داروغہ عرض کرے گا : کون ہے ؟ میں فرماؤں گا : محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔ عرض کرے گا : مجھے حضور ہی کے واسطے حکم تھا کہ حضور سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں۔

طبرانی کی روایت میں ہے داروغہ قیام کرکے عرض کرے گا :

لا افتح لاحد قبلك ولا اقوم لاحد بعدك[3]۔

نہ میں حضور سے پہلے کسی کے لئے کھولوں، نہ حضور کے بعد کسی کے لئے قیام کروں۔

اور یہ دوسری خصوصیت ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے لئے۔

ارشادسی ویکم[31] : ابونعیم ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

انا اوّل من یدخل الجنۃ

میں سب سے پہلے جنت میں رونق افروز

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۷۸
الترغیب والترھیب بحوالہ احمد فصل فی الشفاعۃ وغیرہا مصطفٰی البابی مصر ۴/ ۴۳۶

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۲
مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۳۶

[3] انسان العیون المعروف بالسیرۃ حلبیۃ باب حین المبعث الخ المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱/ ۲۳۱

ولا فخر۔[1] ہوں گا، اور کچھ فخر نہیں۔

ارشاد سی و دوم[32]: صحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اکثر الانبیاء تبعًا و انا اول من یقرع باب الجنۃ۔[2]

روزِ قیامت میں سب انبیاء سے کثرتِ امت میں زائد ہوں گا، اور سب سے پہلے میں ہی جنّت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔

مسلم کی دوسری روایت یوں ہے:

انا اول الناس یشفع فی الجنۃ و انا اکثر الانبیاء تبعا۔[3]

میں جنت میں سب سے پہلا شفیع ہوں، اور میرے پیرو سب انبیاء کی اُمتوں سے افزوں۔

ابن النجار نے ان لفظوں سے روایت کی:

انا اول من یدق باب الجنۃ فلم تسمع الاٰذان احسن من طنین الحلق علٰی تلك المصاریع۔[4]

میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کوٹوں گا زنجیروں کی جھنکار جو اُن کواڑوں پر ہوگی اس سے بہتر آواز کسی کان نے نہ سُنی۔

ارشاد سی و سوم[33]: صحیح ابن حبان میں اُنھیں سے مروی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان لکل نبی یوم القیامۃ منبرًا من نور وانی لعلی اطولھا وانورھا فیجیئ منادینادی این النبی الامی؟ قال فیقول الانبیاء کلنا

قیامت میں ہر نبی کے لئے ایک منبر نور کا ہوگا، اور میں سب سے زیادہ بلند و نورانی منبر پر ہوں گا، منادی آکر ندا کرے گا کہاں ہیں نبی اُمی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ انبیاء کہیں گے ہم

---

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الرابع عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص ۱۳
[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۲
[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃
[4] کنز العمال بحوالہ ابن النجار عن انس حدیث ۳۱۸۸۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۰۴

نبی امی فالیٰ اینا الرسل فیرجع الثانیۃ فیقول این النبی الامی العربی قال فینزل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی یأتی باب الجنۃ فیقرعہ (و ساق الحدیث الیٰ ان قال) فیفتح لہ فیدخل فیتجلی لہ الرب تبارک و تعالیٰ ولا یتجلی لشیئ قبلہ فیخر لہ ساجدا[1] الحدیث۔

سب نبی اُمّی ہیں کسے یاد فرمایا ہے، منادی واپس جائے گا، دوبارہ آکریوں ندا کرے گا: کہاں ہیں نبی اُمّی عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے منبر اطہر سے اُتر کر جنّت کو تشریف لے جائیں گے، دروازہ کھلوا کر اندر جائیں گے، رب عزّ جلالہٗ ان کے لئے تجلی فرمائے گا اور ان سے پہلے کسی پر تجلی نہ کرے گا۔ حضور اپنے رب کے لئے سجدہ میں گرینگے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم۔

ارشاد سی و چہارم ۳۴: صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یضرب الصراط بین ظھرانی جھنم فاکون اول من یجوز من الرسل بامتہ[2]

جب پشتِ جہنّم پر صراط رکھیں گے میں سب رسولوں سے پہلے اپنی امت کو لے کر گزر فرماؤں گا۔

ارشاد سی و پنجم ۳۵: صحیح مسلم میں حضرت حذیفہ وحضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تصانیف طبرانی و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ میں عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یقوم المؤمنون حتی تزلف لھم الجنۃ فیأتون اٰدم فیقولون یا ابانا استفتح لنا

یعنی جب مسلمانوں کا حساب کتاب اور اُن کا فیصلہ ہوچکے گا، جنت اُن سے نزدیک کی جائیگی۔ مسلمان آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس

---

[1] موارد الظمآن باب جامع فی البعث والشفاعۃ حدیث ۲۵۹۱ المطبعۃ السلفیہ ص ۶۴۳ و ۶۴۴
الترغیب والترھیب بحوالہ صحیح ابن حبان فصل فی الشفاعۃ وغیرہا مصطفی البابی مصر ۴/ ۴۴۰

[2] صحیح البخاری کتاب الاذان باب فضل السجود قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۱
صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات رؤیۃ المؤمنین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۰

الجنۃ فیقول وھل اخرجکم من الجنۃ الا خطیئۃ ابیکم لست بصاحب ذٰلک ولکن اذھبوا الٰی ابنی ابراھیم خلیل اللہ قال فیقول ابراھیم لست بصاحب ذٰلک انما کنت خلیلا من وراء وراء اعمدوا الٰی موسٰی الذی کلمہ اللہ تکلیما قال فیأتون موسٰی فیقول لست بصاحب ذٰلک اذھبوا الٰی عیسٰی کلمۃ اللہ وروحہ فیقول عیسٰی لست بصاحب ذٰلک فیأتون محمدا فیقوم فیؤذن لہ الحدیث، ھذا حدیث مسلم[1]، وعند الباقین اذا جمع اللہ الاولین و الاٰخرین وقضٰی بینھم و فرغ من القضاء یقول المؤمنون قد قضٰی بیننا ربنا وفرغ من القضاء یقول المؤمنون فمن یشفع لنا الٰی ربنا فیقولون اٰدم خلقہ اللہ بیدہ وکلمہ فیأتونہ فیقولون قد قضٰی ربنا وفرغ من القضاء قم انت فاشفع لنا الٰی ربنا اٰتوا نوحا (وساق الحدیث الٰی ان قال) فیأ عیسٰی فیقول ادلکم علی العربی الامی فیأتونی فیأذن اللہ لی ان اقوم الیہ فیثور

حاضر ہوں گے کہ ہمارا حساب ہوچکا آپ حق سبحانہٗ سے عرض کرکے ہمارے لئے جنت کا دروازہ کھلوادیجئے۔ آدم علیہ السلام عذر کرینگے اور فرمائیں گے میں اس کام کا نہیں تم نوح کے پاس جاؤ۔ وہ بھی انکار کرکے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس بھیجیں گے۔ وہ فرمائیں گے میں اس کام کا نہیں تم موسٰی کلیم اللہ کے پاس جاؤ۔ وہ فرمائیں گے میں اس کام کا نہیں مگر تم عیسٰی روح اللہ وکلمۃ اللہ کے پاس جاؤ۔ وہ فرمائیں گے میں اس کام کا نہیں مگر تمھیں عرب والے نبی اُمّی کی طرف راہ بتاتا ہوں۔ لوگ میری خدمت میں حاضر آئیں گے، اللہ تعالٰی مجھے اذن دے گا، میرے کھڑے ہوتے ہی وہ خوشبو مہکے گی جو آج تک کسی دماغ نے نہ سونگھی ہوگی، یہاں تک کہ میں اپنے رب کے پاس حاضر ہوں گا، وہ میری شفاعت قبول فرمائے گا اور میرے سر کے بالوں سے پاؤں کے ناخن تک نور کردے گا۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۲

مجلسی من اطیب ریحہا شمتہا
احد قط حتی اتی ربی یشفعنی
و یجعل لی نورا من شعر راسی
الیٰ ظفر قدمی[1]

ارشاد سی وششم[36]: طبرانی معجم اوسط میں بسندِ حسن اور دارقطنی و ابن النجار امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الجنۃ حرمت علی الانبیاء حتی ادخلہا وحرمت علی الامم حتی تدخلہا امتی[2]

جنت پیغمبروں پر حرام ہے جب تک میں اس میں داخل نہ ہوں، اور اُمتوں پر حرام ہے جب تک میری اُمت داخل ہو۔

اسی طرح طبرانی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی۔

ارشاد سی وہفتم[37]: اسحٰق بن راہویہ اپنی مسند اور ابن ابی شیبہ مصنف میں امام مکحول تابعی سے راوی، امیر المومنین عمر کا ایک یہودی پر کچھ آتا تھا اس سے فرمایا: قسم اس کی جس نے محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمام بشر پر فضیلت بخشی، میں تجھے نہ چھوڑوں گا۔ یہودی نے قسم کھا کر حضور کی افضلیتِ مطلقہ کا انکار کیا۔ امیر المومنین نے اس کے طپانچہ مارا۔ یہودی بارگاہِ رسالت میں نالشی آیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین کو تو حکم دیا تم نے اس کو تھپڑ مارا ہے راضی کرلو، اور یہودی کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا:

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمقام المحمود مرکز اہلسنت گجرات الہند ۲/ ۲۲۲
الدر المنثور بحوالہ الطبرانی و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ تحت الآیۃ ۱۷/ ۷۹ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۷
کنز العمال " " " " " " حدیث ۲۹۹۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۲۶ و ۲۷

[2] المعجم الاوسط حدیث ۹۴۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۱/ ۵۱۲ و ۵۱۳

بل یا یهودی اٰدم صفی اللّٰہ ابراھیم خلیل اللّٰہ و موسٰی نجی اللّٰہ وعیسٰی روح اللّٰہ وانا حبیب اللّٰہ بل یا یھودی تسمی اللّٰہ باسمین سمی بھما امتی ھو السلام وسمی بھا امتی المسلمین وھو المؤمن وسمی بھا امتی المؤمنین بل یا یھودی ان الجنۃ محرمۃ علی الانبیاء حتی ادخلھا وھی محرمۃ علی الامم حتی تدخلھا امتی[1]

بلکہ او یہودی! آدم صفی اللہ اور ابراہیم خلیل اللہ اور موسٰی نجی اللہ اور عیسٰی روح اللہ ہیں، اور میں حبیب اللہ ہوں۔ بلکہ او یہودی! اللہ تعالٰی نے اپنے دو ناموں پر میری امت کے نام رکھے، اللہ تعالٰی سلام ہے اور میری اُمت کا نام مسلمین رکھا، اللہ تعالٰی مؤمن ہے اور میری امت کا نام مؤمنین رکھا۔ بلکہ او یہودی! بہشت سب نبیوں پر حرام ہے یہاں تک کہ میں تشریف لے جاؤں۔ اور سب امتوں پر حرام ہے یہاں تک کہ میری امت داخل ہو۔

ارشاد سی و ہشتم ۳۸: احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سلوا اللّٰہ تعالٰی لی الوسیلۃ فانھا منزلۃ فی الجنۃ لاتبغی الا لعبد من عباد اللّٰہ وارجوان اکون انا ھو، فمن سأل لی الوسیلۃ حلت علیہ الشفاعۃ[2]

اللہ تعالٰی سے میرے لئے وسیلہ مانگو، وہ جنت کی ایک منزل ہے کہ ایک بندے کے سوا کسی کے شایانِ شان نہیں، میں اُمید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں، تو جو میرے لئے وسیلہ مانگے گا اس پر میری شفاعت اُترے گی۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیثِ مختصر میں ہے۔ صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! وسیلہ

---

[1] المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب الفضائل حدیث ۳۱۷۹۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۳۲۱ و ۳۲۲

[2] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب استحباب القول مثل قول المؤذن الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۶
سنن الترمذی ابواب المناقب حدیث ۳۶۳۴ دارالفکر بیروت ۵/ ۳۵۳ و ۳۵۴
سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب مایقول اذا سمع المؤذن آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۷۷
سنن النسائی کتاب الاذان باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۱۱۰
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو بن عاص المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۶۸

کیا ہے؟ فرمایا:

اعلٰی درجۃ فی الجنۃ لاینالھا الا واحد ارجوان اکون ھو[1] | بلند ترین درجات جنت ہے جسے نہ پائے گا مگر ایک مرد۔ امید کرتا ہوں کہ وہ مرد میں ہوں۔

علماء فرماتے ہیں خدا و رسول جس بات کو بکلمۂ امید و ترجّی بیان فرمائیں وہ یقینی الوقوع ہے بلکہ بعض علماء نے فرمایا: کلامِ اولیاء میں بھی رجاء تحقیق ہی کے لئے ہے۔

ذکرہ الزرقانی عن صاحب النور عن بعض شیوخہ فی اقسام شفاعۃ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[2] | زرقانی نے صاحبِ نور سے انھوں نے اپنے بعض شیوخ سے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت کی اقسام کے بارے میں ذکر کیا۔(ت)

ارشاد سی و نہم ۳۹: عثمان بن سعید دارمی کتاب الرد علی الجھمیۃ میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ رفعنی یوم القیامۃ فی اعلٰی غرفۃ من جنات النعیم لیس فوق الاحملۃ العرش[3] | اللہ تعالٰی مجھے روزِ قیامت جنۃ النعیم کے سب غرفوں سے اعلٰی غرفوں میں بلند فرمائے گا کہ مجھ سے اوپر بس خدا کا عرش ہوگا۔

والحمد للہ رب العٰلمین۔

جلوۂ سوم ارشاداتِ انبیائے عظام و ملائکہ کرام علٰی سیدہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام

ارشادِ چہلم ۴۰: ابن جریر، ابن مردویہ، ابن ابی حاتم، بزار، ابویعلٰی، بیہقی بطریق ابوالعالیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے معراج کی حدیثِ طویل میں راوی، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کی حمد و ثناء کی اور اپنے فضائلِ جلیلہ کے خطبے پڑھے۔ سب کے بعد حضور پُر نور خاتم النبیین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] سنن الترمذی ابواب المناقب حدیث ۳۶۳۲ دارالفکر بیروت ۵/۳۵۳
[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ تفضیلہ صلی اللہ علیہ وسلم بالشفاعۃ الخ دارالمعرفۃ بیروت ۸/۳۸۰
[3] الخصائص الکبرٰی بحوالہ کتاب الرد علی الجھمیۃ باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالکوثر الخ مرکز اہلسنت ۲/۲۲۶

کلهم اثنی علٰی ربه و انی مثن علی ربی الحمد للّٰه الذی ارسلنی رحمة للعالمین وکافة للناس بشیرا و نذیرا وانزل علی الفرقان فیه تبیان لکل شیئ وجعل امتی خیر امة اُخرجت للناس وجعل امتی امة وسطا وجعل امتی هم الاولون والاٰخرون وشرح لی صدری ووضع عنی وزری ورفع لی ذکری وجعلنی فاتحا وخاتما۔

تم سب نے اپنے رب کی ثنا کی اور اب میں اپنے رب کی ثنا کرتا ہُوں۔ حمد اُس خدا کو جس نے مجھے تمام جہان کے لئے رحمت بھیجا اور کافۂ ناس کا رسول بنایا خوشخبری دیتا اور ڈر سُناتا، اور مجھ پر قرآن اتارا اس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے، اور میری امت سب امتوں سے بہتر، اور امت عادل، اور زمانہ میں مؤخر اور مرتبہ میں مقدم کی۔ اور میرے لئے میرا سینہ کھول دیا۔ اور مجھ سے میرا بوجھ اتار لیا۔ اور میرے لئے میرا ذکر بلند فرمایا۔ اور مجھے فاتح بابِ رسالت و خاتمِ دَورِ نبوت کیا۔

جب حضور اقدس خطبۂ جلیلہ سے فارغ ہُوئے ابراہیم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم نے حضراتِ انبیاء سے فرمایا: بھٰذا افضلکم محمد اسی لئے محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تم سے افضل ہُوئے (پھر جب حضور اپنے رب سے ملے رب تبارک وتعالٰی نے فرمایا: سَل مانگ کیا مانگتا ہے؟) حضور نے اور انبیاء کے فضائل عرض کئے کہ تُو نے انھیں یہ یہ کرامتیں دیں، حق جل وعلا نے حضور کے فضائل اعلٰی واشرف ارشاد فرمائے کہ تمھیں یہ کچھ بخشا۔ حضور نے یہ واقعہ بیان فرما کر ارشاد فرمایا، فضلنی ربی مجھے میرے رب نے افضل کیا۔ اور اپنے فضائل وخصائصِ عظیمہ بیان فرمائے۔ یہ حدیث دو ورق طویل میں ہے۔[1]

ارشاد چہل ودوم: حاکم کتاب الکنٰی اور طبرانی اوسط اور بیہقی وابونعیم دلائل النبوۃ میں، اور ابن عساکر و دیلمی وابن لال ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۱۷/۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۵/۱۳تا ۱۵
دلائل النبوۃ للبیہقی باب الدلیل علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عرج به الی السماء الخ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/۴۰۳ تا ۴۰۴
الدر المنثور بحوالہ ابن مردویہ وابن ابی حاتم وغیرہما تحت الآیۃ ۱۷/۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۶۹ تا ۱۷۶
الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ وابویعلٰی والبیہقی ما باب خصوصیتہ بالاسراء الخ ۱/۱۶۳ تا ۱۷۵

قال لی جبریل قلبت الارض مشارقها ومغاربها فلم اجد رجلا افضل من محمد و لم اجد بنی اب افضل من بنی ھاشم[1]۔

جبریل نے مجھ سے عرض کی: میں نے پورب پچھم ساری زمین الٹ پلٹ کر دیکھی کوئی شخص محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے افضل نہ پایا، نہ کوئی خاندان بنی ہاشم سے بہتر نظر آیا۔

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: صحت کے انوار اس متن کے گوشوں پر جھلک رہے ہیں، نقلہ فی المواھب[2] (اس کو مواہب میں نقل کیا ہے۔ ت)

ارشاد چہل و دوم ۴۲: ابونعیم کتاب المعرفہ میں اور ابن عساکر عبداللہ بن غنم سے راوی، ہم خدمتِ اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر تھے ناگاہ ایک ابر آیا، حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سلّم علیّ ملك ثم قال لی لم ازل استاذن ربی فی لقائك حتی کان ھذا او ان اذن لی وانی ابشرك انه لیس احد اکرم علی اللہ منك[3]۔

مجھ سے ایک فرشتہ نے سلام کے بعد عرض کی: مدت سے میں اپنے رب سے قدمبوسیِ حضور کی اجازت مانگتا تھا یہاں تک کہ اب اس نے اذن دیا، میں حضور کو مژدہ دیتا ہوں کہ اللہ تعالٰی کو حضور سے زیادہ کوئی عزیز نہیں۔

ارشاد چہل وسوم ۴۳: امام ابوزکریا یحیٰی بن عائذ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا قصۂ ولادت اقدس میں فرماتی ہیں: مجھے تین شخص نظر آئے

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۶۲۸۱ مکتبۃ المعارف ریاض ۷/ ۱۵۵
المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابی نعیم طہارۃ نسبہ من السفاح المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۸۷ و ۸۸
دلائل النبوۃ باب ذکر شرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ونسبہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۷۶
الخصائص الکبری بحوالہ البیہقی والطبرانی وابن عساکر باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بطہارۃ نسبہ الخ مرکز اہلسنت ۱/ ۳۶
الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۴۵۱۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۱۸۷
فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۶۰۷۴ ″ ″ ″ ″ ۴/ ۶۵۴ و ۶۵۵

[2] المواہب اللدنیۃ طہارۃ نسبہ من السفاح المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۸۸

[3] الجامع الصغیر بحوالہ ابن عساکر حدیث ۴۶۹۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۸۹

گویا آفتاب اُن کے چہروں سے طلوع کرتا ہے، اُن میں ایک نے حضور کو اٹھا کر ایک ساعت تک اپنے پروں میں چُھپایا اور گوشِ اقدس میں کچھ کہا کہ میری سمجھ میں نہ آیا اتنی بات میں نے بھی سُنی کہ عرض کرتا ہے :

اَبشر یا محمد! فما بقی لنبی علم الّا وقد اعطیتہ فانت اکثرھم علما واشجعھم قلبًا معک مفاتیح النصرۃ قد البست الخوف والرعب لایسمع احد بذکرک الاوجل فؤادہ وخاف قلبہ وان لم یرک یا خلیفۃ اللہ۔

اے محمد! مژدہ ہو کہ کسی نبی کا کوئی علم باقی نہ رہا جو حضور کو نہ ملا ہو، تو حضور ان سب سے علم میں زائد اور شجاعت میں فائق ہیں جو نصرت کی کُنجیاں حضور کے ساتھ ہیں، حضور کو رعب و دبدبہ کا جامہ پہنایا ہے، جو حضور کا نامِ پاک سُنے گا اس کا جی ڈر جائے گا اور دل سہم جائے گا اگرچہ حضور کو دیکھا نہ ہو اے اللہ کے نائب!۔

ابن عباس فرماتے ہیں :

کان ذٰلک رضوان خازن الجنان[1] یہ رضوان داروغہ جنت تھے، علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

ارشاد چہل و چہارم[۴۴]: احمد، ترمذی، عبد بن حمید، ابن مردویہ، بیہقی، ابونعیم حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ اور بزار حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے بصورتِ موقوف اور ابن سعد عبد اللہ بن عباس وام المومنین صدیقہ وام المومنین ام سلمہ وام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہن سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف مرفوعًا راوی شبِ اسرٰی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے براق پر سوار ہونا چاہا وہ چمکا، جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا : ابمحمد تفعل ھٰذا[2] (وفی المرفوع)

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی زکریا یحیٰی بن عائذ باب ما ظہر فی لیلۃ مولدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من المعجزات والخصائص مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۱/ ۴۹

[2] سنن الترمذی ابواب التفسیر باب سورۃ بنی اسرائیل حدیث ۳۱۴۲ دار الفکر بیروت ۵/ ۹۰
الدر المنثور بحوالہ احمد وعبد بن حمید والترمذی وابن مردویہ وابی نعیم والبیہقی تحت الآیۃ ۱/۱ ۵/ ۱۸۳
الخصائص الکبرٰی باب خصوصیتہ صلے اللہ علیہ وسلم بالاسراء مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۱۵۶

الا تستحیین یا براق[1]، (وعند البزار) اسکنی[2] (ثم اتفقوا فی المعنی واللفظ لانس)
فواللہ ما رکبک خلق قط اکرم علی اللہ منہ کیا محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ یہ گستاخی،
اے براق! تجھے شرم نہیں آتی۔ ٹھہر کہ خدا کی قسم تجھ پر کبھی کوئی ایسا شخص نہ سوار ہوا جو اللہ کے نزدیک
ان سے زیادہ عزت والا ہو۔ فارفض عرقا انس کہنے سے براق کو پسینہ چھوٹ پڑا۔ یہ روایت
بطریق قتادہ عن انس تھی۔ اور بیہقی وابن جریر وابن مردویہ نے بطریق عبدالرحمٰن بن ہاشم بن
عتبہ عن یونس یوں روایت کی کہ روح القدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مہ یا براق فواللہ
ما رکبک مثلہ[3] ہیں اے براق! اللہ کی قسم تجھ پر کوئی ان کا ہمرتبہ سوار نہ ہوا۔ اور یہی تینوں
محدث ابن ابی حاتم وابن عساکر ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین
صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: کانت الانبیاء ترکبہا قبلی[4] مجھ سے پہلے انبیاء اس پر
سوار ہوا کرتے تھے۔

ارشاد چہل و پنجم[۴۵]: آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول وحی اول میں گزرا کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام مخلوقات سے زیادہ اللہ کو پیارے اور اس کی درگاہ میں سب سے قدرت وعزت میں بلند ہیں[5]۔

ارشاد چہل و ششم[۴۶]: مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ارشاد ہفتم میں گزرا کہ

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ ابن سعد وام سلمہ وام ہانی وعائشہ وابن عباس تحت الآیۃ ۱۷/۱ بیروت ۵/۱۸۳
الخصائص الکبرٰی باب خصوصیتہ صلے اللہ علیہ وسلم بالاسراء مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۱/۱۶۹
[2] الدرالمنثور بحوالہ البزار عن علی تحت الآیۃ ۱۷/۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۹۲
البحر الزخار (البزار) حدیث ۵۰۸ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ ۲/۱۴۶
[3] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابن جریر وابن مردویہ والبیہقی باب خصوصیتہ صلے اللہ علیہ وسلم بالاسراء ۱/۱۵۵
الدرالمنثور 〃 〃 〃 〃 〃 تحت الآیۃ ۱۷/۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۹۴
[4] 〃 〃 عن ابی سعید الخدری 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۵/۱۷۰
الخصائص الکبرٰی 〃 〃 باب خصوصیتہ صلے اللہ علیہ وسلم بالاسراء مرکز اہلسنت ۱/۱۶۷
[5] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ما جاء فی تحت رسول اللہ الخ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵/۴۸۹
الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الثالث المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/۱۳۸

محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سردار جملہ بنی آدم ہیں۔[1]

احادیث امامۃ الانبیاء

ان حدیثوں کو میں نے یہاں تک تاخیر کردی کہ حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شب معراج اپنا امام الانبیاء ہونا خود بیان فرمایا اور جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضور کو امام کیا اور جمیع انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم نے اُسے پسند رکھا، تو ان حدیثوں کو ارشاد حضور والا وارشاد ملائکہ وارشاد انبیاء سب سے نسبت ہے۔ لہذا سب جلوں کے بعد ان کی تجلی مناسب ہوئی۔

ارشاد چہل و ہفتم[۴۷]: شب اسرٰی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا انبیائے کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امامت فرمانا، حدیث ابوہریرہ[۱] و حدیث انس[۲] و حدیث ابن عباس[۳] و حدیث ابن مسعود[۴] و حدیث ابی لیلٰی[۵] و حدیث ابوسعید[۶] و حدیث امام ہانی[۷] و حدیث ام المومنین صدیقہ[۸] و حدیث ام المومنین ام سلمہ[۹] رضی اللہ تعالٰی عنہم و اثر کعب احبار[۱۰] رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے مروی ہوا۔ (ابوہریرہ) رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح مسلم میں ہے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو جماعت انبیاء میں دیکھا، موسٰی و عیسٰی و ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو نماز پڑھتے پایا فحانت الصلوٰۃ فاممتھم[عہ][2] پھر نماز کا وقت آیا میں نے امامت فرمائی۔ (انس) رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نسائی کی روایت میں ہے:

عہ عزھذا المتن فی المواھب لصحیح مسلم من روایۃ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ولم ارہ فیہ عنہ انما ھو عندہ من ابی ھریرۃ وعجب ان الزرقانی ایضا اقرہ فاللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ۔

اس متن کو مواہب میں بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ صحیح مسلم کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ میں نے اس کو مسلم میں بروایت ابن مسعود نہیں دیکھا مسلم کے نزدیک تو یہ بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہے حیرت ہے کہ زرقانی نے بھی اس کو مقرر رکھا ہے۔ اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی بکر الصدیق ۱/ ۵ و مسند ابی یعلٰی عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ۱/ ۵۹
موارد الظمآن حدیث ۲۵۸۹ ص ۶۴۲ و ۶۴۳ و کنز العمال حدیث ۳۹۷۵۰ ۱۴/ ۶۲۸ و ۶۲۹

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب الاسراء برسول اللہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۹۶

جمع لی الانبیاء فقدمنی جبریل حین امتھم[1] | میرے لئے انبیاء جمع کئے گئے، جبریل نے مجھے آگے کیا، میں نے امامت فرمائی۔

ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے:

فلم البث الا یسیرا حتی اجتمع ناس کثیر ثم اذن مؤذن واقیمت الصلوٰۃ فقمنا صفوفا ننتظر من یؤمنا فاخذ بیدی جبریل فقدمنی فصلیت بھم فلما انصرفت قال جبریل یا محمد اتدری من صلی خلفك؟ قلت لا، قال صلی خلفك کل نبی بعثہ اللہ[2] | مجھے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ بہت لوگ جمع ہوگئے، مؤذن نے اذان کہی اور نماز برپا ہوئی، ہم سب صف باندھے منتظر تھے کہ کون امام ہوتا ہے۔ جبریل نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے کیا، میں نے نماز پڑھائی، سلام پھیرا، تو جبریل نے عرض کی: حضور نے جانا کس کس نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی؟ فرمایا: نہ۔ عرض کی، ہر نبی کہ خدا نے بھیجا حضور کے پیچھے نماز میں تھا۔

طبرانی وبیہقی وابن جریر وابن مردویہ کی روایت موقوفہ میں ہے:

ثم بعث لہ اٰدم فمن دونہ من الانبیاء فامھم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[3] | حضور کے لئے آدم اور اُن کے بعد جتنے نبی ہوئے سب اٹھائے گئے، حضور نے ان کی امامت فرمائی، صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم۔

(ابن عباس) رضی اللہ تعالٰی عنہما سے احمد وابونعیم وابن مردویہ بسند صحیح راوی، جب حضور مسجد اقصٰی میں تشریف لائے نماز کو کھڑے ہوئے فاذا النبیون اجمعون یصلون معہ[4] کیا دیکھتے ہیں کہ سارے انبیاء حضور کے ساتھ نماز میں ہیں۔

---

[1] سنن النسائی کتاب الصلوٰۃ فرض الصلوٰۃ الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۸۰

[2] الدر المنثور بحوالہ ابن ابی حاتم تحت الآیۃ ۱۷/۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۶۳
الخصائص الکبرٰی باب خصوصیتہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاسراء الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۱/۱۵۴

[3] ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ۱/۱۵۶
الدر المنثور بحوالہ ابن جریر وابن مردویہ والبیہقی تحت الآیۃ ۱۷/۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۶۵

[4] ؎ ؎ احمد وابی نعیم وابن مردویہ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ۵/۱۸۸
الخصائص الکبرٰی ؎ ؎ باب خصوصیتہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاسراء مرکز اہلسنت ۱/۱۵۹

(ابن مسعود) رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حسن بن عرفہ و ابونعیم و ابن عساکر نے روایت کی: میں مسجد میں تشریف لے گیا، انبیاء کو پہچانا، کوئی قیام میں ہے کوئی رکوع میں، کوئی سجود میں، ثم اقیمت الصلٰوۃ فامتہم[1] پھر نماز برپا ہوئی میں اُن سب کا امام ہوا۔

(ابو لیلٰی) رضی اللہ تعالٰی عنہ سے طبرانی و ابن مردویہ راوی، حضور پُرنور و جبریلِ امین صلے اللہ تعالٰی علیہما وسلم بیت المقدس پہنچے، وہاں کچھ لوگ بیٹھے دیکھے، انھوں نے کہا: مرحبا بالنبی الامی (نبی امی کو خوش آمدید۔ت) اور اُن میں ایک پیر تشریف فرما تھے، حضور نے پوچھا، جبریل! یہ کون ہیں؟ عرض کی، یہ حضور کے باپ ابراہیم اور یہ موسٰی و عیسٰے ہیں، ثم اقیمت الصلٰوۃ فتدافعوا حتی قدموا محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2] پھر نماز قائم ہوئی، امامت ایک نے دوسرے پر ڈالی، یہاں تک کہ سب نے مل کر محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو امام کیا۔

(ابوسعید) رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ابن اسحاق راوی، ملاقات انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام ذکر کرکے کہتے ہیں: فصلی بھم ثم اتی باناء فیہ لبن حضور نے انھیں نماز پڑھائی، پھر ایک برتن میں دُودھ حاضر کیا گیا، الحدیث[3]۔

(اُمّ ہانی) رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ابو یعلٰی و ابن عساکر راوی، نشر لی رھط من الانبیاء فیھم ابراھیم و موسٰی و عیسٰی فصلیت بھم[4] ایک جماعتِ انبیاء جس میں ابراہیم و موسٰی و عیسٰے تھے میرے لئے اٹھائی گئی، میں نے انھیں نماز پڑھائی۔

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ ابن عرفہ و ابی نعیم و ابن مردویہ و ابن عساکر تحت الآیۃ ۱۷/۱ بیروت ۵/۱۸۰
الخصائص الکبرٰی " " " باب خصوصیۃ صلے اللہ علیہ وسلم بالاسراء مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/۱۶۲

[2] " " " الطبرانی و ابن مردویہ " " " " " " " " " " " ۱/۱۷۱
الدرالمنثور " " " " تحت الآیۃ ۱۷/۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۷۹

[3] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ذکر الاسراء والمعراج دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۸۷

[4] الدرالمنثور بحوالہ ابی یعلٰی و ابن عساکر تحت الآیۃ ۱۷/۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۸۲
الخصائص الکبرٰی " " " باب خصوصیۃ صلے اللہ علیہ وسلم بالاسراء مرکز اہلسنت ۱/۱۶۸

امہات[1] المومنین وام ہانی وابن عباس) رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ابن[2] سعد نے

عہ۱ یہ حدیث وہی ہے کہ زیر ارشاد چہلم وچہارم گزری۔

عہ۲ وقع فی الدر المنثور للامام الجلیل الجلال السیوطی مانصہ اخرج ابن سعد وابن عساکر عن عبداللہ بن عمر وام سلمۃ وعائشۃ وام ھانی وابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم[1] الخ اقول نقل ابن عمر من خطاء النساخ وصوابہ ابن عمرو فان الامام قال فی الخصائص الکبرٰی قال ابن سعد انا الواقدی حدثنی اسامۃ بن زید اللیثی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عن ام سلمۃ الخ وقال فی اٰخرہ اخرجہ ابن عساکر[2] اہ ظھرت معہ فائدۃ اخرٰی وھو ان ابن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما انما یرویہ عن ام المؤمنین ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فلایعد مفرزا عنہا وفائدۃ اُخرٰی عن ابن عساکر

امام جلال الدین سیوطی کی درمنثور میں واقع ہے جس کی نص یہ ہے کہ اس کو روایت کیا ہے ابن سعد اور ابن عساکر نے عبداللہ بن عمر، ام سلمہ، عائشہ، ام ہانی اور ابن عباس سے رضی اللہ تعالٰی عنہم الخ میں کہتا ہوں کہ ابن عمر کو نقل کرنا کاتبوں کی غلطی ہے، درست یہ ہے کہ وہ ابن عمرو ہیں کیونکہ امام نے خصائص کبرٰی میں فرمایا ابن سعد نے کہا ہمیں واقدی نے خبر دی ہے مجھے حدیث بیان کی اسامہ بن زید لیثی نے عمرو بن شعیب سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے دادا سے انھوں نے ام سلمہ سے الخ اس کے آخر میں کہا کہ ابن عساکر نے اس کی تخریج کی اھ۔ اس سے ایک اور فائدہ ظاہر ہوا وہ یہ کہ ابن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اس کو ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ لہٰذا اس کو ام سلمہ سے الگ حدیث شمار نہیں کیا جائے گا۔ ایک اور فائدہ یہ کہ ابن عساکر

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] الدرالمنثور تحت الآیۃ ۱۷/۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۸۳

[2] الخصائص الکبرٰی باب خصوصیتہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاسراء مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/۱۶۹

روایت کی:

رأیت الانبیاء جمعوا لی فرأیت ابراھیم وموسٰی وعیسٰی فظننت انہ لا بدلھم ان یکون لھم امام فقدمنی جبریل حتی صلیت بین ایدیھم[1]

میں نے ملاحظہ فرمایا کہ انبیاء میرے لئے جمع کئے گئے، میں نے ان میں خلیل وکلیم ومسیح کو بھی دیکھا، میں سمجھا اس جماعت کا کوئی امام ضرور چاہئے، جبریل نے مجھے آگے کیا، میں نے ان کی امامت فرمائی۔

(کعب احبار) رحمۃ اللہ علیہ سے امام واسطی راوی:

فاذن جبریل ونزلت الملٰئکۃ من السماء وحشر اللہ لہ المرسلین فصلی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالملٰئکۃ والمرسلین[2]

جبریل نے اذان کہی، اور آسمان سے فرشتے اُترے اور اللہ تعالٰی نے حضور کے لئے مرسلین جمع فرماکر بھیجے۔ حضور نے ملائکہ ومرسلین کی امامت فرمائی۔

فائدہ: امامتِ ملائکہ کی دوسری حدیث ان شاء اللہ تعالٰی تابشِ چہارم میں آئے گی۔ اور حدیثِ طویل ابی ہریرہ مذکور ارشاد چہلم میں ہے:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

انما اخرجہ بسندہ عن ابن سعد فالظاھر ان یقال اخرج ابن سعد من طریقہ ابن عساکر۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ۔

نے اپنی سند کے ساتھ ابن سعد سے اس کی تخریج کی۔ چنانچہ زیادہ ظاہر یوں کہنا ہے کہ اس کی تخریج کی ابن سعد نے، ان کے طریق سے ابن عساکر نے، اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ ابن سعد تحت الآیۃ ۱۷/۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۸۳
الخصائص الکبرٰی " " " باب خصوصیۃ صلی اللہ علیہ وسلم بالاسراء مرکز اہلسنت ہند ۱/۱۶۹
[2] الدرالمنثور بحوالہ الواسطی تحت الآیۃ ۱۷/۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۹۹

دخل فصلّی مع الملئکۃ[1]

داخل ہوئے اور فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ (ت)

اور ابن مردویہ راوی عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما اسری بی الی السماء اذن جبریل فظنت الملئکۃ انہ یصلی بھم فقدمنی فصلیت بالملئکۃ[2]۔

ابن مردویہ نے ہشام بن عروہ سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: شبِ معراج جب میں آسمان پر تشریف لے گیا جبریل نے اذان دی، ملائکہ سمجھے ہمیں جبریل نماز پڑھائیں گے۔ جبریل نے مجھے آگے کیا، میں نے ملائکہ کی امامت فرمائی۔

تذییل

ارشاد چہل و ہشتم[48]: اُسی میں منقول شفا شریف میں حدیث نقل فرمائی:

اطمع ان اکون اعظم الانبیاء اجرًا یوم القیامۃ[3]

میں طمع کرتا ہوں کہ قیامت میں میرا ثواب سب انبیاء سے زیادہ ہو۔

ارشاد چہل و نہم[49]: اُسی میں منقول،

اما ترضون ان یکون ابراھیم و عیسٰی کلمۃ اللہ فیکم یوم القیامۃ ثم قال انھما فی امتی یوم القیٰمۃ[4]

کیا تم راضی نہیں کہ ابراہیم خلیل اللہ و عیسٰی کلمۃ اللہ روزِ قیامت تم میں شمار کئے جائیں۔ پھر فرمایا: وہ دونوں روزِ قیامت میری امت ہوں گے۔

---

[1] الدر المنثور عن ابی ہریرۃ تحت الآیۃ ۱۷/۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۸۵
الخصائص الکبرٰی باب خصوصیتہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالاسراء مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/۱۶۲

[2] ″ ″ بحوالہ ابن مردویہ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۱/۱۶۲
الدر المنثور ″ ″ ″ تحت الآیۃ ۱۷/۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۹۳

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی تفضیلہ صلی اللہ علیہ وسلم فی القیمۃ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/۱۶۹

[4] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

ارشاد پنجاہم ۵۰: افضل القریٰ میں فتاوٰی امام شیخ الاسلام سراج بلقینی سے ہے جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضور سے عرض کی:

البشر فانك خیر خلقه وصفوته من البشر حباك الله بما لم یحب به احد من خلقه لاملکا مقربا ولا نبیا مرسلا الحدیث[1]

مژدہ ہو کہ حضور بہترین خلقِ خدا ہیں، اس نے تمام آدمیوں میں سے حضور کو چُن لیا، اور وُہ دیا کہ سارے جہان میں سے کسی کو نہ دیا نہ کسی مقرب فرشتہ کو، نہ کسی مرسل نبی کو۔

ارشاد پنجاہ ویکم ۵۱: علامہ شمس الدین ابن الجوزی اپنے رسالہ میلاد میں ناقل، حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے حضرت جناب مولے المسلمین علی مرتضٰے کرم اللہ تعالٰے وجہہ الکریم سے فرمایا:

یا ابا الحسن ان محمدا رسول رب العلمین وخاتم النبیین وقائد الغر المحجلین سید جمیع الانبیاء والمرسلین الذی تنبأ وادم بین الماء والطین رؤف بالمؤمنین شفیع المذنبین ارسله الله الی کافة الخلق اجمعین[2]

اے ابو الحسن! بیشک محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم رب العالمین کے رسول ہیں، اور پیغمبروں کے خاتم، اور روشن رُو، اور روشن دست وپا والوں کے پیشوا، تمام انبیاء و مرسلین کے سردار نبی ہُوئے جبکہ آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) آب وگِل میں تھے۔ مسلمانوں پر نہایت مہربان، گنہگاروں کے شفیع، اللہ تعالٰی نے انھیں تمام عالم کی طرف بھیجا۔

ارشاد پنجاہ ودوم ۵۲: بعض احادیث میں مذکور ہے:

لی مع الله وقت لایسعنی فیه ملك ولا نبی مرسل۔ ذکرہ الشیخ فی مدارج النبوۃ[3]

میرے لئے خدا کے ساتھ ایک ایسا وقت ہے جس میں کسی مقرب فرشتے یا مرسل نبی کی گنجائش نہیں (اس کو شیخ نے مدارج النبوۃ میں ذکر فرمایا ہے۔ ت)

---

[1] افضل القریٰ لقراء ام القریٰ تحت الشعر ۱ المجمع الثقافی ابوظبی ۱/ ۱۲۱

[2] بیان المیلاد النبوی (اردو) ادارۂ معارف نعمانیہ لاہور ص ۱۰ و ۱۱

[3] الاسرار الموضوعۃ حدیث ۷۶۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۹۷
کشف الخفاء حدیث ۲۱۵۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۵۶

ارشاد پنجاہ وسوم[۵۳]: مولانا فاضل علی قاری شرح شفا میں علامہ تلمسانی سے ناقل، ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے روایت کی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جبریل نے آکر مجھے یوں سلام کیا:

السلام علیك یا اوّل، السلام علیك یا اٰخر، السلام علیك یا ظاھر، السلام علیك یا باطن۔	اے اول آپ پر سلام، اے آخر آپ پر سلام، اے ظاہر آپ پر سلام، اے باطن آپ پر سلام۔(ت)

میں نے کہا: اے جبریل! یہ تو خالق کی صفتیں ہیں مخلوق کو کیونکر مل سکتی ہیں؟ عرض کی: میں نے خدا کے حکم سے حضور کو یوں سلام کیا ہے اس نے حضور کو ان صفتوں سے فضیلت اور تمام انبیاء و مرسلین پر خصوصیت بخشی ہے، اپنے نام و صفت سے حضور کے لئے نام و صفت مشتق فرمائے ہیں۔ حضور کا **اوّل** نام رکھا ہے کہ حضور سب انبیاء سے آفرینش میں مقدم ہیں۔ اور **آخر** اس لئے کہ ظہور میں سب سے مؤخر۔ اور آخر امم کی طرف خاتم الانبیاء ہیں۔ اور **باطن** اس لئے کہ اللہ تعالٰی نے حضور کے باپ آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ساقِ عرش پر سُرخ نور سے اپنے نام کے ساتھ حضور کا نام لکھا اور مجھے حضور پر درود بھیجنے کا حکم دیا۔ میں نے ہزار سال حضور پر درود بھیجا یہاں تک کہ حق جل وعلا نے حضور کو مبعوث کیا خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے۔ اور اللہ تعالٰی کی طرف اُس کے حکم سے بلاتے اور چراغ تاباں۔ اور **ظاھر** اس لئے حضور کا نام رکھا کہ اُس نے اس زمانہ میں حضور کو تمام ادیان پر غلبہ دیا۔ اور حضور کا شرف و فضل سب آسمان و زمین پر آشکارا کیا، تو اُن میں کوئی ایسا نہیں جس نے حضور پر درود نہ بھیجا، اللہ تعالٰی حضور پر درود بھیجے، حضور کا رب محمود ہے اور حضور محمد۔ اور حضور کا رب اول و آخر و ظاہر و باطن ہے اور حضور اول و آخر و ظاہر و باطن ہیں۔ یہ عظیم بشارت سُن کر حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الحمد للّٰہ الذی فضّلنی علٰی جمیع النبیین حتی فی اسمی وصفتی[۱]	حمد اس خدا کو جس نے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت دی یہاں تک کہ میرے نام اور صفت میں۔
ھکذا نقل و قال روی التلمسانی عن ابن عباس و ظاھرہ انہ	یوں ہی نقل کیا ہے اور کہا کہ تلمسانی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے اور اس کا

---

[۱] شرح الشفاء للملا علی القاری فصل فی تشریف اللہ تعالٰی بما سماہ بہ الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۵۱۵

خرجه بسنده الی ابن عباس فان ذٰلك هو الذی یدل علیه روی کما فی الزرقانی، والله سبحانه تعالٰی اعلم۔

ظاہر یہ ہے کہ تلمسانی نے ابن عباس تک اپنی سند کے ساتھ اس کی تخریج کی کیونکہ اس پر لفظ "روی" دلالت کرتا ہے جیسا کہ زرقانی میں ہے۔ اور اللہ سبحانہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

تابشِ سوم طرق وروایات و حدیث خصائص

حدیثِ خصائص وہ حدیث ہے جس میں حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے خصائص جمیلہ ارشاد فرمائے جو کسی نبی ورسول نے نہ پائے۔ اور اُن کی وجہ سے اپنا تمام انبیاء اللہ پر تفضیل فرمانا ذکر فرمایا۔ یہ روایت متواتر المعنٰی ہے۔ امام قاضی عیاض نے شفا شریف میں اسے پانچ صحابہ کی روایت سے آنا بیان فرمایا: ابوذر، ابن عمر، ابن عباس، ابوہریرہ، جابر رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ پھر حدیث کے چار پانچ متفرق جملے نقل کئے۔ علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں فتح الباری شرح صحیح بخاری امام علامہ ابن حجر عسقلانی سے اخذ کرکے اس پر کلام لکھا جس میں احادیث حذیفہ وعلی مرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہما کی طرف بھی اشارہ واقع ہوا، مگر سوا حدیث جابر وابوہریرہ کے کہ صحیحین میں وارد ہے کوئی روایت پوری نقل نہ کی۔ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے کتب کثیرہ کے مواضع متفرقہ قریبہ وبعیدہ سے اُس کے طرق وروایات وشواہد ومتابعات کو جمع کیا۔ تو اُس وقت کی نظر میں اسے چودہ[۱۴] صحابی کی روایت سے پایا: ابوہریرہ[۱]، حذیفہ[۲]، ابودردا[۳]، ابوامامہ[۴]، سائب[۵] بن یزید، جابر[۶] بن عبداللہ، عبداللہ[۷] بن عمرو، ابوذر[۸]، ابن[۹] عباس، ابوموسٰی[۱۰] اشعری، ابوسعید[۱۱] خدری، مولٰی[۱۲] علی، عوف[۱۳] بن مالک، عبادہ[۱۴] بن رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ ان میں ہر ایک کی حدیث اس وقت کاملاً میرے پیش نظر ہے۔ امام خاتم الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی پھر امام علامہ احمد قسطلانی نے چھ طرق مختلفہ کی تطبیق سے اُن خصائص ونفائس کا عدد جو ان حدیثوں میں متفرقاً وارد ہوئے سولہ[ع] سترہ تک

ع وجه التردد ان الامام نص علی انه ینتظم بها ای بهٰذه الاحادیث سبع عشرة

تردد کی وجہ یہ ہے کہ امام قسطلانی نے نص فرمائی ہے کہ ان احادیث سے سترہ خصلتیں حاصل ہوتی ہیں الخ۔ لیکن ان کی حدیث بزار

(باقی برصفحہ آئندہ)

پہنچایا۔ فقیر غفراللہ لہٗ نے ان کے کلام پر اطلاع سے پہلے مبلغ شمار تینتیس تک پایا والحمدللہ رب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

خصلۃ[1] لکن فیھا حدیث البزار عن ابن عباس فضلت علی الانبیاء بخصلتین کان شیطانی کافرا فاعاننی اللہ علیہ فاسلم و قال و نسیت الاخری[2] اھ وقد کان العدد قبل ذٰلک خمسۃ عشر فالحافظ ضم الخصلتین وجعلھا سبع عشرۃ وعندی فی عد المنسیۃ خصلۃ بحیالھا تامل ظاھر لجواز ان تکون بعض ماعدت وقول الزرقانی ھی مبنیۃ فی روایۃ البیہقی فی الدلائل عن ابن عمر مرفوعا فضلت علی اٰدم بخصلتین کان شیطانی کافرا فاعاننی اللہ علیہ حتی اسلم وکان ازواجی عونالی کان شیطان

بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما میں ہے کہ مجھے انبیاء پر دو خصلتوں سے فضیلت دی گئی۔ میرا شیطان کافر تھا اللہ تعالٰی نے اس پر میری مدد فرمائی تو وہ مسلمان ہوگیا، اور کہا کہ دوسری کو میں بھول گیا ہوں۔ اس سے پہلے تعداد پندرہ تھی پھر حافظ نے دو خصلتیں انکے ساتھ ملاکر انھیں سترہ بنادیا۔ میرے نزدیک بھولی ہوئی خصلت کو الگ خصلت شمار کرنے میں تامل ظاہر ہے، اس لئے کہ ممکن ہے وہ انہی خصلتوں میں سے ایک ہو جن کا پہلے شمار کیا جاچکا ہے۔ اور زرقانی کا قول کہ وہ خصلتیں دلائل النبوت میں امام بیہقی کی اس روایت میں بیان ہوئی ہیں جو ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مرفوعًا مروی ہے کہ مجھے آدم پر دو خصلتوں سے فضیلت دی گئی میرا شیطان کافر تھا تو اللہ تعالٰی نے میری اس پر مدد فرمائی یہاں تک کہ وہ مسلمان ہوگیا اور میری بیویاں

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الرابع الفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۵۹۶

[2] " " " " " " " " " " " "

العلمین، یہ بھی انہی دو اماموں کے اس فرمانے کی تصدیق ہے کہ بغور کامل تتبع احادیث کرے۔ ممکن ہے کہ اس سے زائد پائے۔ حالانکہ فقیر کو نہ اس وقت کمال تفحص کی فرصت، نہ مجھ جیسے کوتاہ دست قاصر النظر کی ناقص تلاش میں داخل۔ اگر کوئی عالم وسیع الاطلاع استقرار پر آئے تو عجب نہیں کہ عدد طرق و شمار خصائص اس سے بھی بڑھ جائے۔ قصد کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ العزیز اس رسالہ اور اس کے بعد ان مسائل[عہ۱] کثیرہ کے جواب سے جو حیدر[عہ۲] آباد و بنگلور[عہ۳]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اٰدم کافرًا وکانت زوجتہ عونا علیہ[۱]

اقول لایعری عن بحث لان الکلام ھٰھنا فی التفضیل علٰی اٰدم وثم فی التفضیل علی الانبیاء طرّا واختصاصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باعانۃ الازواج من بین الانبیاء قاطبۃً یحتاج الٰی ثبوت، وبالجملۃ لایلزم من ھذا ان نکون المنسیۃ ھو ھذہ واذا لم یتبین الامر جاز ان تکون احدی ما مرت فلا یحسن عدھا مفرزۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

میری معاون ہیں جبکہ آدم علیہ السلام کا شیطان کافر تھا اور ان کی بیوی ان کے مخالف تھی۔ میں کہتا ہوں یہ بحث سے خالی نہیں کہ یہاں کلام آدم علیہ السلام پر افضلیت کے بارے میں ہے جبکہ وہاں تمام انبیاء پر افضلیت کے بارے میں۔ اور نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اعانت ازواج کے ساتھ تمام انبیاء کے درمیان اختصاص محتاجِ ثبوت ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بھول جانے والی خصلت یہی ہے۔ اور جب معاملہ ظاہر نہ ہوا تو ممکن ہے کہ وہ خصلت گزشتہ خصلتوں میں سے ہی ایک ہو، چنانچہ اس کو الگ خصلت شمار کرنا مستحسن نہیں ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۱ یعنی بست و ہفتم مسئلہ چاردہ از حیدرآباد و چار از خیرآباد و پنج ازیں شہر و یک از بدایوں و باقی از باقی ۱۲ منہ۔

یعنی ستائیس۲۷ مسئلے چودہ حیدرآباد، چار خیرآباد، پانچ اسی شہر اور ایک بدایوں سے جبکہ باقی باقی شہروں سے ۱۲ منہ (ت)

عہ۲ مرسلہ مولوی عبدالعزیز صاحب قادری از پربھنے ضلع حیدرآباد۔

عہ۳ مرسلہ مولوی سید فخر الدین صاحب واعظ صوفی از اڈکمنڈ نیلگری ۱۲ منہ۔

[۱] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الرابع الفصل الثانی دار المعرفۃ بیروت ۵/۲۰۶

پنجاب وسلطان پور وخیرآباد وغیرہا بلاد اور خاص شہر کے آئے ہوئے ہیں، اور اس مسئلہ مونگیری کی وجہ سے برعایت الاقدام فالاقدام ان کے جواب تعویق میں پڑے ہیں بحول اللہ تعالٰی فارغ پاکر اس حدیث کے جمع طُرق میں ایک رسالہ بنام البحث الفاحص عن طرق حدیث الخصائص لکھوں، اور اس میں ہر طریق وروایت کو مفصل جداگانہ نقل کرکے خصائص حاصلہ پر قدرے کلام کروں وباللہ التوفیق لاربّ غیرہ (اور اللہ کی توفیق ہے اس کے سوا کوئی پروردگار نہیں۔ت) یہاں بخوفِ تطویل صرف صدر احادیث کی طرف اشارہ کرتا ہوں جن میں ارشاد ہوا کہ مجھے سب انبیاء پر ان وجوہ پر تفضیل ملی، مجھے وہ خوبیاں عطا ہوئیں جو کسی نے نہ پائیں۔ کہ اس رسالہ کا مقصود اتنے ہی پارہ سے حاصل۔ وللہ الحمد۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مُسلم اور اُس کے قریب بزار نے بسندِ جید، اور ابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ وبزار وابویعلٰی وبیہقی نے حدیثِ معراج میں روایت کی، طریق اوّل میں ہے: فضلت علی الانبیاء بستٍ[1] میں چھ وجہ سے سب انبیاء پر تفضیل دیا گیا۔ دوم میں اس قدر اور زائد: لم یعطھا کان قبلی[2] مجھ سے پہلے وہ فضائل کسی کو نہ ملے۔ سوم میں ہے: فضّلنی ربی بستٍ[3] مجھے میرے رب نے چھ باتوں سے تفضیل دی۔

حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے احمد، مسلم، نسائی، ابن ابی شیبہ، ابن خزیمہ، بیہقی، ابونعیم راوی: فضّلنا علی الناس بثلثٍ[4] ہمیں تین وجہ سے تمام لوگوں پر فضیلت ہوئی۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۹
الخصائص الکبرٰی بحوالہ البزار عن ابی ہریرۃ باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بشرح الصدر مرکز اہلسنت ۲/۱۹۶

[2] " " " " " " " " " " " " " "

[3] " " " " " " " " " " " " " " "

[4] صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۹
کنز العمال بحوالہ ط وحم ون وابن خزیمۃ حدیث ۳۱۹۱۲ و ۳۲۰۷۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۰۹ و ۴۲۱
المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب الفضائل حدیث ۳۱۶۴۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/۳۰۸
صحیح ابن خزیمۃ جماع ابواب التیمم حدیث ۲۶۴ المکتب الاسلامی " ۱/۱۳۳
دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء فی تحدث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنعمۃ ربہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/۴۷۵

ابودرداء سے طبرانی کبیر میں راوی، فضلت باربع[1] میں نے چار وجہ سے فضیلت پائی۔
ابوامامہ کی حدیث بھی انھیں لفظوں سے شروع ہے: اخرجه احمد والبیهقی[2] (احمد و بیہقی نے اس کی تخریج کی ہے۔ ت)۔

سائب بن یزید:

فضلت علی الانبیاء۔ رواه الطبرانی[3]۔ میں پانچ وجہ سے انبیاء پر فضیلت دیا گیا۔ (اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ ت)

جابر بن عبداللہ:

اعطیت خمسا لم یعطهن احد قبلی۔ رواه البخاری[4] ومسلم والنسائی۔ میں چیزیں دیا گیا کہ مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملیں (اس کو بخاری، مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ ت)

عبداللہ بن عمرو بن العاص:

عند احمد والبزار والبیهقی باسناد صحیح۔ احمد، بزار اور بیہقی کے نزدیک صحیح اسناد کے ساتھ۔ (ت)

ابوذر، احمد، دارمی، ابن ابی شیبہ، ابویعلی، ابونعیم، بیہقی، بزار باسناد جید،
ابن عباس احمد والبخاری فی التاریخ والطبرانی والثلثة الاخری فی حدیث بسند حسن (احمد اور بخاری نے تاریخ میں اور طبرانی اور تین دوسرے ایک حدیث میں سند حسن کے ساتھ۔ ت)۔

---

[1] کنزالعمال بحوالہ طب عن ابی الدرداء حدیث ۳۱۹۴۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۱۴
[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی امامۃ الباہلی المکتب الاسلامی بیروت ۵/۲۵۶
کنزالعمال بحوالہ ھق " " حدیث ۳۱۹۴۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۱۳
[3] المعجم الکبیر عن سائب بن یزید " ۶۶۷۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۷/۱۵۵
[4] صحیح البخاری کتاب التیمم وقولہ اللہ تعالٰی فلم تجدوا ماء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۸
صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلٰوۃ " " " ۱/۱۹۹
سنن النسائی کتاب الغسل والتیمم باب التیمم بالصعید نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۷۳

ابوموسٰی احمد و ابن ابی شیبۃ و الطبرانی باسناد حسن (احمد، ابن ابی شیبہ اور طبرانی سند حسن کے ساتھ۔ت)

ابوسعید الطبرانی فی الاوسط بسند حسن (طبرانی اوسط میں سند حسن کے ساتھ۔ت)

مولٰی علی عند البزار و ابی نعیم (بزار اور ابونعیم کے نزدیک۔ت) ان چھ روایات میں بھی پانچ ہی چیزیں ذکر فرمائیں کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پہلے کسی نے نہ پائیں۔ اول و ثانی میں احد قبلی ہے۔ ثالث میں من الانبیاء۔ اور زائد باقیوں میں نبی قبلی ہے۔ اور حاصل سب عبارتوں کا واحد۔ اور مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے طریق دوم میں بے تعیین عدد ہے:

اعطیت مالم یعط احد من الانبیاء — مجھے وہ ملا جو کسی نبی نے نہ پایا۔

---

[۱] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۲۲

[۲] " " " " عن ابی ذر رضی اللہ عنہ " " ۵/ ۱۶۱

الترغیب والترھیب فصل فی الشفاعۃ وغیرھا مصطفٰی البابی مصر ۴/ ۴۳۳

کنزالعمال بحوالہ الدارمی وغیرہ حدیث ۳۲۰۶۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۳۸

اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ ابی یعلٰی وغیرہ صفۃ الشفاعۃ دارالفکر " ۱۰/ ۴۸۸

المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب الفضائل حدیث ۳۱۶۴۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۳۰۸

[۳] التاریخ الکبیر ترجمہ ۲۱۵۲ سالم ابوحماد دارالباز مکۃ المکرمۃ ۴/ ۱۱۴

الخصائص الکبرٰی عن ابی ذر باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمقام المحمود مرکز اہلسنت ہند ۲/ ۲۲۳

[۴] " " " " " بالنصر بالرعب " " ۲/ ۱۹۴

کنزالعمال بحوالہ احمد والطبرانی حدیث ۳۲۰۶۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۳۹

اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ احمد والطبرانی صفۃ الشفاعۃ دارالفکر بیروت ۱۰/ ۴۸۸

المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب الفضائل حدیث ۳۱۶۳۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۳۰۸

المعجم الاوسط حدیث ۷۴۳۵ المکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۲۱۱

مجمع الزوائد بحوالہ البزار عن علی کتاب ذکر الانبیاء دارالکتاب بیروت ۸/ ۲۵۸

اخرجه ابن[1] ابی شیبة۔ (ابن ابی شیبہ نے اس کی تخریج کی۔ ت)

طریق سوم میں ہے:

اعطیت اربعا لم یعطھن احد من انبیاء اللہ تعالٰی قبلی۔ اخرجه احمد[2] و البیھقی بسند حسن۔ مجھے چار چیزیں عطا ہوئیں کہ مجھ سے پہلے کسی نبی اللہ کو نہ ملیں۔ (احمد و بیہقی نے سندِ حسن کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے۔ ت)

ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے طریق دوم میں ہے:

فضلت علی الانبیاء بخصلتین۔ اخرجه البزار[3]۔ میں دو باتوں سے تمام انبیاء پر فضیلت دیا گیا۔ (بزار نے اس کی تخریج کی ہے۔ ت)

عوف بن مالک کی حدیث میں بھی پانچ ہیں۔ مگر یوں کہ:

اعطینا اربعا لم یعطھن احد کان قبلنا و سألت ربی الخامسة فاعطانیھا[4] (وھی ماھی) ہمیں چار فضیلتیں ملیں کہ ہم سے پہلے کسی کو نہ دی گئیں۔ اور میں نے اپنے رب سے پانچویں مانگی اس نے وہ بھی مجھے عطا فرمائی، اور وہ تو وہی ہے، یعنی اُس پانچویں خوبی کا کہنا ہی کیا ہے۔

پھر چار بیان فرما کر وہ نفیس پانچویں یوں ارشاد فرمائی:

سألت ربی ان لا یلقاہ عبد من امتی یوحدہ الا ادخله الجنة۔ اخرجه ابو یعلٰی[5]۔ میں نے اپنے رب سے مانگا میری امت کا کوئی بندہ اس کی توحید کرتا ہوا اس سے نہ ملے مگر یہ کہ اس کو داخلِ بہشت فرمائے۔ ابویعلٰی نے اس کی تخریج کی ہے۔ ت)

---

[1] المصنف لابن ابی شیبة کتاب الفضائل حدیث ۳۱۶۳۷ دار الکتب العلمیة بیروت ۶/ ۳۰۸
[2] مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۵۸
[3] المواھب اللدنیة بحوالہ البزار عن ابن عباس المقصد الرابع الفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۹۶
[4] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان عن عوف بن مالک حدیث ۶۳۶۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۱۰۴
[5] " " " " " " " " بحوالہ ابی یعلی

عبادہ بن صامت کی روایت میں ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خرج فقال ان جبریل اتانی فقال اخرج فحدث بنعمۃ اللہ التی انعم بھا علیک فبشرنی بعشر لم یؤتھا نبی قبلی۔ اخرجہ ابن ابی حاتم[1] وعثمٰن بن سعید الدارمی فی کتاب الرد علی الجھمیۃ وابونعیم۔

جبریل نے میرے پاس حاضر ہوکر عرض کی: باہر جلوہ فرماکر اللہ تعالٰی کے وہ احسان جو حضور پر کئے ہیں بیان فرمائیے۔ پھر مجھے دس فضیلتوں کا مژدہ دیا کہ مجھ سے پہلے کسی نے نہ پائیں۔ (ابن ابی حاتم اور عثمان بن سعید دارمی نے کتاب الرد علی الجھمیہ میں اور ابونعیم نے اس کی تخریج کی ہے۔ ت)

ان روایات ہی سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اعداد مذکورہ میں حصر مراد نہیں، کہیں دو فرماتے ہیں، کہیں تین، کہیں چار، کہیں پانچ، کہیں چھ، کہیں دس[عہ۱]۔ اور حقیقۃً سو اور دو سو پر بھی انتہا نہیں۔ امام علامہ جلال الدین سیوطی[عہ۲] قدس سرہٗ نے خصائص کبرٰی میں اڑھائی سو کے قریب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خصائص جمع کئے۔ اور یہ صرف ان کا علم تھا، ان سے زیادہ علم والے زیادہ جانتے تھے۔ اور علمائے ظاہر سے علمائے باطن کو زیادہ معلوم ہے۔ پھر تمام علوم عالم اعظم حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہزاروں منزل ادھر منقطع ہیں۔ جس قدر حضور اپنے فضائل و خصائص جانتے ہیں دوسرا کیا جانے گا، اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ علم والا ان کا مالک و مولٰی جل وعلا ان الٰی ربک المنتھٰی[2] (بیشک تمھارے رب ہی کی طرف منتہٰی ہے۔ ت)

عہ۱: عجائب لطائف سے ہے کہ فقیر کے پاس ان احادیث سے تینتیس[۳۳] خاصے جمع ہوئے کما مر (جیسا کہ گزرا۔ ت) اور دو سے دس تک جو اعداد حدیثوں میں آئے انھیں جمع کئے تو تینتیس[۳۳] ہی آتے ہیں ۱۲ منہ

عہ۲: حضرت والد قدس سرہ الماجد نے بھی النقاوۃ النقویۃ فی الخصائص النبویۃ میں ایک جملہ صالحہ ذکر فرمایا۔ جزاہ اللہ عن علماء الامۃ خیر جزاء آمین ۱۲ منہ (اللہ تعالٰی علمائے امت کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔ آمین۔ ت)۔

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۲/ ۱۸۸

[2] القرآن الکریم ۵۳/ ۴۲

جس نے انھیں ہزاروں فضائلِ عالیہ وجلائلِ غالیہ دئے، اور بے حد وبے شمار ابدالآباد کے لئے رکھے، وللاٰخرۃ خیرلك من الاولٰی[1] (اور بیشک پچھلی گھڑی آپ کے لئے پہلی سے بہتر ہے۔ت) اسی لئے حدیث میں ہے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں :

یا ابابکر لم یعلمنی حقیقۃ غیر ربی۔ ذکرہ العلامۃ الفاسی فی مطالع المسرات[2]۔	اے ابوبکر! مجھے ٹھیک ٹھاک جیسا میں ہوں میرے رب کے سوا کسی نے نہ پہچانا۔ (اس کو علامہ فاسی نے مطالع المسرات میں ذکر فرمایا ہے۔ت)

؎ ترا چناں کہ توئی دیدہ کجا بیند   بقدرِ بینشِ خود ہر کسے کند ادراک
(تجھے جیسا کہ تُو ہے کوئی آنکھ کیسے دیکھ سکتی ہے، ہر کوئی اپنی بینائی کے مطابق ادراک کرتا ہے۔ت)

صلی اللہ تعالٰی علیك وعلٰی اٰلك واصحابك اجمعین۔

تابشِ چہارم آثارِ صحابہ وبقیہ موعوداتِ خطبہ

روایت اُولٰی: بیہقی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی :

ان محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکرم الخلق علی اللہ یوم القیامۃ[3]۔	بیشک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قیامت میں اللہ تعالٰی کے حضور تمام مخلوقِ الٰہی سے عزت وکرامت میں زائد ہیں۔

روایت دوم: احمد، بزار، طبرانی بسندِ ثقات اسی جناب سے راوی :

ان اللہ تعالٰی نظر الی قلوب العباد فاختار منھا قلب محمد صلی اللہ	اللہ تعالٰی نے اپنے بندوں کے دلوں پر نظر فرمائی، تو اُن میں سے محمد صلی اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن الکریم ۹۳/ ۴

[2] مطالع المسرات   مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد   ص ۱۲۹

[3] الخصائص الکبرٰی بحوالہ البیہقی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بشرح الصدر مرکز اہلسنت ۲/ ۱۹۸

تعالٰی علیہ وسلم فاصطفاہ لنفسہ[1] علیہ وسلم کے دل کو پسند فرمایا، اسے اپنی ذاتِ کریم کے لئے چن لیا۔

روایت سوم[3]: دارمی و بیہقی عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

ان اکرم خلیقۃ اللہ علی اللہ ابوالقاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2] بیشک اللہ تعالٰی کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ مرتبہ ووجاہت والے ابوالقاسم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں۔

روایت چہارم[4]: ابن سعد بطریق مجالد شعبی عن عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب سے راوی، زید بن عمرو بن نفیل کہتے تھے: میں شام میں تھا، ایک راہب کے پاس گیا اور اس سے کہا مجھے بت پرستی ویہودیت ونصرانیت سب سے نفرت ہے۔ کہا: تو تم دینِ ابراہیم چاہتے ہو، اے اہلِ مکہ کے بھائی! تم وہ دین مانگتے ہو جو آج کہیں نہیں ملے گا، اپنے شہر کو چلے جاؤ،

فان نبیا یبعث من قومک ببلدک یأتی بدین ابراھیم بالحنیفۃ وھو اکرم الخلق علی اللہ[3] کہ تمہاری قوم سے تمہارے شہر میں ایک نبی مبعوث ہوگا وہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا دین حنیف لائے گا، وہ تمام جہان سے زیادہ اللہ تعالٰی کو عزیز ہے۔

یہ زید بن عمرو موحدانِ جاہلیت سے ہیں، اور ان کے صاحبزادے سعید بن زید اجلّہ صحابہ و عشرہ مبشرہ سے۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

روایت پنجم[5]: ابن ابی شیبہ و ترمذی بافادہ تحسین اور حاکم بتصریح تصحیح اور ابونعیم

ع: حجۃ ابن حجر فی شرح الھمزیۃ

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/۳۷۹
البحر الزخار (مسند البزار) مسند عبداللہ بن مسعود حدیث ۱۷۰۲ مکتبۃ العلوم والحکم مدینۃ المنورۃ ۵/۱۱۹
المعجم الکبیر حدیث ۸۵۹۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۹/۱۲۱

[2] الخصائص الکبرٰی بحوالہ البیہقی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بشرح الصدر الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/۱۹۸

[3] الطبقات الکبرٰی ذکر علامات النبوۃ فی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۱/۱۶۲

وخرائطی ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، ابوطالب چند سردارانِ قریش کے ساتھ ملکِ شام کو گئے، حضور پُرنور سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم ہمراہ تشریف فرما تھے، جب صومعہ راہب یعنی بحیرا کے پاس اُترے، راہب صومعہ سے نکل کر اُن کے پاس آیا، اور اس سے پہلے جو قافلہ جاتا تھا راہب نہ آتا، نہ اصلاً ملتفت ہوتا، اب کی بار خود آیا اور لوگوں کے بیچ گزرتا ہوا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچا۔ حضور اقدس کا دستِ مبارک تھام کر بولا: ھٰذا سید العٰلمین ھٰذا رسول رب العٰلمین یبعثہ اللہ رحمۃ للعٰلمین یہ تمام جہان کے سردار ہیں، یہ رب العالمین کے رسول ہیں، اللہ تعالٰی انھیں تمام عالم کے لئے رحمت بھیجے گا ___ سردارانِ قریش نے کہا: تجھے کیا معلوم ہے؟ کہا: جب تم اس گھاٹی سے بڑھے کوئی درخت و سنگ نہ تھا جو سجدے میں نہ گرے، اور وہ نبی کے سوا دوسروں کو سجدہ نہیں کرتے، اور میں انھیں مُہرِ نبوت سے پہچانتا ہُوں، ان کے استخوانِ شانہ کے نیچے سیب کے مانند ہے۔ پھر راہب واپس گیا اور قافلہ کے لئے کھانا لایا، حضور تشریف نہ رکھتے تھے، آدمی طلب کو گیا، تشریف لائے، ابر سر پر سایہ گستر تھا۔ راہب بولا: اُنظروا الیہ غمامۃ تظلہ وہ دیکھو ابر ان پر سایہ کئے ہے۔ قوم نے پہلے سے درخت کا سایہ گھیر لیا تھا، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جگہ نہ پائی دھوپ میں تشریف فرما ہوئے، فوراً پیڑ کا سایہ حضور پر جھک آیا۔ راہب نے کہا: اُنظروا الی فیئ الشجرۃ مال الیہ[1] وہ دیکھو پیڑ کا سایہ ان کی طرف جھکتا ہے۔

شیخ محقق نے لمعات میں فرمایا: امام ابن حجر عسقلانی اصابہ میں فرماتے ہیں، رجالہ ثقات اس حدیث کے راوی سب ثقہ ہیں۔

روایت ششم: ابونعیم حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، یہ ایک شب

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب سفر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرکز اہلسنت برکات رضا ہند ۱/ ۸۳
سنن جامع الترمذی کتاب المناقب حدیث ۳۶۴۰ دارالفکر بیروت ۵/ ۳۵۶ و ۳۵۷
المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب المغازی حدیث ۳۶۵۳۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۳۲۸
المستدرک علی الصحیحین کتاب التاریخ استغفار آدم علیہ السلام دارالفکر بیروت ۲/ ۶۱۵
دلائل النبوۃ (لابی نعیم) ذکر خروج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الشام عالم الکتب بیروت ۱/ ۵۳
[2] الخصائص الکبرٰی باب سفر النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع ابی طالب الی الشام مرکز اہلسنت ہند ۱/ ۸۴

صحرائے شام میں تھے، ہاتف جن نے انھیں بعثتِ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خبر دی۔ صبح راہب کے پاس جاکر قصہ بیان کیا، کہا:

قد صدقوك يخرج من الحرم ومهاجره الحرم وهو خير الانبياء[1]

جنوں نے تجھ سے سچ کہا، حرم سے ظاہر ہونگے اور حرم کو ہجرت فرمائیں گے، اور وہ تمام انبیاء سے بہتر ہیں۔

روایت ہفتم: ابن عساکر ابو نعیم خرائطی بعض صحابہ خثعمیین سے راوی: ہم ایک شب اپنے بُت کے پاس تھے اور اسے ایک مقدمہ میں پنچ کیا تھا ناگاہ ہاتف نے پکارا: ؎

یا ایھا الناس ذوو الاجسام	ما انتم وطائش الاحکام
ومسند الحکم الی الاصنام	ھذا نبی سید الانام
اعدل ذی حکم من الاحکام	یصدع بالنور وبالاسلام
ویزجر الناس عن الآثام	مستعلن فی البلد الحرام

(اے بُت پرست لوگو! تم احکام کو بیان کرنے والے نہیں ہو، اپنا مقدمہ بُتوں کے پاس لے جانے والے ہو۔ یہ نبی ہے جو کائنات کا سردار ہے، احکام کے فیصلے کرنے میں سب سے بڑا عادل ہے، نورِ اسلام کو کھول کر بیان کرتا ہے، لوگوں کو گناہوں سے روکتا ہے، بلد حرام (مکہ مکرمہ) میں ظاہر ہونے والا ہے۔ ت)

ہم سب ڈر کر بُت کو چھوڑ گئے اور اِس شعر کے چرچے رہے یہاں تک کہ ہمیں خبر ملی حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم مکہ میں ظہور فرما کر مدینہ تشریف لائے، میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا[2]۔

روایت ہشتم: خرائطی وابن عساکر مرداس بن قیس دوسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، میں خدمت اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہوا حضور

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی نعیم باب ماسمع من الکہان الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۱۰۷

[2] تاریخ دمشق الکبیر اخبار الاحبار بنبوتہ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۵۷
دلائل النبوۃ لابی نعیم ذکر ماسمع من الجن الخ عالم الکتب بیروت ۱/ ۳۳ و ۳۴
الخصائص الکبرٰی باب ماسمع من الکہان والاصوات الخ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/ ۱۰۷

کے پاس کہانت کا ذکر تھا کہ بعثت اقدس سے کیونکر متغیر ہوگئی۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہمارے یہاں اس کا ایک واقعہ گزرا ہے میں حضور میں عرض کروں۔ ہماری ایک کنیز تھی خاصہ نام، کہ ہمارے علم میں ہر طرح نیک تھی، ایک دن آکر بولی: اے گروہِ دوس! تم مجھ میں کوئی بدی جانتے ہو؟ ہم نے کہا: بات کیا ہے؟ کہا: میں بکریاں چراتی تھی، دفعۃً ایک اندھیرے نے مجھے گھیرا اور وہ حالت پائی جو عورت مرد سے پاتی ہے مجھے حمل کا گمان ہے، جب ولادت کے دن قریب آئے ایک عجیب الخلقت لڑکا جنی جس کے کتے کے سے کان تھے وہ ہمیں غیب کی خبریں دیتا اور جو کچھ کہتا اس میں فرق نہ آتا، ایک دن لڑکوں میں کھیلتے کھیلتے کودنے لگا اور تہبند پھینک دیا اور بلند آواز سے چلایا، اے خرابی! خدا کی قسم اس پہاڑ کے پیچھے گھوڑے ہیں اُن میں خوبصورت خوبصورت نوعمر۔ یہ سُن کر ہم سوار ہوئے، ویسا ہی پایا۔ سواروں کو بھگایا، غنیمت لوٹی۔ جب حضور کی بعثت ہوئی اُس دن سے جو خبریں دیتا جھوٹ ہوتیں۔ ہم نے کہا تیرا بُرا ہو یہ کیا حال ہے؟ بولا مجھے خبر نہیں کہ جو مجھ سے سچ کہتا تھا اب کیوں جھوٹ بولتا ہے، مجھے اس گھر میں تین دن بند کر دو۔ ہم نے ایسا ہی کیا، تین دن پیچھے کھولا، دیکھیں تو وہ ایک آگ کی چنگاری ہو رہا ہے۔ بولا: اے قومِ دوس! حرست السماء و خرج خیر الانبیاء آسمان پر پہرہ مقرر ہوا اور بہترین انبیاء نے ظہور فرمایا۔ ہم نے کہا: کہاں؟ کہا: مکہ میں، اور میں مرنے کو ہوں، مجھے پہاڑ کی چوٹی پر دفن کر دینا، مجھ میں آگ بھڑک اُٹھے گی، جب ایسا دیکھو باسمک اللّٰھم (تیرے نام سے اے اللہ!) کہہ کر مجھے تین پتھر مارنا میں بجھ جاؤں گا۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ چند روز بعد حاجی لوگ آئے اور ظہورِ حضور (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی خبر لائے۔[1]

اگرچہ یہ قول اس جنّی اور حقیقۃً اُس جن کا تھا جس نے اُسے خبر دی، مگر ممکن تھا کہ اُسے احادیثِ مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں گنا جاتا، کہ حضور نے سُنا اور انکار نہ فرمایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم۔

روایت نہم: ابونعیم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے حدیث طویل میلادِ جمیل میں راوی حضرت آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں: جب حملِ اقدس میں چھ مہینے گزرے ایک

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر اخبار الاخبار بنبوتہ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۵۶
الخصائص الکبرٰی بحوالہ الخرائطی وابن عساکر باب حراسۃ السماء الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۱۱۱ و ۱۱۲

شخص نے سوتے میں مجھے ٹھوکر ماری اور کہا،

یا اٰمنة انك قد حملت بخیر العالمین طرًا فاذا ولدته فسمیه محمدًا[۱]

اے آمنہ! تمہارے حمل میں وہ ہے جو تمام جہان سے بہتر ہے۔ جب وہ پیدا ہوں ان کا نام محمد رکھنا صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

روایت دہم[۱۰]: ابونعیم حضرت بریدہ وابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے ایام حمل مقدس میں خواب دیکھا کوئی کہنے والا کہتا ہے:

انكِ قد حملتِ بخیر البریة و سید العالمین فاذا ولدته فسمیه احمد و محمدًا[۲]

تمہارے حمل میں بہترین عالم وسردار عالمیان ہیں، جب پیدا ہوں ان کا نام احمد ومحمد رکھنا صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

روایت یازدہم[۱۱]: ابن سعد وحسن بن جراح زید بن اسلم سے راوی، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے جناب حلیمہ رضوان اللہ تعالٰی علیہا سے فرمایا: مجھ سے خواب میں کہا گیا:

انكِ ستلدین غلامًا فسمیه احمد وھو سید العالمین[۳]

عنقریب تمہارے لڑکا ہوگا ان کا نام احمد رکھنا، وہ تمام عالم کے سردار ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم۔

روایت دوازدہم[۱۲]: بزار حضرت امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی:

لما اراد اللّٰه ان یعلم رسوله

جب حق جل وعلا نے اپنے رسول کو اذان

ع یہ حدیث اس حدیثِ مرتضوی کا تتمہ جو زیرِ ارشاد چہل وچہارم گزری لہذا جدا شمار نہ ہوئی ۱۲ منہ۔

---

[۱] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی نعیم باب ماظہر فی لیلۃ مولدہ الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/۴۸
[۲] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الحادی عشر عالم الکتب بیروت ۱/۴۰
[۳] الطبقات الکبرٰی ذکر علامات النبوۃ الخ دار صادر بیروت ۱/۱۵۱

الاذان اتاہ جبریل بدابۃ یقال لہ البراق (او ذکر جماحہا وتسکین جبریل ایاھا) قال فرکبہا حتی انتہی الی الحجاب الذی یلی الرحمٰن وساق الحدیث فیہ ذکر تاذین الملك وتصدیق اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقدمہ فاَمَّ اھل السمٰوٰت فیھم اٰدم ونوح علیہ فیومئذ اکمل اللہ لمحمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الشرف علی اھل السمٰوٰت والارض[1]

سکھائی چاہی۔ جبریل براق لے کر حاضر ہوئے حضور سوار ہو کر اُس حجاب[2] عظمت تک پہنچے جو رحمٰن جل مجدہٗ کے نزدیک[3] ہے پردے سے ایک فرشتہ نکلا اور اذان کہی، حق اللہ عزوجلالہ نے ہر کلمہ پر موذن کی تصدیق فرمائی، پھر فرشتے نے حضور پر نور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دست اقدس تھام کر حضور کو آگے کیا۔ حضور نے تمام اہل سمٰوٰت کی امامت فرمائی جن میں آدم ونوح علیہما الصلوٰۃ والسلام بھی شامل تھے۔ اس روز حق تبارک وتعالٰی نے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا شرفِ عام اہلِ آسمان وزمین پر کامل کردیا۔

عہ انت تعلم ان ھذا من تمام حدیث علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کما تری وھو کذلك عند ابی نعیم فی طریق اتی فلا ادری کیف جعلہ الامام القاضی فی الشفاء من قول راوی الحدیث سیدنا جعفرؓ الصادق رضی اللہ تعالٰی عنہ واقرہ علیہ الشھاب فی النسیم۔

تو جانتا ہے کہ یہ حدیث علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا تتمہ جیسا کہ دیکھ رہا ہے اور وہ ابو نعیم کے نزدیک بھی ایسے ہی ہے اس طریق میں جس کو وہ لائے میں نہیں جانتا کہ امام قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے اس کو راوی حدیث سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول کیسے قرار دیا اور شہاب نے بھی نسیم میں اس کو برقرار رکھا ۱۲ منہ (ت)

عہ۲ حجاب مخلوق پر ہے، خالق جل وعلا حجاب سے پاک ہے وہ اپنی غایت ظہور سے غایت بطون میں ہے تبارک وتعالٰی ۱۲ منہ۔

عہ۳ شاید معنٰی ہیں کہ عرش رحمٰن سے قریب۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ

---

[1] البحر الزخار (مسند البزار) حدیث ۵۰۸ مکتبۃ العلوم والحکم مدینۃ المنورۃ ۲/۱۴۶ و ۱۴۷
کشف الاستار عن زوائد البزار بدء الاذان حدیث ۳۵۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۱۷۸ و ۱۷۹
الخصائص الکبرٰی باب ذکرہ فی الاذان فی عہد آدم مرکز اہل سنت گجرات الہند ۱/۱۶۴

اسی کی مثل ابونعیم نے بطریق امام محمد ابن حنفیہ ابن علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت کی ۔

اس کے اخیر میں ہے :

ثم قیل لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تقدم فام اھل السماء فتم لہ الشرف علٰی سائر الخلق ۔[1]

پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کہا گیا آگے بڑھئے، حضور نے تمام اہل آسمان کی امامت فرمائی اور جمیع مخلوقات الٰہی پر حضور کا شرف کامل ہوا۔

والحمد للہ رب العٰلمین (اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے کل جہانوں کا ۔ ت)

نور الختام

رزقنا اللہ تعالٰی حسنہ (اللہ تعالٰی ہمیں حسنِ خاتمہ عطا فرمائے ۔ ت)

الحمد للہ کہ کلام اپنے منتہٰی کو پہنچا، اور دس آیتوں سَو حدیثوں کا وعدہ بہ نہایت آسانی بہت زیادہ ہو کر پورا ہوا۔ اِس رسالہ میں قصدًا استیعاب نہ ہونے پر خود یہی رسالہ گواہی دے گا کہ تین سَو سے زائد حدیثیں مفید مقصد ایسی ملیں گی جن کا شمار اُن سَو میں نہ کیا۔ تعلیقات تو اصلاً تعداد میں نہ آئیں۔ اور ہیکل اول میں بھی زیر آیات بہت حدیثیں مثبتِ مراد گزریں، انھیں بھی حساب سے زیادہ رکھا، خصوصًا حدیث نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ یہ اُمت اللہ تعالٰی کے نزدیک سب اُمتوں سے بہتر اور افضل ہے ۔ (زیر آیت خامسہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ حضور کی امت سب امتوں سے بہتر اور حضور کا زمانہ سب زمانوں سے بہتر اور حضور کے صحابہ سب اصحاب سے بہتر، اور حضور کا شہر سب شہروں سے بہتر، وانما شرف المکان بالمکین (مکان کا شرف تو مکین کی وجہ سے ہوتا ہے ۔ ت) (زیر آیت اُولٰی) حدیث علی مرتضٰی، حدیث حبر الامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ صفی سے مسیح تک تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے حضور کے بارے میں عہد لیا گیا (ہردو زیر آیت نخستین) حدیث سلطان المفسرین رضی اللہ تعالٰی

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی نعیم عن محمد بن الحنفیۃ باب خصوصیۃ صلی اللہ علیہ وسلم بالاسراء مرکز اہلسنت ۱/ ۱۶۴
الدر المنثور تحت الآیۃ ۱۷/ ۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۹۳

عنہ نے محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے زیادہ قدر و عزت والا کسی کو نہ بنایا۔ (زیر آیت سابعہ)
حدیث عالم القرآن رضی اللہ تعالٰے عنہ اللہ تعالٰے نے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمام انبیاء و ملائکہ سے افضل کیا۔ (زیر آیت ثالثہ) کہ چھ حدیثیں تو نصوص جلیلہ اور قبائل اد خال جلوۂ اول تابشِ دوم تھیں۔ ان چھ کے یاد دلانے میں میری ایک غرض یہ بھی ہے کہ تابشِ چہارم میں روایتِ ہفتم سے روایتِ یازدہم تک جو چھ حدیثیں قول ہاتف و کاہن و منامات صادقہ کی گزریں۔ اگر بعض حضرات ان پر راضی نہ ہوں تو ان چھ تصریحات جلیلہ کو ان چھ کا نعم البدل سمجھیں۔ اور ستّو احادیث مسندہ معتمدہ کا عدد ہر طرح کامل جانیں۔ وللہ الحمد۔

تنبیہ: فقیر غفر اللہ تعالٰے لہ نے اس عجالہ میں کہ نہایت جاوزت پر مبنی تھا۔ اکثر حدیثوں کی نقل میں اختصار بلکہ بہت جگہ صرف محلِ استدلال پر اقتصار کیا۔ مواقع کثیرہ میں موضع احتجاج کے سوا باقی حدیث کا فقط ترجمہ لایا۔ طرق و متابعات بلکہ کبھی شواہد مقاربۃ المعنٰی میں بھی ایک کا متن لکھا' بقیہ کا محض حوالہ دیا، اگرچہ وہ سب متون جدا جدا بالاستیعاب بحمد اللہ میرے پیش نظر ہوئے جہاں اتفاق سے کلماتِ علماء کی حاجت دیکھی وہاں تو غالباً مجرد اشارہ یا نقل بالمعنی یا التقاط ہی پر قناعت کی، ہاں تخریجِ احادیث میں اکثر استکثار پر نظر رکھی۔ ناظرِ متفحص بہت حدیثوں میں دیکھے گا کہ کتبِ علماء میں انھیں صرف ایک یا دو مخرجین کی طرف نسبت فرمایا۔ اور فقیر نے چھ چھ سات سات نام جمع کئے۔ متون اسانید کی تصحیح و تحسین کی طرف جو تلویح ہے اس کا ماخذ بھی ائمہ شان کی تنصیص و تصریح ہے۔ لہٰذا مناسب کہ طالبِ سند و جویائے تفصیل کے لئے ان بحار اسفار مواج زخار کے اسماء شمار ہوں جو ہنگام تحریر رسالہ میرے پیش نظر موجزن رہے، اور اپنے صدف خیز قعروں گہر ریز لہروں سے ان فرائد آبدار و لآلی شاہوار کے ماخذ ہوئے۔ الصحاح الستۃ لاسیما الصحیحین و جامع الترمذی و موطا مالک و سنن الدارمی و مشکوٰۃ المصابیح، الترغیب والترہیب للامام الحافظ عبد العظیم زکی الدین المنذری، الخصائص الکبرٰی لخاتم الحفاظ ابی الفضل السیوطی وھو کتاب لم یصنف فی بابہ مثلہ واکثر التقطت سندہ مع زیادات فی التخاریج وغیرہا من تلقاء نظری او کتب اُخرٰی فاللہ یجزیہ الجزاء الاوفی، کتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفٰی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم للامام الفہام شیخ الاسلام عیاض الیحصبی، نسیم الریاض للعلامۃ الشہاب الخفاجی، الجامع الصغیر للامام السیوطی، التیسیر شرح جامع الصغیر للعلامۃ عبد الرؤف المناوی، المواہب اللدنیہ والمنح المحمدیہ للامام العلامۃ احمد بن محمد المصری القسطلانی، شرح المواہب للعلامۃ الشمس محمد بن الباقی الزرقانی، افضل القری لقراء ام القرٰے

المعروف بشرح الہمزیۃ للامام ابن حجر المکی، مفاتیح الغیب للامام الفخر محمد الرازی تکملتہا لتلمیذہ الفاضل[علہ] العلامۃ الخوبی، معالم التنزیل للامام محی السنۃ البغوی، مدارک التنزیل للامام العلامۃ النسفی و ربما اخذت شیئًا او اشیاء عن المنہاج للامام العلام ابی زکریا النووی و ارشاد الساری للامام احمد القسطلانی والبیضاوی والجلالین والاحیاء والمدخل لمحمد العبدری والمدارج واشعۃ اللمعات للمولی الدہلوی و مطالع المسرات للعلامۃ الفاسی وشفاء السقام للامام المحقق الاجل السبکی والعلل المتناہیۃ للعلامۃ الشمس ابی الفرج ابن الجوزی ولم آخذ عنہا الا تخریجا واحد الحدیث ورسالۃ المولد لہ والحلیۃ شرح المنیۃ للامام محمد بن محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبی وشرح الشفاء للفاضل علی القاری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین الی غیر ذٰلک مما منح المولٰی سبحنہ وتعالٰی۔

پھر ان کتابوں سے بھی بعض باتیں اُن کے غیر مظنۃ سے اخذکیں کہ اگر ناظر مجرد و استقرائے مظان پر قناعت کرے ہرگز نہ پائے، لہٰذا متجسس کو تثبت و امعان نظر درکار، وللہ العزیز الغفار۔

یہ رسالہ ششم شوال کو آغاز اور نوز دہم کو ختم۔ اور آج پنجم ذی القعدہ روز جان افروز دوشنبہ کو وقتِ چاشت مسودہ سے مبیضہ ہوا۔ والحمد للہ رب العالمین۔ ان اوراق میں پہلی حدیث حضرت امیر المؤمنین مولی المسلمین مولٰی علی مرتضٰے کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنٰی سے ماثور، اور سب میں پچھلی حدیث بھی اسی جناب ولایت مآب سے مذکور۔ امید ہے کہ اس خاتم خلافتِ نبوت فاتح سلاسلِ ولایت رضی اللہ تعالٰی عنہ کے صدقہ میں حضور پُر نور عفو غفور،[علہ۲] جواد،

علہ علٰی ما فی النسیم والکشف ولی فیہ تامل ۱۲ منہ۔
اس بنیاد پر جو نسیم و کشف میں ہے اور مجھے اس میں تامل ہے ۱۲ منہ (ت)

علہ۲ عفو و غفور حضور کے اسماء طیبہ سے ہیں، کما فی المواہب[۱] واستشہد لہ الزرقانی[۲] بما فی التوراۃ ولکن یعفو ویغفر، رواہ البخاری ۱۲ منہ غفرلہ وعفی عنہ (جیسا کہ مواہب میں ہے اس کے لئے زرقانی نے توریت کی اس عبارت سے استشہاد کیا "لیکن وہ معاف فرماتا اور درگزر فرماتا ہے"۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ ت)

[۱] المواہب اللدنیہ المقصد الثانی الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۹
[۲] " " " " دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۳۹

کریم، رؤف رحیم، صفوح زلات، مقیل عثرات، مضعف حسنات، عظیم الہبات، سید المرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین محمد رسول رب العالمین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلٰی آلہ و صحبہ اجمعین کی بارگاہِ بےکس پناہ میں شرفِ قبول پائے۔ اور حق تبارک وتعالٰی کاتب و سائل و واسطہ سوال و عامۂ مومنین کو دارین میں اس سے اور فقیر کی تصانیف سے نفع پہنچائے۔

انه ولی ذٰلك والقدیر علیه والخیر كله له وبیدیه واٰخر دعوٰنا ان الحمد لله رب العٰلمین والصلٰوة والسلام علٰی سید المرسلین محمد واٰله واصحابه اجمعین، سبحٰنك اللّٰهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب الیك والحمد لله رب العٰلمین۔

بیشک وہ اس کا مالک اور اس پر قادر، بھلائی سب اس کے لئے ہے اور اس کے دستِ قدرت میں ہے، اور ہماری دعا کا اختتام اس پر ہے کہ سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے سب جہانوں کا۔ درود وسلام نازل ہو رسولوں کے سردار محمد مصطفٰی پر، آپ کی آل پر اور آپ کے تمام اصحاب پر۔ تجھے پاکی ہے اے اللہ! میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ (ت)

رسالہ

تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین

ختم ہوا

الحمد للہ

بشارتِ جلیلہ

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لم یبق من النبوۃ الا المبشرات الرؤیا الصالحۃ۔ رواہ البخاری[1] عن ابی ھریرۃ و زاد مالک یراھا الرجل الصالح او تری لہ[2] وللاحمد وابن ماجۃ وابن خزیمۃ وابن حبان وصححاہ عن ام کرز ذھبت النبوۃ و بقیت المبشرات[3] وللطبرانی فی الکبیر عن حذیفۃ بسند صحیح ذھبت النبوۃ فلا نبوۃ بعدی الا المبشرات الرؤیا الصالحۃ یراھا الرجل او تری لہ[4]

یعنی نبوت گئی اب میرے بعد نبوت نہیں، ہاں بشارتیں باقی ہیں، اچھے خواب۔ اسے بخاری نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ اور مالک نے زیادہ کیا کہ نیک آدمی دیکھے یا اس کے لئے دیکھا جائے۔ احمد، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی ام کرز سے کہ نبوت چلی گئی اور مبشرات باقی رہ گئے۔ اور طبرانی نے کبیر میں حذیفہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا کہ میرے بعد نبوت نہیں مگر بشارتیں باقی ہیں اچھا خواب کہ نیک آدمی دیکھے یا اس کے لئے دیکھا جائے۔ (ت)

الحمدُ للہ اس رسالہ کے زمانۂ تصنیف میں مصنّف نے خواب دیکھا کہ میں اپنی مسجد میں ہوں، چند وہابی آئے اور رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی فضیلتِ مطلقہ میں بحث

---

[1] صحیح البخاری کتاب التعبیر باب المبشرات قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۳۵

[2] موطا الامام مالک ماجاء فی الرؤیا میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۷۴۲

[3] سنن ابن ماجہ ابواب التعبیر الرؤیا باب الرؤیا الصالحۃ یراہا المسلم الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۸۶

مسند احمد بن حنبل حدیث ام کرز رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۸۱

[4] المعجم الکبیر حدیث ۳۰۵۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/ ۱۷۹

کرنے لگے۔ مصنف نے دلائل صریحہ سے اُنھیں ساکت کر دیا کہ خائب و خاسر چلے گئے۔ پھر مصنف نے اپنے مکان کا قصد کیا (یہ مسجد شارع عام پر واقع ہے، دروازہ سے نکل کر چند سیڑھیاں ہیں کہ اُن سے اُتر کر سڑک ملتی ہے، اِس کے جنوب کی طرف ہندوؤں کے مندر اور ان کا کنواں ہے) مصنف ابھی اِس زینہ سے نہ اُترا تھا کہ بائیں ہاتھ کی طرف سے ایک مادہ خُوک (خنزیر) اور اس کے ساتھ اس کا بچّہ سڑک پر آتے دیکھا، جب زینہ مذکورہ کے قریب آئے اِس بچّہ نے مصنف پر حملہ کرنا چاہا، اُس کی ماں نے اسے دوڑ کر روکا، اور غالباً اس کے منہ پر تپانچہ مارا۔ بہر حال اسے سختی کے ساتھ جھڑکا۔ اور ان وہابیہ کی طرف اشارہ کر کے بولی: دیکھتا نہیں کہ یہ تیرے بڑے تو اِس شخص سے جیتے نہیں تُو اس پر کیا حملہ کرے گا۔ یہ کہہ کر وہ سُوَر یا اس کا بچّہ دونوں اس ہندو کنویں کی طرف بھاگتے چلے گئے والحمد للہ رب العٰلمین۔ اِس خواب سے مصنف نے لعونہٖ تعالٰے قبولِ رسالہ پر استدلال کیا، والحمدُ للہ۔

الحمدُ للہ

بشارتِ عظمٰی

اس سے کچھ پہلے مصنف نے خواب دیکھا کہ اپنے مکان کے پھاٹک کے آگے شارع عام پر کھڑا ہوں، اور بہت دبیر بلور کا ایک فانوس ہاتھ میں ہے، میں اسے روشن کرنا چاہتا ہوں، دو شخص داہنے بائیں کھڑے ہیں وُہ پھونک مار کر بجھا دیتے ہیں، اتنے میں مسجد کی طرف سے حضور پُرنور سیّد المرسلین صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما ہوئے، واللہ العظیم۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھتے ہی وہ دونوں مخالف ایسے غائب ہو گئے کہ معلوم نہیں آسمان کھا گیا یا زمین میں سما گئے۔ حضور پُرنور ملجائے بیکساں مولائے دل وجاں صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم اِس سگِ بارگاہ کے پاس تشریف لائے، اور اتنے قریب رونق افروز ہوئے کہ شاید ایک بالشت یا کم کا فاصلہ ہو، اور بکمالِ رحمت ارشاد فرمایا: پھُونک مار، اللہ روشن کر دے گا۔ مصنف نے پھُونکا، وہ نورِ عظیم پیدا ہوا کہ سارا فانوس اس سے بھر گیا۔ والحمدُ للہ رب العٰلمین۔

رسالہ

شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام ۱۳۱۵

(رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آباء و اجداد کرام کا مُسلمان ہونا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۳۴ از معسکر بنگلور، مسجد جامع مدرسہ جامع العلوم مرسلہ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد عبدالغفار صاحب قادری نسباً و طریقۃً، اعلٰی مدرس مدرسہ مذکور ۲۱ شوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ سرورِ کائنات فخرِ موجودات رسولِ خدا محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے ماں باپ آدم علٰی نبینا وعلیہ السلام تک مومن تھے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا[1] (بیان کرو اجر پاؤ گے۔ ت)

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم لک الحمد الدائم الباطن الظاھر اے اللہ! تیرے لئے ظاہری و باطنی طور پر دائمی

---

[1] اس سوال کے جواب میں "ہدایۃ الغوی فی اسلام آباء النبی" مصنفہ مولوی صاحب موصوف تھا، اسی کی تصدیق میں لکھا گیا۔

صلِّ وسلِّم علی المصطفی الکریم نور ک الطیب الطاہر الزاہر الذی نزّھتہ من کل رجس اودعتہ فی کل مستودع طاہر و نقلتہ من طیبٍ الیٰ طیبٍ فلہ الطیب الاول والاٰخر وعلیٰ اٰلہ و صحبہ الاٰطائب الاٰطاہر، اٰمین !

حمد ہے۔ درود و سلام نازل فرما مصطفٰی کریم پر جو تیرا طیب و طاہر اور روشن نور ہیں جن کو تو نے ہر نجاست سے منزّہ کیا ہے اور پاک محل میں ودیعت فرمایا ہے۔ اور ستھرے سے ستھرے کی طرف منتقل فرمایا ہے۔ اول وآخر اس کے لئے پاکیزگی ہے، اور اُن کی طیب و طاہر آل اور اصحاب پر۔ آمین ! (ت)

اولاً (پہلی دلیل) اللہ عزّوجل فرماتا ہے،

ولعبد مؤمن خیر من مشرک۔[1] بیشک مسلمان غلام بہتر ہے مشرک سے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

بعثت من خیر قرون بنی اٰدم قرنًا فقرنًا حتّٰی کنت من القرن الذی کنت منہ۔ رواہ البخاری[2] فی صحیحہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ہر قرن و طبقہ میں تمام قرونِ بنی آدم کے بہتر سے بھیجا گیا یہاں تک کہ اس قرن میں ہوا جس میں پیدا ہوا۔ (اس کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

حضرت امیرالمومنین مولی المسلمین سیدنا علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی حدیث صحیح میں ہے،

لو یزل علی وجہ الدھر (الارض) سبعۃ مسلمون فصاعدًا فلولا ذٰلک ھلکت الارض ومن علیہا۔ اخرجہ عبدالرزاق[3] و ابن المنذر بسند صحیح علٰی شرط الشیخین۔

رُوئے زمین پر ہر زمانے میں کم سے کم سات مسلمان ضرور رہے ہیں، ایسا نہ ہوتا تو زمین و اہلِ زمین سب ہلاک ہوجاتے۔ (اس کو عبدالرزاق اور ابن المنذر نے شیخین کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت)

حضرت عالم القرآن حبرالامّۃ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۱

[2] صحیح البخاری کتاب المناقب باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۰۳

[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ عبدالرزاق وابن المنذر المقصد الاول دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۷۲

حدیث میں ہے:

ماخلت الارض من بعد نوح من سبعۃ یدفع اللہ بھم عن اھل الارض[1] | نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد زمین کبھی سات بندگانِ خدا سے خالی نہ ہوئی جن کی وجہ سے اللہ تعالٰی اہلِ زمین سے عذاب دفع فرماتا ہے۔

جب صحیح حدیثوں سے ثابت کہ ہر قرن و طبقے میں رُوئے زمین پر لااقل سات مسلمان بندگانِ مقبول ضرور رہے ہیں، اور خود صحیح بخاری شریف کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جن سے پیدا ہوئے وہ لوگ ہر زمانے میں، ہر قرن میں خیارِ قرن سے، اور آیتِ قرآنیہ ناطق کہ کوئی کافر اگرچہ کیسا ہی شریف القوم بالانسب ہو، کسی غلام مسلمان سے بھی خیر و بہتر نہیں ہوسکتا تو واجب ہوا کہ مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آباء واُمہات ہر قرن اور طبقہ میں انھیں بندگانِ صالح و مقبول سے ہوں ورنہ معاذ اللہ صحیح بخاری میں ارشادِ مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم و قرآنِ عظیم میں ارشادِ حق جل وعلا کے مخالف ہوگا۔

اقول والمعنی ان الکافر لا یستاھل شرعًا ان یطلق علیہ انہ من خیار القرن لاسیما و ھناک مسلمون صالحون وان لم یرد الخیریۃ الا بحسب النسب، فافھم۔ | **اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) کہ مراد یہ ہے کہ کافر شرعًا اس بات کا مستحق نہیں کہ اس کو خیر القرن کہا جاسکے بالخصوص جبکہ مسلمان صالح موجود ہوں اگرچہ خیریت نسب ہی کے لحاظ سے کیوں نہ ہو۔ چنانچہ تو سمجھ ۱۲۔ (ت)

یہ دلیل امام جلیل خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ نے افادہ فرمائی فاللہ یجزیہ الجزاء الجمیل (اللہ تعالٰی اُن کو اجرِ جمیل عطا فرمائے۔ ت)

ثانیًا قال اللہ عزوجل انما المشرکون نجس[2]۔ | **دوسری دلیل** اللہ تعالٰی نے فرمایا، کافر تو ناپاک ہی ہیں۔ (ت)

اور حدیث میں ہے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ احمد فی الزہد الخ المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۶۴
الحاوی للفتاوی بحوالہ احمد فی الزہد والخلال فی کرامات الاولیاء الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۲۱۲

[2] القرآن الکریم ۹/۲۸

لم یزل اللہ عزوجل ینقلنی من اصلاب الطیبۃ الی الارحام الطاھرۃ مصفی مھذبا لاتنشعب شعبتان الاکنت فی خیرھما۔ رواہ ابونعیم فی دلائل النبوۃ[1] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

ہمیشہ اللہ تعالٰی مجھے پاک ستھری پشتوں میں نقل فرماتا رہا صاف ستھرا آراستہ جب دو شاخیں پیدا ہوئیں، میں اُن میں بہتر شاخ میں تھا۔ (اس کو نعیم نے دلائل النبوۃ میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

اور ایک حدیث میں ہے، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لم ازل انقل من اصلاب الطاھرین الی ارحام الطاھرات[2]۔

میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بیبیوں کے پیٹوں میں منتقل ہوتا رہا۔

دوسری حدیث میں ہے، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الکریمۃ والارحام الطاھرۃ حتی اخرجنی من بین ابوی۔ رواہ ابن ابی عمر العدنی[3] فی مسندہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ہمیشہ اللہ عزوجل مجھے کرم والی پشتوں اور طہارت والے شکموں میں نقل فرماتا رہا یہاں تک کہ مجھے میرے ماں باپ سے پیدا کیا۔ اس کو ابن ابی عمرو العدنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی مسند میں روایت کیا۔ ت)

تو ضرور ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آبائے کرام طاہرین و امہاتِ کرام طاہرات سب اہلِ ایمان و توحید ہوں کہ بنصِ قرآن عظیم کسی کافر کافرہ کے لئے کرم و طہارت سے حصہ نہیں۔

یہ دلیل امامِ اجل فخر المتکلمین علامۃ الورٰی فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے افادہ فرمائی اور امام جلال الدین سیوطی اور علامہ محقق سنوسی اور علامہ تلمسانی شارح شفاء و امام ابن حجر مکی و علامہ محمد زرقانی

---

[1] الحاوی للفتاوی بحوالہ ابی نعیم مسالک الحنفاء فی والدی المصطفٰی دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۱۱
دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثانی عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص ۱۱ و ۱۲

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابی نعیم عن ابن عباس المقصد الاول دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۷۴
الحاوی للفتاوی مسالک الحنفاء فی والدی المصطفٰی دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۱۰

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل واما شرف نسبہ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیۃ ۱/ ۶۳
نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض بحوالہ ابن ابی عمرو العدنی مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۴۳۵

شارحِ مواہب وغیرہم اکابر نے اس کی تائید وتصویب کی۔

ثالثًا قال اللّٰه تبارك و تعالٰی: **تیسری دلیل**، اللہ تبارک وتعالٰی نے فرمایا:

وتوکل علی العزیز الرحیم ۝ الذی یرٰك حین تقوم ۝ وتقلبك فی السّٰجدین[1] ۝ بھروسا کر زبردست مہربان پر جو تجھے دیکھتا ہے جب تو کھڑا ہوا اور تیرا کروٹیں بدلنا سجدہ کرنیوالوں میں۔

امامِ رازی فرماتے ہیں، معنیٔ آیت یہ ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نورِ پاک ساجدوں سے ساجدوں کی طرف منتقل ہوتا رہا[2]، تو آیت اس پر دلیل ہے کہ سب آبائے کرام مسلمین تھے۔

امام سیوطی و امام ابن حجر وعلامہ زرقانی[3] وغیرہم اکابر نے اس کی تقریر وتائید وتاکید وتشیید فرمائی اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کے مؤید روایت ابونعیم[4] کے یہاں آئی:

وقد صرحوا ان القراٰن محتج بہ علی جمیع وجوھہ ولاینفی تاویلٌ تاویلا و یشھد لہ عمل العلماء فی الاحتجاج بالاٰیات علی احد التاویلات قدیمًا و حدیثا۔ علماء نے تصریح کی ہے کہ قرآن پاک کی ہر وجہ سے استدلال کیا جائے گا اور کوئی ایک تاویل دوسری تاویل کی نفی نہیں کرتی، اس کے لئے علماء کا عمل گواہ ہے کہ وُہ پرانے اور نئے زمانے میں آیاتِ مبارکہ کی کئی تاویلات میں سے ایک سے استدلال کرتے رہے ہیں۔ (ت)

رابعًا قال المولٰی سبحنہ وتعالٰی: **چوتھی دلیل**، اللہ تعالٰی نے فرمایا:

ولسوف یعطیك ربك فترضٰی[5] ۝ البتہ عنقریب تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تُو راضی ہوجائے گا۔

اللّٰہ اکبر! بارگاہِ عزّت میں مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عزت و وجاہت و محبوبیت کرامت کے حق میں تو ربّ العزت جل وعلا نے فرمایا ہی تھا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۱۷ تا ۲۱۹ [2] مفاتیح الغیب تحت آیۃ ۲۶/ ۲۱۹ ۲۴/ ۱۴۹
[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول باب وفات امہ صلی اللہ علیہ وسلم دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۷۴
[4] " " " بحوالہ ابی نعیم
دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثانی ذکر فضیلتہ صلی اللہ علیہ وسلم بطیب مولدہ عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص ۱۲
[5] القرآن الکریم ۹۳/ ۵

سنرضیك فی امتك ولا نسوؤك ۔ رواہ مسلم[1] فی صحیحہ۔

قریب ہے کہ ہم تجھے تیری امت کے باب میں راضی کر دینگے اور تیرا دل برا نہ کریں گے۔(اسے مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ت)

مگر اس عطا ورضا کا مرتبہ یہاں تک پہنچا کہ صحیح حدیث میں حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابوطالب کی نسبت فرمایا:

وجدتہ فی غمرات من النار فاخرجتہ الی ضحضاح۔ رواہ البخاری و مسلم[2] عن العباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

میں نے اسے سراپا آگ میں ڈوبا پایا تو کھینچ کر ٹخنوں تک کی آگ میں کر دیا(اس کو امام بخاری و امام مسلم نے ابن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

دوسری روایت صحیح میں فرمایا:

ولولا انا لکان فی الدرك الاسفل من النار۔ رواہ ایضا[3] رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اگر میں نہ ہوتا تو ابوطالب جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ہوتا(اس کو بخاری نے انہی سے روایت کیا۔ ہے)

دوسری حدیث صحیح میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب دعاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لامتہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۳

[2] صحیح البخاری کتاب المناقب قصہ ابی طالب " " " ۱/ ۵۴۸
" کتاب الادب کنیۃ المشرک " " " ۲/ ۹۱۷
صحیح مسلم باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی طالب الخ " " " ۱/ ۱۱۵
مسند احمد بن حنبل عن العباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۰۶

[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۵
صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصۃ ابی طالب " " " ۱/ ۵۴۸
" کتاب الادب باب کنیۃ المشرک " " " ۲/ ۹۱۷

۱۲ اھون اھل النار عذابا۔ رواہ عن ابن[1] عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب پر ہے۔ (امام بخاری ومسلم نے یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی۔ ت)

اور یہ ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جو قرب والدین کریمین کو ہے، ابوطالب کو اس سے کیا نسبت؟ پھر ان کا عذر بھی واضح کہ نہ انھیں دعوت پہنچی نہ انھوں نے زمانۂ اسلام پایا، تو اگر معاذ اللہ وہ اہلِ جنت نہ ہوتے تو ضرور تھا کہ ان پر ابوطالب سے بھی کم عذاب ہوتا اور وہی سب سے ہلکے عذاب میں ہوتے، یہ حدیث صحیح کے خلاف ہے تو واجب ہوا کہ والدین کریمین اہلِ جنت ہیں، وللہ الحمد، اس دلیل کی طرف بھی امام خاتم الحفاظ (جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی) نے اشارہ فرمایا۔

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے۔ ت) تقریرِ دلیل یہ ہے کہ صادق ومصدوق صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی کہ اہلِ نار میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب پر ہے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ ابوطالب پر یہ تخفیف کس وجہ سے ہے؟ آیا حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یاری وغمخواری وپاسداری وخدمت گزاری کے باعث یا اس لئے کہ سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان سے محبت طبعی تھی، حضور کو ان کی رعایت منظور تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِیْہِ۔ رواہ الترمذی[2] بسندٍ حسنٍ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن علی والطبرانی الکبیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم۔	آدمی کا چچا اس کے باپ کے بجائے ہوتا ہے اس کو امام ترمذی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے جبکہ طبرانی کبیر نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

شقِ اول باطل ہے، قال اللہ عزوجل (اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا):

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اھون اھل النار عذابا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۵
مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ البخاری کتاب الفتن باب صفۃ النار واھلہا الفصل الاول ؍؍ ؍؍ ۲/ ۵۰۲

[2] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب ابی الفضل عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۱۷
المعجم الکبیر حدیث ۱۰۶۹۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/ ۳۵۳

وقدمنا الٰی ما عملوا من عمل فجعلنٰه هباءً منثورا[1] ○ | اور جو کچھ انھوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرما کر انھیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرّے کر دیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں (ت)

صاف ارشاد ہوتا ہے کہ کافر کے سب عمل برباد محض ہیں، لاجرم شق ثانی ہی صحیح ہے اور یہی ان احادیث صحیحہ مذکورہ سے مستفاد، ابوطالب کے عمل کی حقیقت تو یہاں تک تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سراپا آگ میں غرق پایا، عمل نے نفع دیا ہوتا تو پہلے ہی کام آتا، پھر حضور کا ارشاد کہ "میں نے اسے ٹخنوں تک کی آگ میں کھینچ لیا، میں نہ ہوتا تو جہنم کے طبقہ زیریں میں ہوتا[2]۔"

لاجرم یہ تخفیف صرف محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا پاس خاطر اور حضور کا اکرام ظاہر و باہر ہے اور بالبداہۃ واضح کہ محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خاطر اقدس پر ابوطالب کا عذاب ہرگز اتنا گراں نہیں ہوسکتا جس قدر معاذ اللہ والدین کریمین کا معاملہ، نہ اُن سے تخفیف میں حضور کی آنکھوں کی وہ ٹھنڈک جو حضرات والدین کے بارے میں، نہ ان کی رعایت میں حضور کا وہ اعزاز و اکرام جو حضرات والدین کے چھٹکارے میں، تو اگر عیاذاً باللہ وہ اہل جنت نہ ہوتے تو ہر طرح سے وہی اس رعایت وعنایت کے زیادہ مستحق تھے، و بوجہ آخر فرض کیجئے کہ یہ ابوطالب کے حق پرورش وخدمت ہی کا معاوضہ ہے تو پھر کون سی پرورش جزئیت کے برابر ہوسکتی ہے، کون سی خدمت حمل ووضع کا مقابلہ کرسکتی ہے؟ کیا کبھی کسی پرورش کنندہ یا خدمت گزار کا حق، حق والدین کے برابر ہوسکتا ہے جسے رب العزت نے اپنے حق عظیم کے ساتھ شمار فرمایا،

ان اشکرلی ولوالدیک[3] | حق مان میرا اور اپنے والدین کا۔

پھر ابوطالب نے جہاں برسوں خدمت کی، چلتے وقت رنج بھی وہ دیا جس کا جواب نہیں، ہر چند حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کلمہ پڑھنے کو فرمایا، نہ پڑھنا تھا نہ پڑھا، جرم وہ کیا جس کی مغفرت نہیں۔ عمر بھر معجزات دیکھنا، احوال پر علم تام رکھنا اور زیادہ حجۃ اللہ قائم ہونے کا موجب ہوا بخلاف ابوین کریمین کہ نہ انھیں دعوت دی گئی، نہ انکار کیا، تو ہر وجہ، ہر لحاظ، ہر حیثیت سے یقیناً انھیں کا پلّہ بڑھا ہوا ہے، تو ابوطالب کا عذاب سب سے ہلکا ہونا یونہی متصور کہ ابوین کریمین اہل نار ہی سے نہ ہوں وھو المقصود والحمد للہ العلی الودود (اور وہی مقصود ہے۔ اور تمام تعریفیں بلندی و محبت

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۳

[2] صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار قصہ ابی طالب ۱/ ۵۴۸ و صحیح مسلم کتاب الایمان ۱/ ۱۱۵
مسند احمد بن حنبل عن العباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۰۷ و ۲۱۰

[3] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۴

والے اللہ کے لئے ہیں۔ت)

خامسًا، اقول قال المولٰی عزوعلا: لایستوی اصحٰب النار واصحٰب الجنۃ ھم الفائزون[1]

پانچویں دلیل، اقول (میں کہتا ہوں کہ) مولٰی عزوعلا نے فرمایا: برابر نہیں دوزخ والے اور جنت والے، اور جنت والے ہی مراد کو پہنچے۔

حدیث میں ہے حضور پُرنور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اولادِ امجادِ حضرت عبدالمطلب سے ایک پاک طیبہ خاتون رضی اللہ تعالٰی عنہا کو آتے دیکھا، جب پاس آئیں، فرمایا:

ما اخرجك من بیتكِ؟ اپنے گھر سے کہاں گئی تھیں؟

عرض کی:

اَتَیْتُ اَھْلَ ھٰذَا المَیّتِ فَتَرَحَّمْتُ اِلَیْھِمْ وَعَزَّیْتُھُمْ بِمَیِّتِھِمْ۔ یہ جو ایک میّت ہوگئی تھی میں ان کے یہاں دعائے رحمت اور تعزیت کرنے گئی تھی۔

فرمایا:

لعلّكِ بلغتِ معھم الکُدٰی۔ شاید تو اُن کے ساتھ قبرستان تک گئی۔

عرض کی:

معاذ اللہ ان اکون بلغتھا وقد سمعتك تذکر فی ذٰلك ما تذکر۔ خدا کی پناہ کہ میں وہاں جاتی حالانکہ حضور سے سُن چکی تھی جو کچھ اس باب میں ارشاد کیا۔

سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لو بلغتھا معھم ما رأیت الجنۃ حتی یراھا جدّ ابیكِ۔ اگر تو ان کے ساتھ وہاں جاتی تو جنّت نہ دیکھتی جب تک عبدالمطلب نہ دیکھیں۔

رواہ ابوداؤد[2] والنسائی واللفظ لہ عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنھما، اما ابوداؤد اس کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے، اور لفظ نسائی کے ہیں سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، امام ابوداؤد

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۲۰

[2] سنن النسائی کتاب الجنائز باب النعی نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۶۵ و ۲۶۶

سنن ابی داؤد 〃 باب التعزیۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۸۹

فادب وکنّٰی وقال فذکر تشدیدا فی ذٰلک واما ابوعبدالرحمٰن فادّٰی لتبلیغ العلم واداء الحدیث علٰی وجهه لکلٍّ وّجهة ھو مولیھا۔

نے ازراہِ ادب بطور کنایہ اس میں تشدید کا ذکر کیا لیکن امام ابوعبدالرحمٰن نے کمل کر علم کو پہنچایا اور حدیث کا حق ادا کیا۔ ہر ایک کے لئے توجہ کی ایک سمت ہے جس کی طرف وُہ منہ کرتا ہے۔ (ت)

یہ تو حدیث کا ارشاد ہے، اب ذرا عقائدِ اہلسنت پیشِ نظر رکھتے ہوئے نگاہِ انصاف درکار، عورتوں کا قبرستان جانا غایت درجہ اگر ہے تو معصیت ہے، اور ہرگز کوئی معصیت مسلمان کو جنت سے محروم اور کافر کے برابر نہیں کرسکتی، اہل سنت کے نزدیک مسلمان کا جنت میں جانا واجبِ شرعی ہے اگرچہ معاذ اللہ مواخذے کے بعد اور کافر کا جنت میں جانا محالِ شرعی کہ ابدالآباد تک کبھی ممکن ہی نہیں اور نصوص کو حتی الامکان ظاہر پر محمول کرنا واجب اور بے ضرورت تاویل ناجائز، اور عصمت نوعِ بشر میں خاصہ حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء ہے، ان کے غیر سے اگرچہ کیسا ہی عظیم الدرجات ہو، وقوعِ گناہ ممکن ومتصور۔ یہ چاروں باتیں عقائدِ اہل سنت میں ثابت ومقرر، اب اگر بحکم مقدمہ رابعہ مقاربت بلوغ فرض کیجئے تو بحکم مقدمہ ثالثہ جزاء کا ترتب واجب اور اس تقدیر پر کہ حضرت عبدالمطلب کو معاذ اللہ غیر مسلم کہئے بحکم مقدمتین اولین ونیز بحکم آیت کریمہ محال وباطل، تو واجب ہوا کہ حضرت عبدالمطلب مسلمان واہل جنت ہوں اگرچہ مثل صدیق وفاروق وعثمان وعلی وزہرا وصدیقہ وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم سابقین اولین میں نہ ہوں۔ اب معنیٔ حدیث بلاتکلف اور بے حاجتِ تاویل وتصرف عقائدِ اہل سنت سے مطابق ہیں یعنی اگر یہ امر تم سے واقع ہوتا تو سابقین اولین کے ساتھ جنت میں جانا نہ ملتا بلکہ اس وقت جبکہ عبدالمطلب داخلِ بہشت ہوں گے ھٰکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق (یونہی تحقیق چاہئے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت)۔

سادسًا، اقول قال ربنا الاعز الاعلٰی عزوعلا:

چھٹی دلیل، اقول (میں کہتا ہوں کہ)

ولله العزة ولرسوله وللمؤمنین ولکن المنفقین لایعلمون[1]

ہمارے پروردگار اعز واعلٰی عزوعلا نے فرمایا، عزت تو اللہ ورسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو علم نہیں۔

وقال تعالٰی: یایھا الناس انا

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے لوگو!

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/ ۸

خلقنٰکم من ذکر و انثٰی و جعلنٰکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم ان اللہ علیم خبیر[1]

ہم نے بنایا تمھیں ایک نر و مادہ سے اور کیا تمھیں قومیں اور قبیلے کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو بے شک اللہ کے نزدیک تمھارا زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

ان آیاتِ کریمہ میں ربّ العزّت جل وعلا نے عزت و کرم کو مسلمانوں میں منحصر فرمادیا اور کافر کو کتنا ہی قوم دار ہو، لئیم و ذلیل ٹھہرایا اور کسی لئیم و ذلیل کی اولاد سے ہونا کسی عزیز و کریم کے لئے باعثِ مدح نہیں و لہذا کافر باپ دادوں کے انتساب سے فخر کرنا حرام ہوا۔ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من انتسب الٰی تسعۃ اٰباء کفار یرید بھم عزًّا و کرمًا کان عاشرھم فی النار۔ رواہ احمد[2] عن ابی ریحانۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

جو شخص عزت و کرامت چاہنے کو اپنی نو پشت کافر کا ذکر کرے کہ میں فلاں ابنِ فلاں ابن فلاں کا بیٹا ہوں ان کا دسواں جہنم میں یہ شخص ہو۔ (اس کو امام احمد نے ابوریحانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت فرمایا۔ ت)

اور احادیثِ کثیرہ مشہورہ سے ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے فضائلِ کریمہ کے بیان اور مقامِ رجز و مدح میں بارہا اپنے آبائے کرام و امہاتِ کرام کا ذکر فرمایا۔

روزِ حنین جب ارادۂ الٰہیہ سے تھوڑی دیر کے لئے کفار نے غلبہ پایا معدود بندے رکابِ رسالت میں باقی رہے، اللہ غالب کے رسولِ غالب پر شانِ جلال طاری تھی:

انا النبی لاکذب انا ابن عبد المطلب۔ رواہ احمد والبخاری[3] ومسلم والنسائی عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں، میں ہوں بیٹا عبدالمطلب کا۔ (اس کو احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۳

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی ریحانہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۳۴

[3] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب من قاد دابۃ غیرہ فی الحرب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۰۱

صحیح مسلم " باب غزوۃ حنین " " " ۲/ ۱۰۰

حضور قصد فرمارہے ہیں کہ تنہا ان ہزاروں کے مجمع پر حملہ فرمائیں۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب وحضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما بغلہ شریف کی لگام مضبوط کھینچے ہوئے ہیں کہ بڑھنہ جائے اور حضور فرمارہے ہیں:

انا النبی لاکذب
انا ابن عبدالمطلب

میں سچا نبی ہوں، اللہ کا پیارا، عبدالمطلب کی آنکھ کا تارا، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

رواہ ابوبکر بن[1] ابی شیبۃ وابونعیم عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(اس کو ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابونعیم نے براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

امیر المؤمنین عمر لگام روکے ہیں اور حضرت عباس دُمچی تھامے، اور حضور فرمارہے ہیں:

قدِّماھا، انا النبی لاکذب، انا ابن عبد المطلب۔ رواہ ابن[2] عساکر عن مصعب بن شیبۃ عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اسے بڑھنے دو، میں ہوں نبی صریح حق پر، میں ہوں عبدالمطلب کا پسر، صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ (اس کو ابن عساکر نے مصعب بن شیبہ سے ان کے باپ کے واسطہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

جب کافر نہایت قریب آگئے، بغلۂ طیبہ سے نزولِ اجلال فرمایا، اس وقت بھی یہی فرماتے تھے،

انا النبی لاکذب، انا ابن عبد المطلب، اللّٰھم انزل نصرك۔ رواہ ابن ابی شیبۃ[3] وابن ابی جریر عن البراء رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں ہوں نبی برحق سچا، میں ہوں عبدالمطلب کا بیٹا، الٰہی! اپنی مدد نازل فرما۔ (اس کو ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے سیدنا حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

۱؎ المصنف لابن ابی شیبہ کتاب السیر حدیث ۳۳۵۰۳ دارالعلمیۃ بیروت ۶/ ۵۳۵
کنز العمال بحوالہ ش وابی نعیم " ۳۰۲۰۷ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۰/ ۵۴۰
۲؎ تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۲۸۵۸ شیبۃ بن عثمان داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۵/ ۱۷۲
۳؎ کنز العمال بحوالہ ش وابن جریر حدیث ۳۰۲۰۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۰/ ۵۴۱

پھر ایک مُشتِ خاک دستِ پاک میں لے کر کافروں کی طرف پھینکی اور فرمایا:

شاھتِ الوجوہ[1] بگڑ گئے چہرے۔

وُہ خاک ان ہزاروں کافروں پر ایک ایک کی آنکھ میں پہنچی اور سب کے مُنہ پھر گئے، ان میں جو مشرف باسلام ہوئے وُہ بیان فرماتے ہیں جس وقت حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وہ کنکریاں ہماری طرف پھینکیں ہمیں یہ نظر آیا کہ زمین سے آسمان تک تانبے کی دیوار قائم کر دی گئی اور اس پر سے پہاڑ ہم پر لڑھکائے گئے، سوائے بھاگنے کے کچھ بن نہ آئی،

وصلی اللہ تعالٰی علی الحق المبین سید المنصورین وآلہ وبارك وسلم۔

اللہ تعالٰی درود وسلام اور برکت نازل فرمائے حقِ مبین پر جو مدد کئے ہوؤں کے سردار ہیں اور آپ کی آل پر۔ (ت)

اسی غزوہ کے رجز میں ارشاد فرمایا:

انا ابنُ العواتك[2] من بنی سُلیم۔ رواہ سعید بن منصور فی سننہ والطبرانی فی الکبیر عن سبابۃ بن عاصم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں بنی سلیم سے ان چند خاتونوں کا بیٹا ہوں جن کا نام عاتکہ تھا۔ (اس کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اور طبرانی معجم کبیر میں سبابہ بن عاصم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

ایک حدیث میں ہے، بعض غزوات میں فرمایا:

انا النبی لاکذب، انا ابنُ عبد المطلب، انا ابن العواتك۔ رواہ ابن عساکر[3] عن قتادہ۔

میں نبی ہُوں کچھ جھوٹ نہیں، میں ہوں عبد المطلب کا بیٹا، میں ہوں ان بیبیوں کا بیٹا جن کا نام عاتکہ تھا (اس کو ابنِ عساکر نے حضرت قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

---

[1] کنز العمال حدیث ۳۰۲۱۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۰/ ۵۴۱
جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ لقد نصرکم اللہ الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۰/ ۱۱۸

[2] کنز العمال بحوالہ ص طب حدیث ۳۱۸۷۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/ ۴۰۲
المعجم الکبیر ۶۷۲۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۷/ ۱۶۹

[3] تاریخ دمشق الکبیر باب معرفۃ امہ وجداتہ الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۶۰

علامہ مناوی صاحب تیسیر و امام مجدالدین فیروز آبادی صاحب قاموس و جوہری صاحب صحاح و صنعانی وغیرہم نے کہا: نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جدات میں نو بیبیوں کا نام عاتکہ تھا۔[1] ابن بری نے کہا: وہ بارہ[2] بیبیاں عاتکہ نام کی تھیں، تین سلمیات یعنی قبیلہ بنی سلیم سے، اور دو قرشیات، دو عدوانیات اور ایک ایک کنانیہ، اسدیہ، ہذلیہ، قضاعیہ ازدیہ۔ ذکرہ فی تاج العروس[2] (اسے تاج العروس میں ذکر کیا گیا۔ ت)

ابوعبداللہ عدوسی نے کہا، وہ بیبیاں چودہ[14] تھیں، تین قرشیات، چار سلمیات، دو عدوانیات اور ایک ایک ہذلیہ، قحطانیہ، قضاعیہ، ثقفیہ، اسدیہ بنی اسد خزیمہ سے۔ رواہ الامام الجلال السیوطی فی الجامع الکبیر (اس کو امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے جامع کبیر میں روایت کیا ہے۔ ت) اور ظاہر ہے کہ قلیل نافی کثیر نہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے مقام مدح و بیان فضائل کریمہ میں اکیس[21] پشت تک اپنا نسب نامہ ارشاد کرکے فرمایا: میں سب سے نسب میں افضل، باپ میں افضل، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ تو بحکم نصوص مذکورہ ضرور ہے کہ حضور کے آباء و اُمہات مسلمین و مسلمات ہوں۔ وللہ الحمد (اور اللہ تعالٰی ہی کے لئے حمد ہے۔ ت)

سابعًا قال اللہ سبحٰنہ و تعالٰی: انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح[3]

ساتویں دلیل، اللہ سبحٰنہ و تعالٰی نے فرمایا: اے نوح! یہ کنعان تیرے اہل سے نہیں یہ تو ناراستی کے کام والا ہے۔ (ت)

آیۂ کریمہ نے مسلم و کافر کا نسب قطع فرما دیا ولہذا ایک کا ترکہ دوسرے کو نہیں پہنچتا۔ اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

نحن بنو النضر بن کنانۃ لا ننتفی من ابینا۔ رواہ

ہم نضر بن کنانہ کے بیٹے ہیں، ہم اپنے باپ سے اپنا نسب جدا نہیں کرتے (اسکو

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث انا ابن العواتک مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۲۷۵
الصحاح باب الکاف فصل العین تحت لفظ عتک دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۳۱۱
[2] تاج العروس باب الکاف فصل العین دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۱۵۹
[3] القرآن الکریم ۱۱/ ۴۶

ابوداؤد الطیالسی وابن سعد والامام احمد وابن ماجۃ والحارث والماوردی وسمویہ وابن قانع والطبرانی فی الکبیر وابونعیم والضیاء المقدسی فی صحیح المختارۃ عن الاشعث بن قیس الکندی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ابوداؤد طیالسی، ابن سعد، امام احمد، ابن ماجہ، حارث، ماوردی، سمویہ، ابن قانع، طبرانی کبیر، ابونعیم اور ضیاء مقدسی نے صحیح مختارہ میں اشعث بن قیس الکندی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

کفار سے نسب بحکم احکم الحاکمین منقطع ہے، پھر معاذ اللہ جُدا نہ کرنے کا کیا محل ہوتا۔

ثامنًا وتاسعًا، اقول قال العلی الاعلٰی تبارک وتعالٰی ان الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین فی نار جھنم خٰلدین فیھا اولٰئک ھم شر البریۃ ۵ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت اولٰئک ھم خیر البریۃ۔

آٹھویں اور نویں دلیل، میں کہتا ہوں علی اعلٰی تبارک وتعالٰی نے فرمایا: بیشک سب کافر کتابی اور مشرک جہنم کی آگ میں ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے، وہ سارے جہان سے بدتر ہیں، بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہ سارے جہان سے بہتر ہیں۔

اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

غفر اللہ عزوجل لزید بن عمرو ورحمہ فانہ مات علی دین ابراھیم۔

اللہ عزوجل نے زید بن عمرو کو بخش دیا اور اُن پر رحم فرمایا کہ وہ دینِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ و

---

[1] کنز العمال بحوالہ الحارث والباوردی وسمویہ وغیرہ حدیث ۳۵۵۱۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۴۴۲
سنن ابن ماجہ ابواب الحدود باب من نفی رجلا من قبیلۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص: ۱۹
مسند احمد بن حنبل حدیث الاشعث بن قیس الکندی المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۱۱، ۲۱۲
المعجم الکبیر حدیث ۲۱۹۰ و ۲۱۹۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۲۸۶
مسند ابی داؤد الطیالسی احادیث الاشعث بن قیس حدیث ۱۰۴۹ دار المعرفۃ بیروت الجزء الرابع ص ۱۴۱
الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر من انتمی الیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۱/ ۲۳
دلائل النبوۃ للبیہقی باب ذکر شرف اصل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۷۳

[2] القرآن الکریم ۹۸/ ۶

رواہ البزار والطبرانی[1] عن سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

السلام پڑھتے۔ (اس کو بزار اور طبرانی نے سیدنا سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور ایک اور حدیث میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کی نسبت فرمایا،

رأیتہ فی الجنۃ یسحب ذیولا۔ رواہ ابن سعد[2] والفاکھی عن عامر بن ربیعۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

میں نے اسے جنت میں ناز کے ساتھ دامن کشاں دیکھا (اس کو ابن سعد اور فاکہی نے حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اور بیہقی و ابن عساکر کی حدیث میں بطریق مالک عن الزہری عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں وھذہ روایۃ البیھقی (اور یہ بیہقی کی روایت ہے)؛

انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فھر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ ماافترق الناس فرقتین الاجعلنی اللہ فی خیرھما فاخرجت من بین ابوین فلم یصبنی شیئ من عھد الجاھلیۃ وخرجت من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن اٰدم حتی انتھیت الی ابی وامی فانا خیرکم نفسا و خیرکم ابا[3]، وفی لفظ فانا خیرکم

میں ہوں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ کبھی لوگ دو گروہ نہ ہوئے مگر مجھے اللہ تعالٰی نے بہتر گروہ میں کیا تو میں اپنے ماں باپ سے ایسا پیدا ہوا کہ زمانۂ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچی اور میں خالص نکاحِ صحیح سے پیدا ہوا آدم سے لے کر اپنے والدین تک، تو میرا نفسِ کریم تم سب سے افضل اور میرے باپ تم سب کے آباء سے بہتر۔

---

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ترجمہ سعید بن زید دار صادر بیروت ۳/ ۳۸۱

[2] فتح الباری بحوالہ ابن سعد والفاکہی کتاب المناقب حدیث زید بن عمرو بن نفیل مصطفی البابی مصر ۸/ ۱۴۷

[3] دلائل النبوۃ باب ذکر اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۷۴ تا ۱۷۹

تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر معرفۃ نسبہ دار احیاء التراث العربی ؍ ۳/ ۲۹ و ۳۸

نسبا وخیرکم اباً۔[1]

اِس حدیث میں اوّل تو نفی عام فرمائی کہ عہدِ جاہلیت کی کسی بات نے نسبِ اقدس میں کبھی کوئی راہ نہ پائی، یہ خود دلیل کافی ہے اور امرِ جاہلیت کو خصوص زنا پر حمل کرنا ایک تو تخصیص بلا مُخصِّص، دوسرے لغو کہ نفیِ زنا صراحۃً اِس کے متصل مذکور۔

ثانیاً ارشاد ہوتا ہے کہ میرے باپ تم سب کے آبار سے بہتر۔ ان سب میں حضرت سعید بن زید بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی قطعاً داخل تو لازم کہ حضرت والدِ ماجد حضرت زید سے افضل ہوں اور یہ بحکمِ آیت بے اسلام ناممکن۔

عاشرًا، اقول قال اللہ عزوجل: اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔[2]

دسویں دلیل، میں کہتا ہوں، اللہ عزوجل نے فرمایا: خدا خوب جانتا ہے جہاں رکھے اپنی پیغمبری۔

آیۂ کریمہ شاہد کہ رب العزۃ عزّ وعلا سب سے زیادہ معزز و محترم موضع، وضعِ رسالت کے لئے انتخاب فرماتا ہے ولہذا کبھی کم قوموں رذیلوں میں رسالت نہ رکھی، پھر کفر وشرک سے زیادہ رذیل کیا شئے ہوگی؛ وہ کیونکر اِس قابل کہ اللہ عزوجل نورِ رسالت اس میں ودیعت رکھے۔ کفار محلِ غضب و لعنت ہیں اور نورِ رسالت کے وضع کو محلِ رضا ورحمت درکار۔

حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر ایک بار خوف وخشیت کا غلبہ تھا، گریہ وزاری فرمارہی تھیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے عرض کی: یا ام المومنین! کیا آپ یہ گمان رکھتی ہیں کہ رب العزت جل وعلا نے جہنم کی ایک چنگاری کو مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جوڑا بنایا؟ ام المومنین نے فرمایا:

فرجت عنی فرج اللہ عنک۔[3]

تم نے میرا غم دُور کیا اللہ تعالٰی تمھارا غم دور کرے۔

خود حدیث میں ہے، حضور سیّدِ یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر معرفۃ نسبہ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۰

[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۲۴

[3]

ان اللّٰہ ابٰی لی ان اتزوج اُو ازوج الا اھل الجنۃ۔ رواہ ابن عساکر عن ھند بن ابی ھالۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔[1]

بے شک اللہ عزوجل نے میرے لئے نہ مانا کہ میں نکاح میں لانے یا نکاح میں دینے کا معاملہ کروں مگر اہل جنت سے۔ (اس کو ابن عساکر نے ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

جب اللہ عزوجل نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے پسند نہ فرمایا (کہ غیر مسلم عورت آپ کے نکاح میں آئے) خود حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نور پاک معاذ اللہ محلِ کفر میں رکھنے یا حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جسم پاک عیاذًا باللہ خونِ کفار سے بنانے کو پسند فرمانا کیونکر متوقع ہو۔

یہ بحمد اللہ دس دلیل جلیل ہیں، پہلی چار ارشادِ ائمہ کبار اور چھ اخیر فیضِ قدیر حصہ فقیر، تلک عشرۃ کاملۃ، والحمد للہ فی الاولٰی والاٰخرۃ (یہ دس کامل ہوئیں، اور پہلی اور پچھلی میں سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں۔ ت)

تنبیہات باہرہ

حدیث ان ابی وابا ک[2] (بے شک میرا اور تیرا باپ۔ ت) میں باپ سے ابوطالب مراد لینا طریق واضح ہے قال تعالٰی:

قالوا نعبد الٰھک والٰہ اٰبائک ابراھیم و اسمٰعیل و اسحٰق۔[3]

بولے ہم پُوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آباء ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق کا۔ (ت)

علمائے اسی پر لِاَبِیْہِ اٰزَرَ کو حمل فرمایا۔ اہلِ تواریخ و اہلِ کتابین (یہود و نصارٰی) کا اجماع ہے کہ آزر باپ نہ تھا سیدنا خلیل علیہ السلام الجلیل کا چچا تھا۔ استغفار سے نہی معاذ اللہ عدمِ توحید پر دال نہیں، صدرِ اسلام میں سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مدیون (مقروض) کے جنازے پر نماز نہ پڑھتے جس کا حاصل اس کے لئے استغفار ہی ہے۔

اقول حدیث میں ہے، جب حضور سید الشافعین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بار بار

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر رملۃ بنت ابی سفیان صخر بن حرب الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷۴/ ۱۱۱
[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ان من مات علی الکفر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۴
[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۳۳

شفاعت فرمائیں گے اور اہلِ ایمان کو اپنے کرم سے داخلِ جناں فرماتے جائیں گے، اخیر میں صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جن کے پاس سوائے توحید کے کوئی حَسَنہ نہیں۔ شفیعِ مُشَفَّع صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پھر سجدے میں گرینگے، حکم ہوگا،

یا محمد ارفع راسك و قل یُسمع لك وسل تعط واشفع تشفّع۔

اے حبیب! اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو کہ تمہاری عرض سُنی جائے گی اور مانگو کہ تمہیں عطا ہوگا اور شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔(ت)

سیّد الشافعین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عرض کریں گے:

یا رب ائذن لی فیمن قال لا الٰه الا اللہ۔

اے میرے رب! مجھے ان کی بھی پروانگی دے جنھوں نے صرف لا الٰہ الا اللہ کہا ہے۔

رب العزت عزّ جلالہ ارشاد فرمائے گا:

لیس ذاك الیك ولٰکن وعزتی وکبریائی وعظمتی وجبریائی لاخرجن منہا من قال لا الٰه الا اللہ۔ رواہ الشیخان[1] عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یہ تمہارے لئے نہیں مگر مجھے اپنی عزت وجلال و کبریائی کی قسم میں ضرور ان سب کو نار سے نکال لوں گا جنھوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے (اسکو بخاری ومسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

لا الٰه الا اللہ محمد رسول اللہ والحمد للہ وصلی اللہ تعالٰی علی الشفیع الرفیع وآلہ وبارك وسلم۔

اللہ تعالٰی کے بغیر کوئی معبود نہیں اور محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے سچے رسول ہیں۔ تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں۔ اللہ تعالٰی درود وسلام اور برکت نازل فرمائے بلند شان والے شفیع پر اور ان کی آل پر۔(ت)

حضرات ابوین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما کا انتقال عہدِ اسلام سے پہلے تھا تو اس وقت تک وہ صرف اہلِ توحید و اہلِ لا الٰہ الا اللہ تھے تو نہی از قبیلِ لیس ذٰلك لك ہے، بعدہٗ رب العزت

---

[1] صحیح البخاری کتاب التوحید باب کلام الرب یوم القیمۃ مع الانبیاء وغیرہم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۱۹
[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ واخراج الموحدین من النار " " " ۱/ ۱۱۰

جل جلالہ نے اپنے نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے صدقے میں ان پر اتمامِ نعمت کے لئے اصحابِ کہف رضی اللہ تعالٰے عنہم کی طرح انھیں زندہ کیا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر ایمان لاکر، شرفِ صحابیت پاکر آرام فرمایا لہذا حکمتِ الٰہیہ کہ یہ زندہ کرنا حجۃ الوداع میں واقع ہوا جبکہ قرآن کریم پُورا اتر لیا اور الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی[1] (آج میں نے تمھارے لئے تمھارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی۔ ت) نے نزول فرماکر دینِ الٰہی کو تام وکامل کردیا تاکہ ان کا ایمان پورے دین کامل شرائع پر واقع ہو۔

حدیثِ احیاء کی غایت ضُعف ہے کما حققہ خاتم الحفاظ الجلال السیوطی ولا عطر بعد العروس (جیسا کہ خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اس کی تحقیق فرمادی ہے اور عروس کے بعد کوئی عطر نہیں۔ ت) اور حدیثِ ضعیف دربارۂ فضائل مقبول کما حققناہ بمالا مزید علیہ فی رسالتنا الھاد الکاف فی حکم الضعاف (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے رسالہ "الھاد الکاف فی حکم الضعاف" میں کردی ہے۔ ت) بلکہ امام ابن حجر مکی نے فرمایا، متعدد حفاظ نے اس کی تصحیح کی۔ افضل القرٰی لقراء ام القرٰی میں فرماتے ہیں:

ان اٰباء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غیر الانبیاء وامھاتہ الٰی اٰدم وحواء لیس فیھم کافر لان الکافر لایقال فی حقہ انہ مختار ولا کریم، ولا طاھر، بل نجس، وقد صرحت الاحادیث بانھم مختارون وان الاٰباء کرام والامھات طاھرات، وایضا قال تعالٰی "وتقلبک فی الساجدین" علٰی احد التفاسیر فیہ

یعنی نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے سلسلۂ نسب کریم میں جتنے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں وہ تو انبیاء ہی ہیں، ان کے سوا حضور کے جس قدر آباء و اُمّہات آدم وحوّا علیہما الصلوٰۃ والسلام تک ہیں ان میں کوئی کافر نہ تھا کہ کافر کو پسندیدہ یا کریم یا پاک نہیں کہا جاسکتا اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و امّہات کی نسبت حدیثوں میں تصریح فرمائی گئی کہ وہ سب پسندیدہ بارگاہِ الٰہی ہیں، آباء سب کرام، مائیں سب پاکیزہ ہیں اور آیۂ کریمہ وتقلبک فی السّٰجدین (اور نمازیوں میں تمھارے دَورے کو) کی بھی ایک تفسیر یہی ہے کہ

[1] القرآن الکریم ۵/۳

ان المراد تنقل نورہ من ساجد الی ساجد وحینئذ فھذا صریح فی ان ابوی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اٰمنۃ وعبد اللہ من اھل الجنۃ لانھما اقرب المختارین لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھذا ھو الحق بل فی حدیث صححہ غیر واحد من الحفاظ ولم یلتفتوا لمن طعن فیہ ان اللہ تعالٰی احیاھما فاٰمنا بہ الخ مختصرا وفیہ طول۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نور ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا آیا تو اب اس سے صاف ثابت ہے کہ حضور کے والدین حضرتِ آمنہ وحضرتِ عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما اہل جنت ہیں کہ وُہ تو ان بندوں میں جنہیں اللہ عزوجل نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے چُنا تھا سب سے قریب تر ہیں، یہی قول حق ہے بلکہ ایک حدیث میں جسے متعدد حافظانِ حدیث نے صحیح کہا اور اس میں طعن کرنے والے کی بات کو قابلِ التفات نہ جانا، تصریح ہے کہ اللہ عزوجل نے والدین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو حضورِ اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے زندہ فرمایا یہاں تک کہ وہ حضور پر ایمان لائے، مختصر حالانکہ اس حدیث میں طول ہے، ھکذا قال واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول وبما قرأت امر الاحیاء اندفع ما زعم الحافظ ابن دحیہ من مخالفۃ لاٰیات عدم انتفاع الکافر بعد موتہ کیف وانا لا نقول ان الاحیاء لاحداث ایمان بعد کفرہ بل لاعطاء الایمان بمحمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتفاصیل دینہ الاکرام بعد المضی علی محض التوحید

اقول (میں کہتا ہوں) یہ زندہ کرنے کا معاملہ جو تُو نے پڑھا ہے اس سے حافظ ابن دحیہ کا وہ قول مندفع ہوگیا کہ والدین کریمین کا ایمان ماننے سے ان آیاتِ کریمہ کی مخالفت لازم آتی ہے جن میں کافر کے مرنے کے بعد عدمِ انتفاع کا ذکر ہے۔ یہ مخالفت کیسے لازم آسکتی ہے حالانکہ ہم یہ نہیں کہتے کہ والدینِ کریمین رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کفر کے بعد ایمان دینے کیلئے زندہ کیا گیا بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ توحید پر انتقال فرمانے کے بعد انہیں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اور آپ کے

لہ انفس القرٰی لقراء ام القرٰی شرح المجمع الثقافی ابوظبی ۱/ ۱۵۱

وحینئذ لاحاجۃ بنا الی ادعاء التخصیص فی الاٰیٰت کما فعل العلماء المجیبون۔

دینِ اکرم کی تفاصیل پر ایمان کی دولت سے مشرف فرمانے کے لئے زندہ کیا گیا، اس صورت میں ہمیں آیاتِ کریمہ میں تخصیص کا دعوٰی کرنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ جواب دینے والے علمائے نے کیا ہے (ت)

اپنا مسلک اس باب میں یہ ہے ؎

ومن مذھبی حب الدیار لاھلھا ولناس فیما یعشقون مذاھب[2]

(میرا مذہب تو شہر والوں کی وجہ سے شہر سے محبت کرنا ہے اور لوگوں کے لئے ان کی پسندیدہ چیزوں میں مختلف طریقے ہیں۔ ت)

جسے پسند ہو فبہا ونعمت ورنہ آخر اس سے تو کم نہ ہو کہ زبان روکے، دل صاف رکھے، اِنّ ذٰلکم کان یؤذی النبیّ[1] (بیشک یہ بات نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اذیت پہنچاتی ہے۔ ت) سے ڈرے۔ امام ابنِ حجر مکی شرح میں فرماتے ہیں:

ما احسن قول بعض المتوقفین فی ھذہ المسئلۃ الحذر الحذر من ذکرھما بنقص فان ذٰلک قد یؤذیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لخبر الطبرانی لاتؤذوا الاحیاء بسبب الاموات[2]

یعنی کیا خوب فرمایا بعض علماء نے جنھیں اِس مسئلے میں توقف تھا کہ دیکھ بچ والدین کریمین کو کسی نقص کے ساتھ ذکر کرنے سے کہ اِس سے حضور سیّدِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو ایذاء ہونے کا اندیشہ ہے کہ طبرانی کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: مُردوں کو بُرا کہہ کر زندوں کو ایذاء نہ دو۔ (ت)

یعنی حضور تو زندۂ ابدی ہیں ہمارے تمام افعال واقوال پر مطلع ہیں اور اللہ عزّ وجل نے فرمایا ہے:

والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذابٌ الیم[3]

جو لوگ رسول اللہ کو ایذاء دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۳

[2] افضل القرٰی لقراء ام القرٰی شعر ۶ المجمع الثقافی ابوظبی ۱/ ۱۵۴

[3] القرآن الکریم ۹/ ۶۱

عاقل کو چاہئے ایسی جگہ سخت احتیاط سے کام لے ؎

ہشدار کہ رہ بر مردم تیغ است قدم را

(ہوش کر کہ لوگوں پر چڑھائی کرنا قدم کے لئے تلوار ہے۔ ت)

یہ مانا کہ مسئلہ قطعی نہیں، اجماعی نہیں، پھر اُدھر کون سا قاطع کون سا اجماع ہے؟ آدمی اگر جانبِ ادب میں خطا کرے تو لاکھ جگہ بہتر ہے اس سے کہ معاذ اللہ اس کی خطا جانبِ گستاخی جائے۔ جس طرح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فان الامام ان یخطئ فی العفو خیر له من ان یخطئ فی العقوبة، رواہ ابن ابی شیبة[1] والترمذی والحاکم وصححه والبیهقی عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

جہاں تک بن پڑے حدود کو ٹالو کہ بیشک امام کا معافی میں خطا کرنا عقوبت میں خطا کرنے سے بہتر ہے۔ (اس کو ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ابن ابی شیبہ، ترمذی، حاکم اور بیہقی نے روایت کیا اور حاکم نے اس کی تصحیح فرمائی۔ ت)

حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں: "کسی مسلمان کی طرف گناہِ کبیرہ کی نسبت جائز نہیں جب تک تواتر سے ثابت نہ ہو۔"[2]

مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف معاذ اللہ اولادِ چنین وچناں سے ہونا کیونکر بے تواتر و قطع نسبت کردیا جائے، یقینِ ربانی کا انتفا حکمِ وجدانی کا نافی نہیں ہوتا، کیا تمہارا وجدانِ ایمان گوارا کرتا ہے کہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سرکارِ نوربار کے ادنٰی ادنٰی غلاموں کے سکانِ بارگاہِ جنّات النعیم میں سُرُرٌ مرفوعة[3] (بلند تختوں) پر تکیے لگائے چین کریں اور جن کی نعلینِ پاک کے تصدق میں جنت بنی ان کے ماں باپ دوسری جگہ معاذ اللہ غضب وعذاب کی مصیبتیں بھریں، ہاں یہ سچ ہے کہ ہم غنی حمید

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الحدود دار الفکر بیروت ۴/ ۳۸۴
جامع الترمذی ابواب الحدود باب ماجاء فی درء الحدود امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۷۱
السنن الکبرٰی کتاب الحدود باب ماجاء فی درء الحدود بالشبہات دار صادر بیروت ۸/ ۲۳۸
المصنف لابن ابی شیبة " " " " حدیث ۲۸۴۹۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۵۰۸

[2] احیاء العلوم کتاب آفات اللسان الآفة مطبعة المشہد الحسینی القاہرۃ ۳/ ۱۲۵

[3] القرآن الکریم ۸۸/ ۱۳

عزجلالہ پر حکم نہیں کرسکتے پھر دوسرے حکم کی کس نے گنجائش دی ؛ ادھر کونسی دلیل قاطع پائی ؛ حاش للہ ! ایک حدیث بھی صحیح وصریح نہیں، جو صریح ہے ہرگز صحیح نہیں اور جو صحیح ہے ہرگز صریح نہیں جس کی طرف ہم نے اجمالی اشارات کر دیے تو اقل درجہ وہی سکوت وحفظِ ادب رہا، آئندہ اختیارات بدست مختار۔

نکتۂ الٰہیہ **اقول** ظاہر عنوانِ باطن ہے اور اسم آئینۂ مسمّی الاسماء تنزل من السماء (اسماء آسمان سے نازل ہوتے ہیں۔ ت) سیدعالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اذا بعثتم الی رجلا فابعثوہ حسن الوجہ حسن الاسم۔ رواہ البزار فی مسندہ والطبرانی[1] فی الاوسط عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن علی الاصح۔

جب میری بارگاہ میں کوئی قاصد بھیجو تو اچھی صورت اچھے نام کا بھیجو۔ (اس کو بزار نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے اوسط میں سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے قول اصح کے مطابق سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

اعتبروا الارض باسمائھا۔ رواہ ابن عدی[2] عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ وھو حسن لشواھدہ۔

زمین کو اس کے نام پر قیاس کرو۔ (اس کو ابن عدی نے سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے اور وہ شواہد کے لئے حسن ہے۔ ت)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں،

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتفاءل ولا یتطیر وکان یعجبہ الاسم الحسن۔ رواہ الامام احمد[3] و

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نیک فال لیتے، بدشگونی نہ مانتے اور اچھے نام کو دوست رکھتے۔ (اس کو امام احمد، طبرانی اور بغوی نے شرح السنۃ

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۷۷۴۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/۳۶۵
کنزالعمال بحوالہ البزار وطس عن ابی ھریرۃ حدیث ۱۴۷۷۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۴۵

[2] الجامع الصغیر بحوالہ عدی عن ابن مسعود " ۱۱۳۶ دارالکتب العلمیہ " ۱/۷۴

[3] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۵۷ و ۳۰۴ و ۳۱۹
شرح السنۃ للبغوی حدیث ۳۲۵۴ المکتب الاسلامی بیروت ۱۲/۱۷۵
مجمع الزوائد بحوالہ احمد وطبرانی کتاب الادب باب ماجاء فی الاسماء الحسنۃ دارالکتاب بیروت ۸/۴۷

الطبرانی والبغوی فی شرح السنۃ۔ میں روایت کیا ہے۔ت)

ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یغیر الاسم القبیح۔ رواہ الترمذی[1]۔

مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بُرے نام کو بدل دیتے تھے(اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ت)

وفی اخری عنہا(اورام المؤمنین سے ہی دوسری روایت میں ہے۔ت):

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا سمع بالاسم القبیح حولہ الی ماھو احسن منہ۔ رواہ الطبرانی[2] بسندہ، وھو عند ابن سعد عن عروۃ مرسلا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب کسی کا بُرا نام سُنتے تو اس سے بہتر بدل دیتے(اسکو طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ متصلاً روایت کیا ہے اور وہ ابن سعد کے نزدیک عروہ سے مرسلاً مروی ہے۔ت)

بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لایتطیر من شیئ وکان اذا بعث عاملا سأل عن اسمہ فاذا اعجبہ اسمہ فرح بہ وروئی بشر ذٰلک فی وجہہ وان کرہ اسمہ روئی کراھیۃ ذٰلک فی وجہہ واذا دخل قریۃ سأل عن اسمھا فاذا اعجبہ اسمھا فرح بھا وروئی بشر ذٰلک فی وجہہ وان کرہ اسمھا روئی کراھۃ ذٰلک فی وجہہ۔ رواہ ابوداؤد[3]۔

مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کسی چیز سے بدشگونی نہ لیتے جب کسی عہدے پر کسی کو مقرر فرماتے اُس کا نام پُوچھتے اگر پسند آتا خوش ہوتے اور اس کی خوشی چہرہ انور میں نظر آتی اور اگر ناپسند آتا ناگواری کا اثر چہرۂ اقدس پر ظاہر ہوتا، اور جب کسی شہر میں تشریف لے جاتے اُس کا نام دریافت فرماتے، اگر خوش آتا مسرور ہوجاتے اور اس کا سرور رُوئے پُرنور میں دکھائی دیتا، اور اگر ناخوش آتا ناخوشی کا اثر روئے اطہر میں نظر آتا۔(رواہ ابوداؤد)

---

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی تغیر الاسماء امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۷

[2] کنز العمال بحوالہ ابن سعد عن عروۃ مرسلاً حدیث ۱۸۵۰۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/ ۱۵۷

[3] سنن ابوداؤد کتاب الکہانۃ والتطیر باب فی الطیرۃ والخط آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۹۱

اب ذرا چشمِ حق بیں سے حبیب صلے اللہ تعالٰی کے ساتھ مراعاتِ الٰہیہ کے الطافِ خفیّہ دیکھئے،
حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے والدِ ماجد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نام پاک عبداللہ کہ افضل اسمائے اُمت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

احبُّ اسمائکم الی اللہ عبد اللہ و عبد الرحمٰن۔ رواہ مسلم[1] و ابوداؤد و الترمذی و ابن ماجۃ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

تمہارے ناموں میں سب سے زیادہ پیارے نام اللہ تعالٰی کو عبداللہ و عبدالرحمٰن ہیں (اسکو امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ت)

والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا نام آمنہ کہ امن و امان سے مشتق اور ایمان سے ہم اشتقاق ہے۔۔۔ جدِّ امجد حضرت عبدالمطلب شیبۃ الحمد کہ اس پاک ستودہ مصدر سے اطیب و اطہر مشتق محمد و احمد و حامد و محمود صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیدا ہونے کا اشارہ تھا۔۔۔ جدّہ ماجدہ فاطمہ بنت عمرو بن عائذ، اس نام پاک کی خوبی اظہر من الشمس ہے۔۔۔ حدیث میں حضرت بتولِ زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کی وجہ تسمیہ یُوں آئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

انما سمیت فاطمۃ لان اللہ تعالٰی فطمہا و محبیہا من النار، رواہ الخطیب[2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اللہ عزوجل نے اس کا نام فاطمہ اس لئے رکھا کہ اسے اور اس سے عقیدت رکھنے والوں کو نارِ دوزخ سے آزاد فرمایا۔ (اس کو خطیب نے سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ت)

حضور کے جدِّ مادری یعنی نانا وہب جس کے معنی عطا و بخشش، ان کا قبیلہ بنی زہرا جس کا

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی تغیر الاسماء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۰
جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء مایستحب من الاسماء امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۶
سنن ابن ماجہ " " " " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۳
[2] تاریخ بغداد بحوالہ خط عن ابن عباس ترجمہ ۶۷۷۲ عالم بن جمید الشمیری دارالکتاب العربی بیروت ۱۲/ ۳۳۱
کنز العمال حدیث ۳۴۲۲۶ و ۳۴۲۲۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۱۰۹

حاصل چمک وتابش ــــ جدۂ مادری یعنی نانی صاحبہ برّہ یعنی نیکوکار، کما ذکرہ ابن ھشام فی سیرتہ[1] (جیسا کہ ابن ہشام نے اس کو اپنی سیرت میں ذکر کیا ہے۔ ت)۔

بھلا یہ تو خاص اصول ہیں، دُودھ پلانے والیوں کو دیکھئے، پہلی مُرضعہ ثُوَیبَہ کہ ثواب سے ہم اشتقاق اور اس فضل الٰہی سے پوری طرح بہرہ ور حضرت حلیمہ بنت عبداللہ بن حارث۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اشج عبدالقیس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے فرمایا:

ان فیك خصلتین یحبھما اللہ الحلم والاناۃ۔[2] تجھ میں دو خصلتیں ہیں خدا اور رسول کو پیاری، درنگ اور بُردباری۔

ان کا قبیلہ بنی سعد کہ سعادت ونیک طالعی ہے، شرف اسلام وصحابیت سے مشرف ہوئیں، کما بینہ الامام مغلطائی فی جزء حافل سماہ التحفۃ الجسمیۃ[3] فی اثبات اسلام حلیمۃ۔ جیسا کہ امام مغلطائی نے اس کو ایک بڑی جزء میں بیان فرمایا ہے جس کا نام انھوں نے "التحفۃ الجسمیۃ فی اثبات اسلام حلیمۃ" رکھا ہے۔ (ت)

جب روزِ حنین حاضر بارگاہ ہوئیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے لئے قیام فرمایا اور اپنی چادر انور بچھا کر بٹھایا کما فی الاستیعاب[4] عن عطاء بن یسار (جیسا کہ استیعاب میں عطاء بن یسار سے مروی ہے۔ ت)

ان کے شوہر جن کا شیر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے نوش فرمایا حارث سعدی، یہ بھی شرف اسلام وصحبت سے مشرف ہوئے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قدم بوسی کو حاضر ہُوئے تھے، راہ میں قریش نے کہا: اے حارث! تم اپنے بیٹے کی سُنو وہ کہتے ہیں مُردے جئیں گے، اور اللہ نے دو گھر جنت ونار بنا رکھے ہیں۔ اُنھوں نے حاضر ہو کر عرض کی کہ: اے میرے بیٹے! حضور کی قوم حضور کی شاکی ہے۔ فرمایا: ہاں میں ایسا فرماتا ہوں، اور اے میرے باپ! جب وہ دن آئے گا تو میں تمھارا ہاتھ پکڑ کر بتادوں گا کہ دیکھو یہ وہ دن ہے یا نہیں جس کی میں خبر دیتا تھا یعنی روزِ قیامت۔

---

[1] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام زواج عبداللہ من آمنہ بنت وھب دار ابن کثیر بیروت ۱/ ۱۵۶
[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب الامر بالایمان باللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۵
[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الرابع دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۲۹۳
[4] الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ترجمہ ۳۳۳۶ حلیمۃ السعدیۃ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۳۷۴

حارث رضی اللہ تعالٰی عنہ بعد اسلام اس ارشاد کو یاد کرکے کہا کرتے، اگر میرے بیٹے میرا ہاتھ پکڑیں گے تو ان شاء اللہ نہ چھوڑیں گے جب تک مجھے جنت میں داخل نہ فرمالیں۔ رواہ یونس[1] بن بکیر (اس کو یونس بن بکیر نے روایت کیا ہے۔ ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اَصْدَقُھَا حَارِثٌ وَھَمَّامٌ۔ رواہ البخاری فی الادب[2] المفرد و ابوداؤد و النسائی عن ابی الھیثمی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ سب ناموں میں زیادہ سچے نام حارث وہمام ہیں (اس کو امام بخاری نے ادب مفرد میں اور ابوداؤد ونسائی نے ابوالہیثمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

حضور کے رضاعی بھائی جو پستان شریک تھے، جن کے لئے حضور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پستانِ چپ چھوڑ دیتے تھے عبداللہ سعدی، یہ بھی مشرف بہ اسلام وصحبت ہوئے کما عن ابن سعد[3] فی مرسل صحیح الاسناد (جیسا کہ ابن سعد کے نزدیک صحیح الاسناد مرسل میں ہے۔ ت)

حضور کی رضاعی بڑی بہن کہ حضور کو گود میں کھلاتیں، سینے پر لٹا کر دعائیہ اشعار عرض کرتیں، سُلاتیں، اس لئے وُہ بھی حضور کی ماں کہلاتیں سیما سعدیہ یعنی نشان والی، علامت والی، جو دُور سے چمکے، یہ بھی مشرف بہ اسلام ہوئیں رضی اللہ تعالٰی عنہا[4]

---

[1] الروض الانف بحوالہ یونس بن بکیر ابوہ من الرضاعۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۰۰
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ " " المقصد الاول ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وسلم دار المعرفۃ " ۱/ ۱۴۳
" " " " " المقصد الثانی الفصل الرابع " " ۳/ ۲۹۴

[2] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی تغیر الاسماء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۰
الادب المفرد باب ۳۵۶ حدیث ۸۱۴ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ص ۲۱۱

[3] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر من ارضع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الخ دار صادر بیروت ۱/ ۱۱۳
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۴۲ و ۱۴۳

[4] " " " " المقصد الثانی الفصل الرابع " " ۳/ ۲۹۵
" " " " المقصد الاول ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱/ ۱۴۶

حضرت حلیمہ حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گود میں لئے راہ میں جاتی تھیں تین نوجوان کنواری لڑکیوں نے وہ خدا بھاتی صورت دیکھی جوشِ محبت سے اپنی پستانیں دہنِ اقدس میں رکھیں تینوں کے دُودھ اُتر آیا، تینوں پاکیزہ بیبیوں کا نام عاتکہ تھا۔ عاتکہ کے معنٰی زنِ شریفہ، رئیسہ، کریمہ، سراپا عطرآلود، تینوں قبیلۂ بنی سُلیم سے تھیں کہ سلامت سے مشتق اور اسلام سے ہم اشتقاق ہے، ذکرہ ابن عبد البر فی الاستیعاب[1] (اس کو ابن عبدالبر نے استیعاب میں ذکر کیا ہے۔ ت)

بعض علماء نے حدیث "انا ابن العواتك من سليم" (میں بنی سلیم کی عاتکہ عورتوں کا بیٹا ہُوں۔ ت) کو اسی معنٰی پر محمول کیا۔ نقلہ السہیلی[2] (اس کو سُہیلی نے نقل کیا ہے۔ ت)

اقول، الحق کسی نبی نے کوئی آیت وکرامت ایسی نہ پائی کہ ہمارے نبی اکرم نبی الانبیاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم کو اس کی مثل اور اس سے اکمل عطا نہ ہوئی، یہ اُس مرتبے کی تکمیل تھی کہ مسیح کلمۃ اللہ صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ کو بے باپ کے کنواری بتول کے پیٹ سے پیدا کیا حبیب اشرف بریۃ اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے تین عفیفہ لڑکیوں کے پستان میں دُودھ پیدا فرمادیا ؎

آنچہ خُوباں ہمہ دارند تُوتنہا داری

(جو کمالات سب رکھتے ہیں تُو تنہا رکھتا ہے۔ ت)

وصلی اللہ تعالٰی علیك وعلیہم وبارك وسلم۔

اللہ تعالٰی آپ پر اور ان (انبیاء سابقہ) پر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے۔ (ت)

امام ابوبکر ابن العربی فرماتے ہیں:

لم ترضعہ مرضعۃ الا اسلمت۔ ذکرہ فی کتابہ سراج المریدین[3]۔

سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جتنی بیبیوں نے دُودھ پلایا سب اسلام لائیں۔ (اس کو امام ابوبکر ابن العربی نے اپنی کتاب سراج المریدین میں ذکر کیا ہے۔ ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ الاستیعاب المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۴۷

[2] " " " " " " " " " " " " " "

[3]

بھلا یہ تو دُودھ پلانا تھا کہ اس میں جزئیت ہے، مرضعۂ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام برکت اور اُمِّ ایمن کنیت کہ یہ بھی یُمن و برکت و راستی و قوت، یہ اجلّہ صحابیات سے ہوئیں رضی اللہ تعالٰی عنہن، سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھیں فرماتے:

اَنْتِ اُمِّیْ بَعْدَ اُمِّیْ [1] تم میری ماں کے بعد میری ماں ہو۔

راہِ ہجرت میں انھیں پیاس لگی، آسمان سے نورانی رسّی میں ایک ڈول اُترا، پی کر سیراب ہوئیں، پھر کبھی پیاس نہ معلوم ہوئی، سخت گرمی میں روزے رکھتیں اور پیاس نہ ہوتی۔ رواہ ابن سعد [2] عن عثمان بن ابی القاسم (اس کو ابن سعد نے عثمان بن ابو القاسم سے روایت کیا ہے۔ت)

پیدا ہوتے وقت جنھوں نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنے ہاتھوں پر لیا اُن کا نام تو دیکھئے شفاء، رواہ ابونعیم [3] عنہا (اس کو ابونعیم نے سیّدہ شفاء رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ت) یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کی والدہ ماجدہ و صحابیہ جلیلہ ہیں۔ اور ایک بی بی کہ وقتِ ولادتِ اقدس حاضر تھیں فاطمہ بنتِ عبداللہ ثقفیہ، یہ بھی صحابیہ ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

اے چشمِ انصاف! کیا ہر تعلّق ہر علاقہ میں ان پاک مبارک ناموں کا اجتماع محض اتفاقی بطورِ جزاف تھا؟ کلّا واللہ بلکہ عنایتِ ازلی نے جان جان کر یہ نام رکھے، دیکھ دیکھ کر یہ لوگ چُنے۔ پھر محلِ غور ہے جو اِس نورِ پاک کو بُرے نام والوں سے بچائے وُہ اسے بُرے کام والوں میں رکھے گا، اور بُرا کام بھی کون سا، معاذاللہ شرک و کفر، حاشا ثم حاشا، اللہ اللہ! دائیاں مسلمان، کھلائیاں مسلمان، مگر خاص جن مبارک پیٹوں میں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پاؤں پھیلائے، جن طیّب مطیّب خونوں سے اِس نورانی جسم میں ٹکڑے آئے وہ معاذاللہ چنین و چناں حاش للہ کیونکر گوارا ہو ؎

خدا دیکھا نہیں قدرت سے جانا

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول حیاۃ صلے اللہ علیہ وسلم قبل البعثۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۷۴
" " المقصد الثانی الفصل الرابع " " " ۲/ ۱۱۷

[2] الطبقات الکبرٰی لابن سعد اُمِّ ایمن واسمہا برکۃ دارصادر بیروت ۸/ ۲۲۴
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الرابع دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۲۹۵

[3] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الحادی عشر عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص ۴۰

ع ما بندہ عشقیم و دگر ہیچ ندانیم

(ہم عشق کے بندے ہیں اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتے۔ت)

فائدۂ ظاہرہ دربارۂ ابوینِ کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما یہی طریقۂ انیقہ اعنی نجات نجات کہ ہم نے بتوفیقہٖ تعالٰی اختیار کیا، تنوعِ مسالک پر مختارِ اجلّہ ائمۂ کبار و اعاظم علمائے نامدار ہے، ازاں جملہ:

(۱) امام ابوحفص عمر بن احمد بن شاہین جن کی علوم دینیہ میں تین سو تیس تصانیف ہیں، ازانجملہ تفسیر ایک ہزار جزء میں اور مسند حدیث ایک ہزار تین جزء میں۔

(۲) شیخ المحدثین احمد خطیب علی البغدادی۔

(۳) حافظ الشان محدثِ ماہر امام ابوالقاسم علی بن حسن ابن عساکر۔

(۴) امامِ اجل ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی صاحب الروض۔

(۵) حافظ الحدیث امام محب الدین طبری کہ علماء فرماتے ہیں بعد امامِ نووی کے ان کا مثل علمِ حدیث میں کوئی نہ ہوا۔

(۶) امام علامہ ناصر الدین ابن المنیر صاحبِ شرف المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(۷) امام حافظ الحدیث ابوالفتح محمد بن محمد ابن سید الناس صاحبِ عیون الاثر۔

(۸) علامہ صلاح الدین صفدی۔

(۹) حافظ الشان شمس الدین محمد ابن ناصر الدین دمشقی۔

(۱۰) شیخ الاسلام حافظ الشان امام شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی۔

(۱۱) امام حافظ الحدیث ابوبکر محمد بن عبداللہ اشبیلی ابن العربی مالکی۔

(۱۲) امام ابوالحسن علی بن محمد ماوردی بصری صاحب الحاوی الکبیر۔

(۱۳) امام ابوعبداللہ محمد بن خلف شارح صحیح مسلم۔

(۱۴) امام عبداللہ محمد بن احمد بن ابوبکر قرطبی صاحبِ تذکرہ۔

(۱۵) امام المتکلمین فخر المدققین فخر الدین محمد بن عمر الرازی۔

(۱۶) امام علامہ زین الدین مناوی۔

(۱۷) خاتم الحفاظ مجدد القرن امام العاشر امام جلال الملۃ والدین عبدالرحمٰن ابن ابی بکر۔

(۱۸) امام حافظ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی صاحبِ افضل القرٰی وغیرہ۔

(۱۹) شیخ نورالدین علی بن الجزار مصری صاحبِ رسالہ تحقیق آمال الراجین فی ان والدی المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بفضل اللہ تعالٰی فی الدارین من الناجین۔
(۲۰) علامہ ابوعبداللہ محمد ابن ابی شریف حسنی تلمسانی شارح شفاء شریف۔
(۲۱) علامہ محقق سنوسی۔
(۲۲) امام اجل عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی صاحب الیواقیت والجواہر۔
(۲۳) علامہ احمد بن محمد بن علی بن یوسف فاسی صاحبِ مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات۔
(۲۴) خاتمۃ المحققین علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شارح المواہب۔
(۲۵) امامِ اجل فقیہ اکمل محمد بن محمد کردری بزازی صاحب المناقب۔
(۲۶) زین الفقہ علامہ محقق زین الدین ابن نجیم مصری صاحب الاشباہ والنظائر۔
(۲۷) علامہ سید احمد حموی صاحبِ غمز العیون والبصائر۔
(۲۸) علامہ حسین بن محمد بن حسن دیاربکری صاحب الخمیس فی انفس نفیس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔
(۲۹) علامہ محقق شہاب الدین احمد خفاجی مصری صاحبِ نسیم الریاض۔
(۳۰) علامہ طاہر فتنی صاحبِ مجمع بحارالانوار۔
(۳۱) شیخ شیوخ علماء الہند مولانا عبدالحق محدث دہلوی۔
(۳۲) علامہ ..... صاحبِ کنز الفوائد۔
(۳۳) مولانا بحرالعلوم ملک العلماء عبدالعلی صاحبِ فواتح الرحموت۔
(۳۴) علامہ سید احمد مصری طحطاوی محشی درمختار۔
(۳۵) علامہ سید ابن عابدین امین الدین محمد آفندی شامی صاحبِ ردالمحتار وغیرھم من العلماء الکبار والمحققین الاخیار علیہم رحمۃ الملک العزیز الغفار (ان کے علاوہ دیگر علماء کبار اور پسندیدہ محققین ان پر عزت والے، بخشنے والے بادشاہ کی رحمت ہو۔ ت)

ان سب حضرات کے اقوالِ طیبہ اس وقت فقیر کے پیشِ نظر ہیں مگر فقیر نے یہ سطور نہ مجرد نقلِ اقوال کے لئے لکھیں نہ مباحثِ طے کردہ علماءِ عظام خصوصاً امام جلیل جلال سیوطی کے ایراد بلکہ مقصود اس مسئلہ جلیلہ پر چند دلائل جمیلہ کا سُنانا اور بہ تصدق کفش برداری علماء جو فیوض تازہ قلبِ فقیر پر فائض ہوئے، انتفاعِ برادرانِ دینی کے لئے اُن کا ضبطِ تحریر میں لانا کہ شاید مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ تمام جہاں سے اکرم واَرحم واَبرّ واَوفی ہیں، محض اپنے کرم سے نظر قبول فرمائیں اور نہ کسی

صلے میں بلکہ اپنے خاص فضل کے صدقے میں اِس عاجز بے چارہ، بیکس، بے یار کا ایمان حفظ فرماکر دارین میں عذاب وعقاب سے بچائیں ؏

برکریماں کارہا دشوار نیست

(کریموں پر بڑے بڑے کام دشوار نہیں ہوتے۔ت)

پھر یہ بھی ان اکابر کا ذکر ہے جن کی تصریحات، خاص اس مسئلہ جزئیہ میں موجود، ورنہ بنظر کلیت نگاہ کیجئے تو امام حجۃ الاسلام محمد محمد غزالی و امام اجل امام الحرمین و امام ابن السمعانی و امام کیاہراسی و امام اجل قاضی ابوبکر باقلانی حتی کہ خود امام مجتہد سیدنا امام شافعی کی نصوص قاہرہ موجود ہیں جن سے تمام آباء و امہات اقدس کا ناجی ہونا کالشمس والامس روشن و ثابت ہے بلکہ بالاجماع تمام ائمہ اشاعرہ اور ائمہ ماتریدیہ سے مشائخ بخارا تک سب کا یہی مقتضائے مذہب ہے کما لا یخفی علی من لہ اجالۃ نظر فی علمی الاصولین (جیسا کہ اس شخص پر پوشیدہ نہیں جس کی اصولی علموں پر نظر ہے۔ت)

امام سیوطی سُبل النجاۃ میں فرماتے ہیں:

مال الی ان اللہ تعالٰی احیاھما حتی اٰمنا بہ طائفۃ من الائمۃ و حفاظ الحدیث[1]

ائمہ اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت اس طرف مائل ہے کہ بیشک اللہ تعالٰی نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ابوین کریمین کو زندہ فرمایا یہاں تک کہ وہ آپ پر ایمان لائے (ت)

کتاب الخمیس میں کتاب مستطاب الدرج المنیفہ فی الآباء الشریفہ سے نقل کرتے ہیں:

ذھب جمع کثیر من الائمۃ الاعلام الی ان ابوی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ناجیان محکوم لھما بالنجاۃ فی الاٰخرۃ وھم اعلم الناس باقوال من خالفھم وقال بغیر ذٰلک و

(خلاصہ یہ کہ) یہ جمع کثیر اکابر ائمہ واجلہ حفاظ حدیث، جامعان انواع علوم و ناقدان روایات و مفہوم کا مذہب یہی ہے کہ ابوین کریمین ناجی ہیں اور آخرت میں ان کی نجات کا فیصلہ ہو چکا ہے ان اعاظم ائمہ کی نسبت یہ گمان بھی نہیں ہوسکتا کہ ان احادیث سے غافل تھے جن سے اس

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ سبل النجاۃ المقصد الاول دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۶۸

لا یقصرون عنہم فی الدرجۃ ومن احفظ الناس للاحادیث والاٰثار و انقد الناس بالادلّۃ التی استدل بہا اولٰئك فانّھم جامعون لانواع العلوم ومتضلّعون من الفنون خصوصاً الاربعۃ التی استمد منہا فی ھٰذہ المسألۃ فلا یظن بھم انھم لم یقفوا علی الاحادیث التی استدل بہا اولٰئك معاذ اللہ بل وقفوا علیہا وخاضوا غمرتہا واجابوا عنہا بالاَجْوِبَۃ المرضیۃ التی لا یردھا منصف واقاموا لما ذھبوا الیہ ادلّۃ قاطعۃ کالجبال الرواسی[1] اھ مختصراً۔

مسئلے میں خلاف پر استدلال کیا جاتا ہے، معاذ اللہ ایسا نہیں بلکہ وُہ ضرور اس پر واقف ہوئے اور تہ تک پہنچے اور اُن سے وہ پسندیدہ جواب دئے جنھیں کوئی انصاف والا رَد نہ کرے گا اور نجاتِ والدین شریفین پر دلائل قاطعہ قائم کئے جیسے مضبوط جمے ہوئے پہاڑ کہ کسی کے ہلائے نہیں ہل سکتے۔

بلکہ علامہ زرقانی شرحِ مواہب میں ائمہ قائلینِ نجات کے اقوال وکلمات ذکر کرکے فرماتے ہیں:

ھذا ما وقفنا علیہ من نصوص علمائنا ولم نر لغیرھم ما یخالفہ الّا ما یشمّ من نفس ابن دِحیَۃ وقد تکفّل بردّہ القُرطُبِیُّ۔[2]

یہ ہمارے علماء کے وُہ نصوص ہیں جن پر میں واقف ہُوا اور اُن کے غیر سے کہیں اس کا خلاف نظر نہ آیا سوائے ایک بُوئے خلاف کے جو ابنِ دِحیہ کے کلام سے پائی گئی اور امام قرطبی نے بروجہ کافی اِس کا رَد کردیا۔

تاہم بات وہی ہے جو امام سیوطی نے فرمائی:

ثم انّی لم ادّع انّ المسألۃ اجماعیۃ بل ھی مسألۃ ذات خلافٍ

پھر میں نے یہ دعوٰی نہیں کیا کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے بلکہ یہ اختلافی مسئلہ ہے (اور اس کا حکم

---

[1] کتاب الخمیس القسم الثانی النوع الرابع مؤسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۲۳۰

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ باب وفاۃ اُمّہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۸۶

فحکمھا کحکم سائر المسائل المختلف فیھا غیر انّی اخترت لہ اقوال القائلین بالنجاۃ لانّہ انسب بھذا المقام اھ[1]، و قال فی الدرج بعد ما درج فی الدرج الفریقان ائمۃ اکابر اجلاء[2]۔

بھی اختلافی مسائل جیسا ہوگا) مگر میں نے نجات کے قائلین کے اقوال کو اختیار کیا ہے کیونکہ یہی اس مقام کے زیادہ لائق ہے اھ۔ اور درج المنیفہ میں اس بحث کو درج کرنے کے بعد کہا کہ دونوں فریق جلیل القدر اکابر ائمہ ہیں۔(ت)

اقول تحقیق یہ کہ طالبِ تحقیق مرہونِ دستِ دلیل ہے، ابتداءً ظواہر بعض آثار سے جو ظاہر بعض انظار ہوا ظاہر تھا کہ اُن سے جواباتِ شافیہ اور اس پر دلائل وافیہ قائم و مستقیم چارہ کار قبول و تسلیم بالاقل سکوت و تعظیم، اللہ الہادی الٰی صراطٍ مستقیم۔

عائدۂ زاہرہ امام ابونعیم دلائل النبوہ میں بطریق محمد بن شہاب الزہری ام سماعہ اسماء بنت ابی رہم، وہ اپنی والدہ سے راوی ہیں، حضرت آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے انتقال کے وقت حاضر تھی، محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کم سن بچے کوئی پانچ برس کی عمر شریف، ان کے سرہانے تشریف فرما تھے۔ حضرت خاتون نے اپنے ابن کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نظر کی، پھر کہا، ؎

بارك فيك الله من غلام	یا ابن الذی من حومۃ الحمام
نجا بعون الملك المنعام	فودی غداۃ الضرب بالسھام
بمائۃ من ابل سوام	ان صح ما ابصرت فی المنام
فانت مبعوث الی الانام	من عند ذی الجلال والاکرام
تبعث فی الحل وفی الحرام	تبعث فی التحقیق والاسلام
دین ابیك البر ابراھام	فالله انھاك عن الاصنام

ان لا توالیھا مع الاقوام[3]

"اے ستھرے لڑکے! اللہ تجھ میں برکت رکھے۔ اے بیٹے ان کے جنھوں نے مرگ کے گھیرے سے نجات پائی بڑے انعام والے بادشاہ اللہ عزوجل کی مدد سے، جس صبح کو قرعہ ڈالا گیا سو بلند اونٹ ان کے فدیہ میں قربان کئے گئے، اگر وہ ٹھیک

---

[1] الدرج المنیفۃ فی الاباء الشریفۃ

[2] کتاب الخمیس بحوالہ الدرج المنیفۃ القسم الثانی النوع الرابع موسسۃ شعبان ۱/۲۳۰

[3] المواہب اللدنیۃ بحوالہ دلائل النبوۃ المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۶۹

اترا جو میں نے خواب دیکھا ہے تو تُو سارے جہان کی طرف پیغمبر بنایا جائے گا جو تیرے نکوکار باپ ابراہیم کا دین ہے، میں اللہ کی قسم دے کر تجھے بتوں سے منع کرتی ہوں کہ قوموں کے ساتھ ان کی دوستی نہ کرنا۔"

حضرتِ خاتون آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی اِس پاک وصیت میں جو فراقِ دُنیا کے وقت اپنے ابنِ کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو کی بحمداللہ توحید ورد شرک تو آفتاب کی طرح روشن ہے اور اس کے ساتھ دینِ اسلام ملّتِ پاک ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا بھی پورا اقرار، اور ایمانِ کامل کسے کہتے ہیں، پھر اِس سے بالاتر حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رسالت کا بھی اعتراف موجود اور وُہ بھی بیان بعثتِ عامہ کے ساتھ، وللہ الحمد۔

اقول وکلمۃ اِن ان کانت للشك فھو غایۃ المنتھٰی اذ ذاك ولا تکلیف فوقه والا فقد علو مجیئھا ایضا للتحقیق لیکون کالدلیل علٰی ثبوت الجزاء و تحققه کقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا رأیتك فی المنام ثلث لیال یجیئ بك الملك فی سرقۃ من حریر فقال لی ھذہ امرأتك فکشفت عن وجھك الثوب فاذا ھی انت فقلت ان یکن ھذا من عند اللہ یمضه۔ رواہ الشیخان[1] عنہا رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اقول (میں کہتا ہوں) کلمہ اِنْ اگر شک کے لئے ہے تو وہ غایت منتہٰی ہے اور اس سے اوپر کوئی تکلیف نہیں، ورنہ اس کا تحقیق کیلئے آنا بھی معلوم ہے تاکہ یہ جزاء کے ثبوت وتحقق پر دلیل کی طرح ہوجائے، جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا سے فرمانا کہ میں نے تجھے تین راتیں دیکھا فرشتہ (جبرائیل علیہ السلام) تجھے ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر لایا اور مجھے کہا یہ آپ کی بیوی ہے۔ میں نے تیرے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو وہ تُو تھی۔ میں نے کہا اگر یہ اللہ تعالٰے کی طرف سے ہے تو وُہ ضرور اس کو جاری فرمائے گا۔ اس کو شیخین نے ام المومنین سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اِس کے بعد فرمایا:

---

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح باب النظر الی المرأۃ قبل التزویج قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۶۸
صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب فضائل عائشہ رضی اللہ عنہا " " " ۲/۲۸۵

كُلُّ حَيٍّ مَيِّتٌ وَّكُلُّ جَدِيْدٍ بَالٍ وَّكُلُّ كَبِيْرٍ يَفْنٰى وَاَنَا مَيِّتَةٌ وَّذِكْرِيْ بَاقٍ وَّقَدْ تَرَكْتُ خَيْرًا وَّوَلَدْتُ طُهْرًا۔[1]

ہر زندے کو مرنا ہے اور ہر نئے کو پُرانا ہونا، اور کوئی کیسا ہی بڑا ہو ایک دن فنا ہونا ہے۔ میں مرتی ہُوں اور میرا ذکر ہمیشہ خیر سے رہے گا، میں کیسی خیرِ عظیم چھوڑ چلی ہوں اور کیسا ستھرا پاکیزہ مجھ سے پیدا ہوا، صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

یہ کہا اور انتقال فرمایا، رضی اللہ تعالٰی عنہا وصلی اللہ تعالٰی علی ابنہا الکریم وذویہ وبارك وسلم (اللہ تعالےٰ اُن سے راضی ہو اور درود وسلام اور برکت نازل فرمائے اُن کے کریم بیٹے اور اس کے پیروکاروں پر۔ ت)

اور اُن کی یہ فراستِ ایمانی اور پیشین گوئی نورانی قابلِ غور ہے کہ میں انتقال کرتی ہوں اور میرا ذکرِ خیر ہمیشہ باقی رہے گا۔ عرب وعجم کی ہزاروں شاہزادیاں، بڑی بڑی تاج والیاں خاک کا پیوند ہوئیں جن کا نام تک کوئی نہیں جانتا، مگر اس طیبہ خاتون کے ذکرِ خیر سے مشارق ومغاربِ ارض میں محافلِ مجالسِ انس وقدس میں زمین وآسمان گُونج رہے ہیں اور ابد الآباد تک گونجیں گے وللہ الحمد۔

عبرتِ قاہرہ سید احمد مصری حواشیِ دُر میں ناقل کہ ایک عالم رات بھر مسئلۂ ابوین کریمین رضی اللہ تعالےٰ عنہما میں متفکر رہے کہ کیونکر تطبیقِ اقوال ہو۔ اسی فکر میں چراغ پر جُھک گئے کہ بدن جل گیا۔ صبح ایک لشکری آیا کہ میرے یہاں آپ کی دعوت ہے۔ راہ میں ایک ترہ فروش ملے کہ اپنی دُکان کے آگے باٹ ترازو لئے بیٹھے ہیں، انھوں نے اُٹھ کر ان عالم کے گھوڑے کی بھاگ پکڑی اور یہ اشعار پڑھے: ؎

اٰمنت ان ابا النبی وامہ	احیاھما الحق القدیر الباری
حتی لقد شھدا لہ برسالۃ	صدق فتلك کرامۃ المختار[2]
وبہ الحدیث ومن یقول بضعفہ	فھو الضعیف عن الحقیقۃ عاری

یعنی میں ایمان لایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ماں باپ کو اس زندہ ابدی قادرِ مطلق خالقِ عالم جل جلالہ نے زندہ کیا یہاں تک کہ ان دونوں نے

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر وفاۃ آمنۃ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۶۹
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب النکاح باب نکاح الکافر المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۲/ ۸۱

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیغمبری کی گواہی دی، اے شخص اس کی تصدیق کر کہ یہ مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے اعزاز کے واسطے ہے اور اس باب میں حدیث وارد ہوئی جواسے ضعیف بتائے وہ آپ ہی ضعیف اور علمِ حقیقت سے خالی ہے۔"

یہ اشعار سُنا کر ان عالم سے فرمایا: اے شیخ! انھیں لے اور نہ رات کو جاگ نہ اپنی جان کو فکر میں ڈال کر تجھے چراغ جلا دے، ہاں جہاں جارہا ہے وہاں نہ جا کہ لقمہ حرام کھانے میں نہ آئے۔

اُن کے اِس فرمانے سے وہ عالم بیخود ہو کر رہ گئے، پھر انھیں تلاش کیا پتا نہ پایا اور دکانداروں سے پُوچھا، کسی نے نہ پہچانا، سب بازار والے بولے، یہاں تو کوئی شخص بیٹھتا ہی نہیں۔ وہ عالم اِس ربّانی ہادی غیب کی ہدایت سُن کر مکان کو واپس آئے، لشکری کے یہاں تشریف نہ لے گئے[1]۔ انتہی۔

اے شخص! یہ عالم بہ برکت علم، نظرِ عنایت سے ملحوظ تھے کہ غیب سے کسی ولی کو بھیج کر ہدایت فرمادی خوف کر کہ تُو اس ورطہ میں پڑ کر معاذ اللہ کہیں مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا باعثِ ایذا نہ ہو جس کا نتیجہ معاذ اللہ بڑی آگ دیکھنا ہو۔ اللہ عزوجل ظاہر و باطن میں مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سچّی محبت سچّا ادب روزی فرمائے اور اسبابِ مَقت (ناراضگی) وحجاب و بیزاری وعتاب سے بچائے آمین آمین آمین!

یا ارحم الراحمین ارحم فاقتنا یا ارحم الراحمین ارحم ضُعفنا تبرأنا من حولنا الباطل و قوتنا العاطلۃ والتجأنا الٰی حولك العظیم و طَولك القدیم و شھدنا بان لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولٰنا محمد	اے بہترین رحم فرمانے والے! ہمارے فاقہ اور ضُعف پر رحم فرما، ہم اپنی باطل طاقت اور بیکار قوت سے برات کرتے ہیں اور تیری عظیم طاقت اور قدیم قوت کی پناہ چاہتے ہیں اور اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ عزت وعظمت والے خدا کے سوا نہ تو گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی، اور ہماری گفتگو کا خاتمہ اس پر ہے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالٰے کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور اللہ تعالٰے درود نازل فرمائے ہمارے آقا

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب النکاح باب نکاح الکافر المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۲/ ۸۱

والہٖ وصحبہٖ و ذریتہٖ اجمعین امین !	ومولٰی محمد مصطفٰی پر، آپ کی تمام آل پر، آپ کے تمام صحابہ پر اور آپ کی تمام اولاد پر۔ آمین (ت)

الحمدللہ یہ موجز رسالہ اواخر شوال المکرم ۱۳۱۵ھ کے چند جلسوں میں تمام اور بلحاظِ تاریخ "شمول الاسلام لاصول الرسول الکرامؑ" نام ہوا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

رسالہ
شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام
ختم ہوا

ع: بضم الکاف بمعنی الکریم صفۃ الرسول او بکسرھا جمع الکرام نعت الاصول ۱۲

رسالہ

تمہیدِ ایمان بآیاتِ قرآن

۱۳۲۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سید المرسلین خاتم النبیین محمد و اٰلہ واصحابہ اجمعین الٰی یوم الدین بالتبجیل وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں اور عظمت کے ساتھ تا قیامت درود وسلام ہو سید المرسلین و خاتم النبیین پر اور آپ کی آل اور تمام اصحاب پر۔ ہمارے لئے اللہ تعالٰی کافی ہے۔ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ (ت)

مُسلمان بھائیوں سے عاجزانہ دست بستہ عرض

پیارے بھائیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اللہ تعالٰی آپ سب حضرات کو اور آپ کے صدقے میں اس ناچیز کثیر السیآت کو دینِ حق پر قائم رکھے اور اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سچی محبت دل میں سچی عظمت دے اور اسی پر ہم سب کا خاتمہ کرے۔ آمین یا ارحم الراحمین!

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

انا ارسلنٰک شاھدا ومبشرا ونذیرا ○ لتؤمنوا باللہ ورسولہٖ وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃً واصیلا ○[1]

اے نبی! بیشک ہم نے تمھیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا، تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔

مسلمانو! دیکھو دینِ اسلام بھیجنے قرآن مجید اتارنے کا مقصود ہی تمھارے مولٰی تبارک وتعالٰی کا تین باتیں بتانا ہے:

اوّل یہ کہ لوگ اللہ ورسول پر ایمان لائیں۔

دوم یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی تعظیم کریں۔

سوم یہ کہ اللہ تعالٰے کی عبادت میں رہیں۔

مسلمانو! ان تینوں جلیل باتوں کی جمیل ترتیب تو دیکھو سب میں پہلے ایمان کو فرمایا اور سب میں پیچھے اپنی عبادت کو اور بیچ میں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی تعظیم کو، اس لئے کہ بغیر ایمان تعظیم بکار آمد نہیں، بہتیرے نصارٰی ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم اور حضور پر سے دفع اعتراضاتِ کافرانِ لئیم میں تصنیفیں کرچکے لیکچردے چکے مگر جبکہ ایمان نہ لائے کچھ مفید نہیں کہ ظاہری تعظیم ہوئی، دل میں حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی سچی عظمت ہوتی تو ضرور ایمان لاتے، پھر جب تک نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی سچی تعظیم نہ ہو عمر بھر عبادتِ الٰہی میں گزارے سب بیکار ومردود ہے، بہتیرے جوگی اور راہب ترکِ دنیا کرکے اپنے طور پر ذکر وعبادتِ الٰہی میں عمر کاٹ دیتے ہیں بلکہ ان میں بہت وہ ہیں کہ لا الٰہ الا اللہ کا ذکر سیکھتے اور ضربیں لگاتے ہیں مگر از انجا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی تعظیم نہیں، کیا فائدہ، اصلاً قابلِ قبول بارگاہِ الٰہی نہیں۔ اللہ عزوجل ایسوں ہی کو فرماتا ہے:

وقدمنا الٰی ماعملوا من عملٍ فجعلنٰہ ھبآءً منثورا ○[2]

جو کچھ اعمال انھوں نے کئے ہم نے سب برباد کردیے۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۸ و ۹

[2] ؎ ؎ ۲۵/ ۲۳

ایسوں ہی کو فرماتا ہے:

عاملۃ ناصبۃ ۝ تصلٰی نارا حامیۃ ۝[1] عمل کریں مشقتیں بھریں اور بدلہ کیا ہو گا یہ کہ بھڑکتی آگ میں بیٹھیں گے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

مسلمانو! کہو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی تعظیم مدارِ ایمان، مدارِ نجات، مدارِ قبولِ اعمال ہوئی یا نہیں، کہو ہوئے اور ضرور ہوئے۔

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

قل ان کان اٰباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال ن اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسٰکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ ؕ واللہ لایھدی القوم الفٰسقین ۝[2] اے نبی! تم فرمادو کہ اے لوگو! اگر تمہارے باپ تمہارے بیٹے تمہارے بھائی تمہاری بیبیاں تمہارا کنبہ تمہاری کمائی کے مال اور وہ سوداگری جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ ہے اور تمہاری پسند کے مکان، ان میں کوئی چیز بھی اگر تم کو اللہ اور اسکے رسول اور اس کی راہ میں کوشش کرنے سے زیادہ محبوب ہے تو انتظار رکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا عذاب اتارے اور اللہ تعالٰے بے حکموں کو راہ نہیں دیتا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جسے دنیا جہان میں کوئی معزز کوئی عزیز کوئی مال کوئی چیز اللہ و رسول سے زیادہ محبوب ہو وہ بارگاہِ الٰہی سے مردود ہے اُسے اللہ اپنی طرف راہ نہ دے گا اُسے عذابِ الٰہی کے انتظار میں رہنا چاہئے، والعیاذ باللہ تعالٰے۔

تمہارے پیارے نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین ۝[3] تم میں کوئی مسلمان نہ ہوگا جب تک میں اُسے اسکے ماں باپ، اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۸۸/ ۳ و ۴ [2] القرآن الکریم ۹/ ۲۴

[3] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷

صحیح مسلم " باب وجوب محبۃ " " " " " " " " ۱/ ۴۹

یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں انس بن مالک انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، اس نے تو بات صاف فرما دی کہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو عزیز رکھے ہرگز مسلمان نہیں۔

مسلمانو! کہو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمام جہان سے زیادہ محبوب رکھنا مدارِ ایمان و مدارِ نجات ہوا یا نہیں۔ کہو ہوا اور ضرور ہوا۔ یہاں تک تو سارے کلمہ گو خوشی خوشی قبول لیں گے کہ ہاں ہمارے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عظیم عظمت ہے ہاں ہاں ماں باپ اولاد سارے جہان سے زیادہ ہمیں حضور کی محبت ہے۔ بھائیو! خدا ایسا ہی کرے مگر ذرا کان لگا کر اپنے رب کا ارشاد سُنو۔

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

الۤمّۤ ۝ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لایفتنون ۝[1]

کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنا کہہ لینے پر چھوڑ دئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔

یہ آیت مسلمانوں کو ہوشیار کر رہی ہے کہ دیکھو کلمہ گوئی اور زبانی ادعائے مسلمانی پر تمہارا چھٹکارا نہ ہوگا، ہاں ہاں سُنتے ہو آزمائے جاؤ گے آزمائش میں پورے نکلے تو مسلمان ٹھہرو گے۔ ہر شے کی آزمائش میں یہی دیکھا جاتا ہے کہ جو باتیں اس کے حقیقی واقعی ہونے کو درکار ہیں وہ اس میں ہیں یا نہیں۔ ابھی قرآن و حدیث ارشاد فرما چکے کہ ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کو دو باتیں ضرور ہیں:

(۱) محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم

(۲) اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم۔

تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی، کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو، جیسے تمہارے باپ تمہارے استاد تمہارے پیر تمہارے بھائی تمہارے احباب تمہارے اصحاب تمہارے مولوی تمہارے حافظ تمہارے مفتی تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد، جب وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کریں اصلاً تمہارے قلب میں اُن کی عظمت اُن کی محبت کا نام و نشان نہ رہے فوراً ان سے

---

[1] القرآن الکریم ۲۹/ ۱ و ۲

الگ ہوجاؤ، دُودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، اُن کی صورت اُن کے نام سے نفرت کھاؤ۔ پھر نہ تم اپنے رشتے علاقے دوستی الفت کا پاس کرو نہ اس کی مولویت مشیخت، بزرگی، فضیلت کو خطرے میں لاؤ کہ آخر میں یہ جو کچھ تھا محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہی کی غلامی کی بناء پر تھا جب یہ شخص انھیں کی شان میں گستاخ ہُوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا، اس کے جُبّے عمامے پر کیا جائیں، کیا بہتیرے یہودی جُبّے نہیں پہنتے عمامے نہیں باندھتے، اس کے نام علم و ظاہری فضل کو لے کر کیا کریں کیا بہتیرے پادری بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم و فنون نہیں جانتے، اور اگر یہ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مقابل تم نے اس کی بات بنانی چاہی اُس نے حضور سے گستاخی کی اور تم نے اس سے دوستی نباہی یا اُسے ہر بُرے سے بدتر بُرا نہ جانا یا اسے بُرا کہنے پر بُرا مانا یا اسی قدر کہ تم نے اس امر میں بے پرواہی منائی یا تمھارے دل میں اُس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو للہ اب تمھیں انصاف کرلو کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہُوئے، قرآن و حدیث نے جس پر حصولِ ایمان کا مدار رکھا تھا اس سے کتنی دور نکل گئے۔ مسلمانو! کیا جس کے دل میں محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہو گی وہ ان کے بدگو کی وقعت کرسکے گا اگرچہ اُس کا پیر یا استاد یا پدر ہی کیوں نہ ہو کیا جسے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تمام جہان سے زیادہ پیارے ہوں وہ ان کے گستاخ سے فوراً سخت شدید نفرت نہ کرے گا اگرچہ اس کا دوست یا برادر یا پسر ہی کیوں نہ ہو۔ للہ اپنے حال پر رحم کرو اور اپنے رب کی بات سنو دیکھو وہ کیونکر تمھیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے۔ دیکھو ربِ عزوجل فرماتا ہے:

لاتجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم ط اولٰئك کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ط ویدخلھم جنّٰت تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا ط رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ط اولٰئك حزب اللہ ط الا

تو نہ پائے گا انھیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ اور قیامت پر کہ اُن کے دل میں ایسوں کی محبت آنے پائے جنھوں نے خدا اور رسول سے مخالفت کی، چاہے وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں، یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کردیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی اور انھیں باغوں میں لیجائیگا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ہمیشہ رہیں گے ان میں، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہی لوگ اللہ والے ہیں، سنتا ہے

اِنّ حزب اللّٰہ ھم المفلحون۝[1] اللہ والے ہی مراد کو پہنچے۔

اس آیت کریمہ میں صاف فرما دیا کہ جو اللہ یا رسول کی جناب میں گستاخی کرے مسلمان اُس سے دوستی نہ کرے گا جس کا صریح مفاد ہوا کہ جو اس سے دوستی کرے گا وہ مسلمان نہ ہوگا۔ پھر اس کا حکم قطعاً عام ہونا بالتصریح ارشاد فرمایا کہ باپ، بیٹے، بھائی، عزیز سب کو گنایا یعنی کوئی کیسا ہی تمہارے زعم میں معظم یا کیسا ہی تمہیں بالطبع محبوب ہو ایمان ہے تو گستاخی کے بعد اُس سے محبت نہیں رکھ سکتے اس کی وقعت نہیں مان سکتے ورنہ مسلمان نہ رہو گے۔ مولیٰ سبحٰنہ وتعالیٰ کا اتنا فرمانا ہی مسلمان کے لئے بس تھا مگر دیکھو وہ تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا اپنی عظیم نعمتوں کا لالچ دلاتا ہے کہ اگر اللہ و رسول کی عظمت کے آگے تم نے کسی کا پاس نہ کیا کسی سے علاقہ نہ رکھا تو تمہیں کیا کیا فائدے حاصل ہوں گے ؛

(۱) اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں ایمان نقش کر دے گا جس میں ان شاء اللہ تعالیٰ حسنِ خاتمہ کی بشارت جلیلہ ہے کہ اللہ کا لکھا نہیں مٹتا۔

(۲) اللہ تعالیٰ روح القدس سے تمہاری مدد فرمائے گا۔

(۳) تمہیں ہمیشگی کی جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔

(۴) تم خدا کے گروہ کہلاؤ گے خدا والے ہو جاؤ گے۔

(۵) مُنہ مانگی مرادیں پاؤ گے بلکہ امید و خیال و گمان سے کروڑوں درجے افزوں۔

(۶) سب سے زیادہ یہ کہ اللہ تم سے راضی ہوگا۔

(۷) یہ کہ فرماتا ہے میں تم سے راضی تم مجھ سے راضی۔ بندے کے لئے اس سے زائد اور کیا نعمت ہوتی کہ اس کا رب اس سے راضی ہو مگر انتہائے بندہ نوازی یہ کہ فرمایا، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

مسلمانو! خدا لگتی کہنا اگر آدمی کروڑ جانیں رکھتا ہو اور وہ سب کی سب ان عظیم دولتوں پر نثار کر دے تو واللہ کہ مفت پائیں پھر زید و عمرو سے علاقۂ تعظیم و محبت یک لخت قطع کر دینا کتنی بڑی بات ہے جس پر اللہ تعالیٰ ان بے بہا نعمتوں کا وعدہ فرما رہا ہے اور اس کا وعدہ یقیناً سچا ہے۔ قرآن عظیم کی عادت کریمہ ہے کہ جو حکم فرماتا ہے جیسا کہ اس کے ماننے والوں کو اپنی نعمتوں کی بشارت دیتا ہے، نہ ماننے والوں پر اپنے عذابوں کا تازیانہ بھی رکھتا ہے کہ جو پست ہمت نعمتوں کے لالچ میں نہ آئیں

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۲۲

سزاؤں کے ڈر سے راہ پائیں وہ عذاب بھی سُن لیجئے۔

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

یٰایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا اٰباءکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظّٰلمون[1]

اے ایمان والو! اپنے باپ اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو ان سے رفاقت کریں تو وہی لوگ ستمگار ہیں۔

اور فرماتا ہے:

یٰایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا عدوّی وعدوّکم اولیاء (الٰی قولہ تعالٰی) تسرون الیھم بالمودۃ وانا اعلم بما اخفیتم وما اعلنتم ط ومن یفعلہ منکم فقد ضلّ سواء السبیل (الٰی قولہ تعالٰی) لن تنفعکم ارحامکم ولا اولادکم ج یوم القیٰمۃ ج یفصل بینکم ط واللہ بما تعملون بصیر[2]

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم چھپ کر اُن سے دوستی کرتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور تم میں جو ایسا کرے گا وہ ضرور سیدھی راہ سے بہکا۔ تمہارے رشتے اور تمہارے بچے تمہیں کچھ نفع نہ دیں گے قیامت کے دن، اللہ تم میں اور تمہارے پیاروں میں جدائی ڈال دے گا کہ تم میں ایک دوسرے کے کچھ کام نہ آسکے گا اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

اور فرماتا ہے:

ومن یتولھم منکم فانہ منھم ط ان اللہ لایھدی القوم الظّٰلمین[3]

جو تم میں اُن سے دوستی کرے گا تو بیشک وہ انہیں میں سے ہے۔ بے شک اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالموں کو۔

پہلی دو آیتوں میں تو اُن سے دوستی کرنے والوں کو ظالم و گمراہ ہی فرمایا تھا اس آیۂ کریمہ نے

---

[1] القرآن الکریم ۹/۲۳
[2] 〃 ۶۰/۱ تا ۳
[3] 〃 ۵/۵۱

بالکل تصفیہ فرمادیا کہ جواُن سے دوستی رکھے وہ بھی انھیں میں سے ہے انھیں کی طرح کافر ہے اُن کے ساتھ ایک رسّی میں باندھا جائے گا۔ اور وہ کوڑا بھی یاد رکھئے کہ تم چھُپ چھپ کر اُن سے میل رکھتے ہو اور میں تمھارے چھُپے ظاہر سب کو خُوب جانتا ہوں۔ اب وہ رسی بھی سُن لیجئے جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والے باندھے جائیں گے۔

تمھارا رب عزوجل فرماتا ہے:

والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم[1]

جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

اور فرماتا ہے:

ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ و اعدّلھم عذاباً مھینا۔[2]

بیشک جو لوگ اللہ ورسول کو ایذا دیتے ہیں اُن پر اللہ کی لعنت ہے دُنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اللہ عزوجل ایذا سے پاک ہے اُسے کون ایذا دے سکتا ہے، مگر حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کو اپنی ایذا فرمایا۔

ان آیتوں سے اُس شخص پر جو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بدگویوں سے محبت کا برتاؤ کرے سات کوڑے ثابت ہوئے:

(۱) وہ ظالم ہے۔
(۲) گمراہ ہے۔
(۳) کافر ہے۔
(۴) اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔
(۵) وہ آخرت میں ذلیل وخوار ہوگا۔
(۶) اس نے اللہ واحد قہار کو ایذا دی۔
(۷) اس پر دونوں جہان میں خدا کی لعنت ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۱
[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷

اے مسلمان اے مسلمان اے امتی سید الانس والجان صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم! خدارا ذرا انصاف کر، وہ سات بہتر ہیں جو ان لوگوں سے یک لخت علاقہ ترک کر دینے پر ملتے ہیں کہ دل میں ایمان جم جائے، اللہ مددگار رہو، جنت مقام ہو، اللہ والوں میں شمار رہو، مرادیں ملیں، خدا تجھ سے راضی ہو تو خدا سے راضی ہو ــ یا یہ سات بھلے ہیں جو اُن لوگوں سے تعلق لگا رہنے پر پڑیں گے کہ ظالم، کافر، جہنمی ہو۔ آخرت میں خوار رہو، خدا کو ایذا دے، خدا دونوں جہان میں لعنت کرے۔ ہیہات ہیہات کون کہہ سکتا ہے کہ یہ سات اچھے ہیں، کون کہہ سکتا ہے کہ وہ سات چھوڑنے کے ہیں، مگر جانِ برادر! خالی یہ کہہ دینا تو کام نہیں دیتا وہاں تو امتحان کی ٹھہری ہے ابھی آیت سن چکے الٓمّٓ احسب الناس کیا اس بھلاوے میں ہو کہ بس زبان سے کہہ کر چھوٹ جاؤ گے امتحان نہ ہوگا ــ ہاں یہی امتحان کا وقت ہے ــــ

دیکھو یہ اللہ واحد قہار کی طرف سے تمہاری جانچ ہے۔ دیکھو وہ فرما رہا ہے کہ تمہارے رشتے علاقے قیامت میں کام نہ آئیں گے مجھ سے توڑ کر کس سے جوڑتے ہو۔ دیکھو وہ فرما رہا ہے کہ میں غافل نہیں، میں بے خبر نہیں تمہارے اعمال دیکھ رہا ہوں، تمہارے اقوال سن رہا ہوں، تمہارے دلوں کی حالت سے خبردار ہوں۔ دیکھو بے پرواہی نہ کرو پرائے پیچھے اپنی عاقبت نہ بگاڑو اللہ و رسول کے مقابل ضد سے کام نہ لو۔ دیکھو وہ تمہیں اپنے سخت عذاب سے ڈراتا ہے اس کے عذاب سے کہیں پناہ نہیں۔ دیکھو وہ تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے بے اس کی رحمت کے کہیں نباہ نہیں۔ دیکھو اور گناہ تو نرے گناہ ہوتے ہیں جن پر عذاب کا استحقاق ہو مگر ایمان نہیں جاتا عذاب ہو کر خواہ رب کی رحمت حبیب کی شفاعت سے بے عذاب ہی چھٹکارا ہو جائے گا یا ہو سکتا ہے مگر یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی تعظیم کا مقام ہے اُن کی عظمت اُن کی محبت مدارِ ایمان ہے قرآن مجید کی آیتیں سن چکے کہ جو اس معاملہ میں کمی کرے اس پر دونوں جہان میں خدا کی لعنت ہے۔ دیکھو جب ایمان گیا پھر اصلاً ابد الآباد تک کبھی کسی طرح ہرگز اصلاً عذابِ شدید سے رہائی نہ ہوگی گستاخی کرنے والے جن کا تم یہاں کچھ پاس لحاظ کرو وہاں وہ اپنی بھگت رہے ہوں گے تمہیں بچانے نہ آئیں گے اور آئیں گے تو کیا کر سکتے ہیں پھر ایسوں کا لحاظ کرکے اپنی جان کو ہمیشہ ہمیشہ غضبِ جبار و عذابِ نار میں پھنسا دینا کیا عقل کی بات ہے۔ للہ للہ ذرا دیر کو اللہ و رسول کے سوا سب اینوں آن سے نظر اٹھا کر آنکھیں بند کرو اور گردن جھکا کر اپنے آپ کو اللہ واحد قہار کے سامنے حاضر سمجھو اور نرے خالص سچے اسلامی دل کے ساتھ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی عظیم عظمت، بلند عزت، رفیع وجاہت جو اُنکے رب نے انہیں بخشی اور ان کی تعظیم ان کی توقیر پر ایمان و اسلام کی بنا رکھی اُسے دل میں جما کر.

انصاف وایمان سے کہو کیا جس نے کہا کہ شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کون سی نص قطعی ہے[1]، اس نے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی شان میں گستاخی نہ کی ؟ کیا اس نے ابلیس لعین کے علم کو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے علمِ اقدس پر نہ بڑھایا ، کیا وہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی وسعتِ علم سے کافر ہو کر شیطان کی وسعتِ علم پر ایمان نہ لایا۔ مسلمانو! خود اُسی بدگو سے اتنا ہی کہہ دیکھو کہ "او علم میں شیطان کے ہمسر!" دیکھو تو وہ بُرا مانتا ہے یا نہیں حالانکہ اُسے تو علم میں شیطان سے کم بھی نہ کہا بلکہ شیطان کے برابر ہی بتایا پھر کم کہنا کیا توہین نہ ہوگی، اور اگر وہ اپنی بات پالنے کو اس پر ناگواری ظاہر نہ کرے اگرچہ دل میں قطعاً ناگوار مانے گا تو اُسے چھوڑیے اور کسی معظم سے کہہ دیکھئے اور پورا ہی امتحان مقصود ہو تو کیا کچہری میں جاکر آپ کسی حاکم کو انھیں لفظوں سے تعبیر کرسکتے ہیں دیکھئے ابھی ابھی کھلا جاتا ہے کہ توہین ہوئی اور بیشک ہوئی پھر کیا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی توہین کرنا کفر نہیں ، ضرور ہے اور بالیقین ہے ۔ کیا جس نے شیطان کی وسعتِ علم کو نص سے ثابت مان کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے وسعتِ علم ماننے والے کو کہا تمام نصوص کو رَد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے[2]۔ اور کہا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے[3]، اس نے ابلیس لعین کو خدا کا شریک مانا یا نہیں ، ضرور مانا کہ جو بات مخلوق میں ایک کے لئے ثابت کرنا شرک ہوگی وہ جس کسی کے لئے ثابت کی جائے قطعاً شرک ہی رہے گی کہ خدا کا شریک کوئی نہیں ہوسکتا جب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے لئے یہ وسعتِ علم ماننی شرک ٹھہرائی جس میں کوئی حصہ ایمان کا نہیں تو ضرور اتنی وسعت خدا کی وہ خاص صفت ہوئی جس کو خدائی لازم ہے جب تو نبی کے لئے اس کا ماننے والا مشرک ہوا اور اس نے وہی وسعت وہی صفت خود اپنے منہ ابلیس کے لئے ثابت مانی تو صاف صاف شیطان کو خدا کا شریک ٹھہرادیا۔

مسلمانو! کیا یہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم دونوں کی توہین نہ ہوئی ، ضرور ہوئی ، اللہ کی توہین تو ظاہر ہے کہ اس کا شریک بنایا اور وہ بھی کسے، ابلیس لعین کو۔ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی توہین یوں کہ ابلیس کا مرتبہ اتنا بڑھادیا کہ وہ تو خدا کی خاص صفت

---

[1] البراہین القاطعۃ بحث علمِ غیب مطبع لے بلاسا ڈھور ص ۵۱
[2] " " " " " " " "
[3] " " " " " " " "

میں حصہ دار ہے اور یہ اس سے ایسے محروم کہ ان کے لئے ثابت مانو تو مشرک ہو جاؤ۔

مسلمانو! کیا خدا و رسول کی توہین کرنے والا کافر نہیں، ضرور ہے۔ کیا جس نے کہا کہ بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور (یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔[1] کیا اس نے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو صریح گالی نہ دی۔ کیا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اتنا ہی علم غیب دیا گیا تھا جتنا ہر پاگل اور چوپائے کو حاصل ہے۔

مسلمان مسلمان اے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اُمتی! تجھے اپنے دین و ایمان کا واسطہ، کیا اس ناپاک ملعون گالی کے صریح ہونے میں تجھے کچھ شبہہ گزر سکتا ہے، معاذ اللہ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عظمت تیرے دل سے ایسی نکل گئی ہو کہ اس شدید گالی میں بھی ان کی توہین نہ جانے۔ اور اگر اب بھی تجھے اعتبار نہ آئے تو خود انھیں بدگویوں سے پُوچھ دیکھ کہ آیا تمھیں اور تمھارے استادوں پیر جیون کو کہہ سکتے ہیں کہ اے فلاں! تجھے اتنا ہی علم ہے جتنا سوٌر کو ہے تیرے استاد کو ایسا ہی علم تھا جیسا کُتّے کو ہے، تیرے پیر کو اسی قدر علم تھا جس قدر گدھے کو ہے، یا مختصر طور پر اتنا ہی ہو کہ او علم میں اُلّو، گدھے، کُتّے، سوٌر کے ہمسرو! دیکھو، تو وہ اس میں اپنی اور اپنے استاد و پیر کی توہین سمجھتے ہیں یا نہیں، قطعاً سمجھیں گے اور قابو پائیں تو سر ہو جائیں، پھر کیا سبب ہے کہ جو کلمہ اُن کے حق میں توہین و کسرِ شان ہو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین نہ ہو، کیا معاذ اللہ اُن کی عظمت اِن سے بھی گئی گزری ہے، کیا اسی کا نام ایمان ہے، حاش للہ حاش للہ!

کیا جس نے کہا "کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے پھر اگر زید اس کا التزام کرلے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالاتِ نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہوسکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جائے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے"[2] انتہی۔ کیا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور جانوروں پاگلوں میں فرق

---

[1] حفظ الایمان جواب سوال سوم کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سہارنپور بھارت ص ۸
حفظ الایمان مع تغیر العنوان " محمد عثمان تاجر الکتب فی دریبہ کلاں دہلی ص ۷ و ۱۷

[2] " " جواب سوال سوم کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سہارنپور بھارت ص ۸
" " مع تغیر العنوان " محمد عثمان تاجر الکتب فی دریبہ کلاں دہلی ص ۷ و ۱۷

نہ جاننے والا حضور کو گالی نہیں دیتا کیا اس نے اللہ عزوجل کے کلام کا صراحۃً رد و ابطال نہ کر دیا۔ دیکھو تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

وعلمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما[1]
اے نبی! اللہ نے تم کو سکھایا جو تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا فضل تم پر بڑا ہے۔

یہاں نامعلوم باتوں کا علم عطا فرمانے کو اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کمالات و مدائح میں شمار فرمایا۔

اور فرماتا ہے:

وانه لذو علم لما علمنٰه[2]
بیشک یعقوب ہمارے سکھائے سے علم والا ہے۔

اور فرماتا ہے:

وبشروه بغلٰم عليم[3]
ملائکہ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ایک علم والے لڑکے اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت دی۔

اور فرماتا ہے:

وعلمنٰه من لدنا علما[4]
ہم نے خضر (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو اپنے پاس سے ایک علم سکھایا۔

وغیرہا آیات جن میں اللہ تعالٰی نے علم کو کمالاتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں گنا۔ اب زید کی جگہ اللہ عزوجل کا نام پاک لیجئے اور علمِ غیب کی جگہ مطلق علم جس کا ہر چوپائے کو ملنا اور بھی ظاہر ہے اور دیکھئے کہ اس بدگوئے مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تقریر کس طرح اللہ عزوجل کا رد کر رہی ہے یعنی یہ بدگو خدا کے مقابل کھڑا ہو کر کہہ رہا ہے کہ آپ (یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ مقدسہ پر علم کا اطلاق کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۳
[2] " ۱۲/ ۶۸
[3] " ۵۱/ ۲۸
[4] " ۱۸/ ۶۵

امر ہے کہ اس علم سے مراد بعض علم ہے یا کُل علوم، اگر بعض علوم مراد ہیں تو اس میں حضور اور دیگر انبیاء کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی بات کا علم ہوتا ہے تو چاہیئے کہ سب کو عالم کہا جائے پھر اگر زید اس کا التزام کرلے کہ ہاں میں سب کو عالم کہوں گا تو پھر علم کو منجملہ کمالاتِ نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالاتِ نبوت سے کب ہو سکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جاوے تو نبی اور غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے، اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیلِ نقلی و عقلی سے ثابت ہے[1] انتہی پس ثابت ہوا کہ خدا کے وہ سب اقوال اس کی اسی دلیل سے باطل ہیں۔

مسلمانو! دیکھا کہ اس بدگو نے فقط محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہی کو گالی نہ دی بلکہ ان کے رب جل وعلا کے کلاموں کو بھی باطل و مردود کر دیا۔

مسلمانو! جس کی جرأت یہاں تک پہنچی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے علمِ غیب کو پاگلوں اور جانوروں کے علم سے ملا دے اور ایمان و اسلام و انسانیت سب سے آنکھیں بند کر کے صاف کہہ دے کہ نبی اور جانور میں کیا فرق ہے اُس سے کیا تعجب کہ خدا کے کلاموں کو رد کر دے، باطل بتائے، پس پشت ڈالے، زیرِ پا ملے، بلکہ جو یہ سب کلام اللہ کے ساتھ کر چکا وہی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ساتھ اُس گالی پر جرأت کرسکے گا مگر ہاں اُس سے دریافت کرو کہ آپ کی یہ تقریر خود آپ اور آپ کے اساتذہ میں جاری ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں، اور اگر ہے تو کیا جواب۔ ہاں اِن بدگویوں سے کہو کیا آپ حضرات اپنی تقریر کے طور پر جو آپ نے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی شان میں جاری کی خود اپنے آپ سے اس دریافت کی اجازت دے سکتے ہیں کہ آپ صاحبوں کو عالم فاضل مولوی مُلّا چنیں چناں فلاں فلاں کیوں کہا جاتا ہے اور حیوانات و بہائم مثلاً کُتّے سؤر کو کوئی ان الفاظ سے تعبیر نہیں کرتا۔ اَن مناصب کے باعث آپ کے اتباع و اذناب آپ کی تعظیم تکریم توقیر کیوں کرتے دست و پا پر بوسہ دیتے ہیں اور جانوروں مثلاً اُلّو گدھے کے ساتھ کوئی یہ برتاؤ نہیں برتتا اس کی کیا وجہ ہے کل علم تو قطعاً آپ صاحبوں کو نہیں اور بعض میں آپ کی کیا تخصیص، ایسا علم تو اُلّو، گدھے، کُتّے، سؤر سب کو حاصل ہے تو چاہیئے کہ ان سب کو عالم فاضل چنیں و چناں کہا جائے پھر اگر آپ اس کا التزام کریں کہ ہاں ہم سب کو

---

[1] حفظ الایمان جواب سوال سوم کتب خانہ اعزازیہ دیوبندیہ سہارنپور بھارت ص ۸
حفظ الایمان مع تغیر العنوان محمد عثمان تاجر الکتب فی دریبہ کلاں دہلی ص ۷ و ۱۷

علماء کہیں گے تو پھر علم کو آپ کے کمالات میں کیوں شمار کیا جاتا ہے جس امر میں مؤمن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو گدھے، کُتے، سُور سب کو حاصل ہو وہ آپ کے کمالات سے کیوں ہوا اور اگر التزام نہ کیا جائے تو آپ ہی کے بیان سے آپ میں اور گدھے، کُتے، سوّر میں وجہِ فرق بیان کرنا ضرور ہے فقط۔

مسلمانو! یُوں دریافت کرتے ہی بعونہٖ تعالٰی صاف کُھل جائے گا کہ ان بدگویوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کیسی صریح شدید گالی دی اور اُن کے رب عزّوجل کے قرآن مجید کو جابجا کیسا رَد و باطل کردیا۔

مسلمانو! خاص اس بدگو اور اس کے ساتھیوں سے پوچھو ان پر خود ان کے اقرار سے قرآن عظیم کی یہ آیات چسپاں ہوئیں یا نہیں۔

تمہارا رب عزّوجل فرماتا ہے:

ولقد ذرأنا لجھنم کثیرا من الجن و الانس ﺻﮯ لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا و لھم اٰذان لا یسمعون بھا ؕ اولٰئك کالانعام بل ھم اضل ؕ اولٰئك ھم الغٰفلون[1]

اور بیشک ضرور ہم نے جہنم کے لئے پھیلا رکھے ہیں بہت سے جن اور آدمی، ان کے وہ دل ہیں جن سے حق کو نہیں سمجھتے اور وہ آنکھیں جن سے حق کا راستہ نہیں سُوجھتے اور وہ کان ہیں جن سے حق بات نہیں سنتے، وہ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر بہکے ہوئے، وہی لوگ غفلت میں پڑے ہیں۔

اور فرماتا ہے:

ارءیت من اتخذ الٰھه ھوٰه افانت تکون علیه وکیلا ۝ ام تحسب ان اکثرھم یسمعون او یعقلون ؕ ان ھم الّا کالانعام بل ھم اضل سبیلا ۝[2]

بھلا دیکھو تو جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا تو کیا تو اس کا ذمہ لے گا یا تجھے گمان ہے کہ ان میں بہت سے کچھ سنتے یا عقل رکھتے ہیں وہ تو نہیں مگر جیسے چوپائے بلکہ وہ تو اُن سے بھی بڑھ کر گمراہ ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۷۹
[2] ؍؍ ۲۵/ ۴۳ و ۴۴

ان بدگویوں نے چوپاؤں کا علم تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علم کے برابر مانا اب ان سے پوچھئے کیا تمہارا علم انبیاء یا خود حضور سید الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والثناء کے برابر ہے ظاہراً اس کا دعوٰی نہ کریں گے۔ اور اگر کہہ بھی دیں کہ جب چوپاؤں سے برابری کردی آپ تو دوپائے ہیں برابری ماننے کیا مشکل ہے، تو یوں پوچھئے کہ تمہارے استادوں پیروں ملّاؤں میں کوئی بھی ایسا گزرا جو تم سے علم میں زیادہ ہو یا سب ایک برابر ہو آخر کہیں تو فرق نکالیں گے تو ان کے وہ استاد وغیرہ تو ان کے اقرار سے علم میں چوپاؤں کے برابر ہوئے اور یہ ان سے علم میں کم ہیں جب تو ان کی شاگردی کی اور جو ایک مساوی سے کم ہو دوسرے سے بھی ضرور کم ہوگا تو یہ حضرات خود اپنی تقریر کی رُو سے چوپاؤں سے بڑھ کر گمراہ ہوئے اور ان آیتوں کے مصداق ٹھہرے۔

كذلك العذاب ط ولعذاب الاٰخرة اكبر م لوكانوا يعلمون [1]

مار ایسی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی مار سب سے بڑی، کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے (ت)

مسلمانو! یہ حالتیں تو ان کلمات کی تھیں جن میں انبیائے کرام و حضور پُرنور سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہاتھ صاف کئے گئے پھر ان عبارات کا کیا پوچھنا جن میں اصالۃً بالقصد رب العزۃ عزجلالہٗ کی عزت پر حملہ کیا گیا ہو۔ خدارا انصاف! کیا جس نے کہا کہ میں نے کب کہا ہے کہ میں وقوعِ کذبِ باری کا قائل نہیں ہوں [2] یعنی وہ شخص اس کا قائل ہے کہ خدا بالفعل جھوٹا ہے جھوٹ بولا جھوٹ بولتا ہے اس کی نسبت یہ فتوٰی دینے والا کہ اگرچہ اس نے تاویل آیات میں خطا کی مگر تاہم اس کو کافر یا بدعتی خیال کرنا نہیں چاہیے [3]۔ جس نے کہا کہ اس کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیے۔ جس نے کہا کہ اس میں تکفیر علمائے سلف کی لازم آتی ہے حنفی شافعی پر طعن و تضلیل نہیں کر سکتا [4] یعنی خدا کو معاذ اللہ جھوٹا کہنا بہت سے علمائے سلف کا بھی مذہب تھا یہ اختلاف حنفی شافعی کا سا ہے کسی نے ہاتھ ناف سے اوپر باندھے کسی نے نیچے، ایسا ہی اسے بھی سمجھو کہ کسی نے خدا کو سچا کہا کسی نے جھوٹا، لہذا ایسے کو تضلیل و تفسیق سے مامون کرنا چاہیے، [5] یعنی جو خدا کو جھوٹا کہے اسے گمراہ کیا معنی گنہگار بھی نہ کہو۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۸/ ۳۳

[2]

[3]

[4]

[5]

21
21

کیا جس نے یہ سب تو اُس مکذبِ خدا کی نسبت بتایا اور یہیں خود اپنی طرف سے باوصف اس بے معنی اقرار کے کہ قدرۃ علی الکذب مع امتناع الوقوع مسئلۂ اتفاقیہ ہے[1] صاف صریح کہہ دیا کہ وقوعِ کذب کے معنی درست ہوگئے[2] یعنی یہ بات ٹھیک ہوگئی کہ خدا سے کذب واقع ہوا۔ کیا یہ شخص مسلمان رہ سکتا ہے، کیا جو ایسے کو مسلمان سمجھے خود مسلمان ہو سکتا ہے۔

مسلمانو! خدارا انصاف، ایمان نام کاہے کا تھا تصدیقِ الٰہی کا۔ تصدیق کا صریح مخالف کیا ہے؟ تکذیب، تکذیب کے کیا معنی ہیں کسی کی طرف کذب منسوب کرنا۔ جب صراحۃً خدا کو کاذب کہہ کر بھی ایمان باقی رہے تو خدا جانے ایمان کس جانور کا نام ہے، خدا جانے مجوس و ہنود و نصارٰی و یہودیوں کا فر ہوئے اُن میں تو کوئی صاف صاف اپنے معبود کو جھوٹا بھی نہیں بتاتا، ہاں معبود برحق کی باتوں کو یوں نہیں مانتے کہ انھیں اس کی باتیں ہی نہیں جانتے یا تسلیم نہیں کرتے۔ ایسا تو دنیا کے پردے پر کوئی کافر سا کافر بھی نہ نکلے کہ خدا کو خدا مانتا اُس کے کلام کو اُس کا کلام جانتا اور پھر بے دھڑک کہتا ہو کہ اس نے جھوٹ کہا اس سے وقوعِ کذب کے معنی درست ہوگئے۔ غرض کوئی ذی انصاف شک نہیں کر سکتا کہ ان تمام بدگویوں نے منہ بھر کر اللہ و رسول کو گالیاں دی ہیں، اب یہی وقتِ امتحانِ الٰہی ہے، واحد قہار جبار عزجلالہ سے ڈرو اور وہ آیتیں کہ اوپر گزریں پیش نظر رکھ کر عمل کرو۔ آپ تمھارا ایمان تمھارے دلوں میں تمام بدگویوں سے نفرت بھر دے گا ہرگز اللہ و محمد رسول اللہ جل وعلا و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مقابل تمھیں ان کی حمایت نہ کرنے دے گا تم کو ان سے گھن آئے گی نہ کہ ان کی پچ کرو اللہ و رسول کے مقابل ان کی گالیوں میں مہمل و بیہودہ تاویل گھڑو۔

للہ انصاف! اگر کوئی شخص تمھارے ماں باپ استاد پیر کو گالیاں دے اور نہ صرف زبانی بلکہ لکھ لکھ کر چھاپے شائع کرے کیا تم اس کا ساتھ دو گے یا اس کی بات بنانے کو تاویلیں گھڑو گے یا اسکے بکنے سے بے پرواہی کرکے اُس سے بدستور صاف رہو گے، نہیں نہیں۔ اگر تم میں انسانی غیرت انسانی حمیت ماں باپ کی عزت حُرمت عظمت محبت کا نام نشان بھی لگا رہ گیا ہے تو اس بدگو دشنامی کی صورت سے نفرت کرو گے اُس کے سایہ سے دُور بھاگو گے، اُس کا نام سُن کر غیظ لاؤ گے جو اس کے لئے بناوٹیں گھڑے اُس کے بھی دشمن ہو جاؤ گے۔ پھر خدا کے لئے ماں باپ کو ایک پلّے میں رکھو

---

[1]

[2] امطار الحق۔ رشید احمد گنگوہی کا عقیدہ وقوعِ کذب باری تعالٰی مطبع دت پرشاد بمبئی انڈیا ص۳۱

اور اللہ واحد قہار و محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عزت و عظمت پر ایمان کو دوسرے پلے میں۔ اگر مسلمان ہو تو ماں باپ کی عزت کو اللہ و رسول کی عزت سے کچھ نسبت نہ مانو گے ماں باپ کی محبت و حمایت کو اللہ و رسول کی محبت و خدمت کے آگے ناچیز جانو گے تو واجب واجب واجب لاکھ لاکھ واجب سے بڑھ کر واجب کہ اُن کے بدگو سے وہ نفرت و دُوری و غیظ و جدائی ہو کر ماں باپ کے دشنام دہندہ کے ساتھ اس کا ہزارواں حصہ نہ ہو۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کے لئے اُن ساتوں نعمتوں کی بشارت ہے۔

مسلمانو! تمہارا یہ ذلیل خیرخواہ امید کرتا ہے کہ اللہ واحد قہار کی ان آیات اور اس بیان شافی واضح البینات کے بعد اس بارہ میں آپ سے زیادہ عرض کی حاجت نہ ہو تمہارے ایمان خود ہی ان بدگویوں سے وہی پاک مبارک الفاظ بول اٹھیں گے جو تمہارے رب عزوجل نے قرآن عظیم میں تمہارے سکھانے کو قومِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے نقل فرمائے۔

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم والذین معہ ج اذ قالوا لقومھم انا برءٰؤا منکم و مما تعبدون من دون اللہ کفرنا بکم و بدا بیننا و بینکم العداوۃ والبغضاء ابدا حتی تؤمنوا باللہ وحدہ (الٰی قولہ تعالٰی) لقد کان لکم اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاٰخر ط و من یتول فان اللہ ھو الغنی الحمید[1]

بیشک تمہارے لئے ابراہیم اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں میں اچھی ریس ہے جب وُہ اپنی قوم سے بولے بیشک ہم تم سے بیزار ہیں اور ان سب سے جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو ہم تمہارے منکر ہوئے اور ہم میں اور تم میں دشمنی اور عداوت ہمیشہ کو ظاہر ہوگئی جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ بیشک ضرور اُن میں تمہارے لئے عمدہ ریس تھی اُس کے لئے جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہو اور جو منہ پھیرے تو بیشک اللہ ہی بے پرواہ سراہا گیا ہے۔

یعنی وہ جو تم سے یہ فرما رہا ہے کہ جس طرح میرے خلیل اور اُن کے ساتھ والوں نے کیا کہ میرے لئے اپنی قوم کے صاف دشمن ہوگئے اور تنکا توڑ کر ان سے جدائی کر لی اور کھول کر کہہ دیا کہ ہمیں تم سے کچھ علاقہ نہیں ہم تم سے قطعی بیزار ہیں تمہیں بھی ایسا ہی کرنا چاہئے یہ تمہارے بھلے کو تم سے فرما رہا ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۰/ ۴ تا ۶

مانو تو تمھاری خیر ہے نہ مانو تو اللہ کو تمھاری کچھ پرواہ نہیں جہاں وہ میرے دشمن ہوئے ان کے ساتھ تم بھی سہی میں تمام جہان سے غنی ہوں اور تمام خوبیوں سے موصوف، جل وعلا وتبارک وتعالیٰ۔

یہ تو قرآن عظیم کے احکام تھے، اللہ تعالےٰ جس سے بھلائی چاہے گا ان پر عمل کی توفیق دے گا، مگر یہاں دو۲ فرقے ہیں جن کو ان احکام میں عذر پیش آتے ہیں؛

فرقہ اوّل، بے علم نادان۔ اُن کے عذر دو۲ قسم کے ہیں؛

عذر اوّل، فلاں تو ہمارا استاد یا بزرگ یا دوست ہے اُس کا جواب تو قرآن عظیم کی متعدد آیات سے سُن چکے کہ رب عزوجل نے بار بار بتکرار صراحۃً فرما دیا کہ غضب الٰہی سے بچنا چاہتے ہو تو اس باب میں اپنے باپ کی بھی رعایت نہ کرو۔

عذر دوم، صاحب یہ بدگو لوگ بھی تو مولوی ہیں بھلا مولویوں کو کیونکر کافر یا بُرا مانیں اس کا جواب تمھارا رب عزوجل فرماتا ہے؛

افرءیت من اتخذ الٰھہ ھوٰہ و اضلہ اللہ علٰی علم وختم علٰی سمعہ وقلبہ وجعل علٰی بصرہ غشٰوۃ ط فمن یھدیہ من بعد اللہ ط افلا تذکرون ۝[1]

بھلا دیکھ تو جس نے اپنی خواہش کو خدا بنا لیا اور اللہ نے علم ہوتے ساتے اسے گمراہ کیا اور اُس کے کان اور دل پر مُہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پٹی چڑھادی تو کون اُسے راہ پر لائے اللہ کے بعد۔ تو کیا تم دھیان نہیں کرتے۔

اور فرماتا ہے؛

مثل الذین حملوا التورٰۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا ط بئس مثل القوم الذین کذبوا باٰیٰت اللہ ط واللہ لایھدی القوم الظٰلمین ۝[2]

وُہ جن پر توارت کا بوجھ رکھا گیا پھر انھوں نے اسے نہ اٹھایا اُن کا حال اُس گدھے کا سا ہے جس پر کتابیں لدی ہوں کیا بُری مثال ہے ان کی جنھوں نے خدا کی آیتیں جھٹلائیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔

اور فرماتا ہے؛

---

[1] القرآن الکریم ۴۵/ ۲۳

[2] " " ۶۲/ ۵

واتل علیھم نبأ الذی اٰتینٰہ اٰیٰتنا فانسلخ منھا فاتبعہ الشیطٰن فکان من الغٰوین ۝ ولو شئنا لرفعنٰہ بھا ولٰکنہ اخلد الی الارض واتبع ھوٰہ ج فمثلہ کمثل الکلب ج ان تحمل علیہ یلھث او تترکہ یلھث ط ذٰلک مثل القوم الذین کذبوا باٰیٰتنا وانفسھم کانوا یظلمون ۝ من یھد اللہ فھو المھتدیؔ ومن یضلل فاولٰئک ھم الخٰسرون ۝[1]

انھیں پڑھ کر سُنا خبر اُس کی جسے ہم نے اپنی آیتوں کا علم دیا تھا وہ اُن سے نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگا کہ گمراہ ہوگیا اور ہم چاہتے تو اُس علم کے باعث اُسے گرے سے اٹھا لیتے مگر وہ تو زمین پکڑ گیا اور اپنی خواہش کا پیرو ہوگیا تو اُس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکال کر ہانپے اور چھوڑ دے تو ہانپے، یہ اُن کا حال ہے جنھوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں تو ہمارا یہ ارشاد بیان کر کہ شاید لوگ سوچیں کیا بُرا حال ہے اُن کا جنھوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور اپنی ہی جانوں پر ستم ڈھاتے تھے جسے خدا ہدایت کرے وہی راہ پائے اور جسے گمراہ کرے تو وہی سراسر نقصان میں ہیں۔

یعنی ہدایت کچھ علم پر موقوف نہیں خدا کے اختیار میں ہے۔ یہ آیتیں ہیں اور حدیثیں جو گمراہ عالموں کی مذمت میں ہیں اُن کا تو شمار ہی نہیں یہاں تک کہ ایک حدیث میں ہے دوزخ کے فرشتے بُت پرستوں سے پہلے انھیں پکڑیں گے یہ کہیں گے کیا ہمیں بُت پوجنے والوں سے بھی پہلے لیتے ہو؟ جواب ملے گا: لیس من یعلم کمن لایعلم[2]عـہ جاننے والے اور انجان برابر نہیں۔

بھائیو! عالم کی عزت تو اس بنا پر تھی کہ وہ نبی کا وارث ہے نبی کا وارث وہ جو ہدایت پر ہو

عـہ یہ حدیث طبرانی نے معجم کبیر اور ابو نعیم نے حلیہ میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ۱۲ منہ

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۷۵ تا ۱۷۸

[2] شعب الایمان حدیث ۱۹۰۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۰۹

اور جب گمراہی پر ہے تو نبی کا وارث ہُوا یا شیطان کا، اس وقت اس کی تعظیم نبی کی تعظیم ہوتی، اب اس کی تعظیم شیطان کی تعظیم ہوگی۔ یہ اس صورت میں ہے کہ عالم کفر سے نیچے کسی گمراہی میں ہو جیسے بدمذہبوں کے علماء۔ پھر اس کا کیا پُوچھنا جو خود کفر شدید میں ہو اُسے عالمِ دین جاننا ہی کفر ہے نہ کہ عالمِ دین جان کر اس کی تعظیم۔

بھائیو! علم اُس وقت نفع دیتا ہے کہ دین کے ساتھ ہو ورنہ پنڈت یا پادری کیا اپنے یہاں کے عالم نہیں، ابلیس کتنا بڑا عالم تھا پھر کیا کوئی مسلمان اس کی تعظیم کرے گا۔ اُسے معلم الملکوت کہتے ہیں یعنی فرشتوں کو علم سکھاتا۔ جب سے اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم سے منہ موڑا حضور کا نور کہ پیشانیِ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں رکھا گیا اُسے سجدہ نہ کیا[ع] اُس وقت سے لعنتِ ابدی کا طوق اُس کے گلے میں پڑا، دیکھو جب سے اس کے شاگردانِ رشید اُس کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے ہیں ہمیشہ اُس پر لعنت بھیجتے ہیں، ہر رمضان میں مہینہ بھر اُسے زنجیروں میں جکڑتے ہیں قیامت کے دن کھینچ کر جہنم میں دھکیلیں گے۔ یہاں سے علم کا جواب بھی واضح ہوگیا اور اُستاذی کا بھی۔

بھائیو! کروڑ کروڑ افسوس ہے اُس ادعائے مسلمانی پر کہ اللہ واحد قہار اور محمد رسول اللہ سید الابرار صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے زیادہ استاد کی وقعت ہو اللہ ورسول سے بڑھ کر بھائی یا دوست یا دنیا میں کسی کی محبت ہو۔ اے رب! ہمیں سچا ایمان دے صدقہ اپنے حبیب کی سچی عظمت سچی رحمت کا صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم، آمین!

فرقہ دوم۔ معاندین و دشمنانِ دین کہ خود انکارِ ضروریاتِ دین رکھتے ہیں اور صریح کفر کرکے اپنے اوپر سے نام کفر مٹانے کو اسلام و قرآن و خدا و رسول کے ساتھ تمسخر کرتے اور براہِ اغوا و تلبیس و

[ع] تفسیر کبیر امام فخرالدین رازی ج ۲ صفحہ ۲۵۵ پر زیر قولہ تعالٰی تلک الرسل فضلنا، ان الملٰئکۃ امروا بالسجود لاٰدم لاجل ان نور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی جبھۃ اٰدم[۱]۔ تفسیر نیشاپوری ج ۲ ص ۷: سجود الملٰئکۃ لاٰدم انما کان لاجل نور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الذی کان فی جبھتہ[۲]۔ دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ فرشتوں کا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کرنا اس لئے تھا کہ ان کی پیشانی میں نور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم تھا ۱۲ منہ۔

[۱] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۲/۲۵۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/۱۶۹

[۲] غرائب القرآن و رغائب الفرقان " " " مصطفی البابی مصر ۳/۷

شیوۂ ابلیس وہ باتیں بناتے ہیں کہ کسی طرح ضروریاتِ دین ماننے کی قید اُٹھ جائے اسلام فقط طوطے کی طرح زبان سے کلمہ رٹ لینے کا نام رہ جائے، بس کلمہ کا نام لیتا ہو پھر چاہے خدا کو جھوٹا کذاب کہے چاہے رسول کو سڑی سڑی گالیاں دے اسلام کسی طرح نہ جائے۔

بل لعنھم اللّٰہ بکفرھم فقلیلا ما یؤمنون [1]
بلکہ اللہ نے ان پر لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو ان میں تھوڑے ایمان لاتے ہیں (ت)

یہ مسلمانوں کے دشمن اسلام کے عدو عوام کو چھلنے اور خدائے واحد قہار کا دین بدلنے کے لئے چند شیطانی مکر پیش کرتے ہیں:

مکرِ اوّل: اسلام نام کلمہ گوئی کا ہے، حدیث میں فرمایا:

من قال لا الٰہ الا اللّٰہ دخل الجنۃ [2]
جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا جنت میں جائیگا۔

پھر کسی قول یا فعل کی وجہ سے کافر کیسے ہوسکتا ہے۔ مسلمانو! ذرا ہوشیار، خبردار، اس مکر ملعون کا حاصل یہ ہے کہ زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہہ لینا گویا خدا کا بیٹا بن جانا ہے، آدمی کا بیٹا اگر اُسے گالیاں دے جُوتیاں مارے کچھ کرے اس کے بیٹے ہونے سے نہیں نکل سکتا، یُونہی جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا اب وُہ چاہے خدا کو جھُوٹا کذاب کہے چاہے رسول کو سڑی سڑی گالیاں دے اس کا اسلام نہیں بدل سکتا۔

اس مکر کا جواب ایک تو اسی آیۂ کریمہ الٓمّٓ o احسب الناس [3] میں گزرا کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ نرے ادعائے اسلام پر چھوڑ دیے جائیں گے اور امتحان نہ ہوگا۔ اسلام [ع] اگر فقط

[ع] حضرت شیخ مجدد الف ثانی مکتوبات میں فرماتے ہیں:

مجرد تفوہ بکلمۂ شہادت در اسلام کافی نیست تصدیق جمیع ما علم بالضرورۃ مجیئۃ من الدین باید و تبری از کفر و کافر نیز باید تا اسلام صورت بندد [4]۔
محض زبانی کلمہ شہادت کہنا اسلام میں کافی نہیں بلکہ ان تمام امور کی تصدیق ضروری ہے جن کا ضروریاتِ دین سے ہونا بداہتًا معلوم ہے۔ کفر اور کافر سے برات بھی لازمی ہے تاکہ اسلام کی صحیح صورت تشکیل پائے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۸

[2] المعجم الکبیر حدیث ۶۳۴۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۷/ ۴۸
المستدرک للحاکم کتاب التوبۃ والانابۃ دار الفکر بیروت ۴/ ۲۵۱

[3] القرآن الکریم ۲۹/ ۱ و ۲

[4] مکتوبات مجدد الف ثانی مکتوب دوصد وشصت وششم نولکشور لکھنؤ ۱/ ۳۲۳

کلمہ گوئی کا نام تھا تو وہ بے شک حاصل تھی پھر لوگوں کا گھمنڈ کیوں غلط تھا جسے قرآن عظیم رد فرما رہا ہے نیز تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

قالت الاعراب اٰمنّا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولمّا یدخل الایمان فی قلوبکم[1]

یہ گنوار کہتے ہیں ہم ایمان لائے تم فرما دو ایمان تو تم نہ لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع اسلام ہوئے ایمان ابھی تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا۔

اور فرماتا ہے:

اذا جاءک المنٰفقون قالوا نشھد انک لرسول اللہ م واللہ یعلم انک لرسولہ ط واللہ یشھد ان المنٰفقین لکٰذبون ہ[2]

منافقین جب تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک حضور یقیناً خدا کے رسول ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ بے شک تم ضرور اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک یہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

دیکھو کیسی لمبی چوڑی کلمہ گوئی، کیسی کیسی تاکیدوں سے مؤکد، کیسی کیسی قسموں سے مؤید، ہرگز موجب اسلام نہ ہوئی، اور اللہ واحد قہار نے ان کے جھوٹے کذّاب ہونے کی گواہی دی تو من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ کا یہ مطلب گھڑنا صراحۃً قرآن عظیم کا رد کرنا ہے۔ ہاں جو کلمہ پڑھتا اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو ہم اسے مسلمان جانیں گے جب تک اس سے کوئی کلمہ کوئی حرکت کوئی فعل منافی اسلام نہ صادر ہو، بعد صدور منافی ہرگز کلمہ گوئی کام نہ دے گی۔

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

یحلفون باللہ ما قالوا ط ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم[3]

خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے نبی کی شان میں گستاخی نہ کی اور البتہ بیشک وہ یہ کفر کا بول بولے اور مسلمان ہو کر کافر ہوگئے۔

ابن جریر و طبرانی و ابوالشیخ و ابن مردویہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۴
[2] " ۶۳/ ۱
[3] " ۹/ ۷۴

کرتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک پیڑ کے سایہ میں تشریف فرما تھے ارشاد فرمایا عنقریب ایک شخص آئے گا کہ تمھیں شیطان کی آنکھوں سے دیکھے گا وہ آئے تو اس سے بات نہ کرنا۔ کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک کرنجی آنکھوں والا سامنے سے گزرا، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا، تُو اور تیرے رفیق کس بات پر میری شان میں گستاخی کے لفظ بولتے ہیں۔ وہ گیا اور اپنے رفیقوں کو بُلا لایا سب نے آکر قسمیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حضور کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری کہ خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ اُنھوں نے گستاخی نہ کی اور بیشک ضرور وہ یہ کفر کا کلمہ بولے اور تیری شان میں بے ادبی کرکے اسلام کے بعد کافر ہوگئے۔[١]

دیکھو اللہ گواہی دیتا ہے کہ نبی کی شان میں بے ادبی کا لفظ کلمۂ کفر ہے اور اس کا کہنے والا اگرچہ لاکھ مسلمانی کا مدعی کروڑ بار کا کلمہ گو ہو کافر ہوجاتا ہے۔

اور فرماتا ہے:

ولئن سألتہم لیقولن انما کنا نخوض و نلعب ط قل اباللہ و اٰیتہٖ و رسولہ کنتم تستہزءون ○ لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم ط۔[٢]

اور اگر تم اُن سے پوچھو تو بیشک ضرور کہیں گے کہ ہم تو یُونہی ہنسی کھیل میں تھے تم فرمادو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے بہانے نہ بناؤ تم کافر ہوچکے اپنے ایمان کے بعد۔

ابن ابی شیبہ و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابو الشیخ امام مجاہد تلمیذ خاص سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے روایت فرماتے ہیں:

انہ قال فی قولہ تعالیٰ "ولئن سألتہم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب" ط قال رجل من المنافقین یحدثنا محمد ان ناقۃ فلان بوادی کذا وکذا وما یدریہ

یعنی کسی شخص کی اونٹنی گم ہوگئی اس کی تلاش تھی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے، اس پر ایک منافق بولا محمد (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے محمد غیب کیا

---

[١] الدر المنثور بحوالہ ابن جریر و الطبرانی و ابن مردویہ تحت آیۃ ۹/۷۴، داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۱۹

[٢] القرآن الکریم ۹/ ۶۵ و ۶۶

بالغیب۔ جانیں، اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ اتاری کہ کیا اللہ و رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ تم مسلمان کہلا کر اس لفظ کے کہنے سے کافر ہوگئے[1]۔ (دیکھو تفسیر امام ابن جریر مطبع مصر جلد دہم صفحہ ۱۰۵ و تفسیر درمنثور امام جلال الدین سیوطی جلد سوم ۲۵۴)

مسلمانو! دیکھو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں اتنی گستاخی کرنے سے کہ "وہ غیب کیا جانیں" کلمہ گوئی کام نہ آئی اور اللہ تعالٰی نے صاف فرمادیا کہ بہانے نہ بناؤ تم اسلام کے بعد کافر ہوگئے۔ یہاں سے وہ حضرات بھی سبق لیں جو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علوم غیب سے مطلقاً منکر ہیں، دیکھو یہ قول منافق کا ہے اور اس کے قائل کو اللہ تعالٰی نے اللہ و قرآن و رسول سے ٹھٹھا کرنے والا بتایا اور صاف صاف کافر مرتد ٹھہرایا اور کیوں نہ ہو کہ غیب کی بات جاننی شانِ نبوت ہے جیسا کہ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی و امام احمد قسطلانی و مولٰنا علی قاری و علامہ محمد زرقانی وغیرہم اکابر نے تصریح فرمائی جس کی تفصیل رسائل علمِ غیب میں بفضلہٖ تعالٰی بروجہ اعلٰی مذکور ہوئی[عہ۱]۔ پھر اس کی سخت شامت کمال ضلالت کا کیا پوچھنا جو غیب کی ایک بات بھی خدا کے بتائے سے بھی نبی کو معلوم ہونا محال و ناممکن بتاتا ہے اُس کے نزدیک اللہ سے سب چیزیں غائب ہیں اور اور اللہ کو اتنی قدرت نہیں کہ کسی کو ایک غیب کا علم دے سکے اللہ تعالٰی شیطان کے دھوکوں سے پناہ دے، آمین!، ہاں بے خدا کے بتائے کسی کو ذرہ بھر کا علم ماننا ضرور کفر ہے، اور جمیع معلوماتِ الٰہیہ کو علم مخلوق کا محیط ہونا بھی باطل، اور اکثر علماء[عہ۲] کے خلاف ہے، لیکن روزِ اول سے روزِ آخر تک کا ماکان و مایکون اللہ تعالٰی کے معلومات سے وہ نسبت بھی نہیں رکھتا جو ایک ذرے کے لاکھویں کروڑویں حصے برابر تری کو کروڑہا کروڑ سمندروں سے ہو بلکہ یہ خود علوم محمدیہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے، ان تمام امور کی تفصیل الدولۃ المکیہ وغیرہا میں ہے۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اور ان شاء اللہ العظیم بہت مفید تھا، اب بحث سابق

عہ۱: اس نئے شاخسانے کے رد میں بفضلہٖ تعالٰی چار رسالے ہیں، ازاحۃ العیب، جوائح الغیب، الجلاء الکامل، ابرار المجنون، مُیل الھداۃ، جن میں پہلا ان شاء اللہ مع ترجمہ عنقریب شائع ہوگا اور باقی تین بھی بعونہٖ تعالٰی اس کے بعد، و باللہ التوفیق ۱۲ کاتب عفی عنہ۔

عہ۲: اکثر کی قید کا فائدہ رسالہ "الفیوض الملکیۃ لمحب الدولۃ المکیۃ" میں ملاحظہ ہوگا ان شاء اللہ تعالٰی ۱۲ کاتب عفی عنہ

[1] الدرالمنثور بحوالہ ابن ابی شیبۃ و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابی الشیخ عن مجاہد تحت الآیۃ ۹/ ۶۵ بیروت ۴/ ۲۳۰

جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۹/ ۶۵ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۰/ ۱۹۶

اِلاَّ اَنّھم کفروا باللّٰہ وبرسولہٖ ولا یاْتون الصّلٰوۃ اِلاّ وھم کُسالٰی و لا ینفقون الاّ وھم کٰرھون ○[1]

مگر اسی لئے کہ اُنھوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کیا اور نماز کو نہیں آتے مگر جی ہارے، اور خرچ نہیں کرتے مگر بُرے دل سے۔

دیکھو اُن کا نماز پڑھنا بیان کیا اور پھر انھیں کافر فرمایا، کیا وہ قبلہ کو نماز نہیں پڑھتے تھے، فقط قبلہ کیسا 'قبلۂ دل وجان کعبۂ دین وایمان سرورِ عالمیان صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے پیچھے جانبِ قبلہ نماز پڑھتے تھے۔

اور فرماتا ہے:

فان تابوا واقاموا الصّلٰوۃ واٰتوا الزکٰوۃ فاخوانکم فی الدین ط ونفصل الاٰیٰت لقوم یعلمون ○ وان نکثوآ ایمانھم من بعد عھدھم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمۃ الکفر لا انّھم لا ایمان لھم لعلّھم ینتھون ○[2]

پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز برپا رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو تمھارے دینی بھائی ہیں اور ہم پتے کی باتیں صاف بیان کرتے ہیں علم والوں کے لئے، اور اگر قول و قرار کرکے پھر اپنی قسمیں توڑیں اور تمھارے دین پر طعن کریں تو کفر کے پیشواؤں سے لڑو ان کی قسمیں کچھ نہیں شاید وہ باز آئیں۔

دیکھو نماز وزکوٰۃ والے اگر دین پر طعنہ کریں تو انھیں کفر کا پیشوا کافروں کا سرغنہ فرمایا۔ کیا خدا و رسول کی شان میں وہ گستاخیاں دین پر طعنہ نہیں، اس کا بیان بھی سُنئے۔

تمھارا رب عزّوجل فرماتا ہے:

من الذین ھادوا یحرّفون الکلم عن مواضعہ ویقولون سمعنا وعصینا واسمع غیر مسمع وراعنا لیّا بالسنتھم وطعنًا فی الدین ط ولو انّھم قالوا سمعنا واطعنا واسمع وانظرنا لکان خیرًا لھم واقوم لا ولکن لعنھم اللّٰہ

کچھ یہودی بات کو اس کی جگہ سے بدلتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سُنا اور نہ مانا اور سُنئے آپ سُنائے نہ جائیں اور راعنا کہتے ہیں زبان پھیر کر اور دین پر طعنہ کرنے کو۔ اور اگر وہ کہتے ہم نے سُنا اور مانا اور سُنئے اور ہمیں مہلت دیجئے تو ان کے لئے بہتر اور بہت ٹھیک ہوتا لیکن ان کے کفر کے سبب

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۵۴

[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۱ و ۱۲

بکفرھم فلا یؤمنون الا قلیلا[1] اللہ نے ان پر لعنت کی ہے تو ایمان نہیں لاتے مگر کم۔

کچھ یہودی جب دربارِ نبوت میں حاضر آتے اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کچھ عرض کرنا چاہتے تو یوں کہتے سُنئے آپ سُنائے نہ جائیں، جس سے ظاہر تو دُعا ہوتی یعنی حضور کو کوئی ناگوار بات نہ سُنائے اور دل میں بد دُعا کا ارادہ کرتے کہ سُنائی نہ دے، اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کچھ ارشاد فرماتے اور یہ بات سمجھ لینے کے لئے مہلت چاہتے تو رَاعِنَا کہتے جس کا ایک پہلو تو ظاہر یہ کہ ہماری رعایت فرمایئے اور مراد خفی رکھتے رعونت والا۔ اور بعض کہتے ہیں زبان دبا کر رَاعِینَا کہتے یعنی ہمارا چرواہا۔ جب پہلو دار بات دین میں طعنہ ہُوئی تو صریح صاف کتنا سخت طعنہ ہوگی بلکہ انصاف کیجئے تو ان باتوں کا صریح بھی اِن کلمات کی شناعت کو نہ پہنچتا، بہرا ہونے کی دعا یا رعونت یا بکریاں چرانے کی طرف نسبت کو ان الفاظ سے کیا نسبت کہ شیطان سے علم میں کمتر یا پاگلوں چوپاؤں سے علم میں ہمسر اور خدا کی نسبت وُہ کہ جھُوٹا ہے جھوٹ بولتا ہے جو اُسے جھُوٹا بتائے مسلمان سُنّی صالح ہے والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔

ثانیًا اس وہم شنیع کو مذہب سیّدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ بتانا حضرت امام پر سخت افترا و اتہام۔ امام رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے عقائد کریمہ کی کتاب مطہر فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

صفاتہ تعالٰی فی الازل غیر محدثۃ ولا مخلوق فمن قال انہ مخلوقۃ اومحدثۃ اووقف فیہا او شك فیہا فہو کافر باللہ تعالٰی[2] اللہ تعالٰی کی صفتیں قدیم ہیں، نہ نو پیدا ہیں نہ کسی کی بنائی ہُوئی، تو جو انھیں مخلوق یا حادث کہے یا اس باب میں توقف کرے یا شک لائے وہ کافر ہے اور خدا کا منکر۔

نیز امام ہمام رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب الوصیۃ میں فرماتے ہیں:

من قال بان کلام اللہ تعالٰی مخلوق فہو کافر باللہ العظیم[3] جو شخص کلام اللہ کو مخلوق کہے اس نے عظمت والے خدا کے ساتھ کفر کیا۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۴۶

[2] الفقہ الاکبر ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۵

[3] کتاب الوصیۃ (وصیت نامہ) فصل نقربان اللہ تعالٰی علی العرش استوی الخ " " " ص ۲۸

شرح فقہ اکبر میں ہے :

قال فخر الاسلام قد صح عن ابی یوسف انہ قال ناظرت اباحنیفۃ فی مسألۃ خلق القرآن فاتفق رأیی و رأیہ علی ان من قال بخلق القرآن فھو کافر وصح ھذا القول ایضا عن محمد رحمھم اللہ تعالٰی [1]

امام فخر الاسلام رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا میں نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مسئلہ خلق قرآن میں مناظرہ کیا میری اور ان کی رائے اس پر متفق ہوئی کہ جو قرآن مجید کو مخلوق کہے وہ کافر ہے اور یہ قول امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے بھی بصحت ثبوت کو پہنچا۔

یعنی ہمارے ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع و اتفاق ہے کہ قرآن عظیم کو مخلوق کہنے والا کافر ہے۔ کیا معتزلہ و کرامیہ و روافض کہ قرآن کو مخلوق کہتے ہیں اس قبلہ کی طرف نماز نہیں پڑھتے، نفسِ مسئلہ کا جزئیہ لیجئے امام مذہب حنفی سیدنا امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب الخراج میں فرماتے ہیں :

ایما رجل مسلم سب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او کذبہ او عابہ او تنقصہ فقد کفر باللہ تعالٰی و بانت منہ زوجتہ [2]

جو شخص مسلمان ہو کر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دشنام دے یا حضور کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے یا حضور کو کسی طرح کا عیب لگائے یا کسی وجہ سے حضور کی شان گھٹائے وہ یقیناً کافر اور خدا کا منکر ہو گیا اس کی جورو اس کے نکاح سے نکل گئی۔

دیکھو کیسی صاف تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تنقیص شان کرنے سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے اس کی جورو نکاح سے نکل جاتی ہے کیا مسلمان اہل قبلہ نہیں ہوتا یا اہل کلمہ نہیں ہوتا سب کچھ ہوتا ہے مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے ساتھ نہ قبلہ قبول نہ کلمہ قبول والعیاذ باللہ رب العالمین۔

ثالثاً اصل بات یہ ہے کہ اصطلاح ائمہ میں اہل قبلہ وہ ہے کہ تمام ضروریاتِ دین پر ایمان رکھتا ہو

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر القرآن کلام اللہ غیر مخلوق دار البشائر الاسلامیہ بیروت ص ۹۵

[2] کتاب الخراج للامام ابی یوسف فصل فی الحکم فی المرتد عن الاسلام دار المعرفۃ بیروت ص ۱۸۲

اُن میں سے ایک بات کا بھی منکر ہو تو قطعًا یقینًا اجماعًا کافر مرتد ہے ایسا کہ جو اُسے کافر نہ کہے خود کافر ہے۔ شفاء شریف و بزازیہ و درر و غرر و فتاوٰی خیریہ وغیرہا میں ہے:

اجمع المسلمون ان شاتمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کافر ومن شك فی عذابہ وکفرہ کفر[1]

تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان پاک میں گستاخی کرے وُہ کافر ہے اور جو اس کے معذب یا کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

مجمع الانہر و درمختار میں ہے:

واللفظ لہ الکافر بسب نبی من الانبیاء لاتقبل توبتہ مطلقا ومن شك فی عذابہ وکفرہ کفر[2]

جو کسی نبی کی شان میں گستاخی کے سبب کافر ہوا اس کی توبہ کسی طرح قبول نہیں اور جو اُس کے عذاب یا کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔

الحمد للہ یہ نفیس مسئلہ کا وہ گرانبہا جزئیہ ہے جس میں ان بدگویوں کے کفر پر اجماع تمام امت کی تصریح ہے اور یہ بھی کہ جو انھیں کافر نہ جانے خود کافر ہے۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:

فی المواقف لایکفر اھل القبلۃ الافیما فیہ انکار ما علم مجیئہ بالضرورۃ او المجمع علیہ کاستحلال المحرمات اھ ولایخفی ان المراد بقول علمائنا لایجوز تکفیر اھل القبلۃ بذنب لیس مجرد التوجہ الی القبلۃ فان الغلاۃ من الروافض الذین یدعون ان جبریل علیہ الصلوۃ والسلام غلط فی

یعنی مواقف میں ہے کہ اہلِ قبلہ کو کافر نہ کہا جائیگا مگر جب ضروریاتِ دین یا اجماعی باتوں سے کسی بات کا انکار کریں جیسے حرام کو حلال جاننا، اور مخفی نہیں کہ ہمارے علماء جو فرماتے ہیں کہ کسی گناہ کے باعث اہلِ قبلہ کی تکفیر روا نہیں اُس سے نرا قبلہ کو منہ کرنا مراد نہیں کہ غالی رافضی جو بکتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام کو وحی میں دھوکا ہوا اللہ تعالٰی نے انھیں مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی طرف بھیجا تھا

---

[1] الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی القسم الرابع الباب الاول المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/ ۲۰۸
[1] الفتاوٰی الخیریۃ باب المرتدین دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۰۳
[2] الدرالمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶
مجمع الانہر کتاب فصل فی احکام الجزیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۷۷

الوحی فان اللہ تعالٰی ارسلہ الی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ وبعضہم قالوا انہ الٰہ وان صلوا الی القبلۃ لیسوا بمؤمنین وھذا ھو المراد بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذٰلک مسلم[1] اھ مختصرًا۔

اور بعض تو مولٰی علی کو خدا کہتے ہیں یہ لوگ اگرچہ قبلہ کی طرف نماز پڑھیں مسلمان نہیں اور اس حدیث کی بھی یہی مراد ہے جس میں فرمایا کہ "جو ہماری سی نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کو منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے"۔

یعنی جبکہ ضروریاتِ دین پر ایمان رکھتا ہو اور کوئی بات منافیِ ایمان نہ کرے۔

اسی میں ہے:

اعلم ان المراد باھل القبلۃ الذین اتفقوا علی ما ھو من ضروریات الدین کحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم اللہ تعالٰی بالکلیات والجزئیات وما اشبہ ذٰلک من المسائل المھمات فمن واظب طول عمرہ علی الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفی الحشر او نفی علمہ سبحٰنہ بالجزئیات لایکون من اھل القبلۃ وان المراد بعدم تکفیر احد من اھل القبلۃ عند اھل السنۃ انہ لایکفر مالم یوجد شیئ من امارات الکفر وعلاماتہ ولم یصدر عنہ شیئ من موجباتہ[2]

یعنی جان لو کہ اہلِ قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریاتِ دین میں موافق ہیں جیسے عالم کا حادث ہونا اجسام کا حشر ہونا اللہ تعالٰی کا علم تمام کلیات وجزئیات کو محیط ہونا اور جو مہم مسئلے ان کی مانند ہیں تو جو تمام عمر طاعتوں عبادتوں میں رہے اور اس کے ساتھ یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ عالم قدیم ہے یا حشر نہ ہوگا یا اللہ تعالٰی جزئیات کو نہیں جانتا وہ اہلِ قبلہ سے نہیں اور اہلِ سنت کے نزدیک اہلِ قبلہ میں کسی کو کافر نہ کہنے سے یہ مراد ہے کہ اسے کافر نہ کہیں گے جب تک اس میں کفر کی کوئی علامت ونشانی نہ پائی جائے اور کوئی بات موجبِ کفر اس سے صادر نہ ہو۔

امام اجل سیدی عبدالعزیز بن احمد بن محمد بخاری حنفی رحمہ اللہ تعالٰی تحقیق شرح

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر مطلب فی ایراد الالفاظ المکفرۃ الخ دار البشائر الاسلامیہ بیروت ص ۴۲۶

[2] " " " " " " " عدم جواز تکفیر اہل القبلۃ " ص ۴۲۹

اصول حسامی میں فرماتے ہیں:

ان غلا فیہ (ای فی ھواہ) حتی وجب اکفارہ بہ لایعتبر خلافہ ووفاقہ ایضا لعدم دخولہ فی مسمی الامۃ المشھود لھا بالعصمۃ وان صلی الی القبلۃ واعتقد نفسہ مسلما لان الامۃ لیست عبارۃ من المصلین الی القبلۃ بل عن المؤمنین وھو کافر وان کان لایدری انہ کافر[1]

یعنی بدمذہب اگر اپنی بدمذہبی میں غالی ہو جس کے سبب اسے کافر کہنا واجب ہو تو اجماع میں اس مخالفت موافقت کا کچھ اعتبار نہ ہوگا کہ خطا سے معصوم ہونے کی شہادت تو اُمت کے لئے آئی ہے اور وہ اُمت ہی سے نہیں اگرچہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتا اور اپنے آپ کو مسلمان اعتقاد کرتا ہو اس لئے کہ اُمت قبلہ کی طرف نماز پڑھنے والوں کا نام نہیں بلکہ مسلمان کا نام ہے اور یہ شخص کافر ہے اگرچہ اپنی جان کو کافر نہ جانے۔

ردالمحتار میں ہے:

لاخلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام وان کان من اھل القبلۃ المواظب طول عمرہ علی الطاعات کما فی شرح التحریر[2]

یعنی ضروریاتِ اسلام سے کسی چیز میں خلاف کرنے والا بالاجماع کافر ہے اگرچہ اہل قبلہ سے ہو اور عمر بھر طاعات میں بسر کرے جیسا کہ شرح تحریر امام ابن الہمام میں فرمایا۔

کتب عقائد وفقہ واصول ان تصریحات سے مالامال ہیں۔

رابعًا خود مسئلہ بدیہی ہے کیا جو شخص پانچ وقت قبلہ کی طرف نماز پڑھتا اور ایک وقت مہادیو کو سجدہ کرلیتا ہو کسی عاقل کے نزدیک مسلمان ہوسکتا ہے حالانکہ اللہ کو جھوٹا کہنا یا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنا مہادیو کے سجدے سے کہیں بدتر ہے اگرچہ کفر ہونے میں برابر ہے وذٰلک ان الکفر بعضہ اخبث من بعض (اور یہ اس لئے کہ بعض کفر بعض سے خبیث تر ہے) وجہ یہ کہ بُت کو سجدہ علامت تکذیبِ خدا ہے اور علامت تکذیب میں تکذیب کے برابر نہیں ہوسکتی اور سجدے میں یہ احتمال عقلی بھی نکل سکتا ہے کہ محض تحیت ومجرا مقصود ہو نہ کہ عبادت،

---

[1] التحقیق شرح الحسامی باب الاجماع نولکشور لکھنؤ ص ۲۰۸

[2] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۷۷

اور محض تحیت فی نفسہٖ کفر نہیں، ولہذا اگر مثلاً کسی عالم یا عارف کو تحیۃً سجدہ کرے گنہگار ہوگا کافر نہ ہوگا امثالِ بُت میں شرع نے مطلقاً حکمِ کفر بربنائے شعار خاص کفار رکھا ہے بخلاف بدگوئی حضور پُر نور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ فی نفسہٖ کُفر ہے جس میں کوئی احتمالِ اسلام نہیں۔

اور میں یہاں اس فرق پر بنا نہیں رکھتا کہ ساجدِ صنم کی توبہ باجماعِ امت مقبول ہے مگر سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کی توبہ ہزار ہا ائمۂ دین کے نزدیک اصلاً قبول نہیں، اور اسی کو ہمارے علمائے حنفیہ سے امام بزازی و امام محقق علی الاطلاق ابن الہمام و علامہ مولٰی خسرو صاحب دُرر وغرر و علامہ زین بن نجیم صاحب بحرالرائق و اشباہ والنظائر و علامہ عمر بن نجیم صاحب نہر الفائق و علامہ ابوعبداللہ محمد بن غزی صاحب تنویر الابصار و علامہ خیرالدین رملی صاحب خیریہ و علامہ شیخی زادہ صاحب مجمع الانہر و علامہ مدقق محمد بن علی حصکفی صاحبِ

ع۔ شرح مواقف میں ہے:

سجودہ لہا یدل بظاہرہ انہ لیس بمصدق و نحن نحکم بالظاہر فلذا حکمنا بعدم ایمانہ لا لان عدم السجود لغیر اللہ دخل فی حقیقۃ الایمان حتی لو علم انہ لم یسجد لہا علی سبیل التعظیم واعتقاد الالٰہیۃ بل سجد لہا وقلبہ مطمئن بالتصدیق لم یحکم بکفرہ فیما بینہ وبین اللہ وان اجری علیہ حکم الکفر فی الظاہر[1] ۱۲ منہ۔

اُس کا سورج کو سجدہ کرنا بظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی تصدیق نہیں کرتا ہے اور ہم ظاہر پر حکم لگاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس کے عدمِ ایمان کا حکم لگایا ہے۔ یہ حکم اس وجہ سے نہیں لگایا کہ غیر اللہ کو سجدہ نہ کرنا ایمان کی حقیقت میں داخل ہے یہاں تک کہ اگر معلوم ہو جائے کہ اس نے سورج کو سجدہ بطور تعظیم اور اس کو معبود سمجھ کر نہیں کیا بلکہ اُسکو سجدہ کیا درآنحالیکہ اُس کا دل تصدیق و ایمان کے ساتھ مطمئن تھا تو عند اللہ اُس کے کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا اگرچہ بظاہر اُس پر کفر کا حکم جاری کیا جائیگا۔ (ت)

---

[1] شرح المواقف المرصد الثالث المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۳۲۹

دُرمختار وغیرہم عمائدِ کبار علیہم رحمۃ العزیز الغفار نے اختیار فرمایا بیان تحقیق المسألۃ فی الفتاوی الرضویۃ (علاوہ ازیں مسئلہ کی تحقیق فتاوی رضویہ میں ہے۔ت) اس لئے کہ عدمِ قبول توبہ صرف حاکمِ اسلام کے یہاں ہے کہ وہ اس معاملہ میں بعد توبہ بھی سزائے موت دے ورنہ اگر توبہ صدق دل سے ہے تو عنداللہ مقبول ہے کہیں یہ بدگو اس مسئلہ کو دستاویز نہ بنالیں کہ آخر توبہ قبول نہیں پھر کیوں تائب ہوں، نہیں نہیں توبہ سے کفر مٹ جائے گا مسلمان ہوجاؤ گے جہنم ابدی سے نجات پاؤ گے، اس قدر پر اجماع ہے کما فی ردالمحتار وغیرہ (جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

اُس فرقۂ بے دین کا **مکر سوم** یہ ہے کہ فقہ میں لکھا ہے جس میں ننانوے ۹۹ باتیں کفر کی ہوں اور ایک بات اسلام کی تو اُس کو کافر نہ کہنا چاہئے۔

اوّلاً یہ مکرِ خبیث سب مکروں سے بدتر وضیعف جس کا حاصل یہ کہ جو شخص دن میں ایک بار اذان دے یا دو رکعت نماز پڑھ لے اور ننانوے ۹۹ بار بُت پُوجے سنکھ پھونکے گھنٹی بجائے وہ مسلمان ہے کہ اس میں ننانوے باتیں کفر کی ہیں تو ایک اسلام کی بھی ہے یہی کافی ہے حالانکہ مومن تو مومن کوئی عاقل اُسے مسلمان نہیں کہہ سکتا۔

ثانیاً اُس کی رُو سے سوا دہریے کے کہ سِرے سے خدا کے وجود ہی کا منکر ہو تمام کافر، مشرک، مجوس، ہنود، نصارٰی، یہود وغیرہم دُنیا بھر کے کفار سب کے سب مسلمان ٹھہرے جاتے ہیں کہ اور باتوں کے منکر سہی آخر وجودِ خدا کے تو قائل ہیں ایک یہی بات سب سے بڑھ کر اسلام کی بات بلکہ تمام اسلامی باتوں کی اصل الاصول ہے خصوصاً کفار فلاسفہ و آریہ وغیرہم کہ بزعمِ خود توحید کے بھی قائل ہیں اور یہود و نصارٰی تو بڑے بھاری مسلمان ٹھہریں گے کہ توحید کے ساتھ اللہ تعالٰی کے بہت سے کلاموں اور ہزاروں نبیوں اور قیامت وحشر وحساب وثواب وعذاب وجنت ونار وغیرہا بکثرت اسلامی باتوں کے قائل ہیں۔

ثالثاً اس کے رَد میں قرآن عظیم کی وہ آیتیں کہ اُوپر گزریں کافی ووافی ہیں جن میں باوصف کلمہ گوئی ونماز خوانی صرف ایک ایک بات پر حکمِ تکفیر فرمادیا کہیں ارشاد ہوا:

کفروا بعد اسلامھم[1] وہ مسلمان ہو کر اس کلمے کے سبب کافر ہوگئے۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۷۴

کہیں فرمایا :

لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[1] بہانے نہ بناؤ تم کافر ہوچکے ایمان کے بعد۔

حالانکہ اس مکر خبیث کی بنا پر جب تک ۹۹ سے زیادہ کفر کی باتیں جمع نہ ہوجاتیں صرف ایک کلمہ پر حکم کفر صحیح نہ تھا، ہاں شاید اس کا یہ جواب دیں کہ یہ خدا کی غلطی یا جلد بازی تھی کہ اس نے دائرۂ اسلام تنگ کر دیا کلمہ گویوں اہل قبلہ کو دھکے دے دے کر صرف ایک ایک لفظ پر اسلام سے نکالا اور پھر زبردستی یہ کہ لا تعتذروا عذر بھی نہ کرنے دیا نہ عذر سننے کا قصد کیا۔ افسوس ہے خدا نے پیر نیچر یا ندویہ نیچر یا ان کے ہمخیال کسی وسیع الاسلام ریفارمر سے مشورہ نہ لیا الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین[2] (اے ظالموں پر خدا کی لعنت۔ت)

رابعًا اس مکر کا جواب،

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے :

افتؤمنون ببعض الکتٰب وتکفرون ببعض ج فما جزاء من یفعل ذٰلک منکم الا خزی فی الحیٰوۃ الدنیا ویوم القیٰمۃ یردون الٰی اشد العذاب ط وما اللہ بغافل عما تعملون ۝ اولٰئک الذین اشتروا الحیٰوۃ الدنیا بالاٰخرۃ ز فلا یخفف عنہم العذاب ولا ہم ینصرون ۝[3]

تو کیا اللہ کے کلام کا کچھ حصہ مانتے ہو اور کچھ حصے سے منکر ہو، تو جو کوئی تم میں سے ایسا کرے اُس کا بدلہ نہیں مگر دنیا کی زندگی میں رسوائی اور قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب کی طرف پلٹے جائیں گے اور اللہ تمہارے کوتکوں سے غافل نہیں۔ یہی لوگ ہیں جنھوں نے عقبٰی بیچ کر دنیا خریدی تو نہ ان پر سے کبھی عذاب ہلکا ہو نہ ان کو مدد پہنچے۔

کلام الٰہی میں فرض کیجئے اگر ہزار باتیں ہوں تو ان میں سے ہر ایک بات کا ماننا ایک اسلامی عقیدہ ہے اب اگر کوئی شخص ۹۹۹ مانے اور صرف ایک نہ مانے تو قرآن عظیم فرما رہا ہے کہ وہ اُن ۹۹۹ کے ماننے سے مسلمان نہیں بلکہ صرف اُس ایک کے نہ ماننے سے کافر ہے، دنیا میں اسکی رُسوائی ہوگی اور آخرت میں اُس پر سخت تر عذاب جو ابد الآباد تک کبھی موقوف ہونا کیا معنے ایک آن

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۶
[2] " ۱۱/ ۱۸
[3] " ۲/ ۸۵ و ۸۶

کو ہلکا بھی نہ کیا جائے گا نہ کہ ۹۹ کا انکار کرے اور ایک کو مان لے تو مسلمان ٹھہرے، یہ مسلمانوں کا عقیدہ نہیں بلکہ بشہادتِ قرآن عظیم خود صریح کفر ہے۔

خامسًا اصل بات یہ ہے کہ فقہائے کرام پر ان لوگوں نے جتنا افترا اٹھایا انھوں نے ہرگز کہیں ایسا نہ فرمایا بلکہ انھوں نے بخصلت یہود یحرفون الکلم عن مواضعہ یہودی بات کو اس کے ٹھکانوں سے بدلتے ہیں تحریف تبدیل کرکے، کچھ کا کچھ بنالیا، فقہائے یہ نہیں فرمایا کہ جس شخص میں ننانوے ۹۹ باتیں کفر کی اور ایک اسلام کی ہو وہ مسلمان ہے حاشا للہ بلکہ تمام امت کا اجماع ہے کہ جس میں ننانوے ۹۹ ہزار باتیں اسلام کی اور ایک کفر کی ہو وہ یقینًا قطعًا کافر ہے ننانوے قطرے گلاب میں ایک بوند پیشاب پڑجائے سب پیشاب ہوجائے گا مگر یہ جاہل کہتے ہیں کہ ننانوے قطرے پیشاب میں ایک بوند گلاب ڈال دو سب طیب طاہر ہوجائے گا حاش کہ فقہا تو فقہا کوئی ادنٰی تمیز والا بھی ایسی جہالت بکے بلکہ فقہائے کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جس مسلمان سے کوئی لفظ ایسا صادر ہو جس میں سَو پہلو نکل سکیں اُن میں ننانوے پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہوجائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اُسے کافر نہ کہیں گے کہ آخر ایک پہلو اسلام کا بھی تو ہے کیا معلوم شاید اس نے یہی پہلو مراد رکھا ہو، اور ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ اگر واقع میں اس کی مراد کوئی پہلوئے کُفر ہے تو ہماری تاویل سے اُسے فائدہ نہ ہوگا وہ عند اللہ کافر ہی ہوگا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً زید کہے عمرو کو علم قطعی یقینی غیب کا ہے اس کلام میں اتنے پہلو ہیں:

(۱) عمرو اپنی ذات سے غیب داں ہے، یہ صریح کفر و شرک ہے،

قل لایعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ[1] — تم فرماؤ غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ۔ (ت)

(۲) عمرو آپ تو غیب داں نہیں مگر جو علمِ غیب رکھتے ہیں اُن کے بتائے سے اسے غیب کا علم یقینی ہوجاتا ہے، یہ بھی کفر ہے۔

تبینت الجن ان لو کانوا یعلمون الغیب ما لبثوا فی العذاب المھین[3] — جنوں کی حقیقت کُھل گئی اگر غیب جانتے ہوتے تو اس خواری کے عذاب میں نہ ہوتے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴ /۴۶   [2] القرآن الکریم ۲۷ /۶۵

[3] القرآن الکریم ۳۴ /۱۴

(۳) علمِ نجومی ہے۔
(۴) رمّال ہے۔
(۵) سامندرک جانتا ہاتھ دیکھتا ہے۔
(۶) کوّے وغیرہ کی آواز۔
(۷) حشرات الارض کے بدن پر گرنے،
(۸) کسی پرندے یا وحشی چرندے کے دہنے یا بائیں نکل کر جانے،
(۹) آنکھ یا دیگر اعضاء کے پھڑکنے سے شگون لیتا ہے۔
(۱۰) پانسہ پھینکتا ہے۔
(۱۱) فال دیکھتا ہے۔
(۱۲) حاضرات سے کسی کو معمول بناکر اُس سے احوال پوچھتا ہے۔
(۱۳) مسمریزم جانتا ہے۔
(۱۴) جادو کی میز،
(۱۵) روحوں کی تختی سے حال دریافت کرتا ہے۔
(۱۶) قیافہ داں ہے۔
(۱۷) علم زایرجہ سے واقف ہے ان ذرائع سے اُسے غیب کا علم قطعی یقینی ملتا ہے یہ سب بھی کفر ہیں[عہ]، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اتی عرافا او کاھنا فصدقہ فیما یقول فقد کفر بما انزل علٰی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رواہ احمد[1] والحاکم بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ	جو شخص نجومی اور کاہن کے پاس جائے اور اس کے بیان کو سچا جانے تو اس نے اس کا انکار کیا جو محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ امام احمد و حاکم نے بسند صحیح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

عہ یعنی جبکہ ان کی وجہ سے غیب کے علم قطعی یقینی کا ادعا کیا جائے جیسا کہ نفس کلام میں مذکور ہے ۱۲ منہ۔

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب الایمان التشدید فی اتیان الکاہن مکتب المطبوعات الاسلامیہ ۱/ ۸
مسند احمد بن حنبل مسند ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۲۹

ولاحمد وابی داؤد عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فقد بریٔ مما نزّل علٰی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]	امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا: تو وہ قرآن اور دینِ اسلام سے الگ ہوگیا۔(ت)

(۱۸) عمرو پر وحی رسالت آتی ہے اس کے سبب غیب کا علم یقینی پاتا ہے جس طرح رسولوں کو ملتا تھا یہ اشد کفر ہے۔

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ط وکان اللہ بکل شیئ علیماً ہ[2]	ہاں (محمد) اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے(ت)

(۱۹) وحی تو نہیں آتی مگر بذریعہ الہام جمیع غیوب اس پر منکشف ہوگئے ہیں اس کا علم تمام معلوماتِ الٰہی کو محیط ہوگیا یہ یوں کفر ہے کہ اس نے عمرو کو علم میں حضور پُرنور سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ترجیح دے دی کہ حضور کا علم بھی جمیع معلوماتِ الٰہی کو محیط نہیں،

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون ہ[3]	تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔(ت)
من قال فلان اعلم منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقد عابہ فحکمہ حکم الساب نسیم الریاض۔[4]	جس نے کہا کہ فلاں شخص نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ علم والا ہے اس نے آپ پر عیب لگایا لہٰذا اس کا حکم شاتم جیسا ہے۔ (نسیم الریاض)۔(ت)

(۲۰) جمیع کا احاطہ نہ سہی مگر جو علومِ غیب اسے الہام سے ملے اُن میں ظاہراً یا باطناً کسی طرح کسی رسول انس و ملک کی وساطت و تبعیت نہیں اللہ تعالٰی نے بلا واسطہ رسول اصالۃً اسے غیوب پر مطلع کیا، یہ بھی کفر ہے،

وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن	اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب کا

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الکہانۃ والتطیر باب النہی عن اتیان الکہان آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۸۹
[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰
[3] " ۳۹/ ۹
[4] نسیم الریاض فی شرح الشفاء الباب الاول مرکز اہلسنت گجرات الہند ۴/ ۳۳۵

اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء[1]

علم دے دے ہاں اللہ چُن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔(ت)

عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا ۰ الا من ارتضی من رسول[2]

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔(ت)

(۲۱) عمرو کو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے واسطہ سے سمعاً یا عیناً یا الہاماً بعض غیوب کا علم قطعی اللہ عزوجل نے دیا یا دیتا ہے یہ احتمال خالص اسلام ہے تو محققین فقہا اس قائل کو کافر نہ کہیں گے کہ اگرچہ اس کی بات کے اکیس پہلوؤں میں بیس کفر ہیں مگر ایک اسلام کا بھی ہے احتیاط و تحسین ظن کے سبب اُس کا کلام اسی پہلو پر حمل کریں گے جب تک ثابت نہ ہو کہ اس نے کوئی پہلو ئے کفر ہی مراد لیا نہ کہ ایک ملعون کلام تکذیب خدا یا تنقیصِ شانِ سید انبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والثناء میں صاف صریح ناقابل تاویل و توجیہ ہو اور پھر بھی حکم کفر نہ ہو اب تو اُسے کفر نہ کہنا کفر کو اسلام ماننا ہوگا اور جو کفر کو اسلام مانے خود کافر ہے۔ ابھی شفاء و بزازیہ و درر و بحر و نہر و فتاوی خیریہ و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا کتبِ معتمدہ سے سُن چکے کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تنقیصِ شان کرے کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے، مگر یہودی منش لوگ فقہائے کرام پر افترائے سخیف اور اُن کے کلام میں تبدیل و تحریف کرتے ہیں،

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3]

اب جانا چاہتے ہیں ظالم کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔(ت)

شرح فقہ اکبر میں ہے،

قد ذکروا ان المسئلۃ المتعلقۃ بالکفر اذا کان لھا تسع وتسعون احتمالا للکفر واحتمال واحد فی نفیہ فالاولٰی للمفتی والقاضی

تحقیق مشائخ نے مسئلہ تکفیر کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ اگر اس میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال نفی کفر کا ہو تو اولٰی یہ ہے مفتی اور قاضی اُس کو نفی کفر کے احتمال

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۷۹
[2] " " ۷۲/ ۲۶ و ۲۷
[3] " " ۲۶/ ۲۲۷

ان یحمل بالاحتمال النافی[1] | پر محمول کرے۔(ت)

فتاوٰی خلاصہ و جامع الفصولین ومحیط و فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے:

اذا کانت فی المسألۃ وجوہ توجب التکفیر ووجہ واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی والقاضی ان یمیل الی ذٰلک الوجہ ولایفتی بکفرہ تحسینا للظن بالمسلم ثم ان کانت نیۃ القائل الوجہ الذی یمنع التکفیر فھو مسلم وان لم یکن لاینفعہ حمل المفتی کلامہ علی وجہ لا یوجب التکفیر[2]۔

اگر مسئلہ میں متعدد وجوہ موجبِ کفر ہوں اور فقط ایک تکفیر سے مانع ہو تو مفتی و قاضی پر لازم ہے کہ اُسی وجہ کی طرف میلان کرے اور مسلمان کے بارے میں حسنِ ظن رکھتے ہوئے اُس کے کفر کا فتوٰی نہ دے۔ پھر اگر درحقیقت قائل کی نیت میں وہی وجہ ہے جو تکفیر سے مانع ہے تو وہ مسلمان ہے ورنہ مفتی و قاضی کا کلام کو اُس وجہ پر محمول کرنا جو موجبِ تکفیر نہیں ہے قائل کو کچھ نفع نہ دے گا۔(ت)

اسی طرح فتاوٰی بزازیہ و بحرالرائق و مجمع الانہر و حدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے۔

تاتارخانیہ و بحر وسل الحسام وتنبیہ الولاۃ وغیرہا میں ہے:

---

[1] منح الروض الازہر فی شرح فقہ الاکبر مطلب یجب معرفۃ المکفرات الخ دار البشائر الاسلامیہ ص ۴۴۵

[2] خلاصۃ الفتاوی کتاب الفاظ الکفر الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۲

جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۹۸

المحیط البرہانی فصل فی مسائل المرتدین واحکامہم دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۵۵۰

الفتاوی الہندیۃ کتاب السیر الباب التاسع دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۳۰۱

رد المحتار کتاب الجہاد باب المرتد دار احیاء التراث العربی " ۳/ ۲۸۵

الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الفاظ تکون اسلامًا اوکفرًا نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۲۱

بحرالرائق کتاب السیر باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۵

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب السیر باب المرتد دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۸۸

الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ والاستخفاف بالشریعۃ کفر الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۰۲

الفتاوی التاتارخانیۃ کتاب احکام المرتدین ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۵/ ۴۵۸

لایکفر بالمحتمل لان الکفر نہایۃ فی العقوبۃ فیستدعی نہایۃ فی الجنایۃ و مع الاحتمال لانہایۃ[1]

احتمال کے ہوتے ہوئے تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ کفر انتہائی سزا ہے جو انتہائی جرم کا مقتضی ہے اور احتمال کی موجودگی میں انتہائی جرم نہ ہوا۔ (ت)

بحرالرائق و تنویر الابصار و حدیقہ ندیہ و تنبیہ الولاۃ و سل الحسام وغیرہا میں ہے:

والذی تحرر انہ لایفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن[2] الخ۔

جس نے ایسے مسلمان کی تکفیر کا فتوٰی دینے سے اجتناب کیا جس کے کلام کی تاویل ممکن ہے۔ اس نے اچھا کہا۔ (ت)

دیکھو ایک لفظ کے چند احتمال میں کلام ہے نہ کہ ایک شخص کے چند اقوال میں اگر بیہودی بات کو تحریف کردیتے ہیں۔

فائدہ جلیلہ: اس تحقیق سے یہ بھی روشن ہوگیا کہ بعض فتاوٰی مثل فتاوٰی قاضی خاں وغیرہ میں جو اُس شخص پر کہ اللہ و رسول کی گواہی سے نکاح کرے یا کہے ارواحِ مشائخ حاضر و واقف ہیں یا کہے ملائکہ غیب جانتے ہیں بلکہ کہے مجھے غیب معلوم ہے حکم کفر دیا اُس سے مراد وہی صورتِ کفریہ ادعائے علم ذاتی وغیرہ ہے ورنہ ان اقوال میں تو ایک چھوڑ متعدد احتمال اسلام کے ہیں کہ یہاں علم غیب قطعی یقینی کی تصریح نہیں اور علم کا اطلاق ظن پر شائع و ذائع ہے تو علم ظنی کی شق بھی پیدا ہو کر اکیس[21] کی جگہ بیالیس احتمال نکلیں گے

---

[1] الفتاوی التاتارخانیۃ کتاب احکام المرتدین ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ کراچی ۵/ ۴۵۹
سل الحسام الہندی لنصرۃ مولانا خالد النقشبندی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۲/ ۳۱۶
تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام " " " " " " " " " ۱/ ۳۴۲
بحرالرائق کتاب السیر باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کراچی ۵/ ۱۲۵

[2] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶
بحرالرائق کتاب السیر باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۵
تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیرالانام الخ رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۳۴۲
سل حسام الہندی لنصرۃ مولانا خالد النقشبندی " " " ۲/ ۳۱۶
الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ والاستخفاف بالشریعۃ کفر الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۰۲

اور اُن میں بہت سے کفر سے جُدا ہوں گے کہ غیب کے علم ظنی کا ادعا کفر نہیں۔ بحرالرائق و ردالمحتار میں ہے:

علم من مسائلھم ھنا ان من استحل ماحرمه الله تعالٰی علٰی وجه الظن لایکفر وانما یکفر اذا اعتقد الحرام حلالا ونظیرہ ماذکرہ القرطبی فی شرح مسلم ان ظن الغیب جائز کظن المنجم والرمال بوقوع شیئ فی المستقبل بتجربة امر عادی فھو ظن صادق والممنوع ادعاء علم الغیب والظاھر ان ادعاء ظن الغیب حرام لاکفر بخلاف ادعاء العلم[1] اھ زاد فی البحر الا تری انھم قالوا فی نکاح المحرم لوظن الحل لایحد بالاجماع ویعزر کما فی الظھیریة وغیرھا ولم یقل احد انه یکفر وکذا فی نظائرہ[2] اھ

ان مسائل سے معلوم ہوگیا کہ جس نے اللہ تعالٰی کے حرام کردہ کو حلال گمان کیا وہ کافر نہ ہوگا کافر تو حرام کو حلال اعتقاد کرنے سے ہوگا۔ اس کی نظیر وہ ہے جو قرطبی نے شرح مسلم میں ذکر کیا کہ ظن غیب جائز ہے جیسا نجومی اور رملی کا کسی امر عادی کے تجربہ کی بنیاد پر مستقبل میں کسی امر کے واقع ہونے کا ظن۔ یہ ظن صادق ہے۔ اور جو ممنوع ہے وہ علم غیب کا ادعا ہے اور ظاہر ہے کہ ظنِ غیب کا ادعاء حرام ہے کفر نہیں بخلاف علمِ غیب کے ادعاء کے اھ۔ بحر میں زائد ہے کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ نکاحِ محرم کے بارے میں مشائخ نے کہا ہے کہ اگر اس کو حلال کا ظن تھا تو بالاجماع حد نہیں لگائی جائیگی بلکہ تعزیر لگائی جائے گی جیسا کہ ظہیریہ وغیرہ میں ہے۔ اس کی تکفیر کا قول کسی نے کیا، یونہی اس کی نظائر میں ہے۔ (ت)

تو کیونکر ممکن کہ علما باوصف ان تصریحات کے کہ ایک احتمال اسلام بھی نافی کفر ہے جہاں بکثرت احتمالات اسلام موجود وہیں حکم کفر لگائیں لاجرم اس سے مراد وہی خاص احتمال کفر ہے مثلاً ادعائے علم ذاتی وغیرہ ورنہ یہ اقوال آپ ہی باطل اور ائمہ کرام کی اپنی ہی تحقیقاتِ عالیہ کے مخالف ہوکر خود ذاہب و زائل ہونگے، اس کی تحقیق جامع الفصولین و ردالمحتار وحاشیہ علامہ نوح وملتقط وفتاوٰی حجہ وتاتارخانیہ ومجمع الانہر وحدیقہ ندیہ وسل الحسام وغیرہا کتب میں ہے نصوص عبارات رسائل علم غیب مثل اللؤلؤ المکنون

---

[1] ردالمحتار کتاب الحدود باب الوطء الذی یوجب الحدود الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۵۴
[2] البحرالرائق " " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۶

وغیرہا میں ملاحظہ ہوں وباللہ التوفیق یہاں صرف حدیقہ ندیہ شریف کے یہ کلمات شریفہ بس ہیں۔

جمیع ماوقع فی کتب الفتاوٰی من کلمات الکفر التی صرح المصنفون فیہا بالجزم بالکفر یکون الکفر فیہا محمولا علی ارادۃ قائلہا المعنی علّلوا بہ الکفر واذا لم تکن ارادۃ قائلہا ذٰلک فلا کفر[1] اھ مختصرًا۔

یعنی کتب فتاوٰی میں جتنے الفاظ پر حکم کفر کا جزم کیا ہے ان سے مراد وہ صورت ہے کہ قائل نے ان سے پہلوئے کفر مراد لیا ہو ورنہ ہرگز کفر نہیں۔

ضروری تنبیہ: احتمال وہ معتبر ہے جس کی گنجائش ہو صریح بات میں تاویل نہیں سُنی جاتی ورنہ کوئی بات بھی کفر نہ رہے، مثلاً زید نے کہا خدا دو ہیں، اس میں یہ تاویل ہوجائے کہ لفظ خدا سے بحذف مضاف حکم خدا مراد ہے یعنی قضا دو ہیں، مبرم ومعلق۔ جیسے قرآن عظیم میں فرمایا:

الا ان یاتیہم اللّٰہ[2] ای امر اللّٰہ۔

مگر یہ کہ انکے پاس آئے اللہ تعالٰی یعنی اللہ تعالٰی کا امر آئے۔ (ت)

عمرو کہے میں رسول اللہ ہوں، اس میں یہ تاویل گھڑلی جائے کہ لغوی معنے مراد ہیں یعنی خدا ہی نے اس کی رُوح بدن میں بھیجی، ایسی تاویلیں زنہار مسموع نہیں۔ شفاء شریف میں ہے:

ادعاؤہ التاویل فی لفظ صراح لایقبل[3]۔

صریح لفظ میں تاویل کا دعوٰی نہیں سنا جاتا۔

شرح شفائے قاری میں ہے:

ہو مردود عند القواعد الشرعیۃ[4]۔

ایسا دعوٰی شریعت میں مردود ہے۔

نسیم الریاض میں ہے:

لایلتفت لمثلہ ویعد ھذیانا[5]۔

ایسی تاویل کی طرف التفات نہ ہوگا اور وہ ہذیان سمجھی جائے گی۔

فتاوٰی خلاصہ وفصول عمادیہ وجامع الفصولین وفتاوٰی ہندیہ وغیرہا میں ہے:

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ والاستخفاف بالشریعۃ کفر الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۳۰۴

[2] القرآن الکریم ۲/۲۱۰

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی القسم الرابع الباب الاول المکتبۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/۲۰۹،۲۱۰

[4] شرح الشفاء لملا علی القاری " " دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۳۹۶

[5] نسیم الریاض " " مرکز اھلسنت برکات رضا گجرات الہند ۴/۳۴۳

واللفظ للعمادی قال انا رسول اللہ او قال بالفارسیۃ من پیغمبرم یرید بہ من پیغام می برم یکفر[1]	عمادی کے الفاظ ہیں کوئی شخص کہے "میں اللہ کا رسول ہوں" یا فارسی میں کہے "میں پیغمبر ہوں" اور مراد یہ لے کہ میں پیغام لے جاتا ہوں قاصد ہوں تو وہ کافر ہوجائے گا۔ (ت)

یہ تاویل نہ سُنی جائے گی فاحفظ (تواسے حفظ کرلیجئے۔ت)۔

مکرِ چہارم: انکار یعنی جس نے ان بدگویوں کی کتابیں نہ دیکھیں اُس کے سامنے صاف مکر جاتے ہیں کہ ان لوگوں نے یہ کلمات کہیں نہ کہے، اور جو اُن کی چھپی ہوئی کتابیں تحریریں دکھا دیتا ہے اگر ذی علم ہوا تو ناک چڑھا کر منہ بنا کر چل دیئے یا آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بکمال بیحیائی صاف کہہ دیا کہ آپ معقول بھی کر دیجئے تو میں وہی کہے جاؤں گا۔ اور بیچارہ بے علم ہُوا تو اُس سے کہہ دیا اِن عبارتوں کا یہ مطلب نہیں۔ اور آخر ہے کیا۔ یہ در بطن قائل، اس کے جواب کو وہی آیتِ کریمہ کافی ہے کہ،

یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم[2]	خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے کہا حالانکہ بیشک ضرور وُہ یہ کفر کے بول بولے اور مسلمان ہوکر پیچھے کافر ہوگئے۔

ہوتی آئی ہے کہ انکار کیا کرتے ہیں

اِن لوگوں کی وہ کتابیں[ع۱] جن میں یہ کلماتِ کفریہ ہیں مدّتوں سے انھوں نے خود اپنی زندگی میں چھاپ کر شائع کیں اور ان میں بعض[ع۲] دو دو بار چھپیں، مدتہا مدت سے علمائے اہلسنّت نے اُن کے رَد چھاپے مواخذے کئے وہ فتوے[ع۳] جس میں اللہ تعالٰی کو صاف صاف کاذب جھُوٹا مانا ہے اور جس کی اصل مُہری دستخطی اس وقت تک محفوظ ہے اور اس کے فوٹو بھی لے گئے ہیں جن میں سے ایک فوٹو کہ علمائے

ع۱: یعنی براہینِ قاطعہ وحفظ الایمان وتحذیر الناس وکتب قادیانی وغیرہ ۱۲ کاتب عفی عنہ

ع۲: جیسے براہینِ قاطعہ وحفظ الایمان ۱۲ کاتب عفی عنہ

ع۳: یعنی فتوائے گنگوہی صاحب ۱۲ کاتب عفی عنہ

---

[1] الفتاوی الہندیۃ بحوالۃ الفصول العمادیۃ کتاب السیر الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۳

[2] القرآن الکریم ۹/ ۷۴

حرمین شریفین کو دکھانے کے لئے مع دیگر کتب دشنامیاں گیا تھا سرکار مدینہ طیبہ میں بھی موجود ہے۔ یہ تکذیب خدا کا ناپاک فتویٰ اٹھارہ برس ہوئے ربیع الآخر ۱۳۰۸ھ میں رسالہ صیانۃ الناس کے ساتھ مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ میں مع رد کے شائع ہوچکا پھر ۱۳۱۸ھ میں مطبع گلزار حسنی بمبئی میں اس کا اور مفصل رد چھپا پھر ۱۳۲۰ھ میں پٹنہ عظیم آباد مطبع تحفہ حنفیہ میں اس کا اور قاہر رد چھپا اور فتویٰ دینے والا جمادی الاخریٰ ۱۳۲۳ھ میں مرا اور مرتے دم تک ساکت رہا نہ یہ کہا کہ وہ فتویٰ میرا نہیں حالانکہ خود چھاپی ہوئی کتابوں سے فتویٰ کا انکار کردینا سہل تھا، نہ یہی بتایا کہ مطلب وہ نہیں جو علمائے اہلسنت بتا رہے ہیں بلکہ میرا مطلب یہ ہے، نہ کفر صریح کی نسبت کوئی سہل بات تھی جس پر التفات نہ کیا۔ زید سے اس کا ایک مُہری فتویٰ اس کی زندگی و تندرستی میں علانیہ نقل کیا جائے اور وہ قطعاً یقیناً صریح کفر ہو اور سالہا سال اس کی اشاعت ہوتی رہے لوگ اس کا رد چھاپا کریں زید کو اس کی بنا پر کافر بتایا کریں۔ زید اس کے بعد پندرہ برس جئے اور یہ سب کچھ دیکھے سُنے اور اُس فتویٰ کی اپنی طرف نسبت سے انکار اصلاً شائع نہ کرے بلکہ دم سادھے رہے یہاں تک کہ دم نکل جائے کیا کوئی عاقل گمان کرسکتا ہے کہ اس نسبت سے اُسے انکار تھا یا اس کا مطلب کچھ اور تھا۔ اور اُن میں کے جو زندہ ہیں آج کے دم تک ساکت ہیں نہ اپنی چھاپی کتابوں سے منکر ہوسکتے ہیں نہ اپنی دشناموں کا اور مطلب گھڑ سکتے ہیں، ۱۳۲۰ھ میں اُن کے ان تمام کفریات کا مجموع یکجائی رد شائع ہوا۔ پھر ان دشناموں کے متعلق کچھ عمائد مسلمین علمی سوالات ان[عہ] میں کے سرغنہ کے پاس لے گئے۔ سوالوں پر جو حالت سراسیمگی بحد پیدا ہوئی دیکھنے والوں سے اس کی کیفیت پوچھئے مگر اُس وقت بھی نہ اُن تحریرات سے انکار ہوسکا نہ کوئی مطلب گھڑنے پر قدرت پائی بلکہ کہا تو یہ کہا کہ میں مباحثہ کے واسطے نہیں آیا، نہ مباحثہ چاہتا ہوں میں اس فن میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں معقول بھی کردیجئے تو وہی کہے جاؤں گا۔ وہ سوالات اور اس واقعہ کا مفصل ذکر بھی جبھی ۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۳ھ کو چھاپ کر سرغنہ و اتباع سب کے ہاتھ میں دے دیا گیا اسے بھی چوتھا سال ہے صدائے برنخاست ان تمام حالات کے بعد وہ انکاری مکر ایسا ہی ہے کہ سرے سے یہی کہہ دیجئے کہ اللہ و رسول کو یہ دشنام دہندہ لوگ دنیا میں پیدا ہی نہ ہوئے یہ سب بناوٹ ہے اس کا علاج کیا ہوسکتا ہے اللہ تعالٰی حیا دے۔

مکر پنجم: جب حضرات کو کچھ بن نہیں پڑتی کسی طرف مفر نظر نہیں آتی اور یہ توفیق اللہ واحد قہار

عہ یعنی تھانوی صاحب ۱۲ کاتب عفی عنہ

نہیں دیتا کہ توبہ کریں اللہ عزوجل اور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی شان میں جو گستاخیاں بکیں جو گالیاں دیں ان سے باز آئیں جیسے گالیاں چھاپیں اُن سے رجوع کا بھی اعلان دیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اذا عملت سیئا فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر و العلانیۃ بالعلانیۃ ۔ رواہ الامام احمد فی الزھد[1] و الطبرانی فی الکبیر و البیھقی فی الشعب عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن جید ۔

جب تُو بدی کرے تو فوراً توبہ کر، خفیہ کی خفیہ اور علانیہ کی علانیہ ۔ (اس کو امام احمد نے زہد میں، طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب میں معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰے عنہ سے بسند حسن جید روایت کیا ۔ ت)

اور بفحوائے کریمہ یصدون عن سبیل اللہ یبغونھا عوجا[2] (اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں ۔ ت) راہِ خدا سے روکنا ضرور ناچار عوام مسلمین کو بھڑکانے اور دن دہاڑے اُن پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علمائے اہلسنت کے فتوٰی تکفیر کا کیا اعتبار، یہ لوگ ذرا ذرا سی بات پر کافر کہہ دیتے ہیں، اِن کی مشین میں ہمیشہ کفر ہی کے فتوے چھپا کرتے ہیں، اسمٰعیل دہلوی کو کافر کہہ دیا، مولوی اسحٰق صاحب کو کہہ دیا، مولوی عبدالحی صاحب کو کہہ دیا، پھر جن کی حیا اور بڑھی ہوئی ہے وُہ اتنا اور ملاتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو کہہ دیا، شاہ ولی اللہ صاحب کو کہہ دیا، حاجی امداد اللہ صاحب کو کہہ دیا، مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب کو کہہ دیا ۔ پھر جو پورے ہی حدِّ حیا سے اونچے گزر گئے وہ یہاں تک بڑھتے ہیں کہ عیاذاً باللہ عیاذاً باللہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو کہہ دیا، غرض جسے جس کا زیادہ معتقد پایا اس کے سامنے اسی کا نام لے دیا کہ انھوں نے اسے کافر کہہ دیا، یہاں تک کہ ان میں کے بعض بزرگواروں نے مولٰنا مولوی شاہ محمد حسین صاحب الٰہ آبادی مرحوم مغفور سے جاکر جڑ دی کہ معاذ اللہ معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ کو کافر کہہ دیا ۔ مولٰنا کو اللہ تعالٰے جنت عالیہ عطا فرمائے انھوں نے آیہ کریمہ

---

[1] الزہد لاحمد بن حنبل حدیث ۱۴۱ دارالکتاب العربی بیروت ص ۴۹
المعجم الکبیر " ۳۳۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/ ۱۵۹
[2] القرآن الکریم ۷/ ۴۵

ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا[1] (اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو۔ت) پر عمل فرمایا، خط لکھ کر دریافت کیا جس پر یہاں سے رسالہ انجاء البری عن وسواس المفتری لکھ کر ارسال ہوا اور مولٰنا نے مفتری کذاب پر لاحول شریف کا تحفہ بھیجا غرض ہمیشہ ایسے ہی افترار اٹھایا کرتے ہیں اس کا جواب وہ ہے جو تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون[2] جھوٹے افتراء وہی باندھتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔

اور فرماتا ہے:

فنجعل لعنۃ اللہ علی الکٰذبین[3] ہم اللہ کی لعنت ڈالیں جھوٹوں پر۔

مسلمانو! اس مکر سخیف وکید ضعیف کا فیصلہ کچھ دشوار نہیں ان صاحبوں سے ثبوت مانگو کہ کہدیا کہدیا فرماتے ہو کچھ ثبوت بھی رکھتے ہو کہاں کہدیا کس کتاب کس رسالے کس فتوے کس پرچے میں کہہ دیا، ہاں ہاں ثبوت رکھتے ہو تو کس دن کے لئے اٹھا رکھا ہے دکھاؤ اور نہیں دکھا سکتے، اور اللہ جانتا ہے کہ نہیں دکھا سکتے، تو دیکھو قرآن عظیم تمہارے کذاب ہونے کی گواہی دیتا ہے۔

مسلمانو! تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

فاذ لم یأتوا بالشھداء فاولٰئک عند اللہ ھم الکٰذبون[4] جب ثبوت نہ لاسکیں تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔

مسلمانو! آزمائے کو کیا آزمانا۔ بارہا ہو چکا کہ ان حضرات نے بڑے زور شور سے یہ دعوے کئے اور جب کسی مسلمان نے ثبوت مانگا فوراً پیٹھ پھیر گئے اور پھر منہ نہ دکھا سکے مگر حیا اتنی ہے کہ وہ رٹ جو منہ کو لگ گئی ہے نہیں چھوڑتے اور چھوڑیں کیونکر کہ مرتا کیا نہ کرتا۔ اب خدا و رسول کو گالیاں دینے والوں کے کفر پر پردہ ڈالنے کا آخری حیلہ یہی رہ گیا ہے کہ کسی طرح عوام بھائیوں کے ذہن میں جم جائے کہ علمائے اہلسنت یونہی بلاوجہ لوگوں کو کافر کہہ دیا کرتے ہیں ایسا ہی ان دشنامیوں کو بھی کہدیا ہوگا۔ مسلمانو! ان مفتریوں کے پاس ثبوت کہاں سے آیا کہ من گھڑت کا ثبوت ہی کیا۔ واللہ

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۶
[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۵
[3] " " ۳/ ۶۱
[4] " " ۲۴/ ۱۳

لایھدی کید الخائنین[1]○ (اور اللہ دغا بازوں کا مکر نہیں چلنے دیتا۔ت) ان کا ادعائے باطل تو اسی قدر سے باطل ہوگیا۔

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین[2] (فرماؤ) لاؤ اپنی برہان اگر سچے ہو۔

اس سے زیادہ کی ہمیں حاجت نہ تھی مگر بفضلہ تعالٰی ہم ان کی کذابی کا وہ روشن ثبوت دیں کہ ہر مسلمان پر اُن کا مفتری ہونا آفتاب سے زیادہ ظاہر ہوجائے۔ ثبوت بھی بحمداللہ تعالٰی تحریری، وہ بھی چھپا ہوا، وہ بھی نہ آج کا بلکہ سالہا سال کا۔ جن جن کی تکفیر کا اتہام علمائے اہل سنت پر رکھا ان میں سب سے زیادہ گنجائش اگر ان صاحبوں کو ملتی تو اسمٰعیل دہلوی میں کہ بیشک علمائے اہلسنت نے اس کے کلام میں بکثرت کلمات کفریہ ثابت کیے اور شائع فرمائے، با اینہمہ اوّلاً سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح (۱۳۰۹ھ) دیکھئے کہ بار اول ۱۳۰۹ھ میں لکھنؤ مطبع انوار محمدی میں چھپا جس میں بدلائل قاہرہ دہلوی مذکور اور اس کے اتباع پر پچھتّر وجہ سے لزوم کفر ثابت کرکے صفحہ ۹۰ پر حکم اخیر یہی لکھا کہ علمائے محتاطین انھیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے وھوالجواب و بہ یفتی وعلیہ الفتوی وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ و فیہ السداد[3] یعنی یہی جواب ہے اور اسی پر فتوٰی ہوا اور اسی پر فتوٰی ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامت اور اسی میں استقامت۔

ثانیاً الکوکبۃ الشھابیۃ فی کفریات ابی الوھابیۃ[4] دیکھئے جو خاص اسمٰعیل دہلوی اور اس کے متبعین ہی کے رد میں تصنیف ہوا اور بار اول شعبان ۱۳۱۲ھ میں عظیم آباد مطبع تحفہ حنفیہ میں چھپا جس میں نصوص جلیلۂ قرآن مجید و احادیث صحیحہ و تصریحات ائمہ سے بحوالہ صفحات کتب معتمدہ اس پر ستّر وجہ بلکہ زائد سے لزوم کفر ثابت کیا اور بالآخر یہی لکھا صفحہ ۶۲: ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار (یعنی کافر کہنے سے) کف لسان (یعنی زبان روکنا) ماخوذ و مختار و مناسب۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم[4]

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۲
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۱
[3] سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح دارالاشاعت جامعہ گنج بخش داتا دربار لاہور ص ۱۰۳
[4] الکوکبۃ الشھابیۃ فی کفریات ابی الوھابیۃ رضا اکیڈمی بمبئی انڈیا ص ۶۲

ثالثاً سل السیوف الهندیہ علٰی کفریات بابا النجدیہ[13] دیکھئے کہ صفر ۱۳۱۲ھ میں عظیم آباد چھپا اس میں بھی اسمٰعیل دہلوی اور اس کے متبعین پر بوجوہ قاہرہ لزومِ کفر کا ثبوت دے کر صفحہ ۲۱ و ۲۲ پر لکھا یہ حکم فقہی متعلق بکلمات سفہی تھا مگر اللہ تعالٰی کی بے شمار رحمتیں بے حد برکتیں ہمارے علمائے کرام پر کہ یہ کچھ دیکھتے اس طائفہ کے پیر سے ناروا بات پر سچے مسلمانوں کی نسبت حکمِ کفر و شرک سنتے ہیں باایں ہمہ نہ شدتِ غضب دامنِ احتیاط ان کے ہاتھ سے چھڑاتی ہے نہ قوتِ انتقام حرکت میں آتی وہ اب تک یہی تحقیق فرما رہے ہیں کہ لزوم والتزام میں فرق ہے اقوال کا کلمۂ کفر ہونا اور بات اور قائل کو کافر مان لینا اور بات، ہم احتیاط برتیں گے سکوت کریں گے جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکمِ کفر جاری کرتے ڈریں گے[1] اھ مختصراً

رابعاً ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار[13] دیکھئے کہ بار اول ۱۳۱۷ھ میں عظیم آباد چھپا اس میں صفحہ ۱۰ پر لکھا ہم اس باب میں قول متکلمین اختیار کرتے ہیں اور ان میں جو کسی ضروریِ دین کا منکر نہیں، نہ ضروریِ دین کے کسی منکر کو مسلمان کہتا ہے اُسے کافر نہیں کہتے[2]۔

خامساً اسمٰعیل دہلوی کو بھی جانے دیجئے یہی دشنامی لوگ جن کے کفر پر اب فتوٰی دیا ہے جب تک ان کی صریح دشناموں پر اطلاع نہ تھی۔ مسئلہ امکانِ کذب کے باعث ان پر اٹھتر[☆] وجہ سے لزومِ کفر ثابت کرکے "سبحان السبوح" میں بالآخر صفحہ ۸۰ طبع اول پر یہی لکھا کہ حاش للہ حاش للہ ہزار ہزار بار حاش للہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا ان مقتدیوں یعنی مدعیان جدید کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت و ضلالت میں شک نہیں اور امام الطائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اہل لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہِ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہوجائے اور حکمِ اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے فان الاسلام یعلو ولا یعلٰی[3] (اس لئے کہ اسلام غالب ہے مغلوب نہیں ہے۔ ت)

[☆] گنگوہی و انبھٹی اور ان کے اذناب دیوبندی ۱۲ کاتب عفی عنہ

[1] سل السیوف الہندیۃ علٰی کفریات بابا النجدیۃ رضا اکیڈمی انڈیا ص ۲۱ و ۲۲

[2] ازالۃ العار بحجر الکرائم من کلاب النار " " بمبئی ص ۱۸

[3] سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح دار الاشاعت جامعہ گنج بخش لاہور ص ۹۰ و ۹۱

مسلمانو، مسلمانو! تمہیں اپنا دین و ایمان اور روزِ قیامت وحضور بارگاہِ رحمٰن یاد دلا کر استفسار ہے کہ جس بندۂ خدا کی دربارۂ تکفیر یہ شدید احتیاط یہ جلیل تصریحات اُس پر تکفیر تکفیر کا افترا کتنی بے حیائی کیسا ظلم کتنی گھنونی ناپاک بات۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اور وہ جو کچھ فرماتے ہیں قطعاً حق فرماتے ہیں،

اذالم تستحی فاصنع ما شئت۔[1] جب تجھے حیا نہ رہے تو جو چاہے کر۔

ع بے حیا باش وانچہ خواہی کن

(بیحیا ہوجا پھر جو چاہے کر۔ ت)

مسلمانو! یہ روشن ظاہر واضح، قاہر عبارات تمہارے پیش نظر ہیں جنہیں چھپے ہوئے دس دس اور بعض کو سترہ اور تصنیف کو انیس سال ہوئے اور ان دشنامیوں کی تکفیر تو اب چھ سال یعنی ۱۳۲۰ھ سے ہوئی جب سے المعتمد المستند چھپی، ان عبارات کو بغور نظر فرماؤ اور اللہ ورسول کے خوف کو سامنے رکھ کر انصاف کرو یہ عبارتیں فقط اُن مفتریوں کا افترا ہی رد نہیں کرتیں بلکہ صراحۃً صاف صاف شہادت دے رہی ہیں کہ ایسی عظیم احتیاط والے نے ہرگز ان دشنامیوں کو کافر نہ کہا جب تک یقینی قطعی واضح، روشن، جلی طور سے ان کا صریح کفر آفتاب سے زیادہ ظاہر نہ ہولیا جس میں اصلاً اصلاً ہرگز ہرگز کوئی گنجائش کوئی تاویل نہ نکل سکی کہ آخر یہ بندۂ خدا وہی تو ہے جو اِن کے اکابر پر ستّر ستّر وجہ سے لزوم کفر کا ثبوت دے کر یہی کہتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اہل لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہوجائے اور حکمِ اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے۔[2] یہ بندۂ خدا وہی تو ہے جو خود ان دشنامیوں کی نسبت (جب تک ان کی ان دشناموں پر اطلاع یقینی نہ ہوئی تھی) اٹھتّر وجہ سے بحکم فقہائے کرام لزومِ کفر کا ثبوت دے کر یہی لکھ چکا تھا کہ ہزار ہزار بار حاش للہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا،[3] جب کیا ان سے ملاپ تھا اب رنجش ہوگئی، جب اُن سے جائداد کی کوئی شرکت نہ تھی اب پیدا ہوئی۔ حاش للہ مسلمانوں کا علاقہ محبت و عداوت

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۶۵۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۲۳۷

[2] سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح دارالاشاعت جامعہ گنج بخش، داتا دربار لاہور ص۹۱

[3] " " " " " " " " " " " ص۹۰ و ۹۱

صرف محبت و عداوت خدا اور رسول ہے جب تک ان دشنام دہوں سے دشنام صادر نہ ہوئی یا اللہ و رسول کی جناب میں ان کی دشنام نہ دیکھی سنی تھی اُس وقت تک کلمہ گوئی کا پاس لازم تھا غایت احتیاط سے کام لیا حتی کہ فقہائے کرام کے حکم سے طرح طرح ان پر کفر لازم تھا مگر احتیاطا ان کا ساتھ نہ دیا اور متکلمین عظام کا مسلک اختیار کیا جب صاف صریح انکار ضروریات دین و دشنام دہی رب العلمین و سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین آنکھ سے دیکھی تو اب بے تکفیر چارہ نہ تھا کہ اکابر ائمۂ دین کی تصریحیں سن چکے کہ من شك فی عذابه وکفره فقد کفر[1] جو ایسے کے

---

[a] جیسے تھانوی صاحب کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جناب میں ان کی سخت گالی ۱۳۱۹ھ میں چھپی اس سے پہلے اپنے آپ کو سُنّی ظاہر کرتے بلکہ ایک وقت وُہ تھا کہ مجلس میلاد مبارک وقیام میں شریک اہل اسلام ہوتے ۱۲ کاتب عفی عنہ۔

[b] جیسے گنگوہی صاحب و انبیٹھی صاحب کہ ان کے اتنے قول کی نسبت میرٹھ سے سوال آیا تھا کہ خدا جھوٹا ہو سکتا ہے اس کے بعد معلوم ہوا کہ شیطان کا علم رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم سے زیادہ بتاتے ہیں۔ پھر گنگوہی صاحب کا وُہ فتوٰی کہ خدا جھوٹا ہے جو اسے جھوٹا کہے مسلمان سُنّی صالح ہے۔ جب چھپا ہوا نظر سے گزرا کمال احتیاط یہ کہ دوسروں کا چھپوایا ہوا تھا اس پر وہ تیقن نہ کیا جس کی بنا پر تکفیر ہو جب وہ اصلی فتوٰے گنگوہی صاحب کا مُہری دستخطی خود آنکھ سے دیکھا اور بار بار چھپنے پر بھی گنگوہی صاحب نے سکوت کیا تو اس کے صدق پر اعتبار کافی ہوا۔ یونہی قادیانی دجال کی کتابیں جب تک آپ نہ دیکھیں اس کی تکفیر پر جزم نہ کیا جب تک صرف مہدی یا مثیل مسیح بننے کی خبر سُنی تھی جس نے دریافت کیا اتنا ہی کہا کہ کوئی مجنون معلوم ہوتا ہے، پھر جب امرتسر سے ایک فتوٰی اس کی تکفیر کا آیا جس میں اس کی کفریہ عبارتیں بحوالہ صفحات منقول تھیں اس پر بھی اتنا لکھا کہ "اگر یہ اقوال مرزا کی تحریروں میں اسی طرح ہیں تو وہ یقیناً کافر۔" دیکھو رسالہ السوء والعقاب علی المسیح الکذاب ۱۳۲۰ صفحہ ۱۸، ہاں جب اس کی کتابیں بچشم خود دیکھیں اس کے کافر مرتد ہونے کا قطعی حکم دیا ۱۲ کاتب عفی عنہ۔

---

[1] در مختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

معذّب وکافر ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ اپنا اور اپنے دینی بھائیوں عوام اہلِ اسلام کا ایمان بچانا ضرور تھا لاجرم حکمِ کفر دیا اور شائع کیا وذٰلک جزاء الظّٰلمین۔

تمہارا رب عزّوجل فرماتا ہے:

قل جاء الحق وزھق الباطل ط ان الباطل کان زھوقا۝[1] — کہہ دو کہ آیا حق اور مٹا باطل، باطل کو ضرور مٹنا ہی تھا۔

اور فرماتا ہے:

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی[2] — دین میں کچھ جبر نہیں، حق راہ صاف جدا ہوگئی ہے گمراہی سے۔

یہاں چار مرحلے تھے:

(۱) جو کچھ ان دشنامیوں نے لکھا چھاپا ضرور وہ اللہ و رسول جل وعلا وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین و دشنام تھا۔

(۲) اللہ و رسول جل وعلا وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کرنے والا کافر ہے۔

(۳) جو انھیں کافر نہ کہے، جو اُن کا پاس لحاظ رکھے، جو اُن کی اُستادی یا رشتے یا دوستی کا خیال کرے وہ انھیں میں سے ہے انھیں کی طرح کافر ہے قیامت میں اُن کے ساتھ ایک رسّی میں باندھا جائے گا۔

(۴) جو عذر مکر جہّال وضُلّال یہاں بیان کرتے ہیں سب باطل و ناروا و پا در ہوا ہیں۔

یہ چاروں بحمد اللہ تعالٰی بروجہ اعلٰی واضح و روشن ہوگئے جن کے ثبوت قرآن عظیم ہی کی آیاتِ کریمہ نے دیے۔ اب ایک پہلو پر جنّت و سعادت سرمدی، دوسری طرف شقاوت و جہنم ابدی ہے، جسے جو پسند آئے اختیار کرے، مگر اتنا سمجھ لو کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دامن چھوڑ کر زید و عمرو کا ساتھ دینے والا کبھی فلاح نہ پائے گا، باقی ہدایت رب العزّۃ کے اختیار میں ہے۔

بات بحمد اللہ تعالٰی ہر ذی علم مسلمان کے نزدیک اعلٰی بدیہیات سے تھی مگر ہمارے عوام

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۱

[2] " " ۲/ ۲۵۶

بھائیوں کو مُہریں دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے، مُہریں علمائے کرام حرمین طیبین سے زائد کہاں کی ہوں گی جہاں سے دین کا آغاز ہُوا اور بحکم احادیثِ صحیحہ کبھی وہاں شیطان کا دَور دَورہ نہ ہوگا لہذا اپنے عام بھائیوں کی زیادت اطمینان کو مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے علمائے کرام و مفتیان عظام کے حضور فتوٰی پیش ہُوا، جس خوبی و خوشِ اسلوبی و جوشِ دینی سے اُن عمائدِ اسلام نے تصدیقیں فرمائیں بحمد اللہ تعالٰی کتاب مستطاب حُسام الحرمین علٰی منحر الکفر والمین ۱۳۲۴ھ میں گرامی بھائیوں کے پیشِ نظر اور ہر صفحہ کے مقابل اردو میں اس کا ترجمہ "مبین احکام و تصدیقات اعلام ۱۳۲۵ھ" جلوہ گر۔

الٰہی! اسلامی بھائیوں کو قبولِ حق کی توفیق عطا فرما اور ضد و نفسانیت یا تیرے اور تیرے حبیب کے مقابل زید و عمرو کی حمایت سے بچا صدقہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وجاہت کا۔ آمین آمین آمین! والحمد للہ رب العٰلمین وافضل الصلوٰۃ واکمل السلام علٰی سیدنا محمد وآلہٖ وصحبہٖ وحزبہٖ اجمعین، اٰمین!

رسالہ
"تمہید ایمان بآیاتِ قرآن"
ختم ہوا

رسالہ

الامن والعلٰی لناعتی المصطفٰی بدافع البلاء

کلمہ دافع البلا کے ساتھ مصطفٰی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی نعت بیان کرنے والوں کے لئے (بلاؤں سے) امن اور (انکے مرتبے کی) بلندی ہے

مسمّٰی بہ نام تاریخی

اکمال الطامۃ علٰی شرکٍ سوّی بالامور العامۃ ۱۳۱۱ھ

پوری قیامت ڈھانا (وہابیوں کے اس) شرک پر جو امور عامہ کی طرح (موجود کی ہر قسم پر صادق) ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۳۵

از دہلی باڑہ ہندو راؤ مرسلہ مولوی محمد کرامت اللہ خانصاحب[1] ۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۱۱ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں زید کہتا ہے کہ پڑھنا درود تاج اور دلائل الخیرات کا

---

[1] مولانا کرامت اللہ خاں صاحب خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہما

شرک محض اور بدعت سیئہ ہے اور تعلیم اس کی سمِ قاتل شرک اس لئے کہ درود تاج میں دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم رسول اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں مذکور ہے اور بدعت سیئہ اس لئے کہ یہ درود بعد صدہا سال کے تصنیف ہوئے ہیں۔ عمرو جواب میں کہتا ہے کہ ورد اس درود مقبول کا موجبِ خیر و برکت اور باعثِ ازدیادِ محبت ہے۔ زید عربیت سے جاہل ہے وہ نہیں سمجھتا کہ حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سبب ہیں دفعِ بلا کے، اگرچہ دافع البلاء حقیقتاً خدائے تعالٰی ہے۔ مختصر المعانی میں انبت الربیع البقل[1] (بہار نے سبزہ اگایا۔ ت) کو بقولِ مومن مجاز اور بقولِ کافر حقیقت فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم[2] (اللہ تعالٰی ان کافروں پر عذاب نہ فرمائے گا جب تک اے محبوب تُو ان میں تشریف فرما ہے۔ ت) اور وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین[3] (ہم نے نہ بھیجا تمھیں مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔ ت) ہمارے دعوے پر دو بزرگ گواہ ہیں، اور کیا سالِ ولادت حضرتِ رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں قحطِ عام کی وبا دفع نہیں ہوئی، اس کے سوا جبریلِ خلیل کا مقولہ قرآن کریم میں اس طرح درج ہے، لاھب لک غلٰما زکیا[4] (میں عطا کروں تجھے ستھرا بیٹا۔ ت)۔ یہاں بقولِ زید حضرت جبریل بھی معاذ اللہ مشرک ہو گئے کیونکہ وہ اپنے آپ کو وہاب فرمارہے ہیں۔ پس جو جواب زید کی طرف سے ہوگا وہی ہماری طرف سے۔ پھر چونکہ یہ درود معمول بہ اکثر علماء و مشائخ عظام ہے پس وہ سب بھی زید کے نزدیک مشرک ہوئے، اور طرہ یہ کہ خود زید بھی اس خواہ مخواہ کے شرک سے بچ نہیں سکتا کیونکہ وہ بھی سم[ع] کو قاتل اور ادویہ کو دافع درد و رافع غشیان کہتا ہے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قصیدہ اطیب النغم میں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دافع فرمارہے ہیں۔ سندیں تو اور بھی ہیں مگر اس مختصر میں گنجائش نہیں۔ رہا صدہا سال کے بعد تصنیف ہونے سے بدعتِ سیئہ ہونا، یہ بھی زید کی حماقت پر دال ہے۔ خود زید جو

ع: سم یعنی زہر۔

---

[1] مختصر المعانی احوال اسناد الخبر المکتبۃ الفارقیہ ملتان ص ۸۵
[2] القرآن الکریم ۸/ ۳۳
[3] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۷
[4] " " ۱۹/ ۱۹

مولوی اسمٰعیل صاحب کے خطبے جمعہ میں برسرِ منبر پڑھتا ہے اس کے لئے اس کے پاس کوئی حدیث ہے یا وُہ زمانہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تصنیف ہیں۔ سبحان اللہ ان خطبوں کا پڑھنا (جو صدہا سال بعد کی تصنیف ہیں) تو زید کے لئے سنّت ہو اور خاصانِ حق کی تصنیف درود کا پڑھنا بدعت سیّئہ ٹھہرے، ہاں جو صیغے درود کے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول ہیں ان کا پڑھنا ہمارے نزدیک بھی افضل و بہتر ہے مگر علمائے راسخین و فقرائے کاملین نے حالتِ ذوق و شوق میں جو درود شریف بالفاظِ بدلیہ تصنیف فرمائے ہیں جن میں جناب غوث الثقلین محبوب سبحانی بھی شامل ہیں، اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جذب القلوب میں درج فرمائے ہیں، اور خود حضرت شیخ نے ایک مستقل رسالہ اس بارہ میں تالیف فرمایا ہے، اور جتنے درود مشائخ عظام نے تصنیف فرمائے ہیں سب اس میں درج ہیں، اور شرح سفر السعادۃ میں ۳۶ صیغے رسولِ خدا سے منقول ہیں باقی صحابہ و تابعین نے زیادہ کئے ہیں۔ زید جاہل نے ان سب حضرات کو (معاذ اللہ) مشرک بنایا ہے۔ اب علمائے اعلام سے استفسار ہے کہ قول زید کا صحیح اور موافق عقائدِ سلف صالح کے ہے یا عمرو کا؟ بہ تشریح و تفصیل ارشاد ہو، اللہ آپ کو جزائے خیر عنایت فرمائے۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ علٰی ما علم وھدانا للذی اقوم وسلك بنا السبیل الاسلم وصلی ربنا و بارك وسلم علٰی دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم سیدنا ومولٰنا ومالکنا وماوٰنا محمد مالك الارض ورقاب الامم وعلٰی اٰلہ وصحبہ اولی الفضل والفیض والعطاء والجود والکرم اٰمین قال الفقیر المستدفع البلاء من

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں کہ اس نے ہمیں علم عطا فرمایا اور سب سے سیدھی راہ کی ہدایت فرمائی اور ہمیں سلامتی والے راستے پر چلایا۔ ہمارا پروردگار درود و سلام اور برکت نازل فرمائے بلاء، وباء، قحط، بیماری اور دُکھوں کو دُور کرنیوالے ہمارے آقا و مولٰی و مالک و ماوٰی محمد پر، جو زمین اور امتوں کی گردنوں کے مالک ہیں، اور آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر جو فضل، فیض، عطاء اور جُود و کرم والے ہیں، آمین۔ کہتا ہے فقیر عبدالمصطفٰی احمد رضا سُنّی حنفی قادری

فضل نبیه العلی الاعلیٰ صلی علیه الله تعالٰی عبد المصطفیٰ احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی دفع نبیه عنه البلاء و منح قلبه النور و الجلاء۔

برکاتی بریلوی جو نبی اعلیٰ کے بلند فضل کے طفیل مصیبت سے بچنے کا طلبگار ہے۔ نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ و آلہٖ وسلم اس سے مصیبت کو دُور فرمائیں اور اس کے دل کو روشنی اور چمک عطا فرمائیں۔ (ت)

یہ مختصر جواب موضح صواب متضمن مقدمہ و دو باب و خاتمہ۔

مقدمہ اتمام الزام و تمہید مرام میں عائدۂ قاہرہ و فائدۂ زاہرہ پر مشتمل۔

عائدۂ قاہرہ

ایّها المسلمون دفع نبیکم عنکم بلاء المجنون و فتنة المفتون (اے مسلمانو! تمہارے نبی نے تم سے مجنون کی بلاء اور فتنہ انگیز کا فتنہ دور کردیا ہے۔ ت) زید بقید کے ایسے کلمات کچھ محل تعجب نہیں کہ مذہبِ وہابیہ کی بنا ہی حتی الامکان حضور سیّد الانس والجان علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے ذکر شریف مٹانے اور محبوبانِ خدا جل وعلا و علیہم الصلوٰۃ والثنار کی تعظیم قلوبِ مسلمین سے گھٹانے پر ہے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت) مگر تعجب ان مسلمانانِ اہلسنّت سے کہ ایسے ناپاک اقوال پر کان دھریں، بہت کان کھانے والے دنیا میں ہوئے اور ہوتے رہیں گے، مسلمان صحیح العقیدہ اُن کی طرف التفات ہی کیوں کریں، ایسوں کا علاج حضور میں خاموشی اور غیبت میں فراموشی، اور اُٹھتے بیٹھتے ہر وقت ہر حال اپنے محبوب بے مثال صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر پاک کی زیادہ گرمجوشی کہ مخالف خود ہی اپنی آگ میں جل بھیں گے قل موتوا بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور[2] (تم فرما دو کہ مرجاؤ اپنی گھٹن میں، اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات۔ ت) اس تالفہ کے رد میں اقوالِ ائمہ و علماء پیش کرنے کا کوئی محل ہی نہیں کہ یہ تم اپنے اعتقاد سے ائمہ و علماء کتے ہو ان کے

---

[1] القرآن الکریم ۲۶ / ۲۲۷

[2] القرآن الکریم ۳ / ۱۱۹

نزدیک وُہ بھی تمہاری طرح معاذ اللہ مشرک بدعتی تھے، درود محمود میں کتب و صیغ کثیرہ کی تصنیف و اشاعت انھیں نے کی تمہارے پیارے نبی محمد مصطفٰی دافع البلاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اللہ عزوجل کا خلیفۂ اکبر و مددبخش ہر خشک و تر و واسطۂ ایصال ہر خیر و برکت و وسیلۂ فیضان ہر جُود و رحمت و شافی و کافی و قاسم نعمت و کاشفِ کُرب و دافع زحمت وہی لکھ گئے جس کی تصریحات قاہرہ سے ان کی تصنیفات باہرہ کے آسمان گونج رہے ہیں۔ فقیر غفراللہ لہ نے کتاب مستطاب سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی ۱۲۹۷ھ میں بکثرت ارشادات جلیلہ و نصوص جزیلہ جمع کئے جن کے دیکھنے سے بحمد اللہ ایمان تازہ ہو اور رُوئے ایقان پر احسان کا غازہ تو اُن کے نزدیک حقیقۃً یہ شرک و بدعت تمہیں وہی سکھا گئے آخران کا بانیِ مذہب شیخ نجدی علیہ ما علیہ ڈنکے کی چوٹ کہتا تھا کہ ۶۰۰ برس سے جتنے علماء گزرے سب کافر تھے کما ذکرہ المحدث العلامۃ الفقیہ الفہامہ شیخ الاسلام زینت المسجد الحرام سیدی احمد بن زین ابن دحلان الملکی قدس سرہ الملکی فی الدرر السنیۃ[1] (جیسا کہ حضرت محدث العلامہ الفقیہ الفہامہ شیخ الاسلام زینت المسجد الحرام سیدی احمد بن زین ابن دحلان الملکی قدس سرہ الملکی نے اس کو الدرر السنیۃ میں ذکر کیا۔ ت)۔ احادیث دکھانے کا کیا موقع کہ آخر سب کتب حدیث صحاح و سنن و مسانید و معاجیم وغیرہ حضور والاصلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ کے بعد تصنیف ہوئیں تو ان کے طور پر معاذ اللہ وہ سب بدعت اور مصنف بدعتی۔ رہی آیت کہ رب العزۃ جل وعلا نے بلا تخصیص لفظ و صیغہ و وقت و عدد مطلقاً اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود و سلام کی طرف بلاتا ہے

یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما[2]۔ اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

اللّٰھم صل وسلّم وبارک علیہ و علٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین کلّما ولع بذکرہ الفائزون ومنع من اکثارہ الھالکون۔ اے اللہ! درود و سلام اور برکت نازل فرما آپ پر اور آپ کی آل اور آپ کے تمام اصحاب پر، جب بھی آپ کے ذکر پر شیفتہ ہوں کامیاب ہونیوالے اور اس کی کثرت سے انکار کریں ہلاک ہونیوالے (ت)

---

[1] الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ مکتبۃ حقیقۃ دار الشفقۃ استانبول ترکی ص ۵۲

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۶

ہوتی نظر نہیں آتی کہ ان کتب وصیغ میں حضور والا دافع البلاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اوصاف عظیمہ جلیلہ ونعوت کثیرہ جزیلہ ہیں۔ دلائل الخیرات و درود تاج وغیرہا سب اس حکم جانفزا کے دائرہ میں داخل، یہ بھی انھیں مقبول

اور اُن کے امام الطائفہ کا حکم ہے کہ "جو بشر کی سی تعریف ہو اس میں بھی اختصار کرو۔"[1]

علاوہ ازیں وظیفہ درود میں صدہا بار نام اقدس لینا ہوگا اور اُن کا امام لکھ چکا کہ نام جپنا شرک ہے۔ اب وُہ اپنے امام کی تصریح مانیں یا تمھارے خدا کا اطلاق۔ ہاں اگر انھیں کے امام الطائفہ اور اس کے آباء واجداد و اکابر کی تصانیف دکھاؤ تو شاید کچھ کام چلے کہ امام الطائفہ کو کچھ کہیں تو ایمان کی گت بری بنے اور اس کے اکابر سے مکابر رہیں تو اس سے کیونکر گاڑھی چھنے، ایسی ہی جگہ پر بدلگامی کا قافیہ تنگ ہوتا ہے کہ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن (نہ رہنے کا یارا نہ چلنے کی تاب۔ ت) مثلاً:

اوّلاً یُوں پوچھئے کہ حیا دار و! صرف اس جرم پر کہ حضرات علمائے دین مصنفین کتب رحمہم اللہ تعالٰی زمانہ اقدس حضور دافع البلاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں نہ تھے انھیں کی کتابیں بدعت اور وہ معاذ اللہ اہل بدعت قرار پائیں گے یا یہ حکم امام الطائفہ اور اس کے عم نسب و پدر شریعت و جدِ طریقت جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور اس کے جدِ نسب وجدِ شریعت و فرجدِ طریقت شاہ ولی اللہ صاحب اور فرجد نسب و تلمذ وجد الجد بیعت شاہ عبدالرحیم صاحب وغیرہم اکابر و عمائد خاندان دہلی کو بھی شامل ہوگا، کیا یہ حضرات زمانہ اقدس میں تھے، کیا ان کی کتابیں جبھی تصنیف ہوتی تھیں، کیا انھوں نے اپنی تصانیف کے خطبوں میں بیسیوں مختلف صیغوں سے جو درود لکھے ہیں سب بعینہا حضور دافع البلاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہیں؟ اگر ہیں تو بتا دو اور نہیں تو کیا ہٹ دھرمی سینہ زوری ہے کہ ان کی تصانیف بدعت اور یہ بدعتی نہ ٹھہریں، کیا وحی باطنی اسمٰعیلی میں یہ حکم تشریعی بھی آچکا ہے کہ یجوز لاٰبائنا مالا یجوز لغیرھم (تیرے آباء کے لئے جائز ہے جو ان کے علاوہ کسی کے لئے جائز نہیں۔ ت) ان کا امام صاف صاف لکھ چکا کہ بعض غیر انبیاء پر بھی (جن میں اس نے اپنے پیر اور پر دادا کو بھی داخل کیا ہے) بے وساطت انبیاء وحی باطنی آتی ہے جس میں احکام تشریعی اُترتے ہیں وہ ایک جہت سے انبیاء کے پیرو اور ایک جہت سے خود محقق

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الخامس فی رد الاشراک الخ مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴۴

ہوتے ہیں وہ شاگردِ انبیاء بھی ہیں اور ہم استادِ انبیاء بھی، وہ مثلِ انبیاء معصوم ہیں[1] (دیکھو صراطِ مستقیم مطبع ضیائی میرٹھ ص ۳۸ دوسطر اخیر تا ص ۳۹ سطر ۱۱ و دوسطر اخیر ص ۴۱ سطر ۵ و ۶ تا ص ۴۲ سطر ۲ و ۳ و ۴) گمراہی بددینی کا منہ کالا، پھر نبوت کیا کسی پیڑ کا نام ہے، اللہ کی شان یہ حکم کھلا اپنے استادوں پیروں کو نبی بنانے والے تو امام اور ائمہ شریعت، اور علمائے سنت اس جرم پر کہ صیغہائے درودِ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی کیوں کثرت کی معاذ اللہ بدعتی بدنام۔

ثانیاً یہ قہرمانی حکم صرف حضور دافع البلاء صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر درود میں ہے یا خاندان امام الطائفہ کے ایجادات میں بھی کہ شاہ صاحب کی قول الجمیل جن کے لئے ضامن وکفیل ہے اسی قول الجمیل میں اپنے اور اپنے پیران ومشائخ کے آدابِ طریقت واشغالِ ریاضت کی نسبت صاف لکھا کہ ہماری صحبت وسلوک آمیزی تو نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تک متصل ہے وان لو یثبت تعیین الاداب ولا تلك الاشغال[2] اگرچہ نہ ان خاص آداب کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثبوت ہے نہ ان اشغال کا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب حاشیہ میں فرماتے ہیں:

"اسی طرح پیشوایانِ طریقت نے جلسات اور ہیأت واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کئے۔"[3]

مولوی خرم علی مصنف نصیحۃ المسلمین نے اس کے ترجمہ شفاء العلیل میں شاہ صاحب کا یہ قول نقل کرکے لکھا ہے:

"یعنی ایسے امور کو مخالف شرع یا داخل بدعات سیئہ نہ سمجھنا چاہئے جیسا کہ بعض کم فہم سمجھتے ہیں۔"[4]

اور سُنئے اسی قول الجمیل میں اشغالِ مشائخ نقشبندیہ قدست اسرارہم میں تصورِ شیخ کی ترکیب لکھی ہے کہ،

---

[1] صراطِ مستقیم ہدایت ایمانی کا دوسرا ثمرہ (فارسی) المکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور ص ۳۴ / کلام کمپنی میریٹ روڈ کراچی ص ۶۵

[2] القول الجمیل گیارھویں فصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۳

[3] شفاء العلیل مع القول الجمیل چوتھی فصل ″ ″ ″ ص ۵۱

[4] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ص ۵۲

اذا غاب الشیخ عنہ یخیل صورتہ بین عینیہ بوصف المحبۃ والتعظیم فتفید صورتہ ما تفید صحبتہ[1]	شیخ غائب ہو تو اس کی صورت اپنے پیش نظر محبت و تعظیم کے ساتھ تصور کرے جو فائدے اس کی صحبت دیتی تھی اب یہ صورت دے گی۔

شفاء العلیل میں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کیا :

"حق یہ ہے کہ سب راہوں سے یہ راہ زیادہ قریب ہے"[2]

مکتوبات مرزا صاحب جانجاناں میں ہے (جنھیں شاہ ولی اللہ صاحب اپنے مکتوبات میں نفس زکیہ قیم طریقہ احمدیہ داعی سنت نبویہ لکھتے ہیں) :

دعائے حزب البحر وظیفہ صبح وشام و ختم حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم ہر روز بجہت حل مشکلات باید خواند[3]	دعائے حزب البحر صبح وشام کا وظیفہ اور حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم کا ختم شریف مشکلات کے حل کے لئے ہر روز پڑھنا چاہئے۔ (ت)

ذرا اس صبح وشام و ہر روز کے الفاظ پر بھی نظر رہے کہ وہی التزام و مداومت ہے جسے اربابِ طائفہ وجہ ممانعت قرار دیتے ہیں یہاں داعی سنت نے بدعت اور بدعت کا حکم دیا بلکہ اس ختم اور ختم مجددی کی نسبت انھیں مکتوبات میں ہے :

بعد حلقہ صبح لازم گیرد[4]	اس کے بعد صبح کے حلقے کو لازم قرار دے لیں (ت)

انھیں میں ہے :

بعد از حلقہ صبح براں مواظبت نمایند[5]	اس کے بعد صبح کے حلقے کی پابندی کرنی چاہئے۔ (ت)

سب جانے دو خود امام الطائفہ صراط مستقیم میں لکھتا ہے :

اشغال مناسبہ ہر وقت و ریاضات ملائمہ ہر قرن جدا جدا می باشد ولہذا محققان	ہر وقت کے مناسب اعمال اور ہر زمانے کے مطابق ریاضتیں مختلف ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ

---

[1] القول الجمیل چھٹی فصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۸۱ و ۸۲

[2] شفاء العلیل مع قول الجمیل " " " " " ۸۰

[3] کلمات طیبات ملفوظات مظہر جان جاناں مطبع مجتبائی دہلی " ۷۴

[4] " " مکتوبات مرزا مظہر جان جاناں " " " " ۴۲

[5] " "

ہر وقت از اکابر ہر طریق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بنا بر علیہ مصلحت دید وقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت ست تعیین کردہ شود الخ۔[1]

اکابرین سے ہر طریقے کے محققین نے اشغال و اعمال میں تبدیلی کرنے کی کوشش کی بایں وجہ جو مصلحت دیکھی یا حالات کا تقاضا ہوا اسی لئے اس کتاب کا ایک باب ایسے جدید اشغال کیلئے جو اپنے وقت کی مناسبت سے شروع کئے گئے متعین کیا گیا ہے۔(ت)

للہ انصاف، یہ لوگ کیوں نہ بدعتی ہوئے۔ اور ذرا تصور شیخ کی تو خبریں کہئے جسے جناب شاہ صاحب مرحوم سب راہوں سے قریب تر راہ بتا رہے ہیں کیا ایمان تقویۃ الایمان پر ٹھیٹ بت پرستی تو نہیں یا یہ حضرات شریعت باطنہ اسمعیلی سے مستثنٰی ہیں۔

ثالثاً بھلا حضور اقدس دافع البلاء مانح العطا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دافع البلاء کہنا تو معاذ اللہ شرک ہوا اب جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی خبر لیجئے وہ اپنے قصیدہ نعتیہ اطیب النغم اور اس کے ترجمہ میں کیا بول بول رہے ہیں:

بنظر نمی آید مرا مگر آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ جائے دست اندوہگین است در ہر شدتے۔[2]

ہمیں نظر نہیں آتا مگر آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر مصیبت کے وقت غمخواری فرماتے ہیں۔(ت)

پھر کہا:

جائے پناہ گرفتن بندگان و گریزگاہ ایشاں در وقت خوف روز قیامت۔[3]

حضور قیامت کے دن خوفزدوں اور خوف سے بھاگنے والوں کی جائے پناہ ہیں(ت)

پھر کہا:

نافع ترین ایشانست مردماں را نزدیک ہجوم حوادث زماں۔[4]

زمانہ کے ہجوم کے وقت لوگوں کے لئے سب سے زیادہ نفع بخش ہیں۔(ت)

---

[1] صراط مستقیم مقدمۃ الکتاب المکتبۃ السلفیۃ لاہور ص ۷، ۸

[2] اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل اول تحت شعر و معتصم المکروب فی کل غمرۃ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲

[3] " " " " " " فصل دوم " بلاذ عباد اللہ ملجاء خوفہم " " " "

[4] " " " " " " فصل چہارم " واحسن خلق اللہ خلقا و خلقہ " " " ۶

پھر کہا ؛

اے بہترین خلقِ خدا و اے بہترین عطاکنندہ و اے بہترین کسیکہ امید او داشتہ شود برائے ازالہ مصیبتے۔[1]

اے خلقِ خدا میں بہترین، اے بہترین عطا والے اور اے بہترین شخصیت، اور مصیبت کے وقت امیدوار کی مصیبت کو ٹالنے والے۔ (ت)

پھر کہا ؛

تو پناہ دہندہ از ہجوم کردن مصیبتے۔[2]

آپ مصیبتوں کے ہجوم سے پناہ دینے والے ہیں۔ (ت)

اپنے دوسرے قصیدۂ نعتیہ ہمزیہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں ؛

آخر حالت مادح آنحضرت صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم را وقتیکہ احساس کند نارسائی خود را از حقیقت ثنا آنست کہ ندا کند خوار و زار شدہ باخلاص درمناجات و بہ پناہ گرفتن بایں طریق اے رسول خدا عطائے ترا میخواہم روزِ حشر (الٰی قولہ) توئی پناہ از ہر بلا بسوئے تست رو آوردن من و بہ تست پناہ گرفتن من و در تست امید داشتن من[3] اھ ملخصًا۔

حضور کی تعریف کرنے والا جب اپنی نارسائی کا احساس کرے تو حضور کو نہایت عاجزی اور اخلاص سے پکارے اور فریاد کرے اور حضور کی پناہ اس طرح چاہے کہ اے خدا کے رسول قیامت کے دن تیری عطا چاہتا ہوں تو ہی میری ہر بلا کی پناہ ہے جبھی تو میں تیری طرف رجوع کرتا ہُوں اور تجھ سے پناہ کا طلب گار ہُوں اور میری امیدیں تجھ سے ہی وابستہ ہیں اھ ملخصا۔ (ت)

یہی شاہ صاحب ہمعات میں زیر بیان نسبت اویسیہ لکھتے ہیں ؛

از ثمرات ایں نسبت رویت آں جماعت ست درمنام و فائدہا ایشاں یافتن و در مہالک و مضائق صورت آں جماعت پدید آمدن و

اس نسبت کے ثمرات یہ ہیں کہ اس جماعت (اویسیہ) کی زیارت خواب میں ہوجاتی ہے اور ہلاکت و تنگی کے اوقات میں وہ جماعت

---

[1] اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل یازدہم تحت شعر وصلی علیک اللہ یا خیر خلقہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۲

[2] " " " " " " وانت مجیری من ہجوم ملمۃ الخ " " " "

[3] " " " " فصل ششم " اشعار و آخر ما لمادح الخ " " " ص ۲۳، ۲۴

حل مشکلات وے باں صورت منسوب شدن[1] ظاہر ہو کر مشکلیں حل فرماتی ہے۔ (ت)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی ان کے شاگرد رشید اور مرزا صاحب موصوف کے مرید تذکرۃ الموتٰی میں ارواحِ اولیائے کرام قدس اسرارہم کی نسبت لکھتے ہیں:

ارواحِ ایشاں از زمین و آسمان و بہشت ہرجا کہ خواہند میروند و دوستاں و معتقداں را در دنیا و آخرت مددگاری میفرمایند و دشمناں را ہلاک می سازند[2]

ان کی ارواح زمین و آسمان اور بہشت سے ہر جگہ جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اپنے دوستوں اور معتقدوں کی دنیا اور آخرت میں مدد فرماتی ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں (ت)

اور دافع البلاء کس چیز کا نام ہے۔ مرزا صاحب کے ملفوظات میں ہے:

نسبتِ ما بجناب امیر المومنین علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ میرسد و فقیر را نیاز خاص بآنجناب ثابت ست در وقت عروض عارضۂ جسمانی توجہ بآنحضرت واقع می شود و سبب حصول شفا میگردد[3]

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے میری نسبت خاص وجہ سے ہے کہ فقیر کو آنجناب سے خاص نیاز حاصل ہے اور جس وقت کوئی عارضہ بیماری جسمانی پیش ہوتی ہے میں آنجناب کی طرف توجہ دیتا ہوں جو باعث شفا ہوجاتی ہے۔ (ت)

ذرا اس "نیاز خاص" پر بھی نظر رہے۔ یہی داعی سنتِ نبویہ فرماتے ہیں:

التفات غوث الثقلین بحال متوسلان طریقہ علیہ ایشاں بسیار معلوم شد باہیچکس از اہل ایں طریقہ ملاقات نشدہ کہ توجہ مبارک بآنحضرت بحالش مبذول نیست[4]

حضور غوث الثقلین اپنے تمام متوسلین کے حالات کی طرف توجہ رکھتے ہیں کوئی ان کا مرید ایسا نہیں کہ اس کی طرف آنجناب کی توجہ نہ ہو۔ (ت)

ذرا اس عبارت کے تیور دیکھئے اور لفظ مبارک "غوث الثقلین" بھی ملحوظ خاطر رہے

---

[1] ہمعات ہمعہ ۱۱ اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ الدہلوی حیدرآباد پاکستان ص ۵۹
[2] تذکرۃ الموتٰی مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۴۱
[3] کلمات طیبات ملفوظات مرزا مظہر جان جاناں مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸
[4] " " " " " " " " " ۸۳

اس کے یہی معنی ہیں تا کہ انس وجن سب کی فریاد کو پہنچنے والے۔

اور سنئے یہی نفس زکیہ فرماتے ہیں:

ہمچنیں عنایت حضرت خواجہ نقشبند بحال معتقدان خود مصروف است مغلاں در صحرا یا وقتِ خواب اسباب واسپانِ خود بحمایت حضرت خواجہ می سپارند وتائیدات از غیب ہمراہ ایشاں می شود[1]

ایسا ہی حضرت خواجہ نقشبند اپنے معتقدین کے حالات میں ہمیشہ مصروف رہتے ہیں چرواہے اور مسافر جنگل میں یا نیند کے وقت اپنے اسباب اور چوپائے گھوڑے وغیرہ حضور خواجہ نقشبند کے سپرد کر دیتے ہیں غیبی تائید ان کے ساتھ ہوتی ہے۔(ت)

اب تو شرک کا پانی سر سے اونچا ہوگیا، ایمان سے کہیو تمھارے ایمان پر کتنا بڑا بھاری شرک ہے جس پر مددِ غیبی نازل ہوتی اور یہ بات حضرت خواجہ قدس سرہ العزیز کے مدائح میں گنی جاتی ہے خدا کرے اس وقت کہیں تمھیں حدیث اعوذ بعظیم ھٰذا الوادی[2] (میں اس وادی کے حکمران کی پناہ چاہتا ہوں۔ ت) یا آیہ کریمہ کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن[3] (آدمیوں میں کچھ مرد جنوں کے کچھ مردوں کے پناہ لیتے تھے۔ ت) یاد آجائے، پھر جناب مرزا صاحب اور ان کے مداح جناب شاہ صاحب کا مزہ دیکھئے، آخر تمھارا امام بھوت پریت جن پری اور اولیاء شہداء سب کو ایک ہی درجہ میں مان رہا ہے، مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں اکابر اولیاء کا حال بعد انتقال لکھتے ہیں:

دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ واستغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد واویسیاں تحصیل مطلب کمالات باطنی ازانہا می نمایند وارباب

اولیاء اللہ بعد انتقال دنیا میں تصرف فرماتے ہیں اور ان کے استغراق کا کمال اور مدارج کے رفعت ان کو اس سمت توجہ دینے کی مانع نہیں ہے اویسی اپنے کمالات باطنی کا اظہار فرماتے

---

[1] کلماتِ طیبات ملفوظاتِ مرزا مظہر جانجاناں مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۳

[2] المعجم الکبیر حدیث ۴۱۶۶ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۴/ ۲۱۱

المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ ذکر خریم بن فاتک دار الفکر بیروت ۳/ ۶۲۱

[3] القرآن الکریم ۷۲/ ۶

حاجات ومطالب حلِ مشکلات خود ازانہا می طلبند و می یابند[1]

ہیں اور حاجت مند لوگ اپنی مشکلات کا حل اور حاجت روائی انھیں سے طلب کرتے ہیں اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔ (ت)

ذرا یہ "دنیا میں اولیاء کا تصرف بعد انتقال" ملحوظ رہے اور حلِ مشکل و دفع بلا میں کتنا فرق ہے (یا علی مشکلکشا مشکلکشا)۔

اور تحفہ اثنا عشریہ میں تو اس سے بھی بڑھ کر جانِ نجدیّت پر قیامت توڑ گئے، فرماتے ہیں:

حضرت امیر و ذریۂ طاہرہ او در تمام امت برمثال پیران و مرشدان می پرستند و امور تکوینیہ را بایشاں وابستہ میدانند و فاتحہ و درود و صدقات و نذر بنام ایشاں رائج و معمول گردیدہ چنانچہ جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است[2] (تحفہ مطبوعہ کلکتہ ۱۲۴۳ھ آخر ص ۳۹۶ و اول ۳۹۷)

حضرت امیر یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور ان کی اولاد طاہرہ کو تمام افرادِ امت پیروں مرشدوں کی طرح مانتے ہیں اور تکوینی امور کو ان حضرات کے ساتھ وابستہ جانتے ہیں اور فاتحہ اور درود وصدقات اور نذر و نیاز انکے نام ہمیشہ کرتے ہیں، چنانچہ تمام اولیاء اللہ کا یہی حال ہے۔ (ت)

کیوں صاحبو! یہ کتنے بڑے شرکہائے اکبر و اعظم ہیں کہ شاہ صاحب جن پر اجماعِ امت بتا رہے ہیں، اب تو عجب نہیں کہ روافض کی طرح امتِ مرحومہ کو معاذ اللہ امتِ ملعونہ لقب دیجئے بھلا دفع بلا بھی امورِ تکوینیہ میں ہے یا نہیں جو دامنِ پاک حضرت مولیٰ علی و اہلبیت کرام سے وابستہ ہے صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدھم و مولاھم و علیھم و بارك وسلم۔

طرفہ تر سُنئے، شاہ ولی اللہ صاحب کے انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ سے روشن کہ شاہ صاحب والامناقب اور ان کے بارہ۱۲ اساتذۂ علمِ حدیث و مشائخِ طریقت جن میں مولانا ابو طاہر مدنی اور اُن کے والد و استاذ و پیر مولانا ابراہیم کردی اور ان کے استاذ مولانا احمد قشاشی اور ان کے استاذ مولانا احمد شناوی اور شاہ صاحب کے استاذ الاستاذ مولانا احمد نخلی وغیرہم اکابر داخل ہیں کہ شاہ صاحب کے اکثر سلاسلِ حدیث انھیں علماء سے ہیں جو اہر خمسہ حضرت شاہ محمد غوث

---

[1] تفسیر فتح العزیز تحت آیۃ ۸۴/۱۸ مطبع مسلم بکڈپو لال کنواں دہلی پارہ عم ص ۲۰۶
[2] تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم در امامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴

گوالیاری علیہ الرحمۃ الباری وخاص دعائے سیفی کی اجازتیں لیتے اور اپنے مریدین ومعتقدین کو اجازت دیتے۔ اعمال جواہر خمسہ و دعائے سیفی کا زمانہ اقدس حضور دافع البلاء صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے بعد تصنیف ہونے سے بدعت' اور اس وجہ سے ان صاحبوں کا بدعتی ومروّج بدعت قرار پانا درکنار' اسی جواہر خمسہ کی سیفی میں وہ جوہر دار سیف خونخوار' جسے دیکھ کر دہابیت بیچاری اپنا جوہر کرنے کو تیار' وہ کیا کہ نادعلی کہ ایمان طائفہ پر شرک جلی۔ جواہر خمسہ میں ترکیب دعائے سیفی میں فرمایا:

نادعلی ہفت بار یا سہ بار یا یک بار بخواند و آں این ست نادعلیّا مظہر العجائب، تجدہ عونًا لك فی النوائب، کل ہمٍّ وغمٍّ سینجلی بولایتك یاعلیُّ یاعلیُّ یاعلیُّ[1]

نادعلی سات بار یا تین بار یا ایک بار پڑھنا چاہیے، اور وہ یہ ہے: علی (رضی اللہ عنہ) کو پکار جن کی ذات پاک مظہر عجائب ہے، جب تُو انھیں پکارے گا انھیں مصائب وافکار میں اپنا مددگار پائے گا ہر پریشانی وغم فوراً دور ہوجاتا ہے آپ کی مدد سے یاعلی یاعلی یاعلی۔ (ت)

یعنی پکار علی مرتضٰی (کرم اللہ وجہہ) کو کہ مظہر عجائب ہیں تو انھیں اپنا مددگار پائے گا مصیبتوں میں، سب پریشانی وغم اب دُور ہوتے جاتے ہیں حضور کی ولایت سے یاعلی یاعلی یاعلی۔

ذرا اب شرک طائفہ کا مول تول کیجئے، اس نفیس سند کی قدرے تفصیل درکار ہو تو فقیر کے رسائل "انہار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار"[ف۱] و "حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات"[ف۲] و "انوار الانتباہ فی حل نداء یارسول اللہ"[ف۳] ملاحظہ ہوں۔ ہے یہ کہ ان خاندانی اماموں نے طائفہ کی مٹی اور بھی خراب کی ہے وللہ الحمد۔

ف۱: رسالہ انہار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور جلد ہفتم میں صفحہ ۵۶۹ پر موجود ہے۔

ف۲: رسالہ حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور جلد نہم میں صفحہ ۶۷۵ پر موجود ہے۔

ف۳: رسالہ انوار الانتباہ فی حل نداء یارسول اللہ فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور جلد ۲۹ میں صفحہ ۵۴۹ پر موجود ہے۔

[1] جواہر خمسہ مترجم اردو مرزا محمد بیگ نقشبندی دارالاشاعت کراچی ص ۲۸۲ و ۴۵۳

کیوں صاحبو! یہ سب حضرات بھی ایمان طائفہ پر مشرک، بے ایمان، واجب العذاب، مستحیل الغفران تھے یا تقویۃ الایمان کی آیتیں حدیثیں امام الطائفہ کا کنبہ چھوڑ کر باقی علمائے اہلسنت ہی کو مشرک بدعتی بنانے کے لئے اتری ہیں۔ اللہ ایمان وحیا بخشے۔ آمین!

غرض ان حضرات کے مقابل شاید ایسے ہی گرم دودھوں سے کچھ کام چلے جنھیں نہ نگلتے بنے نہ اُگلتے۔ وللہ الحجۃ الساطعۃ۔

فائدہ زاہرہ

خیر، یہ تو اجمالاً ان حضرات کی خدمت گزاری تھی، اور بدعت کی بحث تو علمائے سنّت بہت کتب میں غایت قصوٰی تک پہنچا چکے ومن احسن من فصّلہ وحققہ خاتم المحققین سیدنا الوالد رضی اللہ عنہ المولی الماجد فی کتابہ الجلیل المفاد "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" (خاتم المحققین سیدنا والد ماجد رضی اللہ عنہ نے اپنی جلیل ومفید کتاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" میں اس کی تحسین وتفصیل وتحقیق کی ہے۔ت)

فقیر غفراللہ تعالٰی نے بھی اپنے رسالہ "اقامۃ القیامۃ علٰی طاعن القیام لنبی تہامہ" وغیرہا رسائل میں بقدر کافی نکات چیدہ گزارش کئے اور اپنے رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" وغیرہا میں خاندان مذکور کے بکثرت ایجادو احداث لکھے کہ اس نوتصنیفی کی صفرا شکنی کو بس ہیں اور حضور دافع البلاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وبا وبلا وقحط ومرض والم کو دفع فرمانے کے جزئیات ووقائع جو احادیث میں مروی اُن کے جمع کرنے کی ضرورت نہ حصر کی قدرت، اُن میں سے بہت سے بحمد اللہ تعالٰی کتب وخُطب علماء میں مسلمانوں کے کانوں تک پہنچ چکے اور اب جو چاہے کتب سیر وخصائص ومعجزات مطالعہ کرے۔

نکتہ جلیلہ کلیہ: مگر فقیر غفراللہ تعالٰی لہ ایک نکتہ جلیلہ کلیہ بغایت مفید القا کرے کہ ان شاء اللہ تعالٰی تمام شرکیات وہابیہ کی بیخ کنی میں کافی ووافی کام دے، مسلمانو! کچھ خبر بھی ہے ان حضرات کا لفظ دافع البلاء اور اس کے مثال کو شرک

ف: رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" فتاوی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور جلد پنجم صفحہ ۴۲۹ پر موجود ہے۔ رسالہ "اقامۃ القیامۃ" جلد ۲۶ ص ۴۹۵ پر موجود ہے۔

بتانے بلکہ یہ بات بات پر شرک پھیلانے سے اصل مدعا کیا ہے وہ ایک دائے باطنی و مرض خفی ہے کہ اکثر عوام بیچاروں کی نگاہ سے مخفی ہے ان نئے فلسفیوں پرانے فیلسوفوں کے نزدیک شرک امور عامہ سے ہے کہ عالم میں کوئی موجود اس سے خالی نہیں یہاں تک کہ معاذ اللہ حضرات علیہ انبیائے کرام و ملئکۂ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام تاآنکہ عیاذاً باللہ خود حضرت رب العزۃ وحضور پُرنور سلطان رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ، ولہذا امام الطائفہ نے جا بجا و بیجا مسائل جی سے گھڑے کہ یہ ناپاک چھینٹا وہاں تک بڑھے، جس کی بعض مثالیں مجموعہ فتاوی فقیر "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" کی جلد ششم "الباس قۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقہ" میں ملیں گی، ان کی تفصیل سے تطویل کی حاجت نہیں، یہ حضرات کہ اس امام کے مقلد ہیں اِنَّا عَلٰٓی اٰثَارِھِمْ مُّقْتَدُوْنَ[1] (ہم ان کی لکیر کے پیچھے ہیں۔ت) پڑھتے ہوئے اُسی ڈگر ہولئے، یہ حکم شرک بھی اُسی دبی آگ کا دُھواں دے رہا ہے، اجمال سے نہ سمجھو تو مجھ سے مفصل سنو۔

اقول وباللہ التوفیق، نسبت واسناد دو۲ قسم ہے:

حقیقی کہ مسند الیہ حقیقت سے متصف ہو۔

اور مجازی کہ کسی علاقہ سے غیر متصف کی طرف نسبت کردیں جیسے نہر کو جاری یا جالس سفینہ کو متحرک کہتے ہیں، حالانکہ حقیقۃً آب و کشتی جاری و متحرک ہیں۔

پھر حقیقی بھی دو۲ قسم ہے، ذاتی کہ خود اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو، اور عطائی کہ دُوسرے نے اُسے حقیقۃً متصف کردیا ہو خواہ وہ دوسرا خود بھی اس وصف سے متصف ہو جیسے واسطہ فی الثبوت میں، یا نہیں جیسے واسطہ فی الاثبات میں۔ ان سب صورتوں کی اسنادیں تمام محاورات عقلائے جہاں و اہل ہر مذہب وملت و خود قرآن وحدیث میں شائع و ذائع، مثلاً انسان عالم کو عالم کہتے ہیں، قرآن مجید میں جا بجا اولوا العلم وعلموا بنی اسرائیل اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت لفظ علیم وارد، یہ حقیقت عطائیہ ہے یعنی بعطائے الٰہی وہ حقیقۃً متصف بعلم ہیں اور مولٰی عزوجل نے اپنے نفس کریم کو علیم فرمایا یہ حقیقت ذاتیہ ہے کہ وہ بے کسی کی عطا کے اپنی ذات سے عالم ہے۔ سخت احمق وہ کہ کہ ان اطلاقات میں فرق نہ کرے۔ وہابیہ کے مسائل شرکیہ استعانت و امداد و علم غیب و

---

[1] القرآن الکریم ۴۳/ ۲۳

تصرفات و ندا و سماع فریاد وغیرہا ایسے فرق نہ کرنے پر مبنی ہیں۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اس بحث شریف میں ایک نفیس رسالہ کی طرح ڈالی ہے اس میں متعلق نزاعات وہابیہ صدہا اطلاقات کو آیات واحادیث سے ثابت اور احکام اسنادات کو مفصل بیان کرنے کا قصد ہے ان شاء اللہ تبارک وتعالٰی حضور پُرنور معطی البہار والسرور، دافع البلاء والشرور، شافع یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دافع البلاء کہنا بھی بمعنی حقیقی عطائی ہے مخالف متعسف کو یُوں توفیق تصدیق نہ ہو تو فقیر کا رسالہ "سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی" مطالعہ کرے کہ بعونہ تعالٰی تحقیق و توثیق کے باغ لہکتے نظر آئیں اور ایمان وایقان کے پھُول مہکتے، خیر یہاں اس بحث کی تکمیل کا وقت نہیں تنزیلاً یہی سہی کہ احد الامرین سے خالی نہیں نسبت حقیقی عطائی ہے یا از انجا کہ حضور سبب و وسیلہ وواسطۂ دفع البلاء ہیں لہٰذا نسبت مجازی، رہی حقیقی ذاتی حاشا کہ کسی مسلمان کے قلب میں کسی غیر خدا کی نسبت اُس کا خطرہ گزرے۔

امام علامہ سیدی تقی الملۃ والدین علی بن عبد الکافی سبکی قدس سرہ الملکی (جن کی امامت و جلالت محل خلاف وشبہت نہیں، یہاں تک کہ میاں نذیر حسین دہلوی اپنے ایک مُہری مصدق فتوٰی میں انھیں بالاتفاق امام مجتہد مانتے ہیں) کتاب مستطاب شفاء السقام شریف میں ارشاد فرماتے ہیں:

لیس المراد نسبۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی الخلق والاستقلال بالافعال ھذا لایقصدہ مسلم فصرف الکلام الیہ ومنعہ من باب التلبیس فی الدین والتشویش علی عوام الموحدین[1]

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مدد مانگنے کا یہ مطلب نہیں کہ حضور خالق وفاعل مستقل ہیں یہ تو کوئی مسلمان ارادہ نہیں کرتا، تو اس معنے پر کلام کو ڈھالنا اور حضور سے مدد مانگنے کو منع کرنا دین میں مغالطہ دینا اور عوام مسلمانوں کو پریشانی میں ڈالنا ہے۔

صدقت یا سیدی جزاك اللہ عن الاسلام والمسلمین خیرًا، اٰمین (اے میرے آقا! آپ نے سچ فرمایا ہے، اللہ تعالٰی آپ کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ ت)

فقیر کہتا ہے ایک دفع بلاو امداد وعطا ہی پر کیا موقوف مخلوق کی طرف اصل وجود ہی کی اسناد

---

[1] شفاء السقام الباب الثامن فی التوسل والاستغاثۃ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۷۵

بمعنی حقیقی ذاتی نہیں پھر عالم کو موجود کہنے میں وہابیہ بھی ہمارے شریک ہیں کیا ان کے نزدیک عالم بذاتہٖ موجود ہے یا جو سوفسطائیہ کی طرح عقیدہ حقائق الاشیاءِ ثابتۃٌ (اشیاء کی حقیقت ثابت ہے۔ت) سے منکر ہیں اور جب کچھ نہیں تو کیا ظلم ہے کہ جو محاورے صبح و شام خود بولتے رہیں مسلمانوں کے مشرک بنانے کو اُن کی طرف سے آنکھیں بند کرلیں، کیا مسلمان پر بدگمانی حرام قطعی نہیں، کیا اس کی مذمت پر آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ صحیحہ ناطق نہیں بلکہ انصاف کی آنکھ کھلی ہو تو اس ادعائے خبیث کا درجہ تو بدگمانی سے بھی گزرا ہوا ہے سُوئے ظن کے لئے اس گمان کی گنجائش تو چاہئے، مسلمان کے بارہ میں ایسے خیال کا احتمال ہی کیا ہے اس کا موحد ہونا ہی اس کی مراد پر گواہ کافی ہے کما لایخفٰی عند کل من لہ عقلٌ و دینٌ (جیسا کہ کسی صاحبِ عقل و دین پر پوشیدہ نہیں۔ت)

فتاوٰی خیریہ کتاب الایمان میں ہے:

سئل فی رجل حلف انہ لا یدخل ھٰذہ الدار الا ان یحکم علیہ الدھر فدخل ھل یحنث اجاب لا وھذا مجاز لصدورہ من الموحد واذا دخل فقد حکم ای قضٰی علیہ رب الدھر بدخولھا وھو مستثنی فلا حنث[1] اھ بتلخیص۔

ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ اس نے قسم کھائی ہے کہ جب تک مجھے دہر حکم نہیں دے گا میں اس گھر میں داخل نہیں ہوں گا، اور وہ داخل ہوگیا، کیا وہ قسم توڑنے والا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ تحریر ہے کہ حانث نہیں ہوا، یہ کلمہ مجازی ہے، موحد جو خدا کو ایک مانتا ہے اس سے شرک کا صدور ناممکن ہے۔ جب داخل ہوا تو رب الدہر یعنی خدا کے حکم سے داخل ہوا اس لئے وہ حانث نہیں ہوا اھ ملخصاً (ت)

تو ایسا ناپاک ادعا بدگمانی نہیں صریح افترا ہے، وہ بھی مسلمان پر، وہ بھی کفر کا، مگر قیامت تو نہ آئیگی، حساب تو نہ ہوگا، اُن خبائث کے دعووں سے سوال تو نہ کیا جائے گا، مسلمان کی طرف سے لا الٰہ الا اللہ جھگڑتا ہوا تو نہ آئے گا۔ ستمگر! جواب تیار رکھ اس سختی کے دن کا، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] (اور اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت)

---

[1] الفتاوی الخیریۃ کتاب الایمان دارالمعرفۃ بیروت ۱/۸۱

[2] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

بالجملہ اس احتمال کی تو یہاں راہ ہی نہیں بلکہ انھیں دو سے ایک مراد بالیقین یعنی اسناد غیر ذاتی کسی قسم کی ہو اب جو اسے شرک کہا جاتا ہے تو اس کی دو ہی صورتیں متصور بنظر مصداق[ع] نسبت یا بنفس حکایت۔

اول یہ کہ غیر خدا کے لئے ایسا اتصاف ماننا ہی مطلقاً شرک اگرچہ مجازی ہو، جس کا حاصل اس مسئلہ میں یہ کہ حضور دافع البلاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دفعِ بلا کے سبب و وسیلہ و واسطہ بھی نہیں کہ مصداق نسبت کسی طرح متحقق جو غیر خدا کو ایسے امور میں سبب ہی مانے وہ بھی مشرک۔

دوم یہ کہ ایسی نسبت و حکایت خاص بذاتہ احدیت جل وعلا ہے غیر کے لئے مطلقاً شرک اگرچہ اسناد غیر ذاتی مانے، آدمی اگر عقل و ہوش سے کچھ بھی بہرہ رکھتا ہو تو غیر ذاتی کا لفظ آتے ہی شرک کا خاتمہ ہوگیا کہ جب بعطائے الٰہی مانا تو شرک کے کیا معنے برخلاف اس طاغی سرکش کے جو عقل کی آنکھ پر مکابرہ کی پٹی باندھ کر صاف کہتا ہے پھر خواہ یُوں سمجھے کہ یہ بات اُن کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے[۱] کسی سفیہ مجنوں سے

ع فرق یہ کہ اول میں حکم منع حکایت بنظر بطلان و عدم مطابقت ہوگا یعنی واقعہ میں موضوع ایسے صفت سے متصف ہی نہیں جو اس حکایت کا مصحح ہو، اور دوم میں حکایت خود ہی محذور ہوگی اگر صادق ہو کہ صدق وصحت اطلاق الزام نہیں،

الاترٰی انا نؤمن بانّ محمدًا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعزّ عزیز و اجلّ جلیل من خلق اللہ عزوجل ولکن لا یقال محمد عزوجل بل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مخلوقِ الٰہی میں ہر عزیز سے بڑھ کر عزیز اور ہر جلالت والے سے بڑھ کر جلیل ہیں مگر محمد عزوجل نہیں کہا جاتا بلکہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہا جاتا ہے۔ (ت)

تو درجہ اول میں ہمیں یہ بیان کرنا ہے کہ اسناد غیر ذاتی کا مطلقاً متحقق، اور دوم میں یہ کہ یہ اطلاق یقیناً جائز۔ پُر ظاہر کہ دلائل وجہ دوم سب دلائل وجہ اول بھی ہیں کہ حکایات الٰہیہ و نبویہ قطعاً صادق۔ لہذا ہم انھیں جانب کثرت بقلت توجہ کریں گے نصوص وجہ ثانی بکثرت لائیں گے وباللہ التوفیق ۱۲ منہ دامت فیوضہ۔

---

[۱] تقویۃ الایمان پہلا باب مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۷

کیا کہا جائے گا کہ صفتِ الٰہی بعطائے الٰہی نہیں تو جو بعطائے الٰہی ہے صفتِ الٰہی نہیں، تو اس کا اثبات اصلاً کسی صفتِ الٰہی کا اثبات بھی نہ ہوا نہ کہ خاص صفت ملزومۂ الوہیت کا کہ شرک ثابت ہو بلکہ یہ تو بالبداہۃ صفت ملزومۂ عبدیت ہوئی کہ بعطائے غیر کسی صفت کا حصول تو بندہ ہی کے لئے معقول تو اس کا اثبات صراحۃً عبدیت کا اثبات ہوا نہ کہ معاذاللہ الوہیت کا، ایک یہی حرف تمام شرکیاتِ وہابیہ کو کیفر چشانی کے لئے بس ہے، مگر مجھے تو یہاں وہ بات ثابت کرنی ہے جس پر میں نے یہ تمہید اٹھائی ہے یعنی ان صاحبوں کا حکمِ شرک اللہ و رسول تک متعدی ہونا ہاں اس کا ثبوت لیجئے ابھی بیان کر چکا ہوں کہ اس حکمِ ناپاک کے لئے دو ہی وجہیں متصور، ان میں سے جو وجہ لیجئے ہر طرح یہ حکم معاذاللہ اللہ و رسول تک منجر، جل جلالہ وصلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔

باب اوّل

وجہ اول پر نصوص سُنئے اس میں چھ آیتیں اور ساٹھ حدیثیں، جملہ چھیاسٹھ ۶۶ نص ہیں۔

فصل اوّل آیات کریمہ میں

آیت ۱: قال اللہ عزوجل:

وماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم[1]

اللہ ان کافروں پر عذاب نہ فرمائے گا جب تک اے محبوب! تو ان میں تشریف فرما ہے۔

سبحان اللہ! ہمارے حضور دافع البلاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کفار پر سے بھی سبب دفع بلا ہیں پھر مسلمانوں پر تو خاص رؤف و رحیم ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

آیت ۲:

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین[2]

ہم نے نہ بھیجا تمھیں مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

پُرظاہر کہ رحمت سبب دفع بلا و زحمت (خوب ظاہر ہے کہ رحمت سبب ہے مصیبت و زحمت کی دوری کا۔ت)

آیت ۳:

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما[3]

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے بخشش چاہیں اور معافی مانگیں اُن کے لئے رسول، تو بیشک اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

آیۂ کریمہ صاف ارشاد فرماتی ہے کہ حضور پُرنور عفوّ غفور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی

---

[1] القرآن الکریم ۸/ ۳۳

[2] " ۲۱/ ۱۰۷

[3] " ۴/ ۶۴

بارگاہ میں حاضری سببِ قبولِ توبہ و دفعِ بلائے عذاب ہے بلکہ آیت بیمار دلوں پر اور بھی بلا و عذاب کہ رب العزت قادر تھا یونہی گناہ بخش دے مگر ارشاد ہوتا ہے کہ توبہ قبول ہونا چاہو تو ہمارے پیارے کی سرکار میں حاضر ہو صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم والحمد للہ رب العالمین۔

آیت ۴:

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع[1]

اگر اللہ تعالٰی آدمیوں کو آدمیوں سے دفع نہ فرمائے تو ہر ملت و مذہب کی عبادت گاہ ڈھادی جائے۔

معلوم ہوا کہ مجاہدین آلہ و واسطہ دفعِ بلا ہیں۔

آیت ۵:

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض ولکن اللہ ذو فضل علی العٰلمین[2]

اگر نہ ہوتا دفع کرنا اللہ عزوجل کا لوگوں کو ایک دوسرے سے تو بیشک تباہ ہوجاتی زمین مگر اللہ فضل والا ہے سارے جہان پر۔

ائمہ مفسرین فرماتے ہیں: اللہ تعالٰی مسلمانوں کے سبب کافروں اور نیکوں کے باعث بدوں سے بلا دفع کرتا ہے۔

آیت ۶:

ولولا رجال مؤمنون ونساء مؤمنٰت لم تعلموھم ان تطؤھم فتصیبکم منھم معرۃ بغیر علم لیدخل اللہ فی رحمتہ من یشاء لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منھم عذابا الیما[3]

اور اگر نہ ہوتے ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں جن کی تمھیں خبر نہیں کہیں تم انھیں روند ڈالو تو اُن سے تمھیں انجانی میں مشقت پہنچے تاکہ اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں لے لے، وہ اگر الگ ہو جاتے تو ہم ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب دیتے۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۰
[2] " ۲/ ۲۵۱
[3] " ۴۸/ ۲۵

یہ فتح مکہ سے پہلے کا ذکر ہے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عمرے کے لئے مکہ معظمہ تشریف لائے ہیں اور کافروں نے مقام حدیبیہ میں روکا شہر میں نہ جانے دیا صلح پر فیصلہ ہوا ظاہر کی نظر میں اسلام کے لئے ایک دبتی ہوئی بات تھی اور حقیقت میں ایک بڑی فتح نمایاں تھی جسے اللہ عزوجل نے انا فتحنا لك فتحا مبینا[1] (بیشک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی۔ت) فرمایا اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کی تسکین کو یہ آیت نازل فرمائی کہ اس سال تمہیں داخل مکہ نہ ہونے دینے میں کئی حکمتیں تھیں مکہ معظمہ میں بہت مرد و عورت مغلوبی کے سبب خفیہ مسلمان ہیں جن کی تمہیں خبر نہیں تم قہراً جاتے تو وہ بھی تیغ و بند کے روندنے میں آجاتے اور اُن کے سوا ابھی وہ لوگ ہیں جو ہنوز کافر ہیں اور عنقریب اللہ تعالٰی انھیں اپنی رحمت میں لے گا اسلام دے گا اُن کا قتل منظور نہیں ان وجوہ سے کفار مکہ پر سے عذاب قتل و قہر موقوف رکھا گیا یہ سب لوگ الگ ہوجاتے تو ہم ان کافروں پر عذاب فرماتے۔ کیسا صریح روشن نص ہے کہ اہل اسلام کے سبب کافروں پر سے بھی بلا دفع ہوتی ہے وللہ الحمد۔

فصل دوم احادیث عظیمہ میں

حدیث ۱: کہ رب العزت جل وعلا فرماتا ہے:

انی لاھم باھل الارض عذابا فاذا نظرت الی عمار بیوتی والمتحابین فیّ والمستغفرین بالاسحار صرفت عنھم۔ البیھقی فی الشعب عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان اللہ تعالٰی یقول الحدیث[2]

میں زمین والوں پر عذاب اتارنا چاہتا ہوں جب میرے گھر آباد کرنے والے اور میرے لئے باہم محبت رکھنے والے اور پچھلی رات کو استغفار کرنے والے دیکھتا ہوں اپنا غضب ان سے پھیر دیتا ہوں۔ (بیہقی نے شعب الایمان میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انہوں نے حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کہ فرمایا اللہ تعالٰی یہ حدیث بیان فرماتا ہے۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۱

[2] شعب الایمان حدیث ۹۰۵۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۵۰۰
کنز العمال ؍؍ ۲۰۳۴۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/ ۵۷۹

حدیث ۲: کہ حضور دافع البلا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لولا عباد للہ رکع وصبیۃ رضع وبھائم رتع تصب علیکم العذاب صبا ثم رض رضا۔ الطبرانی[1] فی الکبیر والبیہقی فی السنن عن مسافع الدیلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اگر نہ ہوتے اللہ تعالٰی کے نمازی بندے اور دودھ پیتے بچے اور گھاس چرتے چوپائے تو بیشک عذاب تم پر سختی ڈالا جاتا پھر مضبوط و محکم کردیا جاتا (طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے سنن میں مسافع الدیلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ تعالٰی لیدفع بالمسلم الصالح عن مائۃ اھل بیت من جیرانہ البلاء۔

بیشک اللہ عزوجل نیک مسلمان کے سبب اُس کے ہمسائے میں سَو گھروں سے بلا دفع فرماتا ہے۔

ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے یہ حدیث روایت فرماکر آیہ کریمہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض تلاوت کی۔

رواہ عنہ الطبرانی فی الکبیر[2] وعبداللہ بن احمد ثم البغوی فی المعالم۔

طبرانی نے کبیر میں ابن عمر سے اور عبداللہ بن احمد پھر بغوی نے معالم میں اس کو روایت کیا۔ (ت)

حدیث ۴: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من استغفر للمؤمنین والمؤمنات کل یوم سبعا وعشرین مرۃ کان من الذین یستجاب

جو ہر روز ستائیس ۲۷ بار سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کے لئے استغفار کرے وہ ان لوگوں میں ہو جن کی دُعا قبول ہوتی ہے

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب صلوٰۃ الاستسقاء باب استحباب الخروج الخ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ دکن ۳/ ۳۴۵
المعجم الکبیر حدیث ۷۸۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۲/ ۳۰۹

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲/ ۲۵۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۷۷
الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی الترہیب من اذی الجار حدیث ۳۹ مصطفی البابی مصر ۳/ ۳۶۳
الدرالمنثور تحت الآیۃ ۲/ ۲۵۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۷۲۶

لھم ویرزق بھم اھل الارض۔ الطبرانی فی الکبیر[1] عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند جید۔

اور ان کی برکت سے تمام اہلِ زمین کو رزق ملتا ہے (طبرانی نے کبیر میں ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سند جید کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

حدیث ۵ : فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

ھل تنصرون وترزقون الا بضعفائکم۔ البخاری[2] عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کیا تمہیں مدد و رزق کسی اور کے سبب بھی ملتا ہے سوائے اپنے ضعیفوں کے۔ (بخاری نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۶ : کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

ان اللہ ینصر القوم باضعفھم۔ الحارث فی مسندہ[3] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

بیشک اللہ تعالٰی قوم کی مدد فرماتا ہے اُن کے ضعیف تر کے سبب۔ حارث نے اپنی مسند میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۷ : زمانۂ اقدس میں دو بھائی تھے، ایک کسب کرتے، دوسرے خدمت والائے حضور دافع البلاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوتے۔ کمانے والے ان کے شاکی ہوئے، فرمایا :

لعلک ترزق بہ۔ الترمذی[4] وصححہ والحاکم عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کیا عجب کہ تجھے اس کی برکت سے رزق ملے۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی، اور حاکم نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] کنز العمال حدیث ۲۰۶۸ موسستہ الرسالہ بیروت ۱/۳۷۶

[2] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب من استعان بالضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۰۵

[3] کنز العمال حدیث ۱۰۸۸۲ موسستہ الرسالہ بیروت ۴/۳۵۷
الجامع الصغیر 〃 ۵۱۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۳۷

[4] سنن الترمذی کتاب الزہد حدیث ۲۳۵۲ دار الفکر بیروت ۴/۱۵۴
المستدرک للحاکم کتاب العلم خطبتہ صلے اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع 〃 〃 ۱/۹۴

حدیث ۸ : فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

الابدال فی امتی ثلثون بھم تقوم الارض وبھم تمطرون وبھم تنصرون۔ الطبرانی[1] فی الکبیر عن عبادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسندٍ صحیحٍ۔

ابدال میری امت میں تیس ۳۰ ہیں انھیں سے زمین قائم ہے انھیں کے سبب تم پر مینہ اُترتا ہے انھیں کے باعث تمھیں مدد ملتی ہے (طبرانی نے کبیر میں عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ صحیح روایت کیا۔ت)

حدیث ۹ : فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

ابدال شام میں ہیں اور وہ چالیس ۴۰ ہیں جب ایک مرتا ہے اللہ تعالٰی اس کے بدلے دوسرا قائم کرتا ہے۔

یُسقٰی بھم الغیث وینتصر بھم علی الاعداء ویصرف عن اھل الشام بھم العذاب۔ احمد[2] عن علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ بسندٍ حسنٍ۔

انھیں کے سبب مینہ دیا جاتا ہے، انھیں سے دشمنوں پر مدد ملتی ہے، انھیں کے باعث شام والوں سے عذاب پھیرا جاتا ہے (امام احمد نے حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے بسندِ حسن روایت کیا۔ت)

دُوسری روایت یوں ہے :

یُصرف عن اھل الارض البلاء والغرق۔ ابن عساکر[3] رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

انھیں کے سبب اہلِ زمین سے بلاء اور غرق دفع ہوتا ہے (ابن عساکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۰ : فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

---

[1] کنز العمال بحوالہ عبادۃ بن الصامت حدیث ۳۴۵۹۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۱۸۶
مجمع الزوائد باب ماجاء فی الابدال الخ دار الکتاب بیروت ۱۰/ ۶۳
الجامع الصغیر بحوالہ الطبرانی عن عبادۃ بن الصامت حدیث ۳۰۳۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۸۲
[2] مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۱۲
[3] تاریخ دمشق الکبیر باب ماجاء ان بالشام یکون الابدال داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۱۳

ابدال شام میں ہیں،

بھم ینصرون وبھم یرزقون۔ الطبرانی فی الکبیر[1] عن عوف بن مالك وفی الاوسط عن علی[2] المرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہما کلاھما بسند حسن۔

وہ انھیں کی برکت سے مدد پاتے ہیں اور انھیں کی وسیلہ سے رزق۔ (طبرانی نے کبیر میں عوف بن مالک سے اور اوسط میں علی المرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے دونوں میں بسندِ حسن روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۱: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لن تخلوا الارض من اربعین رجلا مثل ابراھیم خلیل الرحمٰن فبھم تسقون وبھم تنصرون۔ الطبرانی فی الاوسط[2] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسندٍ حسنٍ۔

زمین ہرگز خالی نہ ہوگی چالیس اولیاء سے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرتو پر ہوں گے، انھیں کے سبب تمھیں مینہ ملے گا اور انھیں کے سبب مدد پاؤ گے (طبرانی نے اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۲: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لن یخلو الارض من ثلثین مثل ابراھیم بھم تغاثون وبھم ترزقون وبھم تمطرون۔ ابن حبان فی تاریخہ[3] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والثناء سے خُو بُو میں مشابہت رکھنے والے تیس۳۰ شخص زمین پر ضرور رہیں گے، انھیں کی بدولت تمھاری فریاد سُنی جائے گی اور انھیں کے سبب رزق پاؤ گے اور انھیں کی برکت سے مینہ دئے جاؤ گے (ابن حبان نے اپنی تاریخ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] المعجم الکبیر عن عوف بن مالک حدیث ۱۲۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۸/۶۵
[2] المعجم الاوسط حدیث ۴۱۱۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۵/۶۵
کنز العمال 〃 ۳۴۶۰۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۱۸۸
[3] کنز العمال بحوالہ حب فی تاریخہ عن ابی ہریرۃ حدیث ۳۴۶۰۲ 〃 〃 〃 ۱۲/۱۸۷

حدیث ۱۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لایزال اربعون رجلاً من امتی قلوبھم علٰی قلب ابراھیم یدفع اللہ بھم عن اھل الارض یقال لھم الابدال[1] ابونعیم فی الحلیۃ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میری امت میں چالیس مرد ہمیشہ رہیں گے کہ اُن کے دل ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل پر ہوں گے اللہ تعالٰی اُن کے سبب زمین والوں سے بلا دفع کرے گا ان کا لقب ابدال ہوگا (ابونعیم نے حلیہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لایزال اربعون رجلا یحفظ اللہ بھم الارض کلما مات رجل ابدل اللہ مکانہ اٰخر وھم فی الارض کلھا۔ الخلال[2] عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

چالیس مرد قیامت تک ہوا کریں گے جن سے اللہ تعالٰی زمین کی حفاظت لے گا جب اُن میں کا ایک انتقال کرے گا اللہ تعالٰی اسکے بدلے دوسرا قائم فرمائیگا، اور وہ ساری زمین میں ہیں۔ (خلال نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

بیشک اللہ تعالٰی کے لئے خلق میں تین سو اولیاء ہیں کہ ان کے دل قلبِ آدم پر ہیں، اور چالیس کے دل قلبِ موسٰی، اور سات کے قلب ابراہیم اور پانچ کے قلب جبریل، اور تین کے قلب میکائیل، اور ایک کا دل قلبِ اسرافیل پر ہے علیہم الصلوٰۃ والتسلیم۔ جب وہ ایک مرتا ہے تین میں سے کوئی اس کا قائم مقام ہوتا ہے، اور جب اُن میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو پانچ میں سے اس کا بدل کیا جاتا ہے اور پانچ والے کا عوض سات اور سات کا چالیس اور چالیس کا تین سو اور تین سو کا عام مسلمین سے،

---

[1] حلیۃ الاولیاء ترجمہ زید بن وہب ۲۶۳ دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۱۷۳
کنز العمال بحوالہ طب عن ابن مسعود حدیث ۳۴۶۱۲ موسسۃ الرسالہ " ۱۲/ ۱۹۰
[2] " " الخلال عن ابن عمر " ۳۴۶۱۴ " " " " ۱۲/ ۱۹۱

فیھم یحیی ویمیت ویمطر وینبت ویدفع البلاء۔ ابونعیم فی الحلیۃ[1] وابن عساکر عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

انھیں تین سو چھپن اولیاء کے ذریعہ سے خلق کی حیات موت، مینہ کا برسنا، نباتات کا اُگنا، بلاؤں کا دفع ہونا ہُوا کرتا ہے (ابونعیم نے حلیہ میں اور ابن عساکر نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قرء القراٰن ثلثۃ (فذکر الحدیث الی ان قال) ورجل قرأ القراٰن فوضع دواء القراٰن علٰی داء قلبہ فاسھر بہ لیلہ واظمأ بہ نھارہ وقاموا فی مساجدھم واجبوا بہ تحت برانسھم فھؤلاء یدفع اللہ بھم البلاء ویزیل من الاعداء وینزّل غیث السماء فواللہ ھؤلاء من قُرّاء القراٰن اعز من الکبریت الاحمر۔ ابن حبان[2] فی الضعفاء وابو نصر السجزی فی الابانۃ والدیلمی عن بریدۃ رضی اللہ

تین قسم کے آدمیوں نے قرآن پڑھا (دو قسمیں دنیا طلب و قاری بے عمل بیان کرکے فرمایا) ایک وہ شخص جس نے قرآن عظیم پڑھا اور دوا کو اپنے دل کی بیماری کا علاج بنایا تو اس نے اپنی رات جاگ کر اور اپنا دن پیاس یعنی روزے میں کاٹا اور اپنی مسجدوں میں قرآن کے ساتھ نماز میں قیام کیا اور اپنی زاہدانہ ٹوپیاں پہنے نرم آواز سے اس کے پڑھنے میں روئے، تو یہ لوگ وہ ہیں جن کے طفیل میں اللہ تعالٰی بلا کو دفع فرماتا اور دشمنوں سے مال و دولت وغنیمت دلاتا اور آسمان سے مینہ برساتا ہے خدا کی قسم قاریانِ قرآن میں ایسے لوگ گوگردِ سُرخ سے بھی کمیاب تر ہیں۔ (ابن حبان نے الضعفاء میں اور ابونصر سجزی نے ابانہ میں اور دیلمی نے حضرت بریدہ رضی اللہ

---

[1] حلیۃ الاولیاء — مقدمۃ الکتاب — دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۹
تاریخ دمشق الکبیر — باب ما جاء ان بالشام یکون الخ — دار احیاء التراث العربی ۱/ ۲۲۳

[2] شعب الایمان — حدیث ۲۶۲۱ — دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۵۳۱ و ۵۳۲
کنز العمال بحوالہ حب فی الضعفاء وابی نصر السجزی الخ حدیث ۲۸۸۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۶۲۳

تعالیٰ عنہ و رواہ البیھقی فی الشعب عن الحسن البصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

تعالیٰ عنہ سے اور بیہقی نے شعب میں حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

حدیث ۱۷: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

النجوم اَمَنَۃ للسماء فاذا ذھبت النجوم اتی السماء ماتُوعَدُ، وانا اَمنۃ لاصحابی فاذا ذھبت اتی اصحابی مایوعدون، واصحابی اَمَنۃ لِاُمّتی فاذا ذھب اصحابی اَتٰی امتی مایُوعدون۔

ستارے امان ہیں آسمان کے لئے، جب ستارے جاتے رہیں گے آسمان پر وُہ آئے گا جس کا اس سے وعدہ ہے یعنی شق ہونا فنا ہوجانا۔ اور میں امان ہوں اپنے اصحاب کے لئے جب میں تشریف لے جاؤں گا میرے اصحاب پر وہ آئے گا جس کا اُن سے وعدہ ہے یعنی مشاجرات۔ اور میرے صحابہ امان ہیں میری اُمت کے لئے، جب میرے صحابہ نہ رہیں گے میری امت پر وہ آئیگا جس کا اُن سے وعدہ ہے یعنی ظہورِ کذب و مذاہبِ فاسدہ و تسلطِ کفار۔

صدق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے۔ (ت)

احمد و مسلم[1] عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

امام احمد و مسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

حدیث ۱۸ و ۱۹: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

النجوم امانٌ لاھل السماء واھل بیتی امانٌ لامتی[2]۔

ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کے لئے پناہ۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب بیان ان بقاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم امان لاصحابہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۰۸
مسند احمد بن حنبل عن ابی موسی الاشعری المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۳۹۹

[2] الصواعق المحرقۃ باب الامان ببقائہم دار الکتب العلمیۃ " ص ۳۵۱

اقول اگر اہلبیت کرام میں تعمیم ہو جیسا کہ ظاہر حدیث ہے تو غالباً یہاں ہلاک مطلق و ارتفاع قرآن عظیم و ہدم کعبہ معظمہ و ویرانیِ مدینہ طیبہ سے پناہ مراد ہو کہ جب تک اہل بیت اطہار رہیں گے یہ جانگزا بلائیں پیش نہ آئیں گی۔ واللہ ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اور برتقدیر خصوص ظہور طوائف ضالہ مراد ہو،

کما فی روایۃ ابو یعلٰی فی مسندہ عن سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن والحاکم فی المستدرک وصححہ وتعقب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ولفظہ النجوم امان لاھل الارض من الغرق واھل بیتی امان لامتی من الاختلاف[1] الحدیث۔

جیسا کہ مسند ابو یعلٰی کی روایت میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن ہے۔ اور حاکم نے مستدرک میں اسے روایت کیا اور اسکی تصحیح کی اور ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی پیروی کی' ان کے الفاظ یہ ہیں، ستارے زمین والوں کے لئے غرق ہونے سے امان ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کے لئے اختلاف سے امان ہیں، الحدیث۔ (ت)

حدیث ۲۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اھل بیتی امان لامتی فاذا ذھب اھل بیتی اتاھم ما یوعدون۔ الحاکم[2] وتعقب عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

میرے اہلبیت میری اُمت کے لئے امان ہیں جب اہل بیت نہ رہیں گے امت پر وہ آئیگا جو اُن سے وعدہ ہے (حاکم نے روایت کی اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کی پیروی کی۔ ت)

حدیث ۲۱: عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کہ انھوں نے فرمایا:

کان من دلالات حمل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کل دابۃ کانت لقریش نطقت تلک

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حمل مبارک کی نشانیوں سے تھا کہ قریش کے جتنے چوپائے تھے سب نے اُس رات کلام کیا اور کہا ربِّ کعبہ کی

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ اہل بیتی امان لامتی دارالفکر بیروت ۳/۱۴۹

[2] " " "

اللیلۃ وقالت حُمِل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورب الکعبۃ وھو امان الدنیا وسراج اھلھا۔[1]

قسم! رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حمل میں تشریف فرما ہوئے وہ تمام دنیا کی پناہ اور اہلِ عالم کے سورج ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔

حدیث ۲۲ و ۲۳: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم،

اُطلبوا الحوائج الٰی ذوی الرحمۃ من امتی ترزقوا وفی لفظ اُطلبوا الفضل عند الرحماء من اُمتی تعیشوا فی اکنافھم فانّ فیھم رحمتی وفی لفظ اطلبوا الفضل من الرحماء وفی روایۃ اُخرٰی اطلبوا المعروف من رحماء امتی تعیشوا فی اکنافھم۔ العقیلی[2] والطبرانی فی الاوسط باللفظ الاول وابن حبان والخراطی والقضاعی[3] وابو الحسن الموصلی والحاکم فی التاریخ بالثانی والعقیلی بالثالث کلھم عن سعید[ن] الخدری والاخری للحاکم فی المستدرک[4] عن علی[ن] المرتضی رضی اللہ

میرے رحم دل امتیوں سے حاجتیں مانگو رزق پاؤ گے۔ اور ایک روایت میں ہے ان سے فضل طلب کرو ان کے دامن میں آرام سے رہو گے کہ ان میں میری رحمت ہے۔ اور ایک اور روایت میں ہے میرے رحمدل امتیوں سے بھلائی چاہو ان کی پناہ میں چین سے رہو گے۔ عقیلی اور طبرانی نے اوسط میں بلفظ اول اور ابن حبان، خراطی، قضاعی، ابوالحسن موصلی اور حاکم نے تاریخ میں بلفظ دوم جبکہ عقیلی نے بلفظ سوم روایت کیا ہے۔ ان سب نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا ہے اور مستدرک حاکم میں دوسری روایت میں بروایت علی رضی اللہ تعالٰے

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی نعیم عن ابن عباس باب ما ظہر فی لیلۃ مولدہ الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۴۷

[2] کنز العمال بحوالہ عق، طس عن ابی سعید حدیث ۱۶۸۰۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۵۱۸

الجامع الصغیر " " " " " ۱۱۰۶ دار الکتب العلمیہ " ۱/ ۷۲

[3] " " بحوالہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق " ۱۱۱۴ " " " ۱/ ۷۲

کنز العمال بحوالہ " " " " ۱۶۸۰۹ موسسۃ الرسالہ " ۶/ ۵۱۹

[4] المستدرک للحاکم کتاب الرقاق اہل المعروف فی الدنیا الخ دار الفکر " ۴/ ۳۲۱

کنز العمال حدیث ۱۶۸۰۷ موسسۃ الرسالہ " ۶/ ۵۱۹

تعالٰی عنہما۔ | عنہ ہے۔(ت)

حدیث ۲۴ تا ۳۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اُطلبوا الخیر والحوائج من حسان الوجوہ[1] | بھلائی اور اپنی حاجتیں خوشرُویوں سے مانگو۔

گر کہ معنی بود و صورت خوب را

کہ یہ خوش رُو حضرات اولیائے کرام ہیں کہ حُسنِ ازلی جن سے محبت فرماتا ہے،

من کثرت صلٰوتہ باللیل حسن وجہہ بالنہار[2] | (جو رات کو کثرت سے نماز پڑھتا ہے اللہ تعالٰی اس کے چہرے کو دن کی روشنی جیسا حُسن عطا کردیتا ہے۔ت)

اور جود کامل وسخائے شامل بھی انھیں کا حصہ کہ وقتِ عطا شگفتہ رُوئی جس کا ادنی ثمرہ۔

الطبرانی فی الکبیر عن ابن عباس بھذا اللفظ والعقیلی والخطیب و تمام الرازی فی فوائدہ والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی شعب الایمان عنہ، وابن ابی الدنیا فی قضاء الحوائج والعقیلی والدارقطنی فی الافراد والطبرانی فی الاوسط وتمام والخطیب فی رواۃ مالك عن ابی ھریرۃ، وابن عساکر و الخطیب فی تاریخہما عن انس بن مالك، والطبرانی فی الاوسط والعقیلی والخرائطی فی اعتلال القلوب وتمام وابوسھل وعبدالصمد بن

طبرانی نے کبیر میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ان ہی لفظوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ عقیلی، خطیب، تمام رازی اپنی فوائد میں، طبرانی کبیر میں اور بیہقی شعب الایمان میں ان ہی سے راوی ہیں۔ ابن ابی الدنیا نے قضاء الحوائج میں، عقیلی و دارقطنی نے افراد میں، طبرانی نے اوسط میں، تمام اور خطیب نے بواسطہ مالک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ابن عساکر اور خطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ طبرانی نے اوسط میں، عقیلی وخرائطی نے اعتلال القلوب میں، تمام و ابوسہل اور عبدالصمد بن

---

[1] المعجم الکبیر عن ابن عباس حدیث ۱۱۱۱۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۸۱
[2] کنز العمال حدیث ۲۱۳۹۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۷/ ۷۸۳

عبد الرحمٰن البزار فی جُزئہ وصاحب المھرانیات فیھا عن جابر بن عبد اللہ، وعبد بن حُمَید فی مسندہ وابن حبان فی الضعفاء وابن عدی فی الکامل و السلفی فی الطیوریات عن ابن عمر، وابن النجار فی تاریخہ عن امیر المؤمنین علی، والطبرانی فی الکبیر عن ابی خُصَیفۃ وتمام عن ابی بکرۃ، والبخاری فی التاریخ و ابن ابی الدنیا فی قضاء الحوائج، و ابو یعلٰی فی مسندہ، والطبرانی فی الکبیر والعُقَیلی والبیہقی فی شعب الایمان وابن عساکر عن ام المؤمنین الصدیقۃ کلھم بلفظ اطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ[1]، کما

عبد الرحمٰن بزار نے اس کو اپنی جزء میں اور صاحب مہرانیات نے مہرانیات میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ جبکہ عبد بن حمید نے اپنی مسند میں، ابن حبان نے ضعفاء میں، ابن عدی نے کامل میں اور سلفی نے طیوریات میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ابن نجار نے اپنی تاریخ میں امیر المومنین علی کرتضٰی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ طبرانی نے کبیر میں ابو خصیفہ سے اور تمام نے ابو بکرہ سے روایت کیا۔ بخاری نے تاریخ میں، ابن ابی الدنیا نے قضاء الحوائج میں، ابو یعلٰی نے اپنی مسند میں، طبرانی نے کبیر میں، عقیلی و بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ ان سب نے ان الفاظ ذکر کیا ہے کہ "خوشرویوں سے بھلائی طلب کرو" جیسا کہ

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب الصبر والشکر بیان حقیقۃ النعمۃ واقسامہا دار الفکر بیروت ۹/ ۹۱
کشف الخفاء تحت الحدیث ۳۹۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۲۲ و ۱۲۳
تاریخ بغداد ذکر مثانی الاسماء دار الکتاب بیروت ۴/ ۱۸۵
" ترجمہ ایوب بن الولید ۳۴۸۳ " " " ۷/ ۱۱
" " عبد الصمد بن احمد ۵۷۲۲ " " " ۱۱/ ۴۳
" " عصمۃ بن محمد الانصاری ۱۷ ۷۱ " " " ۱۳/ ۱۵۸
الضعفاء الکبیر حدیث ۱۳۶۶ دار الکتب العلمیۃ ۳/ ۳۴۰
شعب الایمان تحت الحدیث ۳۵۴۳ " " " ۳/ ۲۷۹

(باقی بر صفحہ آئندہ)

عند الاکثر او التمسوا[۱] کما لتمام عن ابن عباس والخطیب عن انس والطبرانی عن ابی خصیفۃ او ابتغوا[۲] کما للدارقطنی عن ابی ھریرۃ ولفظہ عند ابن عدی عن ام المؤمنین اطلبوا الحاجات وھو فی کاملہ[۳] والبیہقی فی شعب

اکثر کے نزدیک ہے۔ یا اُطلبوا کی جگہ التمسوا ہے جیساکہ تمام نے ابن عباس، خطیب نے حضرت انس اور طبرانی نے ابوخصیفہ سے روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ یا لفظ ابتغوا ہے جیساکہ دارقطنی نے ابوہریرہ سے روایت کیا۔ ابن عدی کی کامل میں بروایت ام المؤمنین حدیث کے الفاظ یوں ہیں کہ "اپنی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

موسوعۃ رسائل ابن ابی الدنیا قضاء الحوائج حدیث ۵۳ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت ۲/ ۵۱
کنز العمال بحوالہ قط فی الافراد حدیث ۱۶۷۹۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۵۱۶
الجامع الصغیر " " " ۴۴ دار الکتب العلمیۃ " ۱/ ۹
" " " تخ " ۱۱۰۷ " " " ۱/ ۷۲
المعجم الاوسط عن ابی ہریرۃ " ۳۷۹۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/ ۴۷۲
کنز العمال حدیث ۱۶۷۹۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۵۱۶
المعجم الاوسط عن جابر رضی اللہ عنہ حدیث ۶۱۱۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۷/ ۷۱
مجمع الزوائد باب مایفعل طالب الحاجۃ وممن یطلبہا دار الکتاب بیروت ۸/ ۱۹۴ و ۱۹۵
الکامل لابن عدی ترجمہ سلیم بن مسلم دار الفکر بیروت ۳/ ۱۱۶۷
المنتخب من مسند عبد بن حمید حدیث ۵۱۰ عالم الکتب ص ۲۴۳
اعتلال القلوب للخرائطی حدیث ۳۴۲ و ۳۴۳ مکتبہ نزار مصطفٰی الباز مکۃ المکرمۃ ۱/ ۱۶۶ و ۱۶۷
موسوعۃ رسائل ابن ابی الدنیا قضاء الحوائج حدیث ۵۱ و ۵۲ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت ص ۵۰ و ۵۱
الضعفاء الکبیر ترجمہ سلیمان بن ارقم ۵۹۹ ۲/ ۱۲۱ و ترجمہ سلیمان بن کراز ۶۲۸ ۲/ ۱۳۹
شعب الایمان حدیث ۳۵۴۱ و ۳۵۴۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۲۷۸
[۱] المعجم الکبیر عن ابی خصیفۃ حدیث ۹۸۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۲/ ۳۹۶
تاریخ بغداد ترجمہ محمد بن محمد ۱۲۸۷ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۲۲۶
[۲] کنز العمال بحوالہ قط فی الافراد عن ابی ہریرۃ حدیث ۱۶۷۹۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۵۱۶
[۳] الکامل لابن عدی ترجمہ الحکم بن عبداللہ دار الفکر بیروت ۲/ ۶۲۲

عن عبد اللہ بن جراد بلفظ اذا ابتغیتم المعروف فاطلبوہ عند حسان الوجوہ[1] واحمد بن منیع فی مسندہ عن یزید القسملی بلفظ اذا طلبتم الحاجات فاطلبوھا[2] وابن ابی شیبۃ فی مصنفہ عن ابن مصعب الانصاری وعن عطاء وعن ابن شہاب الثلثۃ مراسیل رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

حاجات طلب کرو"۔ بیہقی نے شعب الایمان میں عبداللہ بن جراد سے بایں الفاظ روایت کیا ہے کہ "جب بھلائی طلب کرو تو خوشرویوں کے پاس طلب کرو"۔ احمد بن منیع نے اپنی مسند میں یزید القسملی سے ان لفظوں کے ساتھ روایت کیا ہے کہ "جب حاجات طلب کرو تو خوشرویوں کے ہاں طلب کرو"۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں ابن مصعب انصاری، عطاء اور ابن شہاب سے روایت کیا، یہ تینوں حدیثیں مرسل ہیں، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ (ت)

حدیث ۳۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اُطلبوا الایادی عند فقراء المسلمین فان لھم دولۃ یوم القیمۃ۔[3] ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابی الربیع السائح مُعضَلًا۔

نعمتیں مسلمان فقیروں کے پاس طلب کرو کہ روزِ قیامت ان کی دولت ہے۔ (ابونعیم نے حلیہ میں ابوالربیع السائح سے معضل (سخت مشکل) روایت کی۔ ت)

حدیث ۳۹: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان للہ تعالٰی عبادا اختصھم لحوائج الناس یفزع الناس الیھم فی حوائجھم اولٰئک الاٰمنون من عذاب اللہ۔ الطبرانی

اللہ تعالٰی کے کچھ بندے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے انھیں حاجت روائی خلق کے لئے خاص فرمایا ہے لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں ان کے پاس لاتے ہیں، یہ بندے عذابِ الٰہی سے امان

---

[1] شعب الایمان حدیث ۱۰۸۷۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۴۳۵

[2] اتحاف السادۃ المتقین کتاب الصبر والشکر بیان حقیقۃ النعمۃ واقسامھا دار الفکر بیروت ۹/ ۹۱

کشف الخفا تحت الحدیث ۳۹۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۲۳

المصنف لابن ابی شیبۃ حدیث ۲۶۲۶۷، ۲۶۲۶۸، ۲۶۲۶۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۳۰۰

[3] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ابی الربیع السائح ۴۱۸ دار الکتاب العربی بیروت ۸/ ۲۹۷

فی الکبیر[1] عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن۔

میں ہیں (طبرانی نے کبیر میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سندحسن کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

حدیث ۴۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا اراد اللہ بعبد خیرا استعملہ علی قضاء حوائج الناس۔ البیہقی فی الشعب[2] عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جب اللہ تعالٰی کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس سے مخلوق کی حاجت روائی کا کام لیتا ہے (بیہقی نے شعب میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۴۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا اراد اللہ بعبد خیرا صیّر حوائج الناس الیہ۔ مسند الفردوس[3] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اللہ تعالٰی جب کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے لوگوں کا مرجع حاجات بناتا ہے (مسند فردوس میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا گیا۔ ت)

حدیث ۴۲ و ۴۳: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

میری تمہاری کہاوت ایسی ہے جیسے کسی نے آگ روشن کی، پنکھیاں اور جھینگر اُس میں گرنا شروع ہوئے وہ انھیں آگ سے ہٹا رہا ہے،

وانا اٰخذ بحُجَزکم عن النار وانتم تفلّتون من یدی۔ احمد[4] ومسلم عن جابر واحمد

اور میں تمہاری کمریں پکڑے تمھیں آگ سے بچارہا ہوں اور تم میرے ہاتھ سے نکلنا چاہتے ہو۔ (احمد اور مسلم نے حضرت جابر سے اور احمد نے

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب عن ابن عمر حدیث ۱۶۰۰۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۵۰

[2] شعب الایمان حدیث ۷۶۵۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۱۱۷

[3] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۹۲۸ " " " ۱/ ۲۴۳

[4] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب شفقتہ صلی اللہ علیہ وسلم علی امتہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۴۸

مسند احمد بن حنبل عن جابر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۳۹۲

" " " عن ابی ہریرۃ " " " " " ۲/ ۵۴۰

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ (ت)

حدیث ۴۴ : کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

لیس منکم رجل الا انا ممسك بحجزتہ ان یقع فی النار۔ الطبرانی فی الکبیر[1] عن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

تم میں ایسا کوئی نہیں کہ میں اس کا کمر بند پکڑے روک نہ رہا ہوں کہ کہیں آگ میں نہ گر پڑے۔ (طبرانی نے کبیر میں سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۴۵ : کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

اللہ عزوجل نے جو حرمت حرام کی اس کے ساتھ یہ بھی جانا کہ تم میں کوئی جھانکنے والا اسے ضرور جھانکے گا،

الا وانی ممسك بحجزکم ان تہافتوا فی النار کما تہافت الفراش والذباب۔ احمد[2] والطبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

سن لو اور میں تمہارے کمر بند پکڑے ہوں کہ کہیں پے در پے آگ میں پھاند نہ پڑو جیسے پروانے اور مکھیاں۔ (احمد اور طبرانی نے کبیر میں ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اللہ اکبر! اس سے زیادہ اور کیا دفع بلا ہوگا، ولکن الوھابیۃ لایعلمون (لیکن وہابی نہیں جانتے۔ ت)۔

تنبیہ : بائیس ۲۲ سے چوالیس ۴۴ تک چوبیس ۲۴ حدیثیں قابلِ اندراج وجہ دوم تھیں کہ قطعاً للشغف یہیں درج ہوئیں۔

حدیث ۴۶ تا ۵۲ : سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے دُعا کی :

---

[1] المعجم الکبیر عن سمرۃ رضی اللہ عنہ حدیث ۷۰۰۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۷/ ۲۶۹

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۲۴
المعجم الکبیر " " حدیث ۱۰۵۱۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/ ۲۶۵

اللّٰھم اعزّ الاسلام باحب ھٰذین الرجلین الیک بعمر بن الخطاب او بابی جھل بن ھشام[1]۔ احمد وعبد بن حمید والترمذی وحسنہ وصححہ وابن سعد وابویعلٰی والحسن

الٰہی! اسلام کو عزت دے ان دونوں مردوں میں جو تجھے زیادہ پیارا ہو اُس کے ذریعہ سے یا تو عمر بن الخطاب یا ابوجہل بن ہشام۔ (روایت کیا اس کو احمد وعبد بن حمید وترمذی نے اور اسے حسن اور صحیح کہا۔ اور ابن سعد وابویعلٰی وحسن

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۹۵
المنتخب من مسند عبد بن حمید حدیث ۷۵۹ عالم الکتب " ص ۲۴۵
سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی مناقب عمر بن خطاب حدیث ۳۷۰۱ دار الفکر بیروت ۵/ ۳۸۳
" " " " " " ۳۷۰۳ " " " " ۵/ ۳۸۴
کنز العمال بحوالہ البغوی عن ربیعۃ السعدی حدیث ۳۲۷۷۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۵۸۳
" " حدیث ۳۲۷۷۱ و ۳۲۷۷۲ و ۳۲۷۷۳ و ۳۲۷۷۴ " " " ۱/ ۵۸۲
" " بحوالہ خیثمۃ فی فضائل الصحابۃ حدیث ۳۵۸۸۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۶۰۲
" " لیعقوب بن سفیان " ۳۵۸۴۰ " " " " ۱۲/ ۵۹۲
تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ عمر بن الخطاب ۵۳۰۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۷/ ۵۰ تا ۶۸
کشف الخفاء تحت حدیث ۵۴۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۶۶
دلائل النبوۃ للبیہقی باب ذکر اسلام عمر بن الخطاب " " " ۲/ ۲۱۶ و ۲۲۰
الطبقات الکبرٰی لابن سعد ترجمہ ارقم بن ابی الارقم دار صادر بیروت ۳/ ۲۴۲ و ۲۶۷ و ۲۶۹
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار صادر بیروت ۳/ ۸۳ و ۵۰۲
السنن الکبرٰی کتاب قسم الفیئ والغنیمۃ دار صادر بیروت ۶/ ۳۷۰
المعجم الکبیر عن ثوبان رضی اللہ عنہ حدیث ۱۴۲۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۹۷
" " ابن مسعود " ۱۰۳۱۴ " " " ۱۰/ ۱۹۷
تاریخ بغداد ترجمہ احمد بن بشر ۱۶۹۱ دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۵۴
المعجم الاوسط حدیث ۴۷۴۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۵/ ۳۷۸
" " ۱۸۸۱ " " " ۲/ ۵۱۲

بن سفین فی فوائدہ والبزار و ابن مَرْدَوِیَہ وخیثمۃ بن سلیمان فی فضائل الصحابۃ و ابونعیم والبیہقی فی دلائلھما و ابن عساکر کلھم عن امیر المؤمنین عمر۔ والترمذی عن انس والنسائی عن ابن عمر واحمد بن حمید وابن عساکر عن خباب بن الارت والطبرانی فی الکبیر والحاکم عن عبد اللہ ابن مسعود والترمذی والطبرانی وابن عساکر عن ابن عباس و البغوی فی الجعدیات عن ربیعۃ السعدی رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین، ورواہ ابن عساکر عن ابن عمر بلفظ اللّٰھم اشدد[1] وکابن النجار عنہ بلفظ الحدیث الثانی و ابوداؤد الطیالسی والشاشی فی فوائدہ والخطیب عن ابن مسعود بلفظ الصدیق الاٰتی۔

بن سفیان نے اپنی فوائد میں۔ اور بزار، ابن مردویہ، خیثمہ بن سلیمان فضائل صحابہ میں، ابونعیم و بیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن عساکر، یہ تمام امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں۔ ترمذی نے انس سے، نسائی نے ابن عمر سے، احمد بن حمید و ابن عساکر نے خباب بن الارت سے، طبرانی نے کبیر میں اور حاکم نے عبد اللہ بن مسعود سے۔ ترمذی، طبرانی اور ابن عساکر نے ابن عباس سے اور بغوی نے جعدیات میں ربیعہ بن سعدی سے روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین۔ اور ابن عساکر نے اس کو ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے "اللّٰھم اشدد" کے لفظ سے روایت کیا اور ابن نجار کی طرح اس کو بلفظ حدیث دوم روایت کیا۔ ابوداؤد طیالسی اور شاشی نے اپنی فوائد میں اور خطیب نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بلفظ صدیق روایت کیا جو آگے آرہا ہے، رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ (ت)

حدیث ۵۳ تا ۸۷: کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

اللّٰھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب — الٰہی! خاص عمر بن الخطاب کے ذریعے سے

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ عمر بن الخطاب ۵۳۰۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴۷/ ۵۱

خاصّۃ[1]۔ ابن ماجۃ وابن عدی والحاکم والبیہقی عن امّ المؤمنین الصدیقۃ وبلا لفظ خاصّۃ ابو القاسم الطبرانی عن ثوبان والحاکم عن الزبیر وابن سعد من طریق الحسن المجتبٰی وخیثمۃ بن سلیمان فی الصحابۃ واللالکائی فی السنۃ وابو طالب العشاری فی فضائل الصدیق وابن عساکر جمیعًا من طریق النزال بن سبرۃ عن امیر المومنین علی وابن عساکر عنہما اعنی الزبیر والامیر معًا کالطبرانی فی الاوسط عن ابی بکر الصدیق بلفظ ایّد الاسلام رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

اسلام کو عزت دے۔ (ابن ماجہ، ابن عدی، حاکم اور بیہقی نے اس کو ام المومنین صدیقہ سے روایت کیا اور لفظ خاصّۃ کے بغیر اس کو ابو القاسم طبرانی نے ثوبان سے، حاکم نے زبیر سے، ابن سعد نے بطریق حسن مجتبٰی وخیثمہ بن سلیمان نے صحابہ میں اور لالکائی نے سنّۃ میں اور ابو طالب عشاری نے فضائل صدیق میں اور ابن عساکر نے، ان سب نے بطریق نزال بن سبرہ امیر المومنین سیدنا حضرت علی سے اور ابن عساکر نے حضرت زبیر اور حضرت علی دونوں سے، جیساکہ طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوبکر صدیق سے "اید الاسلام" کے لفظوں کے ساتھ روایت کیا ہے، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ت)

اس دعائے کریم کے باعث عمر فاروق اعظم کے ذریعہ سے جو عزتیں اسلام کو ملیں جو بلائیں اسلام ومسلمین پر سے دفع ہوئیں مخالف وموافق سب پر روشن ومبین۔ ولہذا عبداللہ

---

[1] سنن ابن ماجۃ | فضل عمر رضی اللہ عنہ | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ص ۱۱
الکامل لابن عدی | ترجمہ مسلم بن خالد | دار الفکر بیروت | ۶/ ۲۳۱۰
المستدرک للحاکم | کتاب معرفۃ الصحابۃ | " " " | ۳/ ۸۳
السنن الکبرٰی | کتاب قسم الفیئ والغنیمۃ | دار صادر بیروت | ۶/ ۳۷۰
المعجم الکبیر عن ثوبان | حدیث ۱۴۲۸ | المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت | ۲/ ۹۷
تاریخ دمشق الکبیر | ترجمہ عمر بن الخطاب ۵۳۰۲ | دار احیاء التراث العربی بیروت | ۴۷/ ۵۲
کنز العمال بحوالہ خیثمہ واللالکائی والعشاری حدیث ۳۶۶۹۸ | موسسۃ الرسالہ " | ۱۲/ ۲۳۲
المعجم الاوسط | حدیث ۸۲۴۹ | مکتبۃ المعارف ریاض | ۹/ ۱۱۹ و ۱۲۰

بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

ما زلنا اعزّۃ منذ اسلم عمر۔[1] البخاری فی صحیحہ وابوحاتم الرازی فی مسندہ وابن حبان عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ہم ہمیشہ معزز رہے جب سے عمر اسلام لائے۔ (امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی بخاری میں اور ابوحاتم رازی نے اپنی مسند میں اور ابن حبان نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

نیز فرماتے ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ:

کان اسلام عمر فتحا وھجرتہ نصرًا وامارتہ رحمۃ لقد رأیتنا وما نستطیع ان نصلی بالبیت حتی اَسْلَمَ عمر[2]۔ رواہ ابوطاہر السلفی واٰخرہ لابن اسحٰق فی سیرتہ بمعناہ۔

عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا اسلام فتح تھا اور ان کی ہجرت نصرت اور ان کی خلافت رحمت، بیشک میں نے اپنے گروہ صحابہ کو دیکھا کہ جب تک عمر مسلمان نہ ہوئے ہمیں کعبہ معظمہ میں نماز پر قدرت نہ ملی۔ (اس کو روایت کیا ابوطاہر سلفی نے اور اس کے بعد سیرۃ ابن اسحٰق میں انہی معنوں میں۔ت)

نیز فرماتے ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ،

ما صلّینا ظاھرین حتی اَسْلَمَ عُمَر

جب تک عمر مسلمان نہ ہوئے ہم نے آشکار نماز

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۲۰
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دارالفکر بیروت ۳/۸۴
الطبقات الکبرٰی لابن سعد اسلام عمر رضی اللہ عنہ دار صادر بیروت ۳/۲۷۰
صفۃ الصفوۃ ذکر اسلام عمر رضی اللہ عنہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۷۴

[2] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام اسلام ابن عمر رضی اللہ عنہ دار ابن کثیر بیروت الجزءین الاولین ص۳۴۲
اسد الغابۃ ترجمہ ۳۸۲۴ عمر بن الخطاب دارالفکر بیروت ۳/۶۴۸
الریاض النضرۃ الباب الثانی فی مناقب ؍؍ ؍؍ حدیث ۵۸۶ دارالمعرفۃ بیروت الجزء الثانی ص۲۴۴

ظهر الاسلام ودعا الی اللہ علانیۃً۔ اخرجہ الدولابی فی الفضائل[1]

نہ پڑھی جس دن سے وہ اسلام لائے دین نے غلبہ پایا اور انھوں نے علانیہ اللہ عزوجل کی طرف بلایا (دولابی نے فضائل میں اسے بیان کیا۔ت)

صہیب رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

لما اسلم عمر جلسنا حول البیت حِلقًا وطُفنابہ وانتصفنا ممن غلظ علینا۔ خرجہ ابوالفرج فی صفۃ الصفوۃ[2]۔

جب عمر مسلمان ہوئے ہم گردِ خانہ کعبہ حلقے باندھ کر بیٹھ گئے اور طواف کیا اور ہم پر جو سختی کرتے تھے اُن سے اپنا انصاف لیا (ابوالفرج نے اسے صفۃ الصفوۃ میں بیان کیا۔ت)

حدیث ۵۸: عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسلام لاتے ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی:

انی لاَجِد صفتك فی کتاب اللہ یایھا النبی انا ارسلنك شاھدًا و مبشرًا و نذیرًا الٰی قولہ لن یقبضہ اللہ حتّٰی یقیم بہ الملّۃ العوجاء حتّٰی یقولوا لا الٰہ الا اللہ ویفتح بہ اَعْیُنًا عمیًا واٰذانًا صُمًّا و قلوبًا غُلفًا[3]۔

بیشک میں حضور (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی صفت توراۃ میں پاتا ہوں، اے نبی! یقینًا ہم نے تجھے بھیجا گواہ اور اپنی اُمت کے تمام احوال وافعال پر مطلع اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔ اللہ عزوجل اس نبی کو نہ اٹھائے گا یہاں تک کہ لوگ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیں اور اس نبی کے ذریعے

---

[1] الریاض النضرۃ الباب الثانی فی مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حدیث ۵۸۹ دارالمعرفۃ بیروت الجزء الثانی ۲۴۴
[2] صفۃ الصفوۃ ذکر اسلام عمر رضی اللہ عنہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۷۴

[3] دلائل النبوۃ للبیہقی باب صفۃ رسول اللہ فی التوراۃ والانجیل دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۸۶
سنن الدارمی باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الکتب قبل مبعثہ دارالمحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۱/ ۱۴
الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابن عساکر والدارمی والبیہقی باب ذکرہ فی التوراۃ الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۱۰
الطبقات الکبرٰی ذکر صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ والانجیل دارصادر بیروت ۱/ ۳۶۰
تاریخ دمشق الکبیر باب ماجاء فی الکتب من نعتہ وصفاتہ داراحیاء التراث العربی ۳/ ۲۱۸ و ۲۱۹

الطبرانی وابونعیم فی الدلائل وابن عساکر عن محمد بن حمزة بن یوسف بن عبداللہ بن سلام عن ابیہ عن جدہٖ وابن عساکر ایضًا من طریق زید بن اسلم عن عبداللہ بن سلام، والدارمی والبیھقی من طریق عطاء بن یسار عنہ نحوہ ولہٗ طریق ثانی فی الباب الاٰتی ان شاء اللہ تعالٰی۔

سے اندھی آنکھیں اور بہرے کان اور غلاف چڑھے دل کھل جائیں گے (روایت کیا طبرانی اور ابونعیم نے دلائل میں، اور ابن عساکر محمد بن حمزہ بن یوسف بن عبداللہ بن سلام سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے دادا سے، نیز ابن عساکر نے بطریق زید بن اسلم عبداللہ بن سلام سے، اور دارمی اور بیہقی نے بطریق عطاء بن یسار انہی سے ایسے ہی۔ اور طریق دیگر آئندہ باب میں آئیگا ان شاء اللہ تعالٰی۔ ت)

حدیث ۵۹ : کہ اللہ عزوجل نے شعیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی :

انی باعث نبیا اُمیًّا افتح بہ اٰذانًا صُمًّا وقلوبًا غلفًا واَعیُنًا عمیًا اِلٰی ان قال اَھدی بہٖ من بعد الضلالۃ واُعَلِّمُ بہٖ بعد الجھالۃ وارفع بہ بعد الخمالۃ واسمی بہٖ بعد النکرۃ واُکثر بہ بعد القلۃ واُغنی بہ بعد العَیلۃ واجمع بہ بعد الفُرقَۃ واُؤَلِّف بہ بین قلوب واَھواءٍ متشتتۃ وامم مختلفۃ۔ ابن ابی حاتم عن وھب بن منبّہٖ۔

بیشک میں ایک نبی اُمّی کو بھیجنے والا ہُوں جس کے ذریعے سے بہرے کان اور غلاف چڑھے دل اور اندھی آنکھیں کھول دُوں گا اور اُس کے سبب گمراہی کے بعد ہدایت دُوں گا، اس کے ذریعے سے جہل کے بعد علم دوں گا، اس کے وسیلے سے گمنامی کے بعد بلند نامی دوں گا، اس کے ذریعے سے ناشناسی کے بعد شناخت دوں گا، اس کے واسطے سے کمی کے بعد کثرت دوں گا، اس کے سبب سے محتاجی کے بعد غنی کر دوں گا، اس کے وسیلے سے پھُوٹ کے بعد یکدلی دوں گا، اس کے وسیلے سے پریشان دلوں، مختلف خواہشوں، متفرق اُمتوں میں میل کردوں گا۔ (ابن حاتم نے وہب بن منبّہ سے روایت کیا۔ ت)

ؔ الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابن ابی حاتم عن وہب بن منبّہ مرکز اہل سنت گجرات الہند ۱/۱۳

بلله انصاف! یہ کس قدر بلاؤں کا حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) کے وسیلے سے دفع ہونا ہے۔ وللہ الحمد۔

حدیث ۶۰: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لمّا خلق اللہ العرش کتب علیہ بقلم من نور، طول القلم ما بین المشرق والمغرب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، بہٖ اٰخُذُ وَبہٖ اُعطی و اُمّتُہٗ افضل الامم و افضلہا ابوبکرٍ الصدّیق۔ الرافعی[1] عن سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جب اللہ تعالٰی نے عرش بنایا اس پر نور کے قلم سے جس کا طول مشرق سے مغرب تک تھا لکھا اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں، میں انھیں کے واسطے سے لُوں گا اور انھیں کے وسیلے سے دوں گا، اُن کی اُمّت سب اُمّتوں سے افضل ہے اور ان کی اُمّت میں سب سے افضل ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالٰی عنہ)۔ (رافعی نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے)

بحمد اللہ تعالٰی اسی حدیث جلیل جامع پر ختم کیجئے کہ اللہ عزّ وجل کی بارگاہ کا تمام لینا دینا اخذ وعطا سب محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہاتھوں اُن کے واسطے سے ان کے وسیلے سے ہے، اسی کو خلافتِ عظمٰی کہتے ہیں۔ وللہ الحمد حمداً کثیراً۔

دیکھو! بشہادتِ خدا و رسول جل وعلا و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم رزق پانا، مدد ملنا، مینہ برسنا، بلا دُور ہونا، دشمنوں کی مغلوبی، عذاب کی موقوفی، یہاں تک کہ زمین کا قیام، زمین کی نگہبانی، خلق کی موت، خلق کی زندگی، دین کی عزت، امت کی پناہ، بندوں کی حاجت روائی، راحت رسانی سب اولیاء کے وسیلے اولیاء کی برکت اولیا کے ہاتھوں اولیاء کی وساطت سے ہے مگر مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دفع بلا کا واسطہ ماننا اور شرک پسندوں نے مشرک جانا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اور بحمد اللہ تعالٰی تین حدیث اخیر نے روشن و مستنیر کردیا کہ جو نعمت ملی جو بلا ٹلی سب مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے باعث حاصل و زائل ہوئی بارگاہِ الٰہی کا لینا دینا سارا کارخانہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہاتھوں پر ہے ہاں ہاں لا واللہ

---

[1] کنز العمال بحوالہ الرافعی عن سلمان حدیث ۳۲۵۸۱ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۴۹ و ۵۵۰

ثمّ باللہ ایک دفع بلا وحصول عطا کیا تمام جہان اور اس کا قیام سب اُنھیں کے دم قدم سے ہے عالم جس طرح ابتدائے آفرینش میں اُن کا محتاج تھا کہ لولاک لما خلقت الدنیا[1] (اگر آپ نہ ہوتے میں دُنیا کو پیدا ہی نہ کرتا۔ت) یُونہی بقا میں بھی اُن کا محتاج ہے، آج اگر ان کا قدم درمیان سے نکال لیں ابھی ابھی فنائے مطلق ہوجائے ؎

وُہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وُہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے[2]

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ وبارک وکرم۔

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر عروجہ الی السماء الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۹۷
[2] حدائق بخشش مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱/ ۷۹

باب دوم

وجہ دوم پر نصوص لیجئے اور بحمد اللہ تعالٰی کیسے نصوص نجدیت شکن، جانِ وہابیت پر برق افگن، اس میں چوالیس ۴۴ آیتیں اور دو سو چالیس ۲۴۰ حدیثیں ہیں۔

فصلِ اوّل آیاتِ شریفہ میں

آیت ۷: قال ربنا تبارك وتعالٰی:

وما نقموا الا ان اغنٰهم الله ورسوله من فضله[۱]

اور انہیں کیا بُرا لگا یہی نا کہ انہیں دولتمند کردیا اللہ اور اللہ کے رسول نے اپنے فضل سے۔

ہاں یہ جگہ ہے کہ غیظ میں کٹ جائیں بیمار دل۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول نے دولتمند کردیا اپنے فضل سے۔

اے اللہ کے رسول! مجھے اور سب اہلسنت کو دین و دُنیا کا دولتمند فرما اپنے فضل سے۔ صلی اللہ تعالٰی علیک وسلم ؎

میں گدا تُو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا[۲]

آیت ۸:

ولو انهم رضوا ما اٰتٰهم الله ورسوله وقالوا حسبنا الله سیؤتینا الله من فضله ورسوله انا الی الله رٰغبون[۳]

اور کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے خدا اور رسول کے دِیے پر، اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دے گا اللہ ہمیں اپنے فضل سے اور اس کا رسول، بیشک ہم اللہ کی طرف رغبت والے ہیں۔

---

[۱] القرآن الکریم ۹/۷۴
[۲] حدائق بخشش مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۲/۳
[۳] القرآن الکریم ۹/۵۹

یہاں رب العزت جل وعلا نے اپنے ساتھ اپنے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بھی دینے والا فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی ہدایت کی کہ اللہ ورسول سے امید لگی رکھو کہ اب ہمیں اپنے فضل سے دیتے ہیں جل جلالہ وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

آیت ۹ :

انعم اللہ علیہ و انعمت علیہ[1]	اللہ نے اُسے نعمت بخشی، اور اے نبی! تُو نے اُسے نعمت دی۔

آیت ۱۰ :

لہ معقبٰت من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ[2]	آدمی کے لئے بدلی والے ہیں اس کے آگے اور اس کے پیچھے کہ اس کی حفاظت کرتے ہیں اللہ کے حکم سے۔

بدلی والے یہ کہ صبح کے محافظ عصر کو بدل جاتے ہیں اور عصر کے صبح کو، وللہ الحمد۔

آیت ۱۱ :

ویرسل علیکم حفظۃ۔[3]	اللہ بھیجتا ہے تم پر نگہبانوں کو۔

ان آیات میں مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی فرشتوں کو ہمارا حافظ ونگہبان فرماتا ہے۔

آیت ۱۲ :

یایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین[4]	اے نبی! کافی ہے تجھے اللہ اور جو مسلمان تیرے پیرو ہوئے۔

یہاں رب تبارک وتعالٰی اپنے نام پاک کے ساتھ صحابۂ کرام کو ملا کر فرماتا ہے، اے نبی! اب کہ عمر اسلام لے آیا تجھے اللہ اور یہ چالیس مسلمان کفایت کرتے ہیں۔

فی الجلالین حسبک اللہ وحسبک	جلالین میں ہے کافی ہے تجھے اللہ اور

---

[1] القرآن الکریم ۳۳ / ۳۷
[2] " ۱۳ / ۱۱
[3] " ۶ / ۶۱
[4] " ۸ / ۶۴

من اتبعك [1] — کافی ہے تجھے وہ جس نے تیری پیروی کی۔(ت)

ترجمۂ شاہ ولی اللہ میں ہے:

اے پیغامبر کفایت ست ترا خدا و آنانکہ پیروی تو کردہ اند از مسلمانان [2] — اے پیغمبر! کافی ہے تجھے خدا اور وہ مسلمان جنہوں نے تیری پیروی کی۔(ت)

آیت ۱۳: یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

انہ ربی احسن مثوای [3] — بیشک عزیز مصر میرا رب ہے اس نے مجھے اچھی طرح رکھا۔

فی الجلالین انہ ای الذی اشترانی ربی سیدی [4] — تفسیر جلالین میں ہے بیشک وہ جس نے مجھے خریدا وہ میرا رب یعنی میرا آقا ہے۔(ت)

آیت ۱۴:

اما احدکما فیسقی ربہ خمرا [5] — اے زندان کے ساتھیو! تم میں ایک تو اپنے رب کو شراب پلائے گا۔

آیت ۱۵:

وقال للذی ظن انہ ناج منہما اذکرنی عند ربك [6] — اور یوسف نے کہا اس سے جسے اُن دونوں میں چھٹکارا پاتا سمجھا کہ اپنے رب کے پاس میرا چرچا کیجیو۔

یعنی بادشاہِ مصر کے سامنے۔

آیت ۱۶: اس پر مولٰی تبارک وتعالٰی فرماتا ہے:

---

[1] جلالین کلاں تحت الآیۃ ۸/ ۶۴ اصح المطابع دہلی ص ۱۵۳

[2] فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن (ترجمہ شاہ ولی اللہ) مطبع ہاشمی دہلی ص ۱۸۷

[3] القرآن الکریم ۱۲/ ۲۳

[4] جلالین کلاں تحت الآیۃ ۱۲/ ۲۳ اصح المطابع دہلی ص ۱۹۱

[5] القرآن الکریم ۱۲/ ۴۱

[6] " ۱۲/ ۴۲

فانسٰه الشیطٰن ذکر ربه[1]

تو اُسے بُھلا دیا شیطان نے اپنے رب بادشاہِ مصر کے آگے یوسف کا ذکر کرنا۔

فی الجلالین ای الساقی الشیطٰن ذکر یوسف عند ربه[2]

جلالین میں ہے یعنی ساقی کو شیطان نے یوسف علیہ السلام کا ذکر اس کے رب کے آگے کرنا بُھلا دیا۔ (ت)

آیت ۱۷:

قال ارجع الٰی ربك فسئله ما بال النسوة الّٰتی قطعن ایدیهن[3]

یوسف نے کہا پلٹ جا اپنے رب کے پاس سو اس سے پوچھ کیا حال ہے ان عورتوں کا جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔

سبحان اللہ! بادشاہ وغیرہ کو تو مجازی پرورش کے باعث اس کا رب، تیرا رب، میرا رب کہنا صحیح ہو اللہ فرمائے اور اللہ کا رسول فرمائے اور مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دافع البلا کہنا شرک۔

آیت ۱۸: رب جل وعلا اپنے مبارک بندے عیسٰی ابن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے:

واذ تخلق من الطین کهیئة الطیر باذنی فتنفخ فیها فتکون طیرًا باذنی وتبرئ الاکمه والابرص باذنی واذ تخرج الموتٰی باذنی[4]

اور جب تُو بناتا مٹی سے پرند کی شکل میری پروانگی سے، پھر پھونک مارتا اس میں تو وہ ہو جاتی پرند میری پروانگی سے، اور تُو اچھا کرتا مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو میری پروانگی سے، اور جب تو قبروں سے مُردے نکالتا میری پروانگی سے۔

دفعِ بلائے مرض وابرائے اکمہ وابرص میں کتنا فرق ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۴۲

[2] جلالین کلاں تحت الآیۃ ۱۲/ ۴۲ اصح المطابع دہلی ص ۱۹۳

[3] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۰ [4] القرآن الکریم ۵/ ۱۱۰

آیت ۱۹: حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں:

انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرًا باذن اللہ وابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتٰی باذن اللہ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم (الٰی قولہ) ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم[1]

میں بناتا ہوں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت پھر پھونکتا ہوں اس میں تو وہ ہوجاتی ہے پرند اللہ کی پروانگی سے، اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور بدن بگڑے کو، اور میں زندہ کرتا ہوں مُردے اللہ کی پروانگی سے، اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے اور جو گھروں میں بھر رکھتے ہو تاکہ میں حلال کردوں تمہارے لئے بعض چیزیں جو تم پر حرام تھیں۔

سبحان اللہ! عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام جو فرمارہے ہیں میں خلق کرتا ہوں، شفا دیتا ہوں، مُردے جِلاتا ہوں، بعض حراموں کو حلال کئے دیتا ہوں۔ ان اسنادوں کی نسبت کیا حکم ہوگا!

آیت ۲۰:

وانکحوا الایامٰی منکم والصّٰلحین من عبادکم وامائکم[2]

نکاح کردو اپنی بے شوہر عورتوں اور اپنے نیک بندوں اور کنیزوں کا۔

یہاں مولا عزوجل ہمارے غلاموں کو "ہمارا بندہ" فرمارہا ہے۔ اللہ کی شان زید کا بندہ، عمرو کا بندہ، اُس کا بندہ، اِس کا بندہ اللہ فرمائے رسول فرمائے صحابہ فرمائیں ائمہ فرمائیں مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بندہ کہا اور شرک فروشوں نے حکمِ شرک جڑا، شاید ان کے نزدیک زید و عمرو خدا کے شریک ہوسکتے ہوں گے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

آیت ۲۱:

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل یامرھم

وہ لوگ کہ پیروی کریں گے اُس بھیجے ہوئے غیب کی باتیں بتانے والے بے پڑھے کی جسے لکھا پائیں گے اپنے پاس توریت و انجیل میں، وہ انہیں حکم

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۴۹ و ۵۰
[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۲

بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیّبٰت ویحرّم علیھم الخبٰئث ویضع عنھم اصرھم والاغلٰل التی کانت علیھم[1]

دے گا بھلائی کا اور روکے گا بُرائی سے، اور حلال کرے گا اُن کے لئے ستھری چیزیں اور حرام کرے گا اُن پر گندی چیزیں، اور اتارے گا اُن پر سے اُن کا بھاری بوجھ اور سخت تکلیفوں کے طوق جو اُن پر تھے۔ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)

جانِ جہان و جہانِ جان جانِ اُنس جانِ جان و جانِ ایمان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاک مبارک ہاتھوں پر قربان جس نے ہماری پیٹھوں سے بھاری بوجھ اتار لئے ہماری گردنوں سے تکلیفوں کے طوق کاٹ دئے۔ للہ انصاف! اور دافعِ بلا کسے کہتے ہیں' صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔

آیت ۲۲: سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب عزوجل سے عرض کی:

ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیٰتک ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم[2]

اے رب ہمارے! اور اُن میں اُنھیں میں سے ایک پیغمبر بھیج کہ اُن پر تیری آیتیں پڑھے اور انھیں کتاب و حکمت سکھائے اور وہ پیمبر انھیں گناہوں سے پاک کردے، بیشک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

یہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہوئے کہ:

انا دعوۃ ابی ابراھیم[3]

میں اپنے باپ ابراہیم کی دُعا ہوں (صلی اللہ تعالٰی علیہما وسلم)

آیت ۲۳: خود رب العزۃ جل وعلا فرماتا ہے:

کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم اٰیٰتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتٰب والحکمۃ ویعلمکم

جس طرح بھیجا ہم نے تم میں ایک رسول تمھیں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت کرتا اور تمھیں پاکیزہ بناتا اور تمھیں قرآن و علم سکھاتا اور اُن باتوں کا

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۵۷

[2] " " ۲/ ۱۲۹

[3] دلائل النبوۃ باب ذکر مولد المصطفٰی الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۸۱
الدر المنثور تحت الآیۃ ۲/ ۱۲۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۰۳ و ۳۰۴

مالم تکونوا تعلمون[1]۔ تم کو علم دیتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

آیت ۲۴:

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولًا من انفسھم یتلوا علیھم اٰیتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین[2]

بیشک اللہ کا بڑا احسان ہُوا ایمان والوں پر جبکہ بھیجا اُن میں ایک رسول اُنھیں میں سے کہ پڑھتا ہے اُن پر آیتیں اللہ کی اور پاک کرتا ہے انھیں گناہوں سے اور علم دیتا ہے انھیں قرآن و حکمت کا اگرچہ تھے اس سے پہلے بیشک کھُلی گمراہی میں۔

آیت ۲۵:

ھوالذی بعث فی الامیین رسولًا منھم یتلوا علیھم اٰیتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ۙ واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم ۝ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم[3] ۝

اللہ ہے جس نے بھیجا اَن پڑھوں میں ایک رسول اُنھیں میں سے کہ اُن پر آیاتِ الٰہیہ پڑھتا اور اُنھیں ستھرا کرتا اور اُنھیں کتاب و حقائق کا علم بخشتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے کھُلی گمراہی میں تھے نیز پاک کرے گا اور علم عطا فرمائے گا اُن کی جنس کے اور لوگوں کو جو اب تک ان سے نہیں ملے اور وہی غالب حکمت والا ہے، یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

الحمدللہ! اس آیۂ کریمہ نے بیان فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا عطا فرمانا، گناہوں سے پاک کرنا، ستھرا بنانا صرف صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے خاص نہیں بلکہ قیامِ قیامت تک تمام اُمتِ مرحومہ حضور کی ان نعمتوں سے محظوظ اور حضور کی نظرِ رحمت سے ملحوظ رہے۔ والحمد

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۱
[2] " ۳/ ۱۶۴
[3] " ۶۲/ ۲ تا ۴

للہ رب العلمین۔

بیضاوی شریف میں ہے:

ھم الذین جاء وا بعد الصحابة الی یوم الدین[1]

یعنی یہ دوسرے جنھیں مصطفی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم علم دیتے اور خرابیوں سے پاک کرتے ہیں تمام مسلمان ہیں کہ صحابہ کرام کے بعد قیامت تک ہوں گے۔

معالم شریف میں ہے:

قال ابن زید ھم جمیع من دخل فی الاسلام بعد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (الی یوم القیمة) وھی روایة ابن ابی نجیح عن مجاھد[2]

ابن زید نے فرمایا: یہ دوسرے لوگ تمام اہلِ اسلام ہیں کہ مصطفی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد قیامت تک اسلام میں داخل ہوں گے۔ اور یہی معنی امام مجاہد شاگردِ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ابن ابی نجیح نے روایت کئے۔

الحمدللہ! قرآن عظیم میں حضور پرنور سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ان تعریفوں کا اس قدر اہتمام ہے کہ چار جگہ یہ اوصاف بیان فرمائے، دو جگہ سورۂ بقرہ، تیسرے آل عمران، چوتھے سورۂ جمعہ اور اس کے آخر میں تو وہ جانفزا کلمے ارشاد ہوئے جنھوں نے ہم خفتہ بختوں کی تقدیر جگادی بیمار دلوں پر بجلی گرادی۔ والحمد للہ رب العلمین۔

آیت ۲۶: جب ابولبابہ وغیرہ بعض صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے غزوۂ تبوک میں ہمراہِ رکاب سعادت حاضر نہ ہوتے تھے اپنے آپ کو مسجد اقدس کے ستونوں سے باندھ دیا کہ جب تک حضور والا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نہ کھولیں گے نہ کھلیں گے، آیت اُتری:

خذ من اموالھم صدقة تطھرھم وتزکیھم بھا

اے نبی! لے لو ان توبہ کرنے والوں کے مالوں سے صدقہ کہ تم پاک کرو انھیں اور تم ستھرا کردو

---

[1] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیة ۶۲/۳ دارالفکر بیروت ۵/۳۳۲

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) " " دارالکتب العلمیة بیروت ۴/۳۱۱

وصلّ علیھم ان صلٰوتك سکن لھم[1]	انھیں گناہوں سے اُس صدقے کے سبب، اور دعائے رحمت کرو اُن کے حق میں کہ تمھاری دُعا اُن کے دلوں کا چین ہے۔

دیکھو حضور دافع البلا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں گناہوں سے پاک کیا اور حضور نے بلائے گناہ اُن کے سروں سے ٹالی، اور جب حضور کی دُعا اُن کے دلوں کا چین ہوا تو یہی دفعِ الم ہے صلی اللہ تعالٰی علٰی دافع البلاء والالم وعلٰی اٰلہ وصحبہ وبارك وسلم۔

آیت ۲۷:

لا یملکون الشفاعۃ الا من اتخذ عند الرحمٰن عھدا[2]	اللہ عزوجل کے یہاں شفاعت کے مالک وہی ہیں جنھوں نے رحمٰن کے ساتھ عہد وپیمان کر رکھا ہے۔

آیت ۲۸:

ولا یملك الذین یدعون من دونہ الشفاعۃ الا من شھد بالحق وھم یعلمون[3]	جنھیں مشرکین اللہ کے سوا پُوجتے ہیں اُن میں شفاعت کے مالک صرف وہی ہیں جنھوں نے حق کی گواہی دی اور وہ علم رکھتے ہیں (یعنی عیسٰی وعزیر وملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام)

ان آیات میں مولٰے تعالٰے اپنے محبوبوں کو شفاعت کا مالک بتاتا ہے اور عہد وپیمان مقرر ہوجانے سے تقویۃ الایمان کی اس بدلگامی کا مُنہ بھی سی دیا کہ شفاعت میں کسی کی خصوصیت نہیں جسے چاہے گا کھڑا کر دے گا۔

آیت ۲۹:

ولا تؤتوا السفھاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیامًا وارزقوھم فیھا و	نادانوں کو اپنے مال کہ خدا نے تمھاری ٹیک بنائے ہیں نہ دو اور انھیں ان میں سے رزق

---

[1] القرآن الکریم ۹/۱۰۳
[2] " ۱۹/۸۷
[3] " ۴۳/۸۶

اکسوھم وقولوا لھم قولا معروفا[1] | دو اور کپڑے پہناؤ اور اُن سے اچھی بات کہو۔

آیت ۳۰ :

واذا حضر القسمۃ اولوا القربٰی و الیتامٰی و المساکین فارزقوھم منہ و قولوا لھم قولا معروفا[2] | جب ترکہ بانٹتے وقت قرابت والے اور یتیم اور مسکین آئیں تو انھیں اس میں سے رزق دو اور ان سے اچھی بات کہو۔

ان آیات میں بندوں کو حکم فرماتا ہے کہ تم رزق دو۔

آیت ۳۱ :

اذ یوحی ربک الی الملٰئکۃ انی معکم فثبتوا الذین اٰمنوا[3] | جب وحی بھیجی تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں تمھارے ساتھ ہوں تم ثابت قدمی دو ایمان والوں کو۔

آیت ۳۲ :

فالمدبرات امرا[4] | قسم ہے ان فرشتوں کی کہ تمام کاروبارِ دنیا اُن کی تدبیر سے ہے۔

یہ صفت بھی بالذات ذاتِ الٰہی جل وعلا کی ہے۔ قال اللہ تعالٰی :

یدبر الامر[5] (کام کی تدبیر فرماتا ہے۔ ت)

خازن و معالم التنزیل میں ہے :

قال ابن عباس ھم الملٰئکۃ وُکلوا بامور عرفھم اللہ تعالٰی العمل بھا قال عبد الرحمٰن | یعنی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا : یہ مدبرات الامر ملائکہ ہیں کہ اُن کاموں پر مقرر کئے گئے جن کی کارروائی اللہ عزوجل

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۵
[2] " ۴/ ۸
[3] " ۸/ ۱۲
[4] " ۷۹/ ۵
[5] " ۳۲/ ۵

بن سابط يدبر الامر فی الدنيا اربعة جبريل وميكائيل وملك الموت واسرافيل عليهم السلام، اما جبريل فموکل بالرياح و الجنود و اما ميكائيل فموکل بالقطر والنبات و اما ملك الموت فموکل بقبض الانفس و اما اسرافيل فهو ينزل عليهم بالامر۔[1]

نے انھیں تعلیم فرمائی عبدالرحمن بن سابط نے فرمایا، دنیا میں چار فرشتے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں جبریل، میکائیل، عزرائیل، اسرافیل علیہم السلام۔ جبریل تو ہواؤں اور لشکروں پر مؤکل ہیں (کہ ہوائیں چلانا، لشکروں کو فتح و شکست دینا ان کا تعلق ہے) اور میکائیل باراں و روئیدگی پر مقرر ہیں (کہ مینہ برساتے اور درخت اور گھاس اور کھیتی اگاتے ہیں) اور عزرائیل قبض ارواح پر مسلط ہیں۔ اسرافیل ان سب پر حکم لے کر اُترتے ہیں علیہم السلام اجمعین۔

اللہ اکبر! قرآن عظیم وہابیہ پر ایک سے ایک سخت تر آفت ڈالتا ہے۔ حدیث میں فرمایا،

القرآن ذو وجوہ۔ رواہ ابونعیم[2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

قرآن متعدد معانی رکھتا ہے (اس کو ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے انھوں نے نبی اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے روایت کیا۔ ت)

علماء فرماتے ہیں قرآن عظیم اپنے ہر معنے پر حجت ہے۔

ولم یزل الائمۃ یحتجون بہ علی وجوھہ و ذلك من اعظم وجوہ اعجازہ و قد فصلنا ھذا المرام فی رسالتنا

ائمہ کرام ہمیشہ قرآن کے تمام معانی سے استدلال کرتے رہے ہیں۔ اور یہ بات قرآن مجید کے وجوہِ اعجاز میں سے عظیم ترین وجہ ہے۔ اس کی تفصیل ہم نے اپنے رسالہ "الزلال الانقی

[1] لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت الآیۃ ۷۹/۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۳۹۱
معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۷۹/۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۴۱۱

[2] کنزالعمال بحوالہ ابی نعیم عن ابن عباس حدیث ۲۴۶۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۵۵۱

الزُّلالِ الانقٰی من بحر سبقۃ الاتقٰی۔ "من بحر سبقۃ الاتقٰی" میں بیان کردی ہے (ت)

اب آیہ کریمہ کے دوسرے معنی لیجئے، تفسیر بیضاوی شریف میں ہے:

او صفات النفوس الفاضلۃ حال المفارقۃ فانہا تنزع عن الابدان غرقا ای نزعا شدیدا من اغراق النازع فی القوس وتنشط الی عالم الملکوت وتسبح فیہ فتسبق الی حظائر القدس فتصیر لشرفہا وقوتہا من المدبرات[1]

یعنی یا ان آیات کریمہ میں اللہ عزوجل ارواح اولیاء کرام کا ذکر فرماتا ہے جب وہ اپنے پاک مبارک بدنوں سے انتقال فرماتی ہیں کہ جسم سے بقوت تمام جدا ہوکر عالم بالا کی طرف سبک خرامی اور دریائے ملکوت میں شناوری کرتی حظیرہائے حضرت قدس تک جلد رسائی پاتی ہیں پس اپنی بزرگی وطاقت کے باعث کاروبارِ عالم کے تدبیر کرنے والوں سے ہوجاتی ہیں۔

اب تو بحمد اللہ تعالٰی اولیائے کرام بعد وصال عالم میں تصرف کرتے اور اس کے کاموں کی تدبیر فرماتے ہیں فللہ الحجۃ البالغۃ۔

علامہ احمد بن محمد شہاب خفاجی عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی میں امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی وامام فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ سے اس معنی کی تائید میں نقل فرماتے ہیں:

ولذا قیل اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اصحاب القبور الا انہ لیس بحدیث کما توھم ولذا اتفق الناس علی زیارۃ مشاھد السلف والتوسل بھم الی اللہ وان انکرہ بعض الملاحدۃ فی عصرنا والمشتکٰی الیہ ھو اللہ[2]

یعنی اس لئے کہا گیا کہ جب تم کاموں میں متحیر ہو تو مزاراتِ اولیاء سے مدد مانگو۔ مگر یہ حدیث نہیں ہے جیسا کہ بعض کو وہم ہوا۔ اور اسی لئے مزاراتِ سلف صالحین کی زیارت اور انھیں اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ بنانے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اگرچہ ہمارے زمانے میں بعض ملحد بے دین لوگ اس کے منکر ہوئے اور خدا ہی کی طرف ان کے فساد کی فریاد ہے۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

---

[1] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۷۹/ ۵ دار الفکر بیروت ۵/ ۴۴۵

[2] عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی (حاشیۃ الشہاب علی البیضاوی) تحت الآیۃ ۷۹/ ۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۹/ ۳۹۹

ہاں میں نے کہا تھا کہ یہ صفت حضرت عزت کی ہے، نہیں نہیں یہ خاص صفت اسی کی ہے۔

رب عزوجل فرماتا ہے:

قل من یرزقکم من السماء والارض امّن یملك السمع والابصار ومن یخرج الحیّ من المیّت و یخرج المیّت من الحیّ ومن یدبر الامر فسیقولون اللّٰہ ج فقل افلا تتقون[1]۔

اے نبی! ان کافروں سے فرما وہ کون ہے جو تمہیں آسمان وزمین سے رزق دیتا ہے یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا، اور کون نکالتا ہے زندہ کو مُردے سے اور نکالتا ہے مُردے کو زندہ سے اور کون تدبیر کرتا ہے کام کی، اب کہہ دیں گے کہ اللہ، تو فرما پھر ڈرتے کیوں نہیں۔

قرآنِ عظیم خود ہی فرماتا ہے کہ یہ صفت اللہ عزوجل کے لئے ایسی خاص ہے کہ کافر مشرک تک اس کا اختصاص جانتے ہیں اُن سے بھی پُوچھو کہ کام کی تدبیر کرنے والا کون ہے، تو اللہ ہی کو بتائیں گے دُوسرے کا نام نہ لیں گے۔ اور خود ہی اس صفت کو اپنے مقبول بندوں کیلئے ثابت فرماتا ہے کہ: "قسم ان محبوبانِ خدا کی جو عالم میں تدبیر وتصرف کرتے ہیں" ایمان سے کہنا وہابیت کے دھرم پر قرآنِ عظیم شرک سے کیونکر بچا۔ اے ناپاک طائفے کی سنگت والو! جب تک ذاتی وعطائی کے فرق پر ایمان نہ لاؤ گے کبھی قرآن وحدیث کے قہروں سے پناہ نہ پاؤ گے، اور اس پر ایمان لاتے ہی یہ تمہاری شرکیات کے راگ متعلقہ تدبیر وتصرف واستمداد واستعانت ودافع البلا وحاجت روا ومشکلکشا وعلمِ غیب ونداوغیرہا سب کافور ہوجائیں گے اور اللہ تعالٰی کے مبارک منصور (نصرت دئے گئے، مدد دئے گئے) بندے آنکھوں دیکھے منصور نظر آئیں گے۔

الا ان حزب اللّٰہ ھم الغٰلبون[2]۔ تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔ (ت)

آیت ۳۳:

قل یتوفّٰکم ملك الموت الذی وکّل بکم[3]۔

تُو فرما تمہیں موت دیتا ہے وہ مرگ کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۱

[2] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

[3] ″ ″ ۳۲/ ۱۱

آیت ۳۴:

توفته رسلنا[1] موت دی اسے ہمارے رسولوں نے۔

حالانکہ خود فرماتا ہے:

اللہ یتوفی الانفس[2] اللہ ہے کہ موت دیتا ہے جانوں کو۔

آیت ۳۵:

لاھب لك غلما زکیا[3] (جبریل نے مریم سے کہا) کہ میں عطا کروں تجھے ستھرا بیٹا صلی اللہ تعالٰی علیہم وسلم۔

اللہ اللہ! اب تو جبریل بیٹا دے رہے ہیں، بھلا نجدیہ کے یہاں اس سے بڑھ کر اور کیا شرک ہوگا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

وہابیہ تو اسی کو روتے تھے کہ محمد بخش، احمد بخش نام رکھنا شرک ہے یہاں قرآن عظیم سیدنا عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والتسلیم کو جبریل بخش بتارہا ہے، وللہ الحجۃ السامیۃ۔

آیت ۳۶:

فان اللہ ھومولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین والملٰئکۃ بعد ذٰلک ظھیر[4] ۵

بیشک اللہ اپنے نبی کا مدد گار ہے اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد سب فرشتے مدد پر ہیں۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

صالح المؤمنین ابوبکر وعمر۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر[5] وابن مردویۃ والخطیب عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یہ نیک مسلمان ابوبکر صدیق وعمر فاروق ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ (طبرانی نے کبیر میں اور ابن مردویۃ اور خطیب نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۱
[2] القرآن الکریم ۳۹/ ۴۲
[3] " ۱۹/ ۱۹
[4] " ۶۶/ ۴
[5] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۷۷ المکتب الفیصلیۃ بیروت ۱۰/ ۲۵۳
الدر المنثور بحوالہ ابن مردویۃ وابی نعیم تحت الآیۃ ۶۶/ ۴ داراحیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۲۰۸

بلکہ سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قراءت میں یوں ہی تھا،

وصالح المؤمنین ابوبکر وعمر والملئکۃ بعد ذٰلک ظھیر[1] نیک مسلمان ابوبکر و عمر اور اس کے بعد فرشتے مددپر ہیں۔(ت)

یہاں اللہ عزوجل اپنے نام مبارک کے ساتھ اپنے محبوبوں کو فرماتا ہے اللہ اور جبریل اور ابوبکر و عمر مددگار ہیں۔

آیت ۳۷:

انی وجدت امرأۃ تملکھم و اُوتیت من کل شیئ ولھا عرش عظیم[2] ہُدہُد نے مُلکِ سبا سے آکر سیدنا سلیمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی میں نے ایک عورت پائی کہ وہ اُن کی مالک ہے اور اسے سب کچھ دیا گیا ہے اور اس کا بڑا تخت ہے۔

یہاں بادشاہ کو رعایا کا مالک فرمایا تو رعایا کہ آزاد و غلام سب اس کے مملوک ہوئے مگر کوئی اگر محبوبانِ خدا کو اپنا مالک اور اپنے آپ کو اُن کا بندہ مملوک کہے وہابیہ کے دین میں مشرک ٹھہرے۔

آیت ۳۸:

ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا[3] جس نے ایک جان کو زندہ کیا اس نے گویا سب آدمیوں کو جِلا لیا۔

یہ آیت اُس کے بارے میں ہے جس نے کسی کے قتلِ ناحق سے احتراز کیا یا قاتل سے قصاص نہ لیا چھوڑ دیا اسے فرماتا ہے کہ اس نے اس شخص کو زندہ کیا اور ایک اُسی کو کیا گویا تمام آدمیوں کو جِلا لیا۔

معالم شریف میں ہے:

ومن احیاھا و تورع عن قتلھا[4] اور جس نے ایک جان کو زندہ کیا اور اس کے قتل سے اجتناب کیا۔(ت)

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۲۷/ ۲۳

[3] " ۵/ ۳۲

[4] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۵/ ۳۲ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۵

اُس میں ہے:

ومن احیاھا ای عفاعمّن وجب علیہ القصاص لہٗ فلم یقتلہ[1]

اور جس نے اُسے زندہ کیا یعنی جو قصاص اُس پر واجب ہوچکا تھا وہ معاف کردیا اور قصاص میں اس کو قتل نہیں کیا۔ (ت)

وہابی صاحب بتائیں کہ دفعِ بلا زیادہ ہے یا زندہ کرنا جِلالینا، حیات دینا۔

آیت ۳۹:

الا ترون انی اُوفِ الکیل وانا خیر المنزلین[2]

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کیا تم دیکھتے نہیں کہ میں پورا پیمانہ عطا فرماتا ہُوں اور میں سب سے بہتر اتارنے والا ہُوں کہ جو میرے سایۂ رحمت میں اُترتا ہے اُسے وُہ راحت بخشتا ہوں کہ کہیں نہیں ملتی۔

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو یہ فرمایا، اور رب عزوجل نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے:

وقل رب انزلنی منزلاً مبارکًا وانت خیر المنزلین[3]

اے نوح! جب تُو اور تیرے ساتھ والے کشتی پر ٹھیک بیٹھ لیں تو میری حمد بجالانا اور یوں عرض کرنا کہ اے رب میرے! مجھے برکت والا اتارنا اتار اور تُو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔

یہ اللہ عزوجل کی خاص صفت نبی صدیق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے لئے کیسی ثابت فرمائی اور جب نبی صدیق صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سب سے بہتر اتارنے والے راحت ونعمت بخشنے والے ہوئے تو دافع البلاء سے بھی بڑھ کر ہوئے کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)۔

آیت ۴۰:

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین

یعنی اے مسلمانو! تمہارا مددگار نہیں مگر اللہ اور

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۲۵

[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۹

[3] " ۲۳/ ۲۹

امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون[1] | اُس کا رسول اور وہ ایمان والے جو نماز قائم رکھتے اور زکوٰۃ دیتے اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) یہاں اللہ اور رسول اور نیک بندوں میں مدد کو منحصر فرمادیا کہ بس یہی مددگار ہیں تو ضرور یہ مدد خاص ہے جس پر نیک بندوں کے سوا اور لوگ قادر نہیں عام مددگاری کا علاقہ تو ہر مسلمان کے ساتھ ہے۔ قال تعالٰی:

والمؤمنون والمؤمنٰت بعضھم اولیاء بعض[2] | مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

حالانکہ خود ہی دوسری جگہ فرماتا ہے:

مالھم من دونہ من ولی[3] | اللہ کے سوا کسی کا کوئی مددگار نہیں۔

معالم میں ہے:

(مالھم) ای مالاھل السمٰوٰت والارض (من دونہ) ای من دون اللہ (من ولیّ) ناصر[4] | نہیں ہے ان کے لئے یعنی آسمان اور زمین والوں کیلئے سوا اُس کے یعنی سوا اللہ تعالٰی کے کوئی ولی یعنی مددگار۔(ت)

وہابی صاحبو! تمہارے طور پر معاذ اللہ کیسا کُھلا شرک ہوا کہ قرآن نے خدا کی خاص صفت امداد کو رسول و صلحاء کے لئے ثابت کیا جسے قرآن ہی جا بجا فرماچکا تھا کہ یہ اللہ کے سوا دوسرے کی صفت نہیں، مگر بحمد اللہ اہلِ سنّت دونوں آیتوں پر ایمان لاتے اور ذاتی اور عطائی کا فرق سمجھتے ہیں اللہ تعالٰی بالذات مددگار ہے، یہ صفت دوسرے کی نہیں، اور رسول و اولیاء اللہ کے قدرت دینے سے مددگار ہیں، وللہ الحمد، اب اتنا اور سمجھ لیجئے مدد کاہے کے لئے ہوتی ہے؛ دفع بلاء کے واسطے۔ تو جب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور اللہ کے مقبول بندے بنصِ قرآن مسلمانوں کے مددگار ہیں تو قطعاً دافع البلاء بھی ہیں، اور فرق وہی ہے کہ اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۵۵
[2] " " ۹/ ۷۱
[3] " " ۱۸/ ۲۶
[4] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۱۸/ ۲۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۱۳۲

سبحانہٗ بالذات دافع البلاء ہے اور انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء بعطائے خدا۔ والحمد للہ العلی الاعلیٰ۔

پنج آیت از تورات و انجیل و زبورِ مقدسہ

آیت ۱۴۱، تورات شریف: امام بخاری حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دارمی و طبرانی و یعقوب بن سفیان حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ تورات مقدس میں حضور پُرنور دافع البلاء صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت یوں ہے:

یایھا النبی انا ارسلنك شاھدًا ومبشرا ونذیرا وحرزًا للامیین (الٰی قولہ تعالٰی) یعفو ویغفر[1]

اے نبی! ہم نے تجھے بھیجا گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا اور بے پڑھوں کے لئے پناہ (الٰی قولہ تعالٰی) معاف کرتا ہے اور مغفرت فرماتا ہے۔

حِرز بھی رب العزت جل وعلا کی صفات سے ہے۔ حدیث میں ہے:

یا حرز الضعفاء یا کنز الفقراء[2]

اے ضعیفوں کی پناہ اے غریبوں کے خزانے۔

علامہ زرقانی شرح مواہب شریفہ میں فرماتے ہیں:

جعلہ نفسہ حرزًا مبالغۃ لحفظہ لھم فی الدارین[3]

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پناہ دینے والے ہیں مگر رب تبارک وتعالیٰ نے حضور کو بطور مبالغہ

---

[1] سنن الدارمی باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الکتب قبل مبعثہ دار المحاسن للطباعۃ قاہرۃ ۱/ ۱۴
دلائل النبوۃ للبیہقی باب صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التورات والانجیل دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۷۶
صحیح البخاری کتاب البیوع ۱/ ۲۸۵ و کتاب التفسیر سورۃ الفتح ۲/ ۷۱۷ قدیمی کتب خانہ کراچی
الخصائص الکبریٰ باب ذکرہ فی التوراۃ والانجیل الخ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/ ۱۰
الطبقات الکبریٰ لابن سعد ذکر صفۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ والانجیل دار صادر بیروت ۱/ ۳۶۰ و ۳۶۲

[2]

[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ

خود پناہ کہا (جیسے عادل کو عدل یا عالم کو علم کہتے ہیں اور اس وصف کی وجہ یہ ہے کہ) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دنیا و آخرت میں اپنی اُمت کے محافظ و نگہبان ہیں۔

والحمد للہ رب العٰلمین۔

آیت ۴۲، از توراۃ: ہاں ہاں خبردار ہوشیار، اے نجدیان نابکار، ذرا کم سن نوسیدا عیارہ خام پارہ وہابیت ناکارہ کے ننھے سے کلیجے پر ہاتھ دھر لینا توراۃ و زبور کی دو آیتیں تلاوت کی جائیں گی نوخیز وہابیت کی نادان جان پر قہر الٰہی کی بجلیاں گرائیں گی افسوس تمہیں توراۃ و زبور کی تکذیب کرتے کیا لگتا تھا جب تم قرآن کی نہ سنو اللہ کا کذب تم ممکن گنو مگر جان کی آفت گلے کا غل تو یہ ہے کہ آیات جناب شاہ عبدالعزیز صاحب نے نقل فرمائیں کلام الٰہی بتائیں، یہ امام الطائفہ کے نسب کے چچا، شریعت کے باپ، طریقت کے دادا۔ اب انھیں نہ مشرک کہے بنتی ہے نہ کلام الٰہی پر ایمان لانے کو رُوٹھی وہابیت ملتی ہے نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن (نہ رہنے کا یارا نہ چلنے کی تاب۔ ت) ؎

دو گونہ رنج و عذاب است جانِ لیلٰی را ۔۔۔ بلائے صحبتِ مجنوں و فرقتِ مجنوں[1]

(لیلٰی کی جان کو دو قسم کا دُکھ اور عذاب ہے، مجنوں کی صحبت اور اس کی جدائی کی مصیبت۔ت)

ہاں اب ذرا گھبرائے دلوں، شرمائی چتونوں سے لجائی انکھڑیاں اُوپر اٹھایئے اور بحمد اللہ وہ سُننے کو ایمان نصیب ہو تو سُنی ہو جایئے، جناب شاہ صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں توراۃ کے سفر چہارم میں ہے:

قال اللہ تعالٰی لابراھیم انّ ھاجرۃ تلد ویکون من ولدھا من یدہ فوق الجمیع وید الجمیع مبسوطۃ الیہ بالخشوع[2]

اللہ تعالٰی نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا بیشک ہاجرہ کے اولاد ہوگی اور اس کے بچوں میں وُہ ہوگا جس کا ہاتھ سب پر بالا ہے اور سب کے ہاتھ اُس کی طرف پھیلے ہیں عاجزی اور گڑگڑانے میں۔

وہ کون؟ محمد رسول اللہ سید الکون معطی العون صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔ قربان تیرے اے بلند ہاتھ والے، اے دو جہان کے اُجالے۔ حمد اس کے وجہ کریم کو جس نے ہماری عاجزی و

---

[1]

[2] تحفہ اثنا عشریہ باب ششم در بحث نبوت و ایمان انبیاء علیہم الصلوٰت والسلام سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۶۹

محتاجی کے ہاتھ ہر لئیم بے قدرت سے بچائے اور تجھ جیسے کریم رؤف و رحیم کے سامنے پھیلائے، والحمد للہ رب العٰلمین ؎

اُسے حمد جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا[1]

آیت ۴۳، از زبور مقدس: نیز تحفہ میں زبور شریف سے منقول:

یا احمد فاضت الرحمۃ علٰی شفتیك من اجل ذٰلك اُبارك علیك فتقلد السیف فان بہائك وحمدك الغالب (الٰی قولہ) والامم یخرون تحتك کتاب حق جاء اللہ بہ من الیمن والتقدیس من جبل فاران و امتلأت الارض من تحمید احمد وتقدیسہ وملك الارض ورقاب الامم[2]

اے احمد! رحمت نے جوش مارا تیرے لبوں پر، میں اس لئے تجھے برکت دیتا ہوں، تُو اپنی تلوار حمائل کر کہ تیری چمک اور تیری تعریف غالب ہے، سب اُمتیں تیرے قدموں میں گریں گی، سچی کتاب لایا اللہ برکت و پاکی کے ساتھ مکہ کے پہاڑ سے، بھر گئی زمین احمد کی حمد اور اس کی پاکی بولنے سے، احمد مالک ہوا ساری زمین اور تمام امتوں کی گردنوں کا۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اے احمد پیارے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مملوکو خوشی و شادمانی ہے، تمہارے لئے تمہارا مالک پیارا سراپا کرم سراپا رحمت ہے، والحمد للہ رب العالمین ؎

عہد ما بالب شیریں دہناں بست خدا
ما ہمہ بندہ و ایں قوم خداوندانند[3]

(ہمارا عہد و پیمان اللہ تعالٰی نے میٹھے منہ والوں کے لبوں کے ساتھ باندھ دیا ہے ہم سب غلام ہیں اور یہ قوم مالکوں کی ہے۔ ت)

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا[4]

ولہذا حضرت امام اجل عارف باللہ سیدی سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ تعالٰی عنہ،

---

[1] حدائق بخشش مکتبہ رضویہ کراچی حصہ دوم ص ۵۳
[2] تحفہ اثنا عشریہ باب ششم در بحث نبوت و ایمان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۶۹
[3]
[4] حدائق بخشش مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ص ۲

پھر امام اجل قاضی عیاض شفا شریف پھر امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں نقلاً و تذکیراً، پھر علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نسیم الریاض، پھر علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شرح مواہب میں شرحاً و تفسیراً فرماتے ہیں:

من لم یر ولایۃ الرسول علیہ فی جمیع احوالہ ویر نفسہ فی ملکہ لایذوق حلاوۃ سنتہ[1]

جو ہر حال میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنا والی اور اپنے آپ کو حضور کی ملک نہ جانے وہ سنّتِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حلاوت سے اصلاً خبردار نہ ہوگا۔

والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔

فائدہ عظیمہ: الحمدللہ سُنّیوں کی اقبالی ڈگری۔ ان آیات تورات و زبور پر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کو دو آیت تورات و انجیل مبارک مع چند احادیث کے یاد آئیں مگر ان کے ذکر سے پہلے امام الطائفہ کے ایک انجان پنے کا اقرار سن لیجئے۔ تقویۃ الایمان فصل ثانی اشراک فی العلم کے شروع میں لکھا:

"جس کے ہاتھ میں کُنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے تو کھولے جب چاہے نہ کھولے" انتہی[2] ـــــ بھولا نادان لکھتے تو لکھ گیا مگر ؎

کیا خبر تھی انقلابِ آسماں ہو جائیگا دین نجدی پائمالِ سُنّیاں ہو جائیگا

غریب مسکین کیا جانتا تھا کہ وہ تو چند ورق بعد یہ کہنے کو ہے کہ "جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں[3]" یہاں اس کے قول سے تمام عالم پر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اختیارِ تام ثابت ہو جائیگا بیچارے مسکین عزیز کے دعیان میں اُس وقت بھی لوہے پیتل کی کنجیاں تھیں

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الثانی لزوم محبتہ صلی اللہ علیہ وسلم المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/ ۱۶
نسیم الریاض فی شرح القاضی عیاض " " " " " " مرکز اہلسنت گجرات ہند ۳/ ۳۴۶ و ۳۴۷
المواہب اللدنیۃ المقصد السابع المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۹۹ و ۳۰۰
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ الفصل الاول دارالمعرفۃ بیروت ۶/ ۳۱۳

[2] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۴

[3] " " الفصل الرابع " " " " " " " " " ص ۲۸

جو جامع مسجد کی سیڑھیوں پر بساطی پیسے پیسے بیچتے اس کی خواب میں بھی خیال نہ تھا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے رب جل وعلا نے اس بادشاہ جبار جلیل الاقتدار عظیم الاختیار صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کیا کیا کنجیاں عطا فرمائی ہیں ہاں ہم سے سُن اور وہ سُن کہ حق ہو جا۔

آیات واحادیث عطائے مفاتیح عالم بحضور پُرنور مولائے اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

آیت ۴۴، از توراتِ شریف: بیہقی وابونعیم دلائل النبوۃ میں حضرت ام الدرداء سے راوی میں نے کعب احبار سے پوچھا، تم توارت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعت کیا پاتے ہو؟ کہا، حضور کا وصف توراتِ مقدس میں یُوں ہے:

محمد رسول اللّٰہ اسمہ المتوکل لیس بفظ ولا غلیظ ولا سخاب فی الاسواق واعطی المفاتیح لیبصر اللّٰہ بہ اعینا عورا ویسمع بہ اذانا صما ویقیم بہ السنۃ معوجۃ حتی یشھدوا ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ یعین المظلوم ویمنعہ من ان یستضعف[1]

محمد اللہ کے رسول ہیں ان کا نام متوکل ہے، نہ درشت خُو ہیں نہ سخت گو، نہ بازاروں میں چلّانے والے، وہ کنجیاں دے گئے ہیں تاکہ اللہ تعالٰی اُن کے ذریعہ سے پھُوٹی آنکھیں بینا اور بہرے کان شنوا اور ٹیڑھی زبانیں سیدھی کردے یہاں تک کہ لوگ گواہی دیں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اس کا ساجھی نہیں وہ نبی کریم ہر مظلوم کی مدد فرمائیں گے اور اسے کمزور سمجھے جانے سے بچائیں گے۔

آیت ۴۵، از انجیل جلیل: حاکم بافادہ تصحیح اور ابن سعد وبیہقی وابونعیم روایت کرتے ہیں ام المومنین ومحبوبہ محبوب رب العالمین حضرت عائشہ صدیقہ صلے اللہ تعالٰی علٰی بعلہا وابیہا وعلیہا وسلم فرماتی ہیں: رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صفت وثنا انجیل پاک میں مکتوب ہے:

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب ذکرہ فی التوراۃ والانجیل مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/ ۱۱
دلائل النبوۃ للبیہقی باب صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ والانجیل دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۷۷

ف: بساطی: خردہ فروش۔ ضرورت کی چھوٹی موٹی چیزیں بیچنے والا۔

لا فظ ولا غلیظ ولا سخاب فی الاسواق واعطی المفاتیح[1] الخ مثل ما مرّ سواءً بسواءٍ۔

نہ سخت دل ہیں نہ درشت خُو، نہ بازاروں میں شور کرتے، اُنھیں کنجیاں عطا ہوتی ہیں۔ باقی عبارت مثل تورات مبارک ہے۔

حدیث ۶۱: بخاری ومسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور مالک المفاتیح صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بینا انا نائم اُتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدیّ[2]۔

میں سورہا تھا کہ تمام خزائنِ زمین کی کُنجیاں لائی گئیں اور میرے دونوں ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔

حدیث ۶۲: امام احمد وابوبکر بن ابی شیبہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی حضور مالک مختار صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اعطیت مالم یعط احد من الانبیاء قبلی نصرت بالرعب واعطیت مفاتیح الارض الحدیث[3]۔

مجھے وہ عطا ہُوا جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملا، رعب سے میری مدد فرمائی گئی (کہ مہینہ بھر کی راہ پر دشمن میرا نام پاک سُن کر کانپے) اور مجھے ساری زمین کی کنجیاں عطا ہوئیں، الحدیث۔

امام جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کی تصحیح کی۔

حدیث ۶۳: امام احمد اپنی مسند اور ابن حبان اپنی صحیح اور ضیاء مقدسی صحیح مختارہ ابونعیم دلائل النبوۃ

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب ذکرہ فی التوراۃ والانجیل الخ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/ ۱۱
المستدرک للحاکم کتاب التاریخ کان اجود الناس بالخیر دارالفکر بیروت ۲/ ۶۱۴
الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر صفۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ والانجیل دارصادر بیروت ۱/ ۳۶۳

[2] صحیح البخاری کتاب الاعتصام باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت بجوامع الکلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۸۰
صحیح مسلم کتاب المساجد وموضع الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۹

[3] مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۹۸
المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب المناقب حدیث ۳۱۶۳۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۳۰۸
الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالنصر بالرعب مرکز اہلسنت گجرات الہند ۲/ ۱۹۳

میں بسند صحیح حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور مالکِ تمام دنیا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتیت بمقالید الدنیا علٰی فرس ابلق جاءنی بہ جبریل علیہ قطیفۃ من سندس[1] دنیا کی کنجیاں ابلق گھوڑے پر رکھ کر میری خدمت میں حاضر کی گئیں جبریل لے کر آئے اُس پر نازک ریشم کا زین پوش بانقش ونگار پڑا تھا۔

حدیث ۶۴: امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور پُر نور ابو القاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اوتیت مفاتیح کل شیئ الا الخمس[2] مجھے ہر چیز کی کنجیاں عطا ہوئیں سوا ان پانچ کے۔ یعنی غیوبِ خمسہ۔

علامہ حفنی حاشیہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

ثُمَّ اُعْلِمَ بِھَا بَعْدَ ذٰلِکَ[3] پھر یہ پانچ بھی عطا ہوئیں ان کا علم بھی دے دیا گیا۔

اسی طرح علامہ سیوطی نے بھی خصائص کبرٰی[4] میں نقل فرمایا: علامہ مدابغی شرح فتح المبین امام ابن حجر مکی میں فرماتے ہیں یہی حق ہے۔ وللہ الحمد۔

حدیث ۶۵: بعینہٖ یہی مضمون احمد[5] و ابویعلٰی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔

حدیث آخر ابونعیم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور مالک غیور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی تھیں،

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن جابر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۳۲۸
الخصائص الکبرٰی بحوالہ احمد و ابن حبان و ابی نعیم باب اختصاصہ بالنصر مرکز اہلسنت گجرات الہند ۲/ ۱۹۵

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۸۵
المعجم الکبیر ۱۲/ ۳۶۱

[3] حواشی الحفنی علی الجامع الصغیر علٰی ہامش السراج المنیر الحدیث اوتیت مفاتیح الخ المطبعۃ الازہریۃ المصریۃ مصر ۲/ ۲۷۰

[4] الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالنصر بالرعب مرکز اہل سنت گجرات الہند ۲/ ۱۹۵

[5] مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۸۶

لماخرج من بطنی فنظرت الیہ فاذا انابہ ساجدا ثم رایت سحابۃ بیضاء قد اقبلت من السماء حتی غشیتہ فغیب عن وجھی ثم تجلت فاذا انا بہ مدرج فی ثوب صوف ابیض وتحتہ حریرۃ خضراء و قد قبض علی ثلثۃ مفاتیح من اللؤلؤ الرطب واذا قائل یقول قبض محمد علی مفاتیح النصرۃ و مفاتیح الربح و مفاتیح النبوۃ ثم اقبلت سحابۃ اُخری حتی غشیتہ فغیب عن عینی ثم تجلت فاذا انا بہ قد قبض علی حریرۃ خضراء مطویۃ واذا قائل یقول بخ بخ قبض محمد علی الدنیا کلھا لم یبق خلق من اھلھا الا دخل فی قبضتہ۔ ھذا مختصر۔

جب حضور میرے شکم سے پیدا ہوئے میں نے دیکھا سجدے میں پڑے ہیں، پھر ایک سفید ابر نے آسمان سے آکر حضور کو ڈھانپ لیا کہ میرے سامنے سے غائب ہو گئے، پھر وُہ پردہ ہٹا تو میں کیا دیکھتی ہُوں کہ حضور ایک اونی سفید کپڑے میں لپٹے ہیں اور سبز ریشمیں بچھونا بچھا ہے اور گوہر شاداب کی تین کنجیاں حضور کی مٹھی میں ہیں اور ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ نصرت کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں، نبوت کی کنجیاں، سب پر محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبضہ فرمایا۔ پھر اور ابر نے آکر حضور کو ڈھانپا کہ میری نظر سے چھُپ گئے۔ پھر روشن ہوا تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سبز ریشم کا لپٹا ہوا کپڑا حضور کی مٹھی میں ہے اور کوئی منادی پکار رہا ہے واہ واہ ساری دنیا محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مٹھی میں آئی زمین و آسمان میں کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جو اُن کے قبضہ میں نہ آئی۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

والحمد للہ رب العلمین۔

حدیث ۶۶: حافظ ابوزکریا یحیٰی بن عائذ اپنی مولد میں بروایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما حضرت آمنہ زہریہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، رضوان خازنِ جنت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعد ولادت حضور سید الکونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنے پروں کے اندر لے کر گوشِ اقدس میں عرض کی،

لہ الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی نعیم عن ابن عباس باب ما ظہر فی لیلۃ مولدہ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/ ۴۸

معك مفاتيح النصرة قد البست الخوف والرعب لايسمع احد بذكرك الاوجل فؤاده وخاف قلبه وان لم يرك يا خليفة الله[1]	حضور کے ساتھ نصرت کی کنجیاں ہیں رعب و دبدبہ کا جامہ حضور کو پہنایا گیا ہے جو حضور کا چرچا سُنے گا اس کا دل ڈر جائے گا اور جگر کانپ اٹھے گا اگرچہ حضور کو نہ دیکھا ہو اے اللہ کے نائب !

صلی اللہ تعالٰی علیك وعلٰی اٰلك وسلم۔

ایمان کی آنکھ میں نور ہو تو ایک اللہ کا نائب ہی کہنے میں سب کچھ آگیا، اللہ کا نائب ایسا ہی تو چاہئے کہ جس کا نام محمد ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ ایک دنیا کے کتے کا نائب کہیں کا صوبہ اسکی طرف سے وہاں کے سیاہ وسپید کا مختار ہوتا ہے مگر اللہ کا نائب کسی پتھر کا نائب ہے وما قدروا اللہ حق قدرہ[2] (اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہئے تھی۔ ت) بے دولتوں نے اللہ ہی کی قدرت نہ جانی لا واللہ اللہ کا نائب اللہ کی طرف سے اللہ کے ملک میں تصرفِ تام کا اختیار رکھتا ہے جب تو اللہ کا نائب کہلایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حدیث ۶۷: امام دارمی اپنی سنن میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور مالکِ جنت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اول الناس خروجا اذا بعثوا و انا قائدهم اذا وفدوا وانا خطيبهم اذا انصتوا وانا شفيعهم اذا حبسوا وانا مبشرهم اذا يئسوا الكرامة والمفاتيح يومئذ بيدی ولواء الحمد يومئذ بيدی[3]	میں سب سے پہلے قبر سے باہر آؤں گا جب لوگ اُٹھائے جائیں گے، اور میں اُن کا پیشوا ہوں جب وہ حاضرِ بارگاہ ہوں گے، اور میں اُن کا خطیب ہوں جب وہ دم بخود ہوں گے، اور میں اُن کا شفیع ہوں جب وہ محبوس ہوں گے، اور میں خوشخبری دینے والا ہوں جب وہ ناامید

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب ماظہر فی لیلۃ مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/ ۴۹
[2] القرآن الکریم ۶/ ۹۱ و ۳۹/ ۶۷
[3] مشکوٰۃ المصابیح بحوالۃ الترمذی والدارمی باب فضائل سید المرسلین قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۵۱۴
سنن الدارمی باب ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفضل حدیث ۴۹ دار المحاسن للطباعۃ القاہرۃ ص ۳۰
الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بانہ اول من تنشق الارض منہ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۲/ ۲۱۶

الحدیث۔

ہوں گے، عزت اور کنجیاں اس دن میرے ہاتھ ہوں گی اور لواء الحمد اس دن میرے ہاتھ ہوگا۔

والحمد للہ رب العٰلمین، شکر اس کریم کا جس نے عزت دینا اس دن کے کاموں کا اختیار پیارے رؤف ورحیم کے ہاتھ میں رکھا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اس لئے شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مدارج شریف میں فرماتے ہیں:

دراں روز ظاہر گردد کہ وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نائب مٰلک یوم الدین ست روز روز او ست وحکم حکم او بحکم رب العالمین[1]

اس دن ظاہر ہو جائے گا کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مالکِ یومِ دین کے نائب ہیں۔ وہ دن آپ کا ہوگا اور اس میں رب العالمین کے حکم سے آپ کا حکم چلے گا۔ (ت)

حدیث ۶۸: ابن عبدربہ کتاب بہجۃ المجالس میں راوی کہ حضور پرنور افضل صلوات اللہ تسلیماتہ علیہ فرماتے ہیں:

ینصب الی یوم القیٰمۃ منبر علی الصراط وذکر الحدیث (الی ان قال) ثم یأتی ملکٌ فیقف علٰی اول مرقاۃ من منبری فینادی معاشر المسلمین من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا مُلکٌ خازن النار ان اللہ امرنی أن ادفع مفاتیح جہنم الٰی محمد وان محمدًا امرنی أن ادفع الٰی ابی بکرھاہ اشھدوا ھاہ اشھدوا ثم یقف ملکٌ اٰخر علٰی ثانی مرقاۃ من منبری فینادی معاشر المسلمین من عرفنی

روزِ قیامت صراط کے پاس ایک منبر بچھایا جائیگا پھر ایک فرشتہ آکر اس کے پہلے زینہ پر کھڑا ہوگا اور ندا کرے گا اے گروہِ مسلمانان! جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا اور جس نے نہ پہچانا میں مالک داروغہ دوزخ ہوں اللہ تعالٰی نے مجھے حکم دیا ہے کہ جہنم کی کنجیاں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دے دوں اور محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حکم ہے کہ ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے سپرد کردوں، ہاں ہاں گواہ ہو جاؤ ہاں ہاں گواہ ہوجاؤ۔ پھر ایک اور فرشتہ دوسرے زینہ پر کھڑا ہو کر پکارے گا: اے گروہِ مسلمین! جس نے مجھے جانا

---

[1] مدارج النبوۃ

فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا رضوان خازن الجنان ان اللّٰہ امرنی ان ادفع مفاتیح الجنۃ الی محمد وان محمدا امرنی ان ادفعہا الی ابی بکر ھاہ اشھدوا ھاہ اشھدوا الحدیث۔ (اوردہ العلامۃ ابراھیم بن عبداللّٰہ المدنی الشافعی فی الباب السابع من کتاب التحقیق فی فضل الصدیق من کتابہ الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء۔

اس نے جانا اور جس نے نہ جانا تو میں رضوان داروغۂ جنت ہُوں مجھے اللہ تعالٰی نے حکم فرمایا ہے کہ جنت کی کنجیاں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دے دوں اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حکم ہے کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے سپرد کردوں۔ ہاں ہاں گواہ ہوجاؤ ہاں ہاں گواہ ہوجاؤ۔ (علامہ ابراہیم بن عبداللہ المدنی الشافعی نے اپنی تحقیقی کتاب الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء کے ساتویں باب میں فضائل صدیق میں بیان کیا ہے۔ ت)

حدیث ۶۹: حافظ ابوسعید عبدالملک بن عثمان کتاب شرف النبوۃ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا کان یوم القیٰمۃ جمع اللّٰہ الاولین و الاٰخرین یُؤتٰی بمنبرین من نور فینصب احدھما عن یمین العرش والاٰخر عن یسارہ ویعلوھما شخصان فینادی الذی عن یمین العرش معاشر الخلائق من عرفنی فقد عرفنی و من لم یعرفنی فانا رضوان خازن الجنۃ ان اللّٰہ امرنی ان اُسلّم مفاتیح الجنۃ الٰی محمد وان محمدًا امرنی ان اسلّمہا الٰی ابی بکر وعُمَرَ لیدخلا محبیھما الجنۃ الا فاشھدوا

روزِ قیامت اللہ تعالٰی سب اگلوں پچھلوں کو جمع فرمائے گا دو منبر نور کے لاکر عرش کے داہنے بائیں بچھائے جائیں گے ان پر دو شخص چڑھیں گے، داہنے والا پکارے گا: اے جماعاتِ مخلوق! جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا اور جس نے نہ پہچانا تو میں رضوان داروغۂ بہشت ہوں مجھے اللہ عزوجل نے حکم دیا کہ جنت کی کنجیاں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سپرد کروں اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ابوبکر وعمر (رضی اللہ تعالٰی عنہما) کو دوں کہ وہ اپنے دوستوں کو جنت میں داخل کریں۔ سُنتے ہو گواہ ہوجاؤ۔

سے

ثم ینادی الذی عن یسار العرش معاشر الخلائق من عرفنی فقد عرفنی و من لم یعرفنی فانا مالک خازن النار ان اللہ امرنی ان اسلم مفاتیح النار الی محمد و محمد امرنی ان اسلمھا الی ابی بکر و عمر لیدخلا مبغضیھما النار الا فاشھدوا۔[1] اوردہ ایضا فی الباب السابع من کتاب الاحادیث الغرر فی فضل الشیخین ابی بکر و عمر من کتاب الاکتفاء۔

پھر بائیں والا پکارے گا: اے جماعاتِ مخلوق! جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا اور جس نے نہ پہچانا تو میں مالک داروغہ دوزخ ہوں مجھے اللہ عزوجل نے حکم دیا کہ دوزخ کی کنجیاں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سپرد کروں اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ابوبکر وعمر (رضی اللہ تعالٰی عنہما) کو دُوں کہ وہ اپنے دشمنوں کو جہنم میں داخل کریں، سُنتے ہو گواہ ہو جاؤ۔ (اس کو بھی کتاب الاکتفاء میں کتاب الاحادیث الغرر فی فضل الشیخین ابی بکر وعمر میں باب ہفتم میں بیان کیا۔ ت)

یہی معنٰی ہیں اُس حدیث کے کہ ابوبکر شافعی نے غیلانیات میں روایت کی،

ینادی یوم القیمۃ این اصحاب محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، فیؤتی بالخلفاء رضی اللہ تعالٰی عنہم فیقول اللہ لھم ادخلوا من شئتم الجنۃ و دعوا من شئتم[2] اوما ھو بمعناہ ذکرہ العلامۃ الشہاب الخفاجی فی نسیم الریاض شرح شفاء الامام القاضی عیاض فی فصل ما اطلع علیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الغیوب، وقال اوما ھو بمعناہ۔

روزِ قیامت ندا کی جائے گی کہاں ہیں اصحابِ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ پس خلفاء رضی اللہ تعالٰی عنہم لائے جائیں گے اللہ عزوجل ان سے فرمائے گا تم جسے چاہو جنت میں داخل کرو اور جسے چاہو چھوڑ دو۔ (علامہ شہاب خفاجی نے نسیم الریاض شرح شفاء الامام قاضی عیاض میں فصل "نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کن کن غیوب پر مطلع کیا گیا" میں اس کا ذکر کیا، اور فرمایا یا جو اس کے ہم معنٰی ہے۔ (ت)

---

[1] مناہل الشفاء و مناہل الصفاء بتحقیق شرف المصطفٰی حدیث ۲۳۸۰ دار البشائر الاسلامیہ بیروت ۵/ ۴۱۹ و ۴۲۰

[2] نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض بحوالہ الغیلانیات فصل ومن ذٰلک ما اطلع علیہ من الغیوب مرکز اہلسنت گجرات الہند ۳/ ۱۶۴

حدیث ۷۰ : ولہذا سیدنا مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے فرمایا :

انا قسیم النار میں قسیمِ دوزخ ہوں۔

یعنی وہ اپنے دوستوں کو جنّت اور اعداء کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔

رواہ شاذان الفضیلی عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی جزء رد الشمس جعلنا اللہ ممن والاہ کما یحبہ و یرضاہ بجاہ جمال محبتاہ اٰمین۔[1]

اس کو شاذان نے جزء رد الشمس میں روایت کیا ہے۔ اللہ تعالٰی ہمیں اس کے محبوں میں رکھے جیسا کہ وہ خود اس سے محبت فرماتا ہے اور اس پر راضی ہے اس کے محبوں کے جمال کے صدقے۔ آمین! (ت)

بلکہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی نے اسے احادیثِ حضور والا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ میں داخل کیا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت مولٰی علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کو قسیم النار فرمایا۔ شفاء شریف میں فرماتے ہیں :

قد خرج اھل الصحیح والائمۃ ما اعلم بہ اصحابہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مما وعدھم بہ من الظھور علی اعدائہ (الٰی قولہ) وقتل علیؓ وان اشقاھا الذی یخضب ھٰذہ من ھٰذہ ای لحیتہ من راسہ وانہ قسیم النار یدخل اولیاءہ الجنۃ واعداءہ النار۔[2]

بیشک اصحابِ صحاح و ائمہ حدیث نے وہ حدیثیں روایت کیں جن میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے صحاب کو غیب کی خبریں دیں مثلاً یہ وعدہ کہ وہ دشمنوں پر غالب آئیں گے اور مولٰی علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کی شہادت اور یہ کہ بدبخت ترین اُمّت ان کے سر مبارک کے خون سے ریش مطہر کو رنگے گا، اور یہ کہ مولا علی (رضی اللہ تعالٰی عنہ) قسیمِ دوزخ ہیں اپنے دوستوں کو بہشت میں اور اپنے دشمنوں کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔

رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنا بہ اٰمین! (اللہ تعالٰی اس سے راضی ہو اور اس کے صدقے ہم سے راضی ہو۔ آمین۔ ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ شاذان الفضیلی فی رد الشمس حدیث ۳۶۴۷۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۱۵۲

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن ذالک ما اطلع علیہ من الغیوب المکتبۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۲۸۳ و ۲۸۴

نسیم میں عبارت نہایہ:

ان علیا رضی اللہ تعالٰی عنہ قال انا قسیم النار۔

حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: میں قسیم دوزخ ہوں۔ (ت)

ذکر کرکے فرمایا:

ابن الاثیر ثقۃ وما ذکرہ علی لا یقال من قبل الرای فھو فی حکم المرفوع اذ لا مجال فیہ للاجتہاد اھ اقول کلام النسیم انہ لم یرہ مرویا عن علی فاحال علی وثاقۃ ابن الاثیر وقد ذکرنا تخریجہ وللہ الحمد۔

ابن اثیر ثقہ ہے۔ اور جو کچھ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ذکر فرمایا وہ اپنی رائے سے نہیں کہا جا سکتا، لہٰذا وہ مرفوع کے حکم میں ہوگا کیونکہ اس میں اجتہاد کی مجال نہیں اھ۔ میں کہتا ہوں نسیم کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسکو حضرت علی سے مروی نہیں جانتے چنانچہ انھوں نے اسے ابن اثیر کے ثقہ ہونے کی طرف پھیر دیا ہے اور ہم نے اس کی تخریج کردی ہے وللہ الحمد۔ (ت)

مدارج شریف میں ہے:

آمدہ است کہ ایستادہ میکند اورا پروردگار وے بیمین عرش و در روایتے بر عرش و در روایتے بر کرسی و مے سپارد بوے کلید جنت[2]

مروی ہے کہ اللہ تعالٰی آپ کو عرش کی دائیں جانب کھڑا کرے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ عرش کے اوپر، اور ایک روایت میں ہے کہ کرسی پر کھڑا کریگا اور جنت کی چابی آپ کے سپرد فرمائے گا۔ (ت)

ملاجی! ذرا انصاف کی کنجی سے دیدۂ عقل کے کواڑ کھول کر یہ کنجیاں دیکھئے جو مالک الملک شہنشاہِ قدیر جل جلالہ نے اپنے نائبِ اکبر خلیفۂ اعظم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہیں خزانوں کی کنجیاں، زمین کی کنجیاں، دنیا کی کنجیاں، جنت کی کنجیاں، نار کی کنجیاں۔ اور اب اپنا وہ بلائے جان اقرار یاد کیجئے "جس کے ہاتھ کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے کھولے جب چاہے نہ کھولے"[3] دیکھ حجتِ الٰہی یوں قائم ہوتی ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

---

[1] نسیم الریاض فصل ومن ذالک ما اطلع علیہ من الغیوب مرکز اہلسنت گجرات الہند ۳/ ۱۶۳
[2] مدارج النبوۃ باب ہشتم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۷۴
[3] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۴

فصل دوم احادیثِ منیفہ میں

تین وصل پر مشتمل :

وصلِ اوّل اعظم واجل محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی طرف جانفزا اسناد میں جن سے ایمان کی جان میں جان آئے ایمان کی آنکھ نور وایقان پائے، وباللہ التوفیق ۔

حدیث ۱ : بخاری شریف میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے جب ابن جمیل نے زکوٰۃ دینے میں کمی کی سیدِ عالم مغنی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

ماینقم ابنُ جمیلٍ الاّ انّہ کان فقیرًا فاغناہ اللہ ورسولہ[1]

ابنِ جمیل کو کیا بُرا لگا یہی نا کہ وہ محتاج تھا اللہ ورسول نے اُسے غنی کردیا، جل جلالہٗ و صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ۔

حدیث ۲ : فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم :

اللہ ورسولہٗ مولٰی مَن لامولٰی لہ ۔ الترمذی[2] وحسّنہ وابن ماجۃ عن امیرالمؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔

جس کا کوئی نگہبان نہ ہو اللہ ورسول اس کے نگہبان ہیں (اسے ترمذی نے روایت کیا اور اسے حسن کہا، اور ابن ماجہ نے امیرالمؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا۔ ت)

علامہ مناوی تیسیر میں اس کی شرح میں فرماتے ہیں :

ای حافظُ من لاحافظ لہ[3] ۔

یعنی ارشادِ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس کا کوئی حافظ نہیں اللہ ورسول اُس کے حافظ ہیں ۔

حدیث ۳ : کہ جب سیدنا حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالٰے عنہ کی شہادت ہوئی حضورِ انور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اُن کے یہاں تشریف لے گئے اور ان کے یتیم بچوں کو خدمتِ اقدس میں

---

[1] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالٰی وفی الرقاب والغارمین قدیمی کتب خانہ پشاور ۱/۱۹۸

[2] سنن الترمذی باب ماجاء فی میراث الخال حدیث ۲۱۱۰ دارالفکر بیروت ۴/۳۳

سنن ابن ماجۃ ابواب الزکوٰۃ باب ذوی الارحام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۱

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث اللہ ورسولہ مولٰی من لامولٰی لہ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۲۰۶

یاد فرمایا وہ حاضر ہوئے حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالٰی عنہما اسے بیان کرکے فرماتے ہیں:

فجاءت اُمّنا فذکرت یتیمنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العیلۃ تخافین علیھم وانا ولیّھم فی الدنیا والاٰخرۃ۔ احمد والطبرانی[1] وابن عساکر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میری ماں نے حاضر ہوکر حضور پناہِ بیکساں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہماری یتیمی کی شکایت عرض کی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کیا ان پر محتاجی کا اندیشہ کرتی ہے حالانکہ میں ان کا ولی و کارساز ہوں دنیا و آخرت میں۔ (امام احمد اور طبرانی اور ابن عساکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے روایت کیا۔ت)

؎ غم نخورد آنکہ حفیظش توئی — والی و مولٰی و ولیش توئی

(وہ غم نہیں کھاتا جس کا محافظ، والی، آقا اور ولی تو ہے۔ت)

حدیث ۷۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

حبّ ابی بکرٍ وعُمَرَ من الایمان وبغضھما کفر وحبّ الانصار من الایمان وبغضھم کفر وحبّ العرب من الایمان وبغضھم کفر، ومن سبّ اصحابی فعلیہ لعنۃ اللہ، ومن حفظنی فیھم فانا احفظہ یوم القیٰمۃ۔ ابن عساکر[2] عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ وللہ الحمد۔

محبت ابوبکر و عمر کی ایمان سے ہے اور ان کا بُغض کُفر، اور محبت انصار کی ایمان سے ہے اور اُن کا بُغض کفر، اور محبت عرب کی ایمان سے ہے اور اُن کا بُغض کفر، اور میرے اصحاب کو جو بُرا کہے اس پر اللہ کی لعنت، اور جو ان کے معاملہ میں میرا لحاظ رکھے میں روزِ قیامت اُس کا حافظ و نگہبان ہوں گا (ابن عساکر نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۷۵ و ۷۶: دنیا کی ظاہری زینت و حلاوت اور مال حلال کما کر اچھی جگہ خرچ کرنے

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن جعفر المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۰۴ و ۲۰۵
تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۳۳۰۳ عبداللہ بن جعفر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۹/ ۱۷۳ و ۱۷۴
[2] تاریخ دمشق الکبیر " ۵۳۰۲ عمر بن الخطاب " " " " ۴۷/ ۱۸۱

کی خوبی اور حرام کماکر بری جگہ اٹھانے کی برائی بیان فرماکر ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

وربّ متخوّض فیما شاءت نفسہ من مال اللہ ورسولہ لیس لہ یوم القیٰمۃ الا النار۔ احمد[1] والترمذی وقال حسن صحیح عن خولۃ بنت قیس والبیھقی فی الشعب عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

اور بہت اللہ اور رسول کے مال سے اپنے نفس کی خواہشوں میں ڈوبنے والے ہیں جن کے لئے قیامت میں نہیں مگر آگ۔ (احمد اور ترمذی نے خولہ بنت قیس سے روایت کیا اور اس کو حسن صحیح کہا اور بیہقی نے شعب میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۷۷ : جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : مانفعنی مال قط مانفعنی مال ابی بکر مجھے کسی مال نے وہ نفع نہ دیا جو ابوبکر کے مال نے دیا۔ صدیق اکبر روئے اور عرض کی : ھل انا ومالی الا لک یا رسول اللہ میری جان و مال کا مالک حضور کے سوا کون ہے یارسول اللہ۔

احمد[2] فی مسندہ بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

احمد نے اپنی مسند میں بسند صحیح ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

حدیث ۷۸ : آیہ کریمہ :

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربٰی[3]

تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔ (ت)

کے اسبابِ نزول میں مروی انصار کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور عاجزی کرتے ہوئے گھٹنوں کے بل کھڑے ہوئے اور عرض کی :

اموالنا وما فی ایدینا للہ و

ہمارے مال اور ہمارے ہاتھوں میں جو کچھ

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۷۸
سنن الترمذی کتاب الزہد باب ماجاء فی اخذ المال حدیث ۲۳۸۱ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۶۶
شعب الایمان حدیث ۵۵۲۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۳۹۶ و ۳۹۷
[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۵۳
[3] القرآن الکریم ۴۲/ ۲۳

رسولہ۔ ابناء جریر و ابی حاتم و مردویۃ عن مقسم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔[1]

ہے سب اللہ و رسول کا ہے۔ (جریر کے بیٹوں اور ابی حاتم اور مردویہ نے مقسم سے انھوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۹۷: کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے روزِ حنین زنان و صبیانِ بنی ہوازن کو اسیر فرمایا اور اموال و غلام و کنیز مجاہدین پر تقسیم فرما دئے اب سردارانِ قبیلہ اپنے اہل و عیال و اموال حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم) سے مانگنے کو حاضر ہوئے زہیر بن صرد جشمی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی:

(۱) امنن علینا رسول اللہ فی کرم — فانک المرء نرجوہ و ننتظر

(۲) امنن علی بیضۃ قد عاقھا قدر — فشتت شملھا فی دھرھا غیر

(۳) ابقت لنا الدھر ھتافا علی حزن — علی قلوبھم الغماء و الغمر

(۴) ان لم تدارکھم نعماء تنشرھا — یا ارجح الناس حلما حین یختبر

(۱) یارسول اللہ! ہم پر احسان فرمائیے اپنے کرم سے، حضور ہی وہ مردِ کامل و جامع فواضل و محاسن و شمائل ہیں جس سے ہم امید کریں اور جسے وقتِ مصیبت کے لئے ذخیرہ بنائیں۔

(۲) احسان فرمائیے اس خاندان پر کہ تقدیر جس کے آڑے آئی اس کی جماعت تتر بتر ہوگئی اس کے وقت کی حالتیں بدل گئیں۔

(۳) یہ بدحالیاں ہمیشہ کے لئے ہم میں غم کے وہ مرثیہ خواں باقی رکھیں گی جن کے دلوں پر رنج و غیظ مستولی ہوگا۔

(۴) اور حضور کی نعمتیں جنھیں حضور نے عام فرمادیا ہے اُن کی مدد کو نہ پہنچیں تو ان کا کہیں ٹھکانہ نہیں اے تمام جہان سے زیادہ عقل والے! (صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم)

---

[1] جامع البیان (تفسیر طبری) تحت الآیۃ ۲۲/۲۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۵/۳۲
تفسیر ابن ابی حاتم " " مکتبہ نزار مصطفٰی الباز مکۃ المکرمۃ ۱۰/۳۲۷۶
الدر المنثور بحوالہ ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/۲۹۹

قال فلما سمع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھذا الشعر قال ما کان لی ولبنی عبد المطلب فھو لکم و قالت قریش ما کان لنا فھو للہ و لرسولہ وقالت الانصار ما کان لنا فھو للہ و رسولہ۔ الطبرانی فی ثلاثیات معجمہ الصغیر حدثنا عبید اللہ ابن رماحس القیسی برمادۃ الرملۃ سنۃ اربع وسبعین ومائتین ثنا ابوعمرو زیاد بن طارق وکان قد اتت علیہ عشرون ومائۃ سنۃ قال سمعت اباجرول زھیر بن صرد الجشمی یقول فذکرہ۔[1]

یہ اشعار سُن کر سیدِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ میرے اور بنی عبدالمطلب کے حصے میں آیا وہ میں نے تمھیں بخش دیا۔ قریش نے عرض کی جو کچھ ہمارا ہے وہ سب اللہ کا ہے اور اسکے رسول کا ہے۔ انصار نے عرض کی جو کچھ ہمارا ہے وہ سب اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا ہے جل جلالہ وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ طبرانی نے معجم صغیر کی ثلاثیات میں کہا کہ ہمیں ۲۷۴ھ میں رمادہ رملہ پر عبید اللہ بن رماحس قیسی نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوعمرو زیاد بن طارق نے جن کی عمر ۱۲۰ سال ہوئی انھوں نے کہا میں نے ابوجرول زہیر بن صُرد جشمی کو کہتے ہوئے سُنا، پھر انھوں نے اس کو ذکر کیا۔ (ت)

حدیث ۸۰: کہ اسود بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی؎

انتَ الرسولُ الذی تُرجٰی فواضِلُہٗ ۔۔۔ عندَ القحُوطِ اذا ما اخطاءَ المطرُ

حضور وہ رسول ہیں کہ حضور کے فضل کی امید کی جاتی ہے قحط کے وقت جب مینہ خطا کرے۔

عمر بن شیبۃ من طریق عامر الشعبی ذکرہ الحافظ فی الاصابۃ و قال ذکرہ ابن فتحون فی الذیل۔[2]

(عمر بن شیبہ نے بطریق عامر الشعبی سے روایت کیا، حافظ نے الاصابہ میں اس کا ذکر کیا اور فرمایا اس کا ذکر ابن فتحون نے ذیل میں کیا۔ ت)

---

[1] المعجم الکبیر عن زہیر بن صُرد الجشمی حدیث ۵۳۰۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۵/ ۲۶۹-۲۷۰
المعجم الصغیر من اسمہ عبید اللہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۳۶-۲۳۷
المعجم الاوسط حدیث ۴۶۶۷ مکتبۃ المعارف ریاض ۵/ ۳۱۸-۱۹
[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ ۱۶۸ اسود بن مسعود ثقفی دار الفکر بیروت ۱/ ۷۵

حدیث ۸۱ : ایک اعرابی نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی :

(۱) اتیناك والعذراء یدمی لبانها وقد شغلت ام الصبی عن الطفل

(۲) والقت بکفیها الفتی لاستکانة من الجوع ضعفا لا یمر ولا یحلی

(۳) ولیس لنا الا الیك فرارنا واین فرار الخلق الا الی الرسل

(۱) ہم درِ دولت پر شدتِ قحط کی ایسی حالت میں حاضر ہوئے کہ جو کنواری لڑکیاں ہیں (جنھیں ان کے والدین بہت عزیز رکھتے ہیں ناداری کے باعث خادم رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے کام کاج کرتے کرتے ان کے سینے شق ہو گئے) ان کی چھاتیوں سے خون بہہ رہا ہے مائیں بچوں کو بھول گئی ہیں ۔

(۲) جوان قوی کو اگر کوئی لڑکی دونوں ہاتھوں سے دھکا دے تو ضعفِ گرسنگی سے عاجزانہ زمین پر ایسا گر پڑتا ہے کہ منہ سے کڑوی میٹھی بات نہیں نکلتی ۔

(۳) اور ہمارا حضور کے سوا کون ہے جس کے پاس مصیبت میں بھاگ کر جائیں، اور خود مخلوق کو جائے پناہ ہے ہی کہاں مگر رسولوں کی بارگاہ میں ۔ صلی اللہ تعالٰی علیھم وبارك وسلم ۔

یہ فریاد سُن کر حضور رحمتِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم بنہایتِ عجلت منبرِ اطہر پر جلوہ فرما ہوئے اور دونوں دستِ مبارک بلند فرما کر اپنے رب عزوجل سے پانی مانگا، ابھی وہ پاک مبارک ہاتھ جھک کر گلوئے پُرنور تک نہ آئے تھے کہ آسمان اپنی بجلیوں کے ساتھ اُمڈا اور بیرونِ شہر کے لوگ فریاد کرتے آئے کہ یا رسول اللہ! ہم ڈوبے جاتے ہیں ۔ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ، حَوَالَیْنَا لَاعَلَیْنَا ہمارے گرد برس ہم پر نہ برس ۔ فوراً ابر مدینے پر سے کُھل گیا، آس پاس گِھرا تھا اور مدینہ طیبہ سے کُھلا ہوا ۔ یہ ملاحظہ فرما کر حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے خندۂ دنداں نما کیا اور فرمایا : اللہ کے لئے ہے خوبی ابو طالب کی، اس وقت وہ زندہ ہوتا تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں، کون ہے جو ہمیں اس کے اشعار سنائے ۔

مولٰی علی کرم اللہ تعالٰے وجہہ نے عرض کی : یارسول اللہ! شاید حضور یہ اشعار سُننا چاہتے ہیں جو ابو طالب نے نعتِ اقدس میں عرض کئے تھے : ؎

(۱) وابیض یستسقی الغمام بوجھہ ثمال الیتامی عصمة للارامل

(۲) تلوذ بہ الھلاك من اٰل ھاشم فھم عندہ فی نعمة وفواضل

(۱) وہ گورے رنگ والے کہ اُن کے مُنہ کے صدقے میں ابر کا پانی مانگا جاتا ہے۔ یتیموں کے جائے پناہ، بیواؤں کے نگہبان۔

(۲) بنی ہاشم (جیسے غیور لوگ) تباہی کے وقت اُن کی پناہ میں آتے ہیں اُن کے پاس اُن کی نعمت وفضل میں بسر کرتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، اَجَلْ ذٰلِكَ اَرَدْتُّ ہاں یہی نظم ہمیں مقصود تھی۔

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وسقانا بجاھہ عندہ الغیث النافع الاتم الاعم اٰمین! (اللہ تعالٰی آپ پر درود وسلام نازل فرمائے اور ہمیں آپ کے طفیل بارانِ رحمت عطا فرمائے جو نافع کامل ترین اور سب کو شامل ہو۔ آمین (ت))

البیہقی[۱] فی الدلائل بسند صالح کما افادہ حافظ الشان العسقلانی والدیلمی فی مسندِ الفردوس کلاھما عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (بیہقی نے دلائل میں بسند صالح روایت کیا جیسا کہ حافظ الشان العسقلانی نے اور دیلمی نے مسند الفردوس میں اس کا افادہ فرمایا ان دونوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

یہ حدیث نفیس بحمد اللہ تعالٰی اوّل تا آخر شفائے مومنین وشقائے منافقین ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پسندیدہ فرمودہ اشعار میں یہ الفاظ خاص ہمارے مقصود رسالہ ہیں کہ حضور کے سوا ہمارا کوئی نہیں جس کے پاس مصیبت میں بھاگ کر جائیں، خلق کیلئے جائے پناہ نہیں سوا بارگاہِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثنائے، وہ گورے رنگ والا پیارا جس کے چاندسے منہ کے صدقے میں مینہ اُترتا ہے، وہ یتیموں کا حافظ، وہ بیواؤں کا نگہبان، وہ ملجا وماوا کہ بڑے بڑے تباہی کے وقت اسکی پناہ میں آکر اُس کی نعمت اس کے فضل سے چین کرتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ وبارک وسلم۔

حدیث ۸۲: کہ جب جعرانہ کے اموالِ غنیمت حضورپُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قریش و

---

[۱] دلائل النبوۃ للبیہقی باب استسقاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۱۴۱
فتح الباری شرح صحیح البخاری باب سوال الناس الامام الاستسقاء " " " ۲/ ۴۲۹

دیگر اقوامِ عرب کو عطا فرمائے اور انصار کرام نے اُس میں سے کوئی شَے نہ پائی انھیں (اس خیال سے کہ شاید حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہم پر اب وہ نظرِ توجہ وکرم نہ رہی شاید اب اپنی قوم قریش کی طرف زیادہ التفات فرمائیں بمقتضائے سنتِ عُشّاق کہ دوسروں پر لطفِ محبوب زائد دیکھ کر رنجیدہ وکبیدہ ہوتے ہیں) ملال گزرا یہاں تک کہ بعض کی زبان پر بعض کلمات شکایت آمیز آئے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سُنا، خاطرِ انور پر ناگوار گزرا، انھیں جمع کرکے ارشاد فرمایا:

الم اجدکم ضُلّالًا فھداکم اللہ، الم اجدکم عالۃ فاغناکم اللہ۔[1]

کیا میں نے تمھیں نہ پایا گمراہ پس اللہ عزوجل نے تمھیں راہ دکھائی، کیا میں نے تمھیں نہ پایا محتاج پس اللہ عزوجل نے تمھیں تونگری دی۔

اور صحیح بخاری وصحیح مسلم ومسند امام احمد میں یُوں ہے:

یامعشر الانصار الم اجدکم ضُلّالًا فھداکم اللہ بی، وکنتم متفرقین فالفکم اللہ بی، وکنتم عالۃ فاغناکم اللہ تعالٰی بی۔[2] رواہ عن عبد اللہ بن زید بن عاصم، ونحوہ لاحمد عن انس[3] ولہ ولعبد بن حمید والضیاء عن ابی سعید[4] رضی اللہ تعالٰی

اے گروہِ انصار! کیا میں نے نہ پایا تمھیں گمراہ پس اللہ عزوجل نے تمھیں میرے ذریعے سے ہدایت کی، اور تمھارے آپس میں پھوٹ تھی اللہ تعالٰی نے میرے وسیلے سے تم میں موافقت کردی، اور تم محتاج تھے اللہ عزوجل نے میرے واسطے سے تمھیں تونگری بخشی (عبد اللہ بن زید بن عاصم سے اسے روایت کیا گیا اور اسی طرح احمد نے حضرت انس سے نیز احمد، عبد بن حمید اور ضیاء نے ابوسعید خدری سے روایت کیا

[1] المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب المغازی غزوۃ حنین الخ حدیث ۳۶۹۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۴۱۹

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الطائف قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۲۰
صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب اعطاء المؤلفۃ الخ " " ۱/ ۳۳۹
مسند احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۴۲

[3] " " " عن انس " " " ۳/ ۱۰۴ و ۲۵۳

[4] کنز العمال بحوالہ حم وعبد بن حمید عن ابی سعید الخدری حدیث ۳۳۷۶۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۱۷

عنهم۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم (ت)

انصارکرام ہرکلمے پر عرض کرتے جاتے تھے،

نعوذ باللہ من غضب اللہ و من غضب رسولہ۔ ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اللہ کے غضب اور رسول اللہ کے غضب سے۔ جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الاتجیبون جواب کیوں نہیں دیتے ؟

انصار نے عرض کی،

اللہُ و رسولہ اَمَنُّ و اَفضلُ۔ اللہ ورسول کا احسان زائد ہے اور اللہ ورسول کا فضل بڑا ہے۔

حضور نے فرمایا: تم چاہو تو جواب دے سکتے ہو۔

انصار کرام روئے اور بار بار عرض کرنے لگے،

اللہُ و رسولہ اَمَنُّ و افضلُ۔ اللہ ورسول کا احسان زائد ہے اللہ ورسول کا فضل بڑا ہے۔

ابوبکر بن ابی شیبۃ فی مُصَنَّفِہٖ[1] عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

حدیث ۸۳: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

مَوتانُ الارضِ للّٰہِ و رسولہٖ۔ البیہقی فی الشعب[2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما موصولاً۔ جو زمین کسی کی مِلک نہیں وہ اللہ اور اللہ کے رسول کی ہے (بیہقی نے شعب میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے موصولاً روایت کیا۔ ت)

---

[1] المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب المغازی حدیث ۳۶۹۸۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۴۱۹

[2] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب احیاء الموات باب لایترک ذمی یحییہ الخ دار صادر ۶/ ۱۴۳

حدیث ۸۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

عادیّ الارض من اللّٰہ ورسولہ۔ قدیم زمینیں اللہ ورسول کی مِلک ہیں، اسی میں ھو فیہا عن طاؤس[1] مرسلاً۔ طاؤس سے مرسلاً مروی ہے۔(ت)

اقول بَن، جنگل، پہاڑوں اور شہروں کی مُلک افتادہ زمینوں کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ اُن پر ظاہری مِلک بھی کسی کی نہیں یہ ہر طرح خالص مِلکِ خدا اور رسول ہیں جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ورنہ محلوں، احاطوں، گھروں، مکانوں کی زمینیں بھی سب اللہ ورسول کی مِلک ہیں اگرچہ ظاہری نام مَن و تُو کا لگا ہوا ہے۔ زبور شریف سے ربّ العزت کا نام سُن ہی چکے کہ احمد مالک ہوا ساری زمین اور تمام اُمّتوں کی گردنوں کا[2] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ تو یہ تخصیص مکانی ایسی ہے جیسے آیہ کریمہ والامر یومئذٍ للّٰہ[3] میں تخصیص زمانی کہ حکم اُس دن اللہ کے لئے ہے، حالانکہ ہمیشہ اللہ ہی کا ہے، مگر وہ دن روز ظہورِ حقیقت و انقطاعِ اِدّعا ہے۔ لاجرم صحیح بخاری شریف کی حدیث نے ساری زمین بلاتخصیص اللہ ورسول کی مِلک بتائی وہ کہاں؟ وہ اس حدیث آئندہ میں،

حدیث ۸۵: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

اِعلموا انّ الارض للّٰہ ولرسولہ۔ البخاری[4] فی الجہاد من الجامع الصحیح باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ یقین جان لو کہ زمین کے مالک اللہ ورسول ہیں جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ (امام بخاری نے الجامع الصحیح میں کتاب الجہاد باب یہود کا جزیرۃ العرب سے اخراج" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۸۶: اعشٰی مازنی رضی اللہ تعالٰی عنہ خدمت اقدس میں اپنے بعض اقارب کی ایک

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب احیاء الموات باب لایترک ذمی یحییہ الخ دار صادر بیروت ۶/ ۱۴۳
[2] تحفہ اثنا عشریہ باب ششم در بحث نبوت ایمان انبیاء سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۶۹
[3] القرآن الکریم ۸۲/ ۱۹
[4] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۹
صحیح مسلم باب اجلاء الیہود من الحجاز " " " ۲/ ۹۴

فریاد لے کر حاضر ہوئے اور اپنی منظوم عرضی مسامع قدسیہ پر عرض کی جس کی ابتداء اس مصرع سے تھی ع

یَا مَالِكَ النَّاسِ وَدَیَّانَ الْعَرَبِ

(اے تمام آدمیوں کے مالک اور اے عرب کے جزا و سزا دینے والے)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کی فریاد سن کر شکایت رفع فرمادی۔

الامام احمد حدثنا محمد بن ابی بکر المقدمی ثنا ابو معشر البراء ثنی صدقة بن طیسلة ثنی معن بن ثعلبة المازنی والحی بعد ثنی الاعشی المازنی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال اتیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانشدته یا مالك الناس ودیان العرب الحدیث[1] ورواہ الامام الاجل ابو جعفر الطحاوی فی معانی الاٰثار حدثنا ابن ابی داؤد ثنا المقدمی ثنا ابو معشر الی اٰخرہ نحوہ[2] سنداً ومتناً ورواہ ابن عبداللہ ابن الامام فی زوائد مسندہ من طریق عوف بن کہمس بن الحسن عن صَدَقَةَ بن طیسلة حدثنی معن بن ثعلبة المازنی والحی بعدہ قالوا ثنا الاعشٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ فذکرہ[3] قلت والیہ اعنی عبداللہ عزاہ حافظ الشان فی الاصابة[4] انہ رواہ فی الزوائد والعبد الضعیف غفر اللہ تعالٰی لہ قد رواہ فی المسند نفسہ ایضاً کما سمعت وللہ الحمد ورواہ البغوی وابن السکن وابن ابی عاصم کلھم من طریق الجنید بن امین بن عروة بن نضلة بن طریف بن بُھصل الحرمازی عن ابیہ عن جدہ نضلة ولفظ البغوی عنہ حدثنی ابی امین حدثنی ابی ذروة عن ابی نضلة عن رجل منھم یقال لہ الاعشٰی واسمہ عبداللہ بن الاعور رضی اللہ تعالٰی عنہ فذکر القصة وفیہ فخرج حتی اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فعاذ بہ وانشأ یقول یا مالك الناس ودیان العرب الحدیث[5]۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل — المکتب الاسلامی بیروت — ۲/ ۲۰۱
مجمع الزوائد — کتاب النکاح — باب النشوز — دار الکتاب بیروت — ۴/ ۲۳۱
[2] شرح معانی الآثار — کتاب الکراھیة — باب روایة الشعر الخ — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۲/ ۴۱۰
[3] زوائد عبداللہ بن احمد کتاب الادب باب ماجاء فی الشعر حدیث ۱۲۸ دار البشائر الاسلامیہ بیروت ص ۳۲۳
[4] الاصابة فی تمییز الصحابة — ترجمہ ۴۵۲۳ عبداللہ بن الاعور — دار الفکر بیروت — ۴/ ۱۵۲
[5] ″ ″ ″ بحوالہ البغوی ترجمہ ۸۷۱۴ نضلة بن طریف ″ ″ — ۵/ ۲۳۷

یہ حدیث جلیل اتنے ائمہ کبار نے باسانید متعددہ روایت کی اور طریق اخیر میں یہ لفظ ہیں کہ،
اعشی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پناہ لی اور عرض کی کہ
اے مالک آدمیاں، و اے جزاو سزا دہ عرب صلی اللہ تعالٰی علیک و بارک وسلم۔

حدیث ۸۷: حارث بن عوف مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی:

ابعث معی من یدعو الی دینک فانا لہ جار۔ میرے ساتھ کسی شخص کو حضور ارسال فرمائیں جو میری قوم کو حضور کے دین کی طرف دعوت کرے اور وہ میری پناہ میں ہوگا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ساتھ کر دیا حارث رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کنبے والوں نے عہد شکنی کرکے انھیں شہید کر دیا۔ حسان بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس بارے میں اشعار کہے از انجملہ یہ شعر ؎

یاحارث من یغدر بذمۃ جارہ ... منکم فان محمدا لا یغدر

اے حارث! جو کوئی تم میں اپنے پناہ دئے ہوئے کے عہد سے بے وفائی کرے
تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جسے پناہ دیتے ہیں وہ سچی پناہ ہوتی ہے۔

فجاء الحارث فاعتذر و ودی الانصاری وقال یا محمد انی عائذ بك من لسان حسان۔ الزبیر بن بکار حدثنی عمی مصعب ان الحارث بن عوف اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فذکرہ۔[1]

حارث رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حاضر ہو کر عذر کیا اور انصاری شہید کی دیت دی اور حضور سے عرض کی یارسول اللہ! میں حضور کی پناہ مانگتا ہوں حسان کی زبان سے۔ زبیر بن بکار نے کہا مجھے میرے چچا مصعب نے حدیث بیان کی کہ حارث بن عوف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور پھر پوری حدیث بیان کی۔ (ت)

حدیث ۸۸: صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

انہ کان یضرب غلامہ فجعل یقول اعوذ باللہ قال یعنی وہ اپنے غلام کو مار رہے تھے، غلام نے کہنا شروع کیا، اللہ کی دہائی، اللہ کی دہائی۔

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ بحوالہ الزبیر ترجمہ ۱۴۵۷ الحارث بن عوف دار الفکر بیروت ۱/ ۴۳۰

فجعل یضربہ فقال اعوذ برسول اللہ، فترکہ، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واللہِ لَلّٰہُ اَقْدَرُ علیک منک علیہ قال فاعتقہ۔[1]

اُنھوں نے ہاتھ نہ روکا۔ غلام نے کہا رسول اللہ کی دُہائی۔ فوراً چھوڑ دیا۔ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم! بے شک اللہ تجھ پر اس سے زیادہ قادر ہے جتنا تُو اس غلام پر۔ اُنھوں نے غلام کو آزاد کر دیا۔

الحمدُ للہ! اس حدیث صحیح کے تیور دیکھئے، حیا ہو تو وہابیت کو ڈوب مرنے کی بھی جگہ نہیں، یہ حدیث تو خدا جانے بیمار دِلوں پر کیا کیا قیامتیں توڑے گی۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دُہائی دینا ہی اُن کے دُہائی مچانے کو بہت تھی نہ کہ وہ بھی یوں کہ سیّدنا ابو مسعود بدری رضی اللہ تعالٰی عنہ خود فرماتے ہیں وہ اللہ عزّوجل کی دُہائی دیتا رہا میں نے نہ چھوڑا جب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دُہائی دی فوراً چھوڑ دیا۔

علماء فرماتے ہیں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دُہائی سُن کر حضور کی عظمت دل پر چھائی ہاتھ روک لیا۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) یعنی پہلی بات ایک معمول ہو جانے سے ایسی مؤثر نہ ہوتی، انسان کا قاعدہ ہے کہ جس بات کا محاورہ کم ہوتا ہے اس کا اثر زیادہ پڑتا ہے ورنہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دہائی بعینہٖ اللہ عزّوجل کی دہائی ہے اور نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عظمت اللہ عزّوجل کی عظمت سے ناشی ہے۔ بحمد اللہ حدیث کے یہ معنے ہیں اگرچہ وہابیہ کے طور پر تو اس کا درجہ شرک سے بھی کچھ آگے بڑھا ہوا ہے۔

حدیث ۸۹: یہی مضمون عبدالرزاق نے اپنی مصنّف میں امام حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا:

قال بینا رجلٌ یضرب غلامًا لہٗ وھو یقول اعوذ باللہ اذ بَصُر برسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال اعوذ برسول اللہ فالقی

یعنی ایک صاحب اپنے غلام کو مار رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا کہ اللہ کی دُہائی۔ اتنے میں غلام نے حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تشریف لاتے دیکھا اب کہا رسول اللہ کی دہائی۔ فوراً اس

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب صحبۃ الممالیک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۵۲

ماکان فی یدہ وخلّی عن العبد فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اَمَا واللہ انہ احق ان یعاذ من استعاذ بہ منّی فقال الرجل یا رسول اللہ فھو حُرٌّ لوجہ اللہ[1]

صاحب نے کوڑا ہاتھ سے ڈال دیا اور غلام کو چھوڑ دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: سُنتا ہے خدا کی قسم بیشک اللہ عزوجل مجھ سے زیادہ اس کا مستحق ہے کہ اس کی دُہائی دینے والے کو پناہ دی جائے۔ اُن صاحب نے عرض کی، یارسول اللہ! تو وہ اللہ کے لئے آزاد ہے۔

اقول الحمد للہ اس حدیث نے تو اور بھی پانی سر سے تیر کر دیا، صاف تصریح فرما دی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غلام کی دونوں دُہائیاں بھی سُنیں اور پہلی دُہائی پر اُن کا نہ رُکنا اور دُوسری پر فوراً باز رہنا بھی ملاحظہ فرمایا مگر افسوس کہ وہابیت کی ذلت ومردودیت کہ نہ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُس غلام سے فرماتے ہیں کہ تو مشرک ہو گیا اللہ کے سوا میری دُہائی دیتا ہے اور وہ بھی کس طرح کہ اللہ عزوجل کی دُہائی چھوڑ کر نہ آقا سے ارشاد کرتے ہیں کہ یہ کیسا شرک اکبر، خدا کی دہائی کی وہ بے پرواہی اور میری دُہائی پر یہ نظر، ایک تو میری دُہائی مانتی اور وہ بھی یوں کہ خدا کی دُہائی نہ مان کر افسوس آقا وغلام کو مشرک بنانا درکنار خود جو اس پر نصیحت فرماتے ہیں وہ کس مزے کی بات ہے کہ اللہ مجھ سے زیادہ اس کا مستحق ہے، دُہائی تو اپنی بھی قائم رکھی اور اپنی دُہائی دینے پر پناہ دینی بھی ثابت رکھی، صرف اتنا ارشاد ہُوا کہ خدا کی دُہائی زیادہ ماننے کے قابل تھی۔ الحمدُ للہ کہ اللہ کے سچے رسول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دین وہابیہ کے جھوٹے قرآن تقویۃ الایمان کی کچھ قدر نہ فرمائی اُسے سخت ذلت پہنچائی جس میں اس کا امام لکھتا ہے:

"اول معنے شرک وتوحید کے سمجھنا چاہئے اکثر لوگ پیروں پیغمبروں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اُن سے مرادیں مانگتے ہیں، کوئی اپنے بیٹے کا نام عبدالنبی رکھتا ہے کوئی علی بخش کوئی غلام محی الدین، کوئی مشکل کے وقت کسی کی دُہائی دیتا ہے، غرض کہ جو کچھ ہندو اپنے بُتوں سے کرتے ہیں وہ سب کچھ یہ جھوٹے مسلمان اولیاء وانبیاء سے کر گزرتے ہیں اور دعوٰی مسلمانی کا کئے جاتے ہیں۔ سچ فرمایا اللہ صاحب نے کہ

---

[1] الدر المنثور بحوالہ عبدالرزاق عن الحسن تحت الآیۃ ۴/ ۳۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۰۲
کنز العمال بحوالہ عب عن الحسن حدیث ۲۵۶۷۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۲۰۳

نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں[1] اھ مختصراً

ان دافع البلا کے منکروں سے بھی اتنا پوچھ لیجئے کہ کسی کی پناہ یعنی اس کی دہائی دینی دفع بلا ہی کے لئے ہوتی ہے یا کچھ اور۔ ولکن الوھابیۃ قوم یعتدون (مگر قوم وہابیہ حد سے بڑھنے والی ہے۔ ت)

حدیث ۹۰: ابن ماجہ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال کنا جلوسا عند رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذ اقبل بعیر تعدو احتی وقف علی ھامۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایھا البعیر اسکن فان تك صادقا فلك صدقك وان تك کاذبا فعلیك کذبك مع ان اللہ تعالٰی قد اٰمن عائذنا ولیس بخائب لائذنا فقلنا یا رسول اللہ مایقول ھذا البعیر، فقال ھذا بعیر ھم اھلہ بنحرہ واکل لحمہ فھرب منھم واستغاث بنبیکم فبینا نحن کذلك اذ اقبل صاحبہ او قال اصحابہ یتعادون فلما نظر الیھم البعیر عاد الٰی ھامۃ رسول اللہ صلی اللہ

یعنی ہم خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئے ناگاہ ایک اونٹ دوڑتا آیا یہاں تک کہ حضور کے سرِ مبارک کے قریب آکر کھڑا ہوا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، اے اونٹ! ٹھہر اگر تو سچا ہے تو تیرے سچ کا پھل تیرے لئے ہے اور جھوٹا ہے تو تیرے جھوٹ کا وبال تجھ پر ہے، اس کے ساتھ یہ بات بیشک کہ جو ہماری پناہ میں آئے اللہ تعالٰی نے اس کے لئے امان رکھی ہے اور جو ہمارے حضور التجالائے وہ نامرادی سے بری ہے۔ صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ اونٹ کیا عرض کرتا ہے؟ فرمایا: اس کے مالکوں نے اسے حلال کرکے کھالینا چاہا تھا یہ اُن کے پاس سے بھاگ آیا اور تمھارے نبی کے حضور فریاد لایا۔ ہم یوں ہی بیٹھے تھے کہ اتنے میں اس کا مالک یا کہا اس کے مالک دوڑتے آئے، اونٹ نے جب انھیں دیکھا پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے

---

[1] تقویۃ الایمان پہلا باب توحید و شرک کے بیان میں مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴

تعالیٰ علیہ وسلم فلا ذبحہا فقالوا یا رسول اللہ ھذا بعیرنا ھرب منذ ثلاثۃ ایام فلم نلقہ الا بین یدیک ، فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اَمَا انہ یشکو الی فبئست الشکایۃ ۔ فقالوا یا رسول اللہ ما یقول ؟ قال یقول انہ ربی فی امنکم احوالاً وکنتم تحملون علیہ فی الصیف الی مواضع الکلاء فاذا کان الشتاء رحلتم الی موضع الدفاء فلما کبر استفحلتم فرزقکم اللہ ابلاً سائمۃ فلما ادرکتہ ھذہ السنۃ الخصبۃ ھممتم بذبحہ واکل لحمہ ۔ فقالوا واللہ کان ذلک یا رسول اللہ ۔ فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماھذا جزاء المملوک الصالح من موالیہ ۔ قالوا یا رسول اللہ فانا لانبیعہ ولا ننحرہ ۔ فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کذبتم قد استغاث بکم فلم تغیثوہ وانا اولیٰ بالرحمۃ منکم فان اللہ نزع الرحمۃ من قلوب المنافقین واسکنہا فی قلوب المؤمنین ۔ فاشتراہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منہم بمائۃ درھم وقال یاایتہا البعیر !

سرِ انور کے پاس آگیا اور حضور کی پناہ پکڑی، اس کے مالکوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمارا اونٹ تین دن سے بھاگا ہُوا ہے آج حضور کے پاس ملا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سُنتے ہو اس نے میرے حضور نالش کی ہے اور بہت ہی بُری نالش ہے۔ وہ بولے: یا رسول اللہ! یہ کیا کہتا ہے؟ فرمایا: یہ کہتا ہے کہ وہ برسوں تمہاری امان میں پلا، گرمی میں اس پر اسباب لاد کر سبزہ ملنے کی جگہ تک جاتے اور جاڑے میں گرم مقام تک کُوچ کرتے، جب وہ بڑا ہُوا تو تم نے اسے سانڈ بنالیا اللہ تعالیٰ نے اس کے نطفے سے تمہارے بہت اُونٹ کردئے جو چرتے پھرتے ہیں، اب جو اسے یہ شاداب برس آیا تم نے اسے ذبح کرکے کھا لینا چاہا۔ وہ بولے: یا رسول اللہ! خدا کی قسم! یُونہی ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نیک مملوک کا بدلہ اُس کے مالکوں کی طرف سے یہ نہیں ہے۔ وہ بولے، یا رسول اللہ! تو ہم اسے نہ بیچیں گے نہ ذبح کریں گے۔ فرمایا: غلط کہتے ہو اس نے تم سے فریاد کی تو تم اس کی فریاد کو نہ پہنچے اور میں تم سے زیادہ اس کا مستحق ولائق ہوں کہ فریادی پر رحم فرماؤں اللہ عزوجل نے منافقوں کے دلوں سے رحمت نکال لی اور ایمان والوں کے دلوں میں رکھی ہے۔ پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ اُونٹ ان سے سَو روپے کو خرید لیا اور اس سے ارشاد فرمایا: اے اُونٹ!

انطلق فانت حرٌّ لوجه الله تعالیٰ۔ فرغیٰ علیٰ هامة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اٰمین۔ ثم رغیٰ فقال اٰمین۔ ثم رغیٰ فقال اٰمین۔ ثم رغی الرابعة فبکی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔ فقلنا یا رسول الله ما یقول هٰذا البعیر؟ قال قال جزاك الله ایها النبی عن الاسلام والقراٰن خیرًا۔ فقلت اٰمین۔ ثم قال سکّن الله رعب امتك یوم القیٰمة کما سکّنت رعبی۔ فقلت اٰمین۔ ثم قال حقن الله دماء اُمتك من اعدائها کما حقنت دمی۔ فقلت اٰمین۔ ثم قال لاجعل الله باسٰ اُمتك بینها فبکیت فانّ هذه الخصال سألت ربی فاعطانیها ومنعنی هٰذه و اخبرنی جبریل علیه السلام عن الله عزّ وجلّ انّ فناء امتی بالسیف جری القلم بما هو کائن۔ کذا اورده عازیا

چلا جا کہ تُو اللہ عزّوجل کے لئے آزاد ہے۔ یہ سُن کر اس نے سرِ اقدس پر اپنی بولی میں کچھ آواز کی۔ حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے آمین کہی۔ اس نے دوبارہ آواز کی حضور نے پھر آمین کہی۔ اس نے سہ بارہ عرض کی حضور نے پھر آمین کہی۔ اس نے چوتھی بار کچھ آواز کی اس پر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے گریہ فرمایا۔ صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ کیا کہتا ہے؟ فرمایا: اس نے کہا اے نبی اللہ! اللہ عزّوجل حضور کو اسلام و قرآن کی طرف سے بہتر جزا عطا فرمائے میں نے کہا آمین، پھر اس نے کہا اللہ تعالٰے قیامت کے دن حضور کی اُمت سے خوف دُور کرے جس طرح حضور نے میرا خوف دُور کیا میں نے کہا آمین، پھر اس نے کہا اللہ جل وعلا حضور کی اُمت کے خون ان کے دشمنوں کے ہاتھوں سے محفوظ رکھے (کہ کفار کبھی انھیں استیصال نہ کرسکیں) جیسا حضور نے میرا خون بچایا، میں نے کہا آمین۔ پھر اس نے کہا اللہ سبحانہ اُمتِ والا کی سختی انکے آپس میں نہ رکھے (باہمی خُونریزی سے دُور رہیں)، اس پر میں نے گریہ فرمایا کہ یہ سب مرادیں میں اپنے رب عزّوجل سے مانگ چکا اور اس نے مجھے عطا فرمادیں مگر یہ پچھلی منع فرمائی اور مجھے جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اللہ عزّوجل کی طرف سے خبر کردی کہ میری اُمت کی فنا تلوار سے ہے۔ قلم چل چکا شُدنی پر۔

www.alahazratnetwork.org

الامام الحافظ ذکی الدین عبدالعظیم المنذری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فی کتاب الترغیب[1] والترھیب۔

یُوں ہی کتاب الترغیب والترھیب میں امام حافظ ذکی الدین عبدالعظیم منذری رحمۃ اللہ علیہ سے وارد ہے۔ (ت)

فقیر نے اس رسالہ میں بنظرِ اختصار اکثر احادیث کا خلاصہ لکھا یا صرف محلِ استدلال پر اقتصار کیا۔ یہ حدیث نفیس کہ ایک اعلٰی اعلام نبوت و معجزات جلیلہ حضرت رسالت علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلٰوۃ والتحیۃ سے تھی بتمامہٖ ذکر کرنی مناسب سمجھی، یہاں موضع استناد وہ پیاری پیاری اسناد ہے کہ جو ہماری پناہ لے اللہ عزوجل اُسے امان دیتا ہے اور جو ہم سے التجا کرے نامراد نہیں رہتا۔ الحمد للہ رب العالمین اور خدا جانے دافع البلا کس شے کا نام ہے۔

حدیث ۹۱: عبداللہ بن سلامہ بن عمیر اسلمی صحابی ابن صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں:

تزوجت ابنۃ سراقۃ ابن حارثۃ النجاری وقُتل ببدر فلم اُصب شیئا من الدنیا کان احب الیّ من نکاحھا واصدقتھا مائتی درھم فلم اجد شیئا اسوقہ الیھا فقلت علی اللہ ورسولہ المعوّل فجئت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاخبرتہ الحدیث۔

میں نے سراقہ بن حارثہ نجاری شہید غزوہ بدر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صاحبزادی سے نکاح کیا دُنیا کی کوئی چیز میں نے ایسی نہ پائی جواُن کے ساتھ شادی ہونے سے مجھے زیادہ پیاری ہو میں نے دوسَو روپے (۲۰۰) اُن کا مہر کیا تھا اور پاس کچھ نہ تھا جو انھیں بھیجوں، میں نے کہا اللہ اور اللہ کے رسول ہی پر بھروسہ ہے، پس میں خدمتِ انور حضور پُر نور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور حال عرض کیا۔

حضور نے ایک جہاد پر انھیں بھیجا اور فرمایا:

ارجوان یغنیک اللہ مھر زوجتک۔

میں امید کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل تمھیں اتنی غنیمت دلادے گا کہ اپنی بیوی کا مہر ادا کردو۔

ایسا ہی ہوا، وللہ الحمد۔

الامام الثقۃ محمد بن عمر[2] واقد

امام ثقہ محمد بن عمر واقدنے ابی حدرد

---

[1] الترغیب والترھیب الترغیب فی الشفقۃ علی خلق اللہ تعالٰی مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۰۷
[2] کتاب المغازی سریۃ خضرۃ امیرھا ابوقتادۃ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۲/ ۷۷۷

عن ابی حدرد وھوابن سلامۃ المذکور رضی اللہ تعالٰی عنہما بسندہ الیہ وقد علی توثیقہ الامام المحقق علی الاطلاق فی الفتح و ذکرناہ فی منیر العین۔

جو سلامہ مذکور رضی اللہ تعالٰی عنہما ہیں سے اس پر ان کی سند سے روایت کیا، اور امام محقق علی الاطلاق نے فتح میں اس کی توثیق فرمائی اور ہم نے اسے (اپنے رسالے) منیر العین میں بیان کیا۔(ت)

حدیث ۹۲ و ۹۳: غزوۂ خیبر شریف میں خیبر کو جاتے وقت حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور میں رجز پڑھتے چلے ؎

(۱) اللّٰھم لولا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلّینا
(۲) فاغفر فداءً لك ما ابقینا والقین سکینۃ علینا
(۳) وثبت الاقدام ان لاقینا ونحن عن فضلك ما استغنینا

(۱) خدا گواہ ہے یارسول اللہ! اگر حضور نہ ہوتے تو ہم ہدایت نہ پاتے، نہ زکوٰۃ دیتے نہ نماز پڑھتے۔
(۲) تو بخش دیجئے ہم حضور پر قربان جو گناہ ہمارے رہ گئے ہیں اور ہم پر حضور سکینہ اتاریئے۔
(۳) اور جب ہم دشمنوں سے مقابل ہوں تو حضور ہمیں ثابت قدم رکھیں ہم حضور کے فضل سے بے نیاز نہیں، صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

یہ حدیث صحیح بخاری[1] و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و مسند امام احمد وغیرہا میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بطرق عدیدہ ہے اور پچھلا مصرعہ زیادات صحیح مسلم و امام احمد سے ہے۔

رواہ من طریق ایاس بن سلمۃ عن ابیہ سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ

ایاس بن سلمہ کے طریق پر ان کے والد سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۂ خیبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۰۳
صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر " ۲/ ۱۱۱
سنن النسائی " باب من قاتل فی سبیل اللہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۶۰
مسند احمد بن حنبل عن سلمۃ بن الاکوع المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۵۰

ہم حدیث صحیح بخاری مع شرح امام احمد قسطلانی مسمّٰی بہ ارشاد الساری کے الفاظ کریمہ مختصر ذکر کریں:

(عن یزید بن ابی عبید عن سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ قال خرجنا مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الٰی خیبر فسرنا لیلاً فقال رجل من القوم) ھو اُسید بن حُضیر رضی اللہ تعالٰی عنہ (لعامر یا عامر الا تسمعنا من ھنیہاتک) وعند ابن اسحٰق من حدیث نصر بن دھر الاسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول فی مسیرہ الٰی خیبر لعامر بن الاکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ انزل یا ابن الاکوع فاحد لنا من ھنیہاتک ففیہ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھو الذی امرہ بذٰلک وکان عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ رجلاً شاعرًا فنزل یحدو بالقوم یقول ؎

اللّٰھم لولا انت ما اھتدینا
ولا تصدقنا ولا صلینا

فاغفر فداء لک، المخاطب بذٰلک النبی صلی اللہ تعالٰی

یعنی یزید بن ابوعبید اپنے مولٰی سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب اقدس خیبر کو چلے، رات کا سفر تھا، حاضرین سے ایک صاحب حضرت اُسید بن حُضیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ کے چچا حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہا: اے عامر! ہمیں کچھ اشعار اپنے نہیں سناتے، اور ابن اسحٰق نے نصر بن دہر اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یوں روایت کیا کہ میں نے سفر خیبر میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو عامر بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرماتے سنا: "اے ابن اکوع! اُتر کر کچھ اپنے اشعار رجز کے شروع کرو"۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں اس امر کا امر فرمایا۔ عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ شاعر تھے اُترے اور قوم کے سامنے یوں حدی خوانی کرتے چلے کہ: یارب! اگر حضور نہ ہوتے ہم راہ نہ پاتے نہ زکوٰۃ و نماز بجالاتے۔

ہم حضور پر بلاگردان[ف] ہوں ہمارے جو گناہ باقی رہے ہیں بخش دیجئے۔ ان اشعار میں مخاطب

ف: قربان ہونے والا، دوسرے کی بلا اپنے اوپر لینے والا۔

علیہ وسلم ای اغفر لنا تقصیرنا فی
حقك و نصرك اذلا یتصورات یقال
مثل ھٰذا الکلام للباری تعالٰی
وقولہ اللھم لم یقصد
بھا الدعاء وانما افتتح
بھا الکلام (ما ابقینا) ای
ما خلفنا وراءنا من الاٰثام
(و القین) ای اوسل ربك
ان یلقین (سکینۃ علینا و
وثبت الاقدام) ای وان یثبت
الاقدام (ان لاقینا) العدو
(فقال رسول اللہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم من ھٰذا
السائق قالوا عامر بن
الاکوع قال یرحمہ اللہ) و
عند احمد من روایۃ
ایاس بن سلمۃ فقال
غفر لك ربك قال وما
استغفر رسول اللہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم لانسان
یخصہ الا استشھد قال
رجل من القوم ھو عمر
بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی
عنہ کما فی مسلم (وجبت)
لہ الشھادۃ بدعائك لہ

حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں یعنی
حضور کے حقوق حضور کی مدد میں جو قصور ہم سے
ہوئے حضور معاف فرمادیں۔ حضور کے لئے
خطاب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل سے ایسا
خطاب کرنا معقول نہیں (ائمہ فرماتے ہیں کہ کسی پر
فدا ہونے کے معنے یہ ہیں کہ اس پر اگر کوئی بلا۔ یا
تکلیف آئی تو وہ اپنے اوپر لے لی جائے اس کی
محافظت میں اپنی جان دے دی جائے تو اللہ
عزوجل کو اس کلام کا مخاطب کیونکر بنا سکتے ہیں)
رہا یہ کہ ابتداء میں اَللّٰھُمَّ ہے اس سے مقصود
حضرت عزت جل جلالہ کو پکارنا نہیں (کہ یہ اللہ
عزوجل سے عرض قرار پائے) بلکہ اس کے نام
سے ابتدائے کلام ہے اور حضور ہم پر سکینہ اتاریں
مقابلۂ دشمن کے وقت اور ہمیں ثابت قدم رکھیں
یعنی اپنے رب جل وعلا سے ان مراعات کی دعا
فرمادیں۔ یہ اشعار سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: یہ کون اونٹوں کو
رواں کرتا ہے؟ صحابہ نے عرض کی: عامر بن
اکوع۔ حضور نے فرمایا: اللہ اس پر رحمت کرے۔
اور مسند احمد (وصحیح مسلم) میں بروایت ایاس
بن سلمہ (اپنے والد ماجد سلمہ بن اکوع رضی اللہ
تعالٰی عنہ سے) ہے رسول اللہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم نے (عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ
سے) فرمایا: تیرا رب تیری مغفرت فرمائے۔
اور حضور (ایسی جگہ) جب کسی خاص شخص کا

(یانبی اللہ لولا امتعتنا بہ) ابقیتہ لنا لنتمتع بہ[1] نام لے کر دعائے مغفرت فرماتے تھے وہ شہید ہو جاتا تھا (لہذا) حاضرین میں سے ایک صاحب یعنی امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ جیسا کہ صحیح مسلم میں تصریح ہے عرض کی، یارسول اللہ! حضور کی دعا سے عامر کے لئے شہادت واجب ہوگئی حضور نے ہمیں ان سے نفع کیوں نہ لینے دیا یعنی حضور انھیں ابھی زندہ رکھتے کہ ہم ان سے بہرہ مند ہوتے۔ انتہی۔

یہ پچھلے لفظ بھی یاد رکھنے کے قابل ہیں کہ "حضور انھیں زندہ رکھتے"۔ صلے اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم۔

یہ حدیث ابن اسحق نے اس سند سے روایت کی،

حدثنی محمد بن ابراھیم بن الحارث عن ابی الھیثم بن نصر بن دھر الاسلمی ان اباہ حدثہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول فی میسرہ الی خیبر لعامر بن الاکوع فذکرہ[2]

بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن الحارث نے انھوں نے ابی الہیثم بن نصر بن دہر اسلمی سے کہ ان کے والد نے سفرِ خیبر میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی کو عامر بن اکوع کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ تو اس کا ذکر کردیا۔ (ت)

اسی میں ہے،

فقال عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ وجبت واللہ یارسول اللہ لو امتعتنا بہ، فقتل یوم خیبر شہیدا[3]

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی خدا کی قسم شہادت واجب ہوگئی، یارسول اللہ! کاش حضور ہمیں ان کی زندگی سے بہرہ یاب رکھتے۔ وہ روزِ خیبر شہید ہوئے رضی اللہ تعالٰے عنہ۔

نیز امام احمد نے مسند میں بطریق ابن اسحٰق روایت فرمائی،

حدثنا یعقوب ثنا ابی عن ابن اسحٰق ثنا محمد بن ابراھیم بن الحارث التیمی الحدیث سندا ومتنا بید انہ اقتصر

ہمیں حدیث بیان کی یعقوب نے کہ ہمیں میرے باپ نے بحوالہ ابن اسحاق حدیث بیان کی کہ ہمیں محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی نے سند و متن مذکور کے ساتھ

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب المغازی حدیث ۴۱۹۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۹/ ۲۱۴ تا ۲۱۶

[2] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ذکر المسیر الٰی خیبر دار ابن کثیر بیروت الجزءان الثالث والرابع ص ۳۲۸ و ۳۲۹

[3] " " " " " " " " " " " ۳۲۹

[4] مسند احمد بن حنبل حدیث نصر بن دہر رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۳۳۱

علی الاشعار ولم یذکر دعاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا قول عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ وفیہ فاخذ لنا مکان قولہ فخذلنا ولعل ھذا ھو الاصوب واللہ تعالٰی اعلم۔

حدیث بیان کی سوائے اس کے کہ انھوں نے صرف اشعار پر اکتفاء کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء مبارک اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول مبارک ذکر نہیں کیا، اور اس روایت میں "فخذلنا" کی جگہ لفظ "فاخذلنا" ہے۔ شاید یہی زیادہ درست ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

حدیث ۹۴: صحیحین میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے کہ انھوں نے ایک تصویردار قالین خریدا، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باہر سے تشریف لائے دروازے پر رونق افروز رہے اندر قدم کرم نہ رکھا، ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا نے چہرۂ انور میں اثرِ ناراضی پایا (اللہ انھیں ناراض نہ کرے دونوں جہان میں) عرض کرنے لگیں:

یارسول اللہ اتوب الی اللہ والی رسولہ ماذا اذنبت۔[1]

یارسول اللہ! میں اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں مجھ سے کیا خطا ہوئی۔

حدیث ۹۵: چالیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم باہم بیٹھے مسئلۂ قدر و جبر میں بحث کرنے لگے ان میں صدیق و فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی تھے روح امین جبریل علیہ السلام نے خدمت اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی، یارسول اللہ! حضور اپنی امت کے پاس تشریف لے جائیں کہ انھوں نے نئی راہ نکالی۔ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسے وقت باہر تشریف لائے کہ وہ وقت حضور کی تشریف آوری کا نہ تھا صحابہ سمجھے کوئی نئی بات ہے۔ آگے حدیث کے پیارے پیارے الفاظ دلکش و دلنواز یوں ہیں:

وخرج علیھم ملتمعا لونہ متوردۃ وجنتاہ کانما تفقأ

یعنی حضور پُرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ اُن پر اس حالت میں برآمد ہوئے کہ رنگ

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب من کرہ القعود علی الصور قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۱
صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان " " ۲/ ۲۰۱
مسند امام احمد عن عائشۃ صدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۲۴۶
مصنف عبدالرزاق باب التماثیل وما جاء فیہ حدیث ۱۹۴۸۴ المجلس العلمی " ۱۰/ ۳۹۸

بحبّ الی ماں الخامض فنھضوا الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاسرین اذرعھم ترعد اکفھم واذرعھم فقالوا تبنا الی اللہ ورسولہ الحدیث۔ الطبرانی[1] فی الکبیر عن ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ مولی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

چہرۂ اقدس کا (شدتِ جلال سے) دہک جانا جیسے دونوں رخسارہ مبارک گلاب کی طرح سُرخ ہیں گویا انار قدس کے دانے پھوٹ نکلے ہیں، صحابہ کرام یہ دیکھتے ہی حضور کی طرف (عاجزی کے ساتھ) کلائیاں کھولے ہاتھ تھرتھراتے کانپتے کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ ہم اللہ و رسول کی طرف توبہ کرتے ہیں۔ (طبرانی نے کبیر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

ان احادیث سے ثابت کہ صدیقہ و صدیق و فاروق وغیرہم اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے توبہ کرنے میں اللہ قابل التوب جل جلالہ کے نام پاک کے ساتھ اس کے نائب اکبر نبی التوبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک بھی ملایا اور حضور پُرنور خلیفۃ اللہ الاعظم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبول فرمایا حالانکہ توبہ بھی اصل حق حضرت عزت عز جلالہ کا ہے۔ ولہذا حدیث میں ہے ایک قیدی گرفتار کرکے خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں لایا گیا وہ بولا:

اللّٰھم انی اتوب الیک و لا اتوب الی محمد۔

الٰہی! میری توبہ تیری طرف ہے نہ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی طرف۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

عرف الحق لاھلہ۔ احمد[2] والحاکم وصححہ وروی عن الاسود بن سریع رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

حق کو حق والے کے لئے پہچان لیا۔ احمد و حاکم نے اسے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی اور اس کو اسود بن سریع سے روایت کیا۔ (ت)

---

[1] المعجم الکبیر عن ثوبان رضی اللہ عنہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۹۵ و ۹۶

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث اسود بن سریع رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۳۵

کنز العمال حدیث ۸۷۲۵ مؤسسۃ الرسالہ ۳/ ۲۰۶

" " ۱۱۶۱۲ " " ۴/ ۵۴۶

کشف الخفاء " ۱۷۲۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۵۵

حدیث ۹۶: صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے جب اُن کی توبہ قبول ہوئی اُنھوں نے مولائے دوجہاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی:

یارسول اللہ ان من توبتی ان انخلع من مالی صدقۃ الی اللہ والی رسولہ[1] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

یارسول اللہ! میری توبہ کی تمامی یہ ہے کہ میں اپنے سارے مال سے نکل جاؤں اللہ اور اللہ کے رسول کے لئے صدقہ کرکے۔ جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے:

ای صدقۃ خالصۃ للہ ولرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فالی بمعنی اللام[2]۔

یعنی اس حدیث میں اللہ ورسول کی طرف صدقہ کرنے کے معنے اللہ ورسول کے لئے تصدق ہیں، تو حاصل یہ کہ اپنا سارا مال خاص خدا اور رسول کے نام پر تصدق کردوں تبارک وتعالٰی وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ چنانچہ اس میں الٰی بمعنی لام ہے۔ (ت)

حدیث ۹۷: یمن کی ایک بی بی اور ان کی بیٹی بارگاہِ بیکس پناہ محبوب الٰہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں، دختر کے ہاتھ میں بھاری بھاری کنگن سونے کے تھے، مولٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تعطین زکوۃ ھذا اس کی زکوۃ دے گی۔ عرض کی: نہ۔ فرمایا: ایسرك

---

[1] صحیح البخاری کتاب الزکوۃ ۱/۱۹۲ و کتاب الوصایا ۱/۳۸۶ و کتاب المغازی ۲/۶۳۶
صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب حدیث توبہ ؍؍ ؍؍ ؍؍ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۶۰
سنن ابی داؤد کتاب الایمان والنذر باب من نذران یتصدق بمالہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۱۴
سنن النسائی ؍؍ باب اذا اھدی مالہ علی وجہ النذر نور محمد کارخانہ کراچی ۲/۱۴۷
السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الزکوۃ ۴/۱۸۱ و کتاب السیر ۹/۳۵ و کتاب الایمان ۱۰/۶۸ دار صادر بیروت
مسند امام احمد حدیث کعب بن مالک رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۵۴، ۴۵۶، ۴۵۹
المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب المغازی حدیث ۳۶۹۹۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/۴۲۵

[2] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب المغازی دار الکتب العلمیۃ بیروت ۹/۳۹۲

ان یسورك الله بھما یوم القیٰمة سوارین من نار (کیا تجھے یہ بھاتا ہے کہ اللہ تعالٰی قیامت کے دن ان کے بدلے تجھے آگ کے دو کنگن پہنائے؟) ان بی بی نے فوراً وہ کنگن اتار کر ڈال دیے اور عرض کی،

ھما للہ ورسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ احمد[1] وابوداؤد والنسائی عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنھما بسند لامقال فیہ۔

یارسول اللہ! یہ دونوں اللہ اور اللہ کے رسول کے لئے ہیں جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ (احمد وابوداؤد ونسائی نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسند "اس میں کلام نہیں" روایت کیا۔ ت)

حدیث ۹۸: کہ جب حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی توبہ قبول ہوئی انھوں نے خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی:

یارسول اللہ انی اھجر دار قومی التی اصبت بھا الذنب وانخلع من مالی صدقة الی اللہ والی رسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

یارسول اللہ! میں اپنی قوم کا محلہ جس میں مجھ سے خطا سرزد ہوئی چھوڑتا ہوں اور اپنے مال سے اللہ ورسول کے نام پر تصدق کرکے باہر آتا ہوں جل جلالہ وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابولبابہ! تہائی مال کافی ہے۔ انھوں نے ثلث مال اللہ ورسول کے لئے صدقہ کردیا عزّ جلالہ وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

الطبرانی فی الکبیر وابونعیم عن ابن شھاب الزھری عن الحسین بن السائب بن ابی لبابة عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لما تاب اللہ علی جئت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

طبرانی نے کبیر میں اور ابونعیم نے ابن شہاب زہری سے انھوں نے حسین بن سائب بن ابولبابہ سے بحوالہ اپنے باپ کے روایت کیا وہ فرماتے ہیں جب اللہ تعالٰی نے میری توبہ قبول فرمائی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب الکنز ماھو وزکوٰۃ الحلی آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۱۸
سنن النسائی " باب زکوٰۃ الحلی نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۳۴۳
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۷۸، ۲۰۴، ۲۰۸
" " " عن اسماء بنت یزید " " " ۶/ ۴۶۱

علیہ وسلم فقلت لہ فذکرہ[1]۔ پھر پوری حدیث ذکر کی۔ (ت)

یہ حدیثیں جانِ وہابیت پر صریح آفت ہیں کہ تصدق کرنے میں اللہ عزوجل کے ساتھ اللہ کے محبوب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک ملایا جاتا اور حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مقبول رکھتے ہیں، وللہ الحجۃ البالغۃ۔

اسی قبیل سے ہے افضل الاولیاء المحمدیین سیدنا صدیق اکبر امام المشاہدین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی عرض کہ حضرت مولانا العارف باللہ القوی مولوی قدس سرہ المعنوی نے مثنوی شریف میں نقل کی کہ جب حضرت صدیق عتیق سیدنا بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو آزاد کرکے حاضر بارگاہِ عالم پناہ ہوئے ؎

گفت ما دو بندگانِ کوئے تو ۔۔۔ کردمش آزاد ہم بر روئے تو[2]

(صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا ہم دونوں آپ کی بارگاہ کے غلام ہیں میں نے آپ کی خاطر اسکو آزاد کردیا ہے)

اور پہلے مصرع میں جو کچھ حضرت صدیق اکبر اپنے مالک و مولٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کررہے ہیں اس پر تو دیکھا چاہئے وہابیت کا جن کتنا بھلے، نجدیت کی آگ کہاں تک اُچھلے، مگر ہاں امیر المومنین غیظ المنافقین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا درّہ سیاست دکھایا چاہئے کہ بھُوت بھاگے، اور شاہ ولی اللہ صاحب کے پانی کا چھینٹا دیجئے کہ آگ دبے، وہ کہاں؟ وہ اس حدیث آتے ہیں، وباللہ التوفیق۔

حدیث ۹۹: شاہ صاحب ازالۃ الخفاء میں بحوالہ روایت ابوحذیفہ اسحٰق بن بشر و کتاب مستطاب الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ ناقل کہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں برسرِ منبر فرمایا:

کنت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فکنت عبدہ	میں حضور پُرنور آقا و مولائے عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھا پس میں حضور کا بندہ

---

[1] المعجم الکبیر عن ابی لبابۃ حدیث ۴۵۰۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۵/۳۳
کنز العمال بحوالہ طب وابی نعیم عن الزہری حدیث ۳۳ ۱۰۰ موسسۃ الرسالہ " ۶/۵۹۱
" " " " " ۳۶۱۰۶ " " ۱۶/۶۲۴

[2] مثنوی معنوی معاتبہ کردن حضرت رسول باصدیق الخ دفتر ششم نورانی کتب خانہ پشاور ص ۲۹

وخادمہٗ۔[1] اور حضور کا خدمتی تھا۔

اقول یہ حدیث ابوحذیفہ مذکور نے فتوح الشام اور حسن بن بشران نے اپنی فوائد میں ابن شہاب زہری وغیرہ ائمہ تابعین سے نیز ابن بشران نے امالی، ابواحمد دہقان نے حرز حدیثی، ابن عساکر نے تاریخ لالکائی نے کتاب السنہ میں افضل التابعین سیدنا سعید بن المسیب بن حزن رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی جب امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ خلیفہ ہوئے لوگوں پر ان کے شدتِ جلال سے عجب ہیبت چھائی یہاں تک کہ لوگوں نے باہر بیٹھنا چھوڑ دیا کہ جب تک امیر المومنین کا برتاؤ نہ معلوم ہو متفرق رہو، لوگ بولے کہ صدیق اکبر کی نرمی اس درجہ تھی کہ مسلمانوں کے بچے جب انھیں دیکھتے دوڑتے ہوئے باپ باپ کہتے ان کے پاس جاتے وہ اُن کے سروں پر ہاتھ پھیرتے، اور ان کی ہیبت کی یہ حالت ہے کہ مردوں نے اپنی مجالس چھوڑ دیں۔ جب امیر المومنین کو یہ خبر پہنچی حکم دیا کہ جماعت نماز کے لئے پکار دیں۔ لوگ حاضر ہوئے امیر المومنین منبر پر وہاں بیٹھے جہاں صدیق اکبر اپنے قدم مبارک رکھتے تھے اور فرمایا کہ مجھے کافی ہے صدیق کے قدموں کی جگہ بیٹھوں۔ جب سب جمع ہولئے امیر المومنین نے منبر اطہر سید ازہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر کھڑے ہوکر خطبہ فرمایا حمد وثنائے الٰہی و درود رسالت پناہی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کہا:

ایھا الناس انی قد علمت انکم کنتم تؤنسون منی شدۃً وغلظۃً وذٰلک انی کنت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وکنت عبدہٗ وخادمہٗ۔

لوگو! میں جانتا ہوں کہ تم مجھ میں سختی و درشتی پاتے تھے اور اس کا سبب یہ ہے کہ میں حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور میں حضور کا بندہ اور حضور کا خدمتگار تھا۔

حضور کی نرمی و رحمت وہ ہے جس کی نظیر نہیں، اللہ عزوجل نے خود اپنے اسمائے کریمہ سے دو نام حضور کو عطا فرمائے رؤف رحیم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم، تو میں حضور کے سامنے شمشیر برہنہ تھا وہ چاہتے مجھے نیام میں فرماتے چاہتے چلنے دیتے، میں اسی حال پر رہا یہاں تک کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مجھ سے راضی تشریف لے گئے، اور خدا کا شکر ہے اور میری سعادت، پھر صدیق مسلمانوں کے کام کے والی ہوئے، اُن کی نرمی و رحمت و کرم کی حالت تم سب پر روشن ہے

---

[1] کنز العمال حدیث ۳۶۱۸۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۵/ ۶۸۱
الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ الفصل التاسع دار المعرفۃ ؍؍ ۲/ ۲۶۱

فکنتُ خادمہٗ وعونہٗ میں ان کا خادم اور ان کا سپاہی تھا۔ اپنی شدت اُن کی نرمی کے ساتھ لاتا، اُن کے سامنے تیغ عُریاں تھا وہ چاہتے نیام میں کرتے خواہ رواں فرماتے، میں اسی حال پر رہا یہاں تک کہ وہ مجھ سے راضی ہوگئے، اور خدا کا شکر ہے اور میری سعادت، اب کہ میں تمہارا والی ہوا، جان لو کہ وہ شدت دُونی ہوگئی درچوں بڑھ گئی، مگر کس پر ہوگی، اُن پر جو مسلمانوں پر ظلم وتعدی کریں، اور دینداروں کے لئے تو میں خود اُن کے آپس سے بھی زیادہ نرم ومہربان ہُوں، جسے ظلم وزیادتی کرتے پاؤں گا اُسے نہ چھوڑوں گا اُس کا ایک گال زمین پر رکھ کر دوسرے گال پر اپنا پاؤں رکھوں گا یہاں تک کہ حق کو قبول کرلے۔

سعید بن مسیب وابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے فرمایا،

فوفّٰی عُمَرُ واللہ بما قال وکان ابا العیال[1]۔ خدا کی قسم عمر نے جو فرمایا پورا کر دکھایا، وہ رعیت کے لئے مہربان باپ تھے رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ھذا مختصر وقد دخل حدیث بعضھم فی بعض۔ یہ مختصر ہے، اور بعض کی حدیث بعض میں داخل ہوگئی ہے۔(ت)

دیکھو امیر المومنین فاروق اعظم کاسا اشد الناس فی امر اللہ برملا برسرِ منبر اپنے آپ کو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بندہ بتا رہا ہے اور مجمع عام صحابہ کرام سنتا اور برقرار رکھتا ہے، وللہ الحمد ولہ الحجۃ السامیۃ (تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے اور اسی کی حجت بلند ہے۔ت)

امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بجرمِ ترویجِ تراویح جسے اس جناب فاروقیت مآب نے بدعت مان کر اچھا بتایا اور فرمایا،

نعم البدعۃ ھٰذہٖ[2]۔ یہ بدعت بہت خوب وحسن ہے۔

وہابی بیڑے کے بعض اچھوٹے بہادر مثل نواب بھوپالی قنوجی وغیرہ صراحۃً معاذ اللہ گمراہ بدعتی لکھ ہی چکے ایسوں اپنے آپ کو نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بندہ ماننے پر شرک کا اطلاق کرتے انھیں کیا

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۵۳۰۲ عمر بن الخطاب دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۷/ ۲۱۰ و ۲۱۱
کنز العمال بحوالہ ابن بشران وابی احمد دہقان واللالکائی حدیث ۱۴۱۸۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۵/ ۶۸۱ تا ۶۸۳

[2] صحیح البخاری کتاب الصوم باب فضل من قام رمضان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۶۹

لگتا ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ۔[1] جب تُو بیحیا ہوجائے تو پھر جو چاہے کر۔ (ت)

ع بیحیا باش ہرچہ خواہی کن

(بیحیا ہوجا پھر جو چاہے کر۔ ت)

مگر صاحبو! ذرا سوچ سمجھ کر کہ شاہ ولی اللہ صاحب کا دامن زیرِ سنگِ خارا دبا ہے ؎

یوں نظر دوڑے نہ ترچھی تان کر

اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

اے عبید الہوا، اے عبید الدرہم و عبید الدنیا! اب بھی عبد النبی، عبد الرسول، عبد المصطفٰی کو شرک کہنا، ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔

حدیث ۱۰۰: بحمد اللہ تعالٰی ایک سے ایک زائد سُنتے جائیے:

ایک دن امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت شہزادۂ گلگوں قبا امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بر سرِ منبر گود میں لے کر فرمایا:

هَلْ اَنْبَتَ الشَّعْرَ عَلٰی رُؤُوْسِنَا اِلَّا اَبُوْكَ۔ ہمارے سروں پر بال کس نے اگائے ہیں، تمہارے ہی باپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اُگائے ہُوئے ہیں۔

یعنی جو کچھ عزّت، نعمت و دولت ہے سب حضور ہی کی عطا ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ابن سعد فی الطبقات عن السید الحسین صلی اللہ تعالٰی علٰی جدّہٖ و ابیہٖ و امّہٖ و اخیہٖ و علیہٖ و بنیہٖ و بارك وسلّم۔[2] ابن سعد نے طبقات میں سید امام حسین، اللہ تعالٰی ان کے جدِّ کریم، ان کے والد ماجد، ان کی والدہ ماجدہ، ان کے بھائی اور ان پر اور انکی بیٹیوں پر برکات و سلامتی نازل فرمائے، سے روایت کیا۔ (ت)

حدیث ۱۰۱: کہ ایک بار امیر المؤمنین حسن مجتبٰی صلے اللہ تعالٰی علٰی جدہ الکریم وعلیہ وسلم نے کاشانۂ

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۶۵۳، ۶۵۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۲۳۷،۲۳۹

[2] الطبقات الکبرٰی لابن سعد

خلافتِ فاروقی پر اذن طلب کیا ابھی اجازت نہ آئی تھی کہ امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دروازے پر حاضر ہو کر اذن مانگا، امیرالمومنین نے اجازت نہ دی، یہ حال دیکھ کر سیدنا امام مجتبٰے رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی واپس آگئے، امیرالمومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انھیں بُلا بھیجا، اُنھوں نے آکر کہا: یا امیرالمومنین! میں نے خیال کیا کہ اپنے صاحبزادے کو تو اذن دیا نہیں مجھے کیوں دیں گے۔ فرمایا:

اَنْتَ اَحَقُّ بِالْاِذْنِ مِنْہُ وَھَلْ اَنْبَتَ الشَّعْرَ فِی الرَّاْسِ بَعْدَ اللہِ اِلَّا اَنْتُمْ۔ رواہ الدارقطنی[1]

آپ ان سے زیادہ مستحقِ اذن ہیں اور یہ بال سر پر اللہ عزوجل کے بعد کس نے اگائے ہیں سوا تمھارے۔ (اس کو دارقطنی نے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۰۲: سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مجھ سے کہا:

اَیْ بُنَیَّ لو جعلت تاتینا تغشانا۔

اے میرے بیٹے! میری تمنا ہے کہ آپ ہمارے پاس آیا کریں۔

ایک دن میں گیا تو معلوم ہوا کہ تنہائی میں معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے باتیں کررہے ہیں اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما دروازے پر رُکے ہیں عبداللہ پلٹے اُن کے ساتھ میں بھی واپس آیا، اس کے بعد امیرالمومنین مجھے ملے، فرمایا، لَمْ اَرَاکَ جب سے پھر میں نے آپ کو نہ دیکھا یعنی تشریف نہ لائے۔ میں نے کہا، یا امیرالمومنین! میں آیا تھا آپ معاویہ کے ساتھ خلوت میں تھے آپ کے صاحبزادے کے ساتھ واپس چلا گیا۔ امیرالمومنین نے فرمایا:

انت احق من ابن عمر فانما انبت ماتری فی رء وسنا اللہ ثم انتم[2]

آپ ابن عمر سے مستحق تر ہیں یہ جو آپ ہمارے سروں پر دیکھتے ہیں یہ اللہ ہی نے تو اگائے ہیں۔

---

[1] الدارقطنی

[2] کنز العمال بحوالہ ابن سعد وابن راہویہ حدیث ۳۷۶۶۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۶۵۵

الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ الباب الثانی دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۴۱

پھر آپ سے ایک اور روایت میں ہے:

هل انبت الشعر غیرکم۔

کیا سر پر بال کسی اور نے اگائے ہیں سوا تمہارے؟

الخطیب من طریق یحیٰی بن سعید[1] الانصاری عن عبید بن حنین ثنی الحسین ابن علی رضی اللّٰه تعالٰی عنهما وکذا ابنا سعد و راهویه والاخرٰی رواها الحافظ محب الدین الطبری فی الریاض النضرة من طریق عبید بن حنین لاحد الریحانتین رضی اللّٰه تعالٰی عنهما۔

(خطیب نے یحیی بن سعید انصاری کے طریق سے عبید بن حنین سے روایت کی کہ مجھے حسین بن علی نے حدیث بیان کی۔ یونہی سعد اور راہویہ کے بیٹوں نے روایت کی۔ اور ایک اور حدیث جس کو محب الدین طبری نے ریاض النضرہ میں بطریق عبید بن حنین دونوں شہزادوں یعنی حسنین کریمین میں سے ایک کے بارے میں روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ (ت)

حافظ الشان امام عسقلانی الاصابہ فی تمیز الصحابہ میں اسے بروایت خطیب ذکر کرکے فرماتے ہیں:

سندہٗ صحیح[1] اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

میں ڈرتا ہوں کہ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ان حدیثوں کا سنانا کہیں وہابی صاحبوں کو رافضی بھی نہ کردے۔

قل موتوا بغیظکم ان اللّٰه علیمٌ بذات الصدور[2]

تم فرمادو کہ مرجاؤ اپنی گھٹن میں، اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات۔ (ت)

شاہزادوں سے امیر المؤمنین کے اس فرمانے کا مطلب بھی وہی ہے جو لفظ اول میں تھا کہ یہ بال تمہارے مہربان باپ ہی نے اُگائے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ جس طرح ارکین سلطنت اپنے آقازادوں سے کہتے ہیں کہ جو نعمت ہے تمہاری ہی دی ہوئی ہے یعنی تمہارے ہی گھر سے ملی ہے۔

حدیث ۱۰۳: کہ حضرت بتول زہرا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم علٰی ابیہا وعلیہا وعلٰی بعلہا وابنیہا وبارک وسلم اپنے دونوں شاہزادوں کو لے کر خدمتِ انور سیدِ اطہر صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: یا رسول اللّٰه انحلهما یا رسول اللہ! ان دونوں کو کچھ عطا فرمائیے۔ قال نعم

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ ۱۷۲۰ الحسین بن علی رضی اللہ عنہما دارالفکر بیروت ۱/ ۴۹۸

[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۹

قاسم خزائنِ الٰہی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں منظور۔ اما الحسن فقد نحلتہ حلمی و ہیبتی و اما الحسین فقد نحلتہ نجدتی و جودی حسن کو تو میں نے اپنا حلم اور ہیبت عطا کی اور حسین کو اپنی شجاعت اور اپنا کرم بخشا۔

ابن عساکر عن محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع عن ابیہ وعمہ عن جدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1]

ابن عساکر نے محمد بن عبید اللہ بن ابو رافع سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

حدیث ۱۰۴: کہ جب حضرت خاتونِ فردوس رضی اللہ تعالٰی عنہا نے عرض کی:

یا نبی اللہ انحلھما یا نبی اللہ! ان دونوں کو کچھ عطا ہو۔

فرمایا:

نحلتُ ھذا الکبیر المھابۃ والحلم و نحلت ھذا الصغیر المحبۃ والرضا۔

میں نے اس بڑے کو ہیبت وبردباری عطا کی اور اس چھوٹے کو محبت و رضا کی نعمت دی۔

العسکری فی الامثال عن جابر بن سمرۃ عن ام ایمن برکۃ رضی اللہ عنھم۔[2]

(عسکری نے امثال میں جابر بن سمرہ سے انھوں نے ام ایمن برکۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۰۵: کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جس مرض میں وصال مبارک ہوا ہے اس میں دوجہان کی شاہزادی اپنے دونوں شہزادوں کو لئے اپنے پدر کریم علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس حاضر ہوئیں اور عرض کی:

یارسول اللہ ھٰذان ابنای فورثھما شیئا۔

یا رسول اللہ! یہ میرے دونوں بیٹے ہیں انھیں اپنی میراث کریم سے کچھ عطا فرمائیے۔

ارشاد ہوا:

اما حسنٌ فلہ ھیبتی وسؤددی واما حسینٌ

حسن کے لئے تو میری ہیبت اور سرداری ہے

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۱۵۵۹ حسین بن علی رضی اللہ عنہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴/ ۱۲۱

[2] کنز العمال بحوالہ العسکری فی الامثال حدیث ۳۷۷۱۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۶۷۰

فلہ جُرأتی وجُودی۔ الطبرانی فی الکبیر وابن مندہ وابن عساکر عن البتول الزھراء رضی اللہ عنہا۔[1]

اور حسین کے لئے میری جرأت اور میرا کرم۔ (طبرانی نے کبیر میں اور ابن مندہ اور ابن عساکر نے بتول الزہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ ت)

اقول وباللہ التوفیق حلم وہیبت وجود وشجاعت ورضا ومحبت کچھ اشیائے محسوسہ واجسام ظاہرہ تو نہیں کہ ہاتھ میں اٹھا کر دے دئے جائیں اور بتول زہرا کا سوال بصیغۂ عرض و درخواست تھا کہ حضور انھیں کچھ عطا فرمائیں جسے عرف نحاۃ میں صیغۂ امر کہتے ہیں اور وہ زبان استقبال کے لئے خاص کہ جب تک یہ صیغہ زبان سے ادا ہوگا زمانۂ حال منقضی ہوجائے گا اس کے بعد قبول ووقوع جو کچھ ہوگا زمانہ تکلم سے زمانہ مستقبل میں آئے گا اگرچہ بحالت فور واتصال اُسے عرفاً زمانہ حال کہیں بہرحال درخواست وقبول کو زمانۂ ماضی سے اصلاً تعلق نہیں، اب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا فرمایا نَعَمْ ہاں دوں گا۔ لاجرم یہ قبول زمانہ استقبال کا وعدہ ہوا فان السؤال معادٌ فی الجواب ای نعم انحلھما اس کے متصل ہی حضور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ میں نے اپنے اس شاہزادے کو یہ نعمتیں دیں اور اس شہزادے کو یہ دولتیں بخشیں۔ یہ صیغے بظاہر ماضی کے ہیں اور اس سے زمان وعدہ تھا اور زمان وعدہ عطا نہیں کہ وعدہ عطا پر مقدم ہوتا ہے۔ لاجرم یہ صیغے اخبار کے نہیں بلکہ انشا ہیں جس طرح بائع ومشتری کہتے ہیں بعتُ اِشْتَرَیْتُ میں نے بیچی میں نے خریدی۔ یہ صیغے کسی گزشتہ خرید وفروخت کی خبر دینے کے نہیں ہوتے بلکہ انھیں سے بیع وشرا پیدا ہوتی ہے انشا کی جاتی ہے یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس فرمانے ہی میں کہ میں نے اُسے یہ دیا اُسے یہ دیا حلم وہیبت وجود وشجاعت ورضا ومحبت کی دولتیں شاہزادوں کو بخش دیں یہ نعمتیں خاص خزائن مِلک السمٰوات والارض جل جلالہٗ کی ہیں۔

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۱۵۵۹ حسین بن علی رضی اللہ عنہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴/۱۴۰
المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۲/۴۲۳
کنزالعمال بحوالہ ابن مندہ، کر حدیث ۱۸۸۴۹ مؤسسۃ الرسالہ " ۷/۲۶۸
" " طب وابن مندہ، کر حدیث ۳۴۲۷۲ " " " ۱۲/۱۱۷
" " ابن مندہ، طب، ابی نعیم، کر حدیث ۳۷۷۰۹ " " " ۱۳/۶۷۰

؎ این سعادت بزورِ بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ[1]

(یہ سعادت اپنی طاقت سے حاصل نہیں ہوتی جب تک عطا فرمانے والا اللہ تعالٰی عطا نہ فرمائے۔ت)

تو وُہ جو زبان سے فرمادے کہ میں نے دیں اور اس فرمانے ہی سے وہ نعمتیں حاصل ہوجائیں قطعاً یقیناً وہی کرسکتا ہے جس کا ہاتھ اللہ وہاب رب الارباب جل جلالہ کے خزانوں پر پہنچتا ہے جسے اس کے رب جل وعلا نے عطا ومنع کا اختیار دیا ہے، ہاں واللہ وہ کون، ہاں واللہ وہ محمدٌ رسول اللہ ماذون ومختار حضرۃ اللہ قاسم ومتصرف خزائن اللہ جل جلالہٗ وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم، والحمدﷲ رب العٰلمین،

لاجرم امام اجل احمد بن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی کتاب مستطاب جوہر منظم میں فرماتے ہیں:

هو صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم خلیفة اللہ الاعظم الذی جعل خزائن کرمه وموائد نعمه طوع یدیه وتحت ارادته یعطی من یشاء[2]

وہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ عزوجل کے وہ خلیفۂ اعظم ہیں کہ حق جل وعلا نے اپنے کرم کے خزانے، اپنی نعمتوں کے خوان سب ان کے ہاتھوں کے مطیع اُن کے ارادے کے زیرِ فرمان کردئے جسے چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ان مباحث قدسیہ کے جانفزا بیان فقیر کے رسالہ سلطنت المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی میں بکثرت ہیں وﷲ الحمد۔

حدیث ۱۰۶: صحیحین میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحوا اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر علی قدمی (صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم)۔

بیشک میرے متعدد نام ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی یعنی کفر وشرک کا مٹانے والا ہوں کہ اللہ تعالٰی میرے ذریعے سے کفر مٹاتا ہے، میں حاشر یعنی مخلوق کو حشر دینے والا ہوں کہ میرے قدموں پر تمام لوگوں کا حشر ہوگا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

---

[1]

[2] الجوہر المنظم الفصل السادس المکتبۃ القادریۃ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۴۲

عن ابی موسی الاشعری و نحوہ احمد وابنا سعدٍ وابی شیبۃ والبخاری فی التاریخ والترمذی فی الشمائل عن حذیفۃ وابن مردویۃ فی التفسیر وابونعیم فی الدلائل وابن عدی فی الکامل وابن عساکر فی تاریخ دمشق والدیلمی فی مسند الفردوس عن ابی الطفیل وابن عدی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم و ابن سعدٍ عن مجاھدٍ مرسلاً یزیدون وینقصون وکلھم علی الحاشر متفقون۔

ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے۔ اور اس کی مثل احمد، ابن مسعود، ابن ابی شیبہ اور بخاری نے تاریخ میں اور ترمذی نے شمائل میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ اور ابن مردویہ نے تفسیر میں، ابونعیم نے دلائل میں، ابن عدی نے کامل میں، ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابوالطفیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ اور ابن عدی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے۔ اور ابن سعد نے مجاہد سے مرسلاً روایت کیا۔ اس میں راوی کمی بیشی کرتے رہے مگر حاشر پر سب متفق ہیں۔ (ت)

حدیث ۱۱۲: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک کنیسہ یہود میں تشریف لے جاکر دعوتِ اسلام فرمائی، کسی نے جواب نہ دیا، دوبارہ فرمائی، کوئی نہ بولا۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ابیتم فواللہ لانا الحاشر وانا تم نے نہ مانا تو سُن لو خدا کی قسم میں ہی حشر دینے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

شمائل الترمذی مع سنن الترمذی باب ماجاء فی اسماء رسول صلی اللہ علیہ وسلم دارالفکر بیروت ۵/ ۵۷۲
الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر اسماء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۱/ ۱۰۴
المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الفضائل حدیث ۳۱۶۸۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۳۵۱
دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثالث ذکر فضیلتہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الکتب " ۱/ ۱۲
کنز العمال بحوالہ عد وابن عساکر عن ابی الطفیل حدیث ۳۲۱۹۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۶۲ و ۴۶۳
الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۹۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۴۲
الطبقات الکبرٰی ذکر اسماء رسول صلی اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۱/ ۱۰۵

العاقب وانا النبی المصطفیٰ اٰمنتم اوکذبتم۔ الحاکم وصححہ عن عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	والا ہوں، میں ہی خاتم الانبیاء ہوں، میں ہی نبی مصطفیٰ ہوں، چاہے تم مانو یا نہ مانو (حاکم نے عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا اور اس کی تصحیح کی۔ت)

حدیث ۱۱۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

انا احمد وانا محمد وانا الحاشر الذی احشر الناس علٰی قدمی وانا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر۔[2]	میں احمد ہوں، میں محمد ہوں، میں حاشر ہوں کہ لوگوں کو اپنے قدموں پر حشر دوں گا، میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعے سے کفر کی بلا محو فرماتا ہے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

یہ اسم ماحی بھی ہمارے مقصود رسالہ سے ہے نیز بجہت اسناد اور نیز یوں کہ معاذ اللہ کفر سے بدتر اور کیا بلا ہے، تو جو پیارا ماحی کفر ہے اس سے بڑھ کر کون دافع البلاء ہے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔ مگر اس نام پاک حاشر کی اسناد کو وہابی صاحب بتائیں سیدعالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم یہ کیا فرما رہے ہیں کہ میں حشر دینے والا ہوں میں اپنے قدموں پر خلائق کو حشر دوں گا تم نے تو قرآن مجید سے یہ سنا ہوگا کہ نشر کرنا حشر دینا خدا کی شان ہے، یہاں بھی تمہارا امام الطائفہ یہی کہے گا کہ نبی نے اپنے آپ کو خدا کی شان میں ملا دیا، خدا کی شان تم مدعیان علم و ایمان ابھی خدا کی شان ہی کے معنے نہ سمجھے، نبی کی سب شانیں خدا کی شان ہیں، تو خدا کی بعض شانیں ضرور نبی کی شان ہیں کہ موجبہ کلیہ کو اُس کا عکس موجبہ جزئیہ لازم ہے، ہاں وہ شان جس سے خدائی لازم آئے نبی کے لئے نہیں ہوسکتی، دفع بلا یا سماع ندا یا فریاد کو پہنچنا یا مراد کا دینا وغیرہ وغیرہ امور نزاعیہ کہ بعطائے رحمانی و وساطت فیض ربانی سے مانے جاتے ہیں لزوم الوہیت سے کیا تعلق رکھتے ہیں ولکن من لم یجعل اللہ لہ نورًا فمالہ من نور (لیکن جسے اللہ تعالیٰ نور عطا نہ فرمائے اس کے لئے کوئی نور نہیں۔ت)

حدیث ۱۱۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: میرا نام قرآن میں محمد اور انجیل میں

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ قصہ ذکر رؤیا عبداللہ بن سلام دارالفکر بیروت ۳/ ۴۱۵
[2] المعجم الکبیر عن جابر رضی اللہ عنہ حدیث ۱۷۵۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۱۸۴
الکامل لابن عدی وہب بن وہب الخ دارالفکر بیروت ۷/ ۲۵۲۷

احمد اور توراۃ میں اُحید ہے وانما سمیّت احید لانی احید عن امتی نار جھنم اور میرا نام احید اس لئے ہوا کہ میں اپنی امت سے آتشِ دوزخ کو دفع فرماتا ہوں۔

فلوجہ ربك الحمد وعلیك الصلوٰۃ والسلام یا احید یا نبی الحمد۔ ابنا عدی وعساکر[1] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

آپ کے رب کے لئے حمد اور آپ پر درود وسلام ہو اے احید، اے نبی حمد۔ اس کو ابن عدی اور ابن عساکر نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

وہابی صاحبو! تمہارے نزدیک اُحید پیارا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم دافع البلا تو ہے ہی نہیں، کہ دو گروہ تم سے نارِ جہنم بھی دفع نہ فرمائیں اور بظاہر امید تو ایسی ہی ہے کہ جو جس نعمتِ الٰہی کا منکر ہوتا ہے اُس نعمت سے محروم رہتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انا عند ظن عبدی بی[2]

میں اپنے بندے سے اس کے گمان کے موافق معاملہ فرماتا ہوں۔

جب تمہارا گمان یہ ہے کہ محمد مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم دافع البلا نہیں تو تم اسی کے مستحق ہو کہ وہ تمہارے لئے دافع البلاء نہ ہوں۔ ایک بار فقیر کے یہاں اس مسئلہ کا ذکر تھا کہ رافضی دیدارِ الٰہی کے منکر ہیں اور وہابی شفاعتِ نبوی کے۔ فقیر نے کہا ایک یہی مسئلہ نزاعیہ ہے جس میں ہم اور وہ دونوں راست گو ہیں ہم کہتے ہیں دیدارِ الٰہی ہوگا اور ہم حق کہتے ہیں ان شاء اللہ الغفار ہمیں ہوگا، رافضی کہتے ہیں نہ ہوگا وہ سچ کہتے ہیں ان شاء اللہ القہار انھیں نہ ہوگا، ہم کہتے ہیں شفاعتِ مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حق ہے اور ہم قطعاً حق پر ہیں اُن کے کرم سے ہمارے لئے ہوگی، وہابی کہتے ہیں کہ شفاعت محال مطلق ہے اور وہ ٹھیک کہتے ہیں امید ہے کہ ان کے لئے نہ ہوگی ع

گر بر تو حرام ست حرامت بادا

(اگر تجھ پر حرام ہے تو حرام رہے۔ ت)

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر باب معرفۃ اسمائہ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۱
الکامل لابن عدی ترجمہ اسحٰق بن بشر دار الفکر بیروت ۱/۳۳۱
[2] مسند احمد بن حنبل المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۱۵
الترغیب والترھیب الترغیب فی الاکثار من ذکر اللہ حدیث ۱ مصطفٰی البابی مصر ۲/۳۹۳

حاضراں گفتند کاے صدر الوریٰ ... راست گو گفتی دو ضد گو راچرا
گفت من آئینہ ام مصقول دوست ... ترک و ہندو درمن آں بیند کہ اوست[1]

(حاضرین نے عرض کی کہ اے سرورِ کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم! آپ نے دو متضاد بات کرنے والوں کو کیسے درست قرار دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں دوست کا قلعی کیا ہوا آئینہ ہوں، ترک اور ہندو مجھ میں وہی دیکھتا ہے جیسا وہ خود ہے۔ ت)

خود حضور پرنور شافع یوم النشور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

شفاعتی یوم القیٰمۃ حق فمن لم یؤمن بھا لم یکن من اھلھا۔ ابن منیع فی معجمہ[2] عن زید بن ارقم و بضعۃ عشر من الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

روزِ قیامت میری شفاعت حق ہے تو جو اس پر یقین نہ لائے وہ اس کے لائق نہیں (ابن منیع نے اپنی معجم میں زید بن ارقم اور دس سے چند زائد صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

علامہ مناوی تیسیر میں لکھتے ہیں:

اُطلِقَ علیہ التواتر[3] اس حدیث کو متواتر کہا گیا۔

بالجملہ وہ تمہارے لئے دافع البلاء نہ سہی مگر کلا واللہ ہمارا ٹھکانا تو اُن کی بارگاہِ بیکس پناہ کے سوا نہیں ؎

منکر اپنا اور حامی ڈھونڈ لیں
آپ ہی ہم پر تو رحمت کیجئے

بلکہ لا واللہ اگر بفرضِ غلط بفرض باطل عالم میں اُن سے جدا کوئی دوسرا حامی بن کر آئے بھی تو ہمیں اس کا احسان لینا منظور نہیں وہ اپنی حمایت اٹھا رکھے ہمیں ہمارے مولائے کریم جل جلالہ نے بے ہمارے استحقاق بے ہماری لیاقت کے اپنے محبوب کا کرلیا اور اسی کی وجہِ کریم کو حمد قدیم ہے اب ہم دوسرے کا بننا نہیں چاہتے جس کا کھائیے اُسی کا گائیے۔

---

[1]

[2] کنز العمال بحوالہ ابن منیع حدیث ۳۹۰۵۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/ ۳۹۹

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث شفاعتی یوم القیٰمۃ حق مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۸۰

؎ چو دل با دلبرے آرام گیرد   زوصلِ دیگرے کے کام گیرد
(جب ایک محبوب سے دل آرام پاتا ہے تو دوسرے کے وصل سے اسے کیا کام۔ت)

یا تو یوں ہی تڑپ کے جائیں یا وہی دام سے چھڑائیں
منتِ غیر کیوں اٹھائیں کوئی ترس جتائے کیوں

رباعی: اے واہ دہ حبیب را کلید ہمہ کار   باران درود بر رُخِ پاکش بار
دستے کہ بداماں کریمش زدہ ایم   زنہار بدست دیگرانش مسپار

(اے اللہ! اُس حبیب کو ہر معاملے کی چابی عطا فرما اس کے رُخ زیبا پر درود کی بارش برسا، جس ہاتھ سے ہم نے اس کا دامنِ کرم تھاما ہے ہرگز ہم کو دوسروں کا دست نگر نہ بنا۔ت)

؎ تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

صلی اللہ تعالٰی علیک وسلم وعلٰی اٰلک وصحبک وبارک وکرم، والحمد للہ رب العلمین۔

خیر، ان اہلِ شر کے منہ کیا لگئے، مسلمان نظر فرمالیں کہ عیاذًا باللہ نار جہنم سے سخت تر کون سی بلا ہوگی مگر اُس کا دافع دافع البلا نہیں ہے یہ کہ وہابیہ کے پاس نہ عقل ہے نہ دین، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حدیث ۱۱۵: صحیح بخاری وصحیح مسلم ومسند امام احمد میں سیدنا عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے انھوں نے حضور اقدس رحمتِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی کہ حضور نے اپنے چچا ابوطالب کو کیا نفع دیا خدا کی قسم وہ حضور کی حمایت کرتا حضور کے لئے لوگوں سے لڑتا جھگڑتا تھا۔ فرمایا:

وجدتہ فی غمرات من النار فاخرجتہ الی ضحضاح[1]۔ میں نے اُسے سراپا آگ میں ڈوبا پایا تو اُسے میں نے کھینچ کر پاؤں تک کی آگ میں کردیا۔ صلی اللہ تعالٰی علیک وسلم۔

---

[1] صحیح البخاری باب بنیان الکعبۃ قصہ ابی طالب ۱/ ۵۴۸ و کتاب الادب المشرک ۲/ ۹۱۷
صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۵
مسند احمد بن حنبل عن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۰۶ و ۲۰۷

حدیث ۱۱۶: کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی: ھل نفعت اباطالب حضور نے ابو طالب کو کچھ نفع دیا؟ فرمایا:

اخرجتہ من غمرۃ جہنم الی ضحضاح منہا۔ البزار[1] وابویعلی وابن عدی وتمام عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

میں اسے دوزخ کے غرق سے پاؤں تک کی آگ میں نکال لایا۔ (اس کو بزار، ابویعلٰی، ابن عدی اور تمام نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

وہابی صاحبو! مصطفٰی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم تو ایک کافر کے باب میں فرمارہے ہیں کہ اُسے میں نے غرقِ آتش سے کھینچ لیا اسے میں نکال لایا۔ اور تم حضور کو مسلمانوں کے لئے بھی دافع البلاء نہیں مانتے، یہ تمھارا ایمان ہے۔ مسلمان اپنے محبوب صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے تصرف، قدرتیں، اختیار دیکھیں، دنیا کیا بلا ہے آخرت کے کارخانوں کی باگیں اُن کے ہاتھ میں سپرد ہوئی ہیں ورنہ بغیر اللہ عزوجل کے ماذون ومختار کئے کس کی مجال ہے کہ اللہ کے قیدی کی سزا بدل دے جس عذاب میں اُسے رکھا ہو وہاں سے اُسے نکال لے یہ وہی پیارا ہے جس کی عزت وجاہت جس کی محبوبیت نے دو جہاں کے اختیارات اُسے دلادئے۔ آخر حدیث سُن چکے:

الکرامۃ والمفاتیح یومئذ بیدی۔[2]

عزت دنیا اور تمام کاروبار کی کنجیاں اُس دن میرے ہاتھ ہوں گی۔

توراتِ شریف کا ارشاد سُن چکے:

یدہٗ فوق الجمیع وید الجمیع مبسوطۃ الیہ

اس کا ہاتھ سب ہاتھوں پر بلند ہے سب کے ہاتھ اس کی طرف پھیلے ہیں عاجزی

---

[1] مسند ابی یعلٰی عن جابر رضی اللہ عنہ حدیث ۲۰۴۳ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۲/ ۲۹۹
الکامل لابن عدی ترجمہ اسمٰعیل بن مجاہد دارالفکر بیروت ۱/ ۳۱۳
مجمع الزوائد کتاب صفۃ النار تفاوت اہل فی العذاب دارالکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۳۹۵
[2] سنن الدارمی باب مااعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفضل حدیث ۴۹ دارالمحاسن للطباعۃ القاہرہ ۱/ ۳۰
مشکوۃ المصابیح باب فضائل سید المرسلین قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۵۱۴
الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بانہ اول من تنشق عنہ الارض مرکز اہلسنت گجرات الہند ۲/ ۲۱۸

بالخشوع[1] اور گڑگڑانے میں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حدیث ۱۱۷: صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان ھٰذہ القبور مملوۃ علٰی اھلہا ظلمۃ وانی انورھا بصلاتی علیہم۔

بیشک یہ قبریں ان کے ساکنوں پر اندھیرے بھری ہیں اور بے شک میں اپنی نماز سے انھیں روشن کردیتا ہوں۔

صلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم قدر نورہ وجمالہ وجودہٖ ونوالہ علیہ وعلٰی الہ امین۔ ھو وابن[2] حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اللہ تعالٰی آپ پر اور آپ کی آل پر آپ کے نور، جمال اور جُود وعطاء کے مطابق درود وسلام اور برکت نازل فرمائے۔ اس نے اور ابن حبان نے بحوالہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اس کو روایت کیا ہے۔ (ت)

حدیث ۱۱۸: ام المومنین سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ پہلے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالٰے عنہ کے نکاح میں تھیں جب اُن کی وفات ہُوئی اور اُن کی عدت گزری سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں پیامِ نکاح دیا، انھوں نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھ میں تین باتیں ہیں، انا امرأۃ کبیرۃ میری عمر زائد ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: انا اکبر منك میں تم سے بڑا ہوں۔ عرض کی: وانا امرأۃ غیورۃ میں رشکناک عورت ہوں (یعنی ازواج مطہرات کے ساتھ شکر رنجی کا اندیشہ ہے) فرمایا: ادعوا اللہ عزوجل فیذھب عنكِ غیرتكِ میں اللہ عزوجل سے دُعا کروں گا وُہ تمھارا رشک دُور فرمائے گا۔ عرض کی: یارسول اللہ! وانا امرأۃ مُصبیۃ یارسول اللہ! اور میرے بچے ہیں (یعنی ان کی پرورش کا خیال ہے)۔ فرمایا: ھم الی اللہ والٰی رسولہ بچے اللہ اور رسول کے سپرد ہیں۔

احمد[3] فی المسند حدثنا وکیع ثنا اسمٰعیل احمد نے مسند میں کہا ہمیں حدیث بیان کی وکیع نے

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ باب ششم در بحث نبوت وایمان سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۶۹

[2] صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی الصلوٰۃ علی القبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱۰

السنن الکبرٰی " باب الصلوٰۃ علی القبر الخ دار صادر بیروت ۴/ ۴۷

[3] مسند احمد بن حنبل عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۲۱

المعجم الکبیر عن ام سلمہ حدیث ۴۹۹ و ۵۸۵ و ۹۷۴ المکتبۃ الفیصلیۃ ۲۳/ ۲۴۸ و ۲۷۳ و ۴۰۶

بن عبدالملك بن ابی الصغیراء ثنا عبدالعزیز بن بنت ام سلمة عن ام سلمة رضی اللہ تعالٰی عنہما والحدیث فی السنن النسائی[1] وغیرہ۔

ہمیں حدیث بیان کی اسمٰعیل بن عبدالملک بن ابوالصغیراء نے، مجھے حدیث بیان کی عبدالعزیز بن بنت ام سلمہ نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے۔ اور یہ حدیث سنن نسائی وغیرہ میں مذکور ہے۔ (ت)

حدیث ۱۱۹: کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ذکرِ مسیح کذاب میں فرمایا:

اَبشروا فان یخرج وانا بین اظہرکم فاللہ کافیکم ورسولہ۔

خوش ہو کہ اگر وہ نکلا اور میں تم میں تشریف فرما ہُوا تو اللہ تمہیں کافی ہے اور اللہ کا رسول جل جلالہٗ وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

الطبرانی فی الکبیر[2] عن اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

(طبرانی نے کبیر میں اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

یہاں سخت ترین اعداء کے مقابلے میں اللہ و رسول کو کفایت فرمانے والا بتایا کہ خوش ہو بے خوف رہو اللہ و رسول کے ہوتے تمہیں کچھ اندیشہ نہیں۔ اللہ اللہ ایسی جلیل حاجت روائیوں مشکلکشائیوں میں اللہ عزوجل کے نام اقدس کے ساتھ حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک ملنا وہابیہ کے زخمی کلیجوں پر خدا جانے کہاں تک نمک چھڑکے گا و للہ الحمد۔

حدیث ۱۲۰: امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ دینے کا حکم فرمایا، اتفاق سے اُن دنوں مَیں کافی مالدار تھا میں نے اپنے جی میں کہا اگر کبھی میں ابوبکر سے سبقت لے جاؤں گا تو وہ دن آج ہی ہے میں اپنا آدھا مال حاضر لایا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ما ابقیت لاھلك تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا باقی رکھا؟ میں نے عرض کیا، ابقیت لھم ان کے لئے بھی باقی چھوڑ آیا ہوں۔ فرمایا: ما ابقیتَ لھم آخران کے لئے کتنا چھوڑ آئے ہو؟ عرض کی، مِثلہٗ اتنا ہی۔ اور صدیق اکبر اپنا سارا مال تمام و کمال لے کر حاضر ہوئے۔ سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: یا ابابکر

---

[1] الاصابۃ بحوالہ النسائی ترجمہ ۱۲۰۵ ام سلمہ بنت ابی امیۃ دارالفکر بیروت ۷/ ۳۲۶، ۳۲۷

[2] المعجم الکبیر حدیث ۴۳۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۴/ ۱۷۰

ما ابقیت لاھلك اے ابوبکر! گھر والوں کیلئے کیا باقی رکھا؟ عرض کی: ابقیتُ لھم اللہ ورسولہٗ میں نے گھر والوں کے لئے اللہ و رسول کو باقی رکھا ہے جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ میں نے کہا: میں ابوبکر سے کبھی سبقت نہ لے جاؤں گا۔

الدارمی[1] وابوداؤد والترمذی وقال حسنٌ صحیحٌ والشاشی وابن ابی عاصم وابن شاھین فی السنۃ والحاکم فی المستدرك وابونعیم فی الحلیۃ والبیھقی فی السنن والضیاء فی المختارۃ کلّھم عن امیر المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

دارمی، ابوداؤد، ترمذی، شاشی، ابن ابی عاصم اور ابن شاہین نے سنّہ میں اور حاکم نے مستدرک میں اور ابونعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے سُنن میں اور ضیاء نے مختارہ میں سب نے امیر المومنین (عمر فاروق) رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ دارمی، ابوداؤد اور ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا۔ (ت)

حدیث ۱۲۱: کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیدنا وابن سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حق میں فرمایا:

احبّ اھلی من قد انعم اللہُ علیہ وانعمتُ علیہ۔ الترمذی[2] عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

مجھے اپنے گھر والوں میں سب سے پیارا وہ ہے جسے اللہ عزوجل نے نعمت دی اور میں نے نعمت دی۔ (ترمذی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ میں فرماتے ہیں:

لم یکن احدٌ من الصحابۃ الّا وقد انعم اللہ علیہ ورسولہٗ صلی اللہ تعالٰی

یعنی سب صحابہ ایسے ہی تھے جنھیں اللہ نے نعمت بخشی اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] سُنن الترمذی کتاب المناقب باب فی مناقب ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما دار الفکر بیروت ۵/ ۳۸۰
سُنن ابی داوٗد کتاب الزکوٰۃ باب الرخصۃ فی ذالک آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۳۶
سُنن الدارمی باب الرجل یتصدق بجمیع ماعندہ حدیث ۱۶۶۷ دار المحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۱/ ۳۲۹
کنز العمال حدیث ۳۵۶۱۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۴۹۱
[2] سُنن الترمذی کتاب المناقب باب مناقب اسامہ بن زید حدیث ۳۸۴۵ دار الفکر بیروت ۵/ ۴۴۷

3 وسلم الّا ان المراد المنصوص علیہ فی الکتاب وھو قولہ تعالٰی و اذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ وھو زید لاخلاف فی ذٰلک ولا شک[1] الخ۔

نے نعمت بخشی، مگر یہاں مراد وہ ہے کہ جس کی تصریح قرآن عظیم میں ارشاد ہوئی ہے کہ جب فرماتا تھا تو اس سے جسے اللہ تعالٰی نے نعمت دی اور اے نبی! تُو نے اُسے نعمت دی، اور وہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں، اس میں کسی کا خلاف نہ اصلاً شک، اور آیت اگرچہ زید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حق میں اُتری مگر سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کا مصداق اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما کو ٹھہرایا کہ پسر تابع پدر ہے، افادہ فی المرقاۃ۔

اقول نہ صرف صحابہ بلکہ تمام اہلِ اسلام اوّلین وآخرین سب ایسے ہی ہیں جنھیں اللہ عزوجل نے نعمت دی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نعمت دی۔ پاک کردینے سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہوگی جس کا ذکر آیاتِ کریمہ میں سُن چکے کہ یُزکّیھم[2] یہ نبی انھیں پاک اور ستھرا کردیتا ہے بلکہ لا واللہ تمام جہان میں کوئی شے ایسی نہیں جس پر اللہ کا احسان نہ ہو اللہ کے رسول کا احسان نہ ہو۔ فرماتا ہے:

وما ارسلنٰک الا رحمۃً للعٰلمین[3] ہم نے نہ بھیجا تمھیں مگر رحمت سارے جہان کیلئے۔

جب وہ تمام عالم کے لیے رحمت ہیں تو قطعاً سارے جہان پر ان کی نعمت ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اہلِ کفر و اہلِ کفران اگر نہ مانیں تو کیا نقصان ؎

راست خواہی ہزار چشم چناں ۔۔۔ کور بہتر کہ آفتاب سیاہ

(اگر سچ چاہے تو ایسی ہزار آنکھوں کا اندھا ہونا بہتر ہے نہ کہ آفتاب کا سیاہ ہونا۔ ت)

---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب المناقب الفضائل باب اہل بیت النبی تحت الحدیث ۶۱۷۷ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱۰/ ۵۴۶

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۲۹

[3] " " ۲۱/ ۱۰۷

حدیث ۱۲۲: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من استعملناہ علٰی عمل فرزقناہ رزقًا الحدیث۔ ابوداؤد[1] والحاکم بسند صحیح عن بریدۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جسے ہم نے کسی کام پر مقرر کیا پس ہم نے اسے رزق دیا (ابوداؤد اور حاکم نے بسند صحیح بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

پہلی حدیث میں حضور نے فرمایا تھا: "ہم نے غنی کردیا"۔ احادیث عطیہ حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما میں تھا کہ فرمایا: "حسن کو مہابت ہم نے دی، علم ہم نے دیا۔ حسین کو شجاعت ہم نے دی، کرم ہم نے دیا' محبت کا مرتبہ، رضا کا مقام ہم نے عطا کیا۔" حدیث اسامہ میں تھا: "اُسے نعمت ہم نے بخشی۔" یہاں ارشاد ہوتا ہے: "رزق ہم نے دیا۔" صلی اللہ تعالٰی علیك وعلٰی اٰلك قدر جودك ونوالك وبارك وسلم۔

حدیث ۱۲۳: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لقد جاءکم رسول لیس بوھن ولاکسل لیحی قلوبًا غلفًا ویفتح اعینًا عمیًا ویسمع اٰذانًا صمًّا ویقیم السنۃ عوجًا حتی یقال لاالٰہ الا اللہ وحدہ۔[2] الدارمی فی سننہ عن جبیر بن نفیر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

بیشک تشریف لایا تمھارے پاس وہ رسول تمھاری طرف بھیجا ہُوا جو ضعف و کاہلی سے پاک ہے تاکہ وہ رسول زندہ فرمادے غلاف چڑھے دل، اور وہ رسول کھول دے اندھی آنکھیں، اور وہ رسول شُنوا کردے بہرے کانوں کو، اور وہ رسول سیدھی کردے ٹیڑھی زبانوں کو، یہاں تک کہ لوگ کہہ دیں کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی پرستش نہیں۔ (دارمی نے اپنی سنن میں جبیر بن نفیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

اقول صحیح اذ قال اخبرنا حیوۃ بن شریح ثقۃ شیخ البخاری

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الخراج والفیئ باب فی ارزاق العمال آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۵۲
المستدرک للحاکم کتاب الزکوٰۃ دارالفکر بیروت ۱/ ۴۰۶
کنزالعمال حدیث ۱۱۰۸۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۳۹۴

[2] سنن الدارمی باب ماکان علیہ الناس قبل مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۹ دارالمحاسن للطباعۃ القاہرہ ۱/ ۱۵

فی صحیحہ وابوداؤد والترمذی بل واحمد وابن معین وھما من اقرانہ ثنا بقیۃ بن الولید ثقۃ من الاعلام من رجال مسلم وقد زال ما یُخشٰی من تدلیسہٖ بقولہٖ ثنا بُحَیر بن سعدٍ ثقۃ ثبت عن خالد بن مَعدان ثقۃ عابدٌ من رجال الستۃ عن جبیر بن نفیرؓ الحضرمی رضی اللہ تعالٰی عنہما ثقۃ جلیل مخضرم من الثانیۃ وقد رَوَی ابن السکن والباوردی وابن شاھین مُطوّلاً عن عبدِ الرحمٰن عن جُبیرِ بن نُفَیرٍ عن ابیہ قال ادرکتُ الجاھلیۃ واتانا رسولُ رسولِ اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالیمن فاسلمنا فمرسلہ کمراسیل سعید بن المسیب اوفوق علاأنّ المرسل حجّۃ عندنا وعند الجمھور والحدیث مسلسل بالحمصیین حیوۃؒ الی جبیر کلّھم اھل حمص۔

حدیث ۱۲۴: کہ دو اونٹ مست ہوکر بگڑ گئے تھے، کسی کو پاس نہ آنے دیتے، مالکوں نے باغ میں بند کر دیے تھے، باغ اُجاڑتے تھے، سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور شکایت آئی، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے، دروازہ کھولنے کا حکم دیا، مالکوں نے اندیشہ کیا مبادا حضور کو ایذا دیں۔ فرمایا، خوف نہ کر، کھول دے۔ کھول دیا۔ ایک دروازے ہی کے پاس کھڑا تھا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑا۔ حضور نے مہار ڈال کر حوالے کیا۔ دوسرا انتہائے باغ پر تھا، جب وہاں تشریف لے گئے اس نے بھی حضور کو دیکھتے ہی سجدہ کیا، حضور نے اُسے بھی باندھ کر سپرد فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے یہ حال دیکھ کر عرض کی:

یا نبی اللہ تسجد لک البھائم فما للہ عندنا بک احسن من ھٰذا اَجرتنا من الضلالۃ واستنقذتنا من الھلکۃ افلا تأذن لنا بالسجود۔ ابن قانع وابو نعیم[1] عن غیلان بن سامۃ الثقفی رضی اللہ

یارسول اللہ! چوپائے تک حضور کو سجدہ کرتے ہیں تو اللہ کے لئے حضور کے ذریعے سے ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ تو اس سے بہت بہتر ہے، حضور نے ہمیں گمراہی سے پناہ دی، حضور نے ہمیں ہلاکت سے نجات بخشی تو کیا حضور ہمیں اجازت نہیں دیتے کہ ہم حضور کو سجدہ کریں (ابن قانع وابو نعیم نے غیلان بن سامۃ الثقفی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثانی والعشرون ذکر سجود البھائم عالم الکتب بیروت الجزء الثانی ص ۱۳۶-۳۷

تعالٰی عنہ ولہ طرق وقد دخل بعضہا فی بعض۔

سے روایت کیا۔ اس کے متعدد طرق ہیں جو کہ بعض بعض میں داخل ہیں۔ (ت)

وہابیہ کہ گمراہی پسند و ہلاکت دوست ہیں ان سخت ترین بلیات کو بلا کیوں سمجھیں گے کہ ان سے پناہ دینے والے نجات بخشنے والے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دافع البلاء جانیں۔

حدیث ۱۲۵: جب وفد ہوازن خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہُوا اور اپنے اموال و اہل و عیال کہ مسلمان غنیمت میں لائے تھے حضور سے مانگے اور طالبِ احسان والا ہوئے، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا صلیتم الظھر فقولوا انّا نستعین برسول اللہ علی المؤمنین او المسلمین فی نسائنا وابنائنا۔[1] النسائی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہٖ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جب ظہر کی نماز پڑھ چکو تو کھڑے ہونا اور یُوں کہنا ہم رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے استعانت کرتے ہیں مومنین پر اپنی عورتوں اور بچّوں کے باب میں (نسائی نے عمرو بن شعیب سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے دادا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث فرماتی ہے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس تعلیم فرمائی کہ ہم سے مدد چاہنا نماز کے بعد یوں کہنا کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے استعانت کرتے ہیں۔

وہابی صاحبو! ایاک نعبد و ایاک نستعین[2] کے معنے کہئے استعانت تو خدا ہی کے ساتھ خاص تھی، یہ ارشاد کیسا ہے کہ ہم سے استعانت کرنا۔ اور زمان حیات دنیاوی اور اس کے بعد کا تفرقہ وہابیہ کی جہالت ہی نہیں بلکہ سراسر ضلالت ہے قطع نظر اس بات سے کہ انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سب بحیاتِ حقیقی دنیاوی جسمانی زندہ ہیں، جو بات خدا کے لئے

---

[1] سنن النسائی کتاب الھبۃ ھبۃ المشاع نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۱۳۶

[2] القرآن الکریم ۱/ ۴

خاص ہوچکی غیرِ خدا کے ساتھ شرک ٹھہر چکی، اس میں حیات وموت، قُرب وبُعد، ملکیت وبشریت خواہ کسی وجہ کا تفرقہ کیا کیا بعدِ موت ہی شرکتِ خدا کی صلاحیت نہیں رہتی بحالِ حیات شریک ہوسکتے ہیں یہ جنونِ وہابیہ کو ہر جگہ جاگتا ہے جس نے انھیں حمایتِ توحید کے زعم میں الٹا مشرک بنادیا ہے ایک بات کو کہیں گے شرک ہے پھر کبھی موت وحیات کا فرق کرینگے کبھی قرب وبُعد کا کبھی کسی اور وجہ کا، جس کا صاف حاصل یہ نکلے گا کہ یہ انوکھے موحد بعض قسم مخلوق خدا کا شریک جانتے ہیں جب تو وہ بات کہ غیر کے لئے اُس کا اثبات شرک تھا ان کے لئے ثابت مانتے ہیں۔ اب کُھلا کہ اُن کے امام نے تقویۃ الایمان میں ان وہابی صاحبوں ہی کی نسبت کہا تھا کہ:

"اکثر لوگ شرک میں گرفتار ہیں اور دعوٰی مسلمانی کا کئے جاتے ہیں، سبحان اللہ یہ مُنہ اور یہ دعوٰی، سچ فرمایا اللہ صاحب نے کہ نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ، مگر شرک کرتے ہیں۔"[1]

یہ نکتہ یاد رکھنے کا ہے کہ ان کی بہت فاحشہ جہالتوں کی پردہ دری کرتا ہے وباللہ التوفیق۔

حدیث ۱۲۶: طبرانی معجم اوسط میں بسندِ حسن سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امر الشمس فتاخرت ساعۃ من نھار۔[2]	سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے آفتاب کو حکم دیا کہ کچھ دیر چلنے سے باز رہ۔ وہ فورًا ٹھہر گیا۔

اقول اس حدیث حسن کا واقعہ اُس حدیث صحیح کے واقعہ عظیمہ سے جدا ہے جس میں ڈُوبا ہوا سورج حضور (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کے لئے پلٹا ہے یہاں تک کہ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے نمازِ عصر کی خدمت گزاریِ محبوبِ باری صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں قضا ہوئی تھی ادا فرمائی۔ امام اجل طحاوی وغیرہ اکابر نے اس حدیث کی تصحیح کی۔ الحمدللہ اسے خلافتِ رب العزت کہتے ہیں کہ ملکوت السمٰوٰت والارض میں اُن کا حکم جاری ہے تمام مخلوقِ الٰہی کو

---

[1] تقویۃ الایمان پہلا باب توحید وشرک کے بیان میں مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴

[2] المعجم الاوسط حدیث ۴۰۵۱ مکتبۃ المعارف ریاض ۵/۳۳
مجمع الزوائد کتاب علامات نبوت باب حبس الشمس لہ صلے اللہ علیہ وسلم دار الکتاب بیروت ۸/۲۹۶

اُن کے لئے حکمِ اطاعت وفرمانبرداری ہے وہ خدا کے ہیں اور جو کچھ خدا کا ہے سب ان کا ہے، وہ محبوب اجل واکرم وخلیفۃ اللہ الاعظم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب دُودھ پیتے تھے گھوارہ میں چاند ان کی غلامی بجالاتا، جدھر اشارہ فرماتے اُسی طرف جُھک جاتا۔ حدیث میں ہے سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما عمِ مکرم سیدِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضور سے عرض کی، مجھے اسلام پر باعث حضور کے ایک معجزے کا دیکھنا ہوا،

رأیتك فی المھد تناغی القمر و تشیر الیہ باصبعك فحیث اشرت الیہ مال۔

میں نے حضور کو دیکھا کہ حضور گھوارے میں چاند سے باتیں فرماتے جس طرف انگشت مبارک سے اشارہ کرتے چاند اُسی طرف جُھک جاتا۔

سیدعالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

انی کنتُ اُحَدِّثُہٗ ویُحَدِّثُنی ویُلھینی عن البکاء واسمع وجبتہ حین یسجد تحت العرش۔

ہاں میں اُس سے باتیں کرتا تھا وہ مجھ سے باتیں کرتا اور مجھے رونے سے بہلاتا، میں اس کے گرنے کا دھماکہ سُنتا تھا جب وہ زیرِ عرش سجدے میں گرتا۔

البیھقی فی الدلائل[1] والامام شیخ الاسلام ابوعثمٰن اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن الصابونی فی المائتین والخطیب وابن عساکر فی تاریخ بغداد ودمشق رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بیہقی نے دلائل میں اور امام شیخ الاسلام ابوعثمٰن اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن صابونی نے مائتین میں اور خطیب وابن عساکر نے تاریخ بغداد ودمشق میں بیان کیا رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (ت)

امام شیخ الاسلام صابونی فرماتے ہیں:

فی المعجزات حسن یہ حدیث معجزات میں حسن ہے۔

جب دُودھ پیتوں کی یہ حکومتِ قاہرہ ہے تو اب کہ خلافۃ الکبرٰی کا ظہور عین شباب پر ہے آفتاب کی کیا جان کہ اُن کے حکم سے سرتابی کرے آفتاب وماہتاب درکنار، واللہ العظیم، ملئکہ

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالۃ البیہقی والصابونی وغیرہ باب مناغاتہ للقمر الخ مرکز اہل سنت گجرات الہند ۱/ ۵۳
کنز العمال بحوالہ حق فی الدلائل وغیرہ حدیث ۳۱۸۲۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۳۸۳

مدبرات الامر کہ تمام نظم ونسقِ عالم جن کے ہاتھوں پر ہے محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دائرہ حکم سے باہر نہیں نکل سکتے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ارسلت الی الخلق کافۃ۔ رواہ[1] مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں تمام مخلوقِ الٰہی کی طرف رسول بھیجا گیا۔ (اس کو مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

قرآن فرماتا ہے:

تبٰرک الذی نزل الفرقان علٰی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا۔[2]

برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر کہ تمام اہلِ عالم کو ڈر سنانے والا ہو۔

اہلِ عالم میں جمیع ملائکہ بھی داخل ہیں علیہم الصلٰوۃ والسلام۔

سیدنا سلیمان علیہ الصلٰوۃ والسلام کی نمازِ عصر گھوڑوں کے ملاحظہ میں قضا ہوئی حتّٰی توارت بالحجاب[3] یہاں تک کہ سورج پردے میں جا چھپا۔ فرمایا: ردوھا علیّ[4] پلٹالاؤ میری طرف۔ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مروی کہ سلیمان علیہ الصلٰوۃ والسلام کے اس قول میں ضمیر آفتاب کی طرف ہے اور خطاب اُن ملائکہ سے جو آفتاب پر متعین ہیں یعنی نبی اللہ سلیمان نے اُن فرشتوں کو حکم دیا کہ ڈوبے ہوئے آفتاب کو واپس لے آؤ، وہ حسب الحکم واپس لائے یہاں تک کہ مغرب ہو کر پھر عصر کا وقت ہوگیا اور سیدنا سلیمٰن علیہ الصلٰوۃ والسلام نے نماز ادا فرمائی۔ معالم التنزیل شریف میں ہے: حُکِیَ عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال معنٰی قولہ ردوھا علیّ یقول سلیمٰن علیہ الصلٰوۃ والسلام بامر اللہ عزوجل للملٰئکۃ المؤکلین بالشمس ردوھا علیّ یعنی الشمس فردوھا علیہ حتّٰی صلی العصر فی وقتہا۔[5]

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساجد و موضع الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۹

[2] القرآن الکریم ۲۵/۱

[3] " " ۳۸/۳۲

[4] " " ۳۸/۳۳

[5] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۳۸/۳۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/۵۲

سیدنا سلیمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام نوابانِ بارگاہِ رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ سے ایک جلیل القدر نائب ہیں پھر حضور کا حکم تو حضور کا حکم ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اللہ سبحٰنہ وتعالٰی کی بے شمار رحمتیں امام ربانی احمد بن محمد خطیب قسطلانی پر کہ مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ میں فرماتے ہیں:

ھو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خزانۃ السر وموضع نفوذ الامر فلا ینفذ امر الا منہ ولا ینقل خیر الا عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خزانۂ رازِ الٰہی و جائے نفاذِ امر ہیں، کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور کے دربار سے، اور کوئی نعمت کسی کو نہیں ملتی مگر حضور کی سرکار سے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اَلَا بِاَبِیْ مَنْ کَانَ مَلِکًا وَّ سَیِّدًا
وَاٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ وَاقِفٌ
اِذَا رَامَ اَمْرًا لَّا یَکُوْنُ خِلَافُہٗ
وَلَیْسَ لِذٰلِکَ الْاَمْرِ فِی الْکَوْنِ صَارِفٌ[1]

یعنی خبردار ہو میرے ماں باپ قربان اُن پر جو بادشاہ و سردار ہیں اُس وقت سے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی آب و گِل کے اندر ٹھہرے ہوئے تھے وہ جس بات کا ارادہ فرمائیں اس کا خلاف نہیں ہوتا تمام جہان میں کوئی ان کا حکم پھیرنے والا نہیں۔

اقول اور ہاں کیونکر کوئی اُن کا حکم پھیر سکے کہ حکمِ الٰہی کسی کے پھیرے نہیں پھرتا،

لا راد لقضائہ ولا معقب لحکمہ۔ اس کی قضاء کو رَد کرنے والا اور اس کے حکم کو پھیرنے والا کوئی نہیں۔(ت)

یہ جو کچھ چاہتے ہیں خدا وہی چاہتا ہے کہ یہ وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔ صحیحین بخاری ومسلم ونسائی وغیرہا میں حدیث صحیح جلیل ہے کہ ام المومنین صدیقہ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں:

ما اری ربک الا یسارع ھواک[2] یارسول اللہ! میں حضور کے رب کو نہیں دیکھتی مگر حضور کی خواہش میں جلدی و شتابی کرتا ہوا۔

مسلمانو! ذرا دیکھنا کوئی وہابی ناپاک اِدھر اُدھر ہو تو اُسے باہر کردو اور کوئی جھوٹا متصوف

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول توطئۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۵۶
[2] صحیح البخاری کتاب التفسیر باب قولہ ترجی من تشاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۰۲

نصاریٰ کی طرح غلو وافراط والا دبا چھپا ہو تو اُسے بھی دُور کر دو اور تم عبدہٗ ورسولہٗ کی سچی معیار پر کانٹے کی تول مستقیم ہوکر یہ حدیث سنو کہ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

مَرِضَ ابو طالب فعادہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یا ابن اخی ادع ربك الذی بعثك یعافینی فقال اللھم اشف عمی فقام کانما نشط من عقال فقال یا ابن اخی ان ربك الذی تعبدہٗ لیطیعك فقال وانت یا عماہ لو اطعتہٗ لیطیعنّك۔ ابن عدی[1] من طریق الھیثم البکاء عن ثابت البنانی عن انس ابن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یعنی ابو طالب بیمار پڑے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عیادت کو تشریف لے گئے ابو طالب نے عرض کی، اے بھتیجے میرے! اپنے رب سے جس نے حضور کو بھیجا ہے میری تندرستی کی دعا کیجئے۔ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دعا کی، الٰہی! میرے چچا کو شفا دے۔ یہ دعا فرماتے ہی ابو طالب اُٹھ کھڑے ہوئے جیسے کسی نے بندش کھول دی، حضور سے عرض کی، اے میرے بھتیجے! بیشک حضور کا رب جس کی تم عبادت کرتے ہو حضور کی اطاعت[عہ] کرتا ہے۔ سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے (اس کلمہ پر انکار نہ فرمایا بلکہ اور تاکیداً و تائیداً) ارشاد کیا کہ اے چچا! اگر تُو اس کی اطاعت کرے تو وہ تیرے ساتھ بھی یونہی معاملہ فرمائے گا۔ (ابن عدی)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

صحیح البخاری کتاب النکاح باب الشغار قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۶۶

صحیح مسلم کتاب الرضاع باب جواز ہبتہا نوبتہا لضرتہا " " " ۱/۴۷۳

سنن النسائی ذکر امر رسول اللہ فی النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۶۷

مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۱۳۴

[1] الکامل لابن عدی ترجمہ الہیثم بن جماز دار الفکر بیروت ۷/۲۵۶۱

عہ یہاں اطاعت کے معنے ہیں ہر مرادِ محبوب حسبِ مرادِ محبوب فوراً موجود فرمادے ۱۲ منہ

نے بطریق ہیثم البکاء انھوں نے ثابت بنانی سے انھوں نے انس ابن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

اور **حدیث** سنئے کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں بیشک بالیقین میں روزِ قیامت تمام جہان کا سید ہوں میرے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا، کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جو میرے نشان کے نیچے نہ ہو کشائش کا انتظار کرتا ہوا۔ میں چلوں گا اور لوگ میرے ساتھ ہوں گے یہاں تک کہ دروازۂ جنت پر تشریف فرما ہو کر دروازہ کھلواؤں گا سوال ہوگا کون ہیں ؟ میں فرماؤں گا **محمد** (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)۔ کہا جائے گا مرحبا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو۔ پھر جب میں اپنے رب عزوجل کو دیکھوں گا اس کے لئے سجدۂ شکر میں گروں گا اس پر کہا جائے گا:

ارفع راسك وقل تطاع واشفع تشفع۔ اپنا سر اٹھاؤ اور جو کہنا ہو کہو تمہاری اطاعت کی جائے گی اور شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔

پس جو لوگ جل چکے تھے وہ اللہ کی رحمت اور میری شفاعت سے دوزخ سے نکال لئے جائیں گے۔

الحاکم فی المستدرك[1] وابن عساکر عن عُبادة بن الصامت رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ حاکم نے مستدرک میں اور ابن عساکر نے عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا۔(ت)

اسی باب سے ہے **حدیث** کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان ربی استشارنی فی امتی ماذا افعل بھم بیشک میرے رب نے میری امت کے باب میں مجھ سے مشورہ طلب فرمایا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں۔ فقلتُ ما شئتَ یا رب ھم خلقك وعبادك میں نے عرض کیا کہ اے رب میرے ! جو تُو چاہے کہ وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔ فاستشارنی الثانیۃ اس نے دوبارہ مجھ سے مشورہ پُوچھا۔ فقلت لہ کذلك میں نے اب بھی وہی عرض کی۔ فاستشارنی الثالثۃ اس نے سہ بارہ مجھ سے مشورہ لیا۔ فقلت لہ کذلك میں نے پھر وہی عرض کی۔ فقال تعالٰی انی لن اخزیك فی اُمّتك

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ الحاکم وابن عساکر صفۃ الشفاعۃ دار الفکر بیروت ۱۰/ ۴۸۰
کنز العمال بحوالہ ك وابن عساکر حدیث ۳۲۰۳۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۳۴

یا احمد تو رب عزوجل نے فرمایا، اے احمد! بیشک میں ہرگز تجھے تیری اُمت کے معاملہ میں رُسوا نہ کروں گا۔ وبشّرنی اَنّ اول من یدخل الجنۃ معی من اُمتی سبعون الفاً مع کل الف سبعون الفاً لیس علیھم حساب اور مجھے بشارت دی کہ میرے ستّر ہزار امتی سب سے پہلے میرے ساتھ داخلِ بہشت ہونگے ان میں ہر ہزار کے ساتھ ستّر ہزار ہونگے جن سے حساب تک نہ لیا جائیگا۔

آگے حدیث اور طویل وجلیل ہے جس میں اپنے اور اپنی امت مرحومہ کے فضائل جلیلہ ارشاد فرمائے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیھم وبارک وسلم آمین!

الامام احمد[1] وابن عساکر عن حذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ امام احمد اور ابن عساکر نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

بحمد اللہ یہی معنی ہیں اس حدیث کے کہ رب العزۃ روزِ قیامت حضرت رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ سے مجمع اولین وآخرین میں فرمائے گا:

کُلّھم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاك یا محمد[2] یہ سب میری رضا چاہتے ہیں اور میں تیری رضا چاہتا ہوں اے محمد!

میں نے اپنا ملک عرش سے فرش تک تجھ پر قربان کر دیا صلی اللہ علیك وعلٰی اٰلك وبارك وسلم۔

اے مسلمان، اے سُنّی بھائی، اے مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ ارفع کے فدائی! آفتاب وماہتاب پر اُن کا حکم جاری ہونا کیا بات ہے آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک اُن کے نائب اُن کے وارث، اُن کے فرزند، اُن کے دلبند، غوث الثقلین، غوث الکونین حضور پرنور سیدنا ومولانا امام ابو محمد شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ پر سلام عرض نہ کرلے۔

امام اجل سیدی نور الدین ابو الحسن علی شطنوفی قدس سرہ الروفی (جنھیں امام جلیل

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن حذیفہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۹۳
کنز العمال بحوالہ حم وابن عساکر حدیث ۳۲۱۰۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۴۸
الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بان امتہ وضع عنھم الاصر مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/ ۲۱۰
[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۲/ ۱۴۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۸۷

عارف باللہ سیدی عبداللہ بن اسعد مکی یافعی شافعی رحمہ اللہ تعالٰی نے مرآۃ الجنان میں الشیخ الامام الفقیہ المقرادی[1] سے وصف کیا کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف میں خود روایت فرماتے ہیں:

اخبرنا ابومحمد عبدالسلام بن ابی عبد اللّٰہ محمد بن عبد السلام بن ابراھیم بن عبد السلام البصری الاصل البغدادی المولد والدار بالقاھرۃ سنۃ احدٰی وسبعین وستمائۃ قال اخبرنا الشیخ ابوالحسن علی بن سلیمان البغدادی الخباز ببغداد سنۃ ثلٰث و ثلثین وستمائۃ قال اخبرنا الشیخان الشیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود البزار والشیخ ابوحفص عمر الکیماتی ببغداد سنۃ احدٰی وتسعین وخمسمائۃ قالا کان شیخنا الشیخ عبد القادر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ یمشی فی الھواء علٰی رؤوس الاشھاد فی مجلسہ و یقول ما تطلع الشمس حتی تسلم علیّ و تجیئ السنۃ الیّ وتسلّم علیّ وتخبرنی بما یجری فیھا و یجیئ الشھر ویسلم علیّ ویخبرنی بما یجری فیہ ویجیئ الاسبوع ویسلم علیّ ویخبرنی بما یجری فیہ ویجیئ الیوم ویسلم علیّ

یعنی امام اجل حضرت ابوالقاسم عمر بن مسعود بزار اور حضرت ابوحفص عمر کیماتی رحمہما اللہ تعالٰی فرماتے ہیں ہمارے شیخ حضور سیدنا عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنی مجلس میں برملا زمین سے بلند کرہ ہوا پر مشی فرماتے اور ارشاد کرتے آفتاب طلوع نہیں کرتا یہاں تک کہ مجھ پر سلام کرلے نیا سال جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے نیا ہفتہ جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے، نیا دن جو آتا ہے مجھ پر سلام کرتا اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے، مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم کہ تمام سعید وشقی مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں میری آنکھ لوحِ محفوظ پر لگی ہے یعنی لوحِ محفوظ میرے پیشِ نظر ہے، میں اللہ عزوجل کے علم و مشاہدہ کے دریاؤں میں غوطہ زن ہوں، میں تم سب پر حجتِ الٰہی ہوں، میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نائب اور زمین میں حضور (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم)

---

[1] مرآۃ الجنان

ویخبرنی بما یجری فیه وعزۃ ربّ ان السعداء والاشقیاء لیعرضون علی عینی فی اللوح المحفوظ انا غائص فی بحار علم اللہ ومشاھدتہ انا حجۃ اللہ علیکم جمیعکم انا نائب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ووارثہ فی الارض[1] صدقت یاسیدی واللہ فانما انت کلمت عن یقین لا شك فیہ ولا وھم یعتریہ انما تنطق فتنطق وتعطٰی فتفرق وتؤمر فتفعل والحمد للہ رب العالمین۔

کا وارث ہوں۔ سچ فرمایا ہے آپ نے اے میرے آقا، بخدا آپ یقین پر مبنی کلام فرماتے ہیں جس میں کوئی شک اور وہم راہ نہیں پاتا۔ بے شک آپ سے کوئی بات کہی جاتی ہے تو آپ کہتے ہیں اور آپ کو عطا ہوتا ہے تو آپ تقسیم فرماتے ہیں۔ آپ کو امر کیا جاتا ہے تو آپ عمل کرتے ہیں۔ اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔ (ت)

اس حدیث کے متعلق کلام نے قدرے طول پایا مگر الحمد للہ کہ مقصود رسالہ سے باہر نہ آیا وباللہ التوفیق۔

حدیث ۱۲۷: صحیح مسلم شریف وسنن ابی داؤد وسنن ابن ماجہ ومعجم کبیر طبرانی میں سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

قال کنت ابیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاتیتہ بوضوئہ وحاجتہ فقال لی سل (ولفظ الطبرانی فقال یومًا یاربیعۃ سلنی فاعطیك رجعنا الی لفظ مسلم) قال فقلت اسألك مرافقتك فی الجنۃ

میں حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس رات کو حاضر رہتا ایک شب حضور کے لئے آبِ وضو وغیرہ ضروریات لایا (رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بحرِ رحمت جوش میں آیا) ارشاد فرمایا: مانگ کیا مانگتا ہے کہ ہم تجھے عطا فرمائیں۔ میں نے عرض کی: میں حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر کلمات اخبر بہا عن نفسہ الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۵۰

فقال اَوغیر ذٰلك قلت ھو ذاك قال فاعنی علٰی نفسك بکثرۃ السجود[1]۔

اپنی رفاقت عطا فرمائیں۔ فرمایا: کچھ اور؟ میں نے عرض کی، میری مراد تو صرف یہی ہے۔ فرمایا، تو میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرتِ سجود سے۔

ع کرحیف باشد از وغیر او تمنائے

(کرحیف ہے اُس سے اُس کے غیر کی تمنا کرنا۔ ت)

؎ سائل ہوں ترا مانگتا ہوں تجھ سے تجھی کو

معلوم ہے اقرار کی عادت تری مجھ کو

سیّدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "تو میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرتِ سجود سے"۔ الحمدللہ یہ جلیل ونفیس حدیث صحیح اپنے ہر ہر جملے سے وہابیت کُش ہے۔ حضور اقدس خلیفۃ اللہ الاعظم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مطلقاً بلاقید وبلاتخصیص ارشاد فرمانا سَل مانگ کیا مانگتا ہے، جانِ وہابیت پر کیسا پہاڑ ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور ہر قسم کی حاجت روا فرماسکتے ہیں دنیا وآخرت کی سب مرادیں حضور کے اختیار میں ہیں جب تو بلاتقیید ارشاد ہوا: مانگ کیا مانگتا ہے یعنی جو جی میں آئے مانگو کہ ہماری سرکار میں سب کچھ ہے ؎

گر خیریتِ دُنیا وعقبیٰ آرزو داری بدرگاہش بیا وہرچہ میخواہی تمنا کن

(اگر تُو دنیا وآخرت کی بھلائی چاہتا ہے تو اس کی بارگاہ میں آ اور جو چاہتا ہے مانگ لے۔ ت)

شیخ شیوخ علماء الہند عارف باللہ عاشق رسول اللہ برکۃ المصطفٰی فی ھذہ الدیار سیّدی شیخ محقق مولانا عبدالحق محدّث دہلوی قدس سرہ القوی شرح مشکوٰۃ شریف میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

از اطلاق سوال کہ فرمودش بخواہ تخصیص مطلق سوال سے کہ آپ نے فرمایا (اے ربیعہ)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل السجود والحث علیہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۳
سنن ابی داؤد ؍ باب وقت قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۸۷
کنز العمال حدیث ۱۹۰۰۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/۳۰۶
المعجم الکبیر عن ربیعہ ؍ ۴۵۷۶ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۵/۵۷ و ۵۸

نکر و بمطلوبے خاص معلوم میشود کہ کار ہمہ بدست ہمت وکرامت اوست صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہرچہ خواہد وکرا خواہد باذن پروردگار خود دہد[1]

مانگ۔ اور کسی خاص شَے کو مانگنے کی تخصیص نہیں فرمائی۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمام معاملہ آپ کے دستِ اقدس میں ہے جو چاہیں جسے چاہیں اللہ تعالٰی کے اذن سے عطا فرمادیں۔(ت)

فان من جودك الدنیا وضرتہا ومن علومك علم اللوح والقلم[2]۔

یہ شعر قصیدہ بردہ شریف کا ہے جس میں سیدی امام اجل محمد بوصیری قدس سرہٗ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں "یارسول اللہ! دنیا و آخرت دونوں حضور کے خوانِ جود وکرم سے ایک حصہ ہیں اور لوح وقلم کے تمام علوم جن میں ماکان ومایکون جو کچھ ہُوا اور جو کچھ قیام قیامت تک ہونے والا ہے ذرہ ذرہ بالتفصیل مندرج ہے حضور کے علوم سے ایک پارہ ہیں"

اور پہلا شعر کہ "اگر خیریت دنیا وعقبٰے الخ" حضرت شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی کا ہے کہ قصیدہ نعتیہ حضور پُرنور سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں عرض کیا ہے۔

الحمدُ للہ یہ عقیدے ہیں ائمہ دین کے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جناب عالم تاب میں، برخلاف اُس سرکش طاغی شیطان لعین کے بندہ داغی جو کہ ایمان کی آنکھ پر کفران کی ٹھیکری رکھ کر کہتا ہے "جس کا نام محمد ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں"[3]۔

الا صلی رب محمد علی محمد و اٰلہ وسلم واُخرٰی منتقصیہ واعاذنا من حالھم وشرھم وسلم اٰمین۔

درود وسلام نازل فرمائے ربِ محمد محمد مصطفٰے پر اور آپ کی آل پر، اور دوسرا گروہ آپ کی شان میں تنقیص کرنے والا ہے اللہ تعالٰی ہمیں انکے حال اور ان کے شر سے بچائے اور سلامت رکھے آمین(ت)

علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

یؤخذ من اطلاقہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الامر بالسؤال ان

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مانگنے کا حکم مطلق دیا اس سے مستفاد ہوتا ہے

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الصلوٰۃ باب السجود وفضلہ الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۹۶

[2] الکواکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ (قصیدہ بردہ) الفصل العاشر مرکز اہلسنت گجرات الہند ص ۵۹

[3] تقویۃ الایمان الفصل الرابع فی ذکر رد الاشراک فی العبادۃ مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۸

اللہ تعالٰی مکّنہ من اعطاء کل ما اراد من خزائن الحق[1]	کہ اللہ عزوجل نے حضور کو عام قدرت بخشی ہے کہ خدا کے خزانوں سے جو چاہیں عطا فرمادیں۔

والحمد للہ رب العالمین ؎

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں

پھر اس حدیث جلیل میں سب سے بڑھ کر جانِ وہابیت پر یہ کیسی آفت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد پر حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ خود حضور سے جنت مانگتے ہیں کہ اسئلك مرافقتك فی الجنة یارسول اللہ! میں حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں رفاقتِ والا عطا ہو۔

وہابی صاحبو! یہ کیسا کھلا شرکِ وہابیت ہے جسے حضور مالکِ جنت علیہ افضل الصلٰوۃ والتحیۃ قبول فرمارہے ہیں، وللہ الحجۃ السامیۃ۔

حدیث ۱۲۸: حدیث صحیح وجلیل وعظیم سخت وہابیت کُش جسے نسائی وترمذی وابن ماجہ وابن خزیمہ وطبرانی وحاکم وبیہقی نے سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور امام ترمذی نے حسن غریب صحیح اور طبرانی وبیہقی نے صحیح اور حاکم نے برشرطِ بخاری ومسلم صحیح کہا اور امام حافظ الحدیث زکی الدین عبدالعظیم منذری وغیرہ ائمۂ نقد وتنقیح نے اس کی تصحیح کو مسلّم وبرقرار رکھا جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نابینا کو دُعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے:

اللّٰھم انی اسئلك واتوجّہ الیك بنبیّك محمّد نبی الرحمۃ یا محمّد انی اتوجہ بك الٰی ربی فی حاجتی ھٰذہٖ لیقضٰی لی اللّٰھم	الٰہی! میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وسیلے سے جو مہربانی کے نبی ہیں، یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں تاکہ میری حاجت روائی

---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب الصلٰوۃ باب السجود وفضلہ الفصل الاول تحت حدیث ۸۹۶ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۶۱۵
۵۲

فشفعہ فی[1] ہو، الٰہی! انھیں میرا شفیع کر ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

یہ حدیث خود ہی بیمار دلوں پر زخم کاری تھی جس میں رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو حاجت کے وقت ندا بھی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے استعانت و التجا بھی، مگر حصن حصین شریف کی بعض روایات نے سر سے پانی تیر دیا۔ اس میں لِتَقْضِیَ لِی بصیغۂ معروف ہے یعنی یارسول اللہ! حضور میری حاجت روا فرمادیں۔

مولانا فاضل علی قاری علیہ رحمۃ الباری حرز ثمین شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں:

وفی نسخۃ بصیغۃ الفاعل ای لتقضی الحاجۃ لی والمعنی تکون سببا لحصول حاجتی ووصول مرادی فالاسناد مجازی[2]

اور ایک نسخہ میں بصیغہ فاعل (فعل معروف) ہے، یعنی آپ میری حاجت روائی فرمائیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ میری حاجت روائی ومقصد برآری میں سبب ووسیلہ بن جائیں۔ چنانچہ اسناد مجازی ہوگا۔ (ت)

اب دافع البلاء کو شرک ماننے کا سول تول کہئے۔

---

[1] سنن الترمذی کتاب الدعوات حدیث ۳۵۸۹ دار الفکر بیروت ۵/ ۳۳۶
سنن ابن ماجۃ ابواب اقامۃ الصلوٰۃ باب ما جاء فی صلوٰۃ الحاجۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۰
صحیح ابن خزیمۃ باب صلوٰۃ الترغیب والترہیب حدیث ۱۲۱۹ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۶
المعجم الکبیر عن عثمان بن حنیف حدیث ۸۳۱۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۹/ ۱۸
المستدرک للحاکم کتاب صلوٰۃ التطوع دعاء رد البصر دار الفکر بیروت ۱/ ۳۱۳
دلائل النبوۃ للبیہقی باب فی تعلیمہ الضریر ما کان فیہ شفاء الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۱۶۶ تا ۱۶۸
عمل الیوم واللیلۃ للنسائی حدیث ۶۵۷ دار ابن حزم بیروت ص ۱۵۹ و ۱۶۰
الترغیب والترہیب الترغیب فی صلوٰۃ الحاجۃ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۳ تا ۴۷۵
[2] الحصن الحصین منزل یوم الاثنین صلوٰۃ الحاجۃ افضل المطابع ص ۱۲۵

[3] حرز ثمین شرح الحصن الحصین مع الحصن الحصین منزل یوم الاثنین صلوٰۃ الحاجۃ افضل المطابع ص ۱۲۵

32
32

ثمّ اقول (پھر میں کہتا ہوں ۔ ت) سیّدِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اپنے زمانۂ اقدس میں نابینا کو دُعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز یُوں عرض کرو ہمارا نامِ پاک لے کر ندا کرو ہم سے استمداد و التجا کرو، شرکِ وہابیت کو قعرِ جہنم میں پہنچانے کو بس یہی تھا کہ :

اوّلاً جو شرک ہے اس میں تفرقۂ زمانۂ حیات و بعد وفات یا تفرقۂ قُرب و بُعد یا غیبت و حضور سب مردود و مقہور، جس کا بیان اوپر مذکور ۔

ثانیاً حاصلِ تعلیم یہ نہ تھا کہ دو رکعت نماز پڑھ کر دُعا کا بالائی ٹکڑا تو اللہ عزّوجل سے عرض کرنا پھر ہمارے پاس حاضر ہو کر یا محمّد سے اخیر تک عرض کرنا، اور دعا میں سنّت اخفا ہے اور آہستہ کہنے میں وہابیت کی عقل ناقص پر غیبت و حضور یکساں ہے، عادی طور پر دونوں ندا بالغیب ہوں گی، مگر قیامت تو سیّدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰے عنہ نے پُوری کردی کہ زمانۂ خلافت امیر المومنین عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰے عنہ میں یہی دُعا ایک صاحب حاجتمند کو تعلیم فرمائی اور ندا بعد الوصال سے جانِ وہابیت پر آفتِ عُظمٰی ڈھائی ۔ معجم کبیر امام طبرانی میں یہ حدیث یوں ہے کہ ایک شخص امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰے عنہ کی بارگاہ میں اپنی کسی حاجت کے لئے حاضر ہوا کرتے امیر المومنین ان کی طرف التفات نہ فرماتے نہ ان کی حاجت پر غور کرتے، ایک دن عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ملے اُن سے شکایت کی، عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا :

اِئتِ المیضاۃ فتوضّأ ثمّ أتِ المسجد فصلّ فیہ رکعتین ثمّ قل اللّٰھم انّی اسئلك و اتوجّہ الیك بنبینا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد انّی اتوجہ بك الٰی ربّی فیقضی حاجتی و تذکر حاجتك و رُح الیّ حتّٰی اروح معك ۔

وضو کی جگہ جا کر وضو کرو پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھو پھر یُوں دُعا کرو کہ الٰہی! میں تجھ سے سوال کرتا اور تیری طرف ہمارے نبی محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نبی رحمت کے ذریعے سے متوجہ ہوتا ہوں، یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہُوں کہ میری حاجت روا فرمائیے ۔ اور اپنی حاجت کا ذکر کرو، شام کو پھر میرے پاس آنا کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں ۔

صاحبِ حاجت نے جا کر ایسا ہی کیا، پھر امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دروازے پر حاضر ہُوئے، دربان آیا ہاتھ پکڑ کر امیر المومنین کے حضور لے گیا، امیر المومنین (عثمان غنی) نے

اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور فرمایا کیسے آئے ہو؟ انھوں نے اپنی حاجت عرض کی، امیر المومنین نے فوراً روا فرمائی، پھر ارشاد کیا: اتنے دنوں میں تم نے اس وقت اپنی حاجت کہی۔ اور فرمایا: جب کبھی تمھیں کوئی حاجت پیش آئے ہمارے پاس آنا۔ اب یہ صاحب امیر المومنین کے پاس سے نکل کر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ملے اُن سے کہا: اللہ تعالٰی آپ کو جزائے خیر دے امیر المومنین نہ میری حاجت میں غور فرماتے تھے نہ میری طرف التفات لاتے یہاں تک کہ آپ نے میری سفارش اُن سے کی۔ عثمان بن حنیف نے فرمایا:

واللہ ما کلمتہ ولکن شہدت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و اتاہ رجل ضریر فشکی الیہ ذھاب بصرہ فقال لہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایت المیضاۃ فتوضأ ثم صل رکعتین ثم ادع بھذہ الدعوات فقال عثمان بن حنیف فو اللہ ماتفرقنا وطال بنا الحدیث[1] حتی دخل علینا الرجل کانہ لم یکن بہ ضر قط۔

خدا کی قسم میں نے تو تمھارے بارے میں امیر المومنین سے کچھ بھی نہ کہا مگر ہے یہ کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا حضور کی خدمتِ اقدس میں ایک نابینا حاضر ہوا اور اپنی نابینائی کی شکایت حضور سے عرض کی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، موضع وضو پر جا کر وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ پھر یہ دعائیں پڑھ۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں خدا کی قسم ہم اُٹھنے بھی نہ پائے تھے باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ نابینا ہمارے پاس انکھیارے ہو کر آئے گویا کبھی اُن کی آنکھوں میں کچھ نقصان نہ تھا۔

امام طبرانی اس حدیث کی متعدد اسنادیں ذکر کر کے فرماتے ہیں: والحدیث صحیح[2] یہ حدیث صحیح ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

حدیث ۱۲۹: کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اہلِ مدینہ طیبہ سے ارشاد فرمایا:

اِصبروا و ابشروا فانی قد بارکت — صبر کرو اور شاد ہو کہ بیشک میں نے تمھارے

---

[1] المعجم الکبیر عن عثمان بن حنیف حدیث ۸۳۱۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۹/ ۱۸

[2] الترغیب والترھیب بحوالہ الطبرانی الترغیب فی صلوٰۃ الحاجۃ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۶

علیٰ صاعِکم و مُدِّکم۔ البزار فی مسندہٖ[1] عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

رزق کے پیمانوں پر برکت کر دی ہے۔ (بزار نے اپنی مسند میں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اس حدیث نے بتایا کہ اہلِ مدینہ کے رزق میں برکت رکھنے کو حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی طرف نسبت فرمایا۔

○ (رسالہ ضمنی) منیۃ اللبیب ان التشریع بید الحبیب ۱۳

(عقلمند کا مقصد کہ بے شک احکامِ شرع حبیب اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہیں)

احادیثِ تحریمِ حرمِ مدینہ طیبہ بحکمِ احکم حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حدیث ۱۳۰: صحیحین میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے عرض کی:

اللھم ان ابراھیم حرّم مکّۃ وانی احرّم مابین لابتیھا۔ ھما[2] واحمد و الطحاوی فی شرح معانی الاٰثار عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی! بیشک ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مکۂ معظمہ کو حرم کر دیا اور میں دونوں سنگستان مدینہ طیبہ کے درمیان جو کچھ ہے اُسے حرم بناتا ہوں۔ (بخاری، مسلم اور احمد اور طحاوی نے شرح معانی الآثار میں حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۳۱: نیز صحیحین میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انّ ابراھیم حرّم مکۃ ودعا لاھلھا وانی حرمت المدینۃ کما حرّم ابراھیم مکۃ وانی

بیشک ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مکہ معظمہ کو حرم بنادیا اور اس کے ساکنوں کے لئے دعا فرمائی اور بیشک میں نے مدینہ طیبہ کو حرم

[1] کنز العمال بحوالۃ البزار حدیث ۳۸۱۲۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/ ۱۲۵

[2] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب یزفون النسلان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۷۷

〃 کتاب المغازی غزوہ احد 〃 〃 ۲/ ۵۸۵

〃 کتاب الاعتصام باب ماذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم 〃 〃 ۲/ ۱۰۹۰

صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ 〃 〃 ۱/ ۴۴۱

مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۴۹

شرح معانی الآثار کتاب الصید باب صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴۲

دعوتُ فی صاعها و مُدِّها بمثلیْ ما دعا ابراھیم لاھل مکۃ۔ ھم جمیعًا عن عبد اللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کر دیا جس طرح انہوں نے مکّے کو حرم کیا اور میں نے اس کے پیمانوں میں اس سے دُونی برکت کی دُعا کی جو دُعا انھوں نے اہل مکّہ کے لئے کی تھی (ان سب نے عبد اللہ ابن زید بن عاصم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۳۲: نیز صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عرض کی، الٰہی! بیشک ابراہیم تیرے خلیل اور تیرے نبی ہیں اور تُو نے اُن کی زبان پر مکہ معظمہ کو حرم کیا اللّٰھم وانا عبدك و نبیك وانی اُحرّمُ ما بین لابتیھا الٰہی! اور میں تیرا بندہ اور تیرا نبی ہُوں میں مدینہ طیبہ کی دونوں حدوں کے اندر ساری زمین کو حرم بناتا ہوں۔

امام طحاوی نے اس کے قریب روایت کی اور یہ زائد کیا:

ونھی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یعضد شجرھا او یخبط او یؤخذ طیرھا۔[۳]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ اس کا پیڑ کاٹیں یا پتے جھاڑیں یا اس کے پرندوں کو پکڑیں۔

حدیث ۱۳۳: صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انی اُحرِّمَ ما بین لابتی المدینۃ ان یقطع عضاھھا او یقتل

بیشک میں حرم بناتا ہوں دو سنگلاخ مدینہ کے درمیان کو کہ اس کی ببولیں نہ کاٹی جائیں

---

[۱] صحیح البخاری کتاب البیوع باب برکۃ صاع النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۸۶
صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ و دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم " " ۱/ ۴۴۰
مسند احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۴۰
شرح معانی الآثار کتاب الصید باب صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴۲
[۲] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ و دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۲
سنن ابن ماجۃ ابواب المناسک باب فضل المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۳۲
کنز العمال حدیث ۳۴۸۸۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۲/ ۲۴۵
[۳] شرح معانی الآثار کتاب الصید صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴۳

صیدھا۔ ھو واحمد[1] والطحاوی عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اور اُس کا شکار نہ مارا جائے۔ (مسلم اور احمد اور طحاوی نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۳۴: نیز صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان ابراھیم حرم مکۃ وانی احرم مابین لابتیھا۔ ھو[2] والطحاوی عن رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بیشک ابراہیم نے مکہ معظمہ کو حرم کر دیا اور میں مدینہ کے دونوں سنگلاخ کے درمیان کو حرم کرتا ہوں (مسلم اور طحاوی نے رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۳۵: نیز صحیح مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عرض کرتے ہیں:

اللّٰھم ان ابراھیم حرم مکۃ فجعلھا حرمًا وانی حرمت المدینۃ حرامًا مابین مازمیھا ان لایھراق فیھادمٌ ولایحمل سلاح لقتال ولایخبط فیھا شجرۃٌ الا بعلف[3]۔

الٰہی! بیشک ابراہیم نے مکہ معظمہ کو حرام کرکے حرم بنا دیا اور بیشک میں نے مدینہ کے دونوں کناروں میں جو کچھ ہے اسے حرم بنا کر حرام کر دیا کہ اس میں کوئی خون نہ گرایا جائے نہ لڑائی کے لئے اسلحہ اٹھایا جائے نہ کسی پیڑ کے پتے جھاڑیں مگر جانور کو چارہ دینے کے لئے۔

حدیث ۱۳۶: نیز صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم عرض کرتے ہیں:

اللّٰھم انی قد حرمتُ مابین لابتیھا

الٰہی! بیشک میں نے تمام مدینہ کو حرم کر دیا۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضائل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۰
مسند احمد بن حنبل عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۸۱
شرح معانی الآثار کتاب الصید صید المدینہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۱

[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۰
شرح معانی الآثار کتاب الصید باب صید المدینہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۲

[3] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۳

کما حرمت علیٰ لسان ابراھیم الحرم۔ ھو[1] واحمد والرُّویانی عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جس طرح تو نے زبانِ ابراہیم پر حرم محترم کو حرم بنایا (مسلم، احمد اور رویانی نے ابی قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۳۷: نیز صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان ابراھیم حرم بیت اللہ و اٰمنہ و انی حرمت المدینۃ مابین لابتیھا لایقطع عضاھھا ولا یصاد صیدھا۔ ھو[2] والطحاوی عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

بیشک ابراہیم نے بیت اللہ کو حرم بنادیا اور امن والا کردیا اور میں نے مدینہ طیبہ کو حرم کیا کہ اس کے خاردار درخت بھی نہ کاٹے جائیں اور اس کے جانور شکار نہ کئے جائیں (مسلم اور طحاوی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰے عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۳۸: صحیحین میں ہے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا:

حرم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مابین لابتی المدینۃ وجعل اثنا عشر میلا حول المدینۃ حمی۔ ھما[3] واحمد وعبد الرزاق فی مصنفہ۔

تمام مدینہ طیبہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے حرم کردیا اور اس کے آس پاس بارہ بارہ میل تک سبزہ و درخت کو لوگوں کے تصرف سے اپنی حمایت میں لے لیا۔ بخاری اور مسلم اور احمد اور عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کیا۔ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۲ تا ۴۴۳
مسند احمد بن حنبل عن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۰۹
کنز العمال بحوالہ حم والرویانی " " " حدیث ۳۴۸۷۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۴۴

[2] شرح معانی الآثار کتاب الصید صید المدینہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴۲
کنز العمال بحوالہ مسلم حدیث ۳۴۸۱۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۳۲

[3] صحیح البخاری فضائل المدینہ باب حرم المدینۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۱
صحیح المسلم کتاب الحج باب فضل المدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۲
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۸۶
المصنف لعبد الرزاق کتاب حرمۃ المدینہ حدیث ۱۷۱۴۵ المجلس العلمی بیروت ۹/ ۲۶۰ و ۲۶۱

ابن جریر کی روایت یوں ہے:

حرّم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شجرھا ان یعضد او یخبط۔ رواہ عن[1] خبیبؓ الہذلی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے پیڑ کاٹنا یا ان کے پتے جھاڑنا حرام فرمایا۔ (اس کو خبیب ہذلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

حدیث ۱۳۹: صحیح مسلم شریف میں ہے رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حرّم ما بین لابتی المدینۃ۔ ھو[2] والطحاوی فی معانی الاثار۔

بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تمام مدینہ طیبہ کو حرم بنا دیا۔ (مسلم اور طحاوی نے معانی الآثار میں روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۴۰: نیز صحیح مسلم و معانی الآثار میں عاصم احول سے ہے:

قلت لانس بن مٰلک احرّم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المدینۃ قال نعم الحدیث[3]۔ زاد ابوجعفر فی روایۃ لایعضد شجرھا[4] ولمسلم فی اخرٰی نعم ھی حرام لایختلٰی خلاھا فمن فعل ذٰلک فعلیہ لعنۃ اللہ والملٰئکۃ و الناس اجمعین[5]۔

یعنی میں نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا، کیا مدینہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حرم بنا دیا؟ فرمایا: ہاں، اس کا پیڑ نہ کاٹا جائے اس کی گھاس نہ چھیلی جائے، جو ایسا کرے اس پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

حدیث ۱۴۱: سنن ابی داؤد میں ہے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

---

[1]

[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۰
شرح معانی الآثار کتاب الصید باب صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴۲

[3] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۱

[4] شرح معانی الآثار کتاب الصید باب صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴۳

[5] صحیح مسلم کتاب الحج فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۱

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حرّم ھذا الحرم۔[1] بیشک رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اس حرم محترم کو حرم بنا دیا۔

حدیث ۱۴۲: شرجیل کہتے ہیں ہم مدینہ طیبہ میں کچھ جال لگارہے تھے زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰے عنہ تشریف لائے جال پھینک دئے اور فرمایا:

تعلموا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حرّم صیدھا۔ الامام ابو جعفر[2] فی شرح الطحاوی۔ تمھیں خبر نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کا شکار حرام قرار دیا ہے (امام ابو جعفر نے شرح طحاوی میں اس کو بیان کیا ہے۔ ت)

ابوبکر بن ابی شیبہ نے زید رضی اللہ تعالٰے عنہ سے یوں روایت کی:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حرّم ما بین لابتیھا۔[3] بیشک نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے مدینے کے دونوں سنگلاخ کے مابین کو حرم کردیا۔

حدیث ۱۴۳: ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حرّم ما بین لابتی المدینۃ ان یعضد شجرھا او یخبط۔[4] بیشک رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے تمام مدینے کو حرم بنا دیا ہے کہ اس کے پیڑ نہ کاٹے جائیں نہ پتّے جھاڑیں۔

حدیث ۱۴۴: ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں میں نے ایک چڑیا پکڑی تھی اسے لئے ہوئے باہر گیا میرے والد ماجد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰے عنہ ملے شدت سے میرا کان مل کر چڑیا کو چھوڑ دیا اور فرمایا:

حرّم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صید ما بین لابتیھا۔[5] رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے مدینے کا شکار حرام فرما دیا ہے۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب المناسک باب فی تحریم المدینہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۷۸
[2] شرح معانی الآثار کتاب الصید صید المدینہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۲
[3]
[4] شرح معانی الآثار کتاب الصید صید المدینہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۲
[5] " " " " " " "

حدیث ۱۴۵: صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں،

اِنّ رسولَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم حرّم البقیع و قال لاحِمیٰ اِلّا للّٰہ و رسولہٖ[1]۔

بیشک رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بقیع کو حرم بنادیا اور فرمایا، چراگاہ کو کوئی اپنی حمایت میں نہیں لے سکتا سوا اللہ و رسول کے جل جلالہٗ و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

روی الثلثۃ الامام الطحاوی (تینوں احادیث امام طحاوی نے روایت کیں۔ت)

یہ سولہ[19] حدیثیں ہیں، پہلی آٹھ میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم نے مدینہ طیبہ کو حرم کردیا، اور پچھلی آٹھ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے کہا کہ حضور کے حرم کردینے سے مدینہ طیبہ حرم ہوگیا حالانکہ یہ صفت خاص اللہ عزوجل کی ہے۔ پہلی آٹھ سے پانچ میں اپنے پدر کریم سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی طرف بھی یہی نسبت ارشاد ہوئی کہ مکہ معظمہ کی حرم محترم انھوں نے حرم کردی انھوں نے امن والی بنادی، حالانکہ خود ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

اِنّ مکۃ حرمھا اللّٰہ تعالٰی ولم یحرمھا الناس۔ البخاری[2] والترمذی عن ابی شریح البغدادی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

بیشک مکہ معظمہ کو اللہ تعالٰی نے حرم کیا ہے کسی آدمی نے نہیں کیا۔ (بخاری اور ترمذی نے ابی شریح بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

یہ اسنادیں خاص ہمارے رسالے کی مقصود ہیں مگر یہاں جانِ وہابیت پر ایک آفت اور سخت وشدید تر ہے، مدینہ طیبہ کے جنگل کا حرم ہونا نہ فقط انھیں سولہ بلکہ ان کے سوا اور بہت احادیث کثیرہ میں وارد ہے۔

حدیث صحیحین: انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

المدینۃ حرم من کذا الٰی کذا

مدینہ یہاں سے یہاں تک حرم ہے اس کا

---

[1] شرح معانی الآثار باب احیاء الارض المیتۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۷۵

[2] صحیح البخاری ابواب العمرۃ باب لایعضد شجر الحرم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۷
سنن الترمذی کتاب الحج حدیث ۸۰۹ دار الفکر بیروت ۲/۲۱۶

لا یقطع شجرھا۔ ھما[1] واحمد والطحاوی واللفظ للجامع الصحیح۔ پیڑ نہ کاٹا جائے۔ امام بخاری اور مسلم اور احمد اور طحاوی نے روایت کیا اور لفظ جامع الصحیح کے ہیں۔ت)

حدیث ۱۸ صحیحین ، ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المدینۃ حرم الحدیث ھما[2] والطحاوی وابن جریر واللفظ للمسلم۔ مدینہ حرم ہے (بخاری ومسلم اور طحاوی اور ابن جریر نے روایت کیا اور لفظ مسلم کے ہیں۔ت)

حدیث ۱۹ صحیحین ، مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المدینۃ حرم مابین عیر الٰی کذا ولمسلم والطحاوی مابین عیر الٰی ثور الحدیث[3] زاد احمد وابوداؤد فی روایۃ لایختلٰی خلاھا ولاینفر صیدھا[4]۔ مدینہ کوہِ عیر سے جبلِ ثور تک حرم ہے۔ احمد اور ابوداؤد نے ایک روایت میں یہ اضافہ کیا کہ اس کی گھاس نہ کاٹی جائے اور اس کا شکار نہ بھڑکایا جائے۔

---

[1] صحیح البخاری فضائل المدینہ باب حرمۃ المدینۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۱
صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۱
کنز العمال بحوالہ حم وغیرہ حدیث ۳۴۸۰۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۲۳۱
مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی ″ ۳/۲۴۲

[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۲

[3] صحیح البخاری فضائل مدینہ باب حرمۃ المدینہ ″ ″ ″ ۱/۲۵۱
صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل مدینہ الخ ″ ″ ″ ۱/۴۴۲
سنن ابی داؤد کتاب المناسک باب فی تحریم المدینہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۷۸
مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۸۱
شرح معانی الآثار کتاب الصید باب صید المدینہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۱

[4] مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۱۹
سنن ابی داؤد کتاب المناسک باب فی تحریم المدینہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۷۸

حدیث ۲۰: صحیح مسلم، سہل بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دست مبارک سے مدینہ طیبہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا:

انھا حرم اٰمن، ھو[۱] واحمد والطحاوی وابوعوانۃ۔ — بیشک یہ امن والی حرم ہے (مسلم، احمد، طحاوی اور ابوعوانہ نے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۱: امام احمد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لکل نبی حرم وحرمی المدینۃ[۲]۔ — ہر نبی کے لئے ایک حرم ہوتی ہے اور میری حرم مدینہ ہے۔

حدیث ۲۲: عبدالرزاق حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے:

انّ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حرم کلّ دافّۃٍ اقبلت علی المدینۃ من العضۃ الحدیث[۳]۔ — بیشک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہر گروہ مردم کو کہ حاضر مدینہ ہو اس کے خاردار درختوں سے ممنوع فرمادیا۔

حدیث ۲۳: امام طحاوی بطریق مالک عن یونس بن یوسف عن عطا بن یسار کہ لڑکوں نے ایک روباہ کو گھیر کر ایک گوشے میں کردیا تھا، ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے لڑکوں کو دُور کردیا، امام مالک فرماتے ہیں اور مجھے اپنے یقین سے یہی یاد ہے کہ فرمایا:

اَفی حرمِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یُصنع ھذا[۴]۔ — کیا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حرم میں ایسا کیا جاتا ہے؟

---

[۱] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۳
مسند احمد بن حنبل عن سہل بن حنیف المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۸۶
کنزالعمال بحوالہ ابی عوانہ حدیث ۳۴۸۰۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۲۳۰
شرح معانی الآثار کتاب الصید باب صید المدینہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۲
[۲] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۳۱۸
[۳] المصنف لعبدالرزاق باب حرمۃ المدینہ حدیث ۱۷۱۴۴ المجلس العلمی بیروت ۹/۲۶۱
[۴] شرح معانی الآثار کتاب الصید صید المدینہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۲

میں جو شخص حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی زیارت سراپا طہارت کے لئے مدینہ طیبہ کو چلے اگرچہ چار پانچ ہی کوس کے فاصلے سے (کہ کہیں وہابیت کے شرک شدالرحال کا ماتھا نہ ٹھنکے) اس پر راستے میں بے ادبیاں بیہودگیاں کرتے چلنا فرضِ عین وجزوِ ایمان ہے یہاں تک کہ اگر اپنے مالک و آقا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے عظمت وجلال کے خیال سے باادب مہذب بن کر چلے گا اس کے نزدیک مشرک ہوجائے گا۔ اسی کتاب ضلالت مآب کے اسی مقام میں "رستے میں نامعقول باتیں کرنے سے"[1] بچنا بھی انھیں امور میں گنادیا جنھیں خدا پر افترا کہتا ہے "یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے لئے اپنے بندوں کو بتائے ہیں جو کوئی کسی پیر وپیغمبر کے لئے کرے اس پر شرک ثابت ہے"[2]۔ سبحان اللہ! نامعقول باتیں کرنا بھی جزوِ ایمانِ نجدیہ ہے بلکہ سچ پوچھو تو ان کا تمام ایمان اسی قدر ہے وہ تو خیر یہ ہوگئی کہ مجتہد الطائفہ کو یہ عبارت لکھتے وقت آیہ کریمہ فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج[3] (تو نہ عورتوں کے سامنے صحبت کا تذکرہ ہو نہ کوئی گناہ نہ کسی سے جھگڑا حج کے وقت۔ ت) پوری یاد نہ آئی ورنہ راہِ مدینہ طیبہ میں فسق وفجور کرتے چلنا بھی فرض کہہ دیتا وہ بھی ایسا کہ جو وہاں فسق سے باز آئے مشرک ہوجائے، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

لطیفہ حقہ: حضراتِ نجدیہ! خدارا انصاف، کیا افعالِ عبادت سے بچنا انبیاء واولیاء ہی کے معاملے سے خاص ہے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ شرک کے کام جائز، نہیں نہیں جو شرک ہے ہر غیر خدا کے ساتھ شرک ہے، تو آپ حضرات جب اپنے کسی نذیر بشیر یا پیر فقیر یا مرید رشید یا دوست عزیز کے یہاں جایا کیجئے تو راستے میں لڑتے جھگڑتے ایک دوسرے کا سر پھوڑتے ماتھا رگڑتے چلا کیجئے ورنہ دیکھو کھلم کھلا مشرک ہوجاؤ گے ہرگز مغفرت کی بو نہ پاؤ گے کہ تم نے غیر حج کی راہ میں ان باتوں سے بچ کر وہ کام کیا جو اللہ نے اپنی عبادت کے لئے اپنے بندوں کو بتایا تھا اور اس جوتی پیزار میں یہ نفع کیسا ہے کہ ایک کام میں تین مزے، جدال ہونا تو خود ظاہر اور جب بلاوجہ ہے تو فسوق بھی حاضر اور رفث کے معنے ہر معقول بات کے ٹھہرے تو وہ بھی حاصل۔ ایک ہی بات میں ایمانِ نجدیت کے تینوں رکن کامل۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی

---

[1] تقویۃ الایمان مقدمۃ الکتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۷

[2] " " " " " " " " ۸

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۷

العظیم ۔ الحمدللہ خامہ برق بار رضا خرمن سوزیِ نجدیت میں سب سے نرالا رنگ رکھتا ہے، والحمد للہ رب العالمین ۔

تذییل و تکمیل

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت)

احکامِ الٰہی دو قسم ہیں :

تکوینیہ مثل احیا و اماتت و قضائے حاجت و دفعِ مصیبت و عطائے دولت و رزق و نعمت و فتح و شکست وغیرہا عالم کے بندوبست ۔

دوسرے تشریعیہ کہ کسی فعل کو فرض یا حرام یا واجب یا مکروہ یا مستحب یا مباح کر دینا مسلمانوں کے سچے دین میں ان دونوں حکموں کی ایک ہی حالت ہے کہ غیرِ خدا کی طرف بروجہ ذاتی احکام تشریعی کی اسناد بھی شرک ۔

قال اللہ تعالٰی ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین مالم یاذن بہ اللہ[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا اُن کے لئے خدا کی الوہیت میں کچھ شریک ہیں جنھوں نے اُن کے واسطے دین میں اور راہیں نکال دی ہیں جن کا خدا نے انھیں حکم نہ دیا۔

اور بروجہ عطائی امور تکوین کی اسناد بھی شرک نہیں۔ قال اللہ تعالٰی :

فالمدبرات امرا[2]

قسم اُن مقبول بندوں کی جو کاروبارِ عالم کی تدبیر کرتے ہیں ۔

مقدمۂ رسالہ میں شاہ عبدالعزیز کی شہادت سُن چکے کہ :

حضرت امیر و ذریۂ طاہرہ او را تمام اُمت برمثال پیران و مرشدان می پرستند و امور تکوینیہ را بایشاں وابستہ میدانند[3]

حضرت امیر (مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم) اور ان کی اولاد کو تمام امت اپنے مرشد جیسا سمجھتی ہے اور امور تکوینیہ کو ان سے وابستہ جانتی ہے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۲۱ [2] القرآن الکریم ۷۹/ ۵

[3] تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم در امامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴

مگر کچے وہابی ان دو قسموں میں فرق کرتے ہیں، اگر کہئے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بات فرض کی یا فلاں کام حرام کردیا تو شرک کا سودا نہیں اُچھلتا، اور اگر کہئے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نعمت دی یا غنی کردیا تو شرک سُوجھتا ہے۔ یہ اُن کا نرا تحکم ہی نہیں خود اپنے مذہب نامہذب میں کچاپن ہے۔ جب ذاتی اور عطائی کا تفرقہ اٹھا دیا پھر احکام میں فرق کیسا، سب کا یکساں شرک ہونا لازم، آخران کا امام مطلق و عام کہہ گیا کہ:

"کسی کام میں نہ بالفعل اُن کو دخل ہے اور نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں[1]"۔

نیز کہا:

"کسی کام کو روا یا ناروا کر دینا اللہ ہی کی شان ہے[2]"۔

صاف تر کہا:

"کسی کی راہ و رسم کو ماننا اور اسی کے حکم کو اپنی سند سمجھنا یہ بھی انھیں باتوں میں سے ہے کہ خاص اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائی ہیں تو جو کوئی یہ معاملہ کسی مخلوق سے کرے تو اس پر بھی شرک ثابت ہے[3]"۔

اور آگے اس کا قول:

"سو اللہ کے حکم پہنچنے کی راہ بندوں تک رسول ہی کا خبر دینا ہے[4]"۔

اس میں وُہ رسول کو حاکم نہیں مانتا صرف مخبر و پیغام رساں مانتا ہے اور اس سے پہلے حصہ کے ساتھ تصریح کرچکا ہے کہ:

"پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے کہ بُرے کام پر ڈرا دیوے اور بھلے کام پر خوشخبری سُنا دیوے[5]"۔

نیز کہا کہ:

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثالث مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۰
[2] ؍؍
[3] ؍؍ الفصل الرابع ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲۸
[4] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍
[5] ؍؍ الفصل الثانی ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱۷

"انبیاء اولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا سو اُن میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور بُرے بھلے کاموں سے واقف ہیں سو لوگوں کو سکھلاتے ہیں[1] صرف بتانے جاننے پہچاننے پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ حکم ان کے ہیں فرائض کو انھوں نے فرض کیا محرمات کو انھوں نے حرام کر دیا۔"

آخر یہیں جو احکام معلوم ہوئے اپنے بزرگوں سے آئے انھیں ان کے اگلوں نے بتائے، یونہی طبقہ بطبقہ تبع کو تابعین، تابعین کو صحابہ، صحابہ کو سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے، تو کیا کوئی یوں کہے گا کہ نماز میرے باپ نے فرض کی ہے یا زنا کو میرے استاد نے حرام کر دیا۔ نبی کی نسبت اگر یوں کہے گا تو وہی ذاتی عطائی کا فرق مان کر، اور وہ کسی کی راہ ماننے اور اس کا حکم سند جاننے کو اُن افعال سے گن چکا جو اللہ تعالٰی نے اپنی تعظیم کے لئے خاص کئے ہیں اور انھیں غیر کے لئے کرنے کا نام اشراک فی العبادۃ رکھا، اور اس قسم میں بھی مثل دیگر اقسام تصریح کی کہ:

"پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم سے اللہ خوش ہوتا ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔"[2]

تو ذاتی وعطائی کا تفرقہ دینِ نجدی میں قیامت کا تفرقہ ڈال دے گا۔ وہ صاف کہہ چکا:

"نہیں حکم کسی کا سوائے اللہ کے اس نے تو یہی حکم کیا ہے کہ کسی کو اس کے سوا مت مانو۔"[3]

جب رسول کو ماننے ہی کی نہ ٹھہری تو رسول کو حاکم ماننا اور فرائض ومحرمات کو رسول کے فرض و حرام کر دینے سے جاننا کیونکر شرک نہ ہوگا، غرض وہ اپنی دُھن کا پکّا ہے، ولہذا محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کس قدر تاکید شدید سے مدینہ طیبہ کے گرد وپیش کے جنگل کا ادب فرض کیا اور اس میں شکار وغیرہ منع فرمایا، مگر یہ جو ارشاد ہوا کہ "مدینے کو حرم میں کرتا ہوں"۔ اس چوٹی کے موحد نے کہ جابجا کہتا ہے کہ "خدا کے سوا کسی کو نہ مانو" صاف صاف حکمِ شرک جڑ دیا اور اللہ واحد قہار کے غضب کا کچھ خیال نہ کیا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی فی رد الاشراک فی العلم مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص۱۷
[2] " مقدمۃ الکتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۸
[3] " " الفصل الرابع " " " " " " " " ۲۸

ینقلبون[1] (اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ت) تو مناسب ہوا کہ بعض احادیث وُہ بھی ذکر کی جائیں جن میں احکام تشریعیہ کی اسناد صریح ہے[ع] اور اب اس قسم کی خاص دو آیتوں کا ذکر بھی محمود، اگرچہ آیاتِ گزشتہ سے بھی دو آیتوں میں یہ مطلب موجود، اور ان کے ذکر سے جب عدد آیات انصاف عقود سے متجاوز ہوگا تو تکمیل عقد کے لئے تین آیتوں کا اور بھی اضافہ ہو کہ پچاس کا عدد پورا ہو جس طرح احادیث میں بعونہ تعالٰی پانچ خمسین یعنی ڈھائی سو کا عدد کامل ہوگا، ورنہ استیعاب آیات[؎] میں منظور، نہ احادیث میں مقدور، واللہ الھادی الٰی منار النور، ہم پہلے وہ تین آیتیں تلاوت

ع۵ مثلاً یہی احکامِ تشریعیہ کی آیات بکثرت ہیں جن سے دو ہی یہاں مذکور، یُونہی اس مضمون میں کہ خلائق کو موت فرشتے دیتے ہیں، صرف دو آیتیں اوپر گزریں، قرآن پاک میں پانچ آیتیں اس مضمون کی اور ہیں، ہم ان پانچ کو یہاں ذکر کردیں کہ اوّل پانچ آیتیں کتبِ سابقہ سے مذکور ہوئی ہیں ان کے سبب پچاس پُوری صرف قرآن عظیم سے ہوجائیں۔

آیت ۱: انّ الذین توفّٰھم الملٰئکۃ[2] — بیشک وہ لوگ جنھیں موت دی فرشتوں نے۔

آیت ۲: جاء تھم رسلنا یتوفّونھم[3] — ہمارے رسول ان کے پاس آئے انھیں موت دینے کو۔

آیت ۳: ولو ترٰی اذ یتوفّی الذین کفروا الملٰئکۃ[4] — کاش تم دیکھو جب کافروں کو موت دیتے ہیں فرشتے۔

آیت ۴: ان الخزی الیوم والسوء علی الکٰفرین الذین تتوفّٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم[5] — بیشک آج کے دن رسوائی اور مصیبت کافروں پر ہے جنھیں موت فرشتے دیتے ہیں اس حال میں کہ وُہ اپنی جانوں پر ستم ڈھائے ہوئے ہیں۔

آیت ۵: کذٰلک یجزی اللہ المتقین الذین تتوفّٰھم الملٰئکۃ طیّبین[6] — ایسا ہی بدلہ دیتا ہے اللہ پرہیزگاروں کو جنھیں موت فرشتے دیتے ہیں پاکیزہ حالت میں۔

جعلنا اللہ منھم بفضلہٖ ورحمتہٖ اٰمین (اللہ تعالٰی ہمیں اپنے فضل ورحمت سے انھیں میں سے کردے۔ آمین)

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷
[2] القرآن الکریم ۴/ ۹۷
[3] القرآن الکریم ۷/ ۳۷
[4] القرآن الکریم ۸/ ۵۰
[5] القرآن الکریم ۱۶/ ۲۷ و ۲۸
[6] القرآن الکریم ۱۶/ ۳۱ و ۳۲

کریں کہ پھر احکامِ تشریعیہ کا بیان آیات واحادیث سے مسلسل رہے و باللہ التوفیق۔

آیت ۴۶: ان کل نفس لما علیہا حافظ[1]

کوئی جان نہیں جس پر ایک نگہبان متعین نہ ہو۔

یعنی ملائکہ ہر شخص کے حافظ ونگہبان رہتے ہیں۔

آیت ۴۷: الٓرٰ کتٰب انزلنٰہ الیك لتخرج الناس من الظلمٰت الی النور باذن ربھم الٰی صراط العزیز الحمید[2]

یہ کتاب ہم نے تمہاری طرف اُتاری تاکہ تم اے نبی! لوگوں کو اندھیریوں سے نکال لو روشنی کی طرف اُن کے رب کی پروانگی سے غالب سراہے گئے کی راہ کی طرف۔

آیت ۴۸: ولقد ارسلنا موسٰی بایٰتنا ان اخرج قومك من الظلمٰت الی النور[3]

اور بیشک بالیقین ہم نے موسٰی کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اے موسٰی! تو نکال لے اپنی قوم کو اندھیریوں سے روشنی کی طرف۔

اقول اندھیریاں کفروضلالت ہیں اور روشنی ایمان وہدایات جسے غالب سراہے گئے کی راہ فرمایا۔ اور ایمان وکفر میں واسطہ نہیں، ایک سے نکالنا قطعاً دوسرے میں داخل کرنا ہے۔ تو آیات کریمہ صاف ارشاد فرمارہی ہیں کہ بنی اسرائیل کو موسٰی علیہ الصلوۃ والسلام نے کفر سے نکالا اور ایمان کی روشنی دے دی اس امت کو مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کفر سے چھڑاتے ایمان عطا فرماتے ہیں، اگر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا یہ کام نہ ہوتا انھیں اس کی طاقت نہ ہوتی تو رب عزوجل کا انھیں یہ حکم فرمانا کہ کفر سے نکال لو معاذ اللہ تکلیف مالایطاق تھا۔

الحمدللہ! قرآن عظیم نے کیسی تکذیب فرمائی امام وہابیہ کے اس حصر کی کہ:

"پیغمبرِ خدا نے بیان کردیا کہ مجھ کو نہ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی، میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے نفع ونقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کا تو کیا کرسکوں۔ غرض کہ کچھ قدرت مجھ میں نہیں، فقط پیغمبری کا مجھ کو دعوٰی ہے اور پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے"

---

[1] القرآن الکریم ۸۶/۴
[2] " ۱۴/۱
[3] " ۱۴/۵

کہ بُرے کام پر ڈرا دیوے اور بھلے کام پر خوشخبری سُنا دیوے دل میں یقین ڈال دینا میرا کام نہیں انبیاء میں اس بات کی کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے عالم میں تصرف کی کچھ قدرت دی ہو کہ مرادیں پوری کر دیویں یا فتح و شکست دے دیویں یا غنی کر دیویں یا کسی کے دل میں ایمان ڈال دیویں ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار[1] اھ ملخصاً۔

مسلمانو! اس گمراہ کے ان الفاظ کو دیکھو اور ان آیتوں اور حدیثوں سے کہ اب تک گزریں ملاؤ دیکھو یہ کس قدر شدت سے خدا و رسول کو جھٹلا رہا ہے، خیر اُسے اس کی عاقبت کے حوالے کیجئے، شکر اُس اکرم الاکرمین کا بجا لائیے جس نے ہمیں ایسے کریم اکرم دائم اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہاتھ سے ایمان دلوایا ان کے کرم سے امید واثق ہے کہ بعونہٖ تعالٰی محفوظ بھی رہے ؎

تُو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا
تو کریم اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا[2]

ہاں یہ ضرور ہے کہ عطائے ذاتی خاصۂ خدا ہے انک لا تھدی من احببت[3] (بیشک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کر دو۔ ت) وغیرہا میں اسی کا تذکرہ ہے کچھ ایمان کے ساتھ خاص نہیں پیسہ کوڑی بھی بے عطائے خدا کوئی بھی اپنی ذات سے نہیں دے سکتا۔ ع

تا خدا ندہد سلیماں کے دہد
(جب تک خدا نہ دے سلیمان کیسے دے سکتا ہے۔ ت)

یہی فرق ہے جسے گم کر کے تم ہر جگہ بہکے اور افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض[4] (اور خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔ ت) میں داخل ہوئے۔

نسأل اللہ العافیۃ وتمام العافیۃ ودوام العافیۃ والحمد للہ رب العٰلمین۔ (ہم اللہ تعالٰی سے کامل دائمی عافیت کا سوال کرتے ہیں، اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔ ت)

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی فی رد الاشراک فی العلم مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۵
[2] حدائق بخشش وصل اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۳
[3] القرآن الکریم ۲۸/ ۵۶
[4] ؍؍ ۲/ ۸۵

آیت ۴۹ : قاتلوا الذین لایؤمنون باللہ ولا بالیوم الاٰخر ولا یحرمون ما حرم اللہ و رسولہ[1]

لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ اور نہ پچھلے دن پر، اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جسے حرام کردیا ہے اللہ اور اس کے رسول محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے۔

آیت ۵۰ : ماکان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرًا ان یکون لھم الخیرۃ من انفسھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلٰلًا مبینا۔[2]

نہیں پہنچتا کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان عورت کو کہ جب حکم کریں اللہ و رسول کسی بات کا کہ انھیں کچھ اختیار ہے اپنی جانوں کا اور جو حکم نہ مانے اللہ و رسول کا وہ صریح گمراہی میں بہکا۔

یہاں سے ائمہ مفسرین فرماتے ہیں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبل طلوعِ آفتابِ اسلام زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مول لے کر آزاد فرمایا اور متبنّٰی بنایا تھا، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنت عبد المطلب کی بیٹی تھیں سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں حضرت زید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نکاح کا پیغام دیا، اول تو راضی ہوئیں اس گمان سے کہ حضور اپنے لئے خواستگاری فرماتے ہیں، جب معلوم ہوا کہ زید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے طلب ہے انکار کیا اور عرض کر بھیجا کہ یارسول اللہ! میں حضور کی پھوپھی کی بیٹی ہوں ایسے شخص کے ساتھ اپنا نکاح پسند نہیں کرتی، اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بھی اسی بنا پر انکار کیا، اس پر یہ آیہ کریمہ اتری، اسے سن کر دونوں بہن بھائی رضی اللہ تعالٰی عنہما تائب ہوئے اور نکاح ہوگیا۔[3]

ظاہر ہے کہ کسی عورت پر اللہ عزوجل کی طرف سے فرض نہیں کہ فلاں سے نکاح پر خواہی نخواہی راضی ہوجائے خصوصًا جبکہ وہ اس کا کفو نہ ہو خصوصًا جبکہ عورت کی شرافتِ خاندان کواکبِ ثریا سے بھی بلند و بالاتر ہو، بایں ہمہ اپنے حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دیا ہوا پیام نہ ماننے پر رب العزۃ جل جلالہ نے بعینہٖ وہی الفاظ ارشاد فرمائے جو کسی فرض الٰہی کے ترک پر فرمائے جاتے

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۹

[2] " ۳۳/ ۳۶

[3] الجامع لاحکام القرآن (امام قرطبی) تحت الآیۃ ۳۳/ ۳۶ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴/ ۱۸۵
الدر المنثور تحت الآیۃ ۳۳/ ۳۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۵۳۷ و ۵۳۸

اور رسول کے نام پاک کے ساتھ اپنا نام اقدس بھی شامل فرمایا یعنی رسول جو بات تمھیں فرمائیں وہ اگر ہمارا فرض نہ بھی تو اب اُن کے فرمانے سے فرض قطعی ہوگئی مسلمانوں کو اس کے نہ ماننے کا اصلاً اختیار نہ رہا جو نہ مانے گا صریح گمراہ ہو جائے گا دیکھو رسول کے حکم دینے سے کام فرض ہو جاتا ہے اگرچہ فی نفسہ خدا کا فرض نہ تھا ایک مباح وجائز امر تھا، ولہٰذا ائمہ دین خدا و رسول کے فرض میں فرق فرماتے ہیں کہ خدا کا کیا ہوا فرض اُس فرض سے اقوی ہے جسے رسول نے فرض کیا ہے۔ اور ائمہ محققین تصریح فرماتے ہیں کہ احکامِ شریعت حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سپرد ہیں جو بات چاہیں واجب کردیں جو چاہیں ناجائز فرمادیں، جس چیز یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مستثنٰی فرمادیں۔ امام عارف باللہ سید عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبرٰی باب الوضوء میں حضرت سیدی علی خواص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل فرماتے ہیں:

کان الامام ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ من اکثر الائمۃ ادبًا مع اللہ تعالٰی ولذالک لم یجعل النیۃ فرضا وسمی الوتر واجبًا لکونھما ثبتا بالسنۃ لا بالکتاب فقصد بذالک تمییز ما فرضہ اللہ تعالٰی وتمییز ما اوجبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فان ما فرضہ اللہ تعالٰی اشد مما فرضہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من ذات نفسہ حین خیرہ اللہ تعالٰی ان یوجب ماشاء اولا یوجب[1]

یعنی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اُن اکابر ائمہ میں ہیں جن کا ادب اللہ عزوجل کے ساتھ بہ نسبت اور ائمہ کے زائد ہے اسی واسطے انھوں نے وضو میں نیت کو فرض نہ کیا اور وتر کا نام واجب رکھا، یہ دونوں سنت سے ثابت ہیں نہ کہ قرآن عظیم سے، تو امام نے ان احکام سے یہ ارادہ کیا کہ اللہ تعالٰی کے فرض اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فرض میں فرق وتمیز کر دیں اس لئے کہ خدا کا فرض کیا ہوا اس سے زیادہ مؤکد ہے جسے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خود اپنی طرف سے فرض کر دیا جبکہ اللہ عزوجل نے حضور کو اختیار دے دیا تھا کہ جس بات کو چاہیں واجب کر دیں جسے نہ چاہیں نہ کریں۔

اُس میں بارگاہ وحی وتفرع احکام کی تصویر دکھا کر فرمایا:

---

[1] میزان الشریعۃ الکبرٰی باب الوضو دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۴۷

کان الحق تعالٰی جعل لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یشرع من قبل نفسہ ماشاء کما فی حدیث تحریم شجر مکۃ فان عمہ العباس رضی اللہ تعالٰی عنہ لما قال لہ یارسول اللہ الا الاذخر فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا الاذخر ولو ان اللہ تعالٰی لم یجعل لہ ان یشرع من قبل نفسہ لم یتجرأ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یستثنی شیئا مما حرمہ اللہ تعالٰی[1]

یعنی حضرت عزت جل جلالہٗ نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ منصب دیا تھا کہ شریعت میں جو حکم چاہیں اپنی طرف سے مقرر فرمادیں جس طرح حرمِ مکہ کے نباتات کو حرام فرمانے کی حدیث میں ہے کہ جب حضور نے وہاں کی گھاس وغیرہ کاٹنے سے ممانعت فرمائی حضور کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! گیاہِ اذخر کو اس حکم سے نکال دیجئے۔ فرمایا: اچھا نکال دی، اس کا کاٹنا جائز کردیا۔ اگر اللہ سبحانہٗ نے حضور کو یہ رتبہ نہ دیا ہوتا کہ اپنی طرف سے جو شریعت چاہیں مقرر فرمائیں تو حضور ہرگز جرأت نہ فرماتے کہ جو چیز خدا نے حرام کی اس میں سے کچھ مستثنٰی فرمادیں۔

اقول یہ مضمون متعدد احادیثِ صحیحہ میں ہے:

حدیث ۱: ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما صحیحین میں:

فقال العباس رضی اللہ تعالٰی عنہ الا الاذخر لصاغتنا وقبورنا، فقال الا الاذخر[2]

یعنی عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی، یارسول اللہ! مگر اذخر کہ وہ ہمارے سناروں اور قبروں کے کام آتی ہے۔ فرمایا: مگر اذخر۔

حدیث ۲: ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نیز صحیحین میں:

قال رجل من قریش الا الاذخر

ایک مردِ قریش نے عرض کی، مگر اذخر

---

[1] میزان الشریعۃ الکبرٰی فصل فی بیان جملۃ من الامثلۃ المحسوسۃ الخ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۶۰

[2] صحیح البخاری کتاب العمرۃ باب لاینفر صید الحرم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۴۷

صحیح مسلم کتاب الحج باب تحریم مکۃ الخ " " " ۱/ ۴۳۸ و ۴۳۹

یارسول اللّٰہ فانّا نجعلہ فی بیوتنا و قبورنا۔ فقال النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم الّا الاذخر الّا الاذخر[1]

یارسول اللہ کہ ہم اسے اپنے گھروں اور قبروں میں صرف کرتے ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مگر اذخر مگر اذخر۔

حدیث ۳۳: صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے سُنن ابن ماجہ میں،

فقال العباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ الّا الاذخر فانہ للبیوت والقبور فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم الّا الاذخر[2]

عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: مگر اذخر کہ وُہ گھروں اور قبروں کے لئے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مگر اذخر۔

نیز میزان مبارک میں شریعت کی کئی قسمیں کیں، ایک وہ جس پر وحی وارد ہوتی،

الثانی ما اباح الحق تعالٰی لنبیہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ان یسنہ علٰی رایہ ھو کتحریم لبس الحریر علی الرجال وقولہ فی حدیث تحریم مکۃ الّا الاذخر ولو لا انّ اللّٰہ تعالٰی کان یحرّم جمیع نبات الحرم لم یستثن صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم الاذخر ونحو حدیث لو لا ان اشقّ علٰی امتی لاخّرت العشاء الٰی ثلث اللیل ونحو حدیث لو قلت نعم لوجبت ولم تستطیعوا فی جواب من

یعنی شریعت کی دوسری قسم وہ ہے جو مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان کے رب عزوجل نے ماذون فرمادیا کہ خود اپنی رائے سے جو راہ چاہیں قائم فرمادیں، مردوں پر ریشم کا پہننا حضور نے اسی طور پر حرام فرمایا اور اسی حرمتِ مکّہ سے گیاہِ اذخر کو استثناء فرمادیا۔ اگر اللہ عزوجل نے مکہ معظمہ کی ہر جڑی بوٹی کو حرام نہ کیا ہوتا تو حضور کو اذخر کے مستثنٰی فرمانے کی کیا حاجت ہوتی۔ اور اسی قبیل سے ہے حضور کا ارشاد کہ اگر اُمت پر مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں عشاء کو تہائی رات تک ہٹادیتا۔ اور اسی باب سے ہے کہ جب حضور نے فرض حج بیان فرمایا کسی نے عرض کی: یارسول اللہ!

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب کتابۃ العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲
صحیح مسلم کتاب الحج باب تحریم مکۃ الخ ۱/ ۴۳۹
[2] سنن ابن ماجہ ابواب المناسک فضل المدینہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۳۱

قال لہٗ فی فریضۃ الحج اکلّ عام یارسول اللہ قال لا ولو قلت نعم لوجبت وقد کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یخفف علٰی اُمتہ وینھاھم عن کثرۃ السؤال ویقول اترکونی ماترکتم[1] اھ باختصار۔

کیا حج ہر سال فرض ہے؟ فرمایا: نہ، اور اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال فرض ہوجائے اور پھر تم سے نہ ہوسکے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضور اپنی اُمت پر تخفیف و آسانی فرماتے اور مسائل زیادہ پُوچھنے سے منع کرتے اور فرماتے مجھے چھوڑے رہو جب تک میں تمھیں چھوڑوں۔

اقول یہ مضمون بھی کہ "میں نمازِ عشا کو مؤخر فرمادیتا" متعدد احادیثِ صحیحہ میں ہے۔

حدیث ۲: ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما معجم کبیر طبرانی میں کہ سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لولا ضُعف الضعیف وسُقم السقیم لاخرت صلٰوۃ العتمۃ۔[2]

اگر ضعیف کے ضعف اور مریض کے مرض کا پاس نہ ہوتا تو میں نمازِ عشا کو پیچھے ہٹادیتا۔

حدیث ۳: ابی سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ مسند احمد وسنن ابی داؤد وابن ماجہ وغیرہا میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لولاضعف الضعیف وسقم السقیم وحاجۃ ذی الحاجۃ لاخرت ھٰذہ الصلٰوۃ الٰی شطر اللیل۔[3]

اگر کمزور کی ناتوانی اور بیمار کے مرض اور کامی کے کام کا خیال نہ ہوتا تو میں اس نماز کو آدھی رات تک موخر فرمادیتا۔

وروا ہ ابن ابی حاتم بلفظ لولا ان یثقل علٰی امتی لاخرت صلٰوۃ العشاء الی ثلث اللیل۔[4]

ابن ابی حاتم نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا: اگر میں اپنی امت پر بوجھ محسوس نہ کرتا تو میں عشا کو تہائی رات تک ہٹادیتا (ت)

---

[1] میزان الشریعۃ الکبرٰی فصل شریف فی بیان الذم من الائمۃ الخ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۶۷

[2] المعجم الکبیر عن عباس حدیث ۱۲۱۶۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۲۰۹

[3] سنن ابی داؤد کتاب الصلٰوۃ باب وقت العشاء آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۶۱

سنن ابن ماجۃ " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۰

مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۵

[4]

حدیث[۷] ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ احمد وابن ماجہ ومحمد بن نصر کی روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لولا ان اشق علٰی امتی لاخرت العشاء الٰی ثلث اللیل او نصف اللیل[۱] — اگر اپنی امت کو مشقت میں ڈالنے کا لحاظ نہ ہوتا تو میں عشاء کو تہائی یا آدھی رات تک ہٹا دیتا۔

واخرجہ ابن جریر فقال الٰی نصف اللیل[۲] (ابن جریر نے روایت کیا، فرمایا: آدھی رات تک۔ ت)

اور ان کے سوا احادیثِ صحیحہ عنقریب اسی معنٰی میں آتی ہیں ان شاء اللہ تعالٰی۔ نیز یہ مضمون کہ "میں ہاں فرمادوں تو حج ہر سال فرض ہوجائے" متعدد احادیثِ صحاح میں ہے۔

حدیث[۸] ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ عند احمد ومسلم[۳] والنسائی (امام احمد، مسلم اور نسائی کے نزدیک۔ ت)

حدیث[۹] امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لا ولو قلت نعم لوجبت۔ رواہ احمد والترمذی[۴] وابن ماجۃ۔ — ہر سال فرض نہیں اور میں ہاں کہہ دوں تو فرض ہو جائے۔ (اس کو احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔ ت)

---

[۱] سنن ابن ماجۃ کتاب الصلوٰۃ وقت العشاء آفتاب عالم پریس لاہور ص ۵۰
کنز العمال بحوالہ حم ومحمد بن نصر حدیث ۱۹۴۸۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳۹۹/۷

[۲]

[۳] صحیح مسلم کتاب الحج باب فرض الحج مرۃ فی العمر قدیمی کتب خانہ کراچی ۴۳۲/۱
سنن النسائی کتاب مناسک الحج باب وجوب الحج نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۱
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵۰۸/۲

[۴] سنن الترمذی کتاب الحج باب ماجاء کم فرض الحج حدیث ۸۱۴ دار الفکر بیروت ۲۲۰/۲
" کتاب التفسیر باب ومن سورۃ المائدۃ حدیث ۳۰۶۶ " " " ۴۰/۵
سنن ابن ماجۃ ابواب المناسک باب فرض الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۳
مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱۱۳/۱

حدیث۹: ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے:

لوقلت نعم لوجبت ثم اذا لاتسمعون ولاتطیعون۔ رواہ احمد والدارمی والنسائی۔[1]

میں ہاں فرمادوں تو فرض ہوجائے پھر تم نہ سنو نہ بجالاؤ۔ (اس کو احمد، دارمی اور نسائی نے روایت کیا۔ ت)

حدیث۱۰: انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ فرمایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے:

لوقلت نعم لوجبت ولووجبت لم تقوموا بھا ولولم تقوموا بھا عذبتم۔ رواہ ابن ماجۃ۔[2]

اگر میں ہاں فرمادوں تو واجب ہوجائے اور اگر واجب ہوجائے تو بجانہ لاؤ اور اگر بجانہ لاؤ تو عذاب کئے جاؤ (اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا۔ ت)

اور مضمون اخیر کہ "مجھے چھوڑے رہو" یہ بھی صحیح مسلم وسنن نسائی میں اُسی حدیث ابی ہریرہ کے ساتھ ہے کہ فرمایا:

لوقلت نعم لوجبت ولما استطعتم۔

اگر میں فرماتا ہاں، تو ہر سال واجب ہوجاتا اور بیشک تم نہ کرسکتے۔

پھر فرمایا:

ذرونی ماترکتکم فانما ھلک من کان قبلکم بکثرۃ سؤالھم واختلافھم علٰی انبیائھم فاذا امرتکم بشیئ فأتوامنه مااستطعتم واذا نھیتکم

مجھے چھوڑے رہو جب تک میں تمھیں چھوڑوں کہ اگلی امتیں اسی کثرتِ سوال اور اپنے انبیاء کے خلافِ مراد چلنے سے ہلاک ہوئیں تو جب میں تمھیں کسی بات کا حکم فرماؤں تو جتنی ہوسکے

---

[1] سنن النسائی کتاب مناسک الحج باب وجوب الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۱

سنن الدارمی " " باب کیف وجوب الحج دارالمحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۲/ ۳۶۱

مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۵۵

[2] سنن ابن ماجۃ ابواب المناسک باب فرض الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۳

عن شئ فدعوہ۔ رواہ ابن ماجۃ[1] مفردًا۔

بجالاؤ اور جب بات سے منع فرماؤں تو اسے چھوڑدو۔ (اس کو تنہا ابن ماجہ نے ہی روایت کیا۔ ت)

یعنی جس بات میں میں تم پر وجوب یا حرمت کا حکم نہ کروں اُسے کھود کھود کر نہ پوچھو کہ پھر واجب حرام کا حکم فرمادوں تو تم پر تنگی ہوجائے۔

یہاں سے یہ بھی ثابت ہُوا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جس بات کا نہ حکم دیا نہ منع فرمایا وہ مباح وبلاحرج ہے۔ وہابی اسی اصل اصیل سے جاہل ہو کر ہر جگہ پوچھتے ہیں خدا ورسول نے اس کا کہاں حکم دیا ہے۔ ان احمقوں کو اتنا ہی جواب کافی ہے کہ خدا ورسول نے کہاں منع کیا ہے، جب حکم نہ دیا نہ منع کیا تو جواز رہا، تم جو ایسے کاموں کو منع کرتے ہو اللہ ورسول پر افترا کرتے بلکہ خود شارع بنتے ہو کہ شارع صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع کیا نہیں اور تم منع کررہے ہو۔ مجلس میلاد مبارک وقیام وفاتحہ وسوم وغیرہا مسائل بدعتِ وہابیہ سب اسی اصل سے طے ہوجاتے ہیں۔ اعلحضرت حجۃ الخلف بقیۃ السلف خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد میں اس کا بیان اعلٰی درجہ کا روشن فرمایا ہے، فنوّر اللہ منزلہ واکرم عندہ نزلہ اٰمین۔

امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں:

من خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یخص من شاء بما شاء من الاحکام[2]

سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خصائص کریمہ سے ہے کہ حضور شریعت کے عام احکام سے جسے چاہتے مستثنٰی فرمادیتے۔

علامہ زرقانی نے شرح میں بڑھایا: من الاحکا وغیرھا کچھ احکام ہی کی خصوصیت نہیں حضور جس چیز سے چاہیں جسے چاہیں خاص فرمادیں[3] صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب فرض الحج مرۃ فی العمر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۳۲
سنن النسائی کتاب مناسک الحج باب وجوب الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲/۱
سنن ابن ماجۃ باب اتباع سنۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲
[2] المواہب اللدنیۃ المقصد الرابع الفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۲/۶۸۹
[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الرابع دارالمعرفۃ بیروت ۵/۳۲۲

امام جلیل جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے خصائص کبرٰی شریف میں ایک باب وضع فرمایا:

باب اختصاصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بانہ یخص من شاء بما شاء من الاحکام[1]
باب اس بیان کا کہ خاص نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی کو یہ منصب حاصل ہے کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرمادیں۔

امام قسطلانی نے اس کی نظیر میں پانچ واقعے ذکر کئے اور امام سیوطی نے دس، پانچ وہ اور پانچ اور۔ فقیر نے ان زیادات سے تین واقعے ترک کردئے اور پندرہ اور بڑھائے، اور ان کی احادیث بتوفیق اللہ تعالٰی جمع کیں کہ جملہ بائیس ۲۲ واقعے ہوئے وللہ الحمد ان کی تفصیل اور ہر واقعے پر حدیث سے دلیل سُنئے:

حدیث ۱: صحیحین میں براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے ان کے ماموں ابوبُردہ بن نیار رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نمازِ عید سے پہلے قربانی کرلی تھی جب معلوم ہوا یہ کافی نہیں عرض کی، یارسول اللہ! وہ تو میں کرچکا اب میرے پاس چھ مہینے کا بکری کا بچہ ہے مگر سال بھر والے سے اچھا ہے۔ فرمایا:

اِجعلھا مکانھا ولن تجزئ عن احد بعدك[2]
اس کی جگہ اسے کردو اور ہرگز اتنی عمر کی بکری تمہارے بعد دوسروں کی قربانی میں کافی نہ ہوگی۔

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کے نیچے ہے:

خصوصیۃ لہ لاتکون لغیرہ اذکان لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یخص من شاء بما شاء من الاحکام[3]
یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک خصوصیت ابوبُردہ کو بخشی جس میں دوسرے کا حصہ نہیں اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اختیار تھا کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرمادیں۔

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بانہ یخص من شاء الخ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۲/ ۲۶۲

[2] صحیح البخاری کتاب العیدین باب الخطبۃ بعد العید قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۲
صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب وقتہا " " " ۲/ ۱۵۴

[3] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب العیدین حدیث ۹۶۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۶۵۷

نیز حدیث صحیحین میں عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو قربانی کے لئے جانور عطا فرمائے ان کے حصے میں ششماہہ بکری آئی حضور سے حال عرض کیا۔ فرمایا، ضَحِّ بِھَا[1] تم اُسی کی قربانی کردو۔
سُنن بیہقی میں بسندِ صحیح اتنا اور زائد ہے:

ولا رخصۃ فیہا لاحد بعدک[2]	تمہارے بعد اور کسی کے لئے اس میں رخصت نہیں۔

شیخ محقق اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

احکام مفوض بود بوے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بر قول صحیح[3]	قولِ صحیح کے مطابق احکام حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سپرد تھے (ت)

حدیث صحیح مسلم میں اُم عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے جب بیعتِ زنان کی آیت اُتری اور اس میں ہر گناہ سے بچنے کی شرط تھی کہ لا یعصینک فی معروف، اور مُردے پر بَین کرکے رونا چیخنا بھی گناہ تھا میں نے عرض کی:

یارسول اللہ الا اٰل فلان فانھم کانوا اسعدونی فی الجاھلیۃ فلابدلی من ان اسعدھم۔	یارسول اللہ! فلاں گھر والوں کو استثناء فرمادیجئے کہ انھوں نے زمانہ جاہلیت میں میرے ساتھ ہو کر میری ایک میت پر نوحہ کیا تھا تو مجھے ان کی میت پر نوحے میں اُن کا ساتھ دینا ضرور ہے۔
فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا اٰل فلان[4]	سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اچھا وہ مستثنٰی کردئے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب قسمۃ الاضاحی بین الناس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۲
صحیح مسلم " باب سن الاضحیۃ " " " ۲/ ۱۵۵
[2] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الضحایا باب لایجزئ الجذع الخ دار صادر بیروت ۹/ ۲۷۰
کنز العمال حدیث ۱۲۲۵۲ مؤسسۃ الرسالہ " ۵/ ۱۰۵
[3] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ باب الاضحیۃ الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۰۹
[4] صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی نہی النساء عن النیاحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۰۴

اور سُنن نسائی میں ارشاد فرمایا:

إذهبي فاسعديها۔ جا ان کا ساتھ دے آ۔

یہ گئیں اور وہاں نوحہ کرکے پھر واپس آکر بیعت کی۔[1]

ترمذی کی روایت میں ہے:

فاذن لہا[2] سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں نوحہ کی اجازت دے دی۔

مسند احمد میں ہے، فرمایا:

اذھبی فکافیھم[3] جاؤ اُن کا بدلہ اتار آؤ۔

امام نووی اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں یہ حضور نے خاص رخصت ام عطیہ کو دے دی تھی خاص آلِ فلاں کے بارے میں وللشارع ان یخص من العموم ماشاء[4] نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اختیار ہے کہ عام حکموں سے جو چاہے خاص فرمادیں۔

حدیث ۱۲: یہی مضمون ابن مردویہ میں عبداللہ ابن عباس سے خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے ہے،

انھا قالت یارسول اللہ کان ابی واخی ماتا فی الجاھلیۃ وان فلانۃ اسعدتنی وقد مات اخوھا الحدیث[5]

اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم زمانہ جاہلیت میں میرا باپ اور بھائی فوت ہوئے تو فلاں عورت نے میرا ساتھ دیا تھا اور اب اس کا بھائی فوت ہوا ہے۔(ت)

حدیث ۱۳: ترمذی میں اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے انھوں نے بھی ایک نوحے کا بدلہ اتارنے کی اجازت مانگی حضور نے انکار فرمایا،

قالت فراجعتہ مرارا فاذن لی ثم لم انح بعد ذلک[6]

میں نے کئی بار حضور سے عرض کی، آخر حضور نے اجازت دے دی، پھر میں نے کہیں نوحہ نہ کیا۔

---

[1] سنن النسائی کتاب البیعۃ باب بیعۃ النساء نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۱۸۳

[2] سنن الترمذی کتاب التفسیر تحت الآیۃ ۶۰/ ۱۲ حدیث ۳۳۱۸ دار الفکر بیروت ۵/ ۲۰۲

[3] مسند احمد بن حنبل ۶/ ۴۰۷ و ۴۰۸ و الدرالمنثور تحت الآیۃ ۶۰/ ۱۲ ۸/ ۱۳۳

[4] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی نہی النساء عن النیاحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۰۴

[5]

[6] سنن الترمذی کتاب التفسیر سورۃ الممتحنۃ حدیث ۳۳۱۸ دار الفکر بیروت ۵/ ۲۰۲

حدیث ۱۴۳: احمد طبرانی میں مصعب بن نوح سے ہے ایک بڑی بی نے وقتِ بیعت نوحے کا بدلہ اتارنے کا اذن چاہا، فرمایا:

اِذھبی فکافیھم۱؎ جاؤ عوض کر آؤ۔

اقول فظاھر ان کل رخصۃ تختص بصاحبتھا لاشرکۃ فیھا لغیرھا فلاینکربما ذکرنا علی قول النووی ان ھذا محمول علی الترخیص لامّ عطیۃ فی اٰل فلان خاصّۃ وبمثلہ یندفع مااستشکلوا من التعارض فی حدیثی التضحیۃ لابی بُردۃ وعقبۃ لاسیّما مع زیادۃ البیھقی المذکورۃ فانّہ حکم لاخبر ولاشك ان الشارع اذاخص ابابُردۃ کان کُل من سواہ داخلاً فی عموم عدم الاجزاء وکذا حین خص عقبۃ فصدق فی کل مرۃ لن تجزی احدًا بعدك فافھم فقد خفی علی کثیر من الاعلام۔

میں کہتا ہوں ظاہر ہے کہ ہر رخصت صاحبِ رخصت کے ساتھ مختص ہوتی ہے۔ اس میں کسی غیر کی شرکت نہیں ہوتی۔ چنانچہ جو ہم نے ذکر کیا اس کی وجہ سے امام نووی کے قول کا انکار نہیں ہوتا کہ بیشک یہ بطورِ خاص آلِ فلاں کے بارے میں ام عطیہ کو رخصت دینے پر محمول ہے۔ اور اسکی مثل سے قربانی کے بارے میں ابوبردہ اور عقبہ کی حدیثوں میں واقع تعارض کا اشکال بھی مندفع ہوجاتا ہے خصوصاً اس زیادتی کے ساتھ جو بیہقی میں مذکور ہے کہ بیشک یہ حکم ہے خبر نہیں ہے اور اس میں شک نہیں کہ شارع علیہ السلام نے جب ابوبردہ کو مختص فرمایا تو ان کے ماسوا ہر ایک عدم اجزاء کے عموم میں داخل ہوگیا۔ اسی طرح جب عقبہ کو خاص فرمادیا تو ہر مرتبہ یہ بات صادق آئی کہ تیرے بعد ہرگز یہ کسی کے لئے کفایت نہیں کرے گا، تو سمجھ لے، تحقیق بہت سے علماء پر یہ بات مخفی رہی۔ (ت)

حدیث ۱۴۴: طبقات ابنِ سعد میں اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے جب اُن کے

عہ محتمل ہے کہ یہ بی بی اُم عطیہ ہوں لہذا واقعہ جداگانہ شمار نہ ہوا ۱۲ منہ۔

۱؎ الدرالمنثور بحوالہ احمد وغیرہ الآیۃ ۶۰/۱۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۳۳/۸

شوہر اول جعفر طیار رضی اللہ تعالٰی عنہ شہید ہوئے سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

تسلبنی ثلثا ثم اصنعی ما شئت[1] تین دن سنگار سے الگ رہو پھر جو چاہو کرو۔

یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن کو اس حکم عام سے استثناء فرمادیا کہ عورت کو شوہر پر چار مہینے دس دن سوگ واجب ہے۔

حدیث ۱۶: ابن السکن میں ابوالنعمان ازدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے ایک شخص نے ایک عورت کو پیام نکاح دیا سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مہر دو۔ عرض کی: میرے پاس کچھ نہیں۔ فرمایا:

اما تحسن سورۃ من القراٰن فاصدقہا السورۃ ولایکون لاحد بعدك مھرا۔[2] رواہ سعید بن منصور مختصرا۔

کیا تجھے قرآن عظیم کی کوئی سورت نہیں آتی، وہ سورۃ سکھانا ہی اس کا مہر کر، اور تیرے بعد یہ مہر کسی اور کو کافی نہیں۔ (اس کو سعید بن منصور نے مختصراً روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۷: ابی داؤد ونسائی وطحاوی وابن ماجہ وخزیمہ میں عم عمارہ بن خزیمہ بن ثابت انصاری اور حدیث ۱۸: مصنف ابن ابی شیبہ وتاریخ بخاری ومسند ابی یعلٰی وصحیح ابن خزیمہ و معجم کبیر طبرانی میں حضرت خزیمہ اور حدیث ۱۹: حارث بن اسامہ بن نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا وہ بیچ کر مکر گیا اور گواہ مانگا، جو مسلمان آتا اعرابی کو جھڑکتا کہ خرابی ہو تیرے لئے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حق کے سوا کیا فرمائیں گے (مگر گواہی نہیں دیتا کہ کسی کے سامنے کا واقعہ نہ تھا) اتنے میں خزیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ حاضر بارگاہ ہوئے گفتگو سن کر بولے: انا اشھد انك قد بایعتہ، میں گواہی دیتا ہوں کہ تُو نے حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہاتھ بیچا ہے۔

---

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر جعفر بن ابی طالب دار صادر بیروت ۴/ ۴۱
کنز العمال حدیث ۲۷۸۲۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۶۵۰

[2] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ترجمہ ۱۰۶۳ ابوالنعمان الازدی دار الفکر " ۶/ ۲۶۷

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، تم موجود تو تھے ہی نہیں تم نے گواہی کیسے دی؟
عرض کی:

بتصدیقك یارسول اللہ[1] (وفی الثانی) صدقتك بما جئت بہ وعلمت انك لاتقول الاحقا[2] (وفی الثالث) انا اصدقك علٰی خبر السماء والارض الا اصدقك علی الاعرابی۔[3]

یارسول اللہ! میں حضور کی تصدیق سے گواہی دے رہا ہوں میں حضور کے لائے ہوئے دین پر ایمان لایا اور یقین جانا کہ حضور حق ہی فرمائیں گے میں آسمان و زمین کی خبروں پر حضور کی تصدیق کرتا ہوں کیا اس اعرابی کے مقابلے میں تصدیق نہ کروں۔

اس کے انعام میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیشہ ان کی گواہی دو مرد کی شہادت کے برابر فرمادی اور ارشاد فرمایا:

من شہد لہ خزیمۃ او شہد علیہ فحسبہ۔[4]

خزیمہ جس کسی کے نفع خواہ ضرر کی گواہی دیں ایک انھیں کی شہادت بس ہے۔

ان احادیث سے ثابت کہ حضور نے قرآن عظیم کے حکم عام واشھدوا ذوی عدل منکم[5] (اور اپنے میں دو ثقہ کو گواہ کرلو۔ ت) سے خزیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مستثنٰی فرمادیا۔

حدیث صحاح ستہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ ایک شخص نے بارگاہ اقدس میں

---

[1] سنن ابی داود کتاب القضاء باب اذا علم الحاکم صدق الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۲
شرح معانی الآثار کتاب القضاء والشہادات حدیث کفایۃ شہادۃ خزیمہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۱۰

[2] کنز العمال بحوالہ ع حدیث ۳۷۰۳۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۳۷۹
المعجم الکبیر " ۳۷۳۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۴/ ۸۷
اسد الغابۃ ترجمہ ۱۴۴۶ خزیمۃ بن ثابت دار الفکر بیروت ۱/ ۶۹۷

[3] کنز العمال حدیث ۳۷۰۳۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۳۸۰

[4] المعجم الکبیر عن خزیمہ حدیث ۳۷۳۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۴/ ۸۷
کنز العمال بحوالہ مسند ابی یعلٰی وغیرہ حدیث ۳۷۰۳۸ مؤسسۃ الرسالہ " ۱۳/ ۳۸۰
التاریخ الکبیر حدیث ۲۳۸ دار الباز للنشر والتوزیع مکۃ المکرمۃ ۱/ ۸۷

[5] القرآن الکریم ۶۵/ ۲

حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! میں ہلاک ہوگیا۔ فرمایا: کیا ہے؟ عرض کی: میں نے رمضان میں اپنی عورت سے نزدیکی کی۔ فرمایا: غلام آزاد کرسکتا ہے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: لگاتار دو مہینے کے روزے رکھ سکتا ہے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ عرض کی: نہ۔ اتنے میں خُرمے خدمتِ اقدس میں لائے گئے حضور نے فرمایا: انھیں خیرات کردے۔ عرض کی: کیا اپنے سے زیادہ کسی محتاج پر؟ مدینے بھر میں کوئی گھر ہمارے برابر محتاج نہیں۔

فضحك النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی بدت نواجذہٗ وقال اذھب فاطعمہ اھلک[1]

رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ سن کر ہنسے یہاں تک کہ دندانِ مبارک ظاہر ہوئے، اور فرمایا: جا اپنے گھر والوں کو کھلا دے۔

مسلمانو! گناہ کا ایسا کفارہ کسی نے کبھی سُنا ہوگا سوا دو من خُرمے سرکار سے عطا ہوتے ہیں کہ آپ کھالو، کفارہ ہوگیا۔ واللہ! یہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہِ رحمت ہے کہ سزا کو انعام سے بدل دے، ہاں ہاں یہ بارگاہ بیکس پناہ فاولٰئک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنٰت[2] (تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا۔ ت) کی

---

[1] صحیح البخاری کتاب الصوم باب اذا جامع فی رمضان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۹
صحیح البخاری کتاب الھبۃ باب اذا وھب ھبۃ الخ " " ۱/۳۵۴
صحیح مسلم کتاب الصیام باب تغلیظ تحریم الجماع فی نہار الخ " " ۱/۳۵۴
سنن الترمذی کتاب الصوم باب ما جاء فی کفارۃ الفطر الخ حدیث ۷۲۴ " " ۲/۱۷۵
سنن ابی داود کتاب الصیام باب کفارۃ من اتی اھلہ فی رمضان آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۲۵
سنن ابن ماجۃ ابواب ما جاء فی الصیام باب ما جاء فی کفارۃ من افطر الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۲۱
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۴۱ و ۲۸۱
مسند الدارمی کتاب الصیام باب الذی یقع علی امرأتہ فی شہر رمضان دار المحاسن للطباعۃ قاہرۃ ۱/۳۴۳ و ۳۴۴
سنن الدارقطنی " " باب القبلۃ للصائم حدیث ۲۲۷۱ / ۴۹ دار المعرفۃ بیروت ۲/۴۰۹ و ۴۱۰
" " " " حدیث ۲۳۶۳ / ۲۲ تا ۲۳۶۸ / ۲۶ " ۲/۴۳۶ تا ۴۴۱
السنن الکبرٰی " " باب کفارۃ من اتی اھلہ فی نہار رمضان دار صادر بیروت ۴/۲۲۱ و ۲۲۲

[2] القرآن الکریم ۲۵/۷۰

خلافتِ کبرٰی ہے، اُن کی ایک نگاہِ کرم کبائر کو حسنات کر دیتی ہے جب تو ارحم الراحمین جل جلالہ نے گناہگاروں، خطاواروں، تباہ کاروں کو اُن کا دروازہ بتایا کہ:

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک[1]۔ الآیۃ — گناہگار تیرے دربار میں حاضر ہو کر معافی چاہیں اور تو شفاعت فرمائے تو خدا کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

والحمد للہ رب العٰلمین۔

یہی مضمون حدیث ۲۱ صحیح مسلم[2] میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور حدیث ۲۲ مسند بزار ومعجم اوسط طبرانی[3] میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے۔

حدیث ۲۳ دارقطنی میں مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے ہے، ارشاد فرمایا:

کُلہ انت وعیالک فقد کفر اللہ عنک[4] — تو اور تیرے اہل وعیال یہ خُرمے کھالیں کہ اللہ تعالٰی نے تیری طرف سے کفارہ ادا کر دیا۔

ہدایہ میں ہے، فرمایا:

کل انت وعیالک تجزئک ولا تجزئ احدا بعدک[5] — تُو اور تیرے بچے کھالیں تجھے کفارے سے کفایت کرے گا اور تیرے بعد اور کسی کو کافی نہ ہوگا۔

سُنن ابی داؤد میں امام شہاب زہری تابعی سے ہے:

انما کان ھذہ رخصۃ لہ خاصۃ ولو ان رجلا فعل ذلک الیوم لم یکن لہ بُدٌّ من التکفیر[6] — یہ خاص اُسی شخص کے لیے رخصت تھی آج کوئی ایسا کرے تو کفارہ سے چارہ نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶۴

[2] صحیح مسلم کتاب الصیام باب تغلیظ تحریم الجماع فی نہار رمضان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۵۵

[3] مجمع الزوائد بحوالہ ابو یعلٰی کتاب الصیام باب فی من افطر الخ دار الکتاب بیروت ۳/ ۱۶۷ و ۱۶۸

[4] سنن الدارقطنی کتاب الصیام باب السواک للصائم حدیث ۲۳۶۱ / ۲۱ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۴۳۸

[5] الہدایۃ کتاب الصوم باب ما یوجب القضاء والکفارۃ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۲۰۰

[6] سنن ابی داؤد کتاب الصیام باب من اتی اہلہ فی رمضان آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۲۵

امام جلال الدین سیوطی وغیرہ علماء نے بھی اسے خصائص مذکورہ سے گنا وفی الحدیث وجوہٌ اُخَر۔

حدیث ۲۴: صحیح مسلم وسنن نسائی وابن ماجہ ومسند امام احمد میں زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا ابوحذیفہ کی بی بی رضی اللہ تعالٰی عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ! سالم (غلام آزاد کردہ ابوحذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہما) میرے سامنے آتا جاتا ہے اور وہ جوان ہے ابوحذیفہ کو یہ ناگوار ہے۔ سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ارضعیہ حتی یدخل علیك تم اُسے دُودھ پلادو کہ بے پردہ تمھارے پاس آنا جائز ہوجائے۔ اُم المومنین ام سلمہ وغیرہا باقی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنہن نے فرمایا:

ما نری ھذہ الا رخصۃ ارخصہا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لسالم خاصۃ[1]۔ ہمارا یہی اعتقاد ہے کہ یہ رخصت حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خاص سالم کے لئے فرمادی تھی۔

حدیث ۲۵: ابن سعد وحاکم میں بطریق عمرہ بنت عبدالرحمٰن خود سہلہ زوجہ ابی حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مضمون مذکور، مروی کہ انھوں نے جب حالِ سالم عرض کیا فامرھا ان ترضعیہ[2] حضور نے دُودھ پلادینے کا حکم فرمایا، اُنھوں نے دُودھ پلا دیا اور سالم اُس وقت مرد جوان تھے جنگِ بدر شریف میں شریک ہوچکے تھے۔ جوان آدمی کو اوّل تو عورت کا دُودھ پینا ہی کب حلال ہے اور پئے تو اس سے پسر رضاعی نہیں ہوسکتا مگر حضور نے ان حکموں سے سالم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مستثنٰی فرمادیا۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الرضاع فصل رضاعۃ الکبیر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۶۹
سنن النسائی کتاب النکاح باب رضاع الکبیر نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۸۳
سنن ابن ماجہ ابواب النکاح ،، ،، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۱
مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۹ و ۱۷۴ و ۲۴۹
،، ،، حدیث سہلۃ امراۃ حذیفہ رضی اللہ عنہا ،، ،، ۶/ ۳۵۶

[2] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر سالم مولی ابی حذیفہ دار صادر بیروت ۳/ ۸۶ و ۸۷
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ الرضاع فی الکبر الخ دار الفکر بیروت ۴/ ۶۱

حدیث ۲۶ صحاح ستہ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رخص لعبد الرحمٰن بن عوف والزبیر فی لبس الحریر لحکمۃ کانت بھما[1]

یعنی عبد الرحمٰن بن عوف اور زبیر بن العوام رضی اللہ تعالٰی عنہما کے بدن میں خشک خارش تھی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت دے دی۔

حدیث ۲۷ ترمذی وابی یعلٰی وبیہقی میں ابو سعید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے فرمایا:

یا علی لایحل لاحد ان یجنب فی ھذا المسجد غیری وغیرک[2]

اے علی! میرے اور تمہارے سوا کسی کو حلال نہیں کہ اس مسجد میں بحالِ جنابت داخل ہو۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے[3]۔

حدیث ۲۸ مستدرک حاکم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا، علی کو تین باتیں وہ دی گئیں کہ اُن میں سے میرے لئے ایک ہوتی تو مجھے سُرخ اونٹوں سے زیادہ پیاری تھی (سُرخ اُونٹ عزیز ترین اموالِ عرب ہیں) کسی نے کہا، امیر المومنین! وہ کیا ہیں؟ فرمایا، دخترِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب ما یرخص للرجال الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۶۸
صحیح مسلم 〃 باب اباحۃ لبس الحریر للرجل الخ 〃 〃 ۲/ ۱۹۳
سنن ابی داؤد 〃 باب لبس الحریر لعذر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۵
سنن ابن ماجۃ 〃 باب من رخص لہ فی لبس الحریر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۵
سنن النسائی کتاب الزینۃ باب الرخصۃ فی لبس الحریر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۹۷
مسند احمد بن حنبل عن انس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۲۲، ۱۲۷، ۱۹۲، ۲۱۵، ۲۵۲، ۲۵۵

[2] سنن الترمذی کتاب المناقب باب مناقب علی بن ابی طالب دار الفکر بیروت ۵/ ۴۰۸
مسند ابی یعلٰی عن ابی سعید الخدری حدیث ۱۰۳۸ مؤسسۃ علوم القرآن 〃 ۲/ ۱۳
السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب النکاح باب دخولہ المسجد جنبا دار صادر 〃 ۷/ ۶۶

[3] سنن الترمذی کتاب المناقب حدیث ۳۷۴۸ دار الفکر 〃 ۵/ ۴۰۹

شادی وسکناہ المسجد مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یحل لہ ما یحل لہ اور اُن کا مسجد میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ رہنا کہ انھیں مسجد میں روا تھا جو حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو روا تھا (یعنی بحالتِ جنابت رہنا) اور روزِ خیبر کا نشان[1]۔

حدیث ۲۹: معجم کبیر طبرانی وسنن بیہقی وتاریخ ابن عساکر میں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الا ان ھذا المسجد لا یحل لجنب ولا لحائض الا للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وازواجہ وفاطمۃ بنت محمد وعلی الا بینت لکم ان تضلوا۔ ھذا روایۃ الطبرانی[2]۔

سُن لو یہ مسجد کسی جنب کو حلال نہیں ہے نہ کسی حائض کو، مگر سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور حضور کی ازواجِ مطہرات و حضرت بتول زہرا اور مولا علی کو، صلی اللہ تعالٰی علی الحبیب وعلیہم وسلم۔ سُن لو میں نے تم سے صاف بیان فرما دیا کہ کہیں بہک نہ جاؤ (یہ طبرانی کی روایت ہے۔ ت)

حدیث ۳۰: صحیحین میں برا بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

نھانا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن خاتم الذھب[3]۔

ہمیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا۔

بایں ہمہ خود برا رضی اللہ تعالٰی عنہ انگشتری طلائی پہنتے۔ ابن ابی شیبہ نے بسندِ صحیح ابواسحٰق اسفرائنی سے روایت کی:

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ سدوا ھذہ الابواب الا باب علی دارالفکر بیروت ۳/ ۱۲۵

[2] المعجم الکبیر عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا حدیث ۸۸۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۳/ ۳۷۳
السنن الکبرٰی کتاب النکاح باب دخولہ المسجد جنبا دارصادر بیروت ۷/ ۶۵
تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۵۰۲۹ علی بن ابی طالب داراحیاء التراث العربی بیروت ۴۵/ ۱۰۸

[3] صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم استعمال اناء الذھب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۸۸
صحیح البخاری 〃 〃 خواتیم الذھب الخ 〃 〃 ۲/ ۸۷۱

قال رأیت علی البراء خاتما من ذھب[1]۔ و روی نحوہ البغوی فی الجعدیات عن شعبۃ عن ابی اسحٰق۔

فرمایا: میں نے براء رضی اللہ تعالٰی عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا۔ (ایسے ہی بغوی نے جعدیات میں شعبہ سے انھوں نے ابی اسحٰق سے روایت کیا۔ ت)

امام احمد مسند میں فرماتے ہیں:

حدثنا ابو عبدالرحمٰن ثنا ابو رجاء ثنا محمد بن مالك قال رأیت علی البراء خاتما من ذھب وکان الناس یقولون لہ لم تختم بالذھب وقد نھی عنہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبین یدیہ غنیمۃ یقسمھا سبیٌ و خُرثیٌ قال فقسمھا حتی بقی ھذا الخاتم فرفع طرفہ فنظر الی اصحابہ ثم خفض ثم رفع طرفہٗ فنظر الیھم ثم خفض ثم طرفہ فنظر الیھم ثم قال ای براء فجئتہ حتی قعدت بین یدیہ فاخذ الخاتم فقبض علی کُرسُوعی ثم قال خُذْ اِلْبَسْ مَا کَسَاكَ اللہُ وَ رَسُوْلُہٗ۔

یعنی محمد بن مالک نے کہا میں نے براء رضی اللہ تعالٰی عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا لوگ ان سے کہتے تھے آپ سونے کی انگوٹھی کیوں پہنتے ہیں حالانکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے۔ براء رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ہم حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے حضور کے سامنے اموالِ غنیمت غلام ومتاع حاضر تھے حضور تقسیم فرمارہے تھے سب اُونٹ بانٹ چکے یہ انگوٹھی باقی رہی حضور نے نظر مبارک اٹھا کر اپنے اصحاب کرام کو دیکھا پھر نگاہ نیچی کرلی پھر نظر اٹھا کر ملاحظہ فرمایا پھر نگاہ نیچی کرلی پھر نظر اٹھا کر دیکھا اور مجھے بلایا اے براء۔ میں حاضر ہو کر حضور کے سامنے بیٹھ گیا سید اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انگوٹھی لے کر میری کلائی تھامی، پھر فرمایا پہن لے جو کچھ تجھے اللہ ورسول پہناتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

براء رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے: تم لوگ کیونکر مجھے کہتے ہو کہ میں وہ چیز اتار ڈالوں جسے مصطفٰی صلی اللہ

---

[1] المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب اللباس الخ نمبر ۶۲ حدیث ۲۵۱۴۲ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۱۹۵

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث البراء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی " ۴/ ۲۹۴

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لے پہن لے جو کچھ اللہ ورسول نے پہنایا، جل جلالہٗ وصلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔

حدیث ۱۱۳: دلائل النبوۃ بیہقی میں بطریق الحسن مروی، سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

كيف بك اذا لبست سوارى كسرٰى۔

وہ وقت تیرا کیسا وقت ہوگا جب تجھے کسرٰی بادشاہِ ایران کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

جب ایران زمانۂ امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فتح ہوا اور کسرٰی کے کنگن کمربند، تاج خدمتِ فاروقی میں حاضر کئے گئے امیر المومنین نے انھیں پہنائے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا،

الله اكبر الحمد لله الذى سلبهما كسرٰى بن هرمز والبسهما سراقة الاعرابى[1]۔

اللہ بہت بڑا ہے سب خوبیاں اللہ کو جس نے یہ کنگن کسرٰی بن ہرمز سے چھینے اور سراقہ دہقانی کو پہنائے۔

قال العلامة الزرقانى ليس فى هذا استعمال الذهب وهو حرام لانه انما فعله تحقيقا لمعجزة الرسول صلى الله تعالٰى عليه وسلم من غير ان يقرهما فانه روى انه امره فنزعهما وجعلهما فى الغنيمة ومثل هذا لا يعد استعمالا[2]۔

علامہ زرقانی نے فرمایا اس سے سونے کو استعمال کرنا لازم نہیں آیا حالانکہ وہ حرام ہے، کیونکہ امیر المومنین کا یہ فعل رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزہ کی تحقیق کے لئے تھا، اس فعل کو برقرار نہیں رکھا۔ مروی ہے کہ آپ نے سراقہ کو حکم دیا انھوں نے وہ کنگن اتار دیئے اور آپ نے انھیں مالِ غنیمت میں شامل فرمادیا اور اس کو استعمال شمار نہیں کیا جاتا۔

اقول رحمك الله من فاضل كبير الشان انما المعجزة

میں کہتا ہوں اے فاضل کبیر الشان اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، معجزہ تو رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب قول اللہ عزوجل وعد اللہ الذین اٰمنوا الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۳۲۵ و ۳۲۶

[2] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الثامن الفصل الثالث دار المعرفۃ بیروت ۷/ ۲۰۸

اخبارہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بانہ سوار کسرٰی فانما تحقیقا بلبسہ وانما حرام اللبس ومن شرط الحرمۃ اللبث فالواضح ماجنحت الیہ من ان ھذا ترخیص وتخصیص من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لسراقۃ ولم یکن فی الحدیث مایدل علی التملیک ففعل امیرالمومنین ما ارشد الیہ الحدیث ثم ردھما مردھما۔

تعالٰی علیہ وسلم کا اس بات کی خبر دینا ہے کہ سراقہ کسرٰی کے کنگن پہنے گا۔ چنانچہ اس کا تحقق تو ان کے کنگن پہننے سے ہوگیا، اور بے شک حرام پہننا ہے اور حرمت کی شرط لبث ہے۔ پس واضح ہے کہ یہ سراقہ کے لئے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف رخصت وتخصیص ہے۔ اور حدیث میں تملیک پر دلالت نہیں چنانچہ امیرالمومنین نے وہ کام کیا جس کی طرف حدیث نے راہنمائی فرمائی، پھران کنگنوں کو ان کی جگہ کی طرف لوٹا دیا۔ (ت)

حدیث ۳۰: طبقات ابن سعد میں منذر ثوری سے ہے امیرالمومنین علی وحضرت طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہما میں کچھ گفتگو ہوئی طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا آپ نے (اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ ابوالقاسم) کا نام بھی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک رکھا اور کنیت بھی حضور کی، حالانکہ سید عالم صلی اللہ

عہ شیخ محقق اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں،

علماء رادریں مسئلہ اقوال ست وقول صواب ازیں مقالات آنست کہ تسمیہ بنام شریف وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جائز بلکہ مستحب ست وتکنی بکنیت وے اگرچہ بعد از زمان قوی تر وسخت تر بود وہمچنیں جمع کردن میان نام وکنیت آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ممنوع بطریق اولٰی وآنکہ علی مرتضٰی کرد مخصوص بود بوے رضی اللہ تعالٰی عنہ وغیر او را جائز نبود[1] اھ ملخصاً

اس مسئلہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، درست قول اس سلسلہ میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام پر نام رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ اور آپ کی کنیت کے ساتھ کنیت رکھنا اگرچہ آپ کے وصال کے بعد ہو سخت منع ہے اور اسی طرح آپ کے نام اور کنیت کو جمع کرنا بطریق اولٰی ممنوع ہے۔ اور وہ جو حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کیا ہے وہ انکی خصوصیت ہے، انکے غیر کو ایسا کرنا جائز نہیں اھ (باقی برصفحۂ آئندہ)

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الادب باب الاسامی الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۴، ۴۵

تعالٰی علیہ وسلم نے اُن کے جمع کرنے سے منع فرمایا ہے امیر المومنین کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے ایک جماعت قریش کو بلاکر گواہی دلوائی کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین سے ارشاد فرمایا تھا:

سیولد لك بعدی غلام فقد نحلتہ اسمی وکنیتی ولا نحل لاحدٍ من امتی بعدہٗ۔

عنقریب میرے بعد تمہارے ہاں ایک لڑکا ہوگا میں نے اُسے اپنے نام وکنیت دونوں عطا فرما دیے اور اس کے بعد میرے کسی اور امتی کو حلال نہیں۔

مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ فرماتے ہیں:

قلت یارسول اللہ ان وُلِدَ لی

میں نے عرض کی: یارسول اللہ! حضور کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

التنویر من کان اسمہ محمد لاباس بان یکنی ابا القاسم اھ[1] وعللہ فی الدر بنسخ النھی محتجا بفعل علی رضی اللہ تعالٰی عنہ اقول وکیف یفید النسخ مع نص الحدیث نفسہ ان ذلك کان رخصۃ من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعلی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کما سیأتی والمرام یحتاج الی زیادۃ تحریر لایرخص فیہ غرابۃ المقام واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ۔

لیکن تنویر میں ہے کہ جس کا نام محمد ہو اس کے لیے ابوالقاسم کنیت رکھنے میں کوئی حرج نہیں اھ اور دُر میں نسخِ نہی کے ساتھ اسکی علت بیان کی گئی حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فعل سے استدلال کرتے ہوئے۔ میں کہتا ہوں کہ کیسے مفید ہے نسخ خود نصِ حدیث کے ہوتے ہوئے کہ بیشک یہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے حضرت علی مرتضٰے رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لیے رخصت ہے جیسا کہ عنقریب آئیگا۔ اگرچہ مقصود زیادہ تفصیل کا مقتضی ہے مگر غرابت اس مقام کی اجازت نہیں دیتی۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

---

[1] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۲

[2] " " " " " " " " " " " " " " " "

ولد بعدك اُسَمِّيہِ باسمك و اكنّيه بكنيتك فقال نعم - فكانت رخصة من رسول الله صلى الله تعالٰی علیہ وسلم لعلی[1] احمد و ابو داؤد و الترمذی وصححہ و ابو یعلی و الحاکم فی الکنٰی و الطحاوی و الحاکم فی المستدرک و البیہقی فی السنن و الضیاء فی المختارۃ عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[2]

بعد اگر میرے کوئی لڑکا پیدا ہوا تو میں حضور کا نام پاک اس کا نام رکھوں اور حضور کی کنیت اس کی کنیت۔ فرمایا: ہاں۔ یہ مولٰی علی کے لئے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رخصت تھی۔ (امام احمد و ابو داؤد و ترمذی نے اسے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی۔ اور ابو یعلٰی و حاکم نے کُنٰی میں اور طحاوی اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے سنن میں اور ضیاء نے مختارہ میں مولا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۳۳: صحیح بخاری و ترمذی و مسند احمد میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے غزوہ بدر میں حضرت رقیہ بنتِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم زوجۂ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہما بیمار تھیں سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے انھیں مدینہ طیبہ میں شاہزادی کی تیمارداری کے لئے ٹھہرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

انّ لك اجر رجل ممن شھد بیشک تمھارے لئے حاضرانِ بدر کے برابر ثواب

---

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ومن ھذہ الطبقۃ ممن روی عن عثمان وعلی الخ دار صادر بیروت ۵/ ۹۱، ۹۲
[2] مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۹۵
سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الرخصۃ فی الجمع بینھما آفتاب عالم پریس ۲/ ۳۲۳
سنن الترمذی " " باب ما جاء فی کراہیۃ الجمع بین اسم النبی وکنیتہ حدیث ۲۸۵۲ دار الفکر بیروت ۴/ ۳۸۴
المستدرک للحاکم " " قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی دار الفکر بیروت ۴/ ۲۷۸
السنن الکبرٰی کتاب الضحایا باب ما جاء من الرخصۃ الخ دار صادر بیروت ۹/ ۳۰۹
شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب التکنی بابی القاسم الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۳۲
مسند ابو یعلٰی عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۲۹۸ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۱/ ۱۸۴
الضیاء المختارۃ ۲/ ۳۴۳

بدرًا و سهمه[1] اور حاضری کے مثل غنیمت کا حصہ ہے۔

یہ خصوصیت حضرت عثمان کو عطا فرمادی حالانکہ جو حاضرِ جہاد نہ ہو غنیمت میں اس کا حصہ نہیں۔

سنن ابی داؤد میں انھیں سے ہے:

فضرب لہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بسھم ولم یضرب لاحدٍ غابَ غیرہ[2] رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے لئے حصہ مقرر فرمایا اور ان کے سوا کسی غیر حاضر کو حصہ نہ دیا۔

حدیث ۴۴: آئندہ کتاب الفتوح میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یمن پر صوبہ دار کرکے بھیجا ان سے ارشاد فرمایا: میں نے تمھارے لئے رعایا کے ہدایا طیب کر دئے اگر کوئی چیز تمھیں ہدیہ دی جائے قبول کرلو۔ عبید بن صخر کہتے ہیں جب معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ واپس آئے تیس غلام لائے کہ انھیں ہدیہ دئے گئے، حالانکہ عاملوں کو رعایا سے ہدیہ لینا حرام ہے[3]۔

مسند ابویعلٰی میں حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ھَدَایَا العُمَّال حرامٌ کلھا[4]۔ عاملوں کے سب ہدیے حرام ہیں۔

مسند احمد و سنن بیہقی میں ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناقب عثمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۲۳
سنن الترمذی کتاب المناقب باب عثمان بن عفان حدیث ۳۷۲۶ دارالفکر بیروت ۵/ ۳۹۵
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۰۱

[2] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی من جاء بعد الغنیمۃ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۸

[3] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ بحوالہ سیف فی الفتوح، ترجمہ ۸۰۳۷ معاذ بن جبل دارالفکر بیروت ۵/ ۱۵۴

[4] کنز العمال بحوالہ ع عن حذیفہ حدیث ۱۵۰۶۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۱۱۲

ھدایا العمال غلول۔[1] عاملوں کے ہدیے خیانت ہیں۔

حدیث ۳۴: صحیحین میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے کہ ایک شخص (یعنی حبان بن منقذ بن عمرو انصاری یا ان کے والد منقذ رضی اللہ تعالٰی عنہما نے) سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں فریب کھا جاتا ہوں (یعنی لوگ مجھ سے زیادہ قیمت لے لیتے ہیں) فرمایا:

من بایعت فقل لا خلابۃ۔[2] زاد الحمیدی فی مسندہ ثم انت بالخیار ثلثا۔[3] جس سے خریداری کرو کہہ دیا کرو فریب کی نہیں سہی۔ حمیدی نے اپنی مسند میں اتنا اضافہ کیا: پھر تمہیں تین دن تک اختیار ہے (اگر ناموافق پاؤ بیع رد کردو)

یہی مضمون حدیث ۳۵: سنن اربعہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے وذکر قصۃ و لم یذکر الزیادۃ (قصے کا ذکر کیا گیا اور زیادتی کا ذکر نہ کیا گیا۔ ت)

امام نووی شرح مسلم شریف میں فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ و امام شافعی اور روایت اصح میں امام مالک وغیرہم ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک غبن باعث خیار نہیں کتنا ہی غبن کھائے بیع کو رد نہیں کرسکتا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس حکم سے خاص انھیں کو نوازا تھا اوروں کے لئے نہیں، یہی قول صحیح ہے۔[4]

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی حمید الساعدی المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۴۲۴
السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب آداب القاضی باب لایقبل منہ ہدیۃ دار صادر بیروت ۱۰/ ۱۳۸
کنز العمال حدیث ۱۵۰۶۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۱۱۱

[2] صحیح البخاری کتاب البیوع باب مایکرہ الخداع فی البیع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۸۴
" کتاب فی الاستقراض باب ماینہی عن اضاعۃ المال " " ۱/ ۳۲۴
" کتاب فی الخصومات باب من رد امر السفیہ والضعیف العقل " " ۱/ ۳۲۵
صحیح مسلم کتاب البیوع باب من یخدع فی البیع " " ۲/ ۷
کنز العمال عن عبداللہ بن عمر حدیث ۹۹۶۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۱۵۵

[3] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الرد علی ابی حنیفہ حدیث ۳۷۳۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۳۰۵
مسند حمیدی ۲/ ۴۴

[4] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب البیوع باب من یخدع فی البیع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷

حدیث ۳۶ مشہور میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نمازِ عصر کے بعد نماز سے ممانعت فرمائی۔

فیہ عن عمر وعن ابی ھریرۃ وعن ابی سعید الخدری کلھا فی الصحیحین[1] وعن معاویۃ فی صحیح البخاری[2] وعن عمرو بن عبسۃ فی صحیح مسلم[3] رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

اس بارے میں حضرت عمر، حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری سے صحیحین میں مروی ہے اور حضرت معاویہ سے صحیح بخاری میں اور حضرت عمرو بن عنبسہ سے صحیح مسلم میں مروی ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم (ت)

خود ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا بھی اس ممانعت کو حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں رواہ ابوداؤد فی سننہ[4] (ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس کو روایت کیا۔ ت) با اینہمہ ام المومنین عصر کے بعد دو۲ رکعتیں پڑھا کرتیں۔

رواہ الشیخان عن کریب عن ابن عباس وعبدالرحمٰن بن ازھر والمسور بن مخرمۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم انھم ارسلوہ الٰی عائشۃ زوج النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقالوا اقرء علیھا السلام منا جمیعا وسلھا عن الرکعتین بعد العصر وقل لھا بلغنا انك تصلینھا وان رسول اللہ صلی اللہ

اس کو بخاری ومسلم نے بحوالہ کریب حضرت ابن عباس، عبدالرحمٰن بن ازہر اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا، ان تینوں نے کریب کو ام المومنین زوجۂ رسول سیدہ عائشہ صدیقہ کے پاس بھیجا کہ انھیں ہمارا سلام کہیں اور اُن سے نمازِ عصر کے بعد والی دو۲ رکعتوں کے بارے میں پوچھو اور اُن سے عرض کرو کہ ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ وہ پڑھتی ہیں حالانکہ رسول اللہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلٰوۃ باب الصلٰوۃ بعد الفجر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۸۲
" " " باب لاتتحری الصلٰوۃ قبل غروب الشمس " " ۱/ ۸۲
" " " باب من یکرہ الصلٰوۃ الا بعد العصر والفجر " " ۱/ ۸۳
صحیح مسلم کتاب صلٰوۃ المسافرین باب الاوقات التی نھی عن الصلٰوۃ " " ۱/ ۲۷۵

[2] صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلٰوۃ باب لاتتحری الصلٰوۃ بعد غروب الشمس " " ۱/ ۸۳

[3] صحیح مسلم کتاب المسافرین باب الاوقات التی نھی عن الصلٰوۃ " " ۱/ ۲۷۶

[4] سنن ابی داؤد کتاب الصلٰوۃ باب الصلٰوۃ بعد العصر آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۸۱

تعالٰی علیہ وسلم نھی عنھما[1]۔ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے منع فرمایا ہے۔(ت)

علماء فرماتے ہیں یہ ام المومنین کی خصوصیت تھی سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کےلئے جائز کردیا تھا۔

قالہ الامام الجلیل خاتم الحفاظ السیوطی فی انموذج اللبیب ثم الزرقانی فی شرح المواھب[2]۔ امام جلیل خاتم الحفاظ سیوطی علیہ الرحمۃ نے انموذج اللبیب میں پھر زرقانی نے شرح المواہب میں بیان کیا۔(ت)

حدیث صحیحین ومسند احمد وسنن نسائی وصحیح ابن حبان میں ام المومنین صدیقہ[3] اور حدیث احمد ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ وابن حبان میں حضرت عبداللہ بن عباس[4] اور حدیث

---

[1] صحیح البخاری کتاب التہجد باب اذا کلم وھو یصلی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۴ و ۱۶۵
صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین باب الاوقات ان نہی عن الصلوۃ " " " ۱/ ۲۷۷
مشکوۃ المصابیح بحوالہ متفق علیہ کتاب الصلوۃ باب اوقات النہی " " " ص ۹۴

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ

[3] صحیح البخاری کتاب النکاح باب الاکفاء فی الدین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۶۲
صحیح مسلم کتاب الحج باب اشتراط المحرم التحلل " " " ۱/ ۳۸۵
مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۲۰۲
سنن النسائی کتاب مناسک الحج الاشتراط فی الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۱۹
موارد الظمآن کتاب الحج باب الاشتراط فی الاحرام حدیث ۹۷۳ المطبعۃ السلفیہ ص ۲۴۲

[4] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۳۷
صحیح مسلم کتاب الحج باب اشتراط المحرم التحلل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۵
سنن الترمذی کتاب الحج حدیث ۹۴۹ دارالفکر بیروت ۲/ ۲۷۸
سنن ابی داؤد کتاب المناسک باب الاشتراط فی الحج آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۴۷
سنن النسائی کتاب مناسک الحج الاشتراط فی الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۱۹
سنن ابن ماجہ ابواب المناسک باب الشرط " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۷

حمد و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و ابونعیم و بیہقی میں ضباعہ بنت زبیر[1] اور حدیث بیہقی و ابن مندہ میں بطریق ہشام عن ابی الزبیر حضرت جابر بن عبداللہ[2] اور حدیث احمد و ابن ماجہ و طبرانی میں جدہ ابی بکر بن عبداللہ بن زبیر یعنی اسماء بنت صدیق یا سعدی بنت عوف[3] اور حدیث طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے[4] حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی چچازاد بہن ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: حج کا ارادہ ہے؟ عرض کی: یارسول اللہ! واللہ میں تو اپنے آپ کو بیمار پاتی ہوں (یعنی گمان ہے کہ مرض کے باعث ارکان ادا نہ کرسکوں پھر احرام سے کیونکر باہر آؤں گی)۔ فرمایا:

اَھِلّی واشترطی ان مَحِلّی حیث حبستنی۔

احرام باندھ اور نیت میں یہ شرط لگالے کہ جہاں تو مجھے روکے گا وہیں میں احرام سے باہر ہوں۔

نسائی نے زائد کیا:

فانّ لکِ علٰی ربّک ما استثنیت[5]

تمہارا یہ استثناء تمہارے رب کے یہاں مقبول رہے گا۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ضباعۃ بنت الزبیر المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۶۰ و ۴۲۰
سنن ابن ماجہ ابواب المناسک باب الشرط فی الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۷
صحیح ابن خزیمہ کتاب المناسک باب الاشتراط من بہ علۃ الخ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۶۴
السنن الکبرٰی کتاب الحج باب الاستثناء فی الحج دار صادر بیروت ۵/ ۲۲۱ و ۲۲۲
کنز العمال بحوالہ م، د، ت، ن، ھ، حب حدیث ۱۲۳۲۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵/ ۱۲۲

[2] السنن الکبرٰی کتاب الحج باب الاستثناء فی الحج دار صادر بیروت ۵/ ۲۲۲

[3] مسند احمد بن حنبل عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۴۹
سنن ابن ماجہ ابواب المناسک باب الشرط فی الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۷
المعجم الکبیر عن اسماء بنت ابی بکر حدیث ۲۳۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۴/ ۸۷

[4] المعجم الکبیر عن ضباعۃ بنت الزبیر المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۴/ ۳۳۲ تا ۳۳۷
مجمع الزوائد بحوالہ ابن عمر کتاب الحج باب الاشتراط فی الحج دار الکتاب بیروت ۳/ ۲۱۸

[5] سنن النسائی کتاب مناسک الحج باب الاشتراط فی الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۱۹

ضباعہ نے زائد کیا کہ فرمایا :

فان حبست او مرضت فقد حللت من ذٰلك بشرطك علٰی ربك عزو جل[1]

اب اگر تم حج سے روکی گئیں یا بیمار پڑیں تو اس شرط کے سبب جو تم نے اپنے رب عزوجل پر لگائی ہے احرام سے باہر ہو جاؤ گی۔

ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں : یہ ایک اجازت تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں عطا فرمادی ورنہ نیت میں ایسی شرط اصلاً مقبول و معتبر نہیں۔

بل وافقنا علٰی اختصاصہ بہا بعض الشافعیۃ کالخطابی ثم الرؤیانی کما فی عمدۃ القاری[2] للامام العینی من باب الاحصار۔

بلکہ اس حکم کے اُس صحابیہ کے ساتھ مختص ہونے پر بعض شوافع بھی ہمارے ساتھ متفق ہیں، مثلاً خطابی پھر رویانی جیسا کہ عمدۃ القاری نے باب الاحصار میں امام عینی نے ذکر فرمایا۔ (ت)

حتّٰی کہ حدیث[۵۳] مسند امام احمد میں بسند ثقات رجال صحیح مسلم ہے :

حدثنا محمد بن جعفر ثنا شعبۃ عن قتادۃ عن نصر بن عاصم عن رجل منہم رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاسلم علٰی انہ لایصلی الا صلٰوتین فقبل ذٰلك منہ[3]

یعنی ایک صاحب خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر اس شرط پر اسلام لائے کہ صرف دو ہی نمازیں پڑھا کروں گا، نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبول فرمالیا۔

ان کے سوا امام جلیل جلال سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب مستطاب انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب[4] صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ایک مجمل فہرست میں نو واقعوں کے اور پتے دئے ہیں کہ فقیر نے اُن تین کی طرح یہ بھی ترک کر دئے لوجوہ یطول ایرادھا وللہ الحمد علٰی تواتر الائہ (بعض ایسی وجوہ کی بنا پر کہ انکا ذکر طوالت کا باعث ہے اور اللہ ہی کیلئے تمام تعریفیں اسکی متواتر نعمتوں کی) ۴۳ حدیثیں یہ اور ۸ حدیثیں دربارۂ تحریم مدینہ طیبہ جملہ اکاون[۵۱] احادیث ہیں جن میں بہت از روئے

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ضباعۃ بنت الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۴۲۰
[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب الاحصار فی الحج تحت الحدیث ۱۸۱۰/ ۳۸۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۰/ ۲۰۶
[3] مسند احمد بن حنبل حدیث رجال من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۵ و ۳۶۳
[4] انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب

اسناد بھی خاص مقصود رسالہ کے مناسب تھیں اور بحیثیت تذلیل وہابیہ وتضلیل وتجہیل امام الوہابیہ تو سب ہی مقصود عالم رسالہ کے ملائم ہیں انھیں بھی گنئے تو شمار احادیث یہاں تک ایک سو چھیانوے ۱۹۶ ہو۔ مگر ہمارے نبی کریم رؤف ورحیم علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے:

ان اللہ کتب الاحسان علٰی کل شیئ فاذا قتلتم فاحسنوا القتلۃ واذا ذبحتم فاحسنوا الذبحۃ۔ احمد[1] والستۃ الا البخاری عن شداد بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بیشک اللہ تعالٰی نے ہر چیز پر احسان کرنا مقرر فرمادیا ہے تو جب تم کسی کو قتل کرو تو قتل میں بھی احسان برتو اور ذبح کرو تو ذبح میں بھی احسان برتو۔ (احمد اور صحاح ستّہ نے (علاوہ بخاری کے) شداد بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

ولہذا امیر اخامہ تیغبار نجدی شکار اپنے مقتولین مخذولین مذبوحین مقبوحین حضرات وہابیہ پر احسان کے لئے یہ پچاسا شمار سے الگ رکھتا اور بتوفیق اللہ تعالٰی آگے صرف وہ بعض احادیث کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف جلائل احکام تشریعیہ کی صریح اسنادوں پر مشتمل اور وہ کران لائل تفویض احکام بحضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی مؤید ومکمل ہیں لکھتا ہے ان میں مؤیدات تفویض کی تقویم کیجئے کہ اس مبحث کا سلسلہ مسلسل رہے وباللہ التوفیق۔

حدیث ۱۴۶: حدیث صحیح جلیل سنن ابی داؤد وسنن ابن ماجہ ومسند امام طحاوی ومعجم طبرانی ومعرفت بیہقی کلھم بطریق منصور بن المعتمر عن ابراھیم التیمی عن عمرو بن میمون عن ابی عبد اللہ الجدلی عن خزیمۃ بن ثابت الا ابن ماجۃ فعن سفیٰن عن ابیہ عن ابراھیم التیمی عن عمرو بن میمون عن خزیمۃ کہ حضرت ذو الشہادتین خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصید باب الامر باحسان الذبح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۵۲
سنن النسائی کتاب الضحایا باب حسن الذبح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۰۹
سنن الترمذی کتاب الدیات حدیث ۱۴۱۴ دار الفکر بیروت ۳/ ۱۰۵
سنن ابن ماجۃ ابواب الذبائح باب اذا ذبحتم فاحسنوا الذبح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۳۶
سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب فی الدفق بالذبیحۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲
مسند احمد بن حنبل حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۲۳ تا ۱۲۵

جعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم للمسافر ثلثا ولو مضی السائل علٰی مسألتہ لجعلہا خمسا[1]	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مسافر کے لئے مسح موزہ کی مدت تین رات مقرر فرمائی، اور اگر مانگنے والا مانگتا رہتا تو ضرور حضور پانچ راتیں کر دیتے۔

یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔

اور روایت ابی داؤد اور ایک روایت معانی الآثار ابی جعفر اور ایک روایت بیہقی میں ہے۔ فرمایا:

وَلَوِاسْتَزَدْنَاہُ لَزَادَنَا[2]	اور اگر ہم حضور سے زیادہ مانگتے تو حضور مدت اور بڑھا دیتے۔

دوسری روایت طحاوی میں ہے:

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ جعل المسح علی الخُفَّیْنِ للمسافر ثلثۃ ایام ولیالیھن وللمقیم یوما ولیلۃً ولو اطنب لہ السائل فی مسألتہ لزادہ[3]	بیشک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مسح موزہ کی مدت مسافر کے لئے تین رات دن اور مقیم کے لئے ایک رات دن کر دی، اور اگر مانگنے والا مانگے جاتا تو حضور اور زیادہ مدت عطا فرماتے۔

بیہقی کی روایت اُخرٰی یوں ہے:

وایم اللہ لو مضی السائل فی مسألتہ لجعلہا خمسا[4]	اگر سائل عرض کئے جاتا تو حضور مدت کے پانچ دن کر دیتے۔

یہ حدیث بلاشبہہ صحیح السند ہے اس کے سب رواۃ اجلّہ ثقات ہیں۔ لاجرم امام ترمذی نے اُسے روایت کرکے فرمایا:

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی التوقیت فی المسح للمقیم والمسافر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۲

[2] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب التوقیت فی المسح آفتاب عالم پریس لاہور ص ۲۱

شرح معانی الآثار " باب المسح علی الخفین الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۱

السنن الکبرٰی للبیہقی " باب ماورد فی ترک التوقیت دار صادر بیروت ۱/ ۲۷۷

[3] شرح معانی الآثار " باب المسح علی الخفین الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۱

[4] السنن الکبرٰی للبیہقی " باب ماورد فی ترک التوقیت دار صادر بیروت ۱/ ۲۷۷

هذا حدیث حسن صحیح[1] یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

نیز امام الشان یحیٰی بن معین سے نقل کیا کہ حدیث صحیح ہے۔

وھو وان لم یذکر الزیادۃ فانما المخرج المخرج والطریق الطریق حیث قال حدثنا قتیبۃ نا ابوعوانۃ عن سعید بن مسروق عن ابراھیم التیمی عن عمرو بن میمون عن ابی عبداللہ الجدلی عن خزیمۃ بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2] وقد اطال الامام ابن دقیق العید الکلام فی تقویۃ ھذا الحدیث والذب عنہ فی کتابہ الامام

امام ترمذی نے اگرچہ زیادت کو ذکر نہیں کیا مگر مخرج بھی وہی ہے اور طریق بھی وہی ہے، اس لئے کہ فرمایا ہمیں حدیث بیان کی قتیبہ نے انھوں نے ہمیں حدیث بیان کی ابو عوانہ سے انھوں نے سعید بن مسروق سے انھوں نے ابراہیم تیمی سے انھوں نے عمرو بن میمون سے انھوں نے ابو عبداللہ جدلی سے انھوں نے خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے۔ امام ابن دقیق العید نے اس حدیث کی تقویت میں اپنی کتاب الامام میں خوب

ع۵ اعظم مایرتاب بہ فیہ روایۃ البیہقی عن الترمذی عن البخاری لایصح عندی لانہ لایعرف لابی عبداللہ الجدلی سماع من خزیمۃ[3]

وتلک شکاۃ ظاھر عنک عارھا

فان مبناہ علی ما ذھب الیہ ھو رحمۃ اللہ من اشتراط ثبوت

اس میں سب سے بڑا شبہہ اُس روایت سے کیا جاتا ہے جو بیہقی نے امام ترمذی سے اور انھوں نے امام بخاری سے کی ہے کہ میرے نزدیک یہ حدیث نہیں کیونکہ ابو عبداللہ جدلی کا خزیمہ سے سماع ثابت نہیں۔ یہ وہ شکوٰی ہے جس کا عار تجھ سے دور ہے کیونکہ امام بخاری علیہ الرحمہ کے موقف کے مطابق اس بات پر ہے کہ

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی المسح علی الخفین حدیث ۹۵ دارالفکر بیروت ۱/ ۱۵۲

[2] " " " " " " "

[3] الجوہر النقی حواشی علی السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الطہارۃ باب ماورد فی ترک التوقیت دارصادر بیروت ۱/ ۲۷۸ و ۲۷۹

واثرہ الامام الزیلعی فی نصب الرایۃ[1] | لمبی گفتگو فرمائی ہے اور امام زیلعی نے نصب الرایہ میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

السماع ولو مرۃ للاتصال والصحیح الاجتزاء بالمعاصرۃ ھو المنصوص علیہ الجمھور کما افادہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر وقد اطال مسلم فی مقدمۃ صحیحہ فی الرد علی ھذا المذھب لاجرم ان لم یکترث بہ تلمیذہ الترمذی وحکم بانہ حسن صحیح وکذا حکم بصحتہ شیخ البخاری بامام الناقدین یحیٰی بن معین۔

راوی کا مروی عنہ سے سماع شرط ہے اگرچہ ایک مرتبہ ہو اتصال کے لئے۔ صحیح یہ ہے کہ معاصرت ہی کافی ہے۔ جمہور کا موقف یہی ہے جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس کا افادہ فرمایا ہے۔ امام مسلم نے صحیح مسلم کے مقدمہ میں اس مذہب کے رد پر طویل بحث کی ہے۔ امام بخاری کے شاگرد امام ترمذی نے بھی امام بخاری کی تائید نہیں کی اور اس حدیث کے صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے۔ یونہی امام بخاری کے استاذ امام الناقدین یحیٰی بن معین نے اسکی صحت کا حکم لگایا ہے۔

اقول علا انہ لو سلم فقصواہ الانقطاع ولیس بقادح عندنا وعند سائر قابلی المراسیل وھم الجمھور ثم علیک من دندنۃ ابن حزم ان الجدلی لایعتمد علی روایتہ فان الرجل فی الجرح والوقیعۃ کالاعمیین السیل الھجوم والبعیر الصئول حتی عند الترمذی من المجاھیل والجدلی فقد وثقہ الامامان المرجوع الیھما احمد بن

میں کہتا ہوں اگر امام بخاری کی بات تسلیم بھی کرلی جائے تو اس سے زیادہ سے زیادہ انقطاع لازم آتا ہے اور وہ ہمارے نزدیک اور مراسیل کو قبول کرنیوالے دیگر حضرات جو کہ جمہور ہیں کے نزدیک قادح نہیں ہے پھر تم پر ابن حزم کی گنگناہٹ کا سُننا لازم ہے کہ جدلی کی روایت پر اعتماد نہیں کیا جاتا، کیونکہ آدمی جرح وتصادم میں دو اندھوں کی مثل ہوتا ہے یعنی بڑھتا ہوا سیلاب اور حملہ کرنیوالا مست اونٹ۔ یہاں تک کہ ترمذی کے ہاں مجاہیل میں سے ہے، اور جدلی کی توثیق ان دو اماموں نے کی ہے

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] نصب الرایۃ کتاب الطہارۃ باب المسح علی الخفین المکتبۃ النوریۃ رضویہ پبلشنگ لاہور ۱/۲۳۲تا۲۳۵

فراجعه ان شئت۔ ان کی پیروی کی ہے۔ (ت)

اقول یہ حدیث صحیح حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تفویض واختیار میں نص صریح ہے ورنہ یہ کہنا اور کہنا بھی کیسا مؤکد بقسم کہ واللہ سائل مانگے جاتا تو حضور پانچ دن کر دیتے اصلاً گنجائش نہ رکھتا تھا کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) اور یہاں جزم خصوص بے جزم عموم نہ ہوگا کہ اس خاص کی نسبت کوئی خبر خاص تخییر ارشاد نہ ہُوئی تھی تو جزم کا منشا وہی کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو معلوم تھا کہ احکام سپرد اختیار حضور سید الانام ہیں علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلٰوۃ والسلام۔

حدیث ۴۷ ۱۵: مالک واحمد و بخاری و مسلم و نسائی و ابن ماجہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لولا ان اشق علٰی امتی لامرتھم بالسواک عند کل اگر مشقتِ امت کا خیال نہ ہوتا تو میں ان پر فرض فرما دیتا کہ ہر نماز کے وقت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

حنبل وابن معین فماھو ابن حزم والثش ابن حزم بعد ھٰذین وھو متفرد فیہ لم یسبقہ احد بھٰذا القول الاترٰی ان البخاری انما اعلہ اذا علہ بانہ لم یعرف سماع الجدلی لابانھا روایۃ الجدلی وقد صححہ الترمذی وقال فی التقریب[1] ثقۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ۔

جن کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، اور وہ امام احمد بن حنبل اور یحیٰی بن معین ہیں۔ ان دو اماموں کے مقابلہ میں ابن حزم وابن حزم کیا شَے ہے درانحالیکہ وہ اس میں تنہا ہے۔ اس سے پہلے کسی نے یہ قول نہیں کیا۔ کیا تُو دیکھتا نہیں کہ امام بخاری نے اس کو اس وجہ سے معلل قرار دیا کہ جدلی کا سماع معروف نہیں، نہ اس وجہ سے کہ یہ جدلی کی روایت ہے۔ امام ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا اور تقریب میں کہا کہ وہ ثقہ ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

---

[1] تقریب التہذیب ترجمہ ابی عبداللہ الجدلی ۸۲۴۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۴۲۸

صلوۃ۔[1] مسواک کریں۔

علماء فرماتے ہیں یہ حدیث متواتر ہے قالہ فی التیسیر وغیرہ (تیسیر[2] وغیرہ میں اسے بیان کیا گیا۔ ت)۔ احمد و نسائی نے انھیں سے بسندِ صحیح یوں روایت کی سیّدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لولا ان اشق علی امتی لامرتھم عند کل صلوۃ بوضوء او مع کل وضوء بسواک[3]۔ امت پر دشواری کا لحاظ نہ ہو تو میں اُن پر فرض کردوں کہ ہر نماز کے وقت وضو کریں اور ہر وضو کے ساتھ مسواک کریں۔

اقول امر دو قسم ہے حتمی جس کا حاصل ایجاب اور اس کی مخالفت معصیت،

وذٰلک قولہ تعالٰی فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ[4]۔ اور وہ اللہ تعالٰی کا ارشاد کہ اللہ تعالٰی کے امر کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے۔ (ت)

دوسرا ندبی جس کا حاصل ترغیب اور اس کے ترک میں وسعت،

وذٰلک قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُمرت بالسواک حتی خشیت ان یکتب علیّ احمد[5] عن واثلۃ بن اور وہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کہ مجھے مسواک کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں مجھ پر فرض نہ ہوجائے۔ اس کو امام احمد

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجمعۃ باب السواک یوم الجمعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۲ و ۲۵۹
صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب السواک قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۸
سنن النسائی " الرخصۃ فی السواک نور محمد کارخانہ تجارت کتب " ۱/۶
سنن ابن ماجۃ ابواب الطہارۃ باب السواک ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۵
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۴۵، ۲۵۰، ۲۵۹، ۲۸۷، ۳۹۹، ۴۰۰
مؤطا امام مالک کتاب الطہارۃ ماجاء فی السواک میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۵۰

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث لولا ان اشق علی امتی الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/۳۱۴

[3] سنن النسائی کتاب الطہارۃ الرخصۃ فی السواک نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۶
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۵۹

[4] القرآن الکریم ۲۴/۶۳

[5] مسند احمد بن حنبل حدیث واثلہ بن الاسقع المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۹۰

الاسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔ — نے واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ت)

امرندبی تو یہاں قطعاً حاصل ہے توضرور نفی حتمی کی ہے، امر حتمی بھی دو قسم ہے ظنی جس کا مفاد وجوب اور قطعی جس کا مقتضٰی فرضیت، ظنیت خواہ من جھۃ الرویۃ یا من جھۃ الدلالۃ ہمارے حق میں ہوتی ہے حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علوم سب قطعی یقینی ہیں جن کے سراپردہ عزت کے گرد ظنوں کو اصلاً بار نہیں تو قسم واجب اصطلاحی حضور کے حق میں متحقق نہیں وہاں یا فرض ہے یا مندوب، نص علیہ الامام المحقق حیث اطلق فی الفتح (اس پر محقق امام علیہ الرحمہ نے فتح میں نص فرمائی ہے۔ ت)

اب واضح ہوگیا کہ ان ارشاداتِ کریمہ کے قطعاً یہی معنی ہیں کہ میں چاہتا تو اپنی امت پر ہر نماز کے لئے تازہ وضو اور ہر وضو کے وقت مسواک کرنا فرض فرمادیتا مگر اُن کی مشقت کے لحاظ سے میں نے فرض نہ کئے۔ اور اختیارِ احکام کے کیا معنی ہیں۔ وللہ الحمد۔

حدیث ۱۴۸: مالک وشافعی وبیہقی اُن سے اور طبرانی اوسط میں امیرالمومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بسندِ حسن راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک مع کل وضوء[1] — مشقتِ اُمت کا پاس ہے ورنہ میں ہر وضو کے ساتھ مسواک اُن پر فرض کردوں۔

حدیث ۱۴۹: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ مسواک کرو مسواک منہ کو پاکیزہ اور رب عزوجل کو راضی کرتی ہے، جبریل جب میرے پاس حاضر ہوئے مجھے مسواک کی وصیت کی

حتّٰی لقد خشیت ان یفرضہ علی وعلٰی اُمتی ولولا انی اخاف ان اشق علی امتی لفرضتہ علیھم۔ — یہاں تک کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ جبریل مجھ پر اور میری اُمت پر فرض کردیں گے اور اگر مشقتِ امت کا خوف نہ ہوتا تو اُن پر فرض کردیں گے۔

---

[1] موطا الامام مالک کتاب الطہارۃ ماجاء فی السواک میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۵۰
السنن الکبرٰی " باب الدلیل علی ان السواک سنۃ دارصادر بیروت ۱/ ۳۵
کنزالعمال بحوالہ مالک والشافعی حدیث ۲۶۱۹۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۳۱۵
المعجم الاوسط حدیث ۱۲۶۰ مکتبۃ المعارف ریاض ۲/ ۱۳۸

ابن ماجۃ[1] عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (ابن ماجہ نے ابی امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

یہاں جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی طرف بھی فرض کردینے کی اسناد ہے۔

حدیث ۱۵۰: طبرانی و بزار و دارقطنی و حاکم حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لولا ان اشق علٰی امتی لفرضت علیہم السواک عند کل صلٰوۃ[2] (زاد غیر الدارقطنی) کما فرضت علیہم الوضوء[3]۔

مشقت اُمت کا لحاظ نہ ہوتو میں ہر نماز کے وقت مسواک اُن پر فرض کردوں جس طرح میں نے وضو اُن پر فرض کردیا ہے۔

۴۹، ۵۰ یہاں وضو کو بھی فرمایا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی امت پر فرض کردیا۔

حدیث ۱۵۱ و ۱۵۲: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لولا ان اشق علٰی امتی لامرتھم بالسواک والطیب عند کل صلٰوۃ۔ ابو نعیم فی کتاب[4] السواک عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن وسعید بن منصور فی سننہ عن مکحول مرسلًا۔

مشقتِ امت کا خیال نہ ہوتو اپنی اُمت پر ہر نماز کے وقت مسواک کرنا اور خوشبو لگانا فرض کردوں۔ (ابو نعیم نے کتاب السواک میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسندِ حسن اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں مکحول سے مرسلًا روایت کیا۔ ت)

یہاں خوشبو کی فرضیت بھی زائد فرمادی۔

---

[1] سنن ابن ماجۃ ابواب الطہارۃ باب السواک ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۵
[2] کنز العمال بحوالہ قط عن ابن عباس حدیث ۲۶۱۰۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۳۱۲
[3] المستدرک للحاکم کتاب الطہارۃ لولا ان اشق علٰی امتی دارالفکر بیروت ۱/ ۱۴۶
البحر الزخار عن ابن عباس حدیث ۱۳۰۲ مکتبۃ العلوم والحکم مدینۃ المنورۃ ۴/ ۱۳۰
مجمع الزوائد بحوالہ العباس کتاب الطہارۃ باب فی السواک دارالکتاب بیروت ۱/ ۲۲۱
" کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی السواک " " " ۲/ ۹۷
[4] کنز العمال بحوالہ ص عن مکحول مرسلًا حدیث ۲۶۱۹۵ مؤسسۃ الرسالہ " ۹/ ۳۱۶

حدیث ۱۵۳ : کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

لولا ان اشق علٰی اُمتی لاَمرتھم ان یستاکوا بالاسحار۔ ابونعیم فی السواک[1] عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

مشقتِ اُمت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اُن پر فرض فرمادیتا کہ ہر سحر پہلے پہر اُٹھ کر مسواک کریں۔ (ابونعیم نے کتاب السواک میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۵۴ و ۱۵۵ : فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

لولا ان اشق علٰی امتی لاَمرتھم بالسّواک عند کلّ صلٰوۃ و لاَخرّتُ العشاء الٰی ثُلثِ اللّیل۔

مشقتِ اُمت کا خیال نہ ہو تو میں ہر نماز کے وقت ان پر مسواک فرض کردوں اور نمازِ عشاء کو تہائی رات تک ہٹادوں۔

احمد[2] والترمذی والضّیاء عن زید بن خالد الجھنی رضی اللہ تعالٰی عنہ بسندٍ صحیحٍ والبزار عن امیرالمؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ وروی عن زید احمد وابوداؤد والنسائی کحدیث ابی ھریرۃ الاول بالاقتصار علی السطر الاول والحاکم والبیھقی بسندٍ صحیحٍ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ کحدیث زیدٍ ھذا وفیہ لفرضت علیھم السواک مع الوضوء ولاَخرت صلٰوۃ العشاء الاٰخرۃ الٰی نصف اللیل[3] یعنی میں وضو میں مسواک کرنا فرض کردیتا اور نمازِ عشاء آدھی رات تک ہٹادیتا۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابی نعیم فی کتاب السواک حدیث ۲۶۱۹۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۳۱۶
الدرالمنثور " " تحت الآیۃ ۲/۱۲۴ داراحیاء التراث العربی " ۱/۲۵۲
[2] مسند احمد بن حنبل عن زید بن خالد رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی " ۴/۱۱۴
سُنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ما جاء فی السواک حدیث ۲۳ دارالفکر " ۱/۱۰۰
کنز العمال بحوالہ حم، ت والضیاء حدیث ۲۶۱۹۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۳۱۵
البحر الزخار عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۴۷۸ مکتبۃ العلوم والحکم مدینۃ المنورۃ ۲/۱۲۱
مسند احمد بن حنبل عن زید بن خالد المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۱۶
سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب السواک آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۷
[3] المستدرک للحاکم " فضیلۃ السواک دارالفکر بیروت ۱/۱۴۶
السنن الکبرٰی " باب الدلیل علی ان السواک السنۃ الخ دارصادر " ۱/۳۶
کنز العمال بحوالہ ک وحق عن ابی ہریرۃ حدیث ۲۶۱۹۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۳۱۶

وللنسائی عن ابی ھریرۃ بلفظ لامرتھم تاخیر العشاء بالسواک عند کل صلوۃ۔[1]

نسائی نے ابوہریرہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا: میں اُن پر فرض کردیتا کہ عشاء دیر کرکے پڑھیں اور نماز کے وقت مسواک کریں۔

حدیث ۱۵۶: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لولا ان اشق علٰی امتی لامرتھم ان یصلوھا ھٰکذا یعنی العشاء نصف اللیل۔ احمد[2] والبخاری ومسلم والنسائی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

امت پر مشقت نہ ہوتی تو میں ان پر فرض کردیتا کہ عشاء آدھی رات کو پڑھیں۔ (احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۵۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لولا ضعف الضعیف وسقم السقیم لامرتُ بھٰذہ الصلوۃ ان تؤخر الٰی شطر اللیل۔ النسائی[3] عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی ومرت روایۃ احمد وابی داؤد وابن ماجۃ وابی حاتم بلا لفظ الامر۔

اگر ناتواں اور بیماروں کا لحاظ نہ ہوتا تو میں فرض کردیتا کہ یہ نماز آدھی رات تک مؤخر کریں (اس کو نسائی نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ احمد، ابوداود، ابن ماجہ اور ابوحاتم کی روایت گزر چکی ہے جو لفظ امر کے بغیر ہے۔ (ت)

حدیث ۱۵۸: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لولا ان اشق علٰی اُمتی

مشقتِ امت کا اندیشہ نہ ہو تو میں اُن پر

---

[1] سنن النسائی کتاب المواقیت باب مایستحب من تاخیر العشاء نور محمد کارخانہ کراچی ۱/ ۹۲ و ۹۳

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۶۶
صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلوۃ باب النوم قبل العشاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۸۱
صحیح مسلم کتاب المساجد باب وقت العشاء وتاخیرھا " " " " ۱/ ۲۲۹
سنن النسائی کتاب المواقیت باب یستحب من تاخیر العشاء نور محمد کارخانہ کراچی ۱/ ۹۲

[3] " " " " " " " " " " " ۱/ ۹۳

لَاَمَرْتُھُمْ اَنْ یُّؤَخِّرُوا العِشَاءَ اِلٰی — فرض کردوں کہ عشاء میں تہائی

عن سبب ھٰذا انّہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخر ذات لیلۃ صلوٰۃ العشاء حتی ابھار اللیل او ذھب عامۃ اللیل و نام النساء والصبیان فجاء فصلی و ذکرہ کما ورد مبینا فی احادیث ابن عباس و ابی سعید و ابن عمر و انس وغیرھم رضی اللہ تعالٰی عنھم، وسبب حدیث السواک اتیان ناس عندہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قلحا فقال استاکوا استاکوا لا تاتونی قلحا لولا ان اشق علٰی امتی لفرضت علیھم السواک عند کل صلوٰۃ کما بیّنہ الدارقطنی[1] من حدیث العباس رضی اللہ تعالٰی عنہ فھما حدیثان ربما افرزھما ابوھریرۃ و ربما جمع وکذٰلک غیرہ رضی اللہ تعالٰی عنھم وان اتفق ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھو الذی قال مرۃ ھٰکذا او اخرٰی ھٰکذا و

اس کا سبب یہ ہے کہ ایک رات نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عشاء کی نماز مؤخر فرما دی یہاں تک کہ آدھی رات یا زیادہ گزر گئی۔ عورتیں اور بچے سوگئے تو آپ تشریف لائے اور نماز پڑھائی، جیسا کہ ابن عباس، ابوسعید، ابن عمر اور انس وغیرہ کی احادیث میں واضح طور پر وارد ہوا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ حدیث سواک کا سبب یہ ہے کہ لوگ میلے کچیلے دانتوں کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا مسواک کیا کرو اور میرے پاس میلے کچیلے دانتوں کے ساتھ مت آیا کرو، اگر مجھے امت کی مشقت کا لحاظ نہ ہوتا تو میں ان پر ہر نماز کے وقت فرض کر دیتا۔ جیسا کہ اس کو دارقطنی نے بحوالہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کیا ہے۔ ان دونوں حدیثوں کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کبھی الگ الگ بیان فرمایا ہے اور کبھی دونوں کو جمع کیا ہے، یونہی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے غیر نے کیا ہے، اگرچہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اس طرح بیان فرمایا ہے اور کبھی اُس طرح اور کبھی

(باقی برصفحۂ آئندہ)

[1] کنز العمال بحوالہ قط عن ابن عباس حدیث ۲۶۱۷۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۳۱۲

ثلث اللیل او نصفه ۔ احمد[1] والترمذی وصححہ وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ومرّت اُخرٰی لابن ماجۃ کاحمد وابی داؤد ومحمد بن نصر خالیۃ عن الامر۔

یا آدھی رات تک تاخیر کریں (اس کو امام احمد وترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا۔ اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ اور دوسری روایت ابن ماجہ کی احمد وابوداؤد ومحمد بن نصر کی طرح گزرچکی ہے جو امر سے خالی ہے۔ (ت)

حدیث ۱۵۹: صحیح بخاری میں زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک آیت سورہ احزاب کی نسبت ہے:

وجدتہا مع خزیمۃ الذی جعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شہادتہ بشہادتین۔[2]

وہ میں نے لکھی ہوئی خزیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس پائی جن کی گواہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو گواہوں کے برابر فرمائی۔

حدیث ۱۶۰: کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یمن پر صوبیدار بناکر بھیجتے وقت اُن سے ارشاد فرمایا:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تارۃ جمع فالتعدد اظہر واکثر واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ دامت فیوضہ۔

دونوں کو جمع فرمایا۔ چنانچہ تعدد اظہر واکثر ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۴۳ و ۵۰۹
سنن الترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی تاخیر صلوٰۃ العشاء الخ حدیث ۱۶۷ دار الفکر بیروت ۱/ ۲۱۴
سنن ابن ماجۃ کتاب الصلوٰۃ باب وقت صلوٰۃ العشاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵
کنز العمال عن ابی ہریرۃ حدیث ۱۹۴۶۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/ ۳۹۵

[2] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب قول اللہ تعالٰی من المؤمنین رجال الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۹۴
" کتاب التفسیر سورۃ احزاب " " " ۲/ ۷۰۵

قد عرفت بلاءك فی الدین والذی قد ركبك من الدین وقد طیبت لك الهدیة فان اهدی لك شئ فاقبل۔ سیف فی کتاب[1] الفتوح عن عبید بن صخر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

مجھے معلوم ہے جو تمھاری آزمائشیں دین متین میں ہوچکیں اور جو کچھ دیون تم پر ہوگئے ہیں ربیت کے تحفے میں نے تمھارے لئے حلال طیب کردئے جو تمھیں کچھ تحفہ دے لے لو (سیف نے کتاب الفتوح نے عبید بن صخر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۶۱ عــہ: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

قد عفوت عن الخیل والرقیق فھاتوا صدقۃ الرقۃ من کل اربعین درھما درھم۔ احمد[2] وابوداؤد والترمذی عن امیر المؤمنین المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ تو میں نے معاف کردی روپوں کی زکوٰۃ دو ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم (احمد اور ابوداؤد اور ترمذی نے امیر المؤمنین علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند صحیح روایت کیا۔ ت)

سواری کے گھوڑوں خدمت کے غلاموں میں زکوٰۃ جو واجب نہ ہوئی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "یہ میں نے معاف فرمادی ہے۔" ہاں کیوں نہ ہو کہ حکم ایک رؤف و رحیم کے ہاتھ میں ہے بحکم رب العالمین جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حدیث ۱۶۲: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے فرمایا:

ما تقولون فی الزنا، قالوا حرام حرمہ اللہ ورسولہ فھو حرام الی یوم القیٰمۃ۔

زنا کو کیسا سمجھتے ہو؟ عرض کی: حرام ہے اسے اللہ ورسول نے حرام کردیا تو وہ قیامت تک

عــہ یہاں تک اٹھاون حدیثیں تفویض امر کی مفیدات ومؤیدات مذکور ہوئیں آگے صرف اسنادات جلیلہ ہیں ۱۲۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب عن عبید بن صخر المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۱۱۵

[2] سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ السائمۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۲۱

سنن الترمذی " باب ماجاء فی زکوٰۃ الذھب الخ حدیث ۶۲۰ دار الفکر بیروت ۲/ ۱۲۳

مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۹۲

احمد[1] بسند صحیح والطبرانی فی الاوسط والکبیر عن المقداد بن الاسود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

حرام ہے۔ (احمد نے بسندِ صحیح اور طبرانی نے اوسط اور کبیر میں مقداد بن اسود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۶۳: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اِنّی اُحَرِّمُ علیکم حق الضعیفین الیتیم والمرأۃ۔ الحاکم[2] علٰی شرطِ مسلم و البیھقی فی الشعب واللفظ لہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں تم پر حرام کرتا ہوں دو کمزوروں کی حق تلفی، یتیم اور عورت۔ (حاکم شرطِ مسلم پر اور بیہقی نے بحوالہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ شعب الایمان میں اسکو روایت کیا ہے، اور لفظ بیہقی کے ہیں۔ ت)

حدیث ۱۶۴: صحیحین میں جابر بن عبداللہ تعالٰی عنہما سے ہے انھوں نے سالِ فتح میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

انّ اللہ ورسولہٗ حرّم بیع الخمر و المیتۃ والخنزیر والاصنام[3]۔

بیشک اللہ اور اس کے رسول نے حرام کردیا شراب اور مردار اور سُوَر اور بُتوں کا بیچنا۔

حدیث ۱۶۵: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لا تشرب مسکرًا فانّی حرّمت کل مُسْکِرٍ۔ النسائی[4] بسند حسن

نشہ کی کوئی چیز نہ پی کہ بیشک نشہ کی ہر شَے میں نے حرام کردی ہے۔ نسائی نے بسندِ حسن

عــہ **فائدہ:** ابوالشیخ ابن حبان نے کتاب الثواب میں روایت کی حدثنا ابن ابی عاصم ثنا عمر بن حفص الوصابی ثنا سعید بن موسٰی ثنا رباح بن زید عن معمر

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث مقداد بن اسود المکتب الاسلامی بیروت ۶/۸
المعجم الکبیر عن مقداد بن اسود حدیث ۶۰۵ المکتبۃ الفیصلیۃ " ۲۰/۲۵۶

[2] المستدرک للحاکم کتاب الایمان انی احرج علیکم حق الضعیفین دار الفکر بیروت ۱/۶۳
کنز العمال بحوالہ ک، ھب عن ابی ہریرۃ حدیث ۶۰۰۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۳/۱۷۱

[3] صحیح البخاری کتاب البیوع باب بیع المیتۃ والاصنام قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۹۸
صحیح مسلم باب تحریم الخمر والمیتۃ الخ " ۲/۲۳

[4] سنن النسائی کتاب الاشربۃ تفسیر نور محمد کارخانہ کراچی ۲/۳۲۵

عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ ابی موسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔(ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

عن الزھری عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انی فرضت علٰی اُمتی قرأۃ یٰسٓ کل لیلۃ فمن داوم علٰی قرأتھا کل لیلۃ ثم مات مات شھیدا[1] یعنی اس سند سے آیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنی اُمت پر یٰسٓ شریف کی ہر رات تلاوت فرض کی جو ہمیشہ ہر شب اسے پڑھے پھر مرے شہید مرے۔

اقول وسعید وان اتھم فالمحقق عند المحققین ان الوضع لایثبت بمجرد تفرد کذّاب فضلاً عن متھم مالم ینضم الیہ شیئ من القرائن الحاکمۃ بہ کمخالفۃ نصٍ او اجماعٍ قطعیین او الحس او اقرار الواضع بوضعہ الٰی غیر ذٰلک کما نص علیہ السخاوی فی فتح المغیث واثبتنا علیہ عرش التحقیق فی "مُنیر العین فی حکم تقبیل الابھامین"ف[1] واجمع العلماء ان الضعیف غیر الموضوع یُعمل بہ فی الفضائل وقد بیّناہ فی "الھاد الکاف فی حکم الضعاف"۔

میں کہتا ہوں سعید اگرچہ متہم ہے مگر محققین کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ بیشک وضع حدیث محض ایک کذاب کے تفرد سے ثابت نہیں ہوتا چہ جائیکہ متہم سے ثابت ہو جب تک اس کے ساتھ قرائن وضع منضم نہ ہوں، جیسے نص قطعی کی مخالفت اور اجماع قطعی کی مخالفت اور حس کی مخالفت اور خود واضع کا اقرار وغیرہ، جیساکہ امام سخاوی نے فتح المغیث میں اس پر نص فرمائی ہے اور ہم نے "منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین" میں اس کی تحقیق کو حدِ کمال تک پہنچایا ہے۔ اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ جو حدیث ضعیف موضوع نہ ہو وہ فضائل میں قابلِ عمل ہے اور ہم نے اس کو "الھاد الکاف فی حکم الضعاف" میں بیان کیا ہے۔(ت) (باقی برصفحہ آئندہ)

ف[1]: رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین" فتاوٰی رضویہ جلد پنجم مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور کے صفحہ ۴۲۹ پر مرقوم ہے۔

ف[2]: اعلٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین" میں افادہ شانزدہم[16] سے افادہ بست وسوم[23] تک آٹھ افادات کا نام "الھاد الکاف فی حکم الضعاف"[13] رکھا ہے۔ ملاحظہ ہو فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور جلد پنجم صفحہ ۴۷۷ تا ۵۳۷۔

[1] تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ بحوالہ ابی الشیخ فی الثواب حدیث ۳۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۹۷

حدیث ۱۶۶: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

سُن لو مجھے قرآن کے ساتھ اس کا مثل ملا یعنی حدیث دیکھو کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر بیٹھا یہ نہ کہے کہ یہی قرآن لئے رہو جو اس میں حلال ہے اُسے حلال جانو جو اس میں حرام ہے اُسے حرام مانو،

وان ماحرّم رسول اللہ مثل ما حرّم اللہ۔ احمد والدارمی وابو داؤد والترمذی وابن ماجۃ عن المقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ بسندٍ حسنٍ۔

جو کچھ اللہ کے رسول نے حرام کیا وہ بھی اسی کی مثل ہے جسے اللہ عزوجل نے حرام کیا' جل جلالہٗ وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم (احمد اور دارمی اور ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بسندِ حسن روایت کیا۔ت)

یہاں صراحۃً حرام کی دو قسمیں فرمائیں، ایک وہ جسے اللہ عزوجل نے حرام فرمایا اور دوسرا وہ جسے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حرام کیا۔ اور فرمادیا کہ وہ دونوں برابر ویکساں ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اس حدیث اور اس کی فرضیت کے متعلق فقیر کے پاس سوال آیا تھا جس کا جواب فتاوٰی فقیر العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویہ کے مجلد پنجم کتاب مسائل شتّٰی میں مذکور واللہ الھادی الٰی معالی الامور ۱۲ منہ۔

۱؎ سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی لزوم السنۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۷۶
۲؎ سنن الترمذی کتاب العلم حدیث ۲۶۷۲ دار الفکر بیروت ۴/۳۰۲
۳؎ سنن ابن ماجۃ باب تعظیم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳
۴؎ سنن الدارمی باب السنۃ قاضیۃ علٰی کتاب اللہ حدیث ۵۹۲ دار المحاسن للطباعۃ قاہرہ ۱/۱۱۶
۵؎ مسند احمد بن حنبل عن مقدام بن معدیکرب المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۳۱ و ۱۳۲

اقول مراد واللہ اعلم نفس حرمت میں برابری ہے تو اس ارشاد کے منافی نہیں کہ خدا کا فرض رسول کے فرض سے اشد واقوٰی ہے۔

حدیث ۱۶۷: جیش بن اویس نخعی رضی اللہ تعالٰی عنہ مع اپنے چند اہل قبیلہ کے باریاب خدمت اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہوئے قصیدہ عرض کیا ازاں جملہ یہ اشعار ہیں ؎

الا یا رسول اللہ انت مصدّق   فبورکت مھدیاً وبورکت ھادیاً

شرعت لنا دین الحنیفۃ بعد ما   عبدنا کامثال الحمیر طواغیاً

یارسول اللہ! حضور تصدیق لئے گئے ہیں حضور اللہ عزوجل سے ہدایت پانے میں بھی مبارک اور خلق کو ہدایت عطا فرمانے میں بھی مبارک حضور ہمارے لئے دین اسلام کے شارع ہوئے بعد اس کے کہ ہم گدھوں کی طرح بُتوں کو پُوج رہے تھے۔

منّدۃ[1] من طریق عمار بن عبد الجبار عن عبد اللہ بن المبارک عن الاوزاعی عن یحیٰی بن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث طویل۔

منّدہ نے عمار بن عبد الجبار کے طریق سے عبد اللہ بن مبارک سے انھوں نے اوزاعی سے انھوں نے یحیٰی بن ابی سلمہ سے انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا حدیث لمبی ہے۔ (ت)

یہاں صراحۃً تشریع کی نسبت حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف ہے کہ شریعتِ اسلامی حضور کی مقرر کی ہُوئی ہے ولہذا قدیم سے عرفِ علمائے کرام میں حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شارع کہتے ہیں۔ علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

قد اشتھر اطلاقہ علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لانہ شرع الدین والاحکام۔[2]

سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شارع کہنا مشہور ومعروف ہے اس لئے کہ حضور نے دین متین واحکام دین کی شریعت نکالی۔

اسی قدر پر بس کیجئے کہ اس میں سب کچھ آگیا ایک لفظ شارع تمام احکامِ تشریعیہ کو جامع ہُوا، مَیں نے یہاں وہ احادیث نقل نہ کیں جن میں حضور کی طرف امرونہی وقضا و

---

[1] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ بحوالہ ابن مندۃ ترجمہ ۱۲۵۱ جیش بن اویس دارالفکر بیروت ۱/ ۳۸۵

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الاول دارالمعرفۃ " ۳/ ۱۳۴

امثالہا کی اسناد ہے کہ،

امر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم — رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے امر فرمایا۔

قضٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ — رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا۔ (ت)

اتنی حدیثوں میں وارد جن کے جمع کو ایک مجلد کبیر بھی کافی نہ ہو، اور خود قرآن عظیم ہی نے جو ارشاد فرمایا:

وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔[1] — جو کچھ رسول تمھیں دے وہ لو اور جس سے منع فرمائے اس سے باز رہو،

کہ امر و نہی وقضا اوروں کی طرف بھی اسناد کرتے ہیں۔

قال اللہ تعالٰی:

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔[2] — حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ (ت)

مجھے تو یہ ثابت کرنا تھا کہ حضور اقدس کو احکام شرعیہ سے فقط آگاہی و واقفیت کی نسبت نہیں جس طرح وہ سرکشی طاغی آخر تقویۃ الایمان میں سید المرسلین صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر صریح افترا کرکے کہتا:

"انھوں نے فرمایا کہ سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہی ہے کہ اللہ کے احکام سے میں واقف ہوں اور لوگ غافل۔"[3]

مسلمانو! للہ انصاف، یہ اس کس ناکس نے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی کے فضائل جلیلہ وخصائص جمیلہ وکمالاتِ رفیعہ و درجات منیعہ جن میں زید و عمر کی کیا گنتی انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کا بھی حصہ نہیں سب یک لخت اڑا دئے سب لوگوں سے حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا امتیاز صرف دربارہ احکام رکھا اور وہ بھی اتنا کہ حضور

---

[1] القرآن الکریم ۵۹ / ۷

[2] " " ۴ / ۵۹

[3] تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴۶

واقف ہیں اور لوگ غافل، تو انبیاء سے تو کچھ امتیاز رہا ہی نہیں کہ وہ بھی واقف ہیں غافل نہیں اور امتیوں سے بھی امتیاز اتنی ہی دیر تک ہے کہ وہ غافل رہیں واقف ہوجائیں تو کچھ امتیاز نہیں کہ اب وقوف و غفلت کا تفاوت نہ رہا اور امتیاز اسی میں منحصر تھا اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مسلمانو! دیکھا یہ حاصل ہے اس شخص کے دین کا، یہ پچھلا کلمہ ہے محمد رسول اللہ پر اُس کے ایمان کا جس پر اس نے خاتمہ کیا، حالانکہ واللہ درباره احکام بھی صرف اتنا ہی امتیاز نہیں بلکہ حضور حاکم ہیں، صاحب فرمان ہیں، مالک افتراض ہیں، والیِ تحریم ہیں۔ سُن او سرکش! احکام سے اپنے نزدیک واقف تو تُو بھی ہے پھر تجھے کوئی مسلمان کہے گا کہ شریعت کے فرائض تیرے فرض کئے ہُوئے ہیں شرع کے محرمات تُو نے حرام کر دئے ہیں جن پر زکوٰۃ نہیں انہیں تُو نے معاف کر دیا ہے شریعت کا راستہ تیرا مقرر کیا ہے شرائع میں تیرے احکام بھی ہیں اور وہ احکام احکامِ خدا کے مثل مساوی ہیں مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سب باتیں کہی جاتی ہیں خود محمد رسول اللہ نے ارشاد فرمائی ہیں لہذا فقیر نے صرف اسی قسم احادیث پر اقتصار کیا اور بفضلہ تعالٰی اپنا نیزۂ خارا گزار و آہن گزار ان گستاخان چشم بند و دہن باز کے دل وجگر کے پار کر دیا وللہ الحمد۔ اللہ تعالٰی کی بے شمار رحمتیں علامہ شہاب خفاجی پر کہ نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں قصیدہ بردہ شریف کے اس شعر سے

نبیّنا الاٰمر الناھی فلا احدٌ ابرّ فی قولٍ لا منه ولا نعمٖ[1]

ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صاحبِ امر و نہی، تو ان سے زیادہ ہاں اور نہ کے فرمانے میں کوئی سچا نہیں۔

کی شرح میں فرماتے ہیں:

معنٰی نبیّنا الاٰمر الخ انه لاحاکم سواہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فھو حاکم غیر محکوم[2] الخ۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صاحبِ امر و نہی ہونے کے یہ معنٰی ہیں کہ حضور حاکم ہیں، حضور کے سوا عالم میں کوئی حاکم نہیں، نہ وہ کسی کے محکوم، صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ذکرہ فی فصل جُودہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم (اسکو صاحب نسیم نے فصل فی وجودہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر فرمایا ہے۔ ت)

---

[1] الکواکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ الفصل الثالث مرکز اہل سنت برکاتِ رضا گجرات الہند ص ۲۱

[2] نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فصل واما الجود والکرم مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۲/ ۳۵

الحمدُ للہ یہ تذییلِ جلیل اپنے باب میں فردِ کامل ہوئی احادیثِ تحریمِ مدینہ طیبہ بھی اسی باب سے تھیں کہ امام الوہابیہ کے اس خاص حکمِ شرک کے سبب جدا شمار میں رہیں اگر کوئی چاہے انھیں اور اس بیان تذییل کو ملا کر احکامِ تشریعیہ کے بارے میں سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اقتدار و اختیار کا ظاہر کرنے والا ایک مستقل رسالہ بنائے اور بنام "**منیۃ اللبیب ان التشریع بید الحبیب** ۱۳۱۱ھ" موسوم ٹھہرائے۔ و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سید المرسلین محمدٍ و اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین، اٰمین!

مسک الختام: اب فقیر غفرلہ المولی القدیر سات حدیثیں اس وصل مبارک میں اور ذکر کرے جن سے امام الوہابیہ کا سخت کور و کر ہونا شمس و امس کی طرح ظاہر ہو کہ جن احادیث سے جن باتوں کو شرک بتانا چاہا تھا خود وہی اور اُن کے نظائر صاف گواہ ہیں کہ وہ ہرگز شرک نہیں مگر بیچارے معذور کی داد نہ فریاد، ومن یضلل اللہ فما لہ من ھاد[1] (اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کا کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔ ت)

حدیث ۱۶۸: صحیح بخاری و مسند احمد و سنن ابی داؤد و ترمذی و ابن ماجہ رُبیّع بنت معوّذ بن عفراء رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میری شادی میں تشریف لائے چھوکریاں دف بجا کر میرے باپ چچا جو بدر میں شہید ہوئے تھے اُن کے اوصاف گاتی تھیں اس میں کوئی بولی ع

وفینا نبیٌّ یعلم ما فی غدٍ

ہم میں وہ نبی ہیں جنھیں آئندہ کا حال معلوم ہے

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

اس پر سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

دعی ھٰذا وقولی بالذی کنت تقولین[2]۔ — اسے رہنے دے اور جو کچھ پہلے کہہ رہی تھی وہی کہے جا۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۲۳

[2] صحیح البخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح والولیمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۷۳
سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الغناء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۱۸

(باقی برصفحہ آئندہ)

اقول وباللہ التوفیق امام الوہابیہ اس حدیث کو شرک فی العلم کی فصل میں لایا جسے کہا:

"اس فصل میں اُن آیتوں حدیثوں کا ذکر ہے جس سے اشراک فی العلم کی بُرائی ثابت ہوتی ہے۔" [1]

تو وہ اس حدیث سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف آئندہ بات جاننے کی اسناد مطلقاً شرک ہے اگرچہ بعطائے الٰہی جانے کہ اس نے صاف کہہ دیا:

"پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات اُن کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے ہر طرح شرک ہے۔" [2]

اور خود مصرع مذکور کا مطلب ہی یوں بتایا کہ:

"چھوکریاں گانے لگیں اور اس میں پیغمبرِ خدا کی تعریف یہ کہی ان کو اللہ نے ایسا مرتبہ دیا ہے کہ آئندہ کی باتیں جانتے ہیں۔" [3]

بایں ہمہ حدیث کو شرک فی العلم کی فصل میں لایا مگر جب حدیث میں حکمِ شرک کی بُو اصلاً نہ پائی تو خود ہی اپنے دعوے سے تنزل پر آیا اور صرف اتنا لکھنے پر بس کی:

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء کی جناب میں یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں، پیغمبرِ خدا نے اس قسم کا شعر اپنی تعریف کا انصار کی چھوکریوں کو گانے بھی نہ دیا چہ جائیکہ عاقل مرد اُس کو کہے یا سُن کر پسند کرے۔" [4]

اللہ اللہ، اللہ کے دیے سے بھی ایسا مرتبہ ماننا اس کے نزدیک شرک ہو تو شکایت نہیں کہ اُس کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

سنن الترمذی کتاب النکاح حدیث ۱۰۹۲ دارالفکر بیروت ۲/۳۴۷

سنن ابن ماجۃ ابواب النکاح باب الغناء والدف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸

مسند احمد بن حنبل حدیث الربیع بنت معوذ المکتب الاسلامی بیروت ۶/۳۵۹

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۸

[2] 〃 پہلا باب 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۷

[3] 〃 الفصل الثانی 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۸

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۸

دھرم میں اُس کا معبود خود ہی کسی کو آئندہ باتیں جاننے کا مرتبہ دینے پر قادر نہیں کیا اپنا شریک کسی کو بنا سکے گا یونہی یہ امر بھی اُسے مضر نہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو بعطائے الٰہی بھی اطلاع علی الغیب کا مرتبہ نہ ملنا صریح مخالفِ قرآن ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

وما کان اللّٰہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللّٰہ یجتبی من رسلہ من یشاء[1]

اللہ اس لئے نہیں کہ تمھیں غیب پر اطلاع کا منصب دے ہاں اپنے رسولوں سے چُن لیتا ہے جسے چاہے۔

وقال تعالٰی:

عٰلم الغیب فلا یظہر علٰی غیبہ احدًا الا من ارتضٰی من رسول[2]

غیب کا جاننے والا تو کسی کو اپنے غیب پر غالب و مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو۔

یہاں لایُظہِرُ غیبہٗ علٰی احدٍ نہ فرمایا کہ اللہ تعالٰی اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں فرماتا کہ اظہارِ غیب تو اولیائے کرام قدست اسرارہم پر بھی ہوتا ہے اور بذریعہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہم پر بھی، بلکہ فرمایا: لایظہر علٰی غیبہ احدًا اپنے غیب خاص پر کسی کو ظاہر و غالب و مسلط نہیں فرمایا مگر رسولوں کو۔ ان دونوں مرتبوں میں کیسا فرق عظیم ہے اور یہ اعلٰی مرتبہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کو عطا ہونا قرآن عظیم سے کیسا ظاہر ہے مگر اُسے کیا مضر کہ جب اس کے نزدیک اللہ عزوجل کا کذب ممکن جیسا کہ اس کے رسالہ "یکروزی" سے ظاہر، اور فقیر کے رسالہ "سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح" (ف) میں اس کا رد ظاہر و باہر، تو قرآن کی مخالفت اس پر کیا مؤثر، واللہ المستعان علٰی کل غویٍّ فاجرٍ (ہر گمراہ فاجر کے خلاف اللہ تعالٰی ہی سے مدد مانگی جاتی ہے) اس سب سے گزر کر ہوشیار عیار سے اتنا پُوچھئے کہ بالفرض اگر حدیث سے ثابت ہے بھی تو صرف ممانعت کہ انبیاء کی جناب میں ایسا عقیدہ نہ رکھے وہ شرک کا جبروتی حکم جس کے لئے اس فصل اور ساری

ف: رسالہ "سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح" فتاوٰی رضویہ جلد ۱۵ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور کے صفحہ ۳۱۱ پر مرقوم ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۷۹

[2] " ۷۲/ ۲۶ و ۲۷

کتاب کی وضع ہے کہاں سے نکلا کیا اسی کو اتمامِ تقریب کہتے ہیں اور یہ اُس کا قدیم داب ہے کہ دعوٰی کہتے وقت آسمان سے بھی اُونچا اڑے گا اور دلیل لاتے وقت تحت الثرٰی میں جا چھپے گا اور پیچھا کیجیے تو وہاں سے بھی بھاگ جائے گا، ایسے ہی ناتمام اٹکل بازیوں سے عوام کو چھلا اور کاغذ کا چہرہ اپنے دل کی طرح سیاہ کیا۔

ثم اقول اور انصاف کی نگاہ سے دیکھئے تو بحمد اللہ تعالٰی حدیث نے شرک کا تسمہ بھی لگا نہ رکھا، او شرک پسند، او شرک کی حقیقت وشناخت سے غافل! کیا شرک کوئی ایسی ہلکی چیز ہے کہ اللہ کا رسول اور رسولوں کا سردار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی مجلس میں اپنے حضور اپنی امت کو شرک بکتے کفر بولتے سُنے اور یُونہی سہل دو حرفوں میں گزار دے کہ اسے رہنے دو وہی پہلی بات کہے جاؤ۔ اب یاد کرو حدیث ابی داؤد ویحك انہ لایستشفع باللہ علٰی احد[1] (تجھ پر افسوس ہے مخلوق میں سے کسی کے پاس اللہ تعالٰی سے سفارش نہیں کرائی جاتی) کے متعلق اپنی بدلگامی کی تقریر کہ:

"عرب میں قحط پڑا تھا ایک گنوار نے آکر پیغمبر کے رُوبرو اس کی سختی بیان کی اور دعا طلب کی اور کہا تمھاری سفارش ہم اللہ کے پاس چاہتے ہیں اور اللہ کی تمھارے پاس، یہ بات سُن کر پیغمبر خدا بہت خوف اور دہشت میں آگئے اور اللہ کی بڑائی ان کے مُنہ سے نکلنے لگی اور ساری مجلس کے چہرے اللہ کی عظمت سے متغیر ہوگئے پھر اس کو سمجھایا کہ اللہ کی شان بہت بڑی ہے سب انبیاء و اولیاء اس کے رُوبرو ذرّہ ناچیز سے کمتر ہیں وہ کس کے روبرو سفارش کرے[2]۔"

سبحان اللہ! اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی اُس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے مُنہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہوگئے اور عرش سے فرش تک جو اللہ کی عظمت بھری ہوئی ہے بیان کرنے لگے۔

اقول انبیاء و اولیاء کو ذرّہ ناچیز سے کمتر کہنے کی نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا کہ حضور نے اسے یوں سمجھایا یہ تیرا افترا ہے حدیث میں اس کا وجود نہیں، اور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو بے حواس کہنا یہ تیری بے دینی کا ادنٰی کرشمہ اور افترا پر افترا ہے حدیث میں اس کا

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی الجہمیۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۹۴

[2] تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۳۸

بھی نشان نہیں اور اللہ عزوجل کی عظمت اس کی صفتِ پاک اس کی ذاتِ اقدس سے قائم ہے مکان و محل سے منزہ ہے، کیا جانے تُو کس چیز کو خدا سمجھا ہے جس کی عظمت مکانوں میں بھری ہوتی ہے، خیر یہ تو تیرے بائیں ہاتھ کے کھیل ہیں ؎

تیر بر جاہ انبیا اندازہ　　طعن در حضرتِ الٰہی کن
بے ادب باش وانچہ دانی گو　　بیحیا باش وہرچہ خواہی کن[1]

(انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے مقام ومرتبہ پر تیراندازی کر اور بارگاہِ الٰہی میں طعن کر، بے ادب بن جا اور جو کچھ چاہتا ہے کہتا جا، بے حیا بن جا اور جو چاہتا ہے کرتا جا۔ ت)

مگر آنکھوں کی پٹی اُتروا کر ذرا یہ سوچ کہ جو بات عظمتِ شانِ الٰہی کے خلاف ہو اُسے سُن کر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا یہ برتاؤ ہوتا ہے حالانکہ سفارشی ٹھہرانے کو یہ بات کہ اس کا مرتبہ اُس سے کم ہے جس کے پاس اس کی سفارش لائی گئی ایسی صریح لازم نہیں جسے عام لوگ سمجھ لیں ولہذا وہ صحابی اعرابی رضی اللہ تعالٰی عنہ باآنکہ اہلِ زبان تھے اس نکتے سے غافل رہے تو کیا ممکن ہے کہ صریح شرک وکفر کے کلمے حضور سُنیں اور اصلاً کوئی اثرِ غضب وجلال چہرۂ اقدس پر نمایاں نہ ہو، نہ حضور دیر تک سبحان اللہ کہیں، نہ اہلِ مجلس کی حالت بدلے، نہ ان کے کہنے والیوں پر کوئی مواخذہ ہو، ایک آسان سی بات پر قناعت فرمائیں کہ اسے رہنے دو، کیوں نہیں فرماتے کہ اری! تم کفر بک رہی ہو، اری! تقویۃ الایمان کے حکم سے تم مشرکہ ہوگئیں تمہارا دین جاتا رہا تم مرتد ہوئیں از سرِ نو ایمان لاؤ کلمہ پڑھو نکاح ہوگیا ہے تو تجدید نکاح کرو۔ غرض ایک حرف بھی ایسا نہ فرمایا جس سے شرک ہونا ثابت ہو، کہنے والیوں کو اپنا حال اور اہلِ مجلس کو اس لفظ کا حکم معلوم ہو حالانکہ وقتِ حاجت بیانِ حکم فرض ہے اور تاخیر اصلاً روا نہیں، تو خود اس حدیث سے صاف ظاہر ہُوا کہ نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی طرف اطلاع علی الغیب کی نسبت ہرگز شرک نہیں۔ رہا ممانعت فرمانا، وہ بھی یہ بتائے کہ انبیائے کرام وخود سیّد الانام علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کی جناب میں اس کا اعتقاد فی نفسہٖ باطل ہے، یہ منہ دھو رکھئے منع لفظ بطلانِ معنی ہی میں منحصر نہیں بلکہ اس کے لئے وجوہ ہیں اور عقل ونقل کا قاعدہ مسلّمہ ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال (جب احتمال آجائے تو استدلال باطل

---

[1]

ہوجاتا ہے۔ت) **اوّلاً** ممکن ہے کہ لہو ولعب کے وقت اپنی نعت اور وہ بھی زنانے گانے اور وہ بھی دف بجانے میں پسند نہ فرمائی، لہٰذا ارشاد ہوا، اسے رہنے دو اور وہی پہلے گیت گاؤ۔ ارشاد الساری، لمعات و مرقات وغیرہ میں اس احتمال کی تصریح ہے۔

ثانیاً اقول ممکن کہ مجلس عورتوں، کنیزوں، کم فہم لوگوں کی تھی اُن میں منع فرمایا کہ توہّم ذاتیت کا سدّباب ہو، شرع حکیم ہے اور امام الوہابیہ کی مت اوندھی جو محتمل ذو وجوہ بات جس میں بُرے پہلو کی طرف لے جانے کا احتمال ہو چھوکریوں کو منع کی جائے دانشمند مردوں کے لئے اس کی ممانعت بدرجۂ اولٰی جانتا ہے حالانکہ معاملہ صاف الٹا ہے ایسی بات سے کم علموں کم فہموں کو روکتے ہیں کہ غلط نہ سمجھ بیٹھیں، عاقلوں دانشمندوں کو منع کیا ضرور کہ ان سے اندیشہ نہیں۔ صحیح مسلم و مسند احمد وسنن ابی داؤد وسنن نسائی میں عدی بن حاتم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے ایک شخص نے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے خطبہ پڑھا اور اس میں یہ لفظ کہے:

ومن یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصہما فقد غوٰی۔

جس نے اللہ و رسول کی اطاعت کی اس نے راہ پائی اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوا۔

سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

بئس الخطیب انت، قل ومن یعص اللہ و رسولہ فقد غوٰی[1]

کیا بُرا خطیب ہے تُو، یوں کہہ کہ جس نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوا۔

ابوداؤد کی روایت میں ہے:

قال قم او قال اذھب فبئس الخطیب انت[2]

سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، اٹھ، یا فرمایا: چلا جا کہ تُو بُرا خطیب ہے۔

امام قاضی عیاض وغیرہ ایک جماعتِ علماء کا ارشاد ہے:

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجمعۃ فصل فی ایجاز الخطبۃ واطالۃ الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۸۶
سنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الطہارۃ ۱/ ۸۶ و کتاب الجمعۃ ۳/ ۲۱۶ دار صادر بیروت
مسند احمد بن حنبل حدیث عدی بن حاتم المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۵۶

[2] سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الرجل یخطب علی قوس آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۵۶

انما انکر علیہ تشریکہ فی الضمیر المقتضی للتسویہ وامرہ بالعطف تعظیما للہ

یعنی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس خطیب کا اللہ و رسول کو ایک ضمیر تثنیہ میں جمع کرنا

ع اقول هذا هو الصحیح علۃ و منافاتہ حدیث ابی داؤد الاٰتی مندفعۃ بما ذکر العبد الضعیف غفر اللہ تعالٰی لہ اما ما استصوب الامام الاجل النووی رحمہ اللہ تعالٰی فی المنہاج ان سبب النہی ان الخطب شانہا البسط والایضاح واجتناب الاشارات والرموز ومثل ہذا الضمیر قد تکرر فی الاحادیث الصحیحۃ من کلام رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما وانما ثنی الضمیر ھھنا لانہ لیس خطبۃ وعظ وانما ھو تعلیم حکم فکلما قل لفظہ کان اقرب الی حفظہ بخلاف خطبۃ الوعظ فانہ لیس المراد حفظہا وانما یراد الاتعاظ بہا[1] اھ فاقول انما حداہ رحمہ اللہ

اقول (میں کہتا ہوں) یہی علت درست ہے، اور اس کی منافات حدیث ابوداؤد کے ساتھ جو کہ عنقریب آرہی ہے، عبد ضعیف (اللہ تعالٰی اس کی مغفرت فرمائے) کے بیان مذکور کے ساتھ مندفع ہے۔ امام اجل نووی علیہ الرحمہ نے منہاج میں جو خیال ظاہر فرمایا ہے کہ نہی کا سبب یہ ہے کہ خطبات کی شان یہ ہے کہ ان میں تفصیل و توضیح سے کام لیا جائے اور اشارات و رموز سے اجتناب کیا جائے، حالانکہ اس قسم کی ضمیر کا استعمال کلام رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں متعدد احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے "اللہ و رسول کی محبت اُس کے دل میں ان دونوں کے ماسوا سے زیادہ ہو"۔ یہاں ضمیر تثنیہ اس لئے آپ نے استعمال فرمائی کہ یہ خطبہ وعظ نہیں بلکہ حکم شرعی کی تعلیم ہے، چنانچہ لفظوں کی قلت انھیں حفظ کرنے کے زیادہ قریب ہے بخلاف خطبہ کے کہ اس میں حفظِ الفاظ مقصود نہیں ہوتا بلکہ ان سے نصیحت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے اھ۔

فاقول (تو میں کہتا ہوں) امام نووی علیہ الرحمہ کو

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الجمعۃ فصل فی ایجاز الخطبۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۸۶

تعالٰی بتقدیمہ اسمہ[1] کہ جس نے ان دونوں کی نافرمانی کو پسند نہ فرمایا کہ اس میں برابری کا وہم نہ ہوجائے اور حکم دیا کہ یوں کہے کہ جس نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی جس میں اللہ عزوجل کا نام اقدس نامِ پاک رسول سے تعظیماً مقدم رہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تعالٰی علٰی ھذا التکلف السعید ما رأی من التنافی بین نھیہ الخطیب وثبوتہ عن نفسہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد علمت ان لاتنافی ولیس من واجبات الخطبۃ ترک الاضمار لامن شریطۃ الایضاح وضع المظھر موضع المضمر وانما کان الاضمار یخل بالاظھار حیث یخشی الالتباس وھھنا لالبس فکیف یکون ھذا مقتضیا لان یواجھہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالذم ویقول لہ اذھب اوقم وقد کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یحب الایجاز فی الکلام بحیث لایخل بالافہام وکان یقول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان طول

اس تکلفِ سعید پر اس بات نے برانگیختہ کیا ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خطیب کو ضمیر تثنیہ کے استعمال سے منع کرنے اور خود اس کو استعمال فرمانے میں منافات سمجھی، حالانکہ تُو جان چکا ہے کہ کوئی منافات نہیں۔ اور ضمائر کو ترک کرنا خطبہ کے واجبات میں سے نہیں اور نہ ہی ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کو رکھنا شرطِ توضیح ہے۔ ضمیر کو استعمال کرنا وہاں مخلِ اظہار ہوتا ہے جہاں التباس کا ڈر ہو جبکہ یہاں ایسا نہیں ہے۔ پھر یہ بات اس امر کی مقتضی کیسے ہُوئی کہ نبی کریم صلے اللہ تعالٰی اُس خطیب کی مذمت فرمائیں اور حکم دیں کہ یہاں سے چلا جا یا اٹھ جا، حالانکہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کلام میں ایسے اختصار کو پسند فرماتے تھے جو مخلِ فہم نہ ہو۔ اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے تھے کہ مرد کا نماز کو لمبا کرنا

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] شرح صحیح مسلم للقاضی عیاض کتاب الجمعۃ حدیث ۸۷۰ دار الوفاء ۳/۲۷۵

[2] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم للنووی ؍؍ فصل فی ایجاز الخطبۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۸۶

حالانکہ حدیث شریف میں ہے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خطبے میں یوں فرمایا کرتے:

من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصہما فانہ لایضر الا نفسہ۔ ابوداؤد[1] عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

جس نے اللہ و رسول کی اطاعت کی وہ راہ یاب ہوا اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ (ابوداؤد نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

نیز ابنِ شہاب زہری نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خطبۂ جمعہ روایت کیا اس میں بعینہٖ وہی الفاظ ہیں کہ:

ومن یعصہما فقد غوٰی۔ رواہ[2] ایضاً عنہ مرسلاً۔

جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی گمراہ ہوا۔ (نیز اس کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرسلاً روایت کیا گیا۔ ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

صلٰوۃ الرجل وقصر خطبتہ مئنۃ من فقہہ فاطیلوا الصلٰوۃ واقصروا الخطبۃ وان من البیان لسحرا ثم ثبوت مثلہ عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الخطبۃ کما ستسمع من حدیثی ابی داؤد لایذر لہذا الوجہ وجہ قبول اصلاً فانما المحیص الٰی ماذکر العبد الضعیف والحمد للہ علی التوفیق ۱۲ منہ۔

اور خطبہ کو مختصر کرنا اس کی فقاہت کی دلیل ہے لہذا نماز لمبی اور خطبہ مختصر کیا کرو۔ اور بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔ پھر خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس جیسے کلام کا خطبہ میں ثبوت جیسا کہ ابوداؤد کی دو حدیثوں سے تو سُنے گا، اس وجہ کو قابلِ قبول نہیں رہنے دیتا۔ لہذا مخلص اُسی وجہ میں ہے جس کو عبدِ ضعیف (مصنّف علیہ الرحمہ) نے ذکر کیا ہے۔ اس سُوجھ بُوجھ کی عطا پر تمام تعریف اللہ تعالٰی کیلئے ہے۔ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ (ابواب الجمعۃ) باب الرجل یخطب علی قوس آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۵۷

[2] " " " " " " " " " " " "

حدیثِ آئندہ سے بتوفیق اللہ تعالٰی اس فقیر کی عمدہ تائید و تقریر ہوتی ہے فانتظر۔

ثالثاً وجہ ممانعت علم غیب کی اسناد مطلق بے ذکر تعلیم الٰہی عزوجل ہے۔ شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی نے لمعات میں اس طرف ایما فرمایا۔

اقول اور وہ بے شک وجیہ ہے جس طرح بغیر اللہ عزوجل کی مشیت کو ملائے یوں کہنا کہ "میں یوں کروں گا" مکروہ ہے۔ قال اللہ تعالٰی؛

ولا تقولن لشایئ انی فاعل ذٰلك غدًا الا ان یشاء اللہ[1] ہرگز نہ کہنا کسی چیز کو کہ میں کل ایسا کرنے والا ہوں مگر یہ کہ خدا چاہے۔

علم غیب بالذات اللہ عزوجل کے لئے خاص ہے کفار اپنے معبودانِ باطل وغیرہم کے لئے مانتے تھے لہذا مخلوق کو "عالم الغیب" کہنا مکروہ، اور یوں کوئی حرج نہیں کہ اللہ تعالٰی کے بتائے سے امورِ غیب پر انھیں اطلاع ہے یہ دوسرا احتمال ہے کہ علماء نے اس حدیث میں ذکر فرمایا اس تقدیر پر بھی ممانعت ادب کلام کی طرف ناظر ہے نہ یہ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بتعلیم الٰہی غیب پر اطلاع کا عقیدہ ممنوع ہو شرک تو درکنار جو اس طاغی کا مقصود ہے ھٰکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق (تحقیق یونہی مناسب ہے اور اللہ تعالٰی توفیق دینے والا ہے۔ ت)

حدیث ۱۶۹: محمد بن اسحٰق تابعی ثقہ امام السیر والمغازی نے ابو وجزہ یزید بن عبید سعدی سے روایت کی، جب (غزوہ حنین میں) مشرکین بھاگ گئے مالک بن عوف (کہ اس لڑائی میں سردارِ کفارِ ہوازن تھے) بھاگ کر طائف میں پناہ گزیں ہوئے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، اگر وہ ایمان لاکر حاضر ہو تو ہم اس کے اہل و مال اُسے واپس دیں۔ یہ خبر مالک بن عوف کو پہنچی، خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے جبکہ حضور مقامِ جعرانہ سے نہضت فرماچکے تھے، سید اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن کے اہل و مال واپس دئے اور سَو اونٹ اپنے خزانہ کرم سے عطا کئے، فقال مالك بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنه یخاطب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من قصیدۃ (تو مالک بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اپنے قصیدہ سے مخاطب ہوئے۔ ت)؛ ؎

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۲۳

مَا اِنْ رَأَیْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِوَاحِدٍ ۔۔۔ فِی النَّاسِ کُلِّھِمْ کَمِثْلِ مُحَمَّدٍ
اَوْفٰی وَاَعْطٰی لِلْجَزِیْلِ لِمُجْتَدٍ ۔۔۔ وَمَتٰی تَشَاءُ یُخْبِرْکَ عَمَّا فِیْ غَدٍ

میں نے تمام جہان کے لوگوں میں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مثل نہ کوئی دیکھا نہ سنا، سب سے زیادہ وفا فرمانے والے اور سب سے فزوں تر سائلِ نفع کو کثیر عطا بخشنے والے اور جب تُو چاہے تجھے کل کی خبر بتادیں۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

سیّدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں ان کی قوم ہوازن اور قبائل ثمالہ وسلمہ وفہم پر سردار فرمایا[1]

حدیث ۱۷۰: معافی نے کتاب الجلیس والانیس میں بطریق حرمازی ابوعبیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، مالک بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ رئیسِ ہوازن اسلام لاکر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنا وہ قصیدہ نعتیہ سنایا (جس میں اسی مضمون کے شعر ذکر کئے) فَقَالَ لَہٗ خَیْرًا وَکَسَاہُ حُلَّۃً حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے حق میں کلمہ خیر فرمایا اور انھیں خلعت پہنایا۔ ذکرھما الحافظ فی الاصابۃ[2] (ان دونوں روایتوں کو حافظ نے اصابہ میں بیان کیا۔ ت)

اقول رضوانِ الٰہی کے بے شمار باران یارانِ مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر برسیں یوں نہ کہا کہ مَتٰی یَشَاءُ جب وہ چاہیں تجھے غیب کی خبر دے دیں۔ اس میں اُس صورت پر بھی صادق آسکنے کا احتمال رہتا، جب بتانے والے کو کوئی اختیار نہ دیا جائے بلکہ سال دو سال میں ایک آدھ بات پر اطلاع عطا ہو ایسا جاننے والا بھی توریہ وایہام کے طور پر کہہ سکتا ہے کہ جب چاہوں گا تمھیں غیب کی خبر دے دوں گا کہ وُہ اُس وقت چاہے گا جب اُسے اتفاق سے کوئی خبر ملے گی تو شرطیہ سچا ہے بلکہ یوں فرمایا کہ جب تُو چاہے وہ تجھے غیب کی خبر دے دیں گے، یہاں سائل مطلق مخاطب ہے کسے باشد نہ وہ معیّن نہ اس کے پُوچھنے کا وقت محدود نہ غدٍ معرفہ بلکہ نکرہ غیر مخصوص، تو حاصل یہ ٹھہرے گا کہ جو شخص چاہے جس وقت چاہے جس آئندہ بات کو چاہے

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ بحوالہ ابن اسحٰق ترجمہ ۷۶۷۲ مالک بن عوف دار الفکر بیروت ۵/ ۴۴ و ۴۵

[2] " " " " " " " الجلیس والانیس للمعافی ترجمہ ۷۶۷۲ " " " " " ۵/ ۴۵

حضور بتادیں گے، یہ اُسی کی شان ہوسکتی ہے جو بالفعل تمام آئندہ باتوں کو جانتا ہو یا اطلاع غیب اس کے ارادہ وخواہش پر کردی گئی ہو کہ جب چاہے معلوم کرلے ورنہ یہ اطلاق ہرگز صادق نہیں آسکتا' اسے ایک نظیر محسوس میں دیکھئے۔ زید فقیر ہے نہ پاس کچھ رکھتا ہے نہ بادشاہی خزانوں پر اس کا ہاتھ پہنچتا ہے مگر بادشاہ کبھی کبھی اُسے دوچار توڑے بخش دیتا ہے وہ شخص پہلو رکھ کر یہ کہے تو کہہ لے کہ میں جب چاہوں ایک توڑا خیرات کردوں کہ وہ آپ ہی اُسی وقت چاہے گا جب پائے گا مگر عام فقیروں کو اشتہار دے کہ تم جس وقت چاہو میں توڑا عطا کردوں تو ضرور غلط کہا اور دم بھر میں اس کا دروغ کھل سکتا ہے فقیر مانگیں اور نہ مال ہے نہ خزانے پر اختیار، تو کہاں سے دے گا، ہاں اگر بادشاہ نے بالفعل ایسے خزانے دے دئے کہ جب کوئی کچھ مانگے یہ دے اور کمی نہ ہو، یا بالفعل نہ سہی تو خزانوں پر اختیار ہی دیا ہو کہ جس وقت جو چاہے لے لے تو وہ بیشک ایسی بات کہہ سکتا ہے۔ اب یہ حدیثیں فرمارہی ہیں کہ صحابی یہ صفت کریم حضور کی نعتِ اقدس میں عرض کرتے ہیں اور حضور انکار نہیں فرماتے بلکہ خلعت وانعام بخشتے ہیں، تو صراحۃً یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالٰی نے اطلاعِ غیب حضور کے ارادہ واختیار پر رکھ دی ہے، اور واقعی انبیائے کرام علیہم الصلٰوۃ والسلام کی شان ایسی ہی ہے، امام حجۃ الاسلام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی فرماتے ہیں:

النبوۃ عبارۃ عمّا یختص بہ النبی ویفارق بہ غیرہ وھو یختص بانواع من الخواص، احدھا انہ یعرف حقائق الامور المتعلقۃ باللہ تعالٰی وصفاتہ وملئکتہ والدار الاٰخرۃ علماً مخالفاً لعلم غیرہ بکثرۃ المعلومات وزیادۃ الکشف والتحقیق، ثانیھا انّ لہ فی نفسہ صفۃ بھا تتم الافعال الخارقۃ للعادۃ کما انّ لنا صفۃ تتم بھا الحرکات المقرونۃ بارادتنا

یعنی نبوت وہ چیز ہے جو نبی کے ساتھ خاص ہے اور نبی اس کے سبب اوروں سے ممتاز ہے اور وہ کئی قسم کے خاصے ہیں جن سے نبی مختص ہوتا ہے، ایک[۱] یہ کہ جو امور اللہ عزوجل کی ذات وصفات اور ملائکہ وآخرت سے متعلق ہیں نبی ان کے حقائق کا ایسا علم رکھتا ہے کہ اوروں کے علم زیادتِ معلومات وفزونیِ تحقیق وانکشاف میں اُن سے نسبت نہیں رکھتے۔ دوم[۲] یہ کہ نبی کے لئے اس کی ذات میں ایک وصف ہوتا ہے جس سے افعال خلافِ عادت (جنھیں معجزہ کہتے ہیں) انصرام پاتے ہیں جس طرح ہمارے لئے ایک صفت ہے کہ اُس سے ہماری حرکاتِ ارادیہ

وھی القدرۃ، ثالثھا ان لہ صفۃ بھا یبصر الملئکۃ ویشاھدھم کما ان للبصیر صفۃ بھا یفارق الاعمٰی، رابعھا ان لہ صفۃ بھا یدرک ما سیکون فی الغیب۔ نقلہ عنہ العلامۃ الزرقانی فی صدر شرح المواھب۔

پوری ہوتی ہیں جسے قدرت کہتے ہیں۔ سوم یہ کہ نبی کے لئے ایک صفت ہوتی ہے جس سے وہ ملائکہ کو دیکھتا ہے جس طرح انکھیارے کے پاس ایک صفت ہوتی ہے جس کے باعث وہ اندھے سے ممتاز ہے۔ چہارم یہ کہ نبی کے لئے ایک صفت ہوتی ہے جس سے وہ آئندہ غیب کی باتیں جان لیتا ہے۔ (علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ نے شرح المواہب کے آغاز میں اسے امام غزالی علیہ الرحمۃ سے نقل کیا۔ت)

اقول مسلمانو! اس حدیث شریف اور ان امام باعظمت ان حکیم اُمت قدس سرہ المنیف کے ارشادِ لطیف کو امام الوہابیہ کے قول کثیف سے ملا کر دیکھو کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اہلِ حق و اہلِ باطل کے عقائد کا فرق ظاہر ہو، یہ فرماتے ہیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں رب عزوجل نے ایک صفت ایسی رکھی ہے جس سے وُہ خرقِ عادت کرتے ہیں جس طرح ہم اپنے ارادے سے چلتے پھرتے ہیں، حرکت کرتے ہیں، ایک صفت رکھی ہے جس سے وہ ملائکہ کو دیکھتے ہیں، ایک صفت دی ہے جس سے وہ غیب کی آئندہ باتیں جانتے ہیں ــــ یہ کہتا ہے: "ان کو کسی نوع کی قدرت نہیں، کسی کام میں نہ بالفعل اُن کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔ ایضاً کچھ اس بات میں بھی اُن کو بڑائی نہیں کہ اللہ صاحب نے غیب دانی ان کے اختیار میں دی ہو کہ جس آئندہ بات کو جب ارادہ کریں تو دریافت کرلیں کہ فلانے کی اولاد ہوگی یا نہ ہوگی یا اس سوداگری میں اس کو فائدہ ہوگا یا نہ ہوگا، یا اس لڑائی میں فتح پاوے گا یا شکست کہ ان باتوں میں بھی سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے یکساں بے خبر ہیں اور نادان۔ ایضاً جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا دنیا خواہ قبر خواہ آخرت میں اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو، نہ اپنا حال نہ دوسرے کا، اور اگر کچھ بات اللہ نے کسی مقبول بندے کو وحی یا الہام سے بتائی کہ فلانے کام کا انجام بخیر ہے یا بُرا، سو وہ مجمل ہے اور اس سے زیادہ معلوم کرلینا اور اس کی تفصیل دریافت کرنی اُن کے اختیار سے باہر ہے"۔[2]

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ الغزالی مقدمۃ الکتاب دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۹ و ۲۰

[2] تقویۃ الایمان الفصل الثانی فی رد الاشراک فی العلم مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۱

اقول اتنا لفظ سچ ہے کہ اللہ عزوجل کے بتانے سے زیادہ کوئی معلوم نہیں کرسکتا۔ ہمارے اختیاری افعال کب عطائے الٰہی وارادۂ الٰہیہ سے بڑھ کر ہوسکتے ہیں مگر کلمۃُ حقٍ اُرِیدُ بھا باطلٌ (کلمہ حق ہے جس سے باطل کا ارادہ کیا گیا ہے۔ت) خوارج کی طرح یہ سچا لفظ اس نے باطل ارادے سے کہا ہے وہ اس سے اُن کے اختیارِ عطائی کا بھی سلب چاہتا ہے یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو خدا کا دیا ہوا اختیار بھی نہیں بلکہ عاجز ومجبور محض ہیں۔ اُس نے صاف تصریح کی ہے کہ :

> "ظاہر کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے جب چاہیں کریں جب چاہیں نہ کریں، سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے دریافت کرلیجے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے، کسی نبی وولی کو بھوت وپری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی، اللہ صاحب اپنے ارادے سے کبھی کسی کو جتنی بات چاہتا ہے خبر دیتا ہے سو یہ اپنے ارادے کے موافق نہ اُن کی خواہش پر۔"[1]

اسی کے اس اعتقادِ باطل کا حدیث مذکور وقول مسطور امامِ مشہور میں رَدِّ صریح ہے۔

بالجملہ فرق یہ ہے کہ حدیث کے ارشاد اور اُن کے مطابق اہلِ حق کے اعتقاد میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اظہارِ خوارق وادراکِ غیب میں انسان مختار بعطائے قادرِ جلیل الاقتدار ہیں کہ جس طرح عام آدمیوں کو ظاہری حرکات وظاہری ادراکات کے اختیارات حضرت واہب العطیات نے بخشے ہیں کہ جب چاہیں دست وپا کو جنبش دیں چاہیں نہ دیں، جب چاہیں آنکھ کھول کر چیز دیکھ لیں چاہیں نہ دیکھیں، اگرچہ بے خدا کے چاہے وہ کچھ نہیں چاہ سکتے، اور وہ چاہیں خدا نہ چاہے تو ان کا چاہا کچھ نہیں ہوسکتا اور وہ عطائی اختیارات اس کے حقیقی ذاتی اختیار کے حضور کچھ نہیں چل سکتے بعینہٖ یہی حالت حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دربارۂ معجزات وادراکِ مغیبات ہے کہ رب عزوجل نے انھیں ظاہری جوارح وسمع وبصر کی طرح باطنی صفات وہ عطا فرمائی ہیں کہ جب چاہیں خرقِ عادات فرمادیں مغیبات کو معلوم فرمالیں چاہیں نہ فرمائیں اگرچہ بے خدا کے چاہے نہ وُہ چاہ سکتے ہیں نہ بے ارادۂ الٰہیہ ان کا ارادہ کام دے سکتا ہے اور امام الوہابیہ کے نزدیک ایسا نہیں بلکہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پتھر کی طرح عاجز محض ومجبور مطلق ہیں کہ ہلانے والا محض اپنے قسری ارادے سے بے اُن کے توسطِ اختیارِ عطائی کے اپنے ارادے کے موافق نہ اُن کی خواہش پر ہلا دے تو ہل

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۴

جائیں ورنہ مجبور پڑے رہیں یہ کس ناکس اپنے اس خیال پر یہ دلیل لایا کہ،

"چنانچہ پیغمبر کو بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ بعض بات دریافت کرنے کی خواہش ہوئی اور وُہ بات نہ معلوم ہُوئی پھر جب اللہ صاحب کا ارادہ ہُوا تو ایک آن میں بتا دی چنانچہ منافقوں نے حضرت عائشہ پر تہمت کی اور حضرت کو بڑا رنج ہُوا اور کئی دن تک بہت تحقیق کیا کچھ حقیقت نہ معلوم ہُوئی، جب اللہ صاحب کا ارادہ ہُوا تو بتادیا کہ منافق جُھوٹے ہیں اور عائشہ پاک۔"[1]

اقول اگر اختیار ذاتی وعطائی میں فرق کی تمیز ہوتی تو جان لیتا کہ ایسے اتفاقات اختیار عطائی کے اصلاً منافی نہیں، مراد کا اختیار سے تخلف نہ ہوسکنا قدرت ذاتیہ الٰہیہ کا خاصہ ہے، قدرتِ عطائیہ انسانیہ میں لاکھ بار ایسا ہوتا ہے کہ آدمی ایک کام کیا چاہتا ہے اور اللہ نہیں چاہتا نہیں بن پڑتا اس سے نہ انسان پتھر ہوگیا نہ اس کا اختیار عطائی مسلوب، عطائی کی شان ہی یہ ہے کہ جب تک ارادہٴ ذاتیہ حقیقیہ الٰہیہ مساعدت نہ فرمائے کام نہیں دیتا۔ طرفہ قہر بر قہر یہ ہے کہ ادھر تو تُو نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عیاذًا باللہ پتھر بنایا تھا اُدھر اپنے معبود کو ایک آدمی کے برابر کر چھوڑا کہ،

"غیب کی بات دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کرلیجے یہ اللہ صاحب کی شان ہے۔"[2]

او اللہ عزّوجل کو سخت عیب لگانے والے بے ادب گستاخ! یہ ہرگز ہرگز اللہ تعالٰی کی شان نہیں، وہ اس بیہودہ مہمل شان سے پاک ومنزّہ ہے اُس کا علم اس کی صفت ذاتیہ ہے اُس کے اختیار سے نہیں اس کا علم مخلوق نہیں ازلی ابدی ہے حادث نہیں۔ او بدعقل بدزبان! غیب کا دریافت کرنا اختیار میں ہونے کے یہی معنی یا کچھ اور کہ بالفعل تو معلوم نہیں مگر چاہے تو معلوم کرسکتا ہے" تُف بر رُوئے بے دینی، یہ تیرا موہوم خدا جاہل بالفعل محلِ حوادث ہوگا سچا خدا تیری یہ صریح گالی سے بے نہایت متعالی ہے تعالی اللہ عما یقول الظّٰلمون علوًا کبیرا (اللہ تعالٰی بہت بلند وبرتر ہے ان باتوں سے جو ظالم کہتے ہیں۔ ت)

مسلمانو! دیکھا تم نے، یہ ایمان ہے اس گمراہ کا انبیاء اور خود حضرت عزت کی جناب میں،

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۴

[2] " " " " " " " " " "

اناللہ وانا الیہ راجعون ، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ خیر اس کی ضلالتیں کہاں تک لکھئے ما علیٰ مثلہ یعدّ الخطاء (اس جیسے کی خطاؤں کا شمار نہیں کیا جاتا ۔ ت) حدیث دکھا کر اتنا پوچھئے کہ کیوں صاحب! وہاں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غضب فرمایا نہ حکم شرک لگایا مگر انصار کی چھوکریوں کو اتنا ارشاد ہوا کہ اسے رہنے دو ۔ یہاں جویریہ مرد عاقل یہ صحابی فاضل نعت حضور میں اُس سے بھی زیادہ عظیم بات کر رہے ہیں اور حدیث فرماتی ہے کہ حضور منع نہیں کرتے بلکہ اور انعام و اکرام بخشتے ہیں ۔ یہ شرک وہابیت پر کیسی آفت ہے ، اب یاد کرو وہ اپنی اوندھی مت اُلٹی کھوپڑی "چہ جائیکہ عاقل مرد کہے یا سُن کر پسند کرلے" ۔ کچھ یہ بھی سُوجھا کہ کہنے والے کون تھے اور سُن کر پسند کرنیوالے کون

بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ھو زاھق ط ولکم الویل مما تصفون [2]

بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا بھیجہ نکال دیتا ہے تو جبھی وہ مٹ کر رہ جاتا ہے ، اور تمہاری خرابی ہے ان باتوں سے جو بناتے ہو ۔ (ت)

حدیث ۱۷۱ : اور بڑھ کر سُنئے ، شرک فی العادۃ کے بیان میں لکھا :

"اللہ صاحب نے اپنے بندوں کو سکھایا ہے کہ دُنیا کے کاموں میں اللہ کو یاد رکھیں اور اُس کی کچھ تعظیم کرتے رہیں جیسے اولاد کا نام عبداللہ ، خدابخش رکھنا جس چیز کو فرمایا اس کو برتنا جو منع کیا اُس سے دُور رہنا اور یُوں کہنا کہ اللہ چاہے تو ہم فلانا کام کرینگے اور اس کے نام کی قسم کھانی اس قسم کی چیزیں اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے بتائی ہیں پھر کوئی کسی انبیاء اولیاء بھُوت پری کی اس قسم کی تعظیم کرے جیسے اولاد کا نام عبدالنبی امام بخش رکھنے کھانے پینے پہننے میں رسموں کی سند پکڑے یا یُوں کہے کہ اللہ ورسول چاہے گا تو میں آؤں گا یا پیغمبر کی قسم کھاوے سو ان سب باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے اس کو اشراک فی العادۃ کہتے ہیں [3]"

پھر اس شرک کی فصل میں اس مدعا کے ثبوت کو مشکوٰۃ کے باب الاسامی سے شرح السنہ کی

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۸

[2] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۸

[3] تقویۃ الایمان مقدمۃ الکتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۸ و ۹

حدیث بروایت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ لایا کہ سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتقولوا ماشاء اللہ وشاء محمدٌ وقولوا ماشاء اللہ وحدہٗ۔[1]
نہ کہو جو چاہے اللہ اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوں کہو کہ جو چاہے ایک اللہ۔

اور اس پر یہ فائدہ چڑھایا:

"یعنی جو کہ اللہ کی شان ہے اور اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں سو اس میں اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو نہ ملا دے گو کیسا ہی بڑا ہو مثلاً یوں نہ بولو کہ اللہ و رسول چاہے گا تو فلاں کام ہو جائے گا کہ سارا کاروبار جہاں کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔"[2]

اقول وباللہ التوفیق **اولاً** وہی قدیم لت وہی پرانی علت کہ دعوے کے وقت آسمان نشین اور دلیل لانے میں اسفل السافلین۔ حدیث میں تو اتنا ہے کہ "یوں نہ کہو" وہ شرک کا حکم کدھر گیا۔

ثانیاً سخت عیاری ومکاری کی چال چلا، مشکوٰۃ شریف کے باب مذکور میں حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ یوں مذکور تھی کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتقولوا ماشاء اللہ وشاء فلانٌ ولکن قولوا ماشاء اللہ ثم شاء فلانٌ۔[3]
نہ کہو جو چاہے اللہ اور چاہے فلاں بلکہ یوں کہو جو چاہے اللہ پھر چاہے فلاں۔

مشکوٰۃ میں اسے مسند امام احمد وسنن ابی داؤد کی طرف نسبت کرکے فرمایا: وفی روایۃ منقطعاً[4] اور ایک روایت منقطع یعنی جس کی سند نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک متصل نہیں یوں آئی ہے یہاں وہ روایت شرح السنہ ذکر کی ہوشیار عیار نے دیکھا کہ اصل حدیث تو اس کے دعوٰی شرک کو داخل جہنم کئے دیتی ہے اُسے صاف الگ اُڑا گیا اور فقط یہ منقطع روایت

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴۲
[2] " " " " " "
[3] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب الاسامی قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۴۰۸
[4] " " " " " " ص ۴۰۸ و ۴۰۹

نقل کرلیا۔ کیا یہ سمجھتا تھا کہ مشکوۃ اہلِ علم کی نظر سے نہاں ہے، نہیں نہیں، خوب جانتا تھا کہ مبتدی طالب علم حدیث میں پہلے اسی کو پڑھتا ہے مگر اُسے تو اُن بیچارے عوام کو چھلنا مقصود تھا جنھیں علم کی ہوا نہ لگی سمجھ لیا کہ ان پر اندھیری ڈال ہی لوں گا، اہلِ علم نے اور کون سی مانی ہے کہ اسی پر معترض ہونگے۔

ع اُس آنکھ سے ڈریے جو خدا سے نہ ڈرے آنکھ

ثالثاً امام الوہابیہ کا تو مبلغ علم یہی مشکوۃ ہے، ہم اُس مطلب کی احادیث اول ذکر کریں پھر بتوفیقہ تعالٰی ثابت کر دکھائیں کہ یہی حدیثیں اُس کے شرک کا کیسا سر توڑتی ہیں۔ اول تو یہی حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی (حدیث ۱۷۱) احمد و ابی داؤد نے یوں مختصراً اور ابن ماجہ نے بسندِ حسن اس طرح مطولاً روایت کی:

حدثنا ھشام بن عمار ثنا سفیٰن بن عیینہ عن عبد الملك بن عمیر عن ربعی بن حراش عن حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہما ان رجلاً من المسلمین رای فی النوم انہ لقی رجلاً من اھل الکتاب فقال نعم القوم انتم لولا انکم تشرکون تقولون ماشاء اللہ وشاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وذکر ذٰلك للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال اما واللہ ان کنت لاعرفہا لکم قولوا ما شاء اللہ ثم ماشاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[1]

یعنی اہلِ اسلام سے کسی صاحب کو خواب میں ایک کتابی ملا وہ بولا: تم بہت خوب لوگ ہو اگر شرک نہ کرتے تم کہتے ہو جو چاہے اللہ اور چاہیں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اُن مسلم نے یہ خواب حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی، فرمایا: سُنتے ہو خدا کی قسم تمھاری اس بات پر مجھے بھی خیال گزرتا تھا یوں کہا کرو جو چاہے اللہ پھر جو چاہیں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث حذیفہ بن الیمان۔ المکتب الاسلامی بیروت ۵/۳۹۳
سُنن ابی داؤد کتاب الادب باب منہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۲۴
سنن ابن ماجۃ ابواب الکفارات باب النہی ان یقال ماشاء اللہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵۴

یہ حدیث ابن ابی شیبہ[1] و طبرانی و بیہقی وغیرہم نے بھی روایت کی۔

حدیث ۱۷۲: ابن ماجہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا حلف احدکم فلا یقل ماشاء اللہ وشئتُ ولکن لیقل ماشاء اللہ ثم شئتُ[2]

جب تم میں سے کوئی شخص قسم کھائے تو یوں نہ کہے کہ جو چاہے اللہ اور میں چاہوں، ہاں یوں کہے کہ جو چاہے اللہ پھر میں چاہوں۔

حدیث ۱۷۳: نیز ابن ماجہ و احمد و بغوی و ابن قانع وغیرہم نے یہی مضمون طفیل بن سخبرہ برادر مادری ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا:

بید انہ اعنی ابن ماجۃ احالہ علٰی حدیث حذیفۃ فقال نحوہ ولم یسق لفظہ۔

سوائے اس کے کہ ابن ماجہ نے اسکو حدیث حذیفہ کی طرف پھیرتے ہوئے نحوہٗ کہا ہے اس کے الفاظ ذکر نہیں کئے۔ (ت)

اور مسند امام احمد بسند حسن صحیح کہ حدثنا بھز وعفان ثنا حماد بن سلمۃ عن عبدالملك بن عمیر عن ربعی بن حراش عن طفیل بن سخبرۃ اخی عائشۃ لامّہا رضی اللہ تعالٰی عنہما یوں ہے کہ انھیں خواب میں کچھ یہودی ملے انھوں نے ابنیت عزیر علیہ الصلٰوۃ والسلام ماننے کا اُن پر اعتراض کیا اُنھوں نے کہا تم خاص کامل لوگ ہو اگر یوں نہ کہو کہ جو چاہے اللہ اور چاہیں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، پھر کچھ نصارٰی ملے اُن سے بھی ابنیت مسیح کے جواب میں یہی سُنا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خواب عرض کیا، حضور نے خطبے میں بعد حمد و ثنائے الٰہی فرمایا:

انکم کنتم تقولون کلمۃ کان یمنعنی

تم لوگ ایک بات کہا کرتے تھے مجھے تمھارا

---

[1] اتحاف السادۃ بحوالہ ابن ابی شیبۃ الآفۃ التاسعۃ عشر دارالفکر بیروت ۷/ ۵۷۴
〃 〃 〃 المعجم الکبیر 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
الاسماء والصفات باب قول اللہ عزوجل وما تشاؤن الخ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ۱/ ۲۳۷ و ۲۳۸

[2] سنن ابن ماجۃ ابواب الکفارات باب النھی ان یقال ماشاء اللہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵۴
〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

الحیاء منکم ان انہٰکم عنہا لاتقولوا ماشاء اللّٰہ وماشاء محمد[1]

لحاظ روکتا تھا کہ تمھیں اُس سے منع کردوں یوں کہو جو چاہے اللہ اور جو چاہیں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

حدیث ۱۷۴: سُنن نسائی میں بسند صحیح بطریق مسعر عن معبد بن خالد عن عبداللہ بن یسار قُتیلہ بنت صیفی جُہنیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

اَنّ یہودیاً اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال انکم تُنَدِّدون وانکم تشرکون تقولون ماشاء اللہ وشئت وتقولون والکعبۃ فامرھم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا ارادوا ان یحلفوا ان یقولوا ورب الکعبۃ ویقول احدھم ماشاء اللہ ثم شئت[2]

یعنی ایک یہودی نے خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاضر ہو کر عرض کی: بیشک تم لوگ اللہ کا برابر والا ٹھہراتے ہو بیشک تم لوگ شرک کرتے ہو یُوں کہتے ہو جو چاہے اللہ چاہو تم، اور کعبے کی قسم کھاتے ہو۔ اس پر سیّدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو فرمایا کہ قسم کھانا چاہیں تو یوں کہیں "ربِ کعبہ کی قسم" اور کہنے والایوں کہے "جو چاہے اللہ اور پھر جو چاہو تم۔"

یہ حدیث سُنن بیہقی[3] میں بھی ہے، نیز ابن سعد نے طبقات اور طبرانی معجم کبیر میں بطریق مذکور مسعر اور ابن مندہ نے بطریق المسعودی عن معبد الجدلی عن ابن یسار الجہنی عن قُتیلۃ الجُہنیۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا روایت کی اور امام احمد نے مسند میں اس طریق مسعودی سے بسند صحیح یوں روایت فرمائی:

حدثنا یحیٰی بن سعید ثنا یحیی المسعودی ثنی معبد بن خالد عن عبداللہ بن یسار

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث طفیل بن سخبرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۷۲

[2] سنن النسائی کتاب الایمان والنذور الحلف بالکعبۃ نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۱۴۳

[3] السنن الکبرٰی کتاب الجمعۃ باب مایکرہ من الکلام فی الخطبۃ دارصادر بیروت ۳/ ۲۱۶

الطبقات الکبرٰی لابن سعد تسمیۃ غرائب نساء العرب دارصادر بیروت ۸/ ۳۰۹

المعجم الکبیر عن قتیلۃ بنت صیفی الجہنیۃ حدیث ۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۵/ ۱۴ و ۱۵

عن قُتَیلۃ بنت صیفی الجُھنیۃ،

قالت اتی حبر من الاحبار رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یا محمد نعم القوم انتم لولا انکم تشرکون قال سبحان اللہ وما ذاک قال تقولون اذا حلفتم والکعبۃ قالت فامھل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شیئا ثم قال انہ قد قال فمن حلف فلیحلف برب الکعبۃ قال یا محمد نعم القوم انتم لولا انکم تجعلون للہ نداً قال سبحان اللہ وما ذاک قال تقولون ماشاء اللہ وشئت قالت فامھل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شیئا قال انہ قد قال ما شآء اللہ فلیفصل بینھما ثم شئت[1]

یعنی یہود کے ایک عالم نے خدمتِ اقدس حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی: اے محمد! آپ بہت عمدہ لوگ ہیں اگر شرک نہ کیجیے۔ فرمایا: سبحان اللہ! یہ کیا۔ کہا: آپ کعبہ کی قسم کھاتے ہیں۔ اس پر سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کچھ مہلت دی یعنی ایک مدت تک کچھ ممانعت نہ فرمائی، پھر فرمایا: یہودی نے ایسا کہا ہے تو اب جو قسم کھائے وہ ربِ کعبہ کی قسم کھائے۔ یہودی نے عرض کی: اے محمد! آپ بہت عمدہ لوگ ہیں اگر اللہ کا برابر نہ ٹھہرائیے۔ فرمایا: سبحان اللہ! یہ کیا۔ کہا: آپ کہتے ہیں جو چاہے اللہ اور چاہو تم۔ اس پر بھی سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک مہلت تک کچھ نہ فرمایا، بعدہٗ فرمادیا: اس یہودی نے ایسا کہا ہے تو اب جو کہے کہ جو چاہے اللہ تعالٰی تو دوسرے کے چاہنے کو جدا کرکے کہے کہ پھر چاہو تم۔

بحمد اللہ یہ احادیثِ کثیرہ صحیحہ جلیلہ متصلہ کتبِ صحاح سے ہیں، امام الوہابیہ نے ان سب کو بالائے طاق رکھ کر شرح السنہ کی ایک روایت منقطع دکھائی اور بحمد اللہ اس میں بھی کہیں اپنے حکمِ شرک کی بُو نہ پائی۔

اقول وباللہ التوفیق اب بفضلہٖ تعالٰی ملاحظہ کیجیے کہ یہی حدیثیں اسکے دعوٰی شرک کو کس کس طرح جہنم رسید فرماتی ہیں:

اوّلاً ان احادیث سے ثابت کہ صحابہ کرام میں یہ قول کہ اللہ و رسول چاہیں تو یہ کام ہوجائیگا

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن قتیلہ بنت صیفی حدیث قتیلہ المکتب الاسلامی بیروت ۶/۳۷۱ و ۳۷۲

یا اللہ اور تم چاہو تو یوں ہوگا شائع و ذائع تھا اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس پر مطلع تھے اور انکار نہ فرماتے تھے بلکہ اس عالم یہود کے ظاہر الفاظ تو یہ ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خود بھی ایسا فرمایا کرتے تھے، امام الوہابیہ اسے شرک کہتا ہے، تو ثابت ہوا کہ اس کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم شرک کرتے تھے اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منع نہ فرماتے تھے۔

ثانیاً حدیث طفیل رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لفظ دیکھو کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا "اس لفظ کا خیال مجھے بھی گزرتا تھا مگر تمہارے لحاظ سے منع نہ کرتا تھا" جب یہ لفظ امام الوہابیہ کے نزدیک شرک ٹھہرا تو معاذ اللہ نبی نے دانستہ شرک کو گوارا کیا اور اس سے ممانعت پر اپنے یاروں کے لحاظ پاس کو غلبہ دیا، امام الوہابیہ کے یہاں یہ نبوت کی شان ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین۔

ثالثاً ایک یہودی نے آکر اعتراض کیا اس کے بعد حکم ممانعت ہوا، تو امام الوہابیہ کے نزدیک صحابہ کرام بلکہ سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سچی توحید اور اس پر استقامت کی تاکید ایک یہودی نے سکھائی ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

رابعاً قتیلہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث صحیح دیکھو، اس یہودی کی عرض پر بھی فوراً حضور نے ممانعت نہ فرمائی بلکہ ایک زمانہ کے بعد خیال آیا اور فرمایا، وہ یہودی اعتراض کر گیا ہے اچھا یوں نہ کہا کرو۔ تو امام الوہابیہ کے نزدیک اللہ کے رسول نے آپ تو شرک سے نہ روکا یا شرک کو شرک نہ جانا جب ایک کافر نے بتایا اس پر بھی ایک مدت تک شرک کو روا رکھا پھر ممانعت بھی کی تو یوں نہیں کہ شرک کی برائی سے، بلکہ یوں کہ ایک مخالف اعتراض کرتا ہے لہٰذا چھوڑ دو، وانا للہ وانا الیہ راجعون۔

خامساً ان سب دقتوں کے بعد جو تعلیم فرمائی وہ بھی یہاں آس در کاسہ لائی ارشاد ہوا کہ یوں کہا کرو "جو چاہے اللہ پھر چاہیں محمد" صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ تو یہ کام ہوگا، امام الوہابیہ کے لفظ یاد کیجئے:

"یہ خاص اللہ کی شان ہے اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔"[1]

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴۰

مسلمانو! ﷲ انصاف، جو بات خاص شانِ الٰہی عزوجل ہے جس میں کسی مخلوق کو کچھ دخل نہیں اُس میں دوسرے کو خدا کے ساتھ "اور" کہہ کر ملایا تو کیا اور "پھر" کہہ کر ملایا تو کیا، شرک سے کیونکر نجات ہو جائے گی، مثلاً آسمان و زمین کا خالق ہونا اپنی ذاتی قدرت سے، تمام اولین و آخرین کا رازق ہونا خاص خدا کی شانیں ہیں۔ کیا اگر کوئی یُوں کہے کہ اللہ و رسول خالق السمٰوٰت والارض ہیں، اللہ و رسول اپنی ذاتی قدرت سے رازقِ عالم ہیں جبھی شرک ہوگا۔ اور اگر کہے کہ اللہ پھر رسول خالق السمٰوٰت والارض ہیں، اللہ پھر رسول اپنی ذاتی قدرت سے رازقِ جہاں ہیں تو شرک نہ ہوگا۔

مسلمانو! گمراہوں کے امتحان کے لئے ان کے سامنے یونہی کہہ دیکھو کہ اللہ پھر رسول عالم الغیب ہیں، اللہ پھر رسول ہماری مشکلیں کھول دیں، دیکھو تو یہ حکمِ شرک جڑتے ہیں یا نہیں۔ اسی لئے تو یہ عیار مشکوٰۃ کی اُس حدیث متصل صحیح ابو داؤد کی میر بچری بچا گیا تھا جس میں لفظ "پھر" کے ساتھ اجازت ارشاد ہوئی تو ثابت ہُوا کہ اس مردک کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہودی کا اعتراض پاکر بھی جو تبدیلی کی وُہ خود شرک کی شرک ہی رہی۔

مسلمانو! یہ حاصل ہے رسولوں کی جناب میں اس گستاخ کے اعتقاد کا۔ وسیعلم الذین ظلموا اَیَّ منقلب ینقلبون[1] (اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت)۔

یہ تو اُن کے طور پر نتیجۂ احادیث تھا ہم اہلِ حق کے طور پر پوچھو تو **اقول** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) بحمد اللہ تعالٰی نہ صحابہ نے شرک کیا نہ معاذ اللہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شرک سُن کر گوارا فرمایا، کسی کے لحاظ و پاس کو کام میں لانا ممکن نہ تھا، نہ یہودی مردک تعلیمِ توحید کر سکتا تھا، بلکہ حقیقتِ امر یہ ہے کہ مشیتِ حقیقیہ ذاتیہ مستقلہ اللہ عزوجل کے لئے خاص ہے اور مشیتِ عطائیہ تابعہ لمشیۃ اللہ تعالٰی اللہ تعالٰی نے اپنے عباد کو عطا کی ہے، مشیت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کائنات میں جیسا کچھ دخلِ عظیم بعطائے ربِّ کریم جل جلالہٗ ہے وہ اُن تقریراتِ جلیلہ سے کہ ہم نے زیرِ حدیث ذکر کیں واضح و آشکار ہے، محمد رسول اللہ تو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ایک نائب و خادم سیّدنا علی مرتضٰے مشکلکشا کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنٰی کی نسبت اُمتِ مرحومہ کا جو اعتقاد ہے وہ شاہ عبد العزیز صاحب کی عبارتِ مذکورۂ مقدمہ سے اظہار ہے کہ،

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

حضرت امیر و ذریۂ طاہرہ او را تمام امت بر شال پیران می پرستند و امورِ تکوینیہ را بایشان وابستہ میدانند[1]

حضرت امیر یعنی حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ اور ان کی اولاد کو تمام امت اپنے مرشد جیسا سمجھتی ہے اور تکوینی امور کو ان حضرات کے ساتھ وابستہ جانتی ہے۔ (ت)

اور خود امام الوہابیہ اس تقویۃ الایمان کے کُفری ایمان سے پہلے جو ایمان صراط المستقیم میں رکھتا تھا وہ بھی یہی تھا جہاں کہتا تھا:

مقاماتِ ولایت بل سائر خدمات مثل قطبیت و غوثیت و ابدالیت وغیرہا ہمہ از عہد کرامت مہد حضرت مرتضٰے تا انقراضِ دنیا ہمہ بواسطہ ایشان ست و در سلطنت سلاطین و امارتِ امرا ہمت ایشاں را دخلے ست کہ بر سیاحین عالم ملکوت مخفی نیست[2]

مقاماتِ ولایت بلکہ تمام خدمات مثل قطبیت، غوثیت و ابدالیت وغیرہ سب رہتی دنیا تک حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے واسطے سے ملتے ہیں اور بادشاہوں کی سلطنت اور امیروں کی امارت میں بھی آنجناب کی ہمت کا دخل ہے یہ سیاحانِ عالم ملکوت پر پوشیدہ نہیں۔ (ت)

اب کہ تقویۃ الایمان نے بحکم:

قل بئسما یامرکم بہ ایمانکم ان کنتم مؤمنین[3]

تم فرمادو کیا بُرا حکم دیتا ہے تم کو تمہارا ایمان اگر ایمان رکھتے ہو۔

اسے تمام امتِ مرحومہ کے خلاف ایک نیا ایمان سخت بُرا ایمان نام کا ایمان اور حقیقت میں پرلے سِرے کا کفران سکھایا یہ اسفل السافلین پہنچا، اب وہ بات کہ سیاحانِ عالم پر ظاہر تھی اسے کیونکر سُجھائی دے،

ومن لم یجعل اللہ لہ نورًا فمالہ من نور[4]

اور جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں (ت)

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم در امامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴
[2] صراط المستقیم باب دوم فصل اول المکتبۃ السلفیۃ لاہور ص ۵۸
[3] القرآن الکریم ۲/ ۹۳
[4] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰

اس مشیّت مبارکہ عطائیہ کے باعث صحابہ کرام نامِ الٰہی عزجلالہ کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک ملاکر کہا کرتے تھے کہ اللہ و رسول چاہیں تو یہ کام ہوجائے گا مگر ازانجا کہ طریقِ ادب سے اقرب و انسب یہ ہے کہ مشیّتِ ذاتیہ و مشیّتِ عطائیہ میں فرق مراتب نفس کلام سے واضح ہو کہ کسی احمق کو توہّم مساوات نہ گزرے سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس کلمے پر خیال گزرتا تھا پھر ملاحظہ فرماتے کہ یہ اہلِ توحید ہیں معنی حق و صدق انھیں ملحوظ ہیں محبت خدا اور رسول اور نام پاک خلیفۃ اللہ الاعظم جل جلالہ و صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے تبرک و توسل انھیں اس قول پر باعث ہے اور بات فی نفسہٖ شرعاً ممنوع نہیں کہ واوٗ مطلق جمع کے لئے ہے نہ مساوات نہ معیت کے واسطے، لہٰذا

عہ **اقول** وھذا نکتۃ غفل عنھا بعض الجلّۃ فجوزوا ماشاء اللہ ثم شاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وزعموا ان لواتی بالواو لکان شرکا جلیا فانما یتم ان کانت الواو المستویۃ وھو باطل قطعاً قال تعالٰی ان اللہ و ملٰئکتہ یصلّون علی النبیؐ[1] قال تعالٰی اغنٰھم اللہ ورسولہ[2] الٰی غیر ذٰلک ممالا یحصی ومع ذٰلک بحمد اللہ لیس ملحظہ ملحظ ھٰؤلاء الابخاس الجاعلۃ اثبات المشیئۃ للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

اقول (میں کہتا ہوں) اس نکتہ کی طرف بعض بزرگوں کی توجہ نہ ہوئی، چنانچہ انھوں نے یوں کہنے کو تو جائز قرار دیا کہ "جو چاہے اللہ پھر چاہیں محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم" مگر گمان کیا کہ اگر ثُمّ کی جگہ واوٗ ہو تو شرک جلی ہوگا۔ لیکن یہ استدلال تو تب تام ہوتا اگر واوٗ مقتضی مساوات ہوتی، حالانکہ یہ قطعاً باطل ہے۔ اللہ تعالٰے نے فرمایا: بے شک اللہ تعالٰے اور اس کے فرشتے نبی کریم پر درود بھیجتے ہیں۔ اور فرمایا: اللہ اور اس کے رسول نے غنی کردیا۔ اس کے علاوہ بھی متعدد مقامات پر ایسا ہی ہے۔ مگر باوجود اس عدم توجہ کے ان بزرگوں کا مطمح نظر بحمداللہ وہ نہیں جو ان کمینے وہابیوں کا ہے جو نبی کریم صلی اللہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۶
[2] " " ۹/ ۷۴

منع نہ فرماتے تھے۔

حکمت: جب اُس یہودی خبیث نے جس کے خیالات امام الوہابیہ کے مثل تھے اعتراض کیااور معاذاللہ شرک کا الزام دیا، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رائے کریم کا زیادہ رُجحان اسی طرف ہوا کہ ایسے لفظ کو جس میں احمق بدعقل مخالف جائے طعن جانے دوسرے سہل لفظ سے بدل دیا جائے کہ صحابہ کرام کا مطلب تبرک و توسل برقرار رہے اور مخالف کج فہم کو گنجائش نہ ملے مگر یہ بات طرزِ عبارت کے ایک گونہ آداب سے تھی معناً تو قطعاً صحیح تھی لہذا اُس کافر کے بکنے کے بعد بھی چنداں لحاظ نہ فرمایا گیا یہاں تک کہ طفیل بن سخبرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے وہ خواب دیکھا اور رؤیائے صادقہ القائے ملک ہوتا ہے اب اس خیال کی زیادہ تقویت ہوئی اور ظاہر ہوا کہ بارگاہِ عزت میں یہی ٹھہرا ہے کہ یہ لفظ مخالفوں کا جائے پناہ ٹھہرا ہے بدل دیا جائے جس طرح رب العزۃ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

شرکا بنفسہ کما سمعت من امامھم السحیق ان ذا شان یختص باللہ عزوجل وان لامدخل فیہ لمخلوق ومشیتہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایأتی بشیئ فلوکان یذھب مذھب ھٰؤلاء والعیاذ باللہ لجعل ذکر مشیتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شرکا مطلقا سواء فیہ الواو وثم کما علمت وھو قد صرح بجواز ما شاء اللہ ثم شاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فتثبت ولا تزل ۱۲ منہ۔

تعالٰی علیہ وسلم کے لئے مشیّت کے محض اثبات کو ہی شرک قرار دیتے ہیں جیسا تو ان کے ذلیل امام کی بات سُن چکا ہے کہ یہ خاص اللہ تعالٰی کی شان ہے اس میں کسی مخلوق کا کوئی دخل نہیں اور نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اگر ان بزرگوں کا نظریہ وہی ہوتا جو ان وہابیوں کا ہے توالعیاذ باللہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مشیت کے ذکر کو مطلقاً شرک قرار دیتے چاہے اس میں واوٌ مذکور ہو یا ثمّ، جیسا کہ تُو جان چکا ہے، حالانکہ انھوں نے تصریح فرمائی ہے کہ یوں کہنا جائز ہے "جو چاہے اللہ پھر چاہیں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم" ثابت قدم رہ مت ڈگمگا۔ ۱۲ منہ (ت)

جل جلالہٗ نے رَاعِنَا کہنے سے منع فرمایا تھا کہ یہود عنود اُسے اپنے مقصد مردود کا ذریعہ کرتے ہیں اور اس کی جگہ اُنْظُرْنَا کہنے کا ارشاد ہوا تھا ولہذا خواب میں کسی بندہ صالح کو اعتراض کرتے نہ دیکھا کہ یوں تو بات فی نفسہٖ محلِ اعتراض نہ ٹھہرتی بلکہ خواب بھی دیکھا تو انھیں یہود و نصارٰی اس امام الوہابیہ کے خیالوں کو معترض دیکھا تاکہ ظاہر ہو کہ صرف دہن دوزی مخالفان کی مصلحت داعی تبدیل لفظ ہے۔ اب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خطبہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یُوں نہ کہو کہ اللہ ورسول چاہیں تو کام ہوگا بلکہ یوں کہو کہ اللہ پھر اللہ کا رسول چاہے تو کام ہوگا۔ "پھر" کا لفظ کہنے سے وہ توہّم مساوات کہ ان وہابی خیال کے یہود و نصارٰی یا یوں کہئے کہ ان یہودی خیال کے وہابیوں کو گزرتا ہے باقی نہ رہے گا الحمد للہ علٰی تواتر اٰلائہ والصلوٰۃ والسلام علٰی انبیائہ (تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کیلئے ہیں اسکی مسلسل نعمتوں پر اور درود وسلام ہو اسکے نبیوں پر۔ ت)

اہلِ انصاف و دین ملاحظہ فرمائیں کہ یہ تقریر منیر کہ فیض قدیر سے قلبِ فقیر پر القا ہوئی کیسی واضح و مستنیر ہے اُن احادیث کو ایک مسلسل سلک گوہریں میں منظوم کیا اور تمام مدارج مراتب مرتب بحمد اللہ تعالٰی نورانی نقشہ کھینچ دیا۔ الحمدللہ کہ یہ حدیث فہمی ہم اہلسنت ہی کا حصہ ہے وہابیہ وغیرہم بدمذہبوں کو اس سے کیا علاقہ ہے، ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم، والحمد للہ رب العٰلمین (یہ اللہ تعالٰی کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے، اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔ ت)

غرض احادیثِ صحیحہ ثابتہ تو اس دروغ گو کو تا بخانہ پہنچا رہی ہیں۔ رہی وہ روایت منقطعہ کہ اس نے ذکر کی اور یونہی روایتِ اعتبار[عہ] ام المومنین صدیقہ سے کہ یہود کے اعتراض پر فرمایا یوں نہ کہو بلکہ کہو ماشاء اللہ وحدہٗ۔ **اقول** اگر صحیح بھی ہو تو نہ ہمیں مضر نہ اُسے مفید کہ واؤ سے احتراز کی دو صورتیں ہیں: تبدیلِ حرف جس کی طرف وہ احادیثِ صحیحہ ارشاد فرما رہی ہیں، اور رأساً ترکِ عطف جس کا اس روایت میں ذکر آیا۔ ایک صورت دوسری کی نافی و منافی نہیں، نہ ذاتی میں حصر عطائی کی نفی کرے، قال اللہ تعالٰی،

فلم تقتلوھم ولٰکن اللہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولٰکن اللہ رمٰی[1] | تو تم نے انھیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انھیں قتل کیا اور اے محبوب! وہ خاک تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔ (ت)

عہ: ای کتاب الاعتبار للحاوی ۱۲

[1] القرآن الکریم ۸/ ۱۷

اور جب بحمدہ تعالٰی ہم خود حدیث سے ماشاء اللہ ثم شاء فلان کی طرح ماشاء اللہ ثم شاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بھی اجازت دکھا چکے تو اب اصلاً ہمیں ان نکات و توجیہات کی حاجت نہ رہی جو شراح نے اس روایت منقطعہ اور اس حدیث مستقل میں بلحاظ ہر ایک نوع تغایر کے لحاظ سے ذکر کئے ہیں۔ شیخ محقق قدس سرہٗ نے یہاں یہ نکتہ ذکر فرمایا،

دریں جا غایت بندگی و تواضع و توحید ست زیرا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم در غیر خود اسناد مشیت اگرچہ بطریق تاخر و تبعیت باشد تجویز کرد اما در حق خود باآں نیز راضی نشد بلکہ امر کرد باسناد مشیت بہ پروردگار تعالٰی تنہا بے توہم شرکت[1]

یہاں انتہائی بندگی، انکساری اور توحید ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے غیر کی طرف اسنادِ مشیت کو جائز قرار دیا اگرچہ بطور تاخر و تبعیت، لیکن اپنے لئے اس کی بھی اجازت دینے پر راضی نہ ہوئے بلکہ فقط پروردگارِ عالم کی طرف بے توہم شرکت مشیت کا اسناد کرنے کا حکم دیا۔ (ت)

اقول یہ توجیہ بھی شرک امام الوہابیہ کی کیفر چشانی کو بس ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تو اضعاً اپنی مشیت کا ذکر کرنے کو نہ فرمایا اوروں کے ذکرِ مشیت کی اجازت دی، اگر شرک ہو تو معاذ اللہ یہ ٹھہرے گی کہ حضور نے اپنی ذات کریم کو شریک خدا کرنے سے منع فرمایا اور زید و عمر کو شریک کر دینا جائز رکھا۔ علامہ طیبی نے ایک اور توجیہ لطیف و دقیق کی طرف اشارہ کیا کہ:

انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأس الموحدین ومشیئتہ مغمورۃ فی مشیئۃ اللہ تعالٰی و مضمحلۃ فیہا[2]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سردارِ موحدین ہیں اور حضور کی مشیت اللہ عزوجل کی مشیت میں مستغرق و گم ہے۔

اقول تقریر اس اشارۂ لطیفہ کی یہ ہے کہ عطف واؤ سے ہو خواہ ثُمَّ خواہ کسی حرف سے، معطوف و معطوف علیہ میں مغایرت چاہتا ہے بلکہ ثُمَّ بوجہ افادۂ فصل و تراخی زیادہ مفید مغایرت ہے اور سید الموحدین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے لئے کوئی مشیت جداگانہ اپنے رب عزوجل کی مشیت سے رکھی ہی نہیں ان کی مشیت بعینہٖ خدا کی مشیت ہے اور مشیتِ خدا بعینہٖ ان کی مشیت،

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الادب باب الاسامی الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۵۳

[2] الکاشف عن حقائق السنن شرح الطیبی علی المشکوٰۃ کتاب الادب حدیث ۴۷۷۹ ادارۃ القرآن کراچی ۹/ ۹

اور عطف کرکے کہتے تو دُوئی سمجھی جائے گی کہ اللہ کی مشیئت اور ہے اور رسول کی مشیئت اور، لہذا یہاں عطف کے لئے ارشاد نہ فرمایا فقط مشیئت اللہ وحدہ کا ذکر بتایا کہ اس میں تو وہی مشیئۃ الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر آجائے گا جل جلالہ و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ھٰکذا ینبغی ان یفھم ھذا المقام وبہ یندفع ما اورد علیہ القاری من النقض بان مشیئۃ غیرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایضا مضمحلۃ فی مشیئۃ اللہ تعالٰی سبحانہ اھ[1]۔

اس مقام پر اسی طرح سمجھنا چاہئے اور اس سے ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کا وارد کردہ اعتراض بھی مندفع ہوگیا کہ نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے غیر کی مشیئت بھی تو اللہ تعالٰی سبحانہ، کی مشیئت میں گم ہے اھ۔

اقول فلم یفرق بین الاضمحلال الاضطراری الحاصل لکل الخلق والاختیاری المختص بخلص عباد اللہ المستان فیہ وفی کل صفۃ الٰھیۃ من بینھم سیدھم نبیھم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واعترض علیہ ایضا بانہ لایفید جواز الاتیان بالواو اھ[2]۔

اقول (میں کہتا ہوں) کہ اضمحلال (مستغرق اور گم ہونا) دو قسم ہے (۱) اضطراری یہ تمام مخلوق کے لئے ثابت ہے (۲) اختیاری یہ اللہ تعالٰی کے مخصوص بندوں کے ساتھ ہے جو صفت مشیئت اور اللہ تعالٰی کی ہر صفت میں امتیاز رکھتے ہیں، ان کے سردار ان کے نبی ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ملا علی قاری نے علامہ طیبی کی تقریر پر یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ ان کے جواب سے "واو" کے استعمال کا جواب ثابت نہیں ہوتا اھ۔

اقول ماکان مساق کلام الطیبی لاثبات جواز الاتیان بالواو حتی یکون عدم افادتہ نقصا فی مرامہ انما اراد ابداء نکتۃ الفرق

اقول علامہ طیبی نے اپنا کلام "واو" کے استعمال کو جائز ثابت کرنے کے لئے نہیں چلایا تھا، یہاں تک کہ اگر ان کا کلام اس مقصد کا فائدہ نہ دے سکے تو انکے مقصد میں نقص لازم آئے، بلکہ ان کا

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب الادب باب الاسامی الفصل الثانی تحت الحدیث ۴۷۷۸ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/۵۳۳

[2] " " " " " " " " " " " "

بین مشیئتہ و مشیئۃ غیرہٖ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حیث ذکر الاولٰی بثمّ وطوی ذکر ھٰذہٖ رأسا وھٰذا مستفادٌ من کلامہٖ ما بین وجہٍ کما سمعت منا تقریرہٗ فلا ادری مالمراد بہٰذا الایراد ثمّ افادہ وجہٌ اٰخر للفرق فقال ماسبق من قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولکن قولوا ماشاء اللہ ثمّ شاء فلانٌ لمجرّد الرّخصۃ ولوقال ھُنا قولوا ماشاء اللہ ثمّ شاء محمدٌ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکان امرُ وجوبٍ او ندبٍ ولیس الامر کذٰلک اھ[۱]۔

اقول کانّہٗ یستنبط من ترک لفظۃ لکن ھٰھنا فانہٗ یکون حینئذٍ امرًا مقصودًا واقلّہُ النّدب بخلاف الاوّل فانہ استدراک علی النہی فیفید مجرّد الرخصۃ ھٰذا ما ظھرلی فی تقریر مرامہ وانت تعلم انہ یرجع الفرق علٰی ھٰذا الٰی جہۃ العبارۃ فلو ذکر ھٰھنا لکن لساغ ان یذکر العطف بثم

مقصد تو یہ تھا کہ وہی نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور دوسروں کی مشیت میں فرق ظاہر کریں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فلاں کی مشیت کا ذکر لفظ "ثُمّ" کے ساتھ کردیا لیکن اپنی مشیت کا ذکر نہیں فرمایا۔ یہ فرق اُن کے ایک وجہ کے بیان سے مستفاد ہے جیسا کہ آپ ہم سے اس کی تقریر سُن چکے ہیں، مجھے معلوم نہیں ہوسکا کہ اس اعتراض سے ان کا مقصد کیا ہے۔ پھر فرق کی ایک اور وجہ بیان کرتے ہوئے ملّا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جو فرمان گزر چکا ہے "لیکن کہو جو چاہے اللہ تعالٰی پھر چاہے فلاں" یہ محض رخصت کیلئے ہے اور اگر اس جگہ یوں فرماتے "کہو جو چاہے اللہ پھر چاہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم" تو یہ امر وجوب یا استحباب کے لئے ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں ہے اھ۔

اقول دوسرے ارشاد میں لفظ "لکن" مذکور نہیں ہے۔ گویا کہ ملّا علی قاری اس سے اس بات کا استنباط کرتے ہیں کہ اس صورت میں امر مقصودی ہوگا جو کم از کم استحباب کے لئے ہوتا ہے برخلاف پہلے ارشاد کے کہ وہاں نہی کے بعد لفظ "لکن" استدراک کیلئے ہے اس لئے محض رخصت کا فائدہ دے گا۔ یہ وہ بات ہے جو انکے مقصد کی وضاحت کیلئے مجھے ظاہر ہوئی ہے۔ قارئین کرام! آپ جانتے ہیں کہ اس تقریر کے مطابق فرق عبارت

---

[۱] مرقاۃ المفاتیح کتاب الادب باب الاسامی الفصل الثانی تحت الحدیث ۴۷۷۹ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/۵۳۳

ولو ترکہا ثم لقال قولوا ما شاء اللہ وحدہٗ ثم قال مع المشیئۃ المسندۃ الی فلان انما ھی مشیئۃ جزئیۃ لا یجوز حملھا علی المشیئۃ الکلیۃ کما رمزنا الیہ فیما سبق من الکلام[1] اھ۔

ذکر کیا جاتا تو "ثم" کے ساتھ عطف جائز ہوتا اور اگر اس جگہ لفظ "لکن" ترک کر دیا جاتا تو فرماتے کہ کہو ماشاء اللہ وحدہٗ" پھر علامہ قاری نے فرمایا کہ فلاں کی طرف جس مشیت کی نسبت کی گئی ہے وہ مشیتِ جزئیہ ہے اسے مشیتِ کلیہ پر محمول کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ ہم کلام سابق اسکی طرف اشارہ کر چکے ہیں اھ۔

اقول ھذا شیئ متحاز عن البحث ومشیئۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایضا لا تحیط بجمیع مرادات اللہ تعالٰی سبحنہ ھذا وقد کان افادۃ العلامۃ الطیبی وجھا رابعا وھو انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ھذا ای قولوا ماشاء اللہ وحدہ دفعا لمظنۃ التھمۃ قولھم ماشاء اللہ وشاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تعظما لہ وریاء لسمعتہ[2] اھ۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ بحث سے علیحدہ چیز ہے، نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مشیت بھی اللہ تعالٰی کی تمام مرادوں کا احاطہ نہیں کرتی۔ اسکو یاد کر لو۔ علامہ طیبی نے ایک چوتھی وجہ بھی بیان کی تھی اور وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ "کہو ماشاء اللہ وحدہٗ" اس لئے کہ اگر صحابہ کرام یوں کہتے "ماشاء اللہ وشاء محمد" تو اس میں آپ کی عظمت کے بطور ریاء وسُمعہ اظہار کے وہم کا گمان ہوتا، اس وہم کو دور کرنے کے لئے فرمایا کہ کہو "ماشاء اللہ وحدہ۔"

اقول ای والمظنۃ بحالھا فی ذکر اسمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولو بثم فعدل الی ذکر اللہ تعالٰی وحدہ ولیس یرید ان المظنۃ نشأت

اقول نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک لفظ "ثم" کے ساتھ بھی ذکر کیا جاتا تب بھی وُہ وہم برقرار رہتا، اس لئے وہاں بھی صرف اللہ تعالٰی کا ذکر ہونا چاہیے تھا، ان کا مقصد یہ نہیں ہے کہ وہم لفظ "واو" کی وجہ سے

۱؎ مرقاۃ المفاتیح کتاب الادب باب الاسامی الفصل الثانی تحت الحدیث ۴۷۷۹ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/۵۳۳
۲؎ الکاشف عن حقائق السنن (شرح الطیبی علی المشکوٰۃ) " " " " " " ادارۃ القرآن کراچی ۹/۷۹

من الواؤ اذ لو اراده لـه يصلح ماذكره وجها للفرق بذكر مشيئة غيره صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بثم لامشیئتہ ھو فان المحذور علی ھذا ان کان ففی الواؤ لا فی ثم و فیھا الکلام فارادۃ ھذا اخروج عن اصل المرام ھذا تقریر کلامہ علی ماظھر لی۔

سے پیدا ہوا ہے، اگر یہ ان کا مقصد ہوتا تو جو کچھ انھوں نے بیان کیا ہے وہ وجہِ فرق نہیں بن سکتا، یعنی "ثم" کے بعد غیر کی مشیت کا ذکر کیا جا سکتا ہے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مشیت کا ذکر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس تقریر کے مطابق اگر خرابی لازم آتی ہے تو "واؤ" میں ہے نہ کہ "ثم" میں، حالانکہ گفتگو "ثم" ہی میں ہے۔ لہٰذا یہ مطلب مراد لینے سے اصل مقصد سے خارج ہونا لازم آئے گا یہ ان کے کلام کی تقریر ہے جو میری سمجھ میں آئی ہے۔

اقول وھو اروأ الوجوہ عندی وکیف یظن ان یظن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بصحابتہ فی ذکرنفسہ السمعۃ والریاء وحاشاہ وحاشاھم عن ذلك واحسن الوجوہ ماذکرنا سابقا عن الطیبی وماقدمنا عن الشیخ المحقق مع ان کل ذلك مستغنی عنہ کما علمت وقد اشار الیہ القاری ایضا اذ قال اصل السؤال مدفوع لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

اقول (میں کہتا ہوں کہ) میرے نزدیک یہ سب سے کمزور وجہ ہے۔ اس گمان کا کیا جواز ہے کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنا ذکر فرمادیں تو آپ کو اپنے صحابہ کے بارے میں یہ گمان ہو کہ انھیں ریاء اور سُمعہ کا وہم ہوگا۔ یہ گمان نہ تو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لائق ہے اور نہ ہی صحابہ کرام کے۔ سب سے بہتر وجہ وہ ہے جو ہم علامہ طیبی اور شیخ محقق کے حوالے سے بیان کرچکے ہیں، اگرچہ ان توجیہات کی ضرورت نہیں ہے، جیسا کہ آپ جان چکے ہیں، اور ملّا علی قاری نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے، انھوں نے فرمایا کہ اصل سوال (باقی برصفحہ آیندہ)

عہ کما توھم الفاضل الراد فقفاہ بما قد علمت بطلانہ بدلائل قاھرۃ لاقبل لاحد بھا نزعامنہ ان الواؤ نص فی التسویۃ لامجرد مظنۃ تھمۃ و باللہ العصمۃ ۱۲ منہ

جیسا کہ رَد کرنے والے فاضل (ملا علی قاری) نے وہم کیا ہے کہ واؤ میں محض تہمت کا گمان نہیں ہے بلکہ وہ برابری میں نص ہے۔ اور آپ ان کے وہم کا ناقابلِ تردید وجوہ سے باطل ہونا جان چکے ہیں، اور عصمت اللہ تعالٰی ہی کی طرف سے ہے (ت)

داخل فی عموم فلان فیجوز ان یقال ماشاء اللہ ثم ماشاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولایجوز ان یقال ماشاء اللہ و شاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھ۔

مندفع ہے، کیونکہ نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلانٌ کے عموم میں داخل ہیں، اس لئے "ماشاء اللہ ثم ماشاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" کہنا جائز ہے اور "ماشاء اللہ و شاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" کہنا جائز نہیں ہے۔

اقول ولواستحضر حدیث ابن ماجۃ لم یحتج الٰی عموم فلان کما ان السائل لواستظھر لما سائل کما ان المجیبین لوتذکروہ لما ذھبوا الٰی ھنا وھنا فسبحان من لایعزب عنہ شیئ۔

اقول (میں کہتا ہوں) اگر ملّا علی قاری کو ابن ماجہ کی حدیث مستحضر ہوتی تو انھیں فلانٌ کے عموم کی حاجت نہ ہوتی اور یہ حدیث سائل کے پیشِ نظر ہوتی تو وہ سوال ہی نہ کرتا اور جواب دینے والے حضرات کو یاد ہوتی تو انھیں طرح طرح کی توجیہوں کی ضرورت نہ پڑتی۔ پاک ہے وہ ذات جس سے کوئی چیز مخفی نہیں رہتی (ت)

الحمدُ للہ! یہ وصل مبارک کہ اعظم مقصد کتاب تھا بروجہ احسن واجمل اختتام کو پہنچا اور ہنوز اس کی ابحاث میں رَدِّ وہابیت کا بہت کلام باقی جس کا بعض ان شاء اللہ العزیز خاتمہ کتاب میں مذکور ہوگا، یہاں تک اس باب میں وجہ دوم پر بعد داسم پاک جامع ایک سو۱۱۴ چودہ حدیثیں متعلق بذاتِ اقدس حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مذکور ہوئیں اور بعض آئندہ آتی ہیں اور پچاس حدیثیں کہ ہم نے شمار کرکے نہ کیں علاوہ ہم ابنائے زماں میں کسل وتقاعد ہے، لہٰذا بخوفِ ملالت زیادہ اطالت نہ کیجئے اور بتوفیقہ تعالٰی بقیہ وصلوں کے وصل سے راحت وبرکت لیجئے وباللہ التوفیق۔

وصل دوم

احادیث متعلقہ بحضرات انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء

حدیث ۱۷۵: طبرانی معجم اوسط اور خرائطی مکارم الاخلاق میں امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جب کوئی شخص سوال کرتا اگر حضور کو منظور ہوتا نَعَمْ فرماتے یعنی اچھا، اور نہ منظور ہوتا تو خاموش رہتے، کسی چیز کو لا یعنی نہ نہ فرماتے۔

---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب الادب باب الاسامی الفصل الثانی تحت الحدیث ۴۷۷۹ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۵۲۳

ایک روز ایک اعرابی نے حاضر ہوکر سوال کیا حضور خاموش رہے، پھر سوال کیا سکوت فرمایا، پھر سوال کیا اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جھڑکنے کے انداز سے فرمایا: سل ماشئت یا اعرابی! اے اعرابی! جو تیرا جی چاہے ہم سے مانگ۔ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہٗ فرماتے ہیں: فغبطناہُ فقلنا الاٰن یسأل الجنۃ یہ حال دیکھ کر (کہ حضور خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمادیا ہے جو دل میں آئے مانگ لے) ہمیں اُس اعرابی پر رشک آیا ہم نے اپنے جی میں کہا اب یہ حضور سے جنت مانگے گا اعرابی نے کہا تو کیا کہا کہ میں حضور سے سواری کا ایک اونٹ مانگتا ہُوں۔ فرمایا: عطا ہُوا۔ عرض کی، حضور سے زادِ راہ مانگتا ہوں۔ فرمایا: عطا ہوا۔ ہمیں اُس کے ان سوالوں پر تعجب آیا۔ سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کتنا فرق ہے اس اعرابی کی مانگ اور بنی اسرائیل کی ایک پیرزن کے سوال میں۔ پھر حضور نے اس کا ذکر ارشاد فرمایا کہ جب موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دریا میں اُترنے کا حکم ہوا کنارِ دریا تک پہنچے سواری کے جانوروں کے منہ اللہ عزوجل نے پھیر دئے کہ خود بخود واپس پلٹ آئے، موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی، الٰہی! یہ کیا حال ہے؟ ارشاد ہوا: تم قبرِ یوسف (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے پاس ہو ان کا جسم مبارک اپنے ساتھ لے لو۔ حضرت موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبر کا پتہ معلوم نہ تھا فرمایا: اگر تم میں کوئی جانتا ہو تو شاید بنی اسرائیل کی پیرزن کو معلوم ہو، اس کے پاس آدمی بھیجا کہ تجھے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر معلوم ہے؟ کہا: ہاں۔ فرمایا: تو مجھے بتادے۔ عرض کی: لا واللہ حتّٰی تعطینی ما اسئلك خدا کی قسم میں نہ بتاؤں گی یہاں تک کہ میں جو کچھ آپ سے مانگوں آپ مجھے عطا فرمادیں۔ فرمایا: ذٰلِك لكِ تیری عرض قبول ہے۔ قالت فانی اسئلك ان اکون معك فی الدرجۃ التی تکون فیہا فی الجنۃ پیرزن نے عرض کی، تو میں حضور سے یہ مانگتی ہُوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ ہوں اُس درجے میں جس درجے میں آپ ہوں گے۔ قال سلی الجنۃ موسٰی علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے فرمایا، جنّت مانگ لے، یعنی تجھے یہی کافی ہے اتنا بڑا سوال نہ کر۔ قالت لا واللہ الّا ان اکون معك پیرزن نے کہا: خدا کی قسم میں نہ مانوں گی مگر یہی کہ آپ کے ساتھ ہوں۔ فجعل موسٰی یردّدھا فاوحی اللہ ان اعطہا ذٰلك فانہٗ لن ینقصك شیئًا فاعطاھا موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس سے یہی رَدّ و بدل کرتے رہے اللہ عزّوجل نے وحی بھیجی موسٰی! وہ جو مانگ رہی ہے تم اُسے وہی عطا کردو کہ اس میں تمہارا کچھ نقصان نہیں، موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنت میں اُسے اپنی رفاقت عطا فرمادی، اُس نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر بتادی،

موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نعش مبارک کو ساتھ لے کر دریا سے عبور فرما گئے۔[1]

اقول وباللہ التوفیق، بحمدہ تعالٰی اس حدیثِ نفیس کا ایک ایک حرف جانِ وہابیت پر کوکب شہابی ہے۔

اوّلاً حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اعرابی سے ارشاد کہ "جوجی میں آئے مانگ لے" حدیثِ ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں تو اطلاق ہی تھا جس سے علمائے کرام نے عموم مستفاد کیا یہاں صراحۃً خود ارشادِ اقدس میں عموم موجود کہ جو دل میں آئے مانگ لے ہم سب کچھ عطا فرمانے کا اختیار رکھتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبارك علیہ وعلٰی اٰلہ قدر جودہٖ ونوالہٖ ونعمہٖ وافضالہٖ (اللہ تعالٰی درود وسلام اور برکت نازل فرمائے آپ پر اور آپ کی آل پر آپ کے جود وسخا اور انعام واکرام کے مطابق۔ ت)

ثانیاً یہ ارشاد سن کر مولٰی علی وغیرہ صحابہ حاضرین رضی اللہ تعالٰی عنہم کا غبطہ کہ کاش یہ عام انعام کا ارشاد اکرام ہمیں نصیب ہوتا حضور تو اُسے اختیار عطا فرما ہی چکے اب یہ حضور سے جنت مانگے گا۔ معلوم ہُوا کہ بحمداللہ تعالٰی صحابہ کرام کا یہی اعتقاد تھا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہاتھ اللہ عزوجل کے تمام خزائنِ رحمت دُنیا و آخرت کی ہر نعمت پر پہنچا ہے یہاں تک کہ سب سے اعلٰی نعمت یعنی جنت جسے چاہیں بخش دیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ثالثاً خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اُس وقت اُس اعرابی کے قصورِ ہمت پر تعجب کہ ہم نے اختیارِ عام دیا اور ہم سے حطام دنیا مانگنے بیٹھا پیرزنِ اسرائیلیہ کی طرح جنت نہ صرف جنت بلکہ جنت میں اعلٰی سے اعلٰی درجہ مانگتا تو ہم زبان دے ہی چکے تھے اور سب کچھ ہمارے ہاتھ میں ہے وہی اُسے عطا فرما دیتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

رابعاً اُن بڑی بی پر اللہ عزوجل کی بے شمار رحمتیں بھلا اُنھوں نے موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدائی کارخانہ کا مختار جان کر جنت اور جنت میں بھی ایسے اعلٰی درجے عطا کر دینے پر قادر مان کر شرک کیا تو موسٰی کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو کیا ہوا کہ یہ باآں شان غضب وجلال اُس شرک پر انکار نہیں فرماتے اُس کے سوال پر کیوں نہیں کہتے کہ میں نے جو اقرار کیا تھا تو اُن چیزوں کا جو

---

[1] کنز العمال بحوالہ طس والخرائطی الخ حدیث ۳۴۸۹۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۶۱۶-۶۱۷
المعجم الاوسط عن علی رضی اللہ عنہ " ۷۷۶۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۳۷۶ و ۳۷۷

اپنے اختیار کی ہوں بھلا جنت اور جنت کا بھی ایسا درجہ یہ خدا کے گھر کے معاملے ہیں ان میں میرا کیا اختیار تو نے نہیں سنا کہ وہابیہ کے امام شہید اپنے قرآن جدید نام کے تقویۃ الایمان اور حقیقت کے کلمات کفر و کفران میں فرمائیں گے کہ:

"انبیاء میں اس بات کی کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے انھیں عالم میں تصرف کی کچھ قدرت دی ہو۔"[1]

میں تو میں مجھ سے اور تمام جہان سے افضل محمد رسول اللہ خاتم المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت اُن کی وحی باطنی میں اُترے گا کہ:

"جس کا نام محمد ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔"[2]

خود انھیں کے نام سے بیان کیا جائے گا کہ:

"میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں تو دُوسرے کا کیا کر سکوں۔"[3]

نیز کہا جائے گا:

"پیغمبر نے سب کو اپنی بیٹی تک کو کھول کر سنا دیا کہ قرابت کا حق ادا کرنا اُسی چیز میں ہوسکتا ہے کہ اپنے اختیار میں ہو سو یہ میرا مال موجود ہے اس میں مجھ کو کچھ بخل نہیں اور اللہ کے یہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا سو وہاں کا معاملہ ہر کوئی اپنا اپنا درست کرلے اور دوزخ سے بچنے کی ہر کوئی تدبیر کرے۔"[4]

بڑی بی! کیا تم سٹھ گئی ہو، دیکھو تقویۃ الایمان کیا کہہ رہی ہے کہ رسول بھی کون، محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اور معاملہ بھی کس کا، خود اُن کے جگر پارے کا۔ اور وہ بھی کتنا کہ دوزخ سے بچالینا اُس کا تو اُنھیں خود اپنی صاحبزادی کے لئے کچھ اختیار نہیں وہ اللہ کے یہاں کچھ کام نہیں آسکتے تو کہاں وہ

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۷

[2] " الفصل الرابع " " " " " " ۲۸

[3] " الفصل الثانی " " " " " " ۱۷

[4] " الفصل الثالث " " " " " " ۲۵

اور کہاں میں، کہاں اُن کی صاحبزادی اور کہاں تم، کہاں صرف دوزخ سے نجات اور کہاں جنت، اور جنت کا بھی ایسا اعلیٰ درجہ بخش دینا۔ بھلا بڑی بی! تم مجھے خدا بنا رہی ہو، پہلے تمھارے لئے کچھ اُمید ہو بھی سکتی تو اب تو شرک کرکے تم نے جنت اپنے اوپر حرام کرلی۔ افسوس کہ موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کچھ نہ فرمایا، اُس بھاری شرک پر اصلاً انکار نہ کیا۔

خامساً انکار درکنار اور رجسٹری کہ سَلِی الْجَنَّۃَ اپنی لیاقت سے بڑھ کر تمنا نہ کرو ہم سے جنت مانگ لو ہم وعدہ فرما چکے ہیں عطا کردیں گے تمھیں یہی بہت ہے ——— افسوس موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا شکایت کہ امام الوہابیہ اگرچہ یہودی خیالات کا آدمی ہے جیسا کہ ابھی آخر وصلِ اول میں ثابت ہوچکا ہے مگر اپنے آپ کو کہتا تو محمدی ہے، خود محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کے جدید قرآن تقویۃ الایمان کو جہنم پہنچایا۔ ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور سے جنت کا سب سے اعلیٰ درجہ مانگا، اس عظیم سوال کے صریح شرک پر انکار نہ فرمایا بلکہ صراحۃً عطا فرما دینے کو متوقع کردیا اب اگر وہ جل جل کر اُن کی توہین نہ کرے اُن کا نام سَو سَو گستاخیوں سے نہ لے تو اور کیا کرے بیچارہ کلیم کا مردود حبیب کا مارا اپنے جلے دل کے پھپھولے بھی نہ پھوڑے، مَثل مشہور ہے کسی کا ہاتھ چلے کسی کی زبان۔

وللّٰہ العزّۃ ولرسولہ وللمؤمنین و لٰکنّ المنٰفقین لایعلمون [1] — اور عزت اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور مومنین کے لئے، لیکن منافقین نہیں جانتے (ت)

سادساً سب فیصلوں کی انتہا خدا پر ہوتی ہے، کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے امام الوہابیہ سے یہ رُکھائی برتی تو اُسے جائے عذر تھی کہ موسیٰ بدین خود مادین خود حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تقویۃ الایمان کی یہ صریح تذلیل و تضلیل فرمائی تو اُسے آنسو پُونچھنے کو جگہ تھی کہ وہ نبی اُمّی ہیں پڑھے لکھے نہیں کہ تقویۃ الایمان پڑھ لیتے ان احکامِ جدیدہ سے آگاہ ہوتے مگر پورا قہر تو خدا نے توڑا کہ بڑی بی کے شرک اور موسیٰ کے اقرار کو خوب مسجّل و مکمّل فرما دیا۔ وحی آئی تو کیا آئی کہ اَعْطِھَا ذٰلِکَ مُوْسٰی! یہ جو مانگ رہی ہے تم اسے عطا کر بھی دو اس بخشش فرمانے میں تمھارا کیا نقصان ہے۔ واہ ری قسمت یہ اوپر کا حکم تو سب سے تیز رہا، یہ نہیں فرمایا جاتا کہ موسیٰ! تم ہو کون بڑھ بڑھ کر باتیں مارنے والے، ہمارے یہاں کے معاملے کا ہمارے حبیب کو تو ذرہ بھر اختیار رہے ہی نہیں یہاں تک کہ خود اپنی صاحبزادی کو دوزخ

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/ ۸

سے نہیں بچا سکتے تم ایک بڑھیا کو جنت پھنٹائے دیتے ہو' اپنی گرمجوشی اٹھا رکھو، تقویۃ الایمان میں آچکا ہے کہ ہمارے یہاں کا معاملہ ہر شخص اپنا درست کرے بلکہ علی الرغم اُلٹا یہ حکم آتا ہے کہ موسٰی! تم اسے جنت کا یہ عالی درجہ عطا کردو۔ اب کہئے یہ بیچارہ کس کا ہو کر رہے جس کے لئے توحید بڑھانے کو تمام انبیاء سے بگاڑی، دین و ایمان پر دولتی جھاڑی، صاف کہہ دیا کہ:

"خدا کے سوا کسی کو نہ مان اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔"[2]

اُسی خدا نے یہ سلوک کیا اب وہ بیچارہ ازیں سو ماندہ و زآں سو راندہ (نہ ادھر کا رہا نہ اُدھر کا۔ دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ ت) سوا اس کے کیا کرے کہ اپنی اکلوتی چہر توحید کا ہاتھ پکڑ کر جنگل کو نکل جائے اور سر پر ہاتھ رکھ کر چلائے ؎

ما ز یاراں چشم یاری داشتیم   خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

(ہم نے دوستوں سے مدد کی امید رکھی، جو ہمارا گمان تھا وہ خود غلط تھا۔ ت)

مجھے امام الوہابیہ کے حال پر ایک حکایت یاد آئی اگرچہ میں ذکرِ احادیث میں ہوں مگر بمناسبتِ محل ایک آدھ لطیف بات کا ذکر خالی از لطف نہیں ہوتا جسے تحمیض کہتے ہیں اور یہ بھی سنّت سے ثابت ہے کما فی حدیث خرافۃ و ام زرع (جیسا کہ خرافہ اور ام زرع کی حدیث میں ہے۔ ت) میں نے ایک عالم سنّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو فرماتے سُنا کہ رافضیوں کے کسی محلّے میں چند غریب سُنّی رہتے تھے روافض کا زور تھا اُن کا مجتہد پچھلے پہر سے اذان دیتا اور اس میں کلماتِ ملعونہ بکتا اُن غریبوں کے قلب پر آرے چلتے، آخر مرتا کیا نہ کرتا، چار شخص مستعد ہو کر پہلے سے مسجد میں جا چھپے، وہ اپنے وقت پر آیا جبھی تبرا شروع کیا، اُن میں سے ایک صاحب برآمد ہوئے اور اُس بڈھے کو گرا کر دست ولکد و نعل سے خوب خدمت کی کہ ہیں میں ابوبکر ہوں تو مجھے بُرا کہتا ہے۔ آخر اس نے گھبرا کر کہا حضرت! میں آپ کو نہیں کہتا تھا میں نے تو عمر کو کہا تھا۔ دوسرے صاحب تشریف لائے اور مارتے مارتے بیدم کر دیا کہ ہیں مجھے کہتا تھا، کہا: یا حضرت! توبہ ہے میں تو عثمان کو کہتا تھا۔ تیسرے صاحب آئے اور ایسی ہی تواضع فرمائی کہ ہیں مجھے کہے گا۔ اب سخت گھبرایا بیتاب ہو کر چلایا کہ مولٰی دوڑیئے دشمن مجھے مارے ڈالتے ہیں۔ اس پر چوتھے حضرت ہاتھ

---

[1] تقویۃ الایمان   الفصل الاول   مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور   ص ۱۲

[2] ؍؍   پہلا باب   ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍   ص ۵

میں اُسترا لئے نمودار ہوئے اور ناک جڑسے اُڑالی کہ مردک تو خدا کے محبوبوں اور ہمارے دین کے پیشواؤں کو بُرا کہے گا اور ہم سے مدد چاہے گا اب مؤذن صاحب درد کے مارے شرم و ذلت سے گور کنارے کسی کونے میں سرک رہے۔ مومنین آئے نمازیں پڑھتے اور کہتے جاتے ہیں آج قبلہ و کعبہ تشریف نہ لائے۔ جناب قبلہ بولیں تو کیا بولیں، جب اجالا ہوا ارے حضرت قبلہ تو پڑے ہیں، قبلہ! خیر ہے؟ (روکر) خیر کیا ہے آج وہ تینوں دشمن آپڑے تھے مارتے مارتے کچومر نکال گئے تمہارا دیکھنا مقدر میں تھا کہ سانس باقی ہے۔ قبلہ! پھر آپ نے حضرت مولٰی کو کیوں نہ یاد فرمایا؟ جب کئی بار یہی کہے گئے تو آخر جھنجلا کر ناک پر سے رومال پھینک دیا کہ یہ کوتک تو اُنھیں کے ہیں دشمن تو مار ہی کر چھوڑ گئے تھے انھوں نے تو جڑ سے پونچھ لی ؎

ما ز یاراں چشمِ یاری داشتیم خود غلط بود انچہ ما پنداشتیم[1]

(ہم نے دوستوں سے مدد کی امید رکھی، جو ہم نے گمان کیا وہ خود غلط تھا۔ ت)

واستغفروا اللّٰہ العظیم ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العزیز الحکیم۔

سابعًا پچھلا فقرہ تو قیامت کا پہلا صور ہے فاعطاھا موسٰی علیہ الصلوۃ والسلام نے پیرزن کو وہ جنت عالیہ عطا فرمادی۔ والحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

مسلمانو! دیکھا تم نے کہ اللہ اور اس کے مرسلین کرام علیہم الصلوۃ والسلام وہابیت کے شرک کا کیا کیا بُرا دن لگاتے ہیں کہ بیچارے کو اسفل السافلین میں بھی پناہ نہیں ملتی کذٰلک العذاب ولعذاب الاٰخرۃ اکبر لوکانوا یعلمون[2] (مار ایسی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی مار سب سے بڑی، کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔ ت)

حدیث ۱۷۶: کہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہوازن کی غنیمتیں حنین میں تقسیم فرمارہے تھے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! حضور نے مجھ سے کچھ وعدہ فرمایا تھا ارشاد ہوا: صدقت فاحتکم ماشئت تو نے سچ کہا جو جی میں آئے حکم لگادے۔ عرض کی: اسّی دُنبے اور اُن کا چرانے والا غلام عطا ہو۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تجھے عطا ہوا اور تُو نے بہت تھوڑی چیز مانگی ولصاحبۃ موسی التی دلتہ علٰی

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۶۸ /۳۳

عظام یوسف کانت افھم منك حین حکمھا موسٰی فقالت حکمی ان تردّ فی شابّة وادخل معك الجنّة اور بیشک موسٰی جس نے انھیں یوسف علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تابوت بتایا تھا تجھ سے زیادہ دانشمند تھی جبکہ اسے موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اختیار دیا تھا کہ جو چاہے مانگ لے، اس نے کہا: میں قطعی طور پر یہی مانگتی ہوں کہ آپ میری جوانی واپس کردیں اور میں آپ کے ساتھ جنت میں جاؤں۔ یونہی ہوا کہ وہ ضعیفہ فوراً نوجوان ہوگئی اس کا حُسن وجمال واپس آیا اور جنت میں بھی معیت کا وعدہ کلیم کریم نے عطا فرمایا۔ ابن حبّان[1] والحاکم فی المستدرك مع اختلاف عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ حاکم نے کہا، یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ یہاں جوانی بھی موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھیردی۔

حدیث ۱۷۷: کہ موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رب عزوجل نے وحی بھیجی:

یا موسٰی کُن للفقراء کنزاً وللضعیف حِصنًا وللمستجیر غیثاً۔ ابن النجار[2] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال اوحی اللہ تعالٰی الٰی موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام فذکرہ فی حدیث طویل۔

اے موسٰی! فقیروں کے لئے خزانہ ہوجا اور کمزور کے لئے قلعہ اور پناہ مانگنے والے کے لئے فریادرس۔ (ابن النجار نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے، فرمایا: اللہ تعالٰی نے موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی فرمائی پھر طویل حدیث میں اس کا ذکر کیا۔ت)

وہابیہ کے طور پر اس حدیث کا حاصل یہ ہوگا کہ اے موسٰی! تو خدا ہوجا کہ جب یہ خاص شانِ الوہیت ہیں اور ان باتوں میں بڑے چھوٹے سب برابر ہیں اور یکساں عاجز تو موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان باتوں کا حکم ضرور خدا بن جانے کا حکم ہے۔ ولاحول ولا قوۃ الّا باللہ العلیّ العظیم۔

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب التفسیر سورۃ الشعراء دار الفکر بیروت ۲/ ۴۰۴
اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ ابن حبان والحاکم کتاب آفات اللسان الخ دار الفکر بیروت ۷/ ۵۰۹
[2] کنز العمال بحوالہ ابن النجار عن انس حدیث ۱۶۶۶۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۴۸۷

حدیث ۱۷۸ و ۱۷۹: ترمذی و حاکم حضرت ابوہریرہ اور امام احمد و ابوداؤد طیالسی و ابن سعد و طبرانی و بیہقی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب حضرت عزت جل وعلا نے آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو پیدا کیا ان کی پیٹھ کو مسح فرمایا جس قدر لوگ اُن کی نسل سے قیامت تک پیدا ہونے والے تھے سب ظاہر ہوگئے۔ رب عزوجل نے ہر ایک کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں ایک نور چمکایا پھر انھیں آدم علیہ الصلوۃ والسلام پر پیش فرمایا۔ عرض کی: الٰہی! یہ کون ہیں؟ فرمایا: تیری اولاد ہیں۔ آدم علیہ الصلوۃ والسلام نے اُن میں ایک مرد کو دیکھا اُن کی پیشانی کا نُور انھیں بہت بھایا، عرض کی: الٰہی! یہ کون ہے؟ فرمایا: یہ تیری اولاد سے پچھلی اُمتوں میں ایک شخص داؤد نام ہے۔ عرض کی: الٰہی! اس کی عمر کتنی ہے؟ فرمایا: ساٹھ برس۔ عرض کی: الٰہی! اس کی عمر زیادہ فرما۔ رب جل وعلا نے فرمایا: لا الا ان تزید انت من عمرك میں زیادہ نہ فرماؤں گا مگر یہ کہ تُو اپنی عمر سے اس کی عمر میں زیادت کردے (آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی عمر کے ہزار برس تھے) عرض کی: تو میری عمر سے چالیس سال اس کی عمر میں بڑھا دے۔ فرمایا: ایسا ہے تو لکھ لیا جائے گا اور مہر کرلی جائے گی اور پھر بدلے گا نہیں (نوشتہ لکھ کر ملائکہ کی گواہیاں کرالی گئیں) فلما انقضی عمر اٰدم الا اربعین جاءہ ملك الموت فقال اٰدم اولم یبق من عمری اربعون سنة قال اولم تعطها ابنك داؤد جب آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی عمر سے صرف چالیس برس باقی رہے یعنی نوسوساٹھ ۹۶۰ برس گزر گئے ملک الموت علیہ الصلوۃ والسلام اُن کے پاس آئے۔ فرمایا: کیا میری عمر سے ابھی چالیس سال باقی نہیں؟ کہا: کیا آپ اپنے بیٹے داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کو نہ دے چکے (پھر اللہ عزوجل نے آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے ہزار اور داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے سو برس پورے کردیے) ھذا حدیث ابی ھریرة[1] الا ما بین الخطین

---

[1] سنن الترمذی کتاب التفسیر سورۃ الاعراف حدیث ۳۰۸۷ دارالفکر بیروت ۵/ ۵۳
المستدرک للحاکم کتاب الایمان قصہ خلق آدم علیہ السلام " " " ۱/ ۶۴
السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الشہادات باب الاختیار فی الاشہاد دار صادر بیروت ۱۰/ ۱۴۶
مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۵۱ و ۲۵۲

(باقی برصفحہ آئندہ)

فمن حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم (یہ حدیث ابوہریرہ ہے مگر قوسین کے درمیان حدیثِ ابن عباس ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ت)

ان حدیثوں کا ارشاد ہے کہ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمر عطا فرمائی۔

حدیث ۱۸۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا ضلّ احدکم شیئًا واراد عونًا وھو بارضٍ لیس بھا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی، فانّ للہ عبادًا لا یراھم۔

جب تم میں کسی کی کوئی چیز گم جائے اور مدد مانگنی چاہے اور ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں تو اُسے چاہئے یُوں پکارے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ اللہ تعالٰی کے کچھ بندے ہیں جنھیں یہ نہیں دیکھتا۔ وہ اس کی مدد کرینگے، والحمدللہ رب العالمین۔

الطبرانی[1] عن عُتبۃ بن غزوان رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(طبرانی نے عُتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۸۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: جب جنگل میں جانور چھوٹ جائے فلیناد یا عباد اللہ احبسوا تو یُوں ندا کرے: اے اللہ کے بندو! روک دو۔ عباد اللہ اسے روک دیں گے۔ ابن السنی[2] عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ (ابن السنی نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

المعجم الکبیر عن ابن عباس حدیث ۱۲۹۲۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۲/ ۲۱۴

مسند ابی داؤد الطیالسی " ۲۶۹۲ دار المعرفۃ بیروت الجزء الحادی عشر ص۳۵۰

کنز العمال عن ابن عباس " ۱۵۱۵۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۱۳۴ و ۱۳۵

الدر المنثور بحوالہ الطیالسی الخ تحت الآیۃ ۲/ ۲۸۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۱۶

الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر من ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ دار صادر " ۱/ ۲۸ و ۲۹

[1] المعجم الکبیر عن عتبہ بن غزوان حدیث ۲۹۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۱۱۷ و ۱۱۸

[2] عمل الیوم واللیلۃ حدیث ۵۰۸ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ص ۱۳۶

ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۸۲: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: یوں ندا کرے:

اعینونی یا عباد اللہ۔ ابن ابی شیبۃ[1] و البزار عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

میری مدد کرو اے اللہ کے بندو۔ (ابن ابی شیبہ اور بزار نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

یہ تین[۳] حدیثیں وہابیت کُش کہ تین صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی روایت سے آئیں، قدیم سے اکابر علمائے دین رحمہم اللہ تعالٰی کی مقبول و مجرب رہیں، اس مطلب جلیل کی قدرے تفصیل فقیر کا رسالہ انہار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار[ف] کہ نماز غوثیہ شریف کے فضل رفیع اور بغداد شریف کی طرف گیارہ قدم چلنے وغیرہ ایک ایک فعل کے سرّ بدیع میں تصنیف کیا ملاحظہ ہو۔ ان حدیثوں اور حدیثِ اجل واعظم یا محمد انی توجہت بک الٰی ربی کی شوکتِ قاہرہ کے حضور وہابیہ کی حرکتِ مذبوحی کا حال خاتمہ رسالہ میں عنقریب آتا ہے ان شاء اللہ تعالٰی۔

حدیث ۱۸۳: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من کنتُ ولیّہ فعلیٌّ ولیّہ۔ احمد[2] والنسائی والحاکم عن بُریدۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسندٍ صحیح۔

جس کا میں مددگار و کارساز ہوں علی اس کا مددگار و کارساز ہے کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم۔ (احمد و نسائی و حاکم نے بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ صحیح روایت کیا۔ ت)

---

[1] المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب الدعاء حدیث ۲۹۷۱۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۹۲
البحر الزخار (مسند البزار) حدیث ۴۹۲۲ ۱۱/ ۱۸۱ و المعجم الکبیر حدیث ۲۹۰ ۱۷/ ۱۱۸
کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب الاذکار حدیث ۳۱۲۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۳۴

[2] مسند احمد بن حنبل عن بریدۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۵۸ و ۳۶۱
المستدرک للحاکم کتاب قسم الفیئ من کنت ولیہ فان علیاً ولیہ دار الفکر بیروت ۲/ ۱۳۰
الجامع الصغیر عن بریدۃ حدیث ۹۰۰۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۵۴۲

ف: رسالہ "انہار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار" فتاوٰی رضویہ جلد ہفتم مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور کے صفحہ ۵۶۹ پر مرقوم ہے۔

علامہ مناوی نے شرح میں فرمایا: یدفع عنہ ما یکرہ[1] علی اس کے مددگار ہیں اس سے مکروہات وبلیات دفع فرماتے ہیں۔

اور شک نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر مسلمان کے ولی و والی ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم[2] نبی مسلمانوں کا زیادہ والی ہے ان کی جانوں سے۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اولٰی بالمؤمنین من انفسھم۔ احمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[3]

میں مسلمانوں کا اُن کی جانوں سے زیادہ والی ہوں۔ (احمد و بخاری ومسلم ونسائی وابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

علامہ مناوی شرح میں فرماتے ہیں:

لانی الخلیفۃ الاکبر الممد لکل موجود[4]

اس لئے کہ میں اللہ عزوجل کا نائب اعظم اور تمام مخلوقِ الٰہی کا مددرساں ہوں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث من کنت ولیہ الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۴۴۲

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۶

[3] صحیح البخاری کتاب الکفالۃ باب جوار ابی بکر الصدیق فی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۰۸

" کتاب النفقات ۲/ ۸۰۹ وکتاب الفرائض ۲/ ۹۹۷ و باب ابنی عم احدھما الخ ۲/ ۹۹۸

صحیح مسلم کتاب الفرائض فصل فی اداء الدین قبل الوصیۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۵

سنن النسائی کتاب الجنائز الصلٰوۃ علی من علیہ دین نور محمد کارخانہ کراچی ۱/ ۲۷۹

سنن ابن ماجۃ ابواب الصدقات التشدید فی الدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۶

مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۹۰ و ۴۵۳

[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث انا اولٰی بالمؤمنین الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۳۷۷

ما من مؤمن الّا وانا اولٰی بہ فی الدنیا والاٰخرۃ اقرؤا ان شئتم النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم فایّما مؤمن مات وترک مالاً فلیرثہ عصبتہ من کانوا ومن ترک دینًا او ضیاعًا فلیاتنی فانا مولاہ۔ البخاری[1] ومسلم والترمذی عن ابی ھریرۃ وابوداؤد والترمذی عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ میں دُنیا اور آخرت میں سب سے زیادہ اُس کا والی نہ ہوں، تمھارے جی میں آئے تو یہ آیہ کریمہ پڑھو کہ "نبی زیادہ والی ہے مسلمانوں کا اُن کی جانوں سے" تو جو مسلمان مرے اور ترکہ چھوڑے اس کے وارث اس کے عصبہ ہوں اور جو اپنے اوپر کوئی دَین بیکس بے زر بچے چھوڑے وہ میری پناہ میں آئے کہ اس کا مولٰی میں ہوں صلی اللہ تعالٰی علیک وعلٰی آلک وبارک وسلم۔ (بخاری و مسلم و ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابوداؤد و ترمذی نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

امام عینی عمدۃ القاری میں زیرِ حدیث مذکور فرماتے ہیں: المولی الناصر[2] یہاں مولٰی بمعنی مددگار ہے۔

تو لاجرم بحکمِ حدیث مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ بھی ہر مسلمان کے ولی و مددگار و دافع بلا و مکروہات ہیں، والحمد للہ رب العٰلمین، اسی لئے شاہ صاحب نے فرمایا، حضرت

---

[1] صحیح البخاری کتاب فی الاستقراض واداء الدین باب الصلوٰۃ علی من ترک دینا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۳
کتاب التفسیر سورۃ الاحزاب " " " ۲/ ۷۰۵
صحیح مسلم کتاب الفرائض فصل فی اداء الدین قبل الوصیۃ الخ " " " ۲/ ۳۶
سنن الترمذی
سنن ابی داؤد کتاب الامارۃ باب فی ارزاق الذریۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۵۴
مسند احمد بن حنبل عن ابی ھریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۳۴ و ۳۳۵
شرح السنۃ کتاب الفرائض حدیث ۲۲۳۱ " " " ۸/ ۳۲۴
سنن الکبرٰی للبیہقی باب العصبۃ ۶/ ۲۳۸ و کتاب النکاح ۷/ ۵۸ دارصادر بیروت
[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الاحزاب تحت حدیث ۴۷۸۱ دارالفکر بیروت ۱۹/ ۱۲۴

آمیز ذریۂ طاہرہ اور الخ[1]

اقول عموم حدیث میں حضرات خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم بھی داخل اور تخصیص کی اصلاً حاجت نہیں کہ ناصر کا منصور سے افضل ہونا کچھ ضرور نہیں، قال اللہ تعالٰی:

ینصرون اللہ ورسولہ[2] مہاجرین اللہ و رسول کی مدد کرتے ہیں۔

وقال تعالٰی:

فان اللہ ھو مولٰہ و جبریل[3] (الآیۃ)

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مددگار اللہ ہے اور جبریل و ابوبکر و عمر و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

حدیث ۱۸۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ابنتی فاطمۃ حوراء اٰدمیۃ لم تحض ولم تطمث وانما سمّاھا فاطمۃ لان اللہ تعالٰی فطمھا ومحبیھا من النار۔ الخطیب[4] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

میری صاحبزادی فاطمہ آدمیوں میں حُور ہے کہ نجاستوں کے عارضے جو عورت کو ہوتے ہیں اُن سے پاک و منزّہ ہے۔ اللہ عزوجل نے اس کا فاطمہ اس لئے نام رکھا کہ اُسے اور اس سے محبت رکھنے والوں کو آتشِ دوزخ سے آزاد فرمادیا۔ (خطیب نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

غلامانِ زہرا کو نار سے چھڑایا تو اللہ عزوجل نے مگر نام حضرتِ زہرا کا ہے فاطمہ چھڑانے والی آتشِ جہنم سے، نجات دینے والی۔ صلی اللہ تعالٰی علٰی ابیہا وعلیہا وبعلہا وابنیہا وبارک وسلم۔

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم در امامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴

[2] القرآن الکریم ۵۹/۸

[3] " ۶۶/۴

[4] تاریخ بغداد ترجمہ غانم بن حمید ۶۷۷۲ دار الکتاب العربی بیروت ۱۲/۳۳۱
کنز العمال عن ابن عباس حدیث ۳۴۲۲۶ موسسۃ الرسالہ ۱۲/۱۰۹

حدیث ۱۸۵:

اِنّ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ دعا امّ کلثوم بنت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہما وکانت تحتہ فوجدھا تبکی فقال مایبکیك، فقال یا امیر المؤمنین ھذا الیھودی یعنی کعب الاحبار یقول انك علٰی باب من ابواب جھنم فقال عمر ماشاء اللہ واللہ انی لارجو ان یکون ربی خلقنی سعیدا ثم ارسل الٰی کعب فدعاہ فلما جاءہ کعب قال یا امیر المؤمنین لا تعجل علیّ والذی نفسی بیدہ لا ینسلخ ذو الحجۃ حتی تدخل الجنۃ فقال عمر ای شیئ ھذا مرۃً فی الجنۃ مرۃً فی النار فقال یا امیر المؤمنین والذی نفسی بیدہ انا لنجدك فی کتاب اللہ عزوجل علٰی باب من ابواب جھنم تمنع الناس ان یقعوا فیھا فاذا مِتّ

یعنی امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی زوجۂ مقدسہ حضرت اُم کلثوم دختر امیر المومنین مولٰی علی و بتولِ زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہم کو بلایا انھیں روتے پایا سبب پوچھا، کہا یا امیر المومنین! یہ یہودی کعب احبار (رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اجلّہ ائمہ تابعین وعلمائے کتابین و اعلم علمائے توراۃ سے ہیں پہلے یہودی تھے خلافتِ فاروقی میں مشرف باسلام ہوئے، شاہزادی کا اُس وقت حالتِ غضب میں انھیں اس لفظ سے تعبیر فرمانا بربنائے نازک مزاجی تھا کہ لازمۂ شاہزادگی ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین) یہ کہتا ہے کہ آپ جہنم کے دروازوں سے ایک دروازے پر ہیں، امیر المومنین نے فرمایا جو خدا چاہے خدا کی قسم بیشک مجھے امید ہے کہ میرے رب نے مجھے سعید پیدا کیا ہو، پھر حضرت کعب کو بُلا بھیجا، انھوں نے حاضر ہوکر عرض کی: امیر المومنین! مجھ پر جلدی نہ فرمائیں قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ذی الحجہ کا مہینہ ختم نہ ہونے پائے گا کہ آپ جنت میں تشریف لے جائیں گے۔ فرمایا: یہ کیا بات ہے کبھی جنت میں کبھی نار میں؟ عرض کی: یا امیر المومنین! قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آپ کو کتاب اللہ میں جہنم کے دروازوں سے ایک دروازے پر پاتے ہیں

لم یزالوا یقتحمون فیہا الیٰ یوم القیٰمۃ۔ ابن سعد[1] فی طبقاتہ وابو القاسم بن بُشران فی امالیہ عن الجاری مولٰی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کہ آپ لوگوں کو جہنم میں گرنے سے روکے ہوئے ہیں جب آپ انتقال فرمائیں گے قیامت تک لوگ نار میں گرا کریں گے (وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ رب عمر الجلیل) — (ابن سعد نے اپنی طبقات میں اور ابو القاسم بن بشران نے اپنی امالی میں حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے آزاد کردہ غلام سے روایت کیا ہے۔ت)

بھلا دوزخ میں گرنے سے بچانا دفعِ بلا کا ہے کو ہوا۔

حدیث ۱۸۶: معانی الآثار امام طحاوی میں ہے:

حدثنا ابن مرزوق ثنا ازھر السمان عن ابن عون عن محمد قال قال عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ: لنا رقاب الارض[2] یعنی امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: زمین کے مالک ہم ہیں۔

حدیث ۱۸۷:

بعث النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی عثمان یستعینہ فی جیش العسرۃ فبعث الیہ عثمٰن بعشرۃ الاف دینار یعنی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے لئے لشکرِ اسلام کو تیاری کا حکم دیا مسلمانوں پر بہت حالتِ تنگی وعُسرت تھی اس باب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے استعانت فرمائی ان سے مدد چاہی، ذوالنورین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دس ہزار اشرفیاں حاضر کیں حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اے عثمٰن! اللہ تیری چھپی اور ظاہر خطائیں اور آج سے قیامت تک جو کچھ تجھ سے واقع ہو سب کی مغفرت فرمائے۔ اس کے بعد عثمٰن کو کچھ پرواہ نہیں کوئی عمل کرے۔ ابن عدی[3] والدارقطنی و

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر استخلاف عمر رضی اللہ عنہ دار صادر بیروت ۳/ ۳۳۲
کنز العمال بحوالہ ابن سعد و ابی القاسم بن بشران حدیث ۳۵۷۸۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۵۷۱ و ۵۸۰
[2] شرح معانی الآثار کتاب السیر باب احیاء الارض المیتۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۲۶
[3] کنز العمال بحوالہ عد، قط حدیث ۳۶۱۸۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۳۸

ابونعیم فی فضائل الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم عن حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہما (ابن عدی و دارقطنی و ابونعیم نے فضائلِ صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم میں حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

کیوں وہابی صاحبو! غیرِ خدا سے استعانت شرک تو نہیں، ایاک نستعین کے کیا معنے کہتے ہو۔

حدیث ۱۸۸: ایک مصری نے امیرالمومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر عرض کی:

یاامیرالمؤمنین عائذٌ بک من الظلم۔ امیرالمومنین! میں حضور کی پناہ لیتا ہوں ظلم سے۔

امیرالمومنین نے فرمایا:

عُذتَ معاذًا تو نے سچی جائے پناہ کی پناہ لی۔

ہمارا مطلب تو حدیث کے اتنے ہی لفظوں سے ہوگیا، پناہ لینے والوں نے امیرالمومنین کی دُہائی دی اور امیرالمومنین نے اپنی بارگاہ کو سچی جائے پناہ فرمایا۔ مگر تتمہ حدیث بھی ذکر کریں کہ اس میں امیرالمومنین کے کمال عدل کا ذکر ہے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ مصر پر امیرالمومنین کے صوبیدار تھے، یہ فریادی مصری عرض کرتا ہے کہ میں نے اُن کے صاحبزادے کے ساتھ دوڑ لگائی میں آگے نکل گیا صاحبزادے نے مجھے کوڑے مارے اور کہا، میں دو معزز و کریم والدین کا بیٹا ہوں۔ اس کی فریاد پر امیرالمومنین نے فرمان نافذ فرمایا کہ عمرو بن عاص مع اپنے بیٹے کے حاضر ہوں، حاضر ہوئے۔ امیرالمومنین نے مصری کو حکم دیا: کوڑا لے اور مار۔ اس نے بدلہ لینا شروع کیا۔ اور امیرالمومنین فرماتے جاتے ہیں، مارو دو لئیموں کے بیٹے کو۔ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں، خدا کی قسم جب اس فریادی نے مارنا شروع کیا ہمارا جی یہ چاہتا تھا کہ یہ مارے اور اپنا عوض لے۔ اس نے یہاں تک مارا کہ ہم تمنا کرنے لگے کاش! اپنا ہاتھ اٹھالے۔ جب مصری فارغ ہوا امیرالمومنین نے فرمایا، اب یہ کوڑا عمرو بن عاص کی چندیا پر رکھ (یعنی وہاں کے حاکم تھے انھوں نے کیوں نہ داد رسی کی، بیٹے کا کیوں لحاظ پاس کیا) مصری نے عرض کی: یاامیرالمومنین! ان کے بیٹے ہی نے مجھے مارا تھا اُس سے میں عوض لے چکا۔ امیرالمومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:

مذکم تعبدتم الناس وولدتہم امھاتہم احرارا۔ | تم لوگوں نے بندگانِ خدا کو کب سے اپنا غلام بنالیا حالانکہ وہ ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے تھے۔

عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: یاامیر المومنین! نہ مجھے کوئی خبر ہوئی نہ یہ شخص میرے پاس فریادی آیا۔ ابن عبد الحکم عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ (ابن عبدالحکم نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۸۹: خلافتِ فاروقی رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ایک سال مدینہ میں قحط عظیم پڑا اس سال کا "عام الرمادہ" نام رکھا گیا یعنی ہلاک وتباہیِ جان ومال کا سال۔ امیر المومنین نے عمرو بن العاص کو مصر میں فرمان بھیجا،

یہ شقہ ہے بندہ خدا عمر امیر المومنین کی طرف سے ابن عاص کے نام

سلام اما بعد فلعمری یا عمرو ماتبالی اذا شبعت انت ومن معك ان اھلك انا ومن معی فیاغوثاہ ثم یاغوثاہ یردد قولہ۔ | سلام کے بعد واضح ہو مجھے اپنی جان کی قسم اے عمرو! جب تم اور تمہارے ملک والے سیر ہوں تو تمہیں کچھ پرواہ نہیں کہ میں اور میرے ملک والے ہلاک ہوجائیں ارے فریاد کو پہنچ ارے فریاد کو پہنچ۔ اور اس کلمے کو بار بار تحریر فرمایا۔

عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جواب حاضر کیا،

یہ عرضی بندۂ خدا امیر المومنین عمر کو عمرو بن عاص کی طرف سے

امابعد فیالبیك ثم یالبیك وقد بعثت الیك بعیرا اولھا عندك واٰخرھا عندی والسلام علیك ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ | بعد سلام معروض حضور میں بار بار خدمت کو حاضر ہوں پھر بار بار خدمت کو حاضر ہوں میں نے حضور میں وہ کارواں روانہ کیا ہے جس کا اول حضور کے پاس ہوگا اور آخر میرے پاس اور حضور پر سلام اور اللہ عزوجل کی رحمت اور برکتیں۔

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایسا ہی کارواں حاضر کیا کہ مدینہ طیبہ سے مصر تک یہ

لہ کنز العمال بحوالہ ابن عبدالحکم حدیث ۳۶۰۱۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۶۶۰ و ۶۶۱

تمام منزلہائے دور دراز اونٹوں سے بھری ہوئی تھیں یہاں سے وہاں تک ایک قطار تھی جس کا پہلا اونٹ مدینہ طیبہ میں تھا اور پچھلا مصر میں، سب پر اناج تھا، امیر المومنین نے وہ تمام اونٹ تقسیم فرمادیئے ہر گھر کو ایک ایک اونٹ مع اپنے بار کے عطا ہوا کہ اناج کھاؤ اور اونٹ ذبح کرکے اس کا گوشت کھاؤ، چربی کھاؤ، کھال کے جوتے بناؤ، جس کپڑے میں اناج بھرا تھا اس کا لحاف وغیرہ بناؤ۔ یوں اللہ عزوجل نے لوگوں کی مشکل دفع کی، امیر المومنین حمد بجالائے۔

ابن خزیمۃ فی صحیحہ والحاکم فی المستدرک والبیھقی فی السنن عن اسلم مولٰی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ وابن عبد الحکم واللفظ لہ عن اللیث بن سعد۔

ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے سنن میں عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے آزاد کردہ غلام اسلم سے اور ابن عبد الحکم نے لیث بن سعد سے روایت کیا، لفظ ابن عبد الحکم کے ہیں۔ (ت)

حدیث ۱۹۰: حضور سید عالم تو سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضور کے نائب کریم علی مرتضٰی امیر المومنین کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

انی لاستحی من اللہ ان یکون ذنب اعظم من غفری او جھل اعظم من حلمی او عورۃ لایواریھا ستری او خلۃ لایسدھا جودی۔ ابن عساکر عن جبیر عن الشعبی عن علی کرم اللہ تعالٰی

بے شک اللہ عزوجل سے شرم آتی ہے کہ کسی کا گناہ میری صفتِ مغفرت سے بڑھ جائے وہ گناہ کرے اور میری مغفرت اس کی بخشش میں تنگی کرے کہ میں نہ بخش سکوں یا کسی کی جہالت میرے علم سے زائد ہوجائے کہ وہ جہل سے پیش آئے اور میں حلم سے کام نہ لے سکوں یا کسی عیب کسی شرم کی بات کو میرا پردہ نہ چھپائے یا

۱؎ المستدرک للحاکم کتاب الزکوٰۃ دارالفکر بیروت ۱/ ۴۰۵
السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب قسم الفیئ والغنیمۃ باب یکون للوالی الاعظم الخ دار صادر بیروت ۶/ ۳۵۵
صحیح ابن خزیمۃ باب ذکر الدلیل علٰی ان العامل الخ حدیث ۲۳۶۷ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۶۸
کنز العمال بحوالہ ابن خزیمہ حدیث ۳۵۰۸۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۶۰۹ و ۶۱۰
〃 〃 ابن عبد الحکم عن اللیث 〃 ۳۵۹۰۲ 〃 〃 〃 ۱۲/ ۶۱۴ تا ۶۱۷

وجہہ۔

کسی حاجتمندی کو میرا کرم بند نہ فرمائے۔ (ابن عساکر[1] نے جُبیر سے انھوں نے شعبی سے انھوں نے حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے روایت کیا۔ ت)

وہابیو! دیکھا تم نے محبوبانِ خدا کا احسان، اُن کی عفران، اُن کی حاجت برآری، اُن کی شانِ ستاری۔

اللّٰھم انفعنا بفضلھم وعفوھم و حلمھم وجودھم وکرمھم فی الدنیا والاٰخرۃ اٰمین!

یااللہ! ہمیں ان کے فضل، ان کے عفو، ان کے حلم، ان کے جُود اور ان کے کرم سے دنیا و آخرت میں نفع عطا فرما آمین! (ت)

حدیث ۱۹۱: فرماتے ہیں کرم اللہ تعالٰی وجہہ:

لا ادری ای النعمتین اعظم علیّ منّۃً مّن رجل بذل مصاص وجھہ الیّ فراٰنی موضعًا لحاجتہ واجری اللہ قضاءھا او یسرہ علٰی یدی ولان اقضی لامرئ مسلم حاجۃ احب الیّ من ملا الارض ذھبا وفضۃ۔ ابوالغنائم النرسی[2] فی کتاب قضاء الحوائج عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بے شک میں نہیں جانتا کہ ان دو نعمتوں میں کون سی مجھ پر زیادہ احسان ہے کہ ایک شخص میری سرکار کو اپنی حاجت روائی کا محل جان کر اپنا معزز منہ میرے سامنے لائے اور اللہ تعالٰی اس کی حاجت کا روا ہونا اسکی آسانی میرے ہاتھ پر رواں فرمائے، یہ تمام رُوئے زمین بھر کر سونا چاندی ملنے سے مجھے زیادہ محبوب ہے کہ میں کسی مسلمان کی حاجت روا فرمادُوں۔ (ابوالغنائم النرسی نے کتاب قضاء الحوائج میں مولا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۹۲: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ھجاھم حسّانُ فشفٰی واشتفٰی

حسان نے کافروں کی ہجو کہی تو

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ علی بن ابی طالب ۵۰۲۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۵/ ۳۹۹
کنز العمال بحوالہ کر عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۳۶۳۶۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۱۱۱

[2]

شفادی شفالی۔ مسلم[1] عن ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا (مسلم نے ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی۔ ت)

حدیث ۱۹۳: جب کفارِ قریش نے شانِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اشعارِ گستاخی بکے، عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حکمِ جواب ہوا، انھوں نے جواب دیا، حضور نے ناکافی پایا، پھر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ارشاد ہوا، ان کا جواب بھی پسندِ خاطرِ اقدس نہ آیا۔ پھر حسان رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ارشاد ہوا۔ انھوں نے کفار کی ہجو کہی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لقد شفیت یا حسّان و اشتفیت۔ ابن عساکر عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

حسان! تم نے شفادی اور شفالی (ابن عساکر نے ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۹۴: حسان رضی اللہ تعالٰی عنہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے ام المومنین نے ان کے لئے مسند بچھوائی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما نے گزارش کی، آپ انھیں مسند پر بٹھاتی ہیں۔ وقد قال ما قال ام المومنین نے فرمایا:

انہ کان یجیب عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویشفی صدرہٗ من اعدائہ۔ ابن عساکر عن عطاء ابن ابی رباح۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا کرتے اور رنجِ اعداء سے سینۂ اقدس کو شفاء دیتے (ابن عساکر نے عطاء ابن ابی رباح سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل حسان بن ثابت قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۰۱
تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۱۵۴۶ حسان بن ثابت داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۳/ ۲۸۵
[2] " " " " " " " " " " " " ۱۳/ ۲۷۸
کنز العمال بحوالہ کر حدیث ۳۶۹۵۰ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۳/ ۳۴۱ و ۳۴۲
[3] " " " ۳۶۹۵۵ " " " ۱۳/ ۳۳۹
تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۱۵۴۶ حسان بن ثابت داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۳/ ۲۷۷

حدیث ۱۹۵ : کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

اکرموا الانصار فانھم ربوا الاسلام کما یربی الفرخ فی وکرہ۔ الدارقطنی فی الافراد والدیلمی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

انصار کی عزت کرو کہ انھوں نے اسلام کو پالا ہے جس طرح پرند کا بچہ آشیانے میں پالا جاتا ہے۔ (دارقطنی نے افراد میں اور دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

وصل سوم

احادیث متعلقہ بملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام

حدیث ۱۹۶ : کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

ان العبد المؤمن لیدعوا اللہ تعالٰی فیقول اللہ تعالٰی لجبریل لاتجبہ فانی اُحب ان اسمع صوتہ، و اذا دعاہ الفاجر قال یا جبریل اقض حاجتہ فانی لا احب ان اسمع صوتہٗ۔ ابن النجار عن انس بن مٰلک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بیشک بندہ مومن اللہ عزوجل سے دعا کرتا ہے تو رب جل وعلا جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے : اس کی دُعا قبول نہ کر کہ میں اس کی آواز سننے کو دوست رکھتا ہوں۔ اور جب فاجر دُعا کرتا ہے رب جل جلالہٗ فرماتا ہے : اے جبریل ! اس کی حاجت روا کردے کہ میں اس کی آواز سُننا نہیں چاہتا (ابن النجار نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اس حدیث سے واضح کہ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام دعائیں قبول کرتے حاجتیں روا فرماتے ہیں۔ دینِ وہابیت میں اس سے بڑھ کر اور کیا شرک ہوگا۔

حدیث ۱۹۷ : کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

ل کنز العمال بحوالہ قط فی الافراد والدیلمی حدیث ۳۳۷۲۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۹
الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۲۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۷۵

ک کنز العمال بحوالہ ابن النجار حدیث ۳۲۶۱ و ۴۹۰۵ مؤسسۃ الرسالہ ۲/ ۶۲۰،۹۸۵

ان للہ ملٰئکۃ موکلین بارزاق بنی اٰدم قال لھم ایما عبد وجدتموہ جعل الھم ھمًّا واحدًا فضمنوا رزقہ السمٰوٰت والارض وبنی اٰدم وایما عبد وجدتموہ طلب فان تحری الصدق فطیبوا لہٗ ویسروا ومن تعدّی ذٰلک فخلّوا بینہٗ وبین ما یرید ثم لاینال فوق الدرجۃ التی کتبتھا لہٗ۔ الترمذی الاکبر الامام فی النوادر۔[1]

اللہ تعالٰی کے کچھ فرشتے بنی آدم کے رزقوں پر مؤکل ہیں انھیں اللہ عزوجل کا حکم ہے کہ جس بندے کو ایسا پاؤ کہ سب فکریں چھوڑ کر آخرت کا ہو رہا ہے آسمان و زمین و انسان سب کو اس کے رزق کا ضامن کردو یعنی بے طلب ہر طرف سے اُسے رزق پہنچاؤ اور جسے روزی کی تلاش میں دیکھو وہ اگر راستی کا قصد کرے تو اس کے لئے اس کا رزق پاک و آسان کردو اور جو حد سے بڑھے اُسے اس کی خواہش پر چھوڑ دو پھر ملے گا تو اُتنا ہی جو میں نے اس کے لئے لکھ دیا ہے (اس کو حکیم ترمذی نے نوادر میں روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۹۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ملک قابض علٰی ناصیتک فاذا تواضعت للہ رفعک واذا تجبّرت علی اللہ قصمک وملک قائم علٰی فیک لایدع الحیّۃ ان تدخل فی فیک۔ ابن جریر عن کنانۃ العدوی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ ھذا مختصرٌ۔

ایک فرشتہ تیری پیشانی کے بال تھامے ہوئے ہے جب تو اللہ عزوجل جل شانہٗ کے لئے تواضع کرے تجھے بلندی بخشتا ہے اور جب تو اس پر معاذ اللہ تکبر کرے تجھے توڑ ڈالتا ہلاک کردیتا ہے، اور ایک فرشتہ تیرے منہ پر کھڑا ہے کہ سانپ کو تیرے منہ میں نہیں جانے دیتا۔ (ابن جریر نے کنانہ عدوی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ یہ مختصر ہے۔ ت)

دیکھو متواضعوں کو فرشتہ بلند قدری دیتا ہے، متکبروں کو فرشتہ ہلاک کرتا ہے، اور

---

[1] نوادر الاصول للترمذی الاصل الحادی والسبعون والمائتان فی جمع الھموم دار صادر بیروت ص ۳۹۵

[2]

کیوں صاحبو! یہ فرشتہ جو منہ کی حفاظت کر رہا ہے واقع البلا تو نہ ہوا شاید دفع بلا اس کا نام ہوگا کہ وہ چھوڑ دے کہ سانپ تمہارے مُنہ میں گھس جائے۔

حدیث ۱۹۹: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

انّ ابن اٰدم لفی غفلۃ عمّا خلق لہ ویبعث اللہ ملکًا فیحفظہ حتی یدرک۔ ابنا ابی حاتم و الدّنیا و ابونعیم عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہم ھذا مختصرٌ۔[1]

آدم زاد اس کام سے غافل ہے جس کے لئے پیدا کیا گیا اور اللہ تعالٰی فرشتہ بھیجتا ہے کہ وقت پہنچنے تک اُس کا نگہبان رہتا ہے۔ (اس کو ابوحاتم و ابوالدنیا کے بیٹوں اور ابونعیم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، یہ مختصر ہے۔ ت)

حدیث ۲۰۰: صحیح مسلم شریف میں حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مرّ بالنطفۃ اثنتان واربعون لیلۃ بعث اللہ الیھا ملکًا فصوّرھا و خلق سمعھا و بصرھا و جلدھا و لحمھا و عظامھا۔[2] الحدیث۔

جب نطفے پر بیالیس راتیں گزرتی ہیں اللہ تعالٰی اس کی طرف فرشتہ بھیجتا ہے وہ آکر اس کی صورت بناتا، کان، آنکھ، کھال، گوشت، ہڈیاں خلق کرتا ہے۔

انھیں کی دوسری روایت میں ہے:

یتسوّر علیھا الملک۔ قال زھیر حسبتہ قال الذی یخلقھا۔[3]

فرشتہ آکر اس پر گرتا ہے، زہیر نے کہا میرے خیال میں حدیث کے لفظ یہ ہیں کہ وہ فرشتہ جو اسے خلق کرتا ہے۔

---

[1] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۲۳۵ محمد بن علی الباقر دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۱۹۰
الدر المنثور بحوالہ ابن ابی الدنیا و ابن ابی حاتم الخ تحت الآیۃ ۱۳/ ۵۰ دار احیاء التراث ۷/ ۵۲۴
[2] صحیح مسلم کتاب القدر باب کیفیت خلق الآدمی فی بطن امہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۳۳
[3] " " " " " " " " " " " "

انھیں کی تیسری روایت میں ہے:

ان ملکا موکلا بالرحم اذا اراد اللہ ان یخلق شیئا باذن اللہ الحدیث[1]

بیشک عورتوں کے رحم پر ایک فرشتہ متعین ہے جب اللہ تعالٰی چاہتا ہے کہ وہ فرشتہ باذنِ الٰہی کچھ خلق کرے۔

طبرانی کی روایت میں ہے:

ان النطفۃ اذا استقرت فی الرحم فمضی لہا اربعون یوما جاء ملك الرحم فصور عظمہ ولحمہ ودمہ وبشرہ[2]

نطفے کو جب رحم میں ٹھہرے چلّہ گزر جاتا ہے فرشتہ کہ رحم پر موکل ہے آکر اس کی ہڈیاں، گوشت، خون اور بال کھال کی تصویر کرتا ہے۔

حدیث ۲۰۱: صحیحین بخاری ومسلم وغیرہما میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بچے کا مادہ آفرینش چالیس دن تک ماں کے پیٹ میں جمع ہوتا ہے پھر اتنے ہی دن جما ہوا خون رہتا ہے، پھر اتنے ہی دن خون کی بوٹی، ثم یرسل اللہ الیہ الملك فینفخ فیہ الروح جب تین چلّے گزر لیتے ہیں اللہ تعالٰی اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتا ہے کہ وہ اس میں جان ڈالتا ہے ھذا لفظ مسلم[3] (یہ مسلم کے الفاظ ہیں۔ ت)۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ھو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء[4]

اللہ ہے کہ تمہاری تصویر فرماتا ہے ماؤں کے پیٹوں میں جیسے چاہے۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب القدر باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن امہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۳۳

[2] المعجم الکبیر عن حذیفۃ بن اسید رضی اللہ عنہ حدیث ۳۰۴۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/ ۱۷۷
کنز العمال حدیث ۵۷۵ مؤسسۃ الرسالہ " ۱/ ۱۲۱

[3] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق ۱/ ۴۵۶ و کتاب الانبیاء ۱/ ۴۶۹ قدیمی کتب خانہ کراچی
صحیح مسلم کتاب القدر باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن امہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۳۲

[4] القرآن الکریم ۳/ ۶

اور فرماتا ہے جل وعلا:

هل من خالق غير الله[1] کیا کوئی اور بھی خلق کرنے والا ہے اللہ کے سوا۔

یہاں مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جن کا نام پاک ماحی ہے یعنی کفر و شرک کے مٹانے والے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم، وہ خود صحیح حدیثوں میں فرما رہے ہیں کہ فرشتہ تصویر کرتا ہے، فرشتہ صورت بناتا ہے۔ فرشتہ آنکھ کان، گوشت، استخوان، بال، کھال، خون خلق کرتا ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ یہ سب کچھ فرشتے کے ہاتھ سے ہو کر جان بھی فرشتہ ڈالتا ہے۔ شرک پسند گمراہوں کے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کیا شرک ہوگا والعیاذ باللہ رب العلمین۔ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تو اتنا ہی فرما کر چپ ہو رہے تھے:

لاھب لك غلما زکیا[2] میں تجھے ستھرا بیٹا دوں۔

یہاں تو ان سے کم درجہ شخص کے ہاتھوں پر دنیا بھر کے بیٹی بیٹوں کی خلق و تصویر ہو رہی ہے۔ احمق جاہلو! اپنے سسکتے ایمان کی جان پر رحم کرو، یہ فرق نسبت اٹھانا اقسامِ اسناد مٹانا خدا جانے تمھیں کن بُرے حالوں پر پہنچائے گا۔ مسلمانوں کو مشرک بنانا ہنسی کھیل سمجھا ہے۔

حدیث ۲۰۲: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لو لم ابعث فیکم لبعث عمر ایّد اللہ عمر بملکین یوفقانه ویسددانه فاذا اخطأ صرفاه حتی یکون صوابا۔ الدیلمی[3] عن ابی بکر الصدیق وابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

اگر میں تم میں مبعوث نہ ہوتا تو بیشک عمر نبی کرکے بھیجا جاتا۔ اللہ عزوجل نے دو فرشتوں سے عمر کی تائید فرمائی ہے کہ وہ دونوں عمر کو توفیق دیتے اور ہر امر میں اسے ٹھیک راہ پر رکھتے ہیں اگر عمر کی رائے لغزش کرتی ہے تو فرشتے عمر کو ادھر سے پھیر دیتے ہیں تاکہ عمر سے حق ہی صادر ہو (دیلمی نے ابوبکر صدیق اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۵/ ۳

[2] " " ۱۹/ ۱۹

[3] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۵۱۲۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۳۶۲
کنز العمال " ۳۲۷۶۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۸۱

حدیث ۲۰۳: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

بیشک عمر (رضی اللہ عنہ) کا اسلام عزت تھا اور ان کی ہجرت فتح و نصرت اور ان کی خلافت میں رحمت۔ خدا کی قسم گردِ کعبہ علانیہ نماز نہ پڑھنے پائے جب تک عمر اسلام نہ لائے۔ جب وہ مسلمان ہوئے کافروں سے قتال کیا یہاں تک کہ ہم نے علانیہ گردِ کعبہ نماز ادا کی۔ وانی لاحسب بین عینی عمر ملکا یسددہ اور بیشک میں سمجھتا ہوں کہ عمر کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک فرشتہ ہے کہ انھیں راستی و درستی دیتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ عمر سے شیطان ڈرتا ہے اور جب نیک بندوں کا ذکر ہو تو عمر کا ذکر لاؤ۔

ابن عساکر[1] رضی اللہ تعالٰی عنہ و قد مر بعضہ اواخر الباب الاول بتخریج اٰخر غیر محدود۔ (اس کو ابن عساکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے روایت کیا اور اس کا بعض حصہ دوسری تخریج کے ساتھ باب اول کے آخر میں گزر گیا ہے۔ ت)

حدیث ۲۰۴: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا جلس القاضی فی مجلسہ ھبط علیہ ملکان یسددانہ ویوفقانہ ویرشدانہ مالم یجر فاذا جار عرجا و ترکاہ۔ البیھقی[2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔ جب قاضی مجلسِ حکم میں بیٹھتا ہے اس پر دو فرشتے اُترتے ہیں کہ وہ اسے راستی دیتے توفیق بخشتے سیدھی راہ چلاتے ہیں جب تک حق سے میل نہ کرلے جہاں اس نے میل کیا فرشتوں نے اُسے چھوڑا اور اُڑ گئے۔ (بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۰۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

جو مسلمان کسی مسلمان کا دل خوش کرتا ہے اللہ عزوجل اُس خوشی سے ایک فرشتہ پیدا

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۵۳۰۲ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴۷/ ۶۷

کنز العمال حدیث ۳۵۸۶۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۵۹۹

[2] " " عن ابن عباس " ۱۵۰۱۵ " " " " ۶/ ۹۹

السنن الکبرٰی للبیہقی آداب القاضی باب فضل من ابتلی بشیئ الخ دار صادر بیروت ۱۰/ ۸۸

پیدا کرتا ہے کہ اللہ تعالٰی کی تمجید و توحید کرتا ہے جب وہ مسلمان اپنی قبر میں جاتا ہے اس کے پاس آکر کہتا ہے کیا مجھے نہیں پہچانتا ؟ وہ مسلمان پوچھتا ہے تو کون ہے ؟ کہتا ہے میں وہ خوشی ہوں جو تو نے فلاں مسلمان کے دل میں داخل کی تھی انا الیوم اٰونس وحشتك والقنك حجتك واثبتك بالقول الثابت واشھدك مشاھدك یوم القیٰمۃ واریك منزلك من الجنۃ آج میں تیرا جی بہلا کر تیری وحشت دُور کروں گا، میں تجھے تیری حجت سکھاؤں گا، میں تجھے نکیرین کے جواب میں حق بات پر ثبات دوں گا، میں تجھے محشر کی بارگاہ میں لے جاؤں گا، میں تیرے رب کے حضور تیری شفاعت کروں گا، میں تجھے جنت میں تیرا مکان دکھاؤں گا۔

ابن ابی الدنیا فی قضاء الحوائج وابوالشیخ فی الثواب عن الامام جعفر الصادق عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ تعالٰی عنھم وکرم وجوھھم۔

اس کو ابن ابی الدنیا نے قضاء الحوائج میں اور ابوالشیخ نے ثواب میں امام جعفر صادق سے، انھوں نے اپنے باپ سے، اور انھوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے، اللہ تعالٰی ان سے راضی ہوا اور ان کے چہروں کو مکرم بنایا۔ (ت)

حدیث ۲۰۶ : کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

بیشک میں کتاب اللہ میں ایک سورت تیس آیتوں کی پاتا ہوں جو اسے سوتے وقت پڑھے اللہ عزوجل اس کے لئے تیس نیکیاں لکھے اور اس کے تیس گناہ محو فرمائے اور اس کے تیس درجے بلند کرے،

وبعث اللہ الیہ ملکا من الملٰئکۃ لیبسط علیہ جناحہ و یحفظہ من کل سوء حتی یستیقظ و ھی المجادلۃ تجادل عن صاحبھا فی القبر وھی تبارك الذی سورۃ الملك

اللہ عزوجل اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجے کہ اپنا بازو اس پر کشادہ رکھے جب تک سو کر اٹھے وہ فرشتہ اسے ہر برائی سے محفوظ رکھے وہ سورت مجادلہ ہے اپنے قاری کی طرف سے اس کی قبر میں جھگڑے گی وہ تبارك الذی سورۂ ملک ہے

---

[1] موسوعۃ رسائل ابن ابی الدنیا قضاء الحوائج حدیث ۱۱۵ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت ۲/۸۶

کنز العمال بحوالہ ابن ابی الدنیا حدیث ۱۶۴۰۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۴۳۱

الدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ (دیلمی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۰۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من حمی مؤمنا منافق یغتابہ بعث اللہ لہ ملکا یحمی لحمہ من نار جہنم۔ احمد[2] وابوداؤد عن معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جب کوئی منافق کسی مسلمان کو پیٹھ پیچھے برا کہہ رہا ہو تو جو شخص اس منافق سے اس مسلمان کی حمایت کرے اللہ عزوجل اس کے لئے ایک فرشتہ بھیجے کہ آتشِ دوزخ سے اس کے گوشت کو بچائے (احمد و ابوداؤد نے معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۰۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

رأیت جعفرا یطیر ملکا فی الجنۃ تدمی قادمتاہ ورأیت زیدا دون ذلک فقلت ماکنت اظن ان زیدا دون جعفر فقال جبریل (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) ان زیدا بدون جعفر ولکنا فضلنا جعفر بقرابتہ منک

میں نے جعفر طیار رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ملاحظہ فرمایا کہ فرشتہ بن کر جنت میں اُڑ رہے ہیں اور ان کے بازوؤں کے اگلے دونوں شہپروں سے خون رواں ہے، اور زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو میں نے اُن سے کم مرتبہ پایا۔ میں نے فرمایا مجھے گمان نہ تھا کہ زید کا مرتبہ جعفر سے کم ہوگا۔ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے عرض کی: زید جعفر سے کم نہیں مگر ہم نے جعفر کا مرتبہ زید سے بڑھا دیا ہے اس لئے کہ وہ حضور سے قرابت رکھتے ہیں۔

---

[1] الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۱۷۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۶۲ و ۶۳
کنز العمال " ۷۰۰۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۵۹۴

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث معاذ بن انس الجہنی المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۴۱
سنن ابی داؤد کتاب الادب باب الرجل یذب عن عرض اخیہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۱۳

ابن سعد عن محمد بن عمرو بن علیؓ مرسلاً۔[1] (ابن سعد نے محمد بن عمرو بن علی سے مرسلاً روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۰۹: طلحہ بن عبیداللہ احد العشرۃ المبشرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں، روزِ اُحد میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کندھیاں لے کر ایک چٹان پر بٹھا دیا کہ مشرکین سے آڑ ہوگئی، سیّدعالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے پسِ پشت دستِ مبارک سے ارشاد فرمایا:

هذا جبریل یخبرنی انه لایراك یوم القیٰمة فی هولٍ الّا انقذك منه۔ ابن عساکر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[2]

یہ جبریل مجھے خبر دے رہے ہیں کہ اے طلحہ! وہ روزِ قیامت تمہیں جس کسی دہشت میں دیکھیں گے اس سے تمہیں چھڑا دیں گے۔ (ابن عساکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۱۰: جب امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ابو لؤلؤ مجوسی خبیث نے خنجر مارا اور امیر المومنین نے مشورے کا حکم دیا (کہ میرے بعد عثمان غنی و علی مرتضٰی و طلحہ و زبیر و عبدالرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہم چھ صاحبوں سے مسلمان جسے مناسب تر جانیں خلیفہ بنائیں) حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا خدمتِ امیر المومنین میں آئیں اور کہا: اے باپ میرے! بعض لوگ کہتے ہیں یہ چھ شخص پسندیدہ نہیں۔ امیر المومنین نے فرمایا: مجھے تکیہ لگا کر بٹھا دو۔ بٹھائے گئے، ارشاد فرمایا "علی کی شان میں کیا کہہ سکتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سُنا اے علی! اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں لا تو روزِ قیامت میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا۔ بھلا عثمان کی شان میں کیا کہہ سکتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سُنا جس دن عثمان انتقال کرے گا آسمان کے فرشتے اس پر نماز پڑھیں گے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ فضیلت خاص عثمان کے لئے ہے یا ہر مسلمان

---

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر جعفر بن ابی طالب دار صادر بیروت ۴/ ۳۸
کنز العمال حدیث ۳۳۲۱۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۶۶۵

[2] " " ۳۶۶۰۶ " " " ۱۲/ ۲۰۲
تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۳۰۶۴ طلحہ بن عبیداللہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۷/ ۵۰

کے لئے۔ فرمایا: خاص عثمان کے لئے۔ طلحہ بن عبید اللہ کو کیا کہیں گے، ایک رات رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کجاوا پشتِ مرکب سے گر گیا تھا میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کون ہے کہ میرا کجاوا ٹھیک کردے اور جنت لے لے۔ یہ سُنتے ہی طلحہ دوڑے اور کجاوا درست کردیا، حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سوار ہوئے اور ان سے ارشاد فرمایا: یا طلحۃ ھذا جبریل یقرئک السلام ویقول انا معک فی اھوال یوم القیٰمۃ حتی انجیک منھا اے طلحہ! یہ جبریل ہیں تجھے سلام کہتے اور بیان کرتے ہیں کہ میں قیامت کے ہولوں میں تمھارے ساتھ رہوں گا یہاں تک کہ اُن سے تمھیں نجات دوں گا۔ زبیر بن عوام کو کیا کہیں گے میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور آرام فرماتے تھے زبیر بیٹھے پنکھا جھلتے رہے یہاں تک کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیدار ہوئے، فرمایا: اے ابو عبداللہ! (زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی کنیت ہے) کیا جب سے تو جھل رہا ہے؟ عرض کی: میرے ماں باپ حضور پر نثار جب سے برابر جھل رہا ہوں۔ سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ھذا جبریل یقرئک السلام ویقول انا معک یوم القیٰمۃ حتی اذُبّ عن وجھک شرر جھنم یہ جبریل ہیں تجھے سلام کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ میں روزِ قیامت تمھارے ساتھ رہوں گا یہاں تک کہ تمھارے چہرے سے جہنم کی اڑتی ہوئی چنگاریاں دُور کروں گا۔ سعد بن ابی وقاص کو کیا کہیں گے، میں نے روزِ بدر دیکھا سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے چودہ[۱۴] بار اُن کی کمان چلّہ باندھ کر انھیں عطا کی اور فرمایا تیر مار تیرے قربان میرے ماں باپ۔ عبدالرحمٰن بن عوف کو کیا کہیں گے، میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا حضور حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالٰی عنہا کے یہاں تشریف فرما تھے دونوں صاحبزادے رضی اللہ تعالٰی عنہما بھُوکے روتے بلکتے تھے، سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کون ہے کہ کچھ ہماری خدمت میں حاضر کرے، اس پر عبدالرحمٰن بن عوف حیس (کہ خُرمائے خستہ برآوردہ، اور پنیر کو باریک کُوٹ کر گھی میں گوندھتے ہیں) اور دُو[۲] روٹیاں کہ اُن کے بیچ میں روغن رکھا تھا لے کر حاضر ہوئے، رحمتِ دو عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کفاک اللہ امر دنیاک واما امر اٰخرتک فانا لھا ضامنٌ اللہ تعالٰی تیرے دنیا کے کام درست کردے اور تیری آخرت کے معاملہ کا تو میں ذمہ دار ہوں۔"[۱] معاذ بن المثنٰی فی زیادات مسند مسدد والطبرانی فی

---

[۱] کنز العمال بحوالہ معاذ بن المثنٰی حدیث ۳۶۷۳۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۲۲۶-۲۲۷

الاوسط وابونعیم فی فضائل الصحابۃ وابوبکر ن الشافعی فی الغیلانیات و ابوالحسن بن بشران فی فوائدہ والخطیب فی التلخیص المتشابہ وابن عساکر فی تاریخ دمشق والدیلمی فی مسند الفردوس عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

امام جلیل جلال الدین سیوطی جمع الجوامع میں فرماتے ہیں ، سندہٗ صحیح[1] اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

تکملہ کاملہ : وصلِ اول کی طرف پھر عود کرنا والعَودُ احمد ؎

اعد ذکر والینا لنا ان ذکرہٗ ۔۔۔ ھو المسك ماکررتہ یتضوّع

(ہمارے والی کا ذکر ہمارے لئے پھر لوٹاؤ کہ بیشک ان کا ذکر ایسی کستوری ہے جسے جتنا رگڑو وہ خوشبو دیتی ہے۔ت)

؎ باز ہوائے چمنم آرزو ست ۔۔۔ جلوۂ سرو و سمنم آرزو ست

(پھر مجھے چمن کی ہوا کی خواہش ہے چنبیلی کے نغمے کے جلوے کی خواہش ہے ۔ت)

؎ پھر اٹھا ولولۂ یادِ بیابانِ حرم ۔۔۔ پھر کھنچا دامنِ دل سوئے مغیلانِ حرم

اللہ اللہ اس حدیث صحیح کے پچھلے جملے نے پھر وصل اول احادیث متعلقہ محبوب اجل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آتشِ شوق سینے میں بھڑکا دی ، کتا اپنے پیارے آقا مہربان مولٰی کا دروازہ چھوڑ کر کہاں جائے ، ہر پھر کر وہیں کا وہیں رہا چاہے بلکہ واللہ یہ کتا اپنے پیارے کریم مالک کے درِ اطہر سے ہٹا ہی نہیں انبیاء کے دروازے پر جائے تو انھیں کا گھر ہے اولیاء کے یہاں آئے تو انھیں کا در ہے' ملائکہ کی منزلوں پر گزرے تو انھیں کا گھر ہے ؏

کوئی اور اُن کے سوا کہاں وہ اگر نہیں تو جہاں نہیں

؎ یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتوآں ۔۔۔ ہر کجا درنگری انجمنے ساختہ اند

(اس گھر میں ایک چراغ ہے جس کی روشنی سے جہاں دیکھو ایک انجمن بنائے ہوئے ہیں ۔ت)

؎ آسمان خوان زمین خوان زمانہ مہمان ۔۔۔ صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

؎ بندہ ات غیرت برد کے بر درِ غیرت رود ۔۔۔ در رود چوں بنگرد ہم شاہِ آں ایواں توئی

(تیرا غیرتمند غلام درِ غیر پر کیسے جا سکتا ہے اور اگر جائے تو دیکھے گا کہ اُس ایوان کا بادشاہ بھی تو ہی ہے ۔ت)

حدیث ۲۱۱ : نزال بن سبرہ فرماتے ہیں ایک دن ہم نے امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم

---

[1] کنز العمال تحت الحدیث ۳۶۷۳۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۲۴۶ و ۲۴۷

کو خوش دل پایا، عرض کی: یا امیر المؤمنین! اپنے یاروں کا حال ہم سے بیان کیجئے۔ فرمایا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سب صحابہ میرے یار ہیں۔ ہم نے عرض کی، اپنے خاص یاروں کا تذکرہ کیجئے۔ فرمایا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کوئی صحابی نہیں کہ میرا یار نہ ہو۔ ہم نے عرض کی: ابوبکر صدیق کا حال بیان کیجئے۔ فرمایا: یہ وہ صاحب ہیں کہ اللہ عزوجل نے جبریل امین و محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہما وسلم کی زبان پر ان کا نام صدیق رکھا، وہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خلیفہ تھے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں ہمارے دین کی امامت کو پسند فرمایا تو ہم نے اپنی دنیا میں بھی انھیں کو پسند کیا۔ ہم نے عرض کی، عمر بن خطاب کا حال بیان فرمائیے۔ فرمایا: یہ وہ صاحب ہیں جن کا نام اللہ عزوجل نے فاروق رکھا، انھوں نے حق کو باطل سے جُدا کر دیا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو عرض کرتے سُنا کہ الٰہی! عمر بن خطاب کے سبب اسلام کو عزت دے۔ ہم نے عرض کی، عثمان کا حال کہیے۔ فرمایا، ذٰلک امرؤ یُدعی فی الملاء الاعلٰی ذاالنورین کان ختن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابنتیہ ضمن لہ فی الجنۃ یہ وہ صاحب ہیں کہ ملاءِ اعلٰی و بزمِ بالا میں ذی النورین پکارے جاتے ہیں، سیّدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دو شاہزادیوں کے شوہر ہوئے، سرورِ اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن کے لئے جنّت میں ایک مکان کی ضمانت فرمائی ہے۔

خیثمۃ[1] واللالکائی والعشاری فی فضائل الصدیق و ابن عساکر عنہ عن علی کرّم اللہ تعالٰی وجہہ و رواہ عنہ ابونعیم قال سألنا علیًّا عن عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہما قال ذاک امرؤ فذکرہ۔[2]

خیثمہ، لالکائی اور عشاری نے فضائلِ صدیق میں اور ابن عساکر نے انھی سے بحوالہ حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے اسکو روایت کیا کہ ہم نے حضرت علی سے حضرت عثمان کے بارے میں پوچھا رضی اللہ تعالٰی عنہما حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ وہ ایسے عظیم شخص ہیں، پھر پوری حدیث ذکر کی۔ (ت)

حدیث ۲۱۲: کہ سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں کسی سے فرمایا کہ اپنا گھر میرے ہاتھ بیچ ڈال کہ مسجدِ حرام میں زیادت فرماؤں اور تیرے لئے جنّت میں مکان کا ضامن ہوں۔ اس نے

---

[1] کنز العمال بحوالہ خیثمۃ واللالکائی والعشاری حدیث ۳۶۶۹۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۲۳۱ و ۲۳۲

[2] معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم حدیث ۲۲۹ مکتبۃ الحرمین ریاض ۱/ ۲۴۶

عذر کیا۔ پھر فرمایا۔ انکار کیا۔ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو خبر ہوئی، یہ شخص زمانہ جاہلیت میں ان کا دوست تھا اس سے باصرار تمام دس ہزار اشرفی دے کر خرید لیا، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی کہ حضور! اب وُہ گھر میرا ہے فھل انت اٰخذھا ببیتٍ تضمن لی فی الجنۃ کیا حضور مجھ سے ایک مکان بہشت کے عوض لیتے ہیں جس کے حضور میرے لئے ضامن ہو جائیں۔ قال نعم فرمایا: ہاں۔ فاخذھا منہ وضمن لہ بیتًا فی الجنۃ واشھد لہ علٰی ذٰلک المؤمنین حضور نے اُن سے وہ مکان لے کر جنت میں ان کے لئے ایک مکان کی ضمانت فرمائی اور مسلمانوں کو اس معاملہ پر گواہ کرلیا۔

احمد[1] الحاکمی فی فضائل عثمٰن عن سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھم۔ احمد حاکمی نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فضائل میں سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔(ت)

حدیث ۲۱۲: کہ جب مہاجرین مکہ معظمہ سے ہجرت فرماکر مدینہ طیبہ میں آئے یہاں کا پانی پسند نہ آیا شور تھا، بنی غفار سے ایک شخص کی مِلک میں ایک شیریں چشمہ مسمّٰی بہ رومہ تھا وہ اس کی ایک مشک نیم صاع کو بیچتے، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا: بِعْنِیھا بعینٍ فی الجنۃ یہ چشمہ میرے ہاتھ ایک چشمہ بہشت کے عوض بیچ ڈال۔ عرض کی: یارسول اللہ! میری اور میرے بچّوں کی معاش اسی میں ہے مجھ میں طاقت نہیں۔ یہ خبر عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو پہنچی وہ چشمہ مالک سے پینتیس ہزار روپے کو خرید لیا، پھر خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ اتجعل لی مثل الذی جعلت لہ عینا فی الجنۃ اشتریتھا یارسول اللہ! کیا جس طرح حضور اُس شخص کو چشمہ بہشتی عطا فرماتے تھے اگر میں یہ چشمہ اس سے خرید لوں تو حضور مجھے عطا فرمائیں گے؟ قال نعم فرمایا: ہاں۔ عرض کی: میں نے بئر رومہ خرید لیا اور مسلمانوں پر وقف کردیا۔ الطبرانی[2] فی الکبیر وابن عساکر عن بشیر رضی اللہ تعالٰی

---

[1] الریاض النضرۃ بحوالہ الحاکمی الباب الثالث دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۲۰ و ۲۱

[2] المعجم الکبیر عن بشیر اسلمی حدیث ۱۲۲۶ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۴۱ و ۴۲
تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۴۷۱۵ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴۱/ ۴۹
کنزالعمال بحوالہ طب کر حدیث ۳۶۱۸۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۳۵ و ۳۶

عنہ (طبرانی نے کبیر میں اور ابن عساکر نے بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۲۱۴: ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

اشترٰی عثمان بن عفان من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الجنۃ مرتین یوم رُوْمَۃَ ویومَ جیش العسرۃ۔ الحاکم[1] وابنا عدی وعساکر عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دوبار، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جنت خریدلی بئر رومہ کے دن اور لشکر کی تنگدستی کے روز۔ (حاکم اور ابن عدی اور ابن عساکر نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۲۱۵: کہ حضور مالکِ جنت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:

لک الجنۃ علیّ یا طلحۃ غدًا۔ ابونعیم[2] فی فضائل الصحابۃ عن امیر المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کل تمہارے لئے جنت میرے ذمہ ہے (ابونعیم نے فضائلِ صحابہ میں امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۲۱۶: صحیح بخاری شریف میں سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من یضمن لی ما بین لحییہ وما بین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ۔[3]

جو میرے لئے اپنی زبان اور شرمگاہ کا ضامن ہوجائے (کہ ان سے میری نافرمانی نہ کرے) میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ اشترٰی عثمان الجنۃ مرتین دار الفکر بیروت ۳/ ۱۰۷
تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۴۷۱۵ عثمان بن عفان داراحیاء التراث العربی بیروت ۴۱/ ۴۹
الکامل لابن عدی ترجمہ بکر بن بکار دار الفکر بیروت ۲/ ۴۶۴
[2] کنز العمال بحوالہ ابی نعیم حدیث ۳۳۳۶۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۶۹۵
[3] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب حفظ اللسان قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۵۸ و ۹۵۹

السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب قتال اہل البغی باب ما علی الرجل من حفظ اللسان الخ دار صادر بیروت ۸/ ۱۶۶

امام الوہابیہ علیہ ما علیہ اپنے مقر کو پہنچا، اب یہ حدیثیں کیسے دکھائیں کہ او بے بصر بد زبان! تیرے نزدیک تو "وہ کسی چیز کے مختار نہیں اُن کو کسی نوع کی قدرت نہیں کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں اپنی جان تک کے نفع ونقصان کے مالک نہیں دوسرے کا تو کیا کرسکیں اللہ کے یہاں کا معاملہ اُن کے اختیار سے باہر ہے وہاں کسی کی حمایت نہیں کرسکتے کسی کے وکیل نہیں بن سکتے۔"[1]

ان حدیثوں کو سوجھ کہ وہ بتملیکِ الٰہی عزوجل جنّت کے مالک، کارخانۂ الٰہی کے مختار ہیں، ضمانتیں فرماتے ہیں، اپنے ذمّے لیتے ہیں، عطا فرماتے ہیں، بیع کر دیتے ہیں، ہر عاقل جانتا ہے کہ بیع وہی کرے گا جو خود مالک ہو یا مالک کی طرف سے ماذون ومختار، ورنہ فضولی ہے جس کا قصد فضول اور عقد بیکار۔

الحمدُ للہ اہلِ حق کے نزدیک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نفاذ تصرف کی دونوں وجہیں حاصل، حقیقت عطائیہ لیجئے تو وہ ضرور مالکِ جنان، بلکہ مالکِ جہان ہیں۔ اور ذاتیہ لیجئے تو مالک حقیقی کے ماذونِ مطلق ونائبِ کامل۔ ہاں گمراہ بددین وہ جو دونوں شقیں باطل جانے اور اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معاذ اللہ فضولی محض مانے، وسیعلم الذین ظلموا ایَّ منقلب ینقلبون[2] (اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت)

حدیث ۲۱۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من بکّر یوم السبت فی طلب حاجۃٍ فانا ضامنٌ بقضائھا۔ ابو نعیم[3] عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

جو شنبے کے دن تڑکے کسی حاجت کی تلاش کو جائے میں اس کی حاجت روائی کا ذمّہ دار ہوں۔ (ابو نعیم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حضرت سیدی نظام الحق والدین محبوبِ الٰہی سلطان الاولیاء قدست اسرارہم کی نسبت لوگ کہتے ہیں:

"بعد جمعہ جو کیجئے کام اس کے ضامن شیخ نظام۔"

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثالث مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۹ تا ۲۵

[2] القرآن الکریم ۲۶ /۲۲۷

[3] کنز العمال بحوالہ ابی نعیم عن جابر حدیث ۱۶۸۱۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶ /۵۲۰

وہابی اسے شرک کہتے ہیں، وہی حکم اس حدیث پر لازم۔

حدیث ۲۱۸: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ قبل بعثتِ حضور پُرنور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم یمن کو تاجرانہ جاتے تھے ایک پیرمرد عسکلان بن عواکر کے یہاں قیام فرماتے، وہ ان سے مکہ معظمہ کا حال پوچھتے تم میں کوئی مشہور بلند چرچے والا پیدا ہوا؟ کسی نے تم پر تمہارے دین میں خلاف کیا؟ یہ انکار کرتے۔ جب بعد بعثتِ اقدس گئے پیرمرد نے کہا، میں تمہیں وہ بشارت دیتا ہوں کہ تمہارے لئے تجارت سے بہتر ہے، اللہ تعالٰی نے تمہاری قوم سے نبی برگزیدہ مبعوث فرمایا، اُن پر اپنی کتاب اتاری، وہ اصنام سے روکتے اور اسلام کی طرف بلاتے ہیں، حق کا حکم دیتے اور اس کے فاعل ہیں، باطل سے منع کرتے اور اس کے مبطل ہیں، وہ ہاشمی ہیں۔ اور تم اے عبدالرحمٰن ان کے ماموں! جلد پلٹو اور اُن کی خدمت وتصدیق کرو، اور یہ اشعار میری طرف سے انکی بارگاہِ والا میں پہنچاؤ، چند اشعار دربارۂ تصدیق رسالت واظہارِ شوق وعذرِ پیرانہ سالی و استعانت سرکار عالی صلوات اللہ وسلامہ علیہ کہے ازاں جملہ یہ دو شعر ؎

اذا نأت بالدیار بعد ٗ فانت حرزی ومستراجی

فکن شفیعی الی ملیک یدعو البرایا الی الفلاح

جب کہ شہروں کو دوری فاصلہ نے بعید کر دیا، تو حضور میری پناہ اور میری راحت ملنے کی جگہ ہیں۔ تو حضور میرے شفیع ہوں اُس بادشاہ کے یہاں جو مخلوق کو نجات کی طرف بلاتا ہے۔

عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالٰے عنہ نے واپس آکر یہ حال صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے گزارش کیا، انھوں نے فرمایا: یہ محمد بن عبداللہ ہیں جنھیں اللہ عزوجل نے اپنی تمام مخلوق کی طرف رسول کیا صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم، تم اُن کے حضور حاضر ہو، یہ حاضر ہوئے، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے انھیں دیکھ کر تبسم فرمایا اور ارشاد ہوا: میں ایک سزاوار چہرہ دیکھتا ہوں جس کے لئے خیر کی امید ہے کہو کیا خبر ہے؟ انھوں نے عرض کی، کیسی؟ فرمایا: پیام بھیجنے والے نے جو پیام ہمارے حضور بھیجا ہے وہ امانت ادا کرو، سنتے ہو اولادِ حمیر خواص مومنین سے ہیں۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ سنتے ہی مسلمان ہوئے، پھر وہ اشعار حضور میں عرض کئے۔ سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا:

رُبَّ مومن بی ولم یرنی ومصدق یعنی مجھ پر بعض ایمان لانے والے (ایسے ہیں)

بی و ما شھد نی اولٰئک اخوانی[1] جنھوں نے مجھ کو دیکھا نہیں اور بعض لوگ میری تصدیق کرنے والے (ایسے ہیں) جن کو میرے پاس حضوری حاصل نہ ہوسکی، یہ لوگ میرے بھائی ہیں[1] (کلمۂ اخوت کو ان کے اعزاز کے لئے تواضعاً فرمایا)

وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین، اٰمین!

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی

عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

رسالہ

الامن والعلٰی لناعتی المصطفٰی بدافع البلاء

ختم ہوا

---

[1] کنز العمال بحوالہ کر حدیث ۳۴۶۹۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۲۲۷ تا ۲۲۹

رسالہ

منبہ المنیۃ بوصول الحبیب الی العرش والرؤیۃ

۱۳۲۰ھ

(محبوب خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عرش تک رسائی اور دیدارِ الٰہی کے بارے میں مطلوب سے خبردار کرنیوالا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۳۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شبِ معراج نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اپنے رب کو دیکھنا کس حدیث سے ثابت ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

الاحادیث المرفوعہ (مرفوع حدیثیں)

امام احمد اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأیت ربی عزوجل[1] یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۸۵

امام جلال الدین سیوطی خصائص کبرٰی اور علامہ عبدالرؤف مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں،
یہ حدیث بسند صحیح ہے۔[1]

ابن عساکر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان اللّٰہ اعطی موسی الکلام واعطانی الرؤیۃ لوجھہ وفضلنی بالمقام المحمود والحوض المورود۔[2]

بیشک اللہ تعالٰی نے موسٰی کو دولتِ کلام بخشی اور مجھے اپنا دیدار عطا فرمایا مجھ کو شفاعتِ کُبرٰی و حوضِ کوثر سے فضیلت بخشی۔

وہی محدّث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم قال لی ربی نحلت ابرٰھیم خلتی وکلمت موسٰی تکلیما واعطیتک یا محمد کفاحا۔[3]

یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے میرے رب عزوجل نے فرمایا میں نے ابراہیم کو اپنی دوستی دی اور موسٰی سے کلام فرمایا اور تمھیں اے محمد! مواجہ بخشا کہ بے پردہ وحجاب تم نے میرا جمال پاک دیکھا۔

فی مجمع البحار کفاحا ای مواجھۃ لیس بینھما حجاب و لا رسول۔[4]

مجمع البحار میں ہے کہ کفاح کا معنٰی بالمشافہ دیدار ہے جبکہ درمیان میں کوئی پردہ اور قاصد نہ ہو۔ (ت)

ابن مردویہ حضرت اسماء بنتِ ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم وھو یصف سدرۃ المنتھی (وذکر الحدیث الٰی ان قالت) قلت یا رسول اللّٰہ

یعنی میں نے سنا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سدرۃ المنتہٰی کا وصف بیان فرماتے تھے میں نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور نے اس کے

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث رأیت ربی مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/ ۲۵
الخصائص الکبرٰی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۱۶۱
[2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن جابر حدیث ۳۹۲۰۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/ ۴۴۷
[3] تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر عروجہ الی السماء واجتماعہ بجماعۃ من الانبیاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۹۶
[4] مجمع بحار الانوار باب کف ع تحت اللفظ کفح مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۴/ ۴۲۴

ما رأیت عندھا؟ قال رأیتہ عندھا یعنی ربہ[1]

پاس کیا دیکھا؟ فرمایا: مجھے اس کے پاس دیدار ہوا یعنی رب کا۔

آثار الصحابہ

ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی:

اما نحن بنو ھاشم فنقول ان محمدا رای ربہ مرتین[2]

ہم بنی ہاشم اہلبیت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ بیشک محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو دوبار دیکھا۔

ابن اسحٰق عبداللہ بن ابی سلمہ سے راوی:

ان ابن عمر ارسل الی ابن عباس یسألہ ھل رای محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ربہ، فقال نعم[3]

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے دریافت کرا بھیجا: کیا محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں۔

جامع ترمذی و معجم طبرانی میں عکرمہ سے مروی:

واللفظ للطبرانی عن ابن عباس قال نظر محمد الی ربہ قال عکرمۃ فقلت لابن عباس نظر محمد الی ربہ قال نعم جعل الکلام لموسٰی والخلۃ لابرٰھیم والنظر لمحمد صلی اللہ

یعنی طبرانی کے الفاظ ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ عکرمہ ان کے شاگرد کہتے ہیں: میں نے عرض کی: کیا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا؟ فرمایا: ہاں، اللہ تعالٰی نے موسٰی کے لئے

---

[1] الدر المنثور فی التفسیر بالماثور بحوالہ ابن مردویہ تحت آیۃ ۱/۱۷ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۹۳

[2] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورہ نجم امین کمپنی اردو بازار دہلی ۲/۱۶۱
الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل واما رؤیتہ لربہ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیہ ۱/۱۵۹

[3] الدر المنثور بحوالہ ابن اسحٰق تحت آیۃ ۵۳/۱۸ داراحیاء التراث العربی بیروت ۷/۵۷۰

تعالٰی علیہ وسلم (زاد الترمذی) فقد رای ربہ مرتین[2]

کلام رکھا اور ابراہیم کے لئے دوستی اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے دیدار۔ (اور امام ترمذی نے یہ زیادہ کیا کہ) بیشک محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اللہ تعالٰی کو دو۲ بار دیکھا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

امام نسائی اور امام خزیمہ و حاکم و بیہقی کی روایت میں ہے:

واللفظ للبیھقی أتعجبون ان تکون الخلۃ لابراھیم والکلام لموسٰی والرؤیۃ لمحمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

کیا ابراہیم کے لئے دوستی اور موسٰی کے لئے کلام اور محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے دیدار ہونے میں تمھیں کچھ اچنبا ہے۔ یہ الفاظ بیہقی کے ہیں۔

حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ امام قسطلانی و زرقانی نے فرمایا: اس کی سند جید ہے۔[3][4]

طبرانی معجم اوسط میں راوی:

عن عبد اللہ بن عباس انہ کان یقول ان محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رای ربہ مرتین مرۃ ببصرہ ومرۃ بفوادہ۔[5]

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرمایا کرتے بیشک محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو بار اپنے رب کو دیکھا ایک بار اس آنکھ سے اور ایک بار دل کی آنکھ سے۔

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۹۳۹۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۱۰/ ۱۸۱

[2] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ نجم امین کمپنی اردو بازار دہلی ۲/ ۱۶۰

[3] المواہب اللدنیۃ بحوالہ النسائی والحاکم المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۰۴
الدر المنثور " " " تحت الآیۃ ۵۳/ ۱۸ داراحیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۵۶۹
المستدرک علی الصحیحین کتاب الایمان رأی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ربہ دار الفکر بیروت ۱/ ۶۵
السنن الکبرٰی للنسائی حدیث ۱۱۵۳۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۴۷۲

[4] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس دار المعرفۃ بیروت ۶/ ۱۱۷

[5] المواہب اللدنیۃ بحوالہ الطبرانی فی الاوسط المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۰۵
المعجم الاوسط حدیث ۵۷۵۷ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/ ۳۵۶

امام سیوطی و امام قسطلانی و علامہ شامی و علامہ زرقانی فرماتے ہیں، اس حدیث کی سند صحیح[1] ہے۔ 4

امام الائمہ ابن خزیمہ و امام بزار حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی،

ان محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رای ربہ عزوجل[2]

بیشک محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

امام احمد قسطلانی و عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں: اس کی سند قوی ہے[3]۔

محمد بن اسحٰق کی حدیث میں ہے،

ان مروان سأل اباھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ھل رای محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ربہ فقال نعم[4]

یعنی مروان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا، کیا محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا؟ فرمایا: ہاں۔

اخبار التابعین

مصنف عبدالرزاق میں ہے،

عن معمر عن الحسن البصری انہ کان یحلف باللہ لقد رای محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[5]

یعنی امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ قسم کھا کر فرمایا کرتے بیشک محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔

اسی طرح امام ابن خزیمہ حضرت عروہ بن زبیر سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پھوپی زاد

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۰۵
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ " دار المعرفۃ بیروت ۶/ ۱۱۷
[2] المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابن خزیمہ " المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۰۵
[3] " " " " " " "
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ " دار المعرفۃ بیروت ۶/ ۱۱۸
[4] " " بحوالہ ابن اسحٰق " ۶/ ۱۱۶
الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی بحوالہ ابن اسحٰق فصل واما رؤیتہ لربہ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیۃ ۱/ ۱۵۹
[5] " " " بحوالہ عبدالرزاق عن معمر عن الحسن البصری " " " " " " " " "

بھائی کے بیٹے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نواسے ہیں راوی کہ وُہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شبِ معراج دیدارِ الٰہی ہونا مانتے وانہ یشتد علیہ انکارھا اور اُن پر اس کا انکار سخت گراں گزرتا[1] اھ ملتقطا۔

یُوں ہی کعب احبار عالم کتب سابقہ و امام ابن شہاب زہری قرشی و امام مجاہد مخزومی مکی و امام عکرمہ بن عبداللہ مدنی ہاشمی و امام عطا بن رباح قرشی مکی ۔ استاذِ امام ابوحنیفہ و امام مسلم بن صبیح ابوالضحی کوفی وغیرہم جمیع تلامذہ عالم قرآن حبر الامۃ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں :

اخرج ابن خزیمۃ عن عروۃ بن الزبیر اثباتھا وبہ قال سائر اصحاب ابن عباس وجزم بہ کعب الاحبار و الزھری الخ[2]۔

ابن خزیمہ نے عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کا اثبات روایت کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے تمام شاگردوں کا یہی قول ہے۔ کعب احبار اور زہری نے اس پر جزم فرمایا ہے الخ۔ (ت)

اقوال من بعدھم من ائمۃ الدّین

امام خلاّل کتاب السنہ میں اسحق بن مروزی سے راوی، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالٰی رؤیت کو ثابت مانتے اور اس کی دلیل فرماتے :

قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأیت ربی[3] اھ مختصرًا۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے میں نے اپنے رب کو دیکھا۔

نقاش اپنی تفسیر میں اس امام سندالانام رحمہ اللہ تعالٰی سے راوی :

انہ قال اقول بحدیث ابن عباس بعینہ رأی ربہ رآہ رآہ رآہ حتی انقطع نفسہ[4]۔

یعنی اُنھوں نے فرمایا میں حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کا معتقد ہوں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو اسی آنکھ سے دیکھا دیکھا دیکھا دیکھا، یہاں تک فرماتے رہے کہ سانس ٹوٹ گئی۔

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابن خزیمہ المقصد الخامس دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۱۶

[2] المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۰۴

[3] " " بحوالہ الخلال فی کتاب السنۃ " " " " ۳/ ۱۰۷

[4] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی بحوالہ النقاش عن احمد والماردیۃ لہ المکتبۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۱۵۹

امام ابن الخطیب مصری مواہب شریف میں فرماتے ہیں،

جزم بہ معمر و اٰخرون و ھو قول الاشعری و غالب اتباعہ[1]

یعنی امام معمر بن راشد بصری اور اُن کے سوا اور علماء نے اس پر جزم کیا، اور یہی مذہب ہے امام اہلسنت امام ابوالحسن اشعری اور ان کے غالب پیروؤں کا۔

علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں،

الاصح الراجح انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رای ربہ بعین راسہ حین اسری بہ کما ذھب الیہ اکثر الصحابۃ۔[2]

مذہبِ اصح و راجح یہی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شبِ اسرا اپنے رب کو بچشمِ سر دیکھا جیسا کہ جمہور صحابہ کرام کا یہی مذہب ہے۔

امام نووی شرح صحیح مسلم میں پھر علامہ محمد بن عبدالباقی شرح مواہب میں فرماتے ہیں؛

الراجح عند اکثر العلماء انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رای ربہ بعین راسہ لیلۃ المعراج[3]

جمہور علماء کے نزدیک راجح یہی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شبِ معراج اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔

ائمہ متاخرین کے جُداجُدا اقوال کی حاجت نہیں کہ وہ حدِ شمار سے خارج ہیں اور لفظ اکثر العلماء کہ منہاج میں فرمایا کافی و مغنی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۷: از کانپور محلہ بنگالی محل مرسلہ حامد علی خاں و کاظم حسین ۱۱ محرم الحرام ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا شبِ معراج مبارک عرشِ عظیم تک تشریف لے جانا علمائے کرام و ائمہ اعلام نے تحریر فرمایا ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے یہ محض جھوٹ ہے، اس کا یہ کہنا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

بیشک علمائے کرام ائمہ دین عدول ثقات معتمدین نے اپنی تصانیف جلیلہ میں اس کی اور اس سے

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۰۴

[2] نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فصل واما رؤیتہ لربہ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲/ ۳۰۳

[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس دار المعرفۃ بیروت ۶/ ۱۱۶

زائد کی تصریحاتِ جلیلہ فرمائی ہیں اور یہ سب احادیث ہیں اگرچہ احادیث مرسل یا ایک اصطلاح پر معضل ہیں اور حدیث مرسل و معضل باب فضائل میں بالاجماع مقبول ہے خصوصاً جبکہ ناقلین ثقات عدول ہیں اور یہ امر ایسا نہیں جس میں رائے کو دخل ہو تو ضرور ثبوت سند پر محمول اور مثبت نافی پر مقدم، اور عدم اطلاع اطلاعِ عدم نہیں تو جھوٹ کہنے والا محض جھوٹا مجازف فی الدین ہے۔

امام اجل سیدی محمد بوصیری قدس سرہٗ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں:

سریت من حرم لیلا الی حرم	کما سری البدر فی داج من الظلم
وبت ترقی الی ان نلت منزلۃ	من قاب قوسین لم تدرك ولم ترم
خفضت کل مقام بالاضافۃ اذ	نودیت بالرفع مثل المفرد العلم
فخرت کل فخار غیر مشترك	وجزت کل مقام غیر مزدحم[1]

یعنی یارسول اللہ! حضور رات کے ایک تھوڑے سے حصے میں حرم مکہ معظمہ سے بیت الاقصٰی کی طرف تشریف فرما ہوئے جیسے اندھیری رات میں چودھویں کا چاند چلے، اور حضور اُس شب میں ترقی فرماتے رہے یہاں تک کہ قاب قوسین کی منزل پہنچے جو نہ کسی نے پائی نہ کسی کو اس کی ہمت ہوئی۔ حضور نے اپنی نسبت سے تمام مقامات کو پست فرمادیا، جب حضور رفع کے لئے مفرد علم کی طرح ندا فرمائے گئے حضور نے ہر ایسا فخر جمع فرمالیا جو قابلِ شرکت نہ تھا اور حضور ہر اس مقام سے گزر گئے جس میں اوروں کا ہجوم نہ تھا یا یہ کہ حضور نے سب فخر بلا شرکت جمع فرمالئے اور حضور تمام مقامات سے بے مزاحم گزر گئے۔

یعنی عالمِ امکان میں جتنے مقام ہیں حضور سب سے تنہا گزر گئے کہ دوسرے کو یہ امر نصیب نہ ہوا۔

علامہ علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

ای انت دخلت الباب وقطعت الحجاب الی ان لم تترك غایۃ للساع الی السبق من کمال القرب المطلق الی جناب الحق ولا ترکت موضع رقی وصعود وقیام وقعود لطالب رفعۃ فی عالم الوجود	یعنی حضور دروازہ میں داخل ہوئے اور آپ نے یہاں تک حجاب طے فرمائے کہ حضرت عزت کی جناب میں قربِ مطلق کامل کے سبب کسی ایسے کے لئے جو سبقت کی طرف دوڑے کوئی نہایت نہ چھوڑی اور تمام عالم وجود میں کسی طالب بلندی کے لئے کوئی جگہ عروج و ترقی یا اُٹھنے بیٹھنے

---

[1] الکواکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ (قصیدہ بردہ) الفصل السابع مرکز اہلسنت گجرات ہند ص ۴۴ تا ۴۶

بل تجاوزت ذٰلك الٰی مقام قاب قوسین او ادنٰی فاوحٰی الیك ربك ما اوحٰی[1]	کی باقی نہ رکھی بلکہ حضور عالم مکان سے تجاوز فرما کر مقامِ قاب قوسین او ادنٰی تک پہنچے تو حضور کے رب نے حضور کو وحی فرمائی جو وحی فرمائی۔

نیز امام ہمام ابوعبداللہ شرف الدین محمد قدس سرہٗ اُم القرٰی میں فرماتے ہیں:

وترقی بہ الٰی قاب قوسین ۔۔۔ وتلك السیادۃ القعساء

رُتَبٌ تسقط الامانی حسرٰی ۔۔۔ دُونھا ماوراءھنّ وراءٌ[2]

حضور کو قاب قوسین تک ترقی ہوئی اور یہ سرداری لازوال ہے یہ وہ مقامات ہیں کہ آرزوئیں ان سے تھک کر گرجاتی ہیں ان کے اُس طرف کوئی مقام ہی نہیں۔

امام ابنِ حجر مکی قدس سرہ الملکی اس کی شرح افضل القرٰی میں فرماتے ہیں:

قال بعض الائمۃ والمعاریج لیلۃ الاسراء عشرۃ، سبعۃ فی السمٰوٰت والثامن الٰی سدرۃ المنتھٰی والتاسع الی المستوٰی والعاشر الی العرش الخ[3]۔	بعض ائمہ نے فرمایا شبِ اسرا دس معراجیں تھیں: سات ساتوں آسمانوں میں، اور آٹھویں سدرۃ المنتہٰی، نویں مستوٰی، دسویں عرش تک۔

سیّدی علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں اسے نقل فرما کر مقرر رکھا:

قال الشہاب المکی فی شرح ھمزیۃ الامام بوصیری عن بعض الائمۃ ان المعاریج عشرۃ الٰی قولہ والعاشر الی العرش والرؤیۃ[4]۔	فرمایا، امام شہاب مکی نے شرح ہمزیہ امام بوصیری میں کہا بعض ائمہ سے منقول ہے کہ معراجیں دس ہیں، دسویں عرش و دیدار تک۔

نیز شرح ہمزیہ امام مکی میں ہے:

لما اعطٰی سلیمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام	جب سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہوا دی گئی

---

[1] الزبدۃ العمدۃ فی شرح القصیدۃ البردۃ الفصل السابع جمعیت علماء سکندریہ خیرپور سندھ ص ۹۹

[2] ام القرٰی فی مدح خیر الورٰی الفصل الرابع حزب القادریۃ لاہور ص ۱۳

[3] افضل القرٰی لقراء ام القرٰی تحت شعر ۳۷ المجمع الثقافی ابوظبی ۱/ ۳۰۴

[4] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ بحوالہ شرح قصیدہ ہمزیہ المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ لائلپور ۱/ ۲۰۲

الریح التی غدوھا شھر و رواحھا شھر اُعطی نبیّنا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم البراق فحملہ من الفرش الی العرش فی لحظۃ واحدۃ واقل مسافۃ فی ذٰلک سبعۃ اٰلاف سنۃ ۔ وما فوق العرش الی المستوٰی والرفرف لایعلمہ الا اللہ تعالٰی[1]

کہ صبح شام ایک ایک مہینے کی راہ پر لے جاتی۔ ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو براق عطا ہوا کہ حضور کو فرش سے عرش تک ایک لمحہ میں لے گیا اور اس میں ادنٰی مسافت (یعنی آسمان ہفتم سے زمین تک) سات ہزار برس کی راہ ہے۔ اور وہ جو فوق العرش سے مستوٰی اور رفرف تک رہی اُسے تو خدا ہی جانے۔

اسی میں ہے:

لما اعطی موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام الکلام اعطی نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مثلہ لیلۃ الاسراء وزیادۃ الدنو والرویۃ بعین البصر وشتان ما بین جبل الطور الذی نوجی بہ موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام وما فوق العرش الذی نوجی بہ نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[2]

جبکہ موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دولتِ کلام عطا ہوئی ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ویسی ہی شبِ اسرا ملی اور زیادت قرب اور چشمِ سر سے دیدارِ الٰہی اس کے علاوہ۔ اور بھلا کہاں کوہ طور جس پر موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مناجات ہوئی اور کہاں ما فوق العرش جہاں ہمارے نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے کلام ہوا۔

اسی میں ہے:

رقیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ببدنہ یقظۃ بمکۃ لیلۃ ولاسراء الی السماء ثم الی سدرۃ المنتہٰی ثم الی المستوٰی ثم الی العرش والرفرف والرویۃ۔[3]

نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اپنے جسم پاک کے ساتھ بیداری میں شبِ اسرا آسمانوں تک ترقی فرمائی، پھر سدرۃ المنتہٰی، پھر مقامِ مستوٰی، پھر عرش و رفرف و دیدار تک۔

علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی رحمۃ اللہ تعالٰے تعلیقاتِ افضل القرٰی میں فرماتے ہیں،

الاسراء بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو معراج بیداری

---

[1] افضل القرٰی لقراء ام القرٰی

[2] " " "

[3] " " " تحت شعر ا المجمع الثقافی ابوظبی ۱/۱۱۶ و ۱۱۷

علی یقظۃ بالجسد والروح من المسجد الحرام الی المسجد الاقصٰی ثم عرج بہ الی السمٰوٰت العلٰی ثم الٰی سدرۃ المنتہٰی ثم الی المستوٰی ثم الی العرش والرفرف[1]

میں بدن و رُوح کے ساتھ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصٰی تک ہوئی، پھر آسمانوں، پھر سدرہ، پھر مستوٰی، پھر عرش و رفرف تک۔

فتوحاتِ احمدیہ شرح الہمزیہ للشیخ سلیمٰن الجمل میں ہے:

رقیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیلۃ الاسراء من بیت المقدس الی السمٰوٰت السبع الی حیث شاء اللہ تعالٰی لکنہ لم یجاوز العرش علی الراجح[2]

حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ترقی شبِ اسرار بیت المقدس سے ساتوں آسمان اور وہاں سے اُس مقام تک ہے جہاں تک اللہ عزّوجل نے چاہا مگر راجح یہ ہے کہ عرش سے آگے تجاوز نہ فرمایا۔

اُسی میں ہے:

المعاریج لیلۃ الاسراء عشرۃ سبعۃ فی السمٰوٰت والثامن الی سدرۃ المنتہٰی والتاسع الی المستوٰی والعاشر الی العرش لکن لم یجاوز العرش کما ھو التحقیق عند اھل المعاریج[3]

معراجیں شبِ اسرار دس ہوئیں، سات آسمانوں میں اور آٹھویں سدرہ، نویں مستوٰی، دسویں عرش تک۔ مگر راویانِ معراج کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ عرش سے اوپر تجاوز نہ فرمایا۔

اُسی میں ہے:

بعد ان جاوز السماء السابعۃ رفعت لہ سدرۃ المنتہٰی ثم جاوزھا الی مستوٰی ثم زج بہ فی النور فخرق سبعین الف حجاب من نور مسیرۃ

جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آسمانِ ہفتم سے گزرے سدرہ حضور کے سامنے بلند کی گئی اس سے گزر کر مقامِ مستوٰی پر پہنچے، پھر حضورِ عالم نور میں ڈالے گئے وہاں ستّر ہزار پردے نور کے

---

[1] تعلیقات علٰی اُمّ القرٰی للعلامۃ احمد بن محمد الصاوی علی ہامش الفتوحات الاحمدیۃ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۳

[2] الفتوحات الاحمدیۃ بالمنح المحمدیۃ شرح الہمزیۃ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی قاہرہ مصر ص ۳

[3] " " " " " " " " " ص ۳۰

كل حجاب خمسمائة عام ثم دُلّی له رفرف اخضر فارتقى به حتى وصل الى العرش ولم يجاوزه فكان من ربه قاب قوسين او ادنى۔[1]

طے فرمائے ہر پردے کی مسافت پانسو برس کی راہ۔ پھر ایک سبز بچھونا حضور کے لئے لٹکایا گیا حضور اقدس اس پر ترقی فرماکر عرش تک پہنچے، اور عرش سے اُدھر گزر نہ فرمایا وہاں اپنے رب سے قاب قوسین او ادنٰی پایا۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) شیخ سلیمٰن نے عرش سے اُوپر تجاوز نہ فرمانے کو ترجیح دی، اور امام ابن حجر مکی وغیرہ کی عبارات ماضیہ وآتیہ وغیرہا میں فوق العرش ولامکان کی تصریح ہے، لامکان یقیناً فوق العرش ہے اور حقیقۃً دونوں قولوں میں کچھ اختلاف نہیں، عرش تک منتہائے مکان ہے، اُس سے آگے لامکان ہے، اور جسم نہ ہوگا مگر مکان میں، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جسم مبارک سے منتہائے عرش تک تشریف لے گئے اور رُوح اقدس نے وراء الوراء تک ترقی فرمائی جسے اُن کا رب جانے جو لے گیا، پھر وُہ جانیں جو تشریف لے گئے۔ اسی طرف کلام امام شیخ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں اشارہ عنقریب آتا ہے کہ ان پاؤں سے سیر کا منتہٰی عرش ہے، تو سیر قدم عرش پر ختم ہوئی، نہ اس لئے کہ سیر اقدس میں معاذ اللہ کوئی کمی رہی، بلکہ اس لئے کہ تمام اماکن کا احاطہ فرمالیا اُوپر کوئی مکان ہی نہیں جسے کہئے کہ قدم پاک وہاں نہ پہنچا اور سیر قلب انور کی انتہا قاب قوسین، اگر وسوسہ گزرے کہ عرش سے وراء کیا ہوگا کہ حضور نے اس سے تجاوز فرمایا۔ تو امام اجل سیدی علی وفا رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد سُنئے جسے امام عبدالوہاب شعرانی نے کتاب الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر میں نقل فرمایا کہ فرماتے ہیں،

ليس الرجل من يقيده العرش وما حواه من الافلاك والجنة والنار وانما الرجل من نفذ بصره الى خارج هذا الوجود كله وهناك يعرف قدر عظمة موجده سبحٰنه وتعالى۔[2]

مرد وُہ نہیں جسے عرش اور جو کچھ اس کے احاطہ میں ہے افلاک وجنت ونار یہی چیزیں محدود ومقید کرلیں، مرد وہ ہے جس کی نگاہ اس تمام عالم کے پار گزرجائے وہاں اُسے موجد عالم جل جلالہ کی عظمت کی قدر کھُلے گی۔

امام علامہ احمد قسطلانی مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ اور علامہ محمد زرقانی اس کی شرح میں

---

[1] الفتوحات الاحمدیۃ بالمنح المحمدیۃ شرح الھمزیۃ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی قاہرہ مصر ص ۳۱

[2] الیواقیت والجواہر المبحث الرابع والثلاثون دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۷۰

فرماتے ہیں:

(ومنها انه رأى الله تعالٰی بعینیه) یقظة علی الراجح (وکلمه الله تعالٰی فی الرفیع الاعلٰی) علٰی سائر الامکنة وقد روی ابن عساکر عن انس رضی الله تعالٰی عنه مرفوعا لما اسری بی قربنی ربی حتی کان بینی وبینه قاب قوسین او ادنی۔[1]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خصائص سے ہے کہ حضور نے اللہ عزوجل کو اپنی آنکھوں سے بیداری میں دیکھا، یہی مذہب راجح ہے، اور اللہ عزوجل نے حضور سے اُس بلند وبالاتر مقام میں کلام فرمایا جو تمام امکنہ سے اعلٰی تھا اور بیشک ابن عساکر نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: شبِ اسراء مجھے میرے رب نے اتنا نزدیک کیا کہ مجھ میں اور اس میں دو کمانوں بلکہ اس سے کم کا فاصلہ رہ گیا۔

اُسی میں ہے:

قد اختلف العلماء فی الاسراء هل هو اسراء واحد او اثنین مرة بروحه وبدنه یقظة ومرة مناما او یقظة بروحه وجسده من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی ثم مناما من المسجد الاقصی الی العرش[2]، فالحق انه اسراء واحد بروحه وجسده یقظة فی القصة کلها والی هذا ذهب الجمهور من علماء المحدثین والفقهاء والمتکلمین۔[3]

علماء کو اختلاف ہوا کہ معراج ایک ہے یا دو، ایک بار روح و بدن اقدس کے ساتھ بیداری میں اور ایک بار خواب میں یا بیداری میں روح و بدن مبارک کے ساتھ مسجد الحرام سے مسجدِ اقصٰے تک، پھر خواب میں وہاں سے عرش تک۔ اور حق یہ ہے کہ وہ ایک اسراء ہے اور سارے قصے میں یعنی مسجد الحرام سے عرشِ اعلٰی تک بیداری میں رُوح و بدن اطہر ہی کے ساتھ ہے۔ جمہور عُلماء و محدثین و فقہاء و متکلمین سب کا یہی مذہب ہے۔

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الرابع الفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۶۳۴
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ " " دار المعرفۃ بیروت ۵/ ۲۵۱ و ۲۵۲

[2] المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۷

[3] " " " " " " ۳/ ۱۲

اُسی میں ہے:

المعاریج عشرۃ (الٰی قولہ) العاشر الی العرش[1]

معراجیں دس ہوئیں، دسویں عرش تک۔

اُسی میں ہے:

قد ورد فی الصحیح عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لما عرج بی جبریل الٰی سدرۃ المنتہٰی ودنا الجبار رب العزۃ فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنٰی[2] وتدلیہ علٰی مافی حدیث شریک کان فوق العرش[3]

صحیح بخاری شریف میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: میرے ساتھ جبریل نے سدرۃ المنتہٰی تک عروج کیا اور جبار رب العزۃ جل وعلا نے دنو و تدلّی فرمائی تو فاصلہ دو کمانوں بلکہ ان سے کم کا رہا، یہ تدلی بالائے عرش تھی، جیسا کہ حدیث شریک ہے۔

علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

ورد فی المعراج انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما بلغ سدرۃ المنتہٰی جاءہ بالرفرف جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام فتناولہ فطار بہ الی العرش[4]۔

حدیثِ معراج میں وارد ہوا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سدرۃ المنتہٰی پہنچے جبریل امین علیہ الصلٰوۃ والتسلیم رفرف حاضر لائے وہ حضور کو لے کر عرش تک اُڑ گیا۔

اُسی میں ہے:

علیہ یدل صحیح الاحادیث الاحاد الدالۃ علٰی دخولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الجنۃ ووصولہ الی العرش اوطرف

صحیح احاد حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شبِ اسرار جنت میں تشریف لے گئے اور عرش تک پہنچے یا عالم کے

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس مراحل المعراج المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۷
[2] " " " ثم دنی فتدلّٰی " " " ۲/ ۸۸
[3] " " " " " " " ۲/ ۹۰
[4] نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فصل واما ورد فی حدیث الاسراء مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/ ۳۱۰

العالم کما سیأتی کل ذلك بجسدہ یقظۃ۔[1] اُس کنارے تک کہ آگے لامکان ہے اور یہ سب بیداری میں مع جسم مبارک تھا۔

حضرت سیدی شیخ اکبر امام محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ فتوحاتِ مکیہ شریف باب ۳۱۶ میں فرماتے ہیں:

اعلم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما کان خلقہ القراٰن و تخلق بالاسماء وکان اللہ سبحٰنہ وتعالٰی ذکر فی کتاب العزیز انہ تعالٰی استوٰی علی العرش علٰی طریق التمدح والثناء علٰی نفسہ اذکان العرش اعظم الاجسام فجعل لنبیہ علیہ الصلٰوۃ والسلام من ھٰذا الاستواء نسبۃ علٰی طریق التمدح والثناء علیہ بہ حیث کان اعلٰی مقام ینتھی الیہ من اسری بہ من الرسل علیھم الصلٰوۃ والسلام وذٰلك یدل علٰی انہ اسری بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بجسمہ ولوکان الاسراء بہ رؤیا لماکان الاسراء ولا الوصول الٰی ھٰذا المقام تمدحا ولا وقع من الاعراب فی حقہ انکار علٰی ذٰلك۔[2]

تُو جان لے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خُلقِ عظیم قرآن تھا اور حضور اسماءِ الٰہیہ کی خُو و خصلت رکھتے تھے اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی قرآن کریم میں اپنی صفات مدح سے عرش پر استوا بیان فرمایا تو اس نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بھی اس صفت استوا علی العرش کے پرتو سے مدح و منقبت بخشی کہ عرش وہ اعلٰی مقام ہے جس تک رسولوں کا اسرا منتہی ہو، اور اس سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اسرا مع جسم مبارک تھا کہ اگر خواب ہوتا تو اسرا اور اس مقام استوار علی العرش تک پہنچنا مدح نہ ہوتا نہ گنوار اس پر انکار کرتے۔

امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب الیواقیت والجواہر میں حضرت موصوف سے ناقل:

---

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل ثم اختلف السلف والعلماء مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/ ۲۶۹ و ۲۷۰

[2] الفتوحات المکیۃ الباب السادس دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۶۱

انما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی سبیل التمدح حتی ظہرت لمستوی اشارۃ لما قلنا من ان منتھی السیر بالقدم المحسوس للعرش[1]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بطور مدح ارشاد فرمانا کہ یہاں تک کہ میں مستوی پر بلند ہوا اُسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ قدم جسم سے سیر کا منتہی عرش ہے۔

مدارج النبوۃ شریف میں ہے:

فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پس گسترانیدہ شد برائے من رفرف سبز کہ غالب بود نور او بر نور آفتاب پس درخشید بآں نور بصر من و نہادہ شدم من برآں رفرف و برداشتہ شدم تا رسیدم بعرش[2]

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: پھر میرے لئے سبز بچھونا بچھایا گیا جس کا نور آفتاب کے نور پر غالب تھا چنانچہ اس نور کے سبب میری آنکھوں کا نور چمک اٹھا، پھر مجھے رفرف پر سوار کرکے بلندی کی طرف اٹھایا گیا یہاں تک کہ میں عرش پر پہنچا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

آوردہ اند کہ چوں رسید آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعرش دست زد بدامانِ اجلال وے[3]

منقول ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عرش پر پہنچے تو عرش آپ کا دامنِ اجلال تھام لیا۔ (ت)

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے:

جز حضرت پیغمبر ما صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالاتر ازاں ہیچ کس نہ رفتہ و آنحضرت بجائے رفت کہ آنجا جانیست ـہ

ہمارے نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علاوہ عرش سے اوپر کوئی نہیں گیا، آپ اس جگہ پہنچے جہاں جگہ نہیں۔

برداشت از طبیعت امکاں قدم کہ آں اسرٰی بعبدہٖ است من المسجد الحرام

طبیعتِ امکان سے قدم مبارک اٹھالئے کہ اللہ تعالٰی نے اپنے خاص بندے کو سیر کرائی مسجد حرام سے

---

[1] الیواقیت والجواہر المبحث الرابع والثلاثون دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۴۰
[2] مدارج النبوۃ باب پنجم وصل در رؤیت الٰہی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۶۹
[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۱۷۰

تا عرصہ وجوب کہ اقصائے عالم ست کا بخانہ جاست نے جہت و نے نشاں نہ نامے[1]

صحرائے وجوب تک جو عالم کا آخری کنارہ ہے کہ وہاں نہ مکان ہے نہ جہت، نہ نشان اور نہ نام۔ (ت)

نیز اسی کے باب رؤیۃ اللہ تعالٰی فصل سوم زیر حدیث قد رای ربہ مرتین (تحقیق آپ نے اپنے رب کو دو بار دیکھا۔ ت) ارشاد فرمایا:

تحقیق دید آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پروردگارِ خود را جل وعلا دو بار، یکے چوں نزدیک سدرۃ المنتہٰی بود، دوم چوں بالائے عرش برآمد[2]

تحقیق آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے پروردگار جل وعلا کو دو بار دیکھا، ایک بار جب آپ سدرہ کے قریب تھے، اور دوسری بار جب آپ عرش پر جلوہ گر ہوئے۔ (ت)

مکتوباتِ حضرت شیخ مجدد الف ثانی جلد اول، مکتوب ۲۸۳ میں ہے:

آں سرور علیہ الصلٰوۃ والسلام دراں شب چوں از دائرہ مکان و زمان بیروں جست و از تنگیِ امکان برآمد ازل و ابد را آں واحد یافت و بدایت و نہایت را در یک نقطہ متحد دید[3]

اس رات سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مکان و زمان کے دائرہ سے باہر ہو گئے، اور تنگیِ امکان سے نکل کر آپ نے ازل و ابد کو ایک پایا اور ابتداء کو انتہا کو ایک نقطہ میں متحد دیکھا۔ (ت)

نیز مکتوب ۲۷۲ میں ہے:

محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ محبوب رب العالمین ست و بہترین موجودات اولین و آخرین باوجود آنکہ بدولت معراج بدنی مشرف شد و از عرش و کرسی درگزشت و از مکان و زمان بالا رفت[4]

محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو کہ رب العالمین کے محبوب ہیں اور تمام موجوداتِ اولین و آخرین سے افضل ہیں، جسمانی معراج سے مشرف ہوئے اور عرش و کرسی سے آگے گزر گئے اور مکان و زمان سے اوپر چلے گئے (ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات باب المعراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۵۳۸

[2] " " کتاب الفتن باب رؤیۃ اللہ تعالٰی الفصل الثالث " " ۴/ ۴۲۸ تا ۴۲۹

[3] مکتوبات امام ربانی مکتوب ۲۸۳ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۳۶۶

[4] " " " ۲۷۲ " ۱/ ۳۴۸

امام ابن الصلاح کتاب معرفۃ انواع علم الحدیث میں فرماتے ہیں :

قول المصنفین من الفقہاء وغیرھم "قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کذا وکذا" ونحو ذٰلك کلہ من قبیل المعضل وسماہ الخطیب ابوبکر الحافظ فی بعض کلامہ مرسلا و ذٰلك علی مذھب من یسمّی کل مالا یتصل مرسلا۔[1]

فقہاء وغیرہ مصنفین کا قول کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایسا ایسا فرمایا ہے یا اس کی مثل کوئی کلام یہ سب معضل کے قبیل سے ہے۔ خطیب ابوبکر حافظ نے اس کا نام مرسل رکھا ہے اور یہ اس کے مذہب کے مطابق ہے جو ہر غیر متصل کا نام مرسل رکھتا ہے۔ (ت)

تلویح وغیرہ میں ہے :

ان لم یذکرالواسطۃ اصلا فمرسل۔[2]

اگر واسطہ بالکل مذکور نہ ہو تو وہ مرسل ہے۔ (ت)

مسلم الثبوت میں ہے :

المرسل قول العدل قال علیہ الصلٰوۃ والسلام کذا۔[3]

مرسل یہ ہے عادل کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یوں فرمایا۔ (ت)

فواتح الرحموت میں ہے :

الکل داخل فی المرسل عند اھل الاصول۔[4]

اصولیوں کے نزدیک سب مرسل میں داخل ہیں۔ (ت)

اسی میں ہے :

المرسل ان کان من صحابی یقبل مطلقا اتفاقا وان کان من غیرہ فالاکثر و منھم الامام ابوحنیفۃ والامام مالك والامام احمد رضی اللہ تعالٰی عنھم قالوا یقبل مطلقا اذا کان الراوی ثقۃ الخ۔[5]

مرسل اگر صحابی سے ہو مطلقاً مقبول ہے اور اگر غیر صحابی سے ہو تو اکثر ائمہ بشمول امام اعظم، امام مالک اور امام احمد رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ مطلقاً مقبول ہے بشرطیکہ راوی ثقہ ہو الخ (ت)

---

[1] معرفۃ انواع علم الحدیث النوع الحادی عشر دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۳۸

[2] التوضیح والتلویح الرکن الثانی فی السنۃ فصل فی الانقطاع نورانی کتب خانہ پشاور ص ۴۷۴

[3] مسلم الثبوت مسئلہ تعریف المرسل مطبع انصاری دہلی ص ۲۰۱

[4] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ فی الکلام علی المرسل منشورات الشریف الرضی قم ۲/۱۷۴

[5] " " " " " " " " " " " " " " "

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے:

لایضر ذٰلک فی الاستدلال بہ ھٰھنا لان المنقطع یعمل بہ فی الفضائل اجماعا۔[1]

اس سے استدلال کرنا یہاں مضر نہیں کیونکہ فضائل میں منقطع بالاجماع قابل عمل ہے (ت)

شفائے امام قاضی عیاض میں ہے:

اخبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لقتل علی وانہ قسیم النار۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قتل کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ بیشک وہ قسیم النار ہیں (ت)

نسیم الریاض میں فرمایا:

ظاھر ھذا ان ھذا مما اخبر بہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا انھم قالوا لم یروہ احد من المحدثین الا ان ابن الاثیر قال فی النھایۃ الا ان علیا رضی اللہ تعالٰی عنہ قال انا قسیم النار قلت ابن الاثیر ثقۃ وما ذکرہ علی لایقال من قبل الرائ فھو فی حکم المرفوع۔[3] اھ ملخصا

ظاہر اس کا یہ ہے کہ بیشک یہ ان امور میں سے ہے جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی مگر انھوں نے کہا کہ اس کو محدثین میں سے کسی نے روایت نہیں کیا مگر ابن اثیر نے نہایہ میں کہا، بیشک حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ میں قسیم نار ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ ابن اثیر ثقہ ہے اور جو کچھ سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ذکر فرمایا وہ قیاس سے نہیں کہا جاسکتا لہذا وہ مرفوع کے حکم میں ہے اھ تلخیص (ت)

امام ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

---

[1] مرقاۃ المفاتیح باب الرکوع الفصل الثانی تحت الحدیث ۸۸۰ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۶۰۲

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن ذٰلک ما اطلع علیہ من الغیوب المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۲۸۴

[3] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض " " " " " مرکز اہلسنت گجرات الہند ۳/ ۱۶۳

عدم النقل لاینفی الوجود[1] عدمِ نقل وجود کی نفی نہیں کرتا۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

رسالہ

منبہ المنیۃ بوصول الحبیب الی العرش والرؤیۃ

ختم ہوا

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۰

رسالہ

صلات الصفاء فی نور المصطفٰی ۱۳۲۹ھ

(نورِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بیان میں صفائی باطن کے انعامات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۳۸: از لشکر گوالیار محکمہ ڈاک دربار مرسلہ مولوی نور الدین احمد صاحب ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ مضمون کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے نور سے پیدا ہوئے اور ان کے نور سے باقی مخلوقات، کس حدیث سے ثابت ہے اور وہ حدیث کس قسم کی ہے؟ بینوا توجروا (بیان کرو اجر پاؤ گے۔ ت)

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم لک الحمد یا نور یا نور النور یا نورا قبل کل نور و نورا بعد کل نور یا من لہ النور وبہ النور و منہ النور

اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں۔ اے نور، اے نور کے نور، اے نور ہر نور سے پہلے اور اے نور ہر نور کے بعد۔ اے وہ ذات جس کے لئے نور ہے، جس کے سبب سے نور ہے، جس سے نور،

والیہ النور وھو النور صل وسلم وبارك علی نورك المنیر الذی خلقتہ من نورك وخلقت من نورہ الخلق جمیعا وعلی اشعۃ انوارہ وآلہ واصحابہ نجومہ واقمارہ اجمعین آمین!

جس کی طرف نور ہے اور وہی نور ہے۔ درود و سلام اور برکت نازل فرما اپنے نور پر جو روشن کرنے والا ہے۔ جس کو تُو نے اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ اور تمام مخلوق کو اس کے نور سے پیدا فرمایا۔ اور اس کے انوار کی شعاعوں پر اور اس کے آل و اصحاب پر جو اس کے ستارے اور چاند ہیں، سب پر۔ اے اللہ! ہماری دعا کو قبول فرما۔ (ت)

امام اجل سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے شاگرد اور امام اجل سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کے استاذ اور امام بخاری و امام مسلم کے استاذ الاستاذ حافظ الحدیث احد الاعلام عبدالرزاق ابوبکر بن ہمام نے اپنی مصنَّف میں حضرت سیدنا و ابن سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی:

قال قلت یا رسول اللہ بابی انت وامی اخبرنی عن اول شیئ خلقہ اللہ تعالٰی قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللہ تعالٰی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ فجعل ذلك النور یدور بالقدرۃ حیث شاء اللہ تعالٰی ولم یکن فی ذلك الوقت لوح ولا قلم ولا جنۃ ولا نار ولا ملك ولا سماء ولا ارض ولا شمس ولا قمر ولا جنی ولا انسی فلما اراد اللہ تعالٰی ان یخلق الخلق قسم ذلك النور اربعۃ اجزاء فخلق من الجزء الاول القلم ومن الثانی اللوح ومن الثالث العرش ثم قسم الجزء الرابع اربعۃ اجزاء فخلق من الجزء الاول حملۃ العرش ومن الثانی الکرسی

یعنی وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان، مجھے بتا دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ عزوجل نے کیا چیز بنائی، فرمایا، اے جابر! بیشک بالیقین اللہ تعالٰی نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا، وُہ نور قدرتِ الٰہی سے جہاں خدا نے چاہا دَورہ کرتا رہا۔ اس وقت لوح، قلم، جنّت، دوزخ، فرشتے، آسمان، زمین، سورج، چاند، جن، آدمی کچھ نہ تھا۔ پھر جب اللہ تعالٰی نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا اس نور کے چار حصّے فرمائے، پہلے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش بنایا۔ پھر چوتھے کے چار حصّے کئے، پہلے سے فرشتگانِ حاملِ عرش، دوسرے سے کرسی، تیسرے سے باقی ملائکہ پیدا کئے۔ پھر

ومن الثالث باقی الملائکۃ، ثم قسم الرابع اربعۃ اجزاء، فخلق من الاول السموات، ومن الثانی الارضین ومن الثالث الجنۃ و النار، ثم قسم الرابع اربعۃ اجزاء الحدیث[1] بطولہ۔

چوتھے کے چار حصے فرمائے، پہلے سے آسمان، دوسرے سے زمینیں، تیسرے سے بہشت دوزخ بنائے، پھر چوتھے کے چار حصے کئے، الٰی آخر الحدیث۔

یہ حدیث امام بیہقی نے بھی دلائل النبوۃ میں بنحوہٖ روایت کی، اجلّہ ائمہ دین مثل امام قسطلانی مواہب لدنیہ اور امام ابن حجر مکی افضل القرٰی اور علامہ فاسی مطالع المسرات اور علامہ زرقانی شرح مواہب اور علامہ دیار بکری خمیس اور شیخ محقق دہلوی مدارج وغیرہا[1] میں اس حدیث سے استناد اور اس پر تعویل و اعتماد فرماتے ہیں، بالجملہ وہ تلقّیِ امت بالقبول کا منصب جلیل پائے ہوئے ہے تو بلاشبہہ حدیث حسن صالح مقبول معتمد ہے۔ تلقّیِ علماء بالقبول وہ شئے عظیم ہے جس کے بعد ملاحظہ سند کی حاجت نہیں رہتی بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی، کما بیّناہ فی "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" میں اس کو بیان کیا ہے۔ ت)

لاجرم علامہ محقق عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

قد خلق کل شیئ من نورہٖ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما ورد بہ الحدیث الصحیح[2]۔

بے شک ہر چیز نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور سے بنی، جیسا کہ حدیث صحیح اس معنی میں وارد ہوئی۔

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱ و ۷۲
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ " " دار المعرفۃ " ۱/۴۶ و ۴۷
تاریخ الخمیس مطلب اللوح والقلم موسسۃ شعبان ۱/۱۹ و ۲۰
مطالع المسرات الحزب الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۲۱
مدارج النبوۃ قسم دوم باب اول " " " ۲/۲
[2] الحدیقۃ الندیۃ المبحث الثانی " " " ۲/۳۷۵

ذکرہ فی المبحث الثانی بعد النوع الستین من اٰفات اللسان فی مسئلۃ ذم الطعام۔

اس کو علامہ نابلسی نے نوع نمبر ساٹھ جو کہ زبان کی آفتوں کے بیان میں ہے کے بعد، کھانے کی بُرائی بیان کرنے کے مسئلہ کے ضمن میں ذکر فرمایا ہے۔(ت)

مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں ہے:

قد قال الاشعری انہ تعالٰی نور لیس کالانوار والروح النبویۃ القدسیۃ لمعۃ من نورہ والملئکۃ شرر تلك الانوار وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول ماخلق اللہ نوری ومن نوری خلق کل شیئ وغیرہ مما فی معناہ۔[1]

یعنی امام اجل امام اہلسنت سیدنا ابوالحسن اشعری قدس سرہ (جن کی طرف نسبت کرکے اہل سنت کو اَشاعِرہ کہا جاتا ہے) ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نُور ہے نہ اور نوروں کی مانند اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رُوحِ پاک اسی نور کی تابش ہے اور ملائکہ ان نوروں کے ایک پھُول ہیں، اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے میرا نور بنایا اور میرے ہی نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔ اور اس کے سوا اور حدیثیں ہیں جو اسی مضمون میں وارد ہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹: از نانذہ ضلع مرادآباد مرسلہ مولوی الطاف الرحمٰن صاحب پیپسانوی ۱۴ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض مولود شریف میں جو نورِ محمدی کو نورِ خدا سے پیدا ہوا لکھا ہے اس میں زید کہتا ہے بشرطِ صحت یہ متشابہ کے حکم میں ہے اور عمرو کہتا ہے یہ انفکاکِ ذات سے ہُوا ہے۔

بکر کہتا ہے کہ یہ مثل شمع سے شمع روشن کرلینے کے ہُوا ہے۔

اور خالد کہتا ہے متشابہات میں مذہبِ اسلم رکھتا ہوں اور سالم کو بُرا نہیں جانتا، اس میں چون وچرا بیجا ہے۔ بیّنوا توجروا (بیان کرو اجر پاؤ گے۔ت)

---

[1] مطالع المسرات الحزب الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۶۵

الجواب

عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا:

یاجابر ان اللّٰہ خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ۔ ذکرہ الامام القسطلانی فی المواھب[1] وغیرہ من العلماء الکرام۔

اے جابر! بیشک اللہ تعالٰی نے تمام عالم سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ (امام قسطلانی نے اس کو مواہب لدنیہ میں اور دیگر علماءِ کرام نے ذکر کیا ہے۔ ت)

عمرو کا قول سخت باطل وشنیع وگمراہی فظیع بلکہ سخت تر امر کی طرف منجر ہے اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ کوئی چیز اس کی ذات سے جُدا ہو کر مخلوق بنے، اور قولِ زید میں لفظ "بشرطِ صحت" بُوئے انکار دیتا ہے یہ جہالت ہے، باجماعِ علماء در بارۂ فضائل صحتِ مصطلحۂ محدثین کی حاجت نہیں، مع ہذا علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے اس حدیث کی تصحیح فرمائی۔ علاوہ بریں یہ معنٰی قدیماً و حدیثاً تصانیف وکلماتِ ائمہ وعلماء واولیاء وعرفاء میں مذکور ومشہور و ملقّٰی بالقبول رہنے پر خود صحتِ حدیث کی دلیل کافی ہے،

فان الحدیث یتقوی بتلقی الائمۃ بالقبول کما اشار الیہ الامام الترمذی فی جامعہ وصرح بہ علماؤنا فی الاصول۔

اس لئے کہ حدیث علماء کی طرف سے تلقی بالقبول پاکر قوی ہوجاتی ہے۔ جیسا کہ امام ترمذی نے اپنی جامع میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے، اور ہمارے علماء نے اصول میں اس کی تصریح فرمائی ہے (ت)

ہاں اُسے باعتبارِ کُنہ کیفیتِ متشابہات سے کہنا وجہِ صحت رکھتا ہے، واقعی نہ رب العزت جل وعلا نہ اس کے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ اللہ تعالٰی نے اپنے نُور سے نورِ مطہر سیدِ انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیونکر بنایا، نہ بے بتائے اس کی پُوری حقیقت ہمیں خود معلوم ہوسکتی ہے اور یہی معنٰی متشابہات ہیں۔

بکر نے جو کہا وہ دفعِ خیال ضلال عمرو کے لئے کافی ہے، شمع سے شمع روشن ہوجاتی ہے بے اس کے کہ اُس شمع سے کوئی حصہ جُدا ہوکر یہ شمع بنے اِس سے بہتر آفتاب اور دُھوپ کی مثال ہے کہ نورِ شمس نے

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۷۱

جس پر تجلی کی وُہ روشن ہوگیا اور ذاتِ شمس سے کچھ جدا نہ ہوا مگر ٹھیک مثال کی وہاں مجال نہیں، جو کہا جائے گا ہزاراں ہزار وجوہ پر ناقص ناتمام ہوگا، بلاشبہہ طریق اسلم قولِ خالد ہے اور وہی مذہب ائمہ سلف رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۴: پیشِ نظر رہے یہ بات کہ میں کوئی عالم وفاضل نہیں ہوں کہ بحث ومباحثہ کا خیال درمیان میں آئے، فقط دریافت کرنے کی غرض سے فدویانہ لکھتا ہوں تاکہ میرے عقیدے میں جو کچھ غلطی ہو وہ صحیح ہوجائے، مجھ کو ایسا معلوم ہے کہ تمام مخلوقات انسان کا یہ حال ہے کہ غلاظت آلودہ پیدا ہوتے ہیں مگر خدا نے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان سب باتوں سے محفوظ رکھا ہے اور تمام مخلوقات پر ان کو بزرگی عنایت فرمائی ہے۔ اگر یہ بات سچی ہے تو حدیث شریف کے معنے مجھ کو یوں معلوم ہیں، ملاحظہ فرمائیے گا،

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاجابر ان اللہ خلق نور نبیک من نورہ[1] فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اے جابر! تحقیق اللہ تعالٰی نے پیدا کیا ذات نبی تیرے کو اپنے نور سے۔

مثال چراغ کی جو جناب نے فرمائی ہے اس میں مجھ کو شک ہے، چاہتا ہوں کہ شک دُور ہوجائے، مثلاً ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن کیا اور دوسرے چراغ سے اور بہت سے چراغ روشن کئے گئے، پہلے اور دوسرے میں کچھ کمی نہیں آئی، یہ آپ کا فرمانا صحیح اور بجا ہے لیکن یہ سب چراغ نام اور ذات اور روشنی میں ہم جنس ہیں یا نہیں اور یہ سب مرتبہ برابر ہونے کا رکھتے ہیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

نجاست سے آلودہ پیدا ہونے میں سب مخلوق شریک نہیں، تمام انبیاء علیہم السلام پاک ومنزہ پیدا ہُوئے بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ حضرات حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی صاف ستھرے پیدا ہوئے۔ نور کے معنی فضل کے نہیں۔ مثال سمجھانے کو ہوتی ہے نہ کہ ہر طرح برابری بتانے کو۔ قرآن عظیم میں نورِ الٰہی کی مثال دی کمشکوٰۃ فیہا مصباح[2] (جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے۔ ت) کہاں چراغ اور قندیل اور کہاں نورِ ربِّ جلیل، یہ مثال وہابیہ کے اس اعتراض کے دفع کو تھی کہ نورِ الٰہی سے نورِ نبوی پیدا ہُوا تو نورِ الٰہی کا ٹکڑا جُدا ہونا لازم آیا، اسے بتایا گیا کہ چراغ سے چراغ روشن ہونے

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد اول اول المخلوقات المکتب الاسلامی بیروت ۱/۷۱، ۷۲

[2] القرآن الکریم ۲۴/۳۵

میں اس کا ٹکڑا کٹ کر اس میں نہیں آجاتا۔ جب یہ فانی مجازی نور اپنے نور سے دوسرا نور روشن کردیتا ہے تو اس نورِ الٰہی کا کیا کہنا، نور سے نور پیدا ہونے کو نام و روشنی میں مساوات بھی ضرور نہیں، چاند کا نور آفتاب کی ضیاء سے ہے، پھر کہاں وہ اور کہاں یہ، علم ہیأت میں بتایا گیا ہے کہ اگر چودھویں رات کے کامل چاند کے برابر نوّے ہزار چاند ہوں تو روشنیِ آفتاب تک نہ پہنچیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۱: از کلکتہ ۹ گوبند چند دھرن لین مرسلہ حکیم محمد ابراہیم صاحب بنارسی ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسولِ مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ کے نور سے پیدا ہیں یا نہیں؟ اگر اللہ کے نور سے پیدا ہیں نورِ ذاتی سے یا نورِ صفاتی سے یا دونوں سے؟ اور نور کیا چیز ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو اجر پاؤ گے۔ ت)

الجواب

جوابِ مسئلہ سے پہلے ایک اور مسئلہ گزارش کروں،

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ[1]۔ الحدیث۔

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق: "تم میں سے کوئی آدمی برائی دیکھے تو اسے چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے بدل دے اگر ایسا نہ کرسکے تو اپنی زبان سے بدل دے۔ الحدیث۔ (ت)

حضور پُرنور سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکرِ کریم کے ساتھ جس طرح زبان سے درود شریف پڑھنے کا حکم ہے اللّٰھم صل وسلم وبارک علیہ وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ ابدا (اے اللہ! آپ پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے صحابہ پر ہمیشہ ہمیشہ درود و سلام اور برکت نازل فرما۔ ت)۔ درود شریف کی جگہ فقط صاد یا عم یا صلعم یا صلّم کہنا ہرگز کافی نہیں بلکہ وہ الفاظ بے معنٰی ہیں اور فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم[2] میں داخل، کہ ظالموں نے وہ بات جس کا انھیں حکم تھا ایک اور لفظ سے بدل ڈالی فانزلنا علی الذین ظلموا رجزا من السماء بما کانوا یفسقون[3] تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا بدلہ ان کی بے حکمی کا۔ یونہی تحریر میں القلم احد اللسانین (قلم دو زبانوں میں سے ایک ہے۔ ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱

[2] القرآن الکریم ۲/ ۵۹

[3]

بلکہ فتاوٰی تاتارخانیہ سے منقول کہ اس میں اس پر نہایت سخت حکم فرمایا اور اسے معاذاللہ تخفیفِ شانِ نبوت بتایا۔ طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے :

یحافظ علی کتب الصلٰوۃ والسلام علٰی رسول اللہ ولایسأم من تکرارہ وان لم یکن فی الاصل ویصلی بلسانہ ایضا، ویکرہ الرمز بالصلاۃ والترضی بالکتابۃ بل یکتب ذٰلک کلہ بکمالہ، وفی بعض المواضع عن التتارخانیۃ من کتب علیہ السلام بالھمزۃ والمیم یکفر لانہ تخفیف و تخفیف الانبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کفر بلاشک، ولعلہ ان صح النقل فھو مقید بقصدہ والافالظاھر انہ لیس بکفر، نعم الاحتیاط فی الاحتراز عن الایہام والشبھۃ[1] اھ مختصرًا۔

حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود وسلام لکھنے کی محافظت کی جائے اور اس کی تکرار سے تنگ دل نہ ہو اگرچہ اصل میں نہ ہو اور اپنی زبان سے بھی درود پڑھے۔ درود یا رضی اللہ عنہ کی طرف لکھنے میں اشارہ کرنا مکروہ ہے بلکہ پورا لکھنا چاہیے۔ تاتارخانیہ کے بعض مقامات پر ہے کہ جس نے علیہ السلام ہمزہ اور میم سے لکھا "کافر ہوگیا کیونکہ یہ تخفیف ہے اور انبیاء کی تخفیف بغیر کسی شک کے کفر ہے، اور یہ نقل صحیح ہے تو اس میں قصد کی قید ضرور ہوگی ورنہ بظاہر یہ کفر نہیں ہے، ہاں احتیاط ایہام اور شُبہہ سے بچنے میں ہے۔ (ت)

اس کے بعد اصل مسئلہ کا جواب بعون الملک الوہاب لیجئے۔ نُور عرفِ عام میں ایک کیفیت ہے کہ نگاہ پہلے اسے ادراک کرتی ہے اور اس کے واسطے سے دوسری اشیائے دیدنی کو۔

قال السید فی تعریفاتہ النور کیفیۃ تدرکھا الباصرۃ اولا وبواسطتھا سائر المبصرات[2]۔

علامہ سید شریف جرجانی نے فرمایا، نور ایک ایسی کیفیت ہے جس کا ادراک قوتِ باصرہ پہلے کرتی ہے پھر اس کے واسطہ سے تمام مبصرات کا ادراک کرتی ہے۔ (ت)

اور حق یہ کہ نور اس سے اجلٰی ہے کہ اس کی تعریف کی جائے۔

یہ جو بیان ہُوا تعریف الجلی بالخفی ہے کما نبہ علیہ فی المواقف وشرحھا (جیسا کہ مواقف اور

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار خطبۃ الکتاب المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۱/ ۶

[2] التعریفات للجرجانی تحت اللفظ "النور" ۱۵۷۷ دارالکتاب العربی بیروت ص ۱۹۵

اس کی شرح میں اس پر تنبیہ کی گئی ہے۔ت) نور بایں معنی ایک عرض وحادث ہے اور رب عزوجل اس سے منزہ۔ محققین کے نزدیک نور وہ کہ خود ظاہر ہو اور دوسروں کا مظہر، کما ذکرہ الامام حجۃ الاسلام الغزالی ثم العلامۃ الزرقانی فی شرح المواہب الشریفۃ (جیسا کہ حجۃ الاسلام امام غزالی نے پھر شرح مواہب شریف میں علامہ زرقانی نے ذکر فرمایا ہے۔ت) بایں معنی اللہ عزوجل نور حقیقی ہے بلکہ حقیقۃً وہی نور ہے اور آیہ کریمہ اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض[1] (اللہ تعالٰی نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ت) بلاتکلف و بلادلیل اپنے معنی حقیقی پر ہے۔

فان اللّٰہ عزوجل ھو الظاھر بنفسہ المظھر لغیرہ من السمٰوٰت والارض و من فیھن وسائر المخلوقات۔

کیونکہ اللہ عزوجل بلاشبہہ خود ظاہر ہے اور اپنے غیر یعنی آسمانوں، زمینوں، ان کے اندر پائی جانیوالی تمام اشیاء اور دیگر مخلوقات کو ظاہر کرنے والا ہے۔(ت)

حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلاشبہہ اللہ عزوجل کے نورِ ذاتی سے پیدا ہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہے:

ان اللّٰہ تعالٰی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ۔ رواہ عبدالرزاق[2] ونحوہ عند البیھقی۔

اے جابر! بیشک اللہ تعالٰی نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ (اس کو عبدالرزاق نے روایت کیا اور بیہقی کے نزدیک اس کے ہم معنی ہے۔ت)

حدیث میں "نورہ" فرمایا جس کی ضمیر اللہ کی طرف ہے کہ اسم ذات ہے من نور جمالہ یا نور علمہ یا نور رحمتہ (اپنے جمال کے نور سے یا اپنے علم کے نور سے یا اپنی رحمت کے نور سے۔ت) وغیرہ نہ فرمایا کہ نور صفات سے تخلیق ہو۔ علامہ زرقانی رحمہ اللہ تعالٰی اسی حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں: (من نورہ) ای من نور ھو ذاتہ[3] یعنی اللہ عزوجل نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس نور سے پیدا کیا جو عین ذاتِ الٰہی ہے، یعنی اپنی ذات سے بلاواسطہ پیدا فرمایا، کما سیاتی تقریرہ (جیسا کہ اس کی

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۵
[2] المواہب اللدنیۃ بحوالہ عبدالرزاق المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۷۱
[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ " " دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۴۶

تقریر عنقریب آرہی ہے۔ ت) امام احمد قسطلانی مواہب شریف میں فرماتے ہیں:

لما تعلقت ارادة الحق تعالٰی بایجاد خلقه ابرز الحقیقة المحمدیة من الانوار الصمدیة فی الحضرة الاحدیة ثم سلخ منها العوالم کلها علوها و سفلها[1]

یعنی جب اللہ عزوجل نے مخلوقات کو پیدا کرنا چاہا صمدی نوروں سے مرتبۂ ذاتِ صرف میں حقیقتِ محمدیہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ظاہر فرمایا، پھر اس سے تمام عالم علوی وسفلی نکالے۔

شرحِ علامہ میں ہے:

والحضرة الاحدیة هی اول تعینات الذات و اول رتبها الذی لا اعتبار فیه لغیر الذات کما هو المشار الیه بقوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم کان اللّٰه ولا شیئ معه ذکره الکاشی[2]

یعنی مرتبۂ احدیتِ ذات کا پہلا تعین اور پہلا مرتبہ ہے جس میں غیرِ ذات کا اصلاً لحاظ نہیں جس کی طرف نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالٰی تھا اور اس کے ساتھ کچھ نہ تھا' اسے سیدی کاشی قدس سرہٗ نے ذکر فرمایا۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی' مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

انبیاء مخلوق اند از اسمائے ذاتیہ حق و اولیاء از اسمائے صفاتیہ و بقیہ کائنات از صفاتِ فعلیہ و سیدِ رسل مخلوق است از ذاتِ حق و ظہورِ حق در وے بالذات است۔[3]

انبیاء اللہ کے اسماءِ ذاتیہ سے پیدا ہوئے اور اولیاء اسمائے صفاتیہ سے، بقیہ کائنات صفاتِ فعلیہ سے، اور سیدِ رسل ذاتِ حق سے، اور حق کا ظہور آپ میں بالذات ہے۔ (ت)

ہاں عین ذاتِ الٰہی سے پیدا ہونے کے یہ معنے نہیں کہ معاذ اللہ ذاتِ الٰہی ذاتِ رسالت کیلئے مادہ ہے جیسے مٹی سے انسان پیدا ہو، یا عیاذاً باللہ ذاتِ الٰہی کا کوئی حصہ یا کُل' ذاتِ نبی ہوگیا۔ اللہ عزوجل حصے اور ٹکڑے اور کسی کے ساتھ متحد ہوجانے یا کسی شے میں حلول فرمانے سے پاک ومنزہ ہے۔ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خواہ کسی شے کو جزء ذاتِ الٰہی خواہ کسی مخلوق کو عین ونفسِ ذاتِ الٰہی ماننا کُفر ہے۔

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/۵۵
[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ " دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۷
[3] مدارج النبوۃ تکملہ در صفات کاملہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۶۰۹

اس تخلیق کے اصل معنٰی تو اللہ و رسول جانیں، جل وعلا وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم عالم میں ذاتِ رسول کو تو کوئی پہچانتا نہیں۔ حدیث میں ہے:

یا ابابکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی[1] — اے ابوبکر! مجھے جیسا میں حقیقت میں ہوں میرے رب کے سوا کسی نے نہ جانا۔

ذاتِ الٰہی سے اس کے پیدا ہونے کی حقیقت کے مفہوم ہو مگر اس میں فہمِ ظاہر بیں کا جتنا حصہ ہے وُہ یہ ہے کہ حضرتِ حق عزّ جلالہٗ نے تمام جہان کو حضور پُر نور محبوبِ اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے واسطے پیدا فرمایا، حضور نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا۔

لولاک لما خلقت الدنیا[2] — اگر آپ نہ ہوتے تو میں دُنیا کو نہ بناتا۔ (ت)

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ارشاد ہوا:

لولا محمد ماخلقتک ولا ارضا ولا سماء[3] — اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ تجھیں بناتا نہ زمین نہ آسمان کو۔ (ت)

تو سارا جہان ذاتِ الٰہی سے بواسطۂ حضور صاحبِ لولاک صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پیدا ہوا یعنی حضور کے واسطے حضور کے صدقے حضور کے طفیل میں۔

لا انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استفاض الوجود من حضرۃ العزۃ ثم ھو افاض الوجود علٰی سائر البریۃ کما تزعم کفرۃ الفلاسفۃ من توسیط العقول، تعالی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا اھل من خالق غیر اللہ۔

یہ بات نہیں کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اللہ سے وجود حاصل کیا پھر باقی مخلوق کو آپ نے وجود دیا جیسے فلاسفہ کا فرگمان کرتے ہیں کہ عقول کے واسطے دوسری چیزیں پیدا ہوتی ہیں، اللہ تعالٰی ان ظالموں کے اس قول سے بلند و بالا ہے، کیا اللہ تعالٰی کے علاوہ بھی کوئی خالق ہو سکتا ہے (ت)

---

[1] مطالع المسرات — مکتبۂ نوریہ رضویہ فیصل آباد — ص ۱۲۹

[2] تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر عروجہ الی السماء الخ — دار احیاء التراث العربی بیروت — ۲/ ۲۹۷

[3] المواہب اللدنیۃ — المقصد الاول — المکتب الاسلامی بیروت — ۱/ ۷۰

مطالع المسرات — الحزب الثانی — مکتبۂ نوریہ رضویہ فیصل آباد — ص ۲۶۴

بخلاف ہمارے حضور عین النور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کہ وہ کسی کے طفیل میں نہیں، اپنے رب کے سوا کسی کے واسطے نہیں تو وہ ذاتِ الٰہی سے بلاواسطہ پیدا ہیں۔ زرقانی شریف میں ہے:

ای من نورٍ ھو ذاتہ لابمعنی انھا مادۃ خلق نورہ منھا بل بمعنی تعلق الارادۃ بہ بلا واسطۃ شیئ فی وجودہ[1]

یعنی اس نور سے جو اللہ کی ذات ہے، یہ مقصد نہیں کہ وہ کوئی مادہ ہے جس سے آپ کا نور پیدا ہوا بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کا ارادہ آپ کے نور سے بلاکسی واسطہ فی الوجود کے متعلق ہوا۔ (ت)

یا زیادہ سے زیادہ بغرضِ توضیح ایک کمال ناقص مثال یوں خیال کیجئے کہ آفتاب نے ایک عظیم وجمیل وجلیل آئینہ پر تجلی کی، آئینہ چمک اٹھا اور اس کے نور سے اور آئینے اور پانیوں کے چشمے اور ہوائیں اور سائے روشن ہوئے آئینوں اور چشموں میں صرف ظہور نہیں بلکہ اپنی اپنی استعداد کے لائق شعاع بھی پیدا ہوئی کہ اور چیز کو روشن کرسکے کچھ دیواروں پر دھوپ پڑی، یہ کیفیتِ نور سے متکیف ہیں اگرچہ اور کو روشن نہ کریں جن تک دھوپ بھی نہ پہنچی، وہ ہوائے متوسط نے ظاہر کیں جیسے دن میں مسقف دالان کی اندرونی دیواریں ان کا حصہ صرف اسی قدر ہوا، کیفیتِ نور سے بہرہ نہ پایا، پہلا آئینہ خود ذاتِ آفتاب سے بلاواسطہ روشن ہے اور باقی آئینے چشمے اس کے واسطے سے اور دیواریں وغیرہا واسطہ در واسطہ پھر جس طرح وہ نور کہ آئینہ اول پر پڑا بعینہٖ آفتاب کا نور ہے بغیر اس کے آفتاب خود یا اس کا کوئی حصہ آئینہ ہوگیا ہو یونہی باقی آئینے اور چشمے کہ اس آئینے سے روشن ہوئے اور دیوار وغیرہ اشیاء پر اُن کی دھوپ پڑی یا صرف ظاہر ہوئیں، ان سب پر بھی یقیناً آفتاب ہی کا نور اور اسی سے ظہور ہے، آئینے اور چشمے فقط واسطۂ وصول ہیں، اُن کی حدِ ذات میں دیکھو تو یہ خود نور تو نور، ظہور سے بھی حصہ نہیں رکھتے ؎

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتو آں ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

(اس گھر میں ایک چراغ ہے جس کی تابش سے تُو جہاں دیکھتا ہے انجمن بنائے ہوئے ہیں)

یہ نظیر محض ایک طرح کی تقریبِ فہم کے لئے ہے جس طرح ارشاد ہوا، مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح[2] (اس کے نور کی مثال ایسے ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے۔ ت) ورنہ کجا چراغ اور کجا وہ نورِ حقیقی، وللہ المثل الاعلٰی[3] (اور اللہ کی شان سب سے بلند ہے۔ ت)۔

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول دارالمعرفت بیروت ۱/ ۴۶

[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۵ [3] القرآن الکریم ۱۶/ ۶۰

توضیح صرف ان دو باتوں کی منظور ہے ایک یہ کہ دیکھو آفتاب سے تمام اشیاء منور ہوئیں یہ اسکے آفتاب خود آئینہ ہوگیا یا اُس میں سے کچھ جدا ہو کر آئینہ بنا، دوسرے یہ کہ ایک آئینہ نفسِ ذاتِ آفتاب سے بلاواسطہ روشن ہے باقی بوسائط، ورنہ حاشا کہاں مثال اور کہاں وہ بارگاہِ جلال۔ باقی اشیاء سے کہ مثال میں بالواسطہ منور ہیں آفتاب حجاب میں ہے اور اللہ عزوجل ظاہر فرق کل ظاہر ہے، آفتاب ان اشیاء تک اپنے وصولِ نور میں وسائط کا محتاج ہے اور اللہ عزوجل احتیاج سے پاک، غرض کسی بات میں نہ تطبیق مراد نہ ہرگز ممکن، حتی کہ نفسِ وساطت بھی یکساں نہیں، کمالایخفٰی وقد اشرنا الیہ (جیسا کہ پوشیدہ نہیں اور ہم نے اس کی طرف اشارہ کردیا ہے۔ ت)

سیدی ابوسالم عبداللہ عیاشی، ہم استاذ علامہ محمد زرقانی تلمیذ علامہ ابوالحسن شبراملسی اپنی کتاب "الرحلہ" پھر سیدی علامہ عشماوی رحمہم اللہ تعالٰی جمیعا "شرح صلاۃ" حضرت سیدی احمد بدوی کبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں فرماتے ہیں:

انما یدرکہ علٰی حقیقتہ من عرف معنی قولہ تعالٰی اللہ نور السمٰوٰت والارض وتحقیق ذٰلک علٰی ماینبغی لیس مما یدرک ببضاعۃ العقول ولا مما تسلط علیہ الاوھام وانما یدرک بکشف الٰھی واشراق حقہ من اشعۃ ذٰلک النور فی قلب العبد فیدرک نور اللہ بنورہ واقرب تقریر یعطی القرب من فھم۔

اس کا ادراک حقیقۃً وہی شخص کرسکتا ہے جو اللہ تعالٰی کے ارشاد اللہ نور السمٰوٰت والارض کا معنی جانتا ہے کیونکہ وہم اور عقل کے ذرائع اس کا حقیقی ادراک نہیں کرسکتے، اس کو تو صرف بندے کے دل میں اس نور کو اللہ تعالٰی کی عطا کردہ شعاؤں سے ہی سمجھا جاسکتا ہے، پس "نور اللہ" کو اس نور ہی کے ذریعہ سے سمجھا جاسکتا ہے۔

معنی الحدیث انہ لما کان النور المحمدی اول الانوار الحادثۃ التی تجلی بھا النور القدیم الازلی وھو اول التعینات للوجود المطلق الحقانی وھو مدد کل نور کائن اویکون وکما اشرق النور الاول فی حقیقتہ فتنورت بحیث صارت ھو نورا اشرق نورہ المحمدی علٰی حقائق الموجودات شیئا

حدیث کے معنے کو سمجھنے کے لئے قریب ترین یہ ہے کہ نورِ محمدی جب قدیم اور ازلی نور کی پہلی تجلی ہے تو کائنات میں بھی اللہ تعالٰی کے وجود کا وہی سب سے پہلا مظہر ہے اور وجود میں آنے والے تمام نوروں کی اصل قوت ہے۔ جب یہ نورِ اول چمکا اور منور ہوا تو اس نورِ محمدی نے تمام موجودات پر درجہ بدرجہ اپنی چمک ڈالی تو بلاواسطہ یا واسطوں کی کمی بیشی کے اعتبار سے ہر چیز اپنی استعداد کے

فشیئا فھی تستمد منہ علٰی قدر تنورھا بحسب کثرۃ الوسائط وقلتہا وعدمہا وکلما اشرق نورہ علٰی نوع من انواع الحقائق ظھر النور فی مظھر الاقسام فقد کان النور الحادث اولا شیئا واحدا ثم اشرق فی حقیقۃ اخرٰی فاستنارت بنورہ تنورا کاملا بحسب ما تقتضیہ حقیقتہا فحصل فی الوجود الحادث نوران مفیض ومفاض وفی نفس الامر لیس ھناك الا نور واحد اشرق فی قابل الاستنارۃ یتنور بتعدد ات المظاھر والظاھر واحد ثم کذلك کلما اشرق فی محل ظھر بصورۃ الانقسام وقد یشرق نور المفاض علیہ ایضا بحسب قوتہ علٰی قوابل اخر فتنور بنورہ فیحصل انقسام اخر بحسب المظاھر وکلہا راجعۃ الی النور الاول الحادث اما بواسطۃ او بدونہا۔

قال وھذا غایۃ ما تصل الیہ العبارۃ فی ھذا التقریر ومثل فی قصرباعہ وعدم تضلعہ من العلوم الالٰھیۃ ان زاد فی التقریر خشی علی واقرب مثال یضرب لذلك نور المصباح تصبح منہ مصابیح کثیرۃ وھو فی نفسہ باق علٰی ماھو علیہ لم ینقص منہ شیئ واقرب من ھذا المثال الی التحقیق وابعد عن الافھام نور الشمس المشرق فی الاھلۃ والکواکب علی

مطابق چمک اُٹھی اور تمام حقائق واقسام اس نور کی چمک سے اِس کے مظہر بن گئے، یُوں وجود میں آنے والا پہلا نور ایک تھا لیکن اس کی چمک سے دوسرے حقائق بھی اپنی حقیقت کے مطابق اس نور سے منور ہوتے چلے گئے اور کائنات میں نور در نور بن گئے جبکہ وجود میں نور کی صرف دُو ہی قسمیں ہیں، ایک فیض دینے والا اور دوسرا فیض پانے والا، حالانکہ نفس الامری حقیقت میں یہ دونوں نور ایک ہی ہیں، یہ ایک حقیقی نور ہی قابل اشیاء میں چمک پیدا کرکے متعدد مظاہر میں ہوتا ہے اور تمام اقسام میں ہر قسم کی صورت میں چمکتا ہے اسی طرح فیض یافتہ نور بھی اپنی استعداد کے مطابق دوسری قابل اشیاء میں چمک پیدا کرکے ان کو منور کرتا ہے جس سے مزید مظاہرات کی اقسام حاصل ہوتی ہیں جبکہ یہ تمام انوار بالواسطہ یا بلاواسطہ سب سے پہلے نور سے ہی مستفیض ہیں۔

اس تقریر کے لئے یہ انتہائی محتاط عبارت ہے جو علوم الٰہیہ کے موافق ہے، اس سے زائد عبارت خطرناک ہوسکتی ہے۔ اس تقریر کی مناسب مثال وُہ چراغ ہے جس سے بے شمار چراغ روشن ہوئے، اس کے باوجود وہ اپنی اصل حالت پر باقی ہے اور اس کے نور میں کوئی کمی واقع نہیں ہُوئی، مزید واضح مثال سورج ہے جس سے تمام سیارے روشن ہیں جن کا اپنا کوئی نور نہیں ہے۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ سورج کا نور اُن ستاروں میں منقسم ہوگیا ہے

القول بان الكل مستنير بنورہ ولیس لہا نور من ذاتہا فقد یقال بحسب النظر الاول ان نور الشمس منقسم فی ھذہ الاجرام العلویۃ وفی الحقیقۃ لیس ھذا الا نورھا وھو قائم بہا لم ینقص منہ شیئ ولم یزایلہا منہ شیئ ولکنہ اشرق فی اجرام قابلۃ الاستنارۃ فاستنارت۔

جبکہ فی الواقع ان سیاروں میں سورج ہی کا نور ہے جو سورج سے نہ تو جُدا ہوا اور نہ ہی کم ہوا، سیارے تو صرف اپنی قابلیت کی بنا پر چمکے اور سورج کی روشنی سے منوّر ہوئے۔

واقرب من ھذا للفھم ما یحصل فی الاجرام السفلیۃ من اشراق اشعۃ الشمس علی الماء اوقوارالزجاج فیستنیر مایقابلہا من الجدران بحیث یلمح فیہا نور کنورالشمس مشرق باشراقہ ولم ینفصل شیئ من نور الشمس عن محلہ الی ذلک المحل ومن کشف اللہ حجاب الغفلۃ عن قلبہ واشرقت الانوار المحمدیۃ علی قلبہ یصدق اتباعہ لہ ادرک الامر ادراکا اخر لایحتمل شکا ولا وھما۔

مزید سمجھ کے لئے پانی اور شیشے پر پڑنے والی سورج کی شعاعوں کو دیکھا جائے جن کا عکس پانی یا شیشے کے بالمقابل دیوار پر پڑتا ہے جس سے دیوار روشن ہو جاتی ہے، دیوار پر یہ روشنی سورج ہی کا نور ہے جو بالواسطہ دیوار پر پڑا کیونکہ براہِ راست دیوار پر سورج کا نور نہیں پڑا اور نہ ہی یہ نور سُورج سے جُدا ہوا، اس کے باوجود یہ نور سورج کا ہی ہے، جب اللہ تعالٰی کسی کے قلب کو حجابِ غفلت سے پاک کرتا ہے اور وہ دل انوارِ محمدیہ سے منوّر ہوتا ہے تو پھر اس کا ادراک ایسا کامل ہوتا ہے کہ اس میں شک اور وہم کا احتمال نہیں ہوتا۔

نسأل اللہ تعالٰی ان ینور بنور العلم الالٰھی بصائرنا ویحجب عن ظلمات الجھل سرائرنا ویغفرلنا ما اجترأنا علیہ من الخوض فیما لسنا لہ باھل ونسألہ ان لایؤاخذنا بما تقتضیہ

اللہ تعالٰی سے دُعا ہے کہ وہ ہماری بصیرت کو اپنے علم کے نور سے منور فرمائے اور ہمارے باطن کو جہالت کے اندھیروں سے محفوظ فرمائے، اور جن امور میں ہم غور کرنے کے اہل نہیں ان پر ہماری جسارت کو معاف فرمائے اور اس جناب

العبارۃ من تقصیر فی حق ذٰلك الجناب[1] اھ مختصرًا۔

میں ہماری عبارت کی کوتاہیوں پر مواخذہ نہ فرمائے، آمین! اھ مختصراً (ت)

اس تقریرِ منیر سے مقاصدِ مذکورہ کے سوا چند فائدے اور حاصل ہوئے:

اوّلاً یہی روشن ہوگیا کہ تمام عالم نورِ محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کیونکر بنا۔ بے اس کے کہ نورِ حضور تقسیم ہوا یا اس کا کوئی حصّہ این وآں بنا ہو۔ اور یہ کہ وہ جو حدیث میں ارشاد ہوا کہ پھر اس نور کے چار حصّے کئے، تین سے قلم ولوح وعرش بنائے، چوتھے کے پھر چار حصّے کئے الٰی آخرہٖ، یہ اس کی شعاعوں کا انقسام جیسے ہزار آئینوں میں آفتاب کا نور چمکے تو وہ ہزار حصوں پر منقسم نظر آئے گا حالانکہ آفتاب منقسم نہ ہوا نہ اس کا کوئی حصّہ آئینوں میں آیا۔

واندفع ما استشکله العلامة الشبراملسی ان الحقیقة الواحدة لا تنقسم و لیست الحقیقة المحمدیة الا واحدة من تلك الاقسام والباقی ان کان منها ایضا فقد انقسمت وان کان غیرها فما معنی الاقسام وحاول الجواب وتبعه فیه تلمیذہ العلامة الزرقانی بان المعنی انه زاد فیه "لا انه قسم ذٰلك النور الذی ھو نور المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اذ الظاھر انه حیث صور بصورة مماثلة لصورة التی سیصیر علیھا لا یقسمه الیه والٰی غیرہ"[2] اھ۔

اس (مذکورہ بالا تقریر سے) علامہ شبراملسی کا اعتراض ختم ہوا (اعتراض) حقیقتِ واحدہ تقسیم نہیں ہوتی کیونکہ حقیقتِ محمدیہ اُن اقسام میں ایک قسم ہے اور اگر باقی اقسام اسی (حقیقت) سے ہیں تو یہ حقیقت تقسیم ہوگئی اور اگر باقی چیزیں اس حقیقت کی غیر ہیں تو انقسام کا کیا مطلب، پھر انہوں (علامہ شبراملسی) نے خود ہی جواب دیا اور علامہ زرقانی شاگردِ رشید علامہ شبراملسی نے ان کی اتباع کی۔ (جواب) حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے اِس میں اضافہ کیا نہ کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور کو تقسیم کیا کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ اللہ نے ان کو ایک ایسی صورتِ مثالی عطا کی جس پر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تخلیق ہونی تھی تو اسے تقسیم نہیں کیا جائے گا۔

وحاصل جوابه کما قررہ تلمیذہ

ان کے جواب کا خلاصہ جسے ان کے شاگرد

---

[1] الرحلۃ لعلی بن علی الشبراملسی

[2] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/۴۶

العیاشی وان معنی الانقسام زیادة نور علٰی ذٰلک النور المحمدی فیؤخذ ذٰلک الزائد ثم یزاد علیہ نور اٰخر ثم کذٰلک الی اٰخر الاقسام، قال العیاشی وھذا جواب مقنع بحسب الظاھر و التحقیق واللہ تعالٰی اعلم وراء ذٰلک[1] اھ ثم ذکر مانقلنا عنہ اٰنفا ورأیتنی کتبت علٰی ھامش الزرقانی مانصہ۔

علامہ عیاشی نے بیان کیا ہے کہ انقسام کا معنٰی نورِ محمدی پر اضافے کے ہیں، پھر اس زائد کو لے لیا اس پر ایک دُوسرے نور کا اضافہ کیا۔ اسی طرح آخری تقسیم تک سلسلہ جاری رہا۔ عیاشی نے کہا کہ ظاہر کے لحاظ سے یہ جواب کافی ہے اور تحقیق اس کے علاوہ اللہ جانتا ہے اھ۔ پھر اس نے وہی ذکر کیا جو ابھی ہم نے اس سے نقل کیا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے زرقانی پر حاشیہ لکھا جس کی نص یہ ہے۔

اقول تبع فیہ شیخہ الشبراملسی الحق انہ لامعنی لہ فانہ اذن لایکون التخلیق من نورہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو خلاف المنصوص والمراد اھ[2]۔

اقول (میں (احمد رضا خاں) کہتا ہوں) کہ اس (عیاشی) نے اِس مسئلہ میں اپنے شیخ شبراملسی کی پیروی کی لیکن حق یہ ہے کہ یہ ایک بے معنٰی بات ہے کیونکہ اِس صورت میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور سے تخلیق نہ ہوگی، یہ نص اور مراد کے خلاف ہے۔

اقول ویمکن الجواب بان المراد انہ تعالٰی کساہ شعاعا اکثرھا کان ثم فصل من شعاعہ شیئا فقسمہ کما تاخذہ الملئکۃ شیئا من الاشعۃ المحیطۃ بالکواکب فترمی بہ مسترق السمع و یقال بذٰلک ان النجوم لھا رجوم ولکن منح المولٰی تعالٰی من ذٰلک

اقول (میں کہتا ہوں) اِس کا جواب یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ نے آپ کے نور کو پہلی شعاع سے زائد شعاع عطا کی پھر اس سے کچھ جُدا کیا، پھر اس کی تقسیم کی جیسے فرشتے ان شعاعوں میں سے جو ستاروں کو محیط ہیں، لے کر چھپ کر سننے والے شیطانوں کو مارتے ہیں اس لئے کہا جاتا ہے نجوم کے لئے رجوم ہے۔ اس روشن تقریر سے مولٰی تعالٰی

---

[1]
[2] حاشیۃ امام احمد رضا علٰی شرح الزرقانی

التقریر المنیر ما اغنی عن کل تکلف وللّٰہ الحمد وقد کان منح للعبد الضعیف ثم رأیت فی شرح العشماوی جزاہ اللہ تعالٰی عنہ وعن المسلمین خیرا کثیرا اٰمین!

نے ہر تکلف سے بے نیازی عطا فرمائی۔ اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اللہ تعالٰی نے یہ تقریر اس عبد ضعیف کو القاء فرمائی پھر میں نے اس کو عشماوی کی شرح میں دیکھا۔ اللہ تعالٰی میری طرف سے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے انکو بہت زیادہ جزاءِ خیر عطا فرمائے۔ آمین۔ (ت)

ثانیاً اقول یہ شبہہ بھی دفع ہوگیا کہ خلق میں کفار و مشرکین بھی ہیں، وہ محض ظلمت ہیں تو نورِ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کیونکر بنے اور نرے نجس ہیں تو اس نورِ پاک سے کیونکر مخلوق مانے گئے۔ وجہِ اندفاع ہماری تقریر سے روشن، ظلمت ہو یا نور، جس نے خلعتِ وجود پایا ہے اس کے لئے تجلّیِ آفتابِ وجود سے ضرور حصہ ہے اگرچہ نور نہ ہو صرف ظہور ہو کما تقدم (جیسا کہ آگے آئے گا۔ ت) اور شعاعِ شمس ہر پاک و ناپاک جگہ پڑتی ہے وہ جگہ فی نفسہٖ پاک ہے اس سے دھوپ ناپاک نہیں ہوسکتی۔

ثالثاً اقول یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ جس طرح مرتبۂ وجود میں صرف ایک ذات حق ہے باقی سب اُسی کے پرتوِ وجود سے موجود، یونہی مرتبۂ ایجاد میں صرف ایک ذاتِ مصطفٰے ہے باقی سب پر اسی کے عکس کا فیضانِ وجود، مرتبۂ کون میں نورِ احدی آفتاب ہے اور تمام عالم اس کے آئینے اور مرتبۂ تکوین میں نورِ احمدی آفتاب ہے اور سارا جہان اس کے آئینے، وفی ھذا اقول (اور اسی سلسلہ میں میں کہتا ہوں): ؎

خالق کل الورٰی ربک لاغیرہ ۔۔۔ نورک کل الورٰی غیرک لم لیس لن

ای لم یوجد ولیس موجودا ولن یوجد ابدا[1]

(کل مخلوق کا پیدا کرنے والا آپ کا رب ہی ہے، آپ ہی کا نور کل مخلوق ہے اور آپ کا غیر کچھ بھی نہ تھا، نہ ہے، نہ ہوگا۔ ت)

رابعاً اقول نورِ اُحدی تو نورِ اُحدی، نورِ احمدی پر بھی یہ مثالِ منیر مثالِ چراغ سے احسن و اکمل ہے، ایک چراغ سے بھی اگرچہ ہزاروں چراغ روشن ہو سکتے ہیں بے اس کے کہ ان چراغوں میں اس کا کوئی حصہ آئے مگر دوسرے چراغ صرف حصولِ نور میں اسی چراغ کے محتاج ہوئے، بقا میں

[1] بستان الغفران مجمع بحوث الامام احمد رضا کراچی ص ۲۲۳

اس سے مستغنی ہیں، اگر انھیں روشن کرکے پہلے چراغ کو ٹھنڈا کر دیجئے ان کی روشنی میں فرق نہ آئے گا نہ روشن ہونے کے بعد اُن کو اس سے کوئی مدد پہنچ رہی ہے مع ہذا کسبِ نور کے بعد اُن میں اور اس چراغِ اول میں کچھ فرق نہیں رہتا سب یکساں معلوم ہوتے ہیں بخلاف نورِ محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ عالم جس طرح اپنی ابتدائے وجود میں اس کا محتاج تھا کہ وہ نہ ہوتا تو کچھ نہ بنتا یونہی ہر شے اپنی بقا میں اس کی دستِ نگر ہے، آج اس کا قدم درمیان سے نکال لیں تو عالم دفعۃً فنائے محض ہوجائے ؎

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے[1]

نیز جس طرح ابتدائے وجود میں تمام جہان اس سے مستفیض ہوا بعد وجود بھی ہر آن اُسی کی مدد سے بہرہ یاب ہے پھر تمام جہان میں کوئی اس کے مساوی نہیں ہوسکتا۔ یہ تینوں باتیں مثالِ آفتاب سے روشن ہیں، آئینے اس سے روشن ہوئے اور جب تک روشن ہیں اسی کی مدد پہنچ رہی ہے اور آفتاب سے علاقہ چھوٹتے ہی فوراً اندھیرے ہیں پھر کتنے ہی چمکیں سورج کی برابری نہیں پاتے۔ یہی حال ایک ذرہ عالم عرش و فرش اور جو کچھ اُن میں ہے اور دُنیا و آخرت اور اُن کے اہل اور انس و جن و ملک و شمس و قمر و جملہ انوار ظاہر و باطن حتی کہ شموسِ رسالت علیہم الصلوٰۃ والتحیۃ کا ہمارے آفتاب جہاں تاب عالم مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام من الملک الوہاب کے ساتھ ہے کہ ہر ایک ایجاد و امداد و ابتداء و بقاء میں ہر حال، ہر آن اُن کا دستِ نگر، اُن کا محتاج ہے وللہ الحمد (اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں۔ت) ؎

امامِ اجل محمد بوصیری قدس سرہٗ ام القرٰی میں عرض کرتے ہیں ؎

كيف ترقى رقيّك الانبياء ... يا سماء ما طاولتها سماء

لم يساووك فى علاك وقد حا ... ل سنا منك دونهم و سناء

انما مثلوا صفاتك للنا ... س كما مثل النجوم الماء[2]

(یعنی انبیاء حضور کی سی ترقی کیونکر کریں، اے وہ آسمانِ رفعت جس سے کسی آسمان نے بلندی میں مقابلہ نہ کیا، انبیاء حضور کے کمالاتِ عالیہ میں حضور کے ہمسر نہ ہوئے، حضور کی جھلک اور بلندی نے ان کو حضور تک پہنچنے سے روک دیا، وہ تو حضور کی صفتوں کی

---

[1] حدائقِ بخشش　مکتبہ رضویہ کراچی　حصہ دوم　ص ۷۹

[2] ام القرٰی فی مدح خیر الورٰی　الفصل الاول　حزب القادریہ لاہور　ص ۶

ایک تشبیہ لوگوں کو دکھاتے ہیں جیسے ستاروں کا عکس پانی دکھاتا ہے)

یہ وہی تشبیہ وتقریر ہے جو ہم نے ذکر کی، وہاں ذاتِ کریم و افاضۂ انوار کا ذکر تھا لہذا آفتاب سے تمثیل دی، یہاں صفاتِ کریمہ کا بیان ہے لہذا ستاروں سے تشبیہ مناسب ہوئی۔

مطالع المسرات میں ہے:

اسمه صلی الله تعالٰی علیه وسلم محی حیٰوۃ جمیع الکون به صلی الله تعالٰی علیه وسلم فهو روحه وحیٰوته و سبب وجودہ وبقائه[1]

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک محیی ہے، زندہ فرمانے والے، اس لئے کہ سارے جہان کی زندگی حضور سے ہے تو حضور تمام عالم کی جان و زندگی اور اس کے وجود و بقا کے سبب ہیں۔

اُسی میں ہے:

هو صلی الله تعالٰی علیه وسلم روح الاکوان وحیاتها و سر وجودها ولولاہ لذهبت وتلاشت کما قال سیدی عبد السلام رضی الله تعالٰی عنه ونفعنا به ولا شیئ الا هو به منوط اذ لولا الواسطة لذهب کما قیل الموسوط[2]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام عالم کی جان و حیات و سببِ وجود ہیں حضور نہ ہوں تو عالم نیست و نابود ہو جائے کہ حضرت سیدی عبدالسلام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ عالم میں کوئی ایسا نہیں جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ نہ ہو، اس لئے کہ واسطہ نہ رہے تو جو اس کے واسطہ سے تھا آپ ہی فنا ہو جائے۔

ہمزیہ شریف میں ارشاد فرمایا: ؎

کل فضل فی العٰلمین فمن فضل　　النبی استعارہ الفضلاء[3]

(جہان والوں میں جو خوبی جس کسی میں ہے وہ اُس نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضل سے مانگ کر لی ہے)

---

[1] مطالع المسرات　　مکتبۂ نوریہ رضویہ فیصل آباد　　ص ۹۹

[2] 〃　　〃　　〃　　〃　۲۶۳

[3] ام القرٰی فی مدح خیر الورٰی　الفصل السادس　حزب القادریہ لاہور　ص ۱۹

امام ابن حجر مکی افضل القرٰی میں فرماتے ہیں :

لانہ الممد لھم اذھو الوارث للحضرۃ الالٰھیۃ والمستمد منھا بلا واسطۃ دون غیرہ فانہ لایستمد منھا الا بواسطتہ فلا یصل لکامل منھا شیئ الا وھو من بعض مددہ وعلٰی یدیہ[1]

تمام جہان کی امداد کرنے والے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں اس لئے کہ حضور ہی بارگاہِ الٰہی کے وارث ہیں بلا واسطہ خدا سے حضور ہی مدد لیتے ہیں اور تمام عالم مددِ الٰہی حضور کی وساطت سے لیتا ہے تو جس کامل کو جو خوبی ملی وہ حضور ہی کی مدد اور حضور ہی کے ہاتھ سے ملی۔

شرح سیدی عشماوی میں ہے :

نعمتان ماخلا موجود عنھما نعمۃ الایجاد ونعمۃ الامداد وھو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الواسطۃ فیھما اذلولا سبقۃ وجودہ ماوجد موجود ولولا وجود نورہ فی ضمائر الکون لتھدمت دعائم الوجود فھو الذی وجد اولا ولہ تبع الوجود وصار مرتبطا بہ لا استغناء لہ عنہ[2]

کوئی موجود، دو نعمتوں سے خالی نہیں، نعمتِ ایجاد ونعمتِ امداد۔ اور ان دونوں میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی واسطہ ہیں کہ حضور پہلے موجود نہ ہولیتے تو کوئی چیز وجود نہ پاتی اور عالم کے اندر حضور کا نور موجود نہ ہو تو وجود کے ستون ڈھے جائیں تو حضور ہی پہلے موجود ہوئے اور تمام جہان حضور کا طفیلی اور حضور سے وابستہ ہوا جسے کسی طرح حضور سے بے نیازی نہیں۔

اِن مضامین جلیلہ پر بکثرت ائمہ وعلماء کے نصوصِ جلیلہ فقیر کے رسالہ "سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی" میں ہیں، وللہ الحمد۔

خامساً ہماری تقریر سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ حضور خود نور ہیں تو حدیثِ مذکور میں نورِ نبیک کی اضافت بھی من نورہٖ کی طرح بیانیہ ہے۔ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اظہارِ نعمتِ الٰہیہ کے لئے عرض کی واجعلنی نورًا[3] (اور اے اللہ! مجھے نور بنا دے۔ ت) اور خود رب العزۃ

---

[1] افضل القرٰی لقراء ام القرٰی (شرح ام القرٰی)
[2] شرح مقدمۃ العشماوی
[3] الخصائص الکبرٰی باب الآیۃ فی انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۶۸

عزجلالہٗ نے قرآنِ عظیم میں اُن کو نور فرمایا:

قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین[1] بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ (ت)

پھر حضور کے نور ہونے میں کیا شبہہ رہا۔

اقول اگر نور نبیک میں اضافتِ بیانیہ نہ لو بلکہ نور سے وہی معنی مشہور یعنی روشنی کہ عرض و کیفیت ہے مراد لو تو سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول مخلوق نہ ہوئے بلکہ ایک عرض وصفت، پھر وجودِ موصوف سے پہلے صفت کا وجود کیونکر ممکن؛ لاجرم حضور ہی خود وہ نور ہیں کہ سب سے پہلے مخلوق ہوا۔

فلاحاجۃ الٰی ما قال العلامۃ الزرقانی رحمہ اللہ من انہ لایشکل بان النور عرض لایقوم بذاتہ لان ھذا من خرق العوائد اھ[2] ورأیتنی کتبت علیہ لم لایقال فیہ کما ستقولون فی قرینہ من نورہ ان الاضافۃ بیانیۃ اھ[3]

تو اب علامہ زرقانی کے اس قول کی حاجت نہ رہی اور یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ نور عرض ہے، قائم بذاتہ نہیں ہے کیونکہ یہ خرقِ عادت ہے۔ میں نے اس پر لکھا کہ یہ اعتراض کیوں نہ کیا جائے کہ آپ من نورہ میں اضافتِ بیانیہ نہیں مانتے۔

اقول خرق العوائد لاکلام فیہ والقدرۃ متسعۃ ولکن وجود الصفۃ بدون الموصوف مما لایعقل لانہا ان قامت بغیرہ لم تکن صفۃ لہ بل لغیرہ او بنفسہا لم تکن صفۃ اصلا اذلاصفۃ الا المعنی القائم بغیرہ فاذا

اقول (میں (احمد رضا خاں) کہتا ہوں) کہ خرقِ عادت میں تو کوئی کلام نہیں اور خدا کی قدرت بہت وسیع ہے لیکن صفت کا وجود بغیر موصوف کے سمجھ میں نہیں آسکتا (کیونکہ ایسی صفت کی دو ہی صورتیں ہیں) موصوف کے غیر کے ساتھ قائم ہو تو موصوف کی صفت نہ ہوگی بلکہ غیر کی ہوگی اور اگر قائم بنفسہا ہو تو صفت ہی نہ ہوگی

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۵

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۶

[3]

قام بنفسه لم یکن صفة وعرضا بل جوهرا
وکونه عرضا مع قیامه بنفسه جمع
للضدین و القدرة تعالیة عن
التعلق بالمحالات العقلیة ووزن
الاعمال بمعنی وزن الصحف و
البطاقات کما فی حدیث احمد و
الترمذی وابن ماجة
وابن حبان والحاکم وصححه
وابن مردویة واللالکائی والبیهقی
فی البعث عن عبداللّٰه بن عمرو
ابن عاص رضی اللّٰه تعالٰی عنهما
قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی
علیه وسلم ان اللّٰه سیخلص
رجلا من امتی علی رأس الخلائق
یوم القیٰمة فینشر علیه تسعة وتسعین سجلا
کل سجل مثل مد البصر ثم یقول اتنکر من
هذا شیئا اظلمك کتبتی الحافظون فیقول
لا یارب، فیقول افلك عذر، قال
لا یارب۔ فیقول بلٰی ان لك عندنا
حسنة وانه لا ظلم علیك الیوم
فتخرج بطاقة فیها اشهد ان لا اله الا اللّٰه و
ان محمدا عبده ورسوله فیقول احضر وزنك۔
فیقول یارب ماهٰذه البطاقة مع
هٰذه السجلات، فیقول انك لا تظلم۔
قال فتوضع السجلات فی

کیونکہ صفت کہتے ہی اسے ہیں جو غیر کے ساتھ قائم ہو،
جب وہ قائم بنفسہا ہو تو وہ نہ صفت ہوئی اور نہ ہی عرض بلکہ
جوہر ہوئی اور یہ (کہنا) کہ عرض اور قائم بنفسہٖ بھی ہے تو یہ
اجتماعِ ضدّین لازم آتا ہے (اور اجتماعِ ضدین
باطل ہے) اور قدرتِ الٰہیہ محالاتِ عقلیہ
سے متعلق نہیں ہوتی وزن اعمال (جو کہا جاتا
ہے) بایں معنٰی ہے کہ کاغذ اور صحیفے تولے جائیں گے
جیسے کہ حدیث میں آیا ہے جسے احمد، ترمذی،
ابن حبان، حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ ابن مردویہ
امام لالکائی اور بیہقی نے قیامت کی بحث میں عبداللہ
بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت
کیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالٰی میری امت
میں سے ایک شخص کو چُن لے گا، پھر اس کے سامنے
ننانوے رجسٹر کھولے جائیں گے اور ہر رجسٹر
حدِ نگاہ تک ہوگا، پھر اُسے کہا جائے گا تو اس
سے انکار کرتا ہے یا میرے فرشتوں (کراماً کاتبین)
نے تم پر ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا: اے میرے رب!
نہیں۔ اللہ فرمائے گا: کیا تیرے پاس کوئی عذر
ہے؟ بندہ کہے گا: نہیں۔ اللہ فرمائے گا: ہمارے
پاس تیری ایک نیکی ہے، آج تم پر ظلم نہیں
کیا جائے گا۔ پھر ایک کاغذ نکالا جائے گا جس
پر کلمۂ شہادت لکھا ہوگا۔ اللہ فرمائے گا: جا
اِس کا وزن کرا۔ بندہ عرض کرے گا کہ ان رجسٹروں
کے سامنے اس کاغذ کی کیا حیثیت ہے۔ اللہ فرمائیگا
تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم

کفۃ والبطاقۃ فی کفۃ فطاشت السجلات وثقلت البطاقۃ فلا یثقل مع اسم اللہ شیئ[1]۔

فرماتے ہیں کہ پھر ایک پلڑے میں ننانوے رجسٹر رکھے جائیں گے اور دوسرے میں وہ کاغذ (جس پر کلمہ شریف لکھا ہوگا) چنانچہ رجسٹروں کا پلڑا ہلکا ہوگا اور کاغذ کا بھاری، اور اللہ کے نام کے مقابلے میں کوئی چیز وزنی نہ ہوگی۔ (ت)

بالجملہ حاصل حدیث شریف یہ ٹھہرا کہ اللہ تعالٰی نے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات پاک کو اپنی ذاتِ کریم سے پیدا کیا یعنی عین ذات کی تجلی بلاواسطہ ہمارے حضور ہیں باقی سب ہمارے حضور کے نور و ظہور ہیں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی الہٖ وصحبہٖ وبارك وکرم۔ واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۲: از کلکتہ، مچھوا بازار، اسٹریٹ نمبر ۲۱، متصل چولیا مسجد، مرسلہ حکیم اظہر علی صاحب ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

بحضورِ اقدس جناب مولانا مدظلہ العالی! یہ اشتہار ترسیلِ خدمت ہے، اگر صحیح ہو تو اس پر صادر کردیا جائے۔ والا جواب مفصل ترقیم فرمائیں والادب۔ اظہر علی عفی عنہ

نقل اشتہار

ربِّ زدنی علما (اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔ ت) نور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اللہ تعالٰی کا ذاتی نور یعنی جزءِ ذات یا عین ذات کا ٹکڑا نہیں بلکہ پیدا کیا ہوا، نور مخلوق ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

---

[1] جامع الترمذی ابواب الایمان باب ماجاء فی من یموت وھو یشھد الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۸۸
المستدرک للحاکم کتاب الایمان فضیلۃ شھادۃ لا الٰہ الا اللہ دار الفکر بیروت ۱/ ۶
موارد الظمآن الٰی زوائد ابن حبان حدیث ۲۵۲۳ المطبعۃ السلفیۃ ص ۶۲۵
کنز العمال حدیث ۱۰۹ و ۱۴۲۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۴۴ و ۲۹۶
سُنن ابن ماجۃ ابواب الزھد باب مایرجٰی من رحمۃ اللہ یوم القیٰمۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۸
مسند احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن عمرو المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۱۳

اوّل ما خلق اللہ نوری، اول ما خلق اللہ القلم، اول ما خلق اللہ العقل۔ کذا فی تاریخ الخمیس[1] و سر الاسرار۔

سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے میرے نور کو پیدا فرمایا، سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے قلم کو پیدا فرمایا، سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے عقل کو پیدا فرمایا، تاریخ خمیس اور سر الاسرار میں یونہی ہے۔ (ت)

اور ذاتی نور کہنے سے نورِ رسولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو جزء ذات یا عین ذات یا ٹکڑا ذات خدائے تعالٰے کا کہنا لازم آتا ہے، یہ کلام کفر ہے اور نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قدیم ہونا لازم آتا ہے کیونکہ ذاتی کے معنے اگر اصطلاحی لئے جائیں تو جزء خدا یا عین خدا یا ٹکڑا ذاتِ خدا کا ہونا لازم آتا ہے، یہی کلام کفر ہے اور عقائد بعض جہال کے یہی ہیں، اس سبب سے نورِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو نور ذاتی یا ذاتی نور یا اللہ تعالٰے کی ذات کا ٹکڑا نہ کہنا چاہئے۔ اگر نورِ رسول خدا صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو نورِ خدا یا نورِ مخلوقِ خدا یا نورِ ذاتِ خدا یا نورِ جمالِ خدا کہے تو کہنا جائز ہے جیسا کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب سر الاسرار میں فرمایا ہے:

لما خلق اللہ تعالٰی روح محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اولًا من نور جمالہ۔[2]

سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے روحِ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنے نورِ جمال سے پیدا فرمایا۔ (ت)

اور حدیثِ قدسی میں آیا ہے:

خلقت روح محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من نور وجہی[3] کما قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول ما خلق اللہ روحی اول ما خلق اللہ نوری۔[4]

میں نے روحِ محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو اپنی ذات کے نور سے پیدا فرمایا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے میری روح کو پیدا فرمایا، سب سے پہلے اللہ تعالٰے نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ (ت)

کیونکہ ایک چیز کو دوسرے کی طرف اضافت کرنے سے جزء اس کا یا عین اس کا لازم نہیں آتا ہے کیونکہ

---

[1] تاریخ الخمیس مطلب اول المخلوقات موسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۱۹
مرقاۃ المفاتیح کتاب الایمان تحت الحدیث ۹۴ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۲۹۱

[2]

[3]

[4] تاریخ الخمیس مطلب اول المخلوقات موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۱۹

مضاف ومضاف الیہ کے درمیان مغایرت شرط ہے۔ چنانچہ بیت اللہ وناقۃ اللہ ونور اللہ و روح اللہ،
پس ثابت ہوا کہ نورِ رسولِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورِ مخلوقِ خدا یا نورِ ذاتِ خدا یا نورِ جمالِ خدا ہے،
نورِ ذاتی یعنی اللہ تعالٰی کی ذات کا ٹکڑا و جزوِ عین نہیں ہے، واللہ اعلم بالصواب۔
المشتہر، عبدالمہیمن قاضی علاقہ تھانہ مچھو بازار وغیرہ کلکتہ

الجواب

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نور بلاشبہہ اللہ عزوجل کے نورِ ذاتی یعنی عین ذاتِ الٰہی سے پیدا ہے جیسا کہ ہم نے پہلے فتوے میں تصریحاتِ علمائے کرام سے محقق کیا اور اس کے معنے بھی وہیں مشرح کر دیئے۔ حاش للہ! یہ کسی مسلمان کا عقیدہ کیا گمان بھی نہیں ہوسکتا کہ نورِ رسالت یا کوئی چیز معاذ اللہ ذاتِ الٰہی کا جُز یا اس کا عین ونفس ہے، ایسا اعتقاد ضرور کفر و ارتداد۔

ای ادعاء الجزئیۃ مطلقاً والعینیۃ بمعنی الاتحاد ای ھو ھو فی مرتبۃ الفرق۔ اما ان الوجود واحد والموجود واحد فی مرتبۃ الجمع والکل ظلالہ وعکوسہ فی مرتبۃ الفرق فلا موجود الا ھو فی مرتبۃ الحقیقۃ الذاتیۃ اذلاحظ لغیرہ فی حد ذاتہ من الوجود اصلا جملۃ واحدۃ من دونہ ثنیا فحق واضح لاشك فیہ۔

یعنی جزئیت کا دعوٰی کرنا مطلقاً اور عینیت بمعنی اتحاد کا دعوٰی کرنا یعنی مرتبہ فرق میں نورِ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم عین ذاتِ خدا ہے (کفر ہے) لیکن یہ اعتقاد کہ بے شک وجود ایک ہے اور موجود ایک ہے مرتبہ جمع میں اور تمام موجودات مرتبہ فرق میں اسی کے ظل اور عکس ہیں، چنانچہ مرتبہ حقیقت ذاتیہ میں اس کے سوا کوئی موجود نہیں کیونکہ حدِ ذات میں اس کے ماسوا کسی کے لئے بغیر کسی استثنائ کے بالکل وجود سے کوئی حصہ نہیں (یہ اعتقاد) خالص حق ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ (ت)

مگر نورِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اللہ عزوجل کا نورِ ذاتی کہنے سے نہ عینِ ذات یا جُزِ ذات ہونا لازم، نہ مسلمانوں پر بدگمانی جائز، نہ عرفِ عام علماء و عوام میں اُس سے یہ معنے مفہوم، نہ نورِ ذات کہنے کو نورِ ذاتی کہنے پر کچھ ترجیح جس سے وہ جائز اور یہ ناجائز ہو۔

اولاً ذاتی کی یہ اصطلاح کہ عین ذات یا جُزء ماہیت ہو، خاص ایساغوجی کی اصطلاح ہے، علماء و عامہ کے عرفِ عام میں نہ یہ معنے مراد ہوتے ہیں نہ ہرگز مفہوم، عام محاورہ میں کہتے ہیں یہ میں اپنے

ذاتی علم سے کہتا ہوں یعنی کسی کی سُنی سنائی نہیں۔ یہ مسجد میں نے اپنے ذاتی روپیہ سے بنائی ہے یعنی چندہ وغیرہ مالِ غیر سے نہیں۔ ائمہ اہل سنت جن کا عقیدہ ہے کہ صفاتِ الٰہیہ عینِ ذات نہیں، اللہ عزوجل کے علم و قدرت وسمع وبصر وارادہ وکلام وحیات کو اس کی صفتِ ذاتی کہتے ہیں۔ حدیقہ ندیہ میں ہے:

اعلم بان الصفات التی ھی لاعین الذات ولاغیرھا انما ھی الصفات الذاتیۃ الخ[1] بیشک وہ صفات جو اللہ تعالٰی کی نہ عین اور نہ غیر ہیں، صرف وہ ذاتی صفات ہیں۔ (ت)

علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف رسالہ "تعریفات" میں فرماتے ہیں:

الصفات الذاتیۃ ھی مایوصف اللہ تعالٰی بھا ولایوصف بضدھا نحو القدرۃ والعزۃ والعظمۃ وغیرھا[2] ذاتی صفات وُہ ہیں جن سے اللہ تعالٰی موصوف ہے اور اُن کی ضد سے موصوف نہیں جیسے قدرت، عزت، عظمت وغیرہا۔ (ت)

وجوبِ ذاتی و امتناعِ ذاتی و امکانِ ذاتی کا نام حکمت وکلام وفلسفہ وغیرہا میں سُنا ہوگا یعنی ان الذات تقتضی لذاتھا الوجود او العدم (یعنی بلاشُبہہ ذات اپنی ذات کے اعتبار سے وجود یا عدم کا تقاضا کرتی ہے۔ ت) آوّلًا اِن میں کوئی بھی اپنے موصوف کا نہ عینِ ذات ہے نہ جزء بلکہ مفہوماتِ اعتباریہ ہیں جن کے لئے خارج میں وجود نہیں کما حقق فی محلہ (جیسا کہ اس کے محل میں اس کی تحقیق کردی گئی ہے۔ ت) یونہی اصلین اعنی علمِ کلام وعلمِ اصولِ فقہ میں افعال کے حسنِ ذاتی وقبحِ ذاتی کا مسئلہ اور اس میں ہمارے ائمہ ماتریدیہ کا مذہب سُنا ہوگا حالانکہ بداہۃً حسن وقبح نہ عینِ فعل ہیں نہ جُزءِ فعل۔ محقق علی الاطلاق تحریر الاصول میں فرماتے ہیں:

مما اتفقت فیہ الاغراض والعادات واستحق بہ المدح والذم فی نظر العقول جمیعا لتعلق مصالح الکل بہ لایفید بل ھو المراد بالذاتی للقطع بان مجرد حرکۃ الید قتلا ظلما لاتزید حقیقتھا علی حقیقتھا جس میں اغراض وعادات متفق ہوں اور اس کے سبب سے مدح وذم کا استحقاق ہو کیونکہ سب کے مصالح اُس سے متعلق ہیں یہ قول غیر مفید ہے بلکہ ذاتی سے مراد وہی ہے، اس لئے کہ یہ بات قطعی ہے کہ قتل کے لئے بطور ظلم محض حرکتِ ید کی حقیقت بطور عدل اس کی حرکت

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ الباب الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۲۵۴

[2] التعریفات للجرجانی ۸۷۰ (الصفات الذاتیہ) دار الکتاب العربی بیروت ص ۱۱۱

عدلا، فلوکان الذاتی مقتضی الذات اتحد لانہ مہما حسنا وقبحا، فانما یراد (ای بالذاتی) مایجزم بہ العقل لفعل من الصفۃ بمجرد تعقلہ کائنا عن صفۃ نفس من قام بہ فباعتبارھا یوصف بانہ عدل حسن اوضدہ[1] اھ۔

کی حقیقت سے زائد نہیں۔ اگر ذاتی مقتضائے ذات ہوتا تو ان دونوں کا لازم حُسن وقبح کے اعتبار سے متحد ہوجاتا کیونکہ ذاتی سے مراد وہ ہے کہ عقل اس کے ساتھ جزم کرے کسی فعل کے لئے صفت سے، محض اُس کے متعقل ہونے کی وجہ سے اُس ذات کی صفت سے جس کے ساتھ وہ قائم ہے اُسی کے اعتبار سے اُس کو عدل وحسن یا اس کی ضد کے ساتھ متصف کیا جاتا ہے اھ (ت)

ثانیاً ذاتی میں یائے نسبت ہے، ذاتی منسوب بہ ذات اور متغائرین میں ہر اضافت مصحح نسبت جو چیز دوسرے کی طرف مضاف ہوگی وہ ضرور اسکی طرف منسوب ہوگی کہ اضافت بھی ایک نسبت ہی ہے، تو جب نورِ ذات کہنا صحیح ہے تو نورِ ذاتی کہنا بھی قطعاً صحیح ہوگا ورنہ نسبت ممتنع ہوگی تو نورِ ذات کہنا بھی باطل ہوجائے گا ھذا خلف۔

ثالثاً نورِ ذات کہنا جس کا جواز مانع کو بھی تسلیم ہے اس میں اضافتِ بیانیہ ہو یعنی وہ نور کہ عین ذاتِ الٰہی ہے تو معاذ اللہ نورِ رسالت کا عین ذاتِ الوہیت ہونا لازم آتا ہے پھر یہ کیوں نہ منع ہوا، اگر کہیے کہ یہ معنے مراد نہیں بلکہ اضافت لامیہ ہے اور اس کی وجہ تشریف جیسے بیت اللہ و ناقۃ اللہ و روح اللہ، تو اسی معنے پر نورِ ذاتی میں کیا حرج ہے یعنی وہ نور کہ ذاتِ الٰہی سے نسبتِ خاصہ ممتازہ رکھتا ہے۔ شرح المواہب للعلامۃ الزرقانی میں ہے:

اضافۃ تشریف واشعار بانہ خلق عجیب و ان لہ شانالہ مناسبۃ ما الی الحضرۃ الربوبیۃ علی حد قولہ تعالٰی و نفخ فیہ من روحہ[2]۔

اضافت تشریفیہ ہے اور یہ بتاتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عجیب مخلوق ہیں اور بارگاہِ ربوبیت میں آپ کو خاص نسبت ہے جیسے ونفخت فیہ من روحی[3] (اور میں اس میں اپنی طرف کی خاص معزز رُوح پھونک دوں)۔ (ت)

---

[1] تحریر الاصول المقالۃ الثانیۃ الباب الاول الفصل الثانی مصطفی البابی مصر ص ۲۲۵ و ۲۲۶

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۶

[3] القرآن الکریم ۱۵/ ۲۹ و ۳۸/ ۷۲

رابعاً نورِ ذاتی میں اگر ایک معنٰی معاذاللہ کفر ہیں کہ ذاتی کو اصطلاحِ فنِ ایساغوجی پر حمل کریں جو ہرگز قائلوں کی مراد نہیں بلکہ غالباً ان کو معلوم بھی نہ ہوگی تو نورِ ذات یا نوراللہ کہنے میں جن کا جواز خود مانع کو مسلّم ہے عیاذاً باللہ متعدد وجہ پر معانی کفر ہیں۔

ہم نے فتوٰی دیگر میں بیان کیا کہ نور کے دو معنے ہیں، ایک ظاہر بنفسہٖ مظہر لغیرہٖ، بایں معنٰی اگر اضافتِ بیانیہ لو تو نورِ رسالت عینِ ذاتِ الٰہی ٹھہرے اور یہ کفر ہے۔ اور اگر لامیہ لو تو یہ معنے ہوں گے کہ وہ نور کہ آپ بذاتِ خود ظاہر اور ذاتِ الٰہی کا ظاہر کرنے والا ہے، یہ بھی کفر ہے۔ دوسرے معنے یہ کیفیت و عرض جیسے چمک، جھلک، اُجالا، روشنی کہتے ہیں اس معنٰی پر اضافتِ بیانیہ لو تو کفرِ عینیت کے علاوہ ایک اور کفرِ عرضیت عارض ہوگا کہ ذاتِ الٰہی معاذاللہ ایک عرض و کیفیت قرار پائی، اور اگر لامیہ لو تو کسی کی روشنی کہنے سے غالباً یہ مفہوم کہ یہ کیفیت اس کو عارض ہے جیسے نورِ شمس و نورِ قمر و نورِ چراغ، یوں معاذاللہ اللہ عزّوجل محلِ حوادث ٹھہرے گا، یہ بھی صریح ضلالت و گمراہی و مُنجّر بہ کفرِ لزومی ہے۔ ایسے خیالات سے اگر نورِ ذاتی کہنا ایک درجہ ناجائز ہوگا تو نورِ ذات و نوراللہ کہنا چار درجے، حالانکہ ان کا جواز مانع کو مسلّم ہونے کے علاوہ نوراللہ تو خود قرآنِ عظیم میں وارد ہے،

یریدون لیطفؤا نوراللہ بافواھھم واللہ متم نورہٖ ولوکرہ الکٰفرون ۝ یریدون ان یطفؤا نوراللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہٖ ولوکرہ الکٰفرون[1]

اللہ تعالٰی کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ تعالٰی اپنے نور کو تمام فرمانے والا ہے اگرچہ کافر ناپسند کریں۔ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھادیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنا پڑے بُرا مانیں کافر۔(ت)

حدیث میں ہے،

اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنوراللہ[3]

مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ نوراللہ سے دیکھتا ہے۔(ت)

خامساً مضاف و مضاف الیہ میں اگر مغایرت شرط ہے تو منسوب و منسوب الیہ میں

---

[1] القرآن الکریم ۶۱/ ۸

[2] 〃 ۹/ ۳۲

[3] سنن الترمذی کتاب التفسیر حدیث ۳۱۳۸ دارالفکر بیروت ۵/ ۸۸

کنزالعمال حدیث ۳۰۷۳۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۸۸

کیا شرط نہیں۔

سادسًا بلکہ اس طور پر جو مانع نے اختیار کیا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سب سے پہلے مخلوقِ الٰہی نہ رہیں گے، دو چیزیں حضور سے پہلے مخلوق قرار پائیں گی اور یہ خلافِ حدیث وخلافِ نصوصِ ائمہ قدیم وحدیث۔ حدیث میں ارشاد ہوا:

یا جابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ[1] — اے جابر! اللہ تعالٰی نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا۔

یہاں دو اضافتیں ہیں، نورِ نبی و نورِ خدا۔ اور مشتہر کے نزدیک اضافت میں مغایرت شرط ہے تو نورِ نبی غیرِ نبی ہُوا اور نورِ خدا غیرِ خدا، اور غیرِ خدا جو کچھ ہے مخلوق ہے تو نورِ خدا مخلوق ہوا اور اس نور سے نورِ نبی بنا، تو ضرور نورِ خدا نورِ نبی سے پہلے مخلوق تھا اور نورِ نبی باقی سب اشیاء سے پہلے بنا اور اشیاء میں خود نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی ہیں، تو نورِ نبی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پہلے بنا اور اس سے پہلے نورِ خدا بنا، تو نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دو مخلوق پہلے ہوئے، یہ محض باطل ہے۔

سابعًا حل یہ ہے کہ ایسا غوجی میں ذاتی مقابلِ عرضی ہے بایں معنی اللہ عزّوجل نورِ ذاتی و نورِ عرضی دونوں سے پاک ومنزّہ ہے مگر وُہ یہاں نہ مراد نہ مفہوم اور عام محاورہ میں ذاتی مقابل صفاتی و اسمائی ہے اور یہاں یہی مقصود، بایں معنی اللہ عزّوجل کے لئے نورِ ذاتی ونورِ صفاتی و نورِ اسمائی سب ہیں کہ اس کی ذات وصفات و اسماء کی تجلیاں ہیں، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تجلّی ذات اور انبیاء و اولیاء وسائر خلق اللہ تجلّی اسماء وصفات ہیں جیسا کہ ہم نے فتوائے دیگر میں شیخ محقق سے نقل کیا، رحمہ اللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ سیدنا محمد و اٰلہ وسلم۔

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الاوّل المکتب الاسلامی بیروت ۱/۷۱

تقریظ[1]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم لک الحمد فقیر غفرلہ المولی القدیر نے فاضلِ کامل عالمِ عامل، حامی السنۃ، ماحی الفتنۃ، مولٰنا مولوی حبیب علی صاحب علوی ایدہ اللہ تعالٰی بالنور العلوی کی یہ تحریر منیر مطالعہ کی فجزاہ اللہ عنہ نبیہ المصطفٰی الجزاء الاوفٰی۔

مسئلہ بحمداللہ تعالٰی واضح ومکشوف اور مسلمانوں میں مشہور ومعروف ہے، فقیر کے اس میں تین رسائل ہیں:

(۱) قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام علیہ وعلٰی اٰلہ الصلوٰۃ والسلام۔

---

[1] یہ تقریظ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے مولانا حبیب علی علوی کے رسالہ پر لکھی تھی، بریلی کے ذخیرۂ مسودات سے مولانا محمد ابراہیم شاہدی پورنپوری نے ۸ رجب المرجب ۱۳۶۳ھ کو نقل کی۔ یہ نقل محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رحمہ اللہ تعالٰی کے ذخیرۂ کتب سے راقم کو ۲۲ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ کو دستیاب ہوئی جو پیشِ نظر مجموعہ رسائل میں شامل کی جارہی ہے۔

اس مجموعہ میں حضورِ انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نورانیت کے موضوع پر ایک اور سایہ نہ ہونے کے موضوع پر تین[2] رسائل شامل ہیں۔

محمد عبدالقیوم قادری

(۲) نفی الفیئ عمن استنار بنورہ کل شیئ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۳) ھدی الحیران فی نفی الفیئ عن سید الاکوان علیہ الصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان۔

یہاں جناب مجیب مصیب سلمہ القریب المجیب کی تائید میں بعض کلام ائمہ کرام علمائے اعلام کا اضافہ کروں۔ امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی خصائص الکبرٰی شریف میں فرماتے ہیں:

باب الاٰیۃ فی انہ لم یکن یرٰی لہ ظل اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل فی شمس ولاقمر، قال ابن سبع من خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ظلہ کان لایقع علی الارض وانہ کان نورا فکان اذ مشٰی فی الشمس او القمر لاینظر لہ ظل قال بعضھم ویشھد لہ حدیث، قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی دعائہ واجعلنی نورا۔[1]

اس نشانی کا بیان کہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہیں دیکھا گیا۔ حکیم ترمذی نے حضرت ذکوان سے روایت کی کہ سورج اور چاند کی روشنی میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نظر نہیں آتا تھا۔ ابن سبع نے کہا، آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا کیونکہ آپ نور ہیں، آپ جب سورج اور چاندنی کی روشنی میں چلتے تو سایہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ بعض نے کہا کہ اس کی شاہد وہ حدیث ہے جس میں آپ نے دُعا فرماتے ہُوئے کہا: اے اللہ! مجھے نور بنا دے۔ (ت)

نیز انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں فرماتے ہیں:

لم یقع ظلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولارئی لہ ظل فی شمس ولا قمر قال ابن سبع لانہ کان نورا، وقال رزین لغلبۃ انوارہ۔[2]

حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ نہ ہی سورج اور چاند کی روشنی میں آپ کا سایہ دکھائی دیتا تھا۔ ابن سبع نے کہا آپ کے نور ہونے کی وجہ سے۔ اور رزین نے کہا آپ کے انوار کے غلبہ کی وجہ سے۔ (ت)

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی افضل القرٰی لقراء ام القرٰی میں زیر قول ماتن رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب الاٰیۃ فی انہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۶۸

[2] انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب

لم یساووك فی علاك وقد حا ل سنا منك دونهم سناٴ

4 (انبیاء علیہم الصلوات والسلام فضیلت میں آپ کے برابر نہ ہوئے آپ کی چمک اور رفعت آپ تک ان کے پہنچنے سے مانع ہوئی۔ت)

فرماتے ہیں :

هذا مقتبس من تسمیته تعالٰی لنبیه نورا فی نحو قوله تعالٰی "قد جاءکم من اللّٰه نور وکتاب مبین"، وکان صلی اللّٰه علیه وسلم یکثر الدعاء بان اللّٰه یجعل کلا من حواسه و اعضائه و بدنه نورا اظهارا لوقوع ذٰلك وتفضل اللّٰه تعالٰی علیه به لیزداد شکره و شکرامته علٰی ذٰلك کما امرنا بالدعاء الذی فی اٰخر سورة البقرة مع وقوعه، وتفضل اللّٰه تعالٰی به لذٰلك و مما یؤید انه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم صار نورا انه کان اذا مشٰی فی الشمس او القمر لم یظهر له ظل لانه لا یظهر الا لکثیف وهو صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم قد خلصه

یہ ماخوذ ہے ان آیاتِ کریمہ سے جن میں اللہ تعالٰی نے اپنے نبی کا نام نور رکھا ہے، جیسے آیت کریمہ قد جاءکم من اللّٰه نور وکتاب مبین (تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ تعالٰی کی طرف سے نور اور روشن کتاب) نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کثرت سے یہ دُعا مانگا کرتے تھے کہ اللہ تعالٰی آپ کے تمام حواس، اعضا اور بدن کو نور بنا دے۔ آپ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ دُعا اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے فرماتے کہ اس کا وقوع ہو چکا ہے اور اللہ تعالٰی نے اپنے فضل سے آپ کو مجسم نور بنا دیا ہے تاکہ آپ اور آپ کی اُمت اس پر اللہ تعالٰی کا بکثرت شکریہ ادا کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالٰی نے ہمیں سُورۂ بقرہ کی آخری آیات میں واقع دعا مانگنے کا حکم دیا ہے باوجودیکہ اللہ تعالٰی کے فضل سے اس کا وقوع ہو چکا ہے۔ آپ کی نورانیت کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جب آپ سورج اور چاند کی روشنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا کیونکہ سایہ تو کثیف چیز کا ظاہر ہوتا ہے جبکہ آپ کو اللہ تعالٰی نے تمام

ؔ ام القرٰی فی مدح خیر الورٰی الفصل الاول حزب القادریۃ لاہور ص ۶

اللہ من سائر الکثائف الجسمانیۃ وصیرہ نورا صرفا لا یظھر لہ ظل اصلا[1]

جسمانی کثافتوں سے پاک فرمادیا ہے اور آپ کو خالص نور بنادیا ہے، چنانچہ آپ کا سایہ بالکل ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ (ت)

علامہ سلیمان جمل شرح ہمزیہ میں فرماتے ہیں،

لم یکن لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظل یظھر فی شمس ولا قمر[2]

سورج اور چاند کی روشنی میں حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ (ت)

علامہ حسین بن محمد دیار بکری کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس میں لکھتے ہیں،

لم یقع ظلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی الارض ولا رئی لہ ظل فی شمس ولا قمر[3]

حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا اور نہ ہی سورج و چاند کی روشنی میں نظر آتا تھا (ت)

بعینہٖ اسی طرح نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی الاطہار میں ہے۔ علامہ سیدی محمد زرقانی شرح مواہب شریف میں فرماتے ہیں،

لم یکن لہ صلی اللہ علیہ وسلم ظل فی شمس ولا قمر لانہ کان نورا کما قال ابن سبع وقال رزین لغلبۃ انوارہ وقیل حکمۃ ذلک صیانتہ عن یطأ کافر علی ظلہ رواہ الترمذی الحکیم عن ذکوان ابی صالح السمان الزیات المدنی او ابی عمرو المدنی مولٰی عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا وکل منھما ثقۃ من التابعین

حضور پُر نور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ شمس و قمر کی روشنی میں نمودار نہ ہوتا تھا بقول ابن سبع آپ کی نورانیت کی وجہ سے اور بقول رزین غلبہ انوار کی وجہ سے۔ اور کہا گیا ہے کہ عدم سایہ کی حکمت یہ ہے کہ کوئی کافر آپ کے سایہ پر پاؤں نہ رکھے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے ذکوان ابوصالح السمان زیات مدنی سے یا ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے آزاد کردہ غلام ابوعمرو مدنی سے، اور وہ دونوں ثقہ تابعین

---

[1] افضل القرٰی لقراء ام القرٰی (شرح ام القرٰی) شرح شعر ۲ المجمع الثقافی ابوظبی ۱/ ۱۲۸ و ۱۲۹

[2] الفتوحات الاحمدیۃ علی متن الہمزیۃ لسلیمان جمل المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۵

[3] تاریخ الخمیس القسم الثانی النوع الرابع موسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۲۱۹

فھو مرسل لکن روی ابن المبارک و ابن الجوزی عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما لم یکن للنبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ظل ولم یقم مع الشمس قط الا غلب ضوءہ ضوء الشمس ولم یقم مع سراج قط الا غلب ضوءہ ضوء السراج۔[1]

میں سے ہیں، لہذا یہ حدیث مرسل ہے۔ لیکن ابن مبارک اور ابن جوزی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ آپ کا سایہ نہ تھا آپ جب سورج کی روشنی یا چراغ کی روشنی میں قیام فرماتے تو آپ کی چمک سورج اور چراغ کی روشنی پر غالب آجاتی تھی۔ (ت)

فاضل محمد بن صبان اسعاف الراغبین میں ذکر خصائص نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں لکھتے ہیں:

وانہ لافیئ لہ[2] (بے شک آپ کا سایہ نہ تھا۔ ت)

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ الشریف فرماتے ہیں:

چوں فنائش از فقر پیرایہ شود　　او محمد وار بے سایہ شود[3]

(جب اس کی فنا فقر سے آراستہ ہوجاتی ہے تو وہ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرح بغیر سایہ کے ہوجاتا ہے۔ ت)

ملک العلماء بحر العلوم مولانا عبد العلی قدس سرہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

در مصرعِ ثانی اشارہ بمعجزہ آں سرور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم است کہ آں سرور را سایہ نمی افتاد۔[4]

دوسرے مصرع میں سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس معجزہ کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر واقع نہیں ہوتا تھا۔

یہاں اس مسئلہ کے منکر وہابیہ ہیں اور اسمٰعیل دہلوی کے غلام اور اسمٰعیل کو غلامیِ حضرت مجدد کا ادعاء اور حضرت شیخ مجدد جلد ثالث مکتوبات مکتوب صدم میں فرماتے ہیں:

اورا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سایہ نبود و در عالمِ　　رسول انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ　المقصد الثالث　الفصل الاول　دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۲۲۰
[2] اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفٰے واہل بیتہ الطاہرین　الباب الاول　مصطفی البابی مصر ص ۷۹
[3] مثنوی معنوی　در صفت آں بیخود کہ در بقائی حق فانی شدہ است الخ　نورانی کتب خانہ پشاور ص ۱۹
[4]

شہادت سایۂ ہر شخص از شخص لطیف تر ست وچوں لطیف تر ازوے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نباشد اورا سایہ چہ صورت دارد علیہ و علٰی آلہ الصلوات والتسلیمات [1]

عالمِ شہادت میں ہر شخص کا سایہ اس سے زیادہ لطیف ہوتا ہے۔ چونکہ آپ سے بڑھ کر کوئی شئے لطیف نہیں ہے لہذا آپ کے سایہ کی کوئی صورت نہیں بنتی۔ آپ پر اور آپ کی آل پر درود وسلام ہو۔ (ت)

اسی کے مکتوب ۱۲۲ میں فرمایا :

واجب را تعالٰے چرا ظل بود کہ ظل موہم تولیدِ بہ مثل ست ومنبی از شائبہ عدمِ کمالِ لطافتِ اصل، ہرگاہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم را از لطافت ظل نبود خدائے محمد را چگونہ ظل باشد [2] جل وعلا وصلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔

واجب تعالٰے کا سایہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سایہ تو مثل کے پیدا ہونے کا وہم پیدا کرتا ہے اور عدمِ کمالِ لطافت کے شائبہ کی خبر دیتا ہے۔ جب محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا سایہ بوجہ آپ کی لطافت کے نہ تھا آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خدا جل وعلا کا سایہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) مطالع المسرات شریف میں امام اہلسنت سیدنا ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ تعالٰے سے :

انہ تعالٰی نور لیس کالانوار والروح النبویۃ القدسیۃ لمعۃ من نورہ و الملٰئکۃ شرر تلک الانوار [3]

اللہ تعالٰے نور ہے مگر انوار کی مثل نہیں اور نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی رُوحِ اقدس اللہ تعالٰی کے نور کا جلوہ ہے اور ملائکہ ان انوار کی جھلک ہیں۔ (ت)

پھر اس کی تائید میں حدیث کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا :

اول ماخلق اللہ نوری ومن نوری خلق کل شیئ [4]

اللہ تعالٰی نے سب سے پہلے میرا نور بنایا اور میرے نور سے تمام اشیاء کو پیدا فرمایا (ت)

---

[1] مکتوباتِ امام ربانی مکتوب صدم نولکشور لکھنؤ جلد سوم ص ۱۸۷
[2] " " مکتوب ۱۲۲ " " " ۲۳۷
[3] مطالع المسرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۶۵
[4] " " " " " " "

جب ملائکہ کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور سے بنے، سایہ نہیں رکھتے تو حضور کہ اصل نور ہیں جن کی ایک جھلک سے سب ملک بنے کیونکر سایہ سے منزّہ نہ ہوں گے۔ عجب کہ ملائکہ مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور سے بنے، بے سایہ ہوں اور مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ نورِ الٰہی سے بنے، سایہ رکھیں۔

حدیث میں ہے کہ آسمانوں میں چار انگل جگہ نہیں جہاں کوئی فرشتہ اپنی پیشانی رکھے سجدہ میں نہ ہو، ملائکہ کے سایہ ہوتا تو آفتاب کی روشنی ہم تک کیونکر پہنچتی یا شاید پہنچتی تو ایسی جیسے گھنے پیڑ میں سے چھن کر خال خال بندکیاں نور کے سائے کے اندر نظر آتی ہیں، ملائکہ تو لطیف تر ہیں، نار کے لئے سایہ نہیں بلکہ ہوا کے لئے سایہ نہیں بلکہ عالم نسیم کی ہوا کہ ہوائے بالا سے کثیف تر ہے اس کا بھی سایہ نہیں ورنہ روشنی کبھی نہ ہوتی بلکہ ہوا میں ہزاروں لاکھوں ذرّے اور قسم قسم کے جانور بھرے پڑے ہیں کہ خوردبین سے نظر آتے ہیں اور بعض بے خوردبین بھی، جبکہ دھوپ کسی بند مکان میں روزن سے داخل ہو ان میں کسی کے سایہ نہیں۔ یہ سب تو قبول کرلیں گے مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تنِ اقدس کی ایسی لطافت کس دل سے گوارا ہو کہ حضور کے لئے سایہ نہ تھا۔ جانے دو، یہاں ان ذروں کی باریکی جسم کا حیلہ لوگے، آسمان میں کیا کہوگے؟ اتنا بڑا جسم عظیم کہ تمام زمین کو محیط اور اس کا ایک ذرا سا ٹکڑا جس میں آفتاب ہے سارے کرۂ زمین سے تین سو چھبیس حصے بڑا ہے، اسی کا سایہ دکھا دیجئے، اس کا سایہ پڑتا تو قیامت تک تمہیں دن کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوتا، ہاں ہاں یہی جو نیلگوں چھت ہمیں نظر آتی ہے، یہی پہلا آسمان ہے، قرآن عظیم یہی بتاتا ہے،

قال تعالٰی افلم ینظروا الی السماء فوقھم کیف بنینٰھا و زینّٰھا و مالھا من فروج[1]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا:) کیا نہیں دیکھتے اپنے اوپر آسمان کو، ہم نے اسے کیسے بنایا اور آراستہ کیا اور اس میں کہیں شگاف نہیں۔

اور فرماتا ہے:

و زیّنّٰھا للنّٰظرین[2] ہم نے آسمان کو دیکھنے والوں کے لئے آراستہ کیا۔

اور اگر فلاسفۂ یونانی کی فضلہ خوری سے یہی مانتے کہ جو نظر آتا ہے فلک نہیں، کرۂ بخار ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۰/ ۶
[2] " " ۱۵/ ۱۶

جب بھی ہمارا مطلب حاصل کہ اتنا بڑا جسم عظیم عنصری سایہ نہیں رکھتا، اسے آسمان کہو یا کرۂ بخار، ہیئات جدیدہ کا کفر اوڑھو کہ آسمان کچھ ہے ہی نہیں، یہ جو نظر آتا ہے محض موہوم و بے حقیقت حدِ نگاہ ہے، تو ایک بات ہے مگر آسمانی کتاب پر ایمان لاکر آسمان سے انکار نا ممکن۔

غرض جب دلیل قاہر سے ثابت کہ جسم عنصری کے لئے سایہ ضروری نہیں، تو نیچریوں کی طرح خلافِ نیچر ہونے کا جو ہیانہ استبعاد تھا وہ اوڑھ لیا، پھر کیا وجہ کہ ائمہ کرام طبقۃً فطبقۃً جو فضیلت ہمارے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے نقل فرماتے اور مقبول و مقرر رکھتے آئے اور عقل و نقل سے کوئی اس کا دافع نہیں، تسلیم نہ کیا جائے یا اس میں چون وچرا برتی جائے اسے سوائے مرضِ قلب کے کیا کہئے، محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائل کو ہمارا دل گوارا نہیں کرتا یشرح صدرہ للاسلام[1] (اللہ تعالٰی اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔ت) کی دولت نہ ملی کہ اللہ تعالٰی اس کا سینہ قبول و تسلیم کے لئے کھول دیتا، ناچار یجعل صدرہ ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء[2] (اس کا سینہ تنگ خوب رکا ہوا کر دیتا ہے گویا کسی کی زبردستی سے آسمان پر چڑھ رہا ہے۔ت) کے آڑے آتی۔ دل تنگ ہوکر گورِ کافر کے مثل ہوجاتا اور فضیلت کا منکر کلیجہ چار چار اچھلتا گویا آسمان کو چڑھا جاتا ہے کذٰلک یجعل اللہ الرجس علی الذین لایؤمنون[3] والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔ واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم (اللہ یوں ہی عذاب میں ڈالتا ہے ایمان نہ لانے والوں کو۔ اور اللہ رب العالمین کی پناہ۔ اور اللہ سبحٰنہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ت)

رسالہ

صلات الصفاء فی نور المصطفٰی

ختم ہوا

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۲۵
[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۲۵
[3] " " ۶/ ۱۲۵

رسالہ

نفی الفیئ عمّن استنار بنورہ کل شیئ

۱۲۹۶ھ

(اُس ذاتِ اقدس کے سائے کی نفی جس کے نُور سے ہر مخلوق منوّر ہوئی)

مسئلہ ۳۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے سایہ تھا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمایئے اجر دئے جاؤگے۔ ت)

الجواب

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ط الحمدللہ الذی خلق قبل الاشیاء نور نبیّنا من نورہ وفلق الانوار جمیعا من لمعات ظھورہ فھو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورالانوار و ممد جمیع الشموس و الاقمار سمّاہ ربہ فی کتابہ الکریم

ہم اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں اور اس کے رسول کریم پر درود بھیجتے ہیں۔ تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جس نے تمام اشیاء سے قبل ہمارے نبی کے نور کو اپنے نور سے بنایا اور تمام نوروں کو آپ کے ظہور کے جلوؤں سے بنایا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام نوروں کے نور اور ہر شمس وقمر کے مدد ہیں۔ آپ کے رب نے اپنی کتاب کریم میں آپ کا

نورا وسراجا منیرا فلولا انارتہ لما استنارت شمس ولاتبین یوم من امس ولا تعین وقت للخمس صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی المستنیرین بنورہ المحفوظین عن الطمس جعلنا اللہ تعالٰی منھم فی الدنیا و یوم لایسمع الاّ ھمس۔

نام نور اور سراج منیر رکھا ہے۔ اگر آپ جلوہ فگن نہ ہوتے تو سورج روشن نہ ہوتا، نہ آج کل سے ممتاز ہوتا اور نہ ہی خمس کے لئے وقت کا تعین ہوتا۔ اللہ تعالٰی آپ پر درود نازل فرمائے اور آپ کے نُور سے مستنیر ہونے والوں پر جو مٹ جانے سے محفوظ ہیں۔ اللہ تعالٰی ہمیں اُن سے بنائے دُنیا میں اور اس دن جس میں نہیں سُنائی دے گی مگر بہت آہستہ آواز۔ (ت)

بیشک اس مہرِ سپہرِ اصطفاء، ماہِ منیرِ اجتباء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا، اور یہ امر احادیث واقوالِ علمائے کرام سے ثابت اور اکابر ائمہ وجہابذ فضلاء مثل حافظ رزین محدث و علامہ ابن سبع صاحبِ شفاء الصدور و امام علامہ قاضی عیاض صاحبِ کتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفٰی و امام عارف باللہ سیدی جلال الملۃ والدین محمد بلخی رومی قدس سرہٗ و علامہ حسین بن محمد دیار بکری و اصحابِ سیرت شامی وسیرتِ حلبی و امام علامہ جلال الملۃ والدین سیوطی و امام شمس الدین ابوالفرج ابن جوزی محدث صاحبِ کتاب الوفاء و علامہ شہاب الحق والدین خفاجی صاحبِ نسیم الریاض و امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی صاحبِ مواہبِ لدنیہ ومنحِ محمدیہ و فاضلِ اجل محمد زرقانی مالکی شارح مواہب و شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی وجناب شیخ مجدد الف ثانی فاروقی سرہندی وبحر العلوم مولانا عبدالعلی لکھنوی وشیخ الحدیث مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی وغیرہم اجلّہ فاضلین ومقتدایان کہ آج کل کے مدعیانِ خام کار ان کی شاگردی بلکہ کلام سمجھنے کی بھی لیاقت نہیں، خلفاً عن سلف دائماً اپنی تصانیف میں اس کی تصریح کرتے آئے اور مفتیِ عقل و قاضیِ نقل نے باہم اتفاق کرکے اس کی تاسیس وتشیید کی۔

فقد اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل فی شمس ولا قمر[1]

حکیم ترمذی نے ذکوان سے روایت کی کہ سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا سایہ نظر نہ آتا تھا دُھوپ میں نہ چاندنی میں۔

سیدنا عبداللہ بن مبارک اور حافظ علامہ ابن جوزی محدث رحمہما اللہ تعالٰے حضرت سیدنا و

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ الحکیم الترمذی باب الآیۃ فی انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۶۸

ابنِ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں:

قال لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظل، ولم یقم مع شمس قط الاغلب ضوؤہ ضوء الشمس، ولم یقم مع سراج قط الاغلب ضوؤہ علی ضوء السراج[1]

یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا اور نہ کھڑے ہوئے آفتاب کے سامنے مگر یہ اُن کا نور عالم افروز خورشید کی روشنی پر غالب آگیا اور نہ قیام فرمایا چراغ کی ضیاء میں مگر یہ کہ حضور کے تابشِ نور نے اس کی چمک کو دبا لیا۔

امامِ علام حافظ جلال الملۃ والدین سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب خصائصِ کبرٰی میں اِس معنے کے لئے ایک باب وضع فرمایا اور اس میں حدیثِ ذکوان ذکر کرکے نقل کیا:

قال ابن سبع من خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ظلہ کان لایقع علی الارض وانہ کان نورا فکان اذا مشٰی فی الشمس او القمر لاینظر لہ ظل قال بعضھم ویشھد لہ حدیث قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی دعائہ واجعلنی نورا۔[2]

یعنی ابن سبع نے کہا حضور کے خصائص کریمہ سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا اور آپ نورِ محض تھے، توجب دُھوپ یا چاندنی میں چلتے آپ کا سایہ نظر نہ آتا۔ بعض علماء نے فرمایا اور اس کی شاہد ہے وہ حدیث کہ حضور نے اپنی دُعا میں عرض کیا کہ مجھے نور کردے۔

نیز انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم باب ثانی فصلِ رابع میں فرماتے ہیں:

لم یقع ظلہ علی الارض ولا رُئی لہ ظل فی شمس ولا قمر قال ابن سبع لانہ کان نورا قال رزین لغلبۃ انوارہ۔[3]

نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑا، حضور کا سایہ نظر نہ آیا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔ ابن سبع نے فرمایا اس لئے کہ حضور نور ہیں۔ امام رزین نے فرمایا اس لئے کہ حضور کے انوار سب پر غالب ہیں۔

---

[1] الوفاء باحوال المصطفٰی الباب التاسع والعشرون مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۴۰۷
[2] الخصائص الکبرٰی باب الآیۃ انہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۶۸
[3] انموذج اللبیب

امام علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی شفاء شریف میں فرماتے ہیں :

وما ذکر من انہ کان لا ظل لشخصہ فی شمس ولا قمر لانہ کان نورا[1]

یعنی حضور کے دلائلِ نبوت و آیاتِ رسالت سے ہے وُہ بات جو مذکور ہوئی کہ آپ کے جسمِ انور کا سایہ نہ دُھوپ میں ہوتا نہ چاندنی میں اس لئے کہ حضور نور ہیں۔

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ تعالٰی اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں : دھوپ اور چاندنی اور جو روشنیاں کہ ان میں بسبب اس کے کہ اجسام، انوار کے حاجب ہوتے ہیں لہذا ان کا سایہ نہیں پڑتا جیسا کہ انوارِ حقیقت میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ پھر حدیث کتاب الوفاء ذکر کرکے اپنی ایک رباعی اِنشاد کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سایۂ احمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دامن بسبب حضور کی کرامت و فضیلت کے زمین پر نہ کھینچا گیا اور تعجب ہے کہ باوجود اس کے تمام آدمی ان کے سایہ میں آرام کرتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں : بہ تحقیق قرآنِ عظیم ناطق ہے کہ آپ نور روشن ہیں اور آپ کا بشر ہونا اس کے منافی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا، اگر تو سمجھے تو وُہ نورٌ علٰی نور ہیں۔

وھذا ما نصہ الخفاجی (خفاجی کی عبارت یہ ہے) :

(و) ومن دلائل نبوتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (ما ذکر) بالبناء للمجھول والذی ذکرہ ابن سبع (من انہ) بیان لما الموصولۃ (لا ظل لشخصہ) ای لجسدہ الشریف اللطیف اذا کان (فی شمس ولا قمر) مما تری فیہ الظلال لحجب الاجسام ضوء النیرین و نحوھما و علل ذٰلک ابن سبع بقولہ (لانہ) صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (کان نورا) والانوار شفافۃ لطیفۃ لا تحجب غیرھا من الانوار فلا ظل لھا

حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دلائلِ نبوّت سے ہے وہ جو مذکور ہوا، اور وہ جو ابن سبع نے ذکر فرمایا کہ آپ کے تشخص یعنی جسم اطہر ولطیف کا سایہ نہ ہوتا جب آپ دھوپ اور چاندنی میں تشریف فرما ہوتے یعنی وہ روشنیاں جن میں سائے دکھائی دیتے ہیں کیونکہ اجسام، شمس وقمر وغیرہ کی روشنی کے لئے حاجب ہوتے ہیں۔ ابن سبع نے اس کی علت یہ بیان کی کہ آپ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نور ہیں اور انوار شفاف و لطیف ہوتے ہیں وہ غیر کے لئے حاجب نہیں ہوتے اور ان کا سایہ

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن ذٰلک ما ظہر من الآیات دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۲۵

کما ھو مشاھد فی الانوار الحقیقیۃ وھذا رواہ صاحب الوفاء عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظل ولم یقم مع شمس الاغلب ضوؤہ ضوءھا ولا مع سراج الاغلب ضوؤہ ضوءہ وقد تقدم ھذا والکلام علیہ ورباعیتھا فیہ وھی : ؎

ماجر لظل احمد اذیال فی الارض کرامۃ کما قد قالوا
ھذا عجب وکم بہ من عجب والناس بظلہ جمیعا قالوا

وقالوا ھذا من القیلولۃ وقد نطق القرآن بانہ النور المبین وکونہ بشرا لاینافیہ کما توھم فان فھمت فھو نور علٰی نور فان النور ھو الظاھر بنفسہ المظھر لغیرہ وتفصیلہ فی مشکوۃ الانوار[1] انتہٰی۔

نہیں ہوتا جیسا کہ انوارِ حقیقت میں دیکھا جاتا ہے۔ اس کو صاحبِ وفاء نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا، نہ کھڑے ہوئے آپ کبھی سورج کے سامنے مگر آپ کا نور سُورج پر غالب آگیا، اور نہ قیام فرمایا آپ نے چراغ کے سامنے مگر آپ کا نور چراغ کی روشنی پر غالب آگیا۔ یہ اور اس پر کلام پہلے گزر چکا ہے اور اس سلسلہ میں رباعی جو کہ یہ ہے:

"حضرت امام الانبیاء احمد مجتبٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سایۂ اقدس نے آپ کی کرامت و فضیلت کی وجہ سے دامن زمین پر نہیں کھینچا جیسا کہ لوگوں نے کہا۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ عدمِ سایہ کے باوجود سب لوگ آپ کے سایۂ رحمت میں آرام کرتے ہیں۔"

یہاں قالوا 'قیلولۃ' سے مشتق ہے (نہ کہ قول سے)۔ تحقیق قرآن عظیم ناطق ہے کہ آپ نور روشن ہیں اور آپ کا بشر ہونا اس کے منافی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا۔ اگر تُو سمجھے تو آپ نورٌ علٰی نور ہیں، کیونکہ نور وُہ ہے جو خود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کرنے والا ہو۔ اس کی تفصیل مشکوٰۃ الانوار میں ہے۔ (ت)

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ القوی دفترِ پنجم مثنوی شریف میں فرماتے ہیں: ؎

---

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض مرکز اہلسنت برکاتِ رضا گجرات، ہند ۳/ ۲۸۲

چوں فنائش از فقر پیرایہ شود ‏ ‏ او محمد وار بے سایہ شود[1]

(جب اس کی فنا فقر سے آراستہ ہوجاتی ہے تو وہ محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرح بغیر سایہ کے ہوجاتا ہے۔ ت)

مولانا بحرالعلوم نے شرح میں فرمایا:

در مصرع ثانی اشارہ بمعجزہ آں سرور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کہ آں سرور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم راسایہ نمی افتاد[2]

دُوسرے مصرعے میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے معجزے کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا (ت)

امام علامہ احمد بن محمد خطیب قسطلانی رحمۃ اللہ تعالٰے مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں فرماتے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا دھوپ میں نہ چاندنی میں۔ اسے حکیم ترمذی نے ذکوان سے پھر ابن سبع کا حضور کے نور سے استدلال اور حدیث اجعلنی نورا (مجھے نور بنادے۔ ت) سے استشہاد ذکر کیا۔ حیث قال (امام قسطلانی نے فرمایا۔ ت):

لم یکن لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظل فی شمس ولا قمر رواہ الترمذی عن ذکوان، وقال ابن سبع کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورا فکان اذا مشی فی الشمس او القمر لایظھر لہ ظل قال غیرہ ویشھد لہ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی دعائہ واجعلنی نورا[3]

دھوپ اور چاندنی میں آپ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا سایہ نہ ہوتا۔ اس کو ترمذی نے ذکوان سے روایت کیا۔ ابن سبع نے کہا کہ آپ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نور تھے، جب آپ دھوپ اور چاندنی میں چلتے تو سایہ ظاہر نہ ہوتا۔ اس کے غیر نے کہا اس کا شاہد نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا وُہ قول ہے جو آپ دُعا میں کہتے کہ اے اللہ! مجھے نور بنادے۔ (ت)

اسی طرح سیرتِ شامی میں ہے:

وزاد عن الامام الحکیم قال معناہ لئلا یطأ علیہ کافر فیکون

یعنی امام ترمذی نے یہ اضافہ کیا، اس میں حکمت یہ تھی کہ کوئی کافر سایۂ اقدس پر پاؤں نہ رکھے

---

[1] مثنوی معنوی ‏ در صفت آں بیخود کہ در بقای حق فانی شدہ است دفتر پنجم ‏ نورانی کتب خانہ پشاور ص ۱۹

[2]

[3] المواہب اللدنیۃ المقصد الثالث ‏ الفصل الاول ‏ المکتب الاسلامی بیروت ‏ ۲/ ۳۰۷

مذلۃ لہ[1] کیونکہ اس میں آپ کی توہین ہے۔

اقول سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما تشریف لے جاتے تھے، ایک یہودی حضرت کے گرد عجب حرکات اپنے پاؤں سے کرتا جاتا تھا اس سے دریافت فرمایا، بولا: بات یہ ہے کہ اور تو کچھ قابو ہم تم پر نہیں پاتے جہاں جہاں تمہارا سایہ پڑتا ہے اُسے اپنے پاؤں سے روندتا چلتا ہوں۔ ایسے خبیثوں کی شرارتوں سے حضرتِ حق عزّ جلالہٗ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو محفوظ فرمایا۔ نیز اسی طرح سیرت حلبیہ میں ہے قد رما فی شفاء الصدور۔

محمد زرقانی رحمہ اللہ تعالٰی شرح میں فرماتے ہیں، حضور کے لئے سایہ نہ تھا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ حضور نور ہیں، جیسا کہ ابن سبع نے کہا۔ اور حافظ رزین محدث فرماتے ہیں، سبب اس کا یہ تھا کہ حضور کا نور ساطع تمام انوارِ عالم پر غالب تھا اور بعض علماء نے کہا کہ حکمت اس کی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بچانا ہے اس سے کہ کسی کافر کا پاؤں ان کے سایہ پر نہ پڑے۔ وھذا کلامہ برمۃ (زرقانی کی اصل عبارت):

(ولم یکن لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظل فی شمس ولا قمر) لانہ کان نورا کما قال ابن سبع وقال رزین لغلبۃ انوارہ قیل وحکمۃ ذالک صیانتہ عن ان یطأ کافر علٰی ظلہ (رواہ الترمذی الحکیم عن ذکوان) ابی صالح السمان الزیات المدنی او ابی عمرو المدنی مولٰی عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا وکل منہما ثقۃ من التابعین فہو مرسل لکن روی ابن المبارک و

حضورِ انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا نہ دُھوپ میں اور نہ ہی چاندنی میں، کیونکہ آپ نور ہیں جیسا کہ ابن سبع نے فرمایا۔ رزین نے فرمایا عدمِ سایہ کا سبب آپ کے انوار کا غلبہ ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس کی حکمت آپ کو بچانا ہے اس بات سے کہ کوئی کافر آپ کے سایہ پر اپنا پاؤں رکھے۔ اس کو حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے ذکوان ابو صالح السمان زیات المدنی سے یا سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے آزاد کردہ غلام ابو عمرو المدنی سے اور وہ دونوں ثقہ تابعین میں سے ہیں، چنانچہ یہ حدیث مرسل ہوئی، مگر ابن مبارک اور ابن جوزی نے

---

[1] سبل الہدٰی والرشاد الباب العشرون فی مشیہ صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۹۰

ابن الجوزی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما لم یکن للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظل ولم یقم مع الشمس قط الا غلب ضوؤہ ضوء الشمس ولم یقم مع سراج قط الا غلب ضوؤہ ضوء السراج (وقال ابن سبع کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورا فکان اذا مشی فی الشمس والقمر لایظھر لہ ظل) لان النور لاظل لہ (قال غیرہ ویشھد لہ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی دعائہ) لما سئل اللہ تعالٰی ان یجعل فی جمیع اعضائہ وجھاتہ نورا اختم بقولہ (واجعلنی نورا) والنور لاظل لہ وبہ یتم الاستشھاد انتہی[1]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا آپ کبھی بھی سورج کے سامنے جلوہ افروز نہ ہوئے مگر آپ کا نور سورج کے نور پر غالب آگیا اور نہ ہی کبھی آپ چراغ کے سامنے کھڑے ہوئے مگر آپ کی روشنی چراغ کی روشنی پر غالب آگئی۔ ابن سبع نے کہا کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نور تھے۔ آپ جب دھوپ اور چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نمودار نہ ہوتا کیونکہ نور کا سایہ نہیں ہوتا، اسکے غیر نے کہا حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دعائیہ کلمات اس کے شاہد ہیں جب آپ نے اللہ تعالٰی سے سوال کیا کہ وہ آپ کے تمام اعضاء اور جہات کو نور بنادے اور آخر میں یوں کہا اے اللہ! مجھے نور بنادے۔ اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ اسی کے ساتھ استدلال تام ہوا۔ (ت)

علامہ حسین بن محمد دیار بکری کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) النوع الرابع ما اختص صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بہ من الکرامات میں فرماتے ہیں:

لم یقع ظلہ علی الارض ولارئی لہ ظل فی شمس ولا قمر[2]

حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑتا، نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں نظر آتا۔

بعینہٖ اسی طرح کتاب "نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی الاطہار" میں ہے۔

امام نسفی تفسیر مدارک شریف میں زیر قولہ تعالٰی: لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنٰت بانفسھم خیرا[3] (کیوں نہ ہوا جب تم نے اُسے سُنا تھا کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنوں پر

---

[1] شرح الزرقانی المواہب اللدنیۃ المقصد الثالث الفصل الاول دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۲۲۰
[2] تاریخ الخمیس القسم الثانی النوع الرابع مؤسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۲۱۹
[3] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۲

نیک گمان کیا ہوتا۔ت) فرماتے ہیں :

قال عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ ان اللہ ما اوقع ظلک علی الارض لئلا یضع انسان قدمہ علٰی ذٰلک الظل[1]

امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی بے شک اللہ تعالٰی نے حضور کا سایہ زمین پر نہ ڈالا کہ کوئی شخص اس پر پاؤں نہ رکھ دے۔"

امام ابن حجر مکی افضل القرٰی میں زیر قول ماتن قدس سرہ : ؎

لم یساووک فی علاک وقد حا ل سنا منک دونھم و سناء[2]

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فضائل میں حضور کے برابر نہ ہوئے حضور کی چمک اور رفعت حضور تک ان کے پہنچنے سے مانع ہوئی۔

فرماتے ہیں :

ھذا مقتبس من تسمیتہ تعالٰی لنبیہ نورا فی نحو "قد جاء کم من اللہ نور وکتٰب مبین" وکان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یکثر الدعا بان اللہ تعالٰی یجعل کلا من حواسہ واعضائہ وبدنہ نورا اظہارا لوقوع ذٰلک وتفضل اللہ تعالٰی علیہ بہ لیزداد شکرہ وشکر امتہ علی ذٰلک کما امرنا بالدعاء الذی فی اٰخر سورۃ البقرۃ مع وقوعہ وتفضل اللہ تعالٰی بہ لذٰلک وممایؤید انہ صلی اللہ تعالٰی

یعنی یہ معنٰی اس سے لئے گئے ہیں کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام نور رکھا مثلاً اس آیت میں کہ بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور تشریف لائے اور روشن کتاب۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بکثرت یہ دعا فرماتے کہ الٰہی ! میرے تمام حواس و اعضاء سارے بدن کو نور کردے۔ اور اس دعا سے یہ مقصود نہ تھا کہ نور ہونا ابھی حاصل نہ تھا اس کا حصول مانگتے تھے بلکہ یہ دعا اس امر کے ظاہر فرمانے کے لئے تھی کہ واقع میں حضور کا تمام جسم پاک نور ہے اور یہ فضل اللہ عزوجل نے حضور پر کر دیا تاکہ آپ اور آپ کی امت اس پر اللہ تعالٰی کا زیادہ شکر ادا کریں۔

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۲۴/۱۲ دار الکتاب العربی بیروت ۲/۱۳۵
[2] ام القرٰی فی مدح خیر الورٰی الفصل الاول حزب القادریۃ لاہور ص ۶

علیہ وسلم صار نورا انہ کان اذا مشٰی فی الشمس او القمر لم یظھر لہ ظل لانہ لایظھر الا لکثیف وھو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قد خلصہ اللہ من سائر الکثائف الجسمانیۃ وصیرہ نورا صرفا لایظھر لہ ظل اصلا۔[1]

جیسے ہمیں حکم ہوا ہے کہ سورۂ بقر شریف کے آخر کی دُعا عرض کریں وہ بھی اسی اظہارِ وقوع وحصولِ فضلِ الٰہی کے لئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نورِ محض ہوجانے کی تائید اس سے ہے کہ دھوپ یا چاندنی میں حضور کا سایہ نہ پیدا ہوتا اس لئے کہ سایہ تو کثیف کا ہوتا ہے اور حضور کو اللہ تعالٰی نے تمام جسمانی کثافتوں سے خالص کرکے نرا نور کردیا لہذا حضور کے لئے سایہ اصلاً نہ تھا۔

علامہ سلیمان جمل فتوحاتِ احمدیہ شرح ہمزیہ میں فرماتے ہیں:

لم یکن لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظل یظھر فی شمس ولا قمر۔[2]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں ظاہر ہوتا نہ چاندنی میں۔

فاضل محمد بن فہیمہ کی "اِسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفٰی واہل بیتہ الطاھرین" میں ذکر خصائص نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ہے:

وانہ لافیئ لہ۔[3]

حضور کا ایک خاصہ یہ ہے کہ حضور کے لئے سایہ نہ تھا۔

مجمع البحار میں برمزش یعنی زبدہ شرح شفاء شریف میں ہے:

من اسمائہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم النور قیل من خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ اذا مشٰی فی الشمس والقمر لایظھر لہ ظل۔[4]

حضور کا ایک نام مبارک "نور" ہے، حضور کے خصائص سے شمار کیا گیا کہ دھوپ اور چاندنی میں چلتے تو سایہ نہ پیدا ہوتا۔

---

[1] افضل القرٰی لقراء ام القرٰی (شرح ام القرٰی) شرح شعر ۲ المجمع الثقافی ابوظبی ۱/ ۱۲۸ و ۱۲۹

[2] الفتوحات الاحمدیۃ علی متن الھمزیۃ سلیمان جمل المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۵

[3] اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفٰی واہل بیتہ الطاہرین علی ہامش الابصار دارالفکر بیروت ص ۷۹

[4] مجمع بحار الانوار باب نون تحت لفظ "النور" مکتبہ دارالایمان مدینۃ المنورۃ ۴/ ۸۲۰

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں ،

ونبود مر آنحضرت را صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سایہ نہ در آفتاب و نہ در قمر رواہ الحکیم الترمذی عن ذکوان فی نوادر الاصول وعجب است ایں بزرگان کہ کہ ذکر نکردند چراغ را و نور یکےاز اسمائے آنحضرت است صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و نور را سایہ نمی باشد انتہی[1]

سرکارِ دو عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں نہ تھا۔ بروایت حکیم ترمذی از ذکوان، اور تعجب یہ ہے ان بزرگوں نے اِس ضمن میں چراغ کا ذکر نہیں کیا اور "نور" حضور کے اسماءِ مبارکہ میں سے ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ (ت)

جناب شیخ مجدد جلد سوم مکتوبات، مکتوبات صدم میں فرماتے ہیں :

او را صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سایہ نبود در عالم شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف تر است و چوں لطیف ترے از وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم در عالم نباشد او را سایہ چہ صورت دارد[2]

آں حضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا، عالم شہادت میں ہر شخص کا سایہ اس سے بہت لطیف ہوتا ہے اور چونکہ جہان بھر میں آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کوئی چیز لطیف نہیں ہے لہذا آپ کا سایہ کیونکر ہوسکتا ہے ! (ت)

نیز اسی کے آخر مکتوب ۱۲۲ میں فرماتے ہیں :

واجب را تعالٰی چرا ظل بود کہ ظل موہم تولید بمثل است ومنبی از شائبہ عدم کمال لطافت اصل، ہرگاہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم را از لطافت ظل نبود خدائے محمد را چگونہ ظل باشد[3]

اللہ تعالٰی کا سایہ کیونکر ہو، سایہ تو وہم پیدا کرتا ہے کہ اس کی کوئی مثل ہے اور یہ کہ اللہ تعالٰی میں کمالِ لطافت نہیں ہے۔ دیکھئے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا لطافت کی وجہ سے سایہ نہ تھا تو محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ کیونکر ممکن ہے۔ (ت)

---

[1] مدارج النبوۃ باب اول بیان سایہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۱
[2] مکتوبات امام ربانی مکتوب صدم نولکشور لکھنؤ ۳/ ۱۸۷
[3] " " " " ۱۲۲ نولکشور لکھنؤ ۳/ ۲۳۷

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی سورۂ والضحٰی میں لکھتے ہیں :

سایۂ ایشاں بر زمیں نمی افتاد[1] آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑا۔ (ت)

فقیر کہتا ہے غفراللہ لہٗ استدلال امام ابن سبع کا حضور کے سراپا نور ہونے سے جس پر بعض علماء نے حدیث واجعلنی نورا (مجھے نور بنادے۔ ت) سے استشہاد اور علمائے لاحقین نے اسے اپنے کلمات میں بنظر احتجاج یاد کیا۔

ہمارے مدعا پر دلالت واضحہ یہ ہے، دلیل شکل اول بدیہی الانتاج دو مقدموں سے مرکب، صغرٰی یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نور ہیں، اور کبرٰی یہ کہ نور کے لئے سایہ نہیں، جو ان دونوں مقدموں کو تسلیم کرے گا نتیجہ یعنی رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا، آپ ہی پائے گا، مگر دونوں مقدموں میں کوئی مقدمہ ایسا نہیں جس میں مسلمان ذی عقل کو گنجائش گفتگو ہو، کبرٰی تو ہر عاقل کے نزدیک بدیہی اور مشاہدۂ بصر و شہادت بصیرت سے ثابت، سایہ اس جسم کا پڑے گا جو کثیف ہو اور انوار کو اپنے ماوراء سے حاجب، نور کا سایہ پڑے تو تنویر کون کرے۔ اس لئے دیکھو آفتاب کے لئے سایہ نہیں، اور صغرٰی یعنی حضور والا کا نور ہونا مسلمان کا تو ایمان ہے، حاجت بیان حجت نہیں مگر تبکیت معاندین کے لئے اس قدر اشارہ ضرور کہ حضرت حق سبحانہٗ و تعالٰے فرماتا ہے :

یٰایھا النبی انا ارسلنٰک شاھدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا[2] اے نبی ! ہم نے تمھیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈرسنانے والا اور خدا کی طرف بلانے والا اور چراغ چمکتا۔

یہاں سراج سے مراد چراغ ہے یا ماہ یا مہر، سب صورتیں ممکن ہیں، اور خود قرآن عظیم میں آفتاب کو سراج فرمایا :

وجعل القمر فیھن نورا وجعل الشمس سراجا[3] اور بنایا پروردگار نے چاند کو نور آسمانوں میں اور بنایا سورج کو چراغ۔ (ت)

اور فرماتا ہے :

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) پ عم سورۃ الضحٰی مسلم بک ڈپو، لال کنواں، دہلی ص ۳۱۲

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۵

[3] " " ۷۱/ ۱۶

قد جاءکم من اللہ نور و کتٰب مبین[1] — تحقیق آیا تمھارے پاس خدا کی طرف سے ایک نور اور کتاب روشن۔

علماء فرماتے ہیں: یہاں نور سے مراد محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں۔

اسی طرح آیۂ کریمہ والنجم اذا ھوٰی[2] (اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اُترے۔ ت) میں امام جعفر صادق اور آیۂ کریمہ وما ادرٰک ما الطارق النجم الثاقب[3] (اور کچھ تم نے جانا وہ رات کو آنے والا کیا ہے، چمکتا تارا۔ ت) میں بعض مفسرین نجم اور نجم الثاقب سے ذاتِ پاک سیّد لولاک مراد لیتے ہیں[4] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

بخاری ومسلم وغیرہما کی احادیث میں بروایت ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک دُعا منقول جس کا خلاصہ یہ ہے:

اللھم اجعل فی قلبی نورا وفی بصری نورًا و فی سمعی نورًا وفی عصبی نورا وفی لحمی نورًا و فی دمی نورا وفی شعری نورا وفی بشری نورا وعن یمینی نورا وعن شمالی نورا وامامی نورا وخلفی نورا وفوقی نورا وتحتی نورا واجعلنی نورًا۔[5] — الٰہی! میرے دل اور میری جان اور میری آنکھ اور میرے کان اور میرے گوشت و پوست و خون و استخوان اور میرے زیر و بالا و پس و پیش و چپ و راست اور ہر عضو میں نور اور خود مجھے نور کر دے۔

جب وُہ یہ دعا فرماتے اور ان کے سننے والے نے انھیں ضیائے تابندہ و مہرِ درخشندہ و نورِ الٰہی کہا پھر اس جناب کے نور ہونے میں مسلمان کو کیا شُبہ رہا، حدیث ابن عباس میں ہے کہ اُن کا نور چراغ و خورشید پر غالب آتا۔ اب خدا جانے غالب آنے سے یہ مراد کہ

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۵

[2] 〃 ۵۳/ ۱

[3] 〃 ۸۶/ ۲ و ۳

[4] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الفصل الرابع دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۰

[5] صحیح البخاری کتاب الدعوات باب الدعاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۳۵

صحیح مسلم کتاب صلٰوۃ المسافرین باب صلٰوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم 〃 〃 ۱/ ۲۶۱

جامع الترمذی ابواب الدعوات باب منہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۷۸

ان کی روشنیاں اس کے حضور پھیکی پڑجاتیں جیسے چراغ پیشِ مہتاب یا یکسر ناپدید وکالعدم ہوجاتیں جیسے ستارے حضورِ آفتاب۔

ابنِ عباس کی حدیث میں ہے:

واذا تکلم رُئی کالنور یخرج من بین ثنایاہ[1] — جب کلام فرماتے دانتوں سے نور چھنتا نظر آتا۔

وصاف کی حدیث میں وارد ہے:

یتلألؤ وجهه تلألؤ القمر لیلة البدر اقنی العرنین له نور یعلوه یحسبه من لم یتأمله اشم الجوس المتجرد[2] — یعنی حضور کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا، بلند بینی تھی اور اس پر ایک نور کا بُقعہ متجلی رہتا کہ آدمی خیال نہ کرے تو ناک اس روشن نور کے سبب بہت اونچی معلوم ہو، کپڑوں سے باہر جو بدن تھا یعنی چہرہ اور ہتھیلیاں وغیرہ، نہایت روشن وتابندہ تھا۔ صلی اللہ تعالٰی علٰی کل عضو من جسمه الانور الاعطر وبارك وسلم (اللہ تعالٰی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسم انور معطر کے ہر عضو پر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے۔ ت)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

کان الشمس تجری فی وجهه[3] — گویا آفتاب ان کے چہرے میں رواں تھا۔

اور فرماتے ہیں:

واذا ضحك یتلألؤ فی الجدر[4] — جب حضور ہنستے دیواریں روشن ہوجاتیں۔

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر باب ماروی فی فصاحۃ لسانہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۹۹
الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الثانی فصل وان قلت اکرمک اللہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۴۶
شمائل الترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ص ۳

[2] " " " " " " " " " " ص ۲

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الثانی فصل ان قلت اکرمک اللہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۴۶

[4] " " " " " " " " " " " "

ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں :

لو رأیت لقلت الشمس طالعۃ[1] اگر تو انھیں دیکھتا، کہتا آفتاب طلوع کر رہا ہے۔

ابوقرصافہ کی ماں اور خالہ فرماتی ہیں :

رأیناکان النور یخرج من فیہ[2] ہم نے نور سا نکلتے دیکھا ان کے دہانِ پاک سے۔

احادیثِ کثیرہ مشہورہ میں وارد، جب حضور پیدا ہوئے اُن کی روشنی سے بصرہ اور روم و شام کے محل روشن ہوگئے۔ چند روایتوں میں ہے :

اضاء لہ ما بین المشرق والمغرب[3] آپ کے لئے شرق سے غرب تک منور ہوگیا۔

اور بعض میں ہے :

امتلأت الدنیا کلھا نورا[4] تمام دُنیا نور سے بھر گئی۔

آمنہ حضور کی والدہ فرماتی ہیں :

رأیت نورا ساطعا من رأسہ قد بلغ السماء[5] میں نے اُن کے سر سے ایک نور بلند ہوتا دیکھا کہ آسمان تک پہنچا۔

ابن عساکر نے اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی :

"میں سیتی تھی، سوئی گر پڑی، تلاش کی، نہ ملی، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لائے، حضور کے نورِ رُخ کی شعاع سے سوئی ظاہر ہوگئی"۔[6]

---

[1] المواہب اللدنیۃ عن ربیع بنت معوذ المقصد الثالث الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۲۳

[2] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب علامات النبوۃ باب صفتہ صلی اللہ علیہ وسلم دارالکتاب بیروت ۸/ ۲۸۰

[3] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول احادیث اخری فی المولد المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۳۰

[4] الخصائص الکبرٰی باب ما ظہر فی لیلۃ مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم من المعجزات الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۴۷

[5] " " " " " " " ۱/ ۴۹

[6] " " بحوالہ ابن عساکر باب الآیۃ فی وجہہ الشریف صلی اللہ علیہ وسلم " " " " ۱/ ۶۲ و ۶۳

علامہ فاسی مطالع المسرات میں ابن سبع سے نقل کرتے ہیں،

کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یضیئ البیت المظلم من نورہ[1]۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور سے خانۂ تاریک روشن ہو جاتا۔

اب نہیں معلوم کہ حضور کے لئے سایہ ثابت نہ ہونے میں کلام کرنے والا آپ کے نور ہونے کا انکار کرے گا یا انوار کے لئے بھی سایہ مانے گا یا مختصر طور پر یوں کہئے کہ یہ تو بالیقین معلوم کہ سایہ جسم کثیف کا پڑتا ہے نہ جسم لطیف کا، اب مخالف سے پُوچھنا چاہئے تیرا ایمان گواہی دیتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جسمِ اقدس لطیف نہ تھا عیاذًا باللہ، کثیف تھا اور جو اس سے تحاشی کرے تو پھر عدمِ سایہ کا کیوں انکار کرتا ہے؟

بالجملہ جبکہ حدیثیں اور اتنے اکابر ائمہ کی تصریحیں موجود کہ اگر مخالف اپنے کسی دعوے میں ان میں سے ایک کا قول پائے، کس خوشی سے معرضِ استدلال میں لائے، جاہلانہ انکار، مکابرہ و کج بحثی ہے، زبان ہر ایک کی اس کے اختیار میں ہے چاہے دن کو رات کہہ دے یا شمس کو ظلمات، آخر کار مخالف جو سایہ ثابت کرتا ہے اس کے پاس بھی کوئی دلیل ہے یا فقط اپنے مُنہ سے کہہ دیا جیسے ہم حدیثیں پیش کرتے ہیں اس کے پاس ہوں وہ بھی دکھائے، ہم ارشاداتِ علماء سند میں لاتے ہیں وُہ بھی ایسے ہی ائمہ کے اقوال سنائے، یا نہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی سند، گھر بیٹھے اسے الہام ہوا کہ حضور کا سایہ تھا۔

مجرد ماو شما پر قیاس تو ایمان کے خلاف ہے ؎

چہ نسبت خاک را بہ عالمِ پاک

(مٹی کو عالمِ پاک سے کیا نسبت۔ ت)

وُہ بشر ہیں مگر عالمِ علوی سے لاکھ درجہ اشرف اور جسمِ انسانی رکھتے ہیں مگر ارواح و ملائکہ سے ہزار جگہ الطف۔ وہ خود فرماتے ہیں:

لست کمثلکم[2] میں تم جیسا نہیں۔ ویروٰی لست کھیئتکم[3] میں تمھاری ہیئت پر نہیں۔

---

[1] مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۳۹۳

[2] المصنف لعبدالرزاق کتاب الصیام باب الوصال حدیث ۷۷۵۲ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۲۶۷
صحیح البخاری کتاب الصوم باب الوصال قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶۳
صحیح مسلم کتاب الصیام باب النہی عن الوصال " " ۱/۳۵۱ و ۳۵۲

[3] صحیح بخاری کتاب الصوم باب الوصال " " ۱/۲۶۳ و ۲۶۴

ویردنی، ایکم مثلی[1] تم میں کون ہے مجھ جیسا۔

آخر علامہ خفاجی کا ارشاد نہ سُنا کہ:

حضور کا بشر ہونا نورِ رخشندہ ہونے کے منافی نہیں کہ اگر تو سمجھے تو وہ نورٌ علٰی نور ہیں[2]۔

پھر صرف اس قیاسِ فاسد پر کہ ہم سب کا سایہ ہوتا ہے اُن کے بھی ہوگا، ثبوتِ سایہ ماننا یا اس کی نفی میں کلام کرنا عقل وادب سے کس قدر دُور پڑتا ہے ؎

الا ان محمدا بشرلا کالبشر　　بل ھو یاقوت بین الحجر[3]

(خبردار! محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشر ہیں مگر کسی بشر کی مثل نہیں، بلکہ وُہ ایسے ہیں جیسے پتھروں کے درمیان یاقوت۔ ت)

(صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم)

فقیر کو حیرت ہے ان بزرگواروں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معجزاتِ ثابتہ و خصائصِ صحیحہ کے انکار میں اپنا کیا فائدہ دینی و دنیاوی تصور کیا ہے، ایمان بے محبت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حاصل نہیں ہوتا۔ وہ خود فرماتے ہیں:

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین[4]۔ تم میں سے کوئی مسلمان نہیں ہوگا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ، اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔

اور آفتابِ نیم روز کی طرح روشن کہ آدمی ہمہ تن اپنے محبوب کے نشرِ فضائل وتکثیرِ مدائح میں مشغول رہتا ہے، سچی فضیلتوں کا مٹانا اور شام وسحر نفیِ محاسن کی فکر میں ہونا کام دشمن کا ہے نہ کہ دوست کا۔

جانِ برادر! تُو نے کبھی سُنا ہے کہ تیرا محب تیرے مٹانے کی فکر میں رہے، اور پھر محبوب بھی کیسا،

---

[1] صحیح مسلم　کتاب الصیام　باب النہی عن الوصال　قدیمی کتب خانہ کراچی　۱/ ۳۵۱
صحیح البخاری　کتاب الصوم　باب الوصال　" " "　۱/ ۲۶۳

[2] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل ومن ذالک ماظہر من الآیات الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۳/ ۲۸۲

[3] افضل الصلوٰۃ علٰی سید السادات　فضائل درود　مکتبہ نبویہ، لاہور　ص ۱۵۰

[4] صحیح البخاری　کتاب الایمان　باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم　قدیمی کتب خانہ کراچی　۱/ ۷
صحیح مسلم　"　باب وجوب محبۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم　" " "　۱/ ۴۹

جانِ ایمان وکانِ احسان، جسے اس کے مالک نے تمام جہان کے لئے رحمت بھیجا اور اس نے تمام عالم کا بار تنِ نازک پر اُٹھا لیا۔ تمہارے غم میں دن کا کھانا، رات کا سونا ترک کردیا۔ تم رات دن لہو ولعب اور ان کی نافرمانیوں میں مشغول، اور وہ شب وروز تمہاری بخشش کے لئے گریاں وملول۔

جب وہ جانِ رحمت وکانِ رأفت پیدا ہوا بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کیا اور رب ھب لی امتی[1] (یا اللہ! میری اُمت کو بخش دے۔ت) جب قبر شریف میں اتارا لبِ جاں بخش کو جنبش تھی، بعض صحابہ نے کان لگا کر سُنا، آہستہ آہستہ اُمتی[2] (میری اُمت۔ ت) فرماتے تھے، قیامت میں بھی انھیں کے دامن میں پناہ ملے گی، تمام انبیاء علیہم السلام سے نفسی نفسی اذھبوا الٰی غیری[3] (آج مجھے اپنی فکر ہے کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔ت) سُنو گے اور اس غمخوارِ اُمت کے لب پہ[4] یا رب اُمتی (اے رب! میری اُمت کو بخش دے۔ت) کا شور ہوگا۔

بعض روایات میں ہے کہ حضور ارشاد فرماتے ہیں، جب انتقال کروں گا صُور پھونکنے تک قبر میں اُمتی اُمتی پکاروں گا۔ کان بجنے کا یہی سبب ہے کہ وہ آوازِ جانگداز اس معصوم عاصی نواز کی جو ہر وقت بلند ہے، گاہے ہم سے کسی غافل ومدہوش کے گوش تک پہنچتی ہے، رُوح اسے ادراک کرتی ہے، اسی باعث اس وقت درود پڑھنا مستحب ہُوا کہ جو محبوب ہر آن ہماری یاد میں ہے، کچھ دیر ہم ہجراں نصیب بھی اس کی یاد میں صَرف کریں۔

وائے بے انصافی، ایسے غمخوار پیارے کے نام پر جان نثار کرنا اور اس کی مدح وستائش ونشرِ فضائل سے آنکھوں کو روشنی، دل کو ٹھنڈک دینا واجب یا یہ کہ حتی الوسع چاند پر خاک ڈالے اور بے سبب ان کی روشن خُوبیوں میں انکار نکالے۔

اے عزیز! چشمِ خرد بین میں سُرمۂ انصاف لگا اور گوشِ قبول سے پنبۂ اعتساف نکال، پھر یہ تمام اہلِ اسلام بلکہ ہر مذہب وملت کے عُقلاء سے پُوچھنا، پھر اگر ایک منصفِ ذی عقل بھی تجھ سے کہہ دے کہ نشرِ محاسن وتکثیرِ مدائح نہ دوستی کا مقتضٰی نہ ردِ فضائل ونفیِ کمالاتِ غلامی کے خلاف، تو تجھے اختیار ہے ورنہ

---

[1]

[2]

[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۱

[4] " " " " " " " " "

خدا و رسول سے شرما اور اس حرکتِ بے جا سے باز آ، یقین جان لے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی خوبیاں تیرے مٹائے نہ مٹیں گی۔

جانِ برادر! اپنے ایمان پر رحم کر، سمجھ، دیکھ کہ خدا سے کسی کا کیا بس چلے گا اور جس کی شان وہ بڑھائے اُسے کوئی گھٹا سکتا ہے، آئندہ تجھے اختیار ہے، ہدایت کا فضلِ الٰہی پر مدار ہے۔

ہم پر بلاغِ مبین تھا، اس سے بحمداللہ فراغت پائی، اور جو اَب بھی تیرے دل میں کوئی شک و شبہہ یا ہمارے کسی دعوے پر دلیل یا کسی اجمال کی تفصیل درکار ہو تو فقیر کا رسالہ مسمّٰی بہ "قمر التمام فی نفی الظل عن سیّد الانام" علیہ وعلٰی اٰلہ الصّلٰوۃ والسلام، جسے فقیر نے بعد ورود اس سوال کے تالیف کیا، مطالعہ کرے، اِن شاء اللہ تعالٰی بیانِ شافی پائے گا اور مرشدِ کافی، ہم نے اس رسالہ میں اس مسئلہ کی غایت تحقیق ذکر کی ہے اور نہایت نفیس دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ حضور سراپا نور تابندہ درخشندہ ذی شعاع واضاءت بلکہ معدنِ انوار و افضل مضیئات بلکہ درحقیقت بعد جنابِ الٰہی نامِ "نور" انھیں کو زیبا، اور اُن کے ماوراء کو اگر نور کہہ سکتے ہیں تو انہی کی جناب سے ایک علاقہ و انتساب کے سبب، اور یہ بھی ثابت کیا ہے کہ ثبوتِ معجزات صرف اسی پر موقوف نہیں کہ حدیث یا قرآن میں بالتصریح ان کا ذکر ہو بلکہ ان کے لئے تین طریقے ہیں، اور یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ پیشوایانِ دین کا دأب ان معاملات میں ہمیشہ قبول و تسلیم رہا ہے۔ اگر کہیں قرآن و حدیث سے ثبوت نہ ملا تو اپنی نظر کا قصور سمجھا نہ یہ کہ باوجود ایسے ثبوت کافی کے کہ حدیثیں اور ائمہ کی تصریحیں اور کافی دلیلیں، سب کچھ موجود، پھر بھی اپنی ہی کہے جاؤ، انکار کے سوا کچھ زبان پر نہ لاؤ اور اس کے سوا اور فوائد شریفہ و ابحاثِ لطیفہ ہیں، جو دیکھے گا اِن شاء اللہ تعالٰی لُطفِ جانفزا پائے گا، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیّدنا و مولٰنا محمّد و اٰلہ واصحٰبہ واصہارہ وانصارہ واتباعہ اجمعین الٰی یوم الدین اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین۔

رسالہ

نفی الفیئ عمن استنار بنورہ کل شیئ

ختم ہوا

رسالہ

قمر التمام فی نفی الظل عن سیّد الانام صلی اللہ علیہ وسلم

۱۲۹۶ھ

(سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سایہ کی نفی میں کامل چاند)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۴۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسمِ اقدس کا سایہ تھا یا نہیں؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان کرو اجر پاؤ گے۔ ت)

الجواب

ومن اللہ توفیق الصدق والصواب ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العزیز الوھاب، اللھم صل وسلم وبارک علی السراج المنیر الشارق والقمر الزاھر البارق وعلٰی اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی سچائی اور درستگی کی توفیق ہے۔ نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر عزت والے بہت عطا فرمانے والے اللہ کی توفیق سے۔ اے اللہ! درود و سلام اور برکت نازل فرما روشن چمکدار چراغ اور خوشنما تابناک چاند پر اور آپ کی آل پر اور تمام صحابہ پر۔ (ت)

بیشک اس مہرِ سپہرِ اصطفاء، ماہِ منیرِ اجتباء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا اور یہ امر احادیث واقوالِ ائمہ کرام سے ثابت، اکابر ائمہ وعلماء فضلاء کہ آجکل کے مدعیانِ خام کار کو ان کی شاگردی بلکہ ان کے کلام کے سمجھنے کی لیاقت نہیں، خلفاً، سلفاً، دائماً اپنی تصانیف میں اس معنیٰ کی تصریح فرماتے آئے اور اس پر دلائل باہرہ وحجج قاہرہ قائم، جن پر مفتیِ عقل وقاضیِ نقل نے باہم اتفاق کرکے ان کی تاسیس وتشیید کی۔ آج تک کسی عالمِ دین سے اس کا انکار منقول نہ ہوا یہاں تک کہ وُہ لوگ پیدا ہوئے جنھوں نے دین میں ابتداع اور نیا مذہب اختراع اور ہوائے نفس کا اتباع کیا اور یہ سبب اس شوربرنجش کے جو اُن کے دلوں میں اُس رؤف ورحیم نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے تھی، ان کے محوِ فضائل و ردِ معجزات کی فکر میں پڑے حتی کہ معجزہ شق القمر جو بخاری ومسلم کی احادیثِ صحیحہ بلکہ خود قرآنِ عظیم ووحیِ حکیم کی شہادتِ حقہ اور اہلِ سنت وجماعت کے اجماع سے ثابت، ان صاحبوں میں سے بعض جری بہادروں نے اِسے بھی غلط ٹھہرایا اور اسلام کی پیشانی پر کلف کا دھبہ لگایا۔ فقیر کو حیرت ہے کہ ان بزرگواروں نے اس میں اپنا کیا فائدہ دینی یا دنیاوی سمجھا ہے۔

اے عزیز! ایمان، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت سے مربوط ہے اور آتشِ جاں سوزِ جہنم سے نجات اُن کی الفت پر منوط (منحصر ہے۔ ت)، جو اُن سے محبت نہیں رکھتا واللہ کہ ایمان کی بُو اُس کے مشام (ناک) تک نہ آئی، وہ خود فرماتے ہیں:

لایؤمن احدکم حتّٰی اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین[1] — تم میں سے کسی کو ایمان حاصل نہیں ہوتا جب تک میں اس کے ماں باپ اور اولاد، سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔

اور آفتابِ نیم روز کی طرح روشن کہ آدمی ہمہ تن اپنے محبوب کے نشرِ فضائل وتکثیرِ مدائح میں مشغول رہتا ہے اور جو بات اس کی خوبی اور تعریف کی سُنتا ہے کیسی خوشی اور طیبِ خاطر سے اظہار کرتا ہے، سچی فضیلتوں کا مٹانا اور شام وسحر نفیِ اوصاف کی فکر میں رہنا کام دشمن کا ہے نہ کہ دوست کا۔

جانِ برادر! تُو نے کبھی سُنا ہے کہ جس کو تجھ سے اُلفت صادقہ ہے وہ تیری اچھی بات سن کر چیں بہ جبیں ہو اور اس کی محو کی فکر میں رہے اور پھر محبوب بھی کیسا، جانِ ایمان وکانِ احسان، جس کے جمالِ

---

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷
صحیح مسلم " باب وجوب محبۃ الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم " " " ۱/ ۴۹

جہاں آرا ر کا نظیر کہیں نہ ملے گا اور خامۂ قدرت نے اس کی تصویر بنا کر ہاتھ کھینچ لیا کہ پھر کبھی ایسا نہ لکھے گا، کیسا محبوب، جسے اس کے مالک نے تمام جہان کے لئے رحمت بھیجا۔ کیسا محبوب، جس نے اپنے تن پر ایک عالم کا بار اٹھالیا۔ کیسا محبوب، جس نے تمہارے غم میں دن کا کھانا، رات کا سونا ترک کردیا، تم رات دن اس کی نافرمانیوں میں منہمک اور لہو و لعب میں مشغول ہو اور وہ تمہاری بخشش کے لئے شب و روز گریاں و ملول۔

شب، کہ اللہ جل جلالہ نے آسائش کے لئے بنائی، اپنے تسکین بخش پردے چھوڑے ہوئے موقوف ہے، صبح قریب ہے، ٹھنڈی نسیموں کا پنکھا ہو رہا ہے، ہر ایک کا جی اس وقت آرام کی طرف جھکتا ہے، بادشاہ اپنے گرم بستروں، نرم تکیوں میں مستِ خوابِ ناز ہے اور جو محتاج بے نوا ہے اس کے بھی پاؤں دو گز کی کملی میں دراز، ایسے سہانے وقت، ٹھنڈے زمانہ میں، وہ معصوم، بے گناہ، پاک داماں، عصمت پناہ اپنی راحت و آسائش کو چھوڑ، خواب و آرام سے منہ موڑ، جبینِ نیاز آستانہ عزت پر رکھے ہے کہ الٰہی! میری امت سیاہ کار ہے، درگزر فرما، اور انکے تمام جسموں کو آتشِ دوزخ سے بچا۔

جب وہ جانِ راحت کانِ رأفت پیدا ہوا بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کیا اور ربِّ ھَبْ لی اُمّتی[1] فرمایا، جب قبر شریف میں اتارا لبِ جاں بخش کو جنبش تھی، بعض صحابہ نے کان لگا کر سنا آہستہ آہستہ امتی امتی[2] فرماتے تھے۔ قیامت کے روز کہ عجب سختی کا دن ہے، تانبے کی زمین، ننگے پاؤں، زبانیں پیاس سے باہر، آفتاب سروں پر، سائے کا پتہ نہیں، حساب کا دغدغہ، ملکِ قہار کا سامنا، عالم اپنی فکر میں گرفتار ہوگا، مجرمانِ بے یار دامِ آفت کے گرفتار، جدھر جائیں گے سوا نفسی نفسی اذھبوا الی غیری[3] کچھ جواب نہ پائیں گے، اُس وقت یہی محبوبِ غمگسار کام آئے گا، قفلِ شفاعت اس کے زورِ بازو سے کھل جائے گا، عمامہ سر اقدس سے اتاریں گے اور سربسجود ہو کر "یا رب امتی[4]" فرمائینگے۔ وائے بے انصافی، ایسے غم خوار پیارے کے نام پر جان نثار کرنا اور مدح و ستائش و نشر فضائل سے اپنی آنکھوں کو روشنی اور دل کو ٹھنڈک دینا واجب یا یہ کہ حتی الوسع چاند پر خاک ڈالے اور ان روشن خوبیوں میں انکار کی شاخیں نکالے۔

---

[1]
[2]
[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ / ۱۱۱
[4] " " " " " " " "

مانا کہ ہمیں احسان شناسی سے حصّہ نہ ملا، نہ قلب عشق آشنا ہے کہ حُسن پسند یا احسان دوست، مگر یہ تو وہاں چل سکے جس کا احسان اگر نہ مانئے اُس کی مخالفت کیجئے تو کوئی مَضرّت نہ پہنچے اور یہ محبوب تو ایسا ہے کہ بے اِس کی کفش بوسی کے جہنّم سے نجات میسّر، نہ دُنیا و عقبےٰ میں کہیں ٹھکانا متصوّر، پھر اگر اس کے حسن و احسان پر والہ و شیدا نہ ہو تو اپنے نفع و ضرر کے لحاظ سے عقیدت رکھو۔

اے عزیز! چشمِ خرد میں سرمۂ انصاف لگا اور گوشِ قبول سے پنبۂ انکار نکال، پھر تمام اہلِ اسلام بلکہ ہر مذہب و ملّت کے عقلاء سے پُوچھتا پھر کہ عُشّاق کا اپنے محبوب کے ساتھ کیا طریقہ ہوتا ہے اور غلاموں کو مولیٰ کے ساتھ کیا کرنا چاہیے، آیا نشرِ فضائل و تکثیرِ مدائح اور ان کی خوبیِ حسن سن کر باغ باغ ہو جانا، جامے میں پھُولا نہ سمانا یا رَدِّ محاسن، نفیِ کمالات اور اُن کے اوصافِ حمیدہ سے بر انکار و تکذیب پیش آنا، اگر ایک عاقل منصف بھی تجھ سے کہہ دے کہ نہ وہ دوستی کا مقتضٰی نہ یہ غلامی کے خلاف ہے تو تجھے اختیار ہے ورنہ خدا اور رسول سے شرما اور اس حرکتِ بے جا سے باز آ، یقین جان لے کہ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خوبیاں تیرے مٹائے سے نہ مٹیں گی۔

جانِ برادر! اپنے ایمان پر رحم کر، خدائے قہّار و جبّار جل جلالہٗ سے لڑائی نہ باندھ، وہ تیرے اور تمام جہان کی پیدائش سے پہلے ازل میں لکھ چکا تھا ورفعنالك ذکرك[1] یعنی ارشاد ہوتا ہے اے محبوب ہمارے! ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا کہ جہاں ہماری یاد ہوگی تمہارا بھی چرچا ہوگا اور ایمان بے تمہاری یاد کے ہرگز پورا نہ ہوگا، آسمانوں کے طبقے اور زمینوں کے پردے تمہارے نام نامی سے گونجیں گے، مؤذّن اذانوں اور خطیب خطبوں اور ذاکرین اپنی مجالس اور واعظین اپنے منابر پر ہمارے ذکر کے ساتھ تمہاری یاد کریں گے۔ اَشجار و اَحجار، آہُو و سُوسمار و دیگر جاندار و اطفالِ شیر خوار و معبودانِ کفّار جس طرح ہماری توحید بتائیں گے ویسا ہی بہ زبانِ فصیح و بیانِ صحیح تمہارا منشورِ رسالت پڑھ کر سنائیں گے، چار اکنافِ عالم میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا غلغلہ ہوگا، جُز اشقیائے ازل ہر ذرّہ کلمۂ شہادت پڑھتا ہوگا، مُسبّحانِ ملاءِ اعلیٰ کو اِدھر اپنی تسبیح و تقدیس میں مصروف کروں گا، اُدھر تمہارے محمود درودِ مسعود کا حکم دوں گا۔ عرش و کُرسی، ہفت اوراقِ سِدرہ، قصورِ جناں، جہاں پر اللہ لکھوں گا۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ بھی تحریر فرماؤں گا، اپنے پیغمبروں اور اولوالعزم رسولوں کو ارشاد کروں گا کہ ہر وقت تمہارا دم بھریں اور تمہاری یاد سے اپنی آنکھوں کو روشنی اور جگر کو ٹھنڈک اور قلب کو تسکین اور بزم کو تزئین دیں۔ جو کتاب نازل کروں گا اس میں

---

[1] القرآن الکریم ۹۴/ ۴

تمھاری مدح وستائش اور جمالِ صورت و کمالِ سیرت ایسی تشریح و توضیح سے بیان کروں گا کہ سننے والوں کے دل بے اختیار تمھاری طرف جُھک جائیں اور نادیدہ تمھارے عشق کی شمع اُن کے کانوں، سینوں میں بھڑک اُٹھے گی۔ ایک عالَم اگر تمھارا دشمن ہوکر تمھاری تنقیصِ شان اور محوِ فضائل میں مشغول ہو تو میں قادرِ مطلق ہوں، میرے ساتھ کسی کا کیا بس چلے گا۔ آخر اسی وعدے کا اثر تھا کہ یہود صد ہا برس سے اپنی کتابوں سے اُن کا ذکر نکالتے اور چاند پر خاک ڈالتے ہیں تو اہلِ ایمان اسی بلند آواز سے اُن کی نعت سناتے ہیں کہ سامع اگر انصاف کرے بے ساختہ پکار اُٹھے۔ لاکھوں بے دینوں نے اُن کے محوِ فضائل پر کمر باندھی، مگر مٹانے والے خود مٹ گئے اور اُن کی خُوبی روز بروز مترقی رہی، پھر اپنے مقصود سے تویاس وناامیدی کرلینا مناسب ہے ورنہ ربِّ کعبہ اُن کا کچھ نقصان نہیں، بالآخر ایک دن تُو نہیں، تیرا ایمان نہیں۔

اے عزیز! سلفِ صالح کی روش اختیار کر اور اُن کے قدم پر قدم رکھ، ائمہ دین کا وطیرہ ایسے معاملات میں دائماً تسلیم وقبول رہا ہے، جب کسی ثقہ معتمد علیہ نے کوئی معجزہ یا خاصہ ذکر کردیا اسے مرحبا کہہ لیا اور جیب جان میں بر طیبِ خاطر جگہ دی، یہاں تک کہ اگر اپنے آپ احادیث میں اس کی اصل نہ پائی، قصور اپنی نظر کا جانا، یہ نہ کہا کہ غلط ہے باطل ہے، کسی حدیث میں وارد نہیں، نہ یہی ہوا کہ جب حدیث سے ثبوت نہ ملا تھا اس کے ذکر سے باز رہتے بلکہ اسی طرح اپنی تصانیف میں اس کے ذکر سے باز رہتے بلکہ اسی طرح اپنی تصانیف میں اس ثقہ کے اعتماد پر اسے لکھتے آئے، اور کیوں نہ ہو، مقتضیٰ عقلِ سلیم کا یہی ہے کہ:

فائدہ جلیلہ: جب ہم اسے ثقہ معتمد علیہ مان چکے اور وقوع ایسے معجزے کا یا اختصاص ایسے خاصہ کا ذاتِ پاکِ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بعید نہیں کہ اس سے عجیب تر معجزات بہ تواتر حضور سے ثابت، اور اُن کا رب اِس سے زیادہ پر قادر، اور ان کے لئے اس سے بہتر خصائص بالقطع مہیا اور اُن کی شان اس سے بھی ارفع واعلٰی، پھر انکار کی وجہ کیا ہے، تکذیب میں تو اس راوی سے ثقہ معتمد علیہ ہونا ثابت ہوچکا اور وثوق واعتماد اس کا بتاتا ہے کہ اگر من عند نفسہٖ کہہ دیتا خدا ورسول پر مفتری ہوتا، ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا[1] اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ (ت)

ان وجوہ پر نظر کرکے سمجھ لیجئے کہ بالضرور اس نے حدیث پائی، گو ہماری نظر میں نہ آئی۔ ہر چند کہ فقیر کا یہ دعوٰی اس شخص کے نزدیک بالکل بدیہی ہے جو خدمتِ حدیث وسیر میں رہا اور اس راہ میں وُسعِ علماء

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸

کو مشاہدہ کیا مگر ناواقفوں کے افہام اور منکروں پر الزام کے لئے چند مثالیں بیان کرتا ہوں :

اوّلاً جسمِ اقدس و لباسِ انفس پر مکھی نہ بیٹھنا۔ علامہ ابن سبع نے خصائص میں ذکر فرمایا علماء نے تصریح کی اس کا راوی معلوم نہ ہوا' اور باوجود اس کے بلانکیر اپنی کتابوں میں اسے ذکر فرماتے آئے۔

شفاء قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ میں ہے :

وان الذباب کان لایقع علٰی جسدہ ولا ثیابہ[1]

مکھی آپ کے جسمِ اقدس اور لباسِ اطہر پر نہ بیٹھتی تھی۔

امام جلال الدین سیوطی خصائص کبرٰی میں فرماتے ہیں :

باب ذکر القاضی عیاض فی الشفاء والعراقی فی مولدہ ان من خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان لاینزل علیہ الذباب، وذکرہ ابن سبع فی الخصائص بلفظ انہ لم یقع علٰی ثیابہ ذباب قط و زاد ان من خصائصہ ان القمل لم تکن یؤذیہ[2]

قاضی عیاض نے شفاء میں اور عراقی نے اپنی مولد میں ذکر کیا کہ حضور کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ مکھی آپ پر نہ بیٹھتی تھی۔ ابن سبع میں ان لفظوں سے ذکر کیا کہ مکھی آپ کے کپڑوں پر کبھی بھی نہیں بیٹھی۔ اور یہ بھی زیادہ کیا کہ جوئیں آپ کو نہیں ستاتی تھیں۔

شیخ ملا علی قاری شرح شمائل ترمذی میں فرماتے ہیں :

ونقل الفخر الرازی ان الذباب کان لایقع علٰی ثیابہ وان البعوض لایمتص دمہ[3]

رازی نے نقل کیا کہ مکھیاں آپ کے کپڑوں پر نہیں بیٹھتی تھیں اور مچھر آپ کا خون نہیں چوستے تھے۔

علامہ خفاجی نے "نسیم الریاض" میں علماء کا وہ قول کہ اس کا راوی نہ معلوم ہوا، نقل کیا' اور اس خاصہ کی نسبت لکھا کہ ایک کرامت ہے کہ حق سبحانہ وتعالٰی نے اپنے حبیب کو عطا کی اور اپنے نتائج افکار سے ایک رباعی لکھی کہ اس میں بھی اس خاصہ کی تصریح ہے اور بعض علمائے عجم نے اسی بناء پر کلمہ محمد رسول اللہ کے سب حروف بے نقطہ ہوتے ہیں، ایک لطیفہ لکھا کہ آپ کے جسم پر مکھی نہ بیٹھتی تھی، لہذا یہ کلمہ پاک کُلّی نقطوں سے محفوظ رہا کہ وہ شبیہ مکھیوں کے ہیں۔ پھر اسی مضمون پر دوسری

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن ذالک ما ظہر من الآیات عند مولدہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۲۵

[2] الخصائص الکبرٰی باب ذکر القاضی عیاض فی الشفاء والعراقی فی مولدہ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۶۸

[3]

عبارت :

عبارته برمته ، ومن دلائل نبوته صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان الذباب کان لایقع علٰی ثیابه هذا مما قاله ابن سبع الا انهم قالوا لایعلم من روی هذه والذباب واحده ذبابة قیل انه سمی به لانه کلما ذب آب ای کلما طرد رجع وهذا مما اکرمه الله به لانه طهره الله من جمیع الاقذار وهو مع استقذاره قد یجیئ من مستقذر قیل قد نقل مثلها عن ولی الله العارف به الشیخ عبد القادر الکیلانی ولابعد فیه لان معجزات الانبیاء قد تکون کرامة لاولیاء امته وفی رباعیة لی ؎

من اکرم مرسل عظیم حلا
لم تدن ذبابة اذا ما حلا
هذا عجب ولم یذق ذو نظر
فی الموجودات من حلاه احلا

وتظرف بعض علماء العجم فقال محمد رسول الله لیس فیه حرف منقوط لان الموجود ان النقط تشبه الذباب فصین اسمه ونعته کما قلت فی مدحه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ؎

لقد ذب الذباب فلیس یعلو
رسول الله محمودا محمد

ان کی مکمل عبارت یہ ہے ، آپ کے دلائل نبوت سے یہ بھی ہے کہ مکھی آپ کے نہ تو ظاہری جسم پر بیٹھتی تھی اور نہ لباس پر ، یہ ابن سبع نے کہا ۔ محدثین نے کہا کہ اس کا راوی معلوم نہیں ۔ ذباب کا واحد ذبابةٌ ہے ۔ کہتے ہیں اس کا یہ نام اس لئے ہے کہ اس کو جب بھی بھگایا جاتا ہے واپس آجاتی ہے ۔ یہ کرامت آپ کو اس لئے عطا ہوئی کہ اللہ نے آپ کو پاک رکھا تھا ۔ شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بارے میں یہی کہا جاتا ہے اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو چیز نبی کا معجزہ ہوتی ہے وہ بطور کرامت ولی کے ہاتھ سے سرزد ہوجاتی ہے اور میں (خفاجی) نے ایک رباعی کہی ہے ؛

"آپ بزرگ ترین ، عظیم ، مٹھاس والے رسول ہیں ، یہ عجیب بات ہے کہ آپ کی مٹھاس کے باوجود مکھی آپ کے قریب نہ جاتی تھی اور کسی بھی صاحبِ نظر نے موجودات میں آپ کی مٹھاس سے زیادہ مٹھاس نہ چکھی ۔"

اور بعض علماءِ عجم نے کہا کہ محمد رسول اللہ میں کوئی نقطہ نہیں ہے اس لئے کہ نقطہ مکھی کے مشابہ ہوتا ہے ، عیب سے بچانے کے لئے اور آپ کی تعریف کے لئے میں نے آپ کی مدح میں کہا ہے ؛

"بلاشبہ اللہ نے مکھیوں کو آپ سے دُور کردیا تو

ونقط الحروف يحكيه بشكل
لذاك الخط عنه قد تجرد[1]

آپ پرمکھی نہیں بیٹھتی ہے، اللہ کے رسول محمود ومحمد ہیں اور حروف کے نقطے جو شکل میں مکھی کی طرح ہیں ان سے بھی اللہ نے اس لئے آپ کو محفوظ رکھا۔"

ثانیاً ابن سبع نے حضور کے خصائص میں کہا جُوں آپ کو ایذا نہ دیتی۔ علامہ سیوطی نے خصائص کبرٰی میں اسی طرح ابن سبع سے نقل کیا اور برقرار رکھا کما مرّ (جیسا کہ گزر چکا ہے۔ ت) اور مُلا علی قاری شرح شمائل میں فرماتے ہیں:

ومن خواصہ ان ثوبہ لم یقمل[2]

آپ کے مبارک کپڑوں میں جُوئیں نہیں ہوتی تھیں۔ (ت)

ثالثاً ابن سبع نے فرمایا جس جانور پر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سوار ہوتے عمر بھر ویسا ہی رہتا اور حضور کی برکت سے بوڑھا نہ ہوتا۔ علامہ سیوطی خصائص میں فرماتے ہیں:

باب، قال ابن سبع من خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کل دابۃ رکبھا بقیت علی القدر الذی کانت علیہ ولم تھرم ببرکتہ[3] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ابن سبع نے کہا کہ آپ کے خصائص میں سے یہ تھا کہ آپ جس جانور پر سوار ہوتے تو وہ عمر بھر ویسا ہی رہتا اور آپ کی برکت کے باعث بوڑھا نہ ہوتا، صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

رابعاً ابوعبدالرحمٰن بقی بن مخلد قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے، جو اکابر اعیان مائۃ ثالثہ سے ہیں حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے حکایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جیسا روشنی میں دیکھتے تھے ویسا ہی تاریکی میں۔ اس حدیث کو بیہقی نے موصولاً مسنداً روایت کیا اور علامہ خفاجی نے اکابر علماء مثل ابن بشکوال و عقیلی و ابن جوزی و سہیلی سے اس کی تضعیف نقل کی، یہاں تک کہ ذہبی نے تو میزان الاعتدال میں موضوع ہی کہہ دیا۔ بر ایں ہمہ خود علامہ خفاجی فرماتے ہیں جیسا بقی بن مخلد وغیرہ ثقات نے اسے ذکر کیا اور حضور والا کی شان سے بعید نہیں تو اس کا انکار کس وجہ سے کیا جائے۔

وھذا القصۃ ملتقطا وحکی بقی ابن مخلد ابوعبدالرحمٰن مولدہ فی رمضان

اس کی عبارت باختصار یہ ہے، بقی بن مخلد ابوعبدالرحمٰن قرطبی جن کی ولادت رمضان المبارک

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل ومن ذٰلک ما ظھر من الآیات الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/ ۲۸۲

[2]

[3] الخصائص الکبرٰی قال ابن سبع من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲/ ۶۴

سنۃ احدٰی ومائتین و توفی سنۃ ست وسبعین ومائتین عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا انہا قالت کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یری فی الظلمۃ کما یرٰی فی الضوء وفی روایۃ کما یرٰی فی النور ولاشك انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان کامل الخلقۃ قوی الحواس فوقوع مثل ھذا منہ غیر بعید وقد رواہ الثقات کابن مخلد ھذا فلاوجہ لانکارہ[1]

۲۰۱ھ اور وصال ۲۷۶ھ میں ہے، نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تاریکی میں دیکھا کرتے تھے۔ اور ایک روایت میں جس طرح کہ روشنی میں دیکھتے تھے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، کامل الخلقۃ، قوی الحواس تھے تو آپ سے اس کیفیت کا وقوع بعید نہیں، پھر اس کو ابن مخلد جیسے ثقات نے روایت کیا ہے لہذا اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔

خامسًا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اس سب سے زیادہ یہ ہے کہ باوجود حدیث کے شدید الضعف وغیر متمسک ہونے کے احیاء والدین، وسعتِ قدرت وعظمتِ شان رسالت پناہی پر نظر کرکے گردنِ تسلیم جھکائی اور سوا سلّمنا وصدّقنا کچھ بن نہ آئی۔

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہُوا، حجۃ الوداع میں ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب عقبہ حجون پر گزر ہوا حضور اشکبار و رنجیدہ و مغموم ہوئے، پھر تشریف لے گئے، جب لوٹ کر آئے چہرہ بشاش تھا اور لب تبسم ریز، میں نے سبب پُوچھا، فرمایا: میں اپنی ماں کی قبر پر گیا اور خدا سے عرض کیا کہ انھیں زندہ کردے، وہ قبول ہُوئی، اور وہ زندہ ہو کر ایمان لائیں اور پھر قبر میں آرام کیا۔

اخرج الخطیب عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت حج بنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فمرّ بی علی عقبۃ الحجون وھو باك حزین مغتم ثم ذھب وعاد وھو فرح متبسم فسألتہ فقال ذھبت الی قبر امی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے ہمارے ہمراہ حج کیا، جب عقبہ حجون پر پہنچے تو رو رہے تھے اور غمگین تھے، پھر آپ کہیں تشریف لے گئے، جب واپس آئے تو مسرور تھے اور تبسم فرمارہے تھے۔ فرماتی ہیں میں نے سبب دریافت

---

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل اما وفور عقلہ الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/۲۴۲ و ۲۴۳

فسألت اللہ ان یحییھا فاٰمنت بی وردّھا اللہ[1]

کیا تو آپ نے فرمایا: میں اپنی ماں کی قبر پر گیا تھا، میں نے اپنے اللہ سے سوال کیا، اس نے ان کو زندہ کیا، وہ ایمان لائیں اور پھر انتقال فرماگئیں۔

امام جلال الدین سیوطی خصائص میں فرماتے ہیں، اس کی سند میں مجاہیل ہیں، اور سہیلی نے ام المومنین سے احیائے والدین ذکر کرکے کہا، اس کے اسناد میں مجہولین ہیں اور حدیث سخت منکر اور صحیح کے معارض۔

ففی مجمع بحار الانوار روح احیاء ابوی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی اٰمنا بہ، قال فی اسنادہ مجاھیل وانہ ح منکر جدا یعارضہ ما ثبت فی الصحیح[2]

مجمع بحار الانوار میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا وہ آپ پر ایمان لائے۔ اس کے اسناد میں مجاہیل ہیں اور یہ حدیث سخت منکر اور صحیح کے معارض ہے۔

بایں ہمہ اسی مجمع بحار الانوار میں لکھتے ہیں،

فی المقاصد الحسنۃ و ما احسن ما قال ؎

حبا اللہ النبی مزید فضل
علیٰ فضل وکان بہ رؤوفا
فاحیٰی امہ وکذا اباہ
لایمان بہ فضلا لطیفا
نسلم فالقدیم بذا قدیر
وان کان الحدیث بہ ضعیفا[3]

حاصل یہ کہ مقاصد میں ہے اور کیا خوب کہا، خدا نے نبی کو فضل پر فضل زیادہ عطا فرمائے اور ان پر نہایت مہربان تھا، پس اُن کے والدین کو ان پر ایمان لانے کے لئے زندہ کیا اپنے فضلِ لطیف سے، ہم تسلیم کرتے ہیں کہ قدیم تو اس پر قدرت رکھتا ہے اگرچہ جو حدیث اس معنیٰ میں وارد ہوئی، ضعیف ہے۔

اے عزیز! سُنا تُونے، یہ ہے طریقہ اراکینِ دینِ متین و اساطینِ شرعِ متین، رسول اللہ

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ الخطیب باب ما وقع فی حجۃ الوداع الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲/ ۴۰

[2] مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین لبعض الاحادیث المشہورۃ الخ مکتبہ دار الایمان مدینۃ المنورۃ ۵/ ۲۳۶

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ومحبت میں، نہ یہ کہ جو معجزہ وخاصہ حضور کا احادیث صحیحہ سے ثابت اور اکابر علماء برابر اپنی تصانیف معتبرہ مستندہ میں، جن کا اعتبار واستناد آفتاب نیمروز سے روشن تر ہے، بلانکیر ومنکر اس کی تصریح کرتے آئے ہوں اور اس کے ساتھ عقل سلیم نے ان پر وُہ دلائل ساطعہ قائم کئے ہوں جن پر کوئی حرف نہ رکھ سکے، بایں ہمہ اس سے انکار کیجئے اور حق ثابت کے رَدّ پر اصرار، حالانکہ نہ ان حدیثوں میں کوئی سقم مقبول وجرح معقول ہے وارد، نہ ان ائمہ کے مستند بادلائل معتمد ہونے میں کلام کرسکو، پھر اس مکابرہ کج بحثی اور تحکم وزبردستی کا کیا علاج، زبان ہر ایک کی اس کے اختیار میں ہے چاہے دن کو رات کہہ دے یا شمس کو ظلمات۔

آخر تم جو انکار کرتے ہو تو تمہارے پاس بھی کوئی دلیل ہے یا فقط اپنے مُنہ سے کہہ دینا، اگر بالفرض محال جو حدیثیں اس باب میں وارد ہُوئیں نامعتبر ہوں اور جن جن علماء نے اس کی تصریح فرمائی انھیں بھی قابلِ اعتماد نہ مانو اور جو دلائل قاطعہ اس پر قائم ہوئے وہ بھی صالح التفات نہ کہے جائیں، تاہم انکار کا کیا ثبوت اور وجود سایہ کا کس بناء پر، اگر کوئی حدیث اس بارے میں آئی ہو تو دکھاؤ یا گھر بیٹھے تمھیں الہام ہوا ہو تو بتاؤ، مجرد ماؤمن پر قیاس تو ایمان کے خلاف ہے ؎

چہ نسبت خاک را عالمِ پاک

(مٹی کو عالمِ پاک سے کیا نسبت۔ ت)

وہ بشر ہیں مگر عالم علوی سے لاکھ درجہ اشرف واحسن، وہ انسان ہیں مگر ارواح وملائکہ سے ہزار درجہ الطف، وہ خود فرماتے ہیں: لست کمثلکم "میں تم جیسا نہیں" رواہ الشیخان[1] (اسے امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا۔ ت)، دیروٰی لست کھیئتکم[2] "میں تمہاری ہیئت پر نہیں" ویروٰی ایکم مثلی[3] "تم میں کون مجھ جیسا ہے؟"

---

[1] صحیح البخاری	کتاب الصوم	باب الوصال	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/ ۲۶۳
صحیح مسلم	کتاب الصیام	باب النہی عن الوصال	" " "	۱/ ۳۵۱ و ۳۵۲
[2] صحیح البخاری	کتاب الصوم	باب الوصال	" " "	۱/ ۲۶۳ و ۲۹۴
صحیح مسلم	کتاب الصیام	باب النہی عن الوصال	" " "	۱/ ۳۵۱ و ۳۵۲
[3] صحیح البخاری	کتاب الصوم	باب الوصال	" " "	۱/ ۲۶۳
صحیح مسلم	کتاب الصیام	باب النہی عن الوصال	" " "	۱/ ۳۵۱

آخر علامہ خفاجی کو فرماتے سُنا: آپ کا بشر ہونا اور نور درخشندہ ہونا منافی نہیں کہ اگر سمجھے تو وہ نورٌ علیٰ نور ہیں، پھر اس خیالِ فاسد پر کہ ہم سب کا سایہ ہوتا ہے ان کا بھی ہوگا تو ثبوت سایہ کا قائل ہونا عقل و ایمان سے کس درجہ دُور پڑتا ہے ؎

محمد بشر لا کالبشر　　بل ھو یاقوت بین الحجر[1]

(محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسے بشر ہیں جن جیسا کوئی بشر نہیں، بلکہ وہ پتھروں کے درمیان یاقوت ہیں۔ ت)

صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

القائے جواب: ایقاظ دفع بعض اوہام و اعراض میں، اس مقام پر باوجودیکہ قلب بحمد اللہ غایت اطمینان و تسلیم پر تھا مگر مرتبہ کاوش و تنقیح میں بوسوسہ ایک خدشہ ذہنِ ناقص میں گزرا تھا یہاں تک کہ حق جل وعلا نے اپنے کرمِ عمیم سے فقیر کو اس کا جواب القاء فرمایا جس سے تصور کو نور اور دلِ منتظر کو سرور حاصل ہوا۔

الحمدُ للہ علٰی ما اولٰی والصّلوٰۃ والسلام علٰی ھٰذا المولٰی۔ (سب تعریفیں اللہ کے لئے جو تعریفوں کے لائق ہے اور درود وسلام آقائے دوجہاں پر۔)

فاقول وباللہ التوفیق (چنانچہ میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ ت)

مقدمہ اولٰی: احادیثِ صحیحہ سے ثابت کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین حضورِ رسالت میں نہایت ادب و وقار سے سر جھکائے آنکھیں نیچی کئے بیٹھے، رعبِ جلالِ سلطانی اُن کے قلوبِ صافیہ پر ایسا مستولی ہوتا کہ اوپر نگاہ اٹھانا ممکن نہ تھا۔

خ عن مِسْوَر بن مَخرمۃ ومروان ابن الحکم فی حدیث طویل فی قصۃ الحدیبیۃ ثم ان عروۃ جعل یرمق اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعینیہ قال فواللہ ما تنخم رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نخامۃ الا وقعت فی کف رجل منہم فدلک بہا وجہہ وجلدہ واذا امرھم

مِسوَر بن مخرمہ اور مروان بن الحکم حدیبیہ کے طویل قصے میں ذکر کرتے ہیں کہ عروہ اصحابِ نبی کو گھور رہا تھا، اس نے کہا کہ بخدا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب بھی ناک سُنکی تو کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں پڑی اور اُس نے اپنے چہرے پر ملی اور اپنے جسم پر لگائی، جب آپ نے حکم دیا تو انہوں نے ماننے میں جلدی کی، جب آپ وضو

---

[1] افضل الصلوٰۃ علی سید السادات　فضائل درود　مکتبہ نبویہ لاہور　ص ۱۵۰

ابتدروا امرہ واذا توضأ کادوا یقتتلون علٰی وضوئہ واذا تکلم خفضوا اصواتھم عندہ وما یحدون النظر الیہ تعظیما لہ فرجع عروۃ الٰی اصحابہ فقال ای قوم واللہ لقد وفدت علی الملوک قیصر و کسرٰی والنجاشی واللہ ان رأیت ملکا قط یعظمہ اصحابہ مایعظم اصحاب محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]

فرماتے تو وہ وضو کا پانی لینے پر لڑنے کے قریب ہوجاتے، اور جب گفتگو فرماتے تو صحابہ اپنی آوازیں پست کرلیتے اور آپ کی تعظیم کی وجہ سے آپ کی طرف نگاہ نہ کرپاتے تھے تو وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ آیا اور کہا میں قیصر وکسرٰی ونجاشی کے درباروں میں آیا مگر ایسا کوئی بادشاہ نہ دیکھا جس کی تعظیم اس کے ساتھی ایسے کرتے ہوں جیسی محمد کی ان کے صحابی کرتے ہیں۔

اسی وجہ سے حلیہ شریف میں اکثر اکابر صحابہ سے حدیثیں وارد ہیں کہ وہ نگاہ بھر کر نہ دیکھ سکتے" بلکہ نظر اوپر نہ اٹھاتے کما سیأتی (جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ت) بلکہ اس معنی میں کسی حدیث کے وُرود کی بھی حاجت کیا تھی، عقلِ سلیم خود گواہی دیتی ہے کہ ادنٰی ادنٰی نوابوں اور والیوں کے حاضرینِ دربار اُن کے ساتھ کس ادب سے پیش آتے ہیں، اگر کھڑے ہیں تو نگاہ قدموں سے تجاوز نہیں کرتی، بیٹھے ہیں تو زانو سے آگے قدم نہیں رکھتے، خود اس حاکم سے نگاہ چار نہیں کرتے، پس وپیش یا دائیں بائیں دیکھنا تو بڑی بات ہے حالانکہ اس ادب کو صحابہ کرام کے ادب سے کیا نسبت، ایمان ان کے دلوں میں پہاڑ سے زیادہ گراں تھا اور دربارِ اقدس کی حاضری ان کے نزدیک ملک السمٰوٰت والارض کا سامنا اور کیوں نہ ہوتا کہ خود قرآنِ عزیز نے انھیں صدہا جگہ کان کھول کھول کر سُنا دیا کہ ہمارا اور ہمارے محبوب کا معاملہ واحد ہے، اس کا مطیع ہمارا فرمانبردار اور اس کا عاصی ہمارا گنہگار، ان سے اُلفت ہمارے ساتھ محبت اور ان سے رنجش ہم سے عداوت، ان کی تکریم ہماری تعظیم اور اُن کے ساتھ گستاخی ہماری بے ادبی، لہذا جب ملازمتِ والا حاصل ہوتی قلب اُن کے خوفِ خدا سے ممتلی اور گردنیں خم اور آنکھیں نیچی اور آوازیں پست اور اعضا ساکن ہوجاتے۔ ایسی حالت میں نظر ادھر اُدھر کی طرف کب ہوسکتی ہے جو سایہ کے عدم یا وجود کی طرف خیال جائے اور بالضرور ایسے سراپا ادب، ہمہ تن تعظیم لوگوں کی نگاہ اپنے عرش پائے گاہ کی طرف بے غرض مہم نہ ہوگی، اس حالت میں نفس کو اس مقصود کی طرف توجہ ہوگی، مثلاً نظارہ جمال

---

[1] صحیح البخاری باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۹
الخصائص الکبرٰی باب ماوقع عام الحدیبیۃ من الآیات والمعجزات مرکز اہلسنت برکاتِ رضا گجرات ہند ۱/ ۲۴۰ و ۲۴۱

باکمال یا حضور کا مطالعہ افعال و اعمال، تاکہ خود ان کا اتباع کریں اور غائبین تک روایت پہنچائیں کہ گروہ حاملانِ شریعت تھے اور راویانِ ملت اور حاضری دربارِ اقدس سے ان کی غرض اعظم یہی تھی، جب نگاہ اُس رُعب و ہیبت اور اس ضرورت و حاجت کے ساتھ اُٹھے تو عقل گواہ ہے کہ ایسی حالت میں اِدھر اُدھر دھیان نہیں جائے گا کہ قامتِ اقدس کا سایہ ہمیں نظر نہ آیا، آخر نہ سُنا کہ ایک اُن کا نماز میں مصروف ہوتا' تکبیر کے ساتھ دونوں جہان سے ہاتھ اٹھاتا، کوئی چیز سامنے گزرے اطلاع نہ ہوتی، اور کیسا ہی شور و غوغا ہو کان تک آواز نہ جاتی یہاں تک کہ مسلم بن یسار کہ تابعین میں ہیں نماز پڑھتے تھے، مسجد کا ستون گر پڑا، لوگ جمع ہوئے، شور و غوغا ہُوا، انھیں مطلق خبر نہ ہوئی، یہی حالت صحابہ کی حضورِ رسالت میں تھی اور دربارِ نبوت میں بارگاہِ عزت باری۔

اے عزیز! زیادہ خوض بیکار ہے، تُو اپنے ہی نفس کی طرف رجوع کر، اگر کسی مقام پر عالمِ رعب و ہیبت میں تیرا گزر ہوا ہو، وہاں جو کچھ پیش نظر آتا ہے اسے بھی اچھے طور پر ادراک کامل نہیں کرسکتا، نہ امر معدوم کی طرف خیال کیا جائے کہ مثلاً اگر تجھے کسی والیِ ملک سے ایسی ضرورت پیش آئے جس کی فکر تجھے دُنیا و مافیہا پر مقدم ہو اور اس کے دربار تک رسائی کرکے اپنا عرضِ حال کرے تو تجھے اول تو رُعبِ سُلطانی' دوسرے اپنی اس ضرورت کی طرف قلب کو نگرانی ہر چیز کی طرف توجہ سے مانع ہوں گے۔ پھر اگر تو واپس آئے اور تجھ سے سوال ہو وہاں دیواروں میں سنگِ مُوسیٰ تھا یا سنگِ مرمر اور تخت کے پائے سیمیں تھے یا زریں اور مسند کا رنگ سبز تھا یا سُرخ؟ ہرگز ایک بات کا جواب نہ دے سکے گا بلکہ خود اسی بات کو پُوچھا جائے کہ بادشاہ کا سایہ تھا یا نہ تھا، تو اگرچہ اس قیاس پر کہ سب آدمیوں کے لئے ظل ہے، ہاں کہہ دے مگر اپنے معائنے سے جواب نہ دے سکے گا۔

صحابہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تو اوّل روزِ ملامت سے تا آخر حیات جو کیفیت رعب و ہیبت کی طاری رہی، ہماری عقولِ ناقصہ اس کی مقدار کے ادراک سے بھی عاجز ہیں، پھر ان کی نظر اوپر اٹھ سکتی اور چپ و راست دیکھ سکتی کہ سائے کے عدم یا وجود پر اطلاع ہوتی۔

ثمّ اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) اپنے نفس پر قیاس کرکے گمان نہ کرنا چاہیے کہ بعد مرورِ زمان و تکرر حضور کے، ان کی اس حالت میں کمی ہوجاتی بلکہ بالیقین روز بروز زیادہ ہوتی کہ باعث اس پر دو امر ہیں، ایک خوف کہ اس عظمت کے تصور سے پیدا ہو جو اس سلطانِ دو عالم کو بارگاہِ ملک

لہ

السمٰوات والارض جل جلالہ میں حاصل ہے۔ دوسری محبتِ ایمانی کہ مستلزم خشوع کو اور منافیِ جرأت و بیباکی، اور یہ ظاہر کہ جس قدر دربارِ والا میں حضوری زائد ہوتی۔

یہ دونوں امر جو اس پر باعث ہیں بڑھتے جاتے، حضور کے اخلاق و عادات اور رحمت و الطاف معائنے میں آتے، حسن و احسان کے جلوے ہر دم لطفِ تازہ دکھاتے، قرآن آنکھوں کے سامنے نازل ہوتا اور طرح طرح سے اس بارگاہ کے آداب سکھاتا اور ظاہر فرماتا کہ

آدابِ بارگاہ: ہمارا ان کا معاملہ واحد ہے، جو اُن کا غلام ہے ہمارا قائد ہے، اُن کے حضور آواز بلند کرنے سے عمل حبط ہو جاتے ہیں، انھیں نام لے کر پکارنے والے سخت سزائیں پاتے ہیں، اپنے جان و دل کا انھیں مالک جانو، ان کے حضور زندہ بدست مردہ ہو جاؤ، ہمارا ذکر اُن کی یاد کے ساتھ ہے، اُن کا ہاتھ بعینہٖ ہمارا ہاتھ ہے، ان کی رحمت ہماری مِہر، ان کا غضب ہمارا قہر، جس قدر ملازمت زیادہ ہوتی حضور کی عظمت و محبت ترقی پاتی اور وہ حال مذکور یعنی خشوع و خضوع و رعب، ہیبت روز افزوں کرتی قال تعالٰی زادتھم ایمانا[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ آیات ان کے ایمان کو زیادہ کرتی ہیں۔ ت) اور ایمان حضور کی تعظیم و محبت کا نام ہے، کما لایخفٰی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)۔

مقدمہ ثانیہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ ظاہر کہ آدمی بلاوجہ کسی بات کے درپے تفتیش نہیں ہوتا اور جو بات عام و شامل ہوتی ہے اور تمام آدمی اس میں یکساں کسی شخص خاص میں بالقصد اسکی طرف غور نہیں کرتا مثلاً ہر ہاتھ کی پانچ انگلیاں ہونا ایک امرِ عام ہے لہذا بلاسبب کسی آدمی کی انگلیوں کو کوئی شخص اس مقصدِ خاص سے نہیں دیکھتا کہ اس کی انگلیاں پانچ ہیں یا کم، ہاں اگر پہلے سے سُن رکھا ہو کہ زید کی انگلیاں چار ہیں یا چھ تو اس صورت میں البتہ بقصدِ مذکور نظر کی جائے گی۔ اسی طرح سایہ ایک امرِ عام شامل ہے، اگر بعض آدمیوں کا سایہ پڑتا اور بعض کا نہیں تو البتہ بیشک خیال جانے کی بات تھی کہ دیکھیں حضور کے بھی سایہ ہے یا نہیں، نہ اس سے کوئی امرِ دینی مثل اتباع و اقتدار کے متعلق تھا کہ اسکے خیال سے بالقصد اس طرف لحاظ کیا جاتا۔ ہاں ایسی صورت میں ادراک کا طریقہ یہ ہے کہ بے قصد و توجہ خاص نظر پڑ جائے اور وہ صورت بعد تکررِ مشاہدہ ذہن میں منقش اور مثل مرئیات قصدیہ کے خزانۂ خیال میں مخزون ہو جائے، مثلاً زید کہ ہمارا دوست ہے، ہم اپنے مشاہدے کی رُو سے بتا سکتے ہیں کہ اس کے ہر ہاتھ کی انگلیاں پانچ ہیں اگرچہ ہم نے کبھی اس قصد سے اس کے ہاتھوں کو نہیں دیکھا ہے مگر ہم نے اس کے

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۴

ہاتھوں کو بارہا دیکھا ہے، وہ صورت خزانہ میں محفوظ ہے، نفس اسے اپنے حضور حاضر کرکے بتاسکتا ہے لیکن ہم مقدمۂ اولٰی میں ثابت کر آئے ہیں کہ یہ طریقہ ادراک وہاں معدوم تھا کہ رعب وہیبت اور امورِ مہمّہ کی طرف توجہ اور حضور کے استماعِ اقوال ومطالعۂ افعال ہمہ تن صرفِ ہمت اور نگاہ کا بسبب غایت ادب وخوفِ الٰہی کے اپنے زانو و پشتِ پا سے تجاوز نہ کرنا اس ادراک بلاقصد سے مانع قوی تھا علی الخصوص کسی شے کا عدم کہ وہ تو کوئی امر محسوس نہیں جس پر بے ارادہ بھی نگاہ پڑ جائے اور نفس اسے یاد رکھے یہاں تو جب تک خیال نہ کیا جائے علمِ عدم حاصل نہ ہوگا، آدمی جب ایسے مقام رعب وہیبت اور قلب کی مشغولی و مشغوفی میں ہوتا ہے تو کسی چیز کی عدم رؤیت سے اس کے عدم پر استدلال نہیں کرتا اور جب اذہان میں بنا بر عادت اس کا عموم وشمول متمکن ہوتا ہے تو برخلافِ عادت اس کے معدوم ہونے کی طرف خیال نہیں جاتا بلکہ اس سے اگر تفتیش کی جائے اور اس امر کی طرف خیال دلایا جائے تو خواہ مخواہ اس کا گمان اس طرف مُسارعت کرتا ہے کہ جب یہ امر عام ہے تو ظاہرًا یہاں بھی ہوگا۔ میرا نہ دیکھنا کچھ نہ ہونے پر دلیل نہیں، میری نظر میں نہ آنا اس وجہ سے تھا کہ اوّل میری نگاہ اِدھر اُدھر نہ اُٹھتی تھی اور جو اُٹھی بھی تو ہزار رعب، ہیبت اور نفس کے امورِ دیگر کی طرف صَرفِ ہمّت کے ساتھ ایسی حالت میں کیسے کہہ سکوں گا کہ تھا یا نہ تھا۔

ثم اقول یہ کیفیت تو اُس وقت کی تھی جب صحابۂ کرام حضور سے ملاقی ہوتے اور جو ہمراہ رکاب سعادت انتساب ہوتے تو وہاں باوجود ان وجوہ کے ایک وجہ اور بھی تھی کہ غالب اوقات صحابہ کرام کو آگے چلنے کا حکم ہوتا اور حضور ان کے پیچھے چلتے۔

ترمذی نے شمائل کی حدیثِ طویل میں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا یسوق اصحابہ[1] یعنی حضور والا صحابہ کرام کو اپنے آگے چلاتے۔ امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا:

ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یطأ عقبہ رجلان[2]

حاصل یہ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ دو آدمی بھی حضور کے پیچھے چلے ہوں۔

---

[1] شمائل ترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ص ۲

[2] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۶۵

سنن ابن ماجہ باب من کرہ ان یوطأ عقباہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۲

جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا :

کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یمشون امامہ ویکون ظھرہ للملٰئکۃ۔[1]

اصحاب، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آگے چلتے اور پشتِ اقدس فرشتوں کے لئے چھوڑتے۔

دارمی نے بہ اسنادِ صحیح مرفوعاً روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

خلوا ظھری للملٰئکۃ۔[2]

میری پیٹھ فرشتوں کے لئے چھوڑ دو۔

بالجملہ ہماری اس تقریر سے جو بالکل وجدانیات پر مشتمل ہے، کوئی شخص اگر مکابرہ نہ کرے، بالیقین اس کا دل ان سب کیفیات کے صدق پر گواہی دے، بخوبی ظاہر ہوگیا کہ ظاہراً اکثر صحابہ کرام کا خیال اس طرف نہ گیا اور اس معجزے کی انھیں اطلاع نہ ہوئی اور اگر بر سبیلِ تنزل ثابت و مبرہن ہوجانا نہ مانئے تو ان تقریروں کی بناء پر یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ عدمِ اطلاع کا احتمال قوی ہے، قوت بھی جانے دو اتنا ہی سہی کہ شک واقع ہوگیا، پھر یہی استدلال سُن کر کہ اگر ایسا ہوتا تو مثل حدیثِ ستونِ حنّانہ مشہور و مستفیض ہوتا، کب باقی رہا، خصم کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے عدمِ شہرت بسبب عدم اطلاع کے ہو کما ذکرنا و باللہ التوفیق (جیسا کہ ہم نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہا۔ ت)

مقدمہ ثالثہ : ہماری تنقیح سابق سے یہ لازم نہیں آتا کہ بالکل کسی کو اس معجزے پر اطلاع نہ ہو اور کوئی اِسے روایت نہ کرے، صغیر السن بچّوں کو بعض اوقات اِس قسم کی جرأتیں حاصل ہوتی ہیں اور وہ اُسی طریقہ سے جو ہم نے مقدمہ ثانیہ میں ذکر کیا ادراک کر سکتے ہیں، اسی سبب سے اکثر احادیث حلیہ شریفہ ہند ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مشتہر ہوئیں نہ کہ اکابر صحابہ سے۔

ترجمہ ابن ابی ہالہ میں علامہ خفاجی فرماتے ہیں :

وکان ربیب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخا لفاطمۃ (رضی اللہ تعالٰی عنھا) وخال

ہند ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زیر سایہ پرورش پانے والے تھے۔ آپ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا

---

[1] سنن ابن ماجہ باب من کرہ ان یوطأ عقباہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۲
مسند احمد بن حنبل عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۳۰۲
موارد الظمآن کتاب علامات نبوۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۲۰۹۹ المطبعۃ السلفیۃ ص ۵۱۵

[2] سنن الدارمی تحت الحدیث ۴۶ دار المحاسن للطباعۃ قاہرہ ۱/۲۹

الحسنين رضی اللہ تعالٰی عنہم فکان لصغرہ یتشبع من النظر لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویدیم النظر لوجہہ الکریم لکونہ عندہ داخل بیتہ فلذا اشتہر وصف النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عنہ دون غیرہ من کبار الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم فانہم لکبرہم کانوا یہابون اطالۃ النظر الیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاحاط بہ نظرہ احاطۃ الہالۃ بالبدر والاکمام بالثمر ھنیئا لہ مع ان ما قالہ قطرۃ من بحر لہ[1]

کے بھائی (اخیافی) اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ماموں تھے۔ آپ صغر سنی میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سیر ہو کر دیکھتے اور چہرۂ اقدس پر ہمیشہ نگاہ ٹکائے رکھتے کیونکہ آپ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آپ کے گھر میں رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حلیہ رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا وصف ہند بن ابی ہالہ سے مشتہر ہوا نہ کہ اکابر صحابہ سے، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ کیونکہ صحابۂ کبار شان وعظمتِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ہیبت کے باعث آپ پر نظریں نہیں ٹکا سکتے تھے۔ ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نظر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یوں احاطہ کرتی تھی جیسا کہ ہالہ چودھویں کے چاند کا اور کلیاں کھجوروں کا احاطہ کرتی ہیں۔ آپ کو یہ سعادت مبارک ہو۔ مگر اس کے باوجود جو کچھ ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بیان فرمایا وہ ایسے ہی ہے جیسے سمندر سے ایک قطرہ۔ (ت)

اور ہر ذی علم جانتا ہے کہ سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما زمانۂ نبوت میں صغیر السن تھے اور ان کا شمار بہ اعتبارِ عمر اصاغر صحابہ میں ہے اگرچہ بہ برکت سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علم وفقاہت میں اکثر شیوخ صحابہ پر مقدم تھے ؎

وعلٰی تفنن عاشقیہ بوصفہ ٭ یفنی الزمان وفیہ ما لم یوصف[2]

(قسم قسم کی تعریفیں کرتے ہوئے اس کے عاشقوں کو زمانے ختم ہو گئے مگر اس میں وہ خوبیاں ہیں جن کو بیان نہیں کیا جاسکا۔ ت) صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

---

[1] و [2] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل ثالث مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/۳۲۶

مقدمۂ رابعہ: صحابہ کرام میں ہزاروں ایسے ہیں جنھیں طولِ صحبت نصیب نہ ہوا اور بہت ایسے ہیں جنھوں نے سوائے مجامعِ عظیم کے شرفِ زیارت نہ پایا۔ غیر مدینہ کے گروہ کے گروہ حاضر ہوتے اور عرصۂ قلیلہ میں واپس جاتے، ایسی صورت اور مجمع کی کثرت میں موقع سایہ پر نظر اور اس کے ساتھ عدمِ سایہ کی طرف خیال جانا کیا ضرور۔ ظاہر ہے کہ مجمع میں سایہ ایک کا دوسرے سے ممتاز نہیں ہوتا اور کسی شخص خاص کی نسبت امتیاز کرنا کہ اس کے لئے ظل ہے یا نہیں، دشوار ہوتا ہے۔ علاوہ بریں یہ کس نے واجب کیا کہ ان اوقات پر حضور والا دھوپ یا چاندنی میں جلوہ فرما ہوں، کیا مدینہ طیبہ میں سایہ دار مکان نہ تھے یا مسجد شریف کہ اکثر وہیں تشریف رکھتے بے سقف تھی۔

احادیث سے ثابت کہ سفر میں صحابۂ کرام حضور کے لئے سایہ دار پیڑ چھوڑ دیتے اور جو کہیں سایہ نہ ملا تو کپڑے وغیرہ کا سایہ کرلیا جیسا کہ روزِ قدومِ مدینہ طیبہ سیدنا ابی بکر صدیق اور حجۃ الوداع میں واقع ہوا اور قبل از بعثت تو ابر سایہ کے لئے متعین تھا ہی، جب چلتے ساتھ چلتا اور جب ٹھہرتے ٹھہر جاتا، اور ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور اُن کے غلام میسرہ نے فرشتوں کو سرِ اقدس پر سایہ کرتے دیکھا اور سفرِ شام میں آپ کسی حاجت کو تشریف لے گئے تھے، لوگوں نے پیڑ کا سایہ گھیر لیا تھا، حضور دھوپ میں بیٹھ گئے سایہ حضور پر جھک گیا۔ بحیرا عالمِ نصارٰی نے کہا دیکھو سایہ ان کی طرف جھکتا ہے۔ اور بعض اسفار میں ایک درخت خشک و بے برگ کے نیچے جلوس فرمایا، فوراً زمین حضور کے گرد کی سبزہ زار ہوگئی اور پیڑ ہرا ہوگیا، شاخیں اسی ساعت بڑھ گئیں اور اپنی کمال بلندی کو پہنچ کر سائے کے لئے حضور پر لٹک آئیں۔ چنانچہ یہ سب حدیثیں کُتبِ سِیَر میں تفصیلاً مذکور ہیں۔

اب نہ رہے مگر وُہ لوگ جنھیں طولِ صحبت روزی ہُوا اور حضور کو آفتاب یا ماہتاب یا چراغ کی روشنی میں ایسی حالت میں دیکھا کہ مجمع بھی کم تھا اور موقع سایہ پر بالقصد نظر بھی کی اور ادراک کیا کہ جسمِ انور ہمسائیگی سایہ سے دُور ہے، اور ظاہر ہے کہ ان سب کا احساس و انکشاف جن لوگوں کے لئے ہوا ہے وہ بہت کم ہیں، جن کے واسطے نہ ہوا پھر اس طائفۂ قلیلہ سے یہ کیا ضرور ہے کہ ہر شخص یا اکثر اس معجزے کو روایت کرے، ہم نہیں تسلیم کرتے کہ مجرد خرقِ عادت باعث توفردواعی ونقل جمیع اکثر حاضرین ہے۔

خادمِ حدیث پر کالشمس فی نصف النہار روشن کہ صدہا معجزاتِ قاہرہ حضور سے غزوات و اسفار و مجامعِ عامّہ میں واقع ہُوئے کہ سیکڑوں ہزاروں آدمیوں نے اُن پر اطلاع پائی مگر اُن کی ہم تک نقل صرف احاد سے پہنچی۔

واقعۂ حدیبیہ میں انگشتانِ اقدس سے پانی کا دریا کی طرح جوش مارنا اور چودہ پندرہ سو آدمی کا

سے لشکر کے سب برتن دُعا فرمانا اور اس توشہ کو جمع کرکے اور بقیہ وضو کرنا اور اسے پینا علٰی اختلاف الروایات

سب کے سامنے اس کا سو آدمی پندرہ چودہ اور بالضرور ہیں ایسے معجزات میں باقی بچ رہنا قدر بھر دینا اور اسی

مگر ان میں سے چودہ نے بھی اسے روایت نہ فرمایا۔ وقوع ہوا اور سب نے اس پر اطلاع پائی

فقیر نے کتب حاضرۂ احادیث خصوصًا وہ کتابیں سِیَر و فضائل کی جن کا موضوع ہی اس قسم کی

باتوں کا تذکرہ ہے مانند شفائے قاضی عیاض و شرح خفاجی و مواہبِ لدنیہ و شرح زرقانی و مدارج النبوۃ

و خصائص کبرٰی علامہ جلال الدین سیوطی وغیرہا مطالعہ کیں، پانچ سے زیادہ راوی اس واقعے کے نہ پائے۔

اسی طرح رَدِّ شمس یعنی غروب ہو کر سورج کا لوٹ آنا اور مغرب سے عصر کا وقت ہو جانا جو غزوۂ خیبر میں

مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے لئے واقع ہوا۔ کیسی عجیب بات ہے کہ عدمِ ظل کو اس سے اصلاً نسبت

نہیں اور اس کا وقوع بھی ایک غزوہ میں ہوا کما ذکرنا (جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ ت) اور تعداد لشکرِ خیبر

کی سولہ سو، بالضرور یہ سب حضرات اس پر گواہ ہونگے کہ ہر نمازی مسلمان خصوصًا صحابۂ کرام کو بغرض نماز

آفتاب کے طلوع و غروب زوال کی طرف لاجرم نظر ہوتی ہے۔

توریت میں وصف اس اُمّتِ مرحوم کا رعاۃ الشمس کے ساتھ وارد ہوا کما رواہ ابونعیم

عن کعب الاحبار عن سیّدنا موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام (جیسا کہ اس کو ابونعیم نے

بحوالہ کعب احبار سیّدنا موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا ہے۔ ت) یعنی آفتاب کے

نگہبان کہ اس کے تبدلِ احوال اور شروق و اُفول و زوال کے جویاں و خبرگیراں رہتے تھے، جب آفتاب

نے غروب کیا ہوگا بالضرور تمام لشکر نے نماز کا تہیّہ کیا ہوگا، دفعۃً شام سے دن ہوگیا اور خورشید

اُلٹے پاؤں آیا، کیا ایسے عجیب واقعہ کو دریافت نہ کیا اور نہ معلوم ہُوا ہوگا کہ اس کے حکم سے لوٹا ہے

جسے قادرِ مطلق کی نیابتِ مطلقہ اور عالمِ علوی میں دستِ بالا حاصل ہے (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)

لیکن اس کے سوا اگر کسی صاحب کو معلوم ہو کہ اتنی بڑی جماعت سے دو چار آدمیوں نے اور بھی اس

معجزے کو روایت کیا تو نشان دیں۔

بالجملہ یہ حدیث واہیہ ہے جس کی بناء پر ہم عقل و نقل و اتباعِ حدیث و علماء کو ترک نہیں کرسکتے، کیا یہ

اکابر اس قدر نہ سمجھتے تھے یا انھوں نے دیدہ و دانستہ خدا اور رسول پر افتراء گوارا کیا، لاحول ولا قوۃ الّا باللہ

العلی العظیم، بلکہ جب ایک راوی اس حدیث عدمِ ظل کے ذکوان ہیں اور وہ خود ابوصالح سمان زیات ہوں

یا ابوعمرو مدنی مولائے صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہما تردد فیہ الزرقانی (اس میں زرقانی نے

تردد کیا۔ ت) بہر تقدیر تابعی ثقہ معتمد علیہ ہیں کما ذکر ایضًا و ...... اور تابعین و علماء ثقات

اہلِ ورع واحتیاط سے مظنون یہی ہے کہ غالب حدیث کو مرسلاً اُسی وقت ذکر کریں گے جب انھیں شیوخ و صحابہ کثیرین سے اسے سُن کر مرتبۂ قُرب ویقین حاصل کرلیا ہو۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ در صورت اسناد صدق وکذب سے اپنے آپ کو غرض نہ رہی۔ جب ہم نے کلام کو اس کی طرف نسبت کردیا جس سے سُنا ہے تو ہم بری الذمہ ہوگئے بخلاف اس کے کہ اس کا ذکر ترک کریں اور خود لکھیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایسا کیا، ایسا فرمایا، اس صورت میں بار اپنے سر پر رہا تو عالم ثقہ، متورع، محتاط، بے کثرتِ سماع واطمینان کلّی قلب کے ایسی بات سے دُور رہے گا۔ اس طور پر ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سایہ نہ ہونا بہت صحابہ نے دیکھا اور ان سب سے ذکوان کو سماع حاصل ہوا اگرچہ اُن کی روایات ہم تک نہ پہنچیں۔

ھکذا ینبغی ان یفھم المقام وینقح المرام، واللہ ولی الفضل والتوفیق والانعام، ھٰذا وقد بقی بعد خبایا فی زوایا الکلام لعلھا یفوز بھا فکر وھذا کلہ وقد وجد مما الھمنی ربی بفضل منہ ونعمۃ لایجد من قلبی ان ربی لذو فضل عظیم انہ ھو الرؤف الرحیم ولاحول ولا قوۃ الّا باللہ العزیز الحکیم وظنی انی بحمد ربی الجلیل قد اثبت فی المسئلۃ مایشفی العلیل ویروی الغلیل ولا یخل بالکثیر ولا بالقلیل، واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل انہ حسبی ونعم الوکیل اسألہ ان یجنبنی بھا و

اسی طرح چاہیے مقام کی تفہیم اور مقصد کی تنقیح۔ اللہ تعالٰی ہی فضل وتوفیق اور انعام کا مالک ہے تحقیق ابھی کچھ پوشیدگیاں کلام کے گوشوں میں باقی ہیں۔ امید ہے کہ فکر صائب ان تک رسائی حاصل کرلے گی۔ یہ جو کچھ مذکور ہوا میرے رب نے اپنے فضل ونعمت سے میرے دل میں ڈالا ہے یہ میرے دل کی تخلیق نہیں ہے۔ بیشک میرا رب بڑے فضل والا ہے اور وہ رؤف ورحیم ہے۔ عزت وحکمت والے اللہ کی توفیق کے بغیر نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی قوت۔ میرا گمان ہے کہ میں نے اپنے ربِ جلیل کی حمد سے مسئلۂ مذکورہ میں وُہ کچھ ثابت کردیا ہے جو بیمار کو شفا دے گا اور پیاسے کو سیراب کرے گا اور قلت وکثرت کے ساتھ مخل نہ ہوگا۔ اللہ تعالٰی حق فرماتا ہے اور راہِ راست کی ہدایت فرماتا ہے بیشک وُہ میرے لئے کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے، میں اللہ تعالٰی سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اور

کل من زل زلة ویجعلها ظلا ظلیلا علٰی رؤسنا یوم لا ظل الاظلہ وان یصلی علٰی ابھی اقمار الرسالة وابھرھا واسنٰی شموس الکرامة وانوارھا الذی لم یکن لہ ظل فی شمس و لاقمر وفدیات وصلہ وعلٰی صحبہ واٰلہ متظللین باذیالہ والداعین الٰی نعم اظلالہ وعلینا معھم اجمعین برحمة انہ رؤف رحیم واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

ہر لغزش کرنے والے کو اس کی برکت سے لغزش سے بچائے اور اسے ہمارے سروں پر گھرا سایہ بنائے جس روز اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے روشن ترین ماہتابِ رسالت پر اور سب سے زیادہ چمکدار آفتابِ کرامت اور اس کے انوار پر جس کا سایہ نہ تھا دھوپ میں نہ چاندنی میں، اور آپ کے صحابہ و آل پر جو آپ کے دامنِ رحمت کے سایہ میں ہیں اور آپکے سایۂ رحمت کی نعمتوں کی طرف دعوت دینے والے ہیں، اور اُن کے ساتھ ہم سب پر رؤف و رحیم کی رحمت سے۔ (ت)

رسالہ

قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم

ختم ہوا

رسالہ

ھدی الحیران فی نفی الفیئ عن سیّد الاکوان

۱۲۹۹

(سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سایہ کی نفی کے بارے میں حیرت زدہ کے لئے راہنمائی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ حمدا تنجلی بہا ظلمات الآلام والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد قمر التمام وعلی اٰلہ واصحابہ مصابیح الظلام وعلی المھتدین بانوارھم الی یوم القیام۔ وبعد فقال العبد الملتجی الی ربہ القوی عن شر کل غوی وغبی عبدہ المذنب احمد رضا المحمدی ملۃ والسنی عقیدۃ والحنفی عملا والقادری البرکاتی الاحمدی طریقۃ وانتسابا و

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جن سے دکھوں کی تاریکیاں دُور ہوتی ہیں۔ درود وسلام ہو ہمارے آقا محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جو ماہ کامل ہیں اور آپ کی آل پر اور آپ کے صحابہ پر جو اندھیروں میں چراغ ہیں اور ان پر جو تاقیامت آل واصحاب کے انوار سے ہدایت حاصل کرتے رہیں گے۔ بعد ازیں ہر گمراہ اور کُند ذہن کے شر سے ربِ قوی کی پناہ کا طلبگار اُس کا خطاکار بندہ احمد رضا کہتا ہے جو ملّت کے اعتبار سے محمدی، عقیدہ کے اعتبار سے سُنّی، عمل کے اعتبار سے حنفی، طریقت وانتساب کے اعتبار سے قادری برکاتی احمدی، مولد ووطن

البریلوی مولدًا وموطنًا والمدنی والبقیعی ان شاء اللہ مدفنا ومحشرا فالعدنی الفردوسی رحمۃ اللہ منزلا ومدخلا مستنیرا بانوار الھدایۃ والیقین حاسما لخدشات الظن والتخمین بك یا ربنا فی کل باب نستعین ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

کے اعتبار سے بریلوی، اور اللہ نے چاہا تو مدفن ومحشر کے اعتبار سے مدنی وبقیعی، پھر اللہ تعالٰی کی رحمت سے منزل ومدخل کے اعتبار سے عدنی و فردوسی ہے درانحالیکہ وُہ ہدایت ویقین کے انوار سے مستنیر ہونے والا اور ظن وتخمین کے خدشات کو مٹانے والا ہے تیری توفیق سے اے ہمارے رب! ہم ہر باب میں تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ اور اللہ بلندی و عظمت والے کی توفیق کے بغیر نہ تو کسی کے لئے گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت۔(ت)

فصل اوّل

ہم حول وقوتِ ربانی پر اتکال واتکال کی عروۂ وُثقٰی دستِ التجا میں مضبوط تھام کر پیش از جواب مفصّل چند مقدمات ایسے تمہید کرتے ہیں جن سے بعون اللہ تعالٰی ارتفاعِ نزاع بہ آسانی بن پڑے۔ عزیزانِ حق طلب! اگر عقلِ سلیم کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دینگے تو ان شاء اللہ انہی شمعوں کی روشنی میں ٹھیک ٹھیک شاہراہِ صواب پر ہولیں گے اور کلفتِ خارزار اور آفتِ یمین ویسار سے بچتے ہوئے تجلائے ہدایت میں نور کے تڑکے ٹھنڈے ٹھنڈے منزلِ تحقیق پر خیمہ زن ہوں گے اور جو تعصب اور سخن پروری کا ساتھ دے تو ہم پر کیا الزام ہے کہ جلتے ریت پر چلانا، بلا کے کانٹوں میں پھنسانا، اندھے کودن میں گرانا، ان دو آفت جان، دشمن دین وایمان کا قدیمی کام ہے وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذروۃ التحقیق (اللہ ہی سے توفیق ہے اور اسی کی بدولت تحقیق کی بلندی تک پہنچا جاسکتا ہے۔ت)

مقدّمۂ اولٰی: جب دُو چیزوں میں عقل یا نقل ملازمت ثابت کرے تو بحکم قضیۂ لزوم، بعد ثبوتِ ملزوم، تحقق لازم خود محقق ومعلوم، اور تجشّم دلیل کی حاجت معدوم۔ اسی طرح بعد انتفائے لازم انعدامِ ملزوم آپ ہی مفہوم، کما ھو غیر خاف ولامکتوم، اور اسی ملازمتِ واقعہ کے باعث مرتبۂ ادراک میں بھی بعد علم باللزوم، وجودِ لازم وانتفائے ملزوم، تحققِ ملزوم وعدمِ لازم کا شک ووہم وظن و یقین وتکذیب میں تابع رہتا ہے، مثلاً جسے وجودِ ملزوم پر تیقّن کامل ہوگا اس کے نزدیک ثبوتِ لازم

بھی قطعی یقینی ہوگا اور ظانّ و شاکّ و واہم کے نزدیک مظنون و مشکوک و موہوم ہوگا اور یہ معنٰی بدیہیاتِ باہرہ سے ہیں۔

مقدمۂ ثانیہ: دعاوی و مقاصد خواہش ثبوت میں متساویۃ الاقدام نہیں بعض ایسے درجۂ اہتمام و رفعتِ مقام میں ہیں کہ جب تک نقل صحیح صریح، متواتر، قطعی الدلالۃ ہر طرح کے شکوک و اوہام سے منزّہ و مبرّا نہ پایا جائے ہرگز پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچ سکتے، احادیثِ احاد اگرچہ بخاری و مسلم کی ہوں اُن کے لئے کافی نہ ہوں گی۔

اسی قبیل سے ہے اطلاق الفاظِ متشابہات کہ حضرتِ عزت میں اصح الکتب سے ثابت مگر عدمِ تواتر مانعِ قبول اور حلال و حرام کی جب بحث آئے تو احادیثِ ضعیفہ سے کام نہ لیں گے اور فضائلِ اعمال و مناقبِ رجال میں دائرہ کو خوب توسیع دیں گے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ثابت الاصل کے مؤیدات و ملائمات میں چنداں اہتمام منظور نہیں، مثلاً ہمیں یقینیات سے معلوم ہوچکا کہ ذکرِ الٰہی و تکبیر و تہلیل و نماز و درود وغیرہا اعمالِ صالحہ محمودہ ہیں، اب خاص صلوٰۃ التسبیح کی حدیث درجۂ صحت تک پہنچنا ضرور نہیں، یا نصوصِ قرآنیہ و احادیثِ متواترۃ المعنٰی ہمیں ارشاد فرماچکیں کہ صحابۂ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ و علیہم اجمعین سب اربابِ فضائل و علوِّ شان و رفعتِ مکان اور اللہ تبارک و تعالٰی کے بندگانِ مقبول و بہترینِ اُمتیاں ہیں۔

اب خاص حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مناقب بخاری و مسلم ہی پر مقصور نہیں، اسی قبیل سے ہے بابِ معجزات و خوارقِ عادات کہ حضور اقدس خلیفۂ اعظم بارگاہِ قدرت سے صدورِ آیات و معجزات اور ملکوت السموٰت والارض میں حضور کے ظاہر و باہر تصرفات، قاطعاتِ یقینیہ سے ثابت، تو اب شہادتِ ظلیٰ یا عدمِ ظل کا ثبوت صحاحِ ستہ پر محصور نہیں علماء نے تو بابِ خوارق میں غرابتِ متن پر بھی خیال نہ کیا اور حدیث کو باوجود ایسے خدشہ کے حسن و مقبول رکھا۔

امامِ اجل ابوعثمٰن اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن صابونی کتاب المائتین میں حدیثِ حضرتِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ حضور پُرنور سے مہدِ اقدس میں چاند باتیں کرتا اور جدھر اشارہ فرماتے جھک دیتا، ذکر کرکے فرماتے ہیں،

هذا حدیث غریب الاسناد والمتن وهو فی المعجزات حسن[1] اھ اثرہ الامام العلامۃ

یہ حدیث اسناد و متن کے اعتبار سے غریب ہے اور وہ معجزات میں حسن ہے اھ۔ اس کو امام قسطلانی

---

[1] المواہب اللدنیۃ بحوالہ الصابونی فی المائتین المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۵۲

القسطلانی فی المواھب۔

نے مواہب میں ترجیح دی۔(ت)

علامہ زرقانی شرح میں لکھتے ہیں :

لان عادۃ المحدثین التساھل فی غیر الاحکام والعقائد مالم یکن موضوعا۔[1]

کیونکہ محدثین کی عادت ہے کہ وہ احکام وعقائد کے غیر میں چشم پوشی سے کام لیتے ہیں جب تک حدیث موضوع نہ ہو۔(ت)

مقدمہ ثالثہ، علماء کی تلقی بالقبول کو ایراثِ قوت میں اثرِ عجیب ہے کہ وہ ہر طرح ہم سے اعرف واعلم تھے، ہماری ان کی کوزہ ومحیط کی بھی نسبت ٹھیک نہیں، وہ سمائے علوم کے بدرِ منیر اور ہم عامی انھیں کی روشنیوں سے مستنیر، جب وہی ایک امر کو سلفاً وخلفاً مقبول رکھیں اور اپنی تصانیف اس کے ذکر سے موشح کریں تو ہمیں کیا جائے انکار ہے،

وفی مثل ذٰلك یقول الامام العلامۃ العارف الربانی سیدی عبدالوھاب الشعرانی فی المیزان "ان ھٰؤلاء الائمۃ الذین توقفت عن العمل بکلامھم کانوا اعلم منك واورع بیقین فی جمیع مادونوہ فی کتبھم لاتباعھم، وان ادعیت انك اعلم منھم نسبك الناس الی الجنون او الکذب جحدا وعنادا وقد افتی علماء سلفك تلك الاقوال التی تراھا انت ضعیفۃ ودانوا اللہ تعالٰی بھا حتی ماتوا فلا یقدح فی علمھم وورعھم جھل مثلك بمناز عھم وخفاء مدارکھم ومعلوم بل مشاھد ان کل عالم لایضع فی

اور اسی کی مثل میں امام علامہ عارف ربانی سیدی عبدالوہاب شعرانی میزان میں فرماتے ہیں، اور یہ تمام امام جن کے کلام پر عمل کرنے میں تو توقف کرتا ہے تجھ سے علم میں زیادہ ہیں اور دینی ذخیرہ انھوں نے اپنے مقلدین کے لئے جمع کیا ہے اس میں یقیناً تجھ سے زیادہ متقی اور محتاط ہیں اور اگر تو اپنی علمیت کا دعوٰی کرتا ہے تو لوگ قصداً تجھے مجنون اور دروغ گو کہیں گے اور یہ اقوال جن کو تو ضعیف جانتا ہے وہی ہیں جن کے ساتھ علماءِ متقدمین نے فتوٰی دیا ہے اور اسی کی وجہ سے وہ اللہ کے قریب ہوئے حتی کہ اس دُنیائے فانی سے رخصت ہوئے اور اگر تجھ جیسا ان کے مراتب ومدارک سے ناواقف ہو تو ان کے مراتب وتقوٰی میں کچھ نقصان نہیں آسکتا اور یہ بات معلوم بلکہ مشاہدہ ہے کہ ہر عالم

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۴۷

مؤلفہ عادۃ الاماتعب فی تحریرہ و وزنہ بمیزان الادلۃ والقواعد الشرعیۃ وحررہ تحریرالذھب والجوھر، فایاك ان تنقبض نفسك من العمل بقول من اقوالھم اذا لم تعرف منزعہ فانك عامی بالنسبۃ الیھم والعامی لیس من مرتبتہ الانکار علی العلماء لانہ جاھل[1]۔

اپنی اپنی کتب میں وہ امور لائے جن کے لکھنے میں مشقت برداشت کرنی پڑی اور جن کو ادلّہ اور قواعدِ شرعیہ کے ترازو پر تول لیا ہے اور ان کو سونے اور چاندی کی طرح مزیّن کیا ہے، پس تُو اپنے آپ کو اس سے بچا کہ ان کے اقوال میں سے کسی ایسے قول پر عمل کرنے سے تمہارا دل تنگ ہو جس کا ماخذ تمہاری سمجھ میں نہ آیا ہو کیونکہ تو بہ نسبت ان کے عامی ہے اور عامی کا یہ مذہب نہیں کہ وہ علماء کا انکار کرے کیونکہ وہ عامی جاہل ہوتا ہے۔(ت)

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کا فتوٰی سابق کہ اسی بارے میں لکھ چکا ہوں پیشِ نگاہ رکھ کر ان مقدمات میں امعانِ نظر کیجئے تو بحمد اللہ تمام شکوک واوہام ہباءً منثورًا ہوجاتے ہیں، ہاں میں بھولا، ایک شرط اور بھی درکار ہے، وہ کیا، عقل کا اتباع اور تعصّب سے امتناع، مگر یہ دولت کسے ملے؟ جسے خدا دے۔

یہاں تو اجمال کی غنچہ بندیاں تھیں اور تفصیل کی بہارِ گلفشانی پسند آئے تو لیجئے بگوشِ ہوش وقلبِ شہید وانصاف کوش، استماع کیجئے۔ رب ارحم من انصف واھد عنیدا خالفا (اے میرے پروردگار انصاف کرنے والے! رحم فرما اور مخالفت کرنے والے ہٹ دھرم کو ہدایت عطا فرما۔ت)

قولہ صرف حکیم ترمذی نے کہ غیر صاحب تصحیح اور شخص ہیں، اپنی کتاب نوادر الاصول میں روایۃً کہا ہے،

ولم یکن لہ ظل لافی الشمس ولا فی القمر۔ آپ کا سایہ نہ تھا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں(ت)

اقول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (اللہ تعالٰی نبی کریم پر درود وسلام نازل فرمائے۔ت)

مجیب کے اس سارے جواب کا چنٹُ صرف اسی زعم فاسد پر ہے جو قصورِ نظر سے ناشی۔ حکیم ترمذی نے تو اس حدیث کو ذکوان تابعی سے مرسلًا روایت کیا اور اسے موصولًا مع زیادتِ مفیدہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرنے والے امامِ جلیل، حبرِ نبیل، حجۃ اللہ فی الارضین، معجزۃ من معجزات سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، حضرت امام ہمام عبد اللہ بن مبارک قدس سرہ المتبرک جن کی جلالتِ شان و

---

[1] میزان الشریعۃ الکبرٰی فصل فی بیان ذکر بعض من اطنب فی الثناء الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۹۰

غزارتِ علوم آفتاب نیمروز سے اظہر و ازہر، امام اجل احمد بن حنبل و امام سفیان ثوری و امام یحییٰ ابن معین و ابوبکر بن ابی شیبہ و حسن بن عرفہ وغیرہم اکابر ائمہ محدثین، فنِ حدیث میں اس جناب رفعت قباب کے شاگرد ان مستفیض ہیں اور کتابوں پر اگر نظر نہ ہو تو شاہ صاحب کی بستان ہی دیکھئے، کیا کچھ مدائح اس جناب کے لکھ کر مستوجب رحمتِ الٰہی ہوئے ہیں۔

ان کے بعد اس حدیث کے راوی امام علامہ شمس الدین ابوالفرج ابن الجوزی ہیں، رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ، کہ کتاب الوفاء میں اسے روایت فرمایا[1]۔ فنِ حدیث میں ان کی دستگاہِ کامل کسے معلوم نہیں خصوصًا برعکس امام ابوعبداللہ حاکم جرح و تضعیف پر حرصِ شدید رکھتے ہیں، پھر جس حدیث پر یہ اعتماد کریں ظاہر ہے کہ کس درجہ قوت میں ہوگی، پس باوجود تعددِ طرق و کثرتِ مخرجین، حدیث کو صرف روایت حکیم کہنا محض باطل، اور باطل پر جو کچھ مبنی، سب حلیہ صواب سے عاطل، اور معلوم نہیں لفظ "روایۃً" کس غرض سے بڑھایا، ظاہرًا اعضال یا تعلیق کی طرف اشارہ فرمایا کقول القائل روی کذا او ذکر عن زید عن عمرو کذا (جیسے قولِ قائل کہ یوں روایت کیا گیا ہے اور زید سے بحوالہ عمرو یوں ذکر کیا گیا ہے۔ ت) کہ مقصودِ مجیب حدیث کو بے اعتبار ٹھہرانا ہے تو بشہادتِ سوق وہی الفاظ لائے جائیں گے جو مقصود کے ملائم و مؤید ہوں نہ وہ کہ ایک قسم کی بے اعتباری کو دفع کریں اور اعتبار سے اصلًا منافات نہ رکھیں، حالانکہ محدثین کے نزدیک تخریج و روایت کا ایک ہی مفاد اور ذکرِ اسناد دونوں جگہ مراد کما تفصح عن کلمات العلماء الامجاد (جیسا کہ بزرگ علماء کی عبارات نے اس کو خوب واضح کردیا ہے۔ ت) پس اگر اس اصطلاحِ محدثین پر اطلاع تھی تو مقصود سے بیگانہ لفظ کی زیادت کیوں ہوئی اور ایسے مؤاخذے تو ہم ضروری بھی نہیں سمجھتے کہ روایتِ حکیم کی نقل میں کمی بیشی واقع، ان کے پاس لفظِ حدیث یوں ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یکن یری لہ ظل فی شمس ولا قمر[2]	سورج اور چاند کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔ (ت)

قولہ مگر محدثانِ اعلام نے اس حدیث کو معتبر نہیں مانا ہے۔

اقول جب اس کتاب کے سوا اور ائمہ اعلام نے بھی حدیث کو روایت فرمایا تو اس کتاب

---

[1] الوفاء باحوال المصطفٰی الباب التاسع والعشرون مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۴۰۷

[2] الخصائص الکبرٰی بحوالہ الحکیم الترمذی باب الآیۃ فی انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یری الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۶۸

جب تو محض
غیر معتبر ہونا کیا مضرت رکھتا ہے، معہذا غیر معتبر ماننے کے یہ معنی کہ اس کی ہر روایت کو باطل سمجھا، جب کا حال نہایت
غلط، نہ کوئی محدث اس کا قائل، خود اکابر محدثین اسی نوادر الاصول بلکہ فردوس دیلمی سے جس کا حال نہایت کمالایخفٰی
ہی ردی ہے، تو وہ روایتیں اپنی کتب میں لاتے اور ان سے احتجاج و استناد فرماتے ہیں کمالایخفی
علٰی من طالع کتب القوم (جیسا کہ کتبِ قوم کا مطالعہ کرنے والے پر پوشیدہ نہیں ہے۔ ت)
اور جو یہ مقصود کہ اس میں روایاتِ منکرہ و باطلہ بھی موجود ہیں تو بے شک مسلّم، مگر اس قدر سے یہ لازم
نہیں آتا کہ ساری کتاب مطروح و مجروح ٹھہرے اور اس کی کسی حدیث سے استناد جائز نہ رہے،
آخر علمائے سلف احادیثِ نوادر و روایاتِ فردوس سے کیوں تمسک کرتے ہیں اور جب وہ اس سے باز
نہ رہے تو ہم کیوں ممنوع رہیں گے، خود یہی شاہ عبدالعزیز صاحب اور ان کے والد و اساتذہ و مشائخ
شریعت و طریقت اپنی تصانیف میں احادیثِ کتبِ مذکورہ ذکر اور اُن سے استدلال کرتے ہیں۔

قولہ اب یہ کہئے گا کہ جب کتاب مخدوش و مخلوط ہو چکی تو ہر حدیث پر احتمالِ ضعف قائم،
تو اس سے احتجاج اسی کو روا ہوگا جو بصیر و عارف اور نشیب و فرازِ فن سے واقف ہے۔

اقول اب ہمارے مطلب پر آگئے، حدیث عدمِ ظل سے بھی ہم عامیوں نے استدلال نہ کیا
بلکہ یہی ائمہ شان، اربابِ تمیز و عرفان اسے بلانکیرِ منکر مقبول رکھتے آئے اور ہم نے ان کی تقلید سے قبول
کیا۔ اگر ان بصیرت والوں کے نزدیک متنازع فیہ قابلِ قبول نہ ہوتی تو حسبِ عادت اس پر رَد و انکار
کیوں نہ فرماتے اور تلقی بالقبول سے باز آتے۔

قولہ اور مصنف نے بھی التزامِ تصحیح مافیہ نہیں کیا ہے صرح بذٰلک خاتم المحدثین
مولانا شاہ عبدالعزیز محدث الدھلوی رحمۃ اللہ علیہ فی بستان المحدثین (خاتم المحدثین
مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے بستان المحدثین میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ت)

اقول نہ التزامِ تصحیح صحت کو مستلزم، نہ عدمِ التزام اس کا مزاحم۔ اہلِ التزام کی تصانیف میں
بہت روایاتِ باطلہ ہوتی ہیں اور التزام نہ کرنے والوں کی تصنیفوں میں اکثر احادیثِ صحیحہ، آخر
مستدرک حاکم کا حال نہ سُنا جنھوں نے صحت کیا معنٰی التزام شرطِ شیخین کا اِدّعا کیا اور بقدرِ چہارم
احادیثِ ضعیفہ و منکرہ و باطلہ و موضوعہ بھر دیں۔ اسی طرح ابن حبان کا یہ دعوٰی کتاب التقاسیم و
الانواع میں ٹھیک نہ اُترا اور سُننِ ابی داؤد جس میں التزامِ صحاح ہرگز نہیں، صحاحِ ستہ میں معدود
اور ان کا مسکوت عنہ مقبول و محمود۔ یہ سب امور خادمِ حدیث پر جلی و روشن ہیں۔

عزیزا! مدارِ کار اسناد پر ہے، التزام و عدمِ التزام کوئی چیز نہیں، یہ دولت تو روزِ اول

بخاری کے حصہ میں تھی کہ احادیث مسندہ میں حق سبحانہ نے ان کا قصد پورا کیا، پھر ایسی فضول بات کے ذکر سے کیا حاصل! کیا جس کتاب میں التزام صحاح نہیں اس سے احتجاج مطلقاً مباح نہیں! ایسا ہو تو بخاری ومسلم وچند کتب دیگر کے سوا سُنن ابی داؤد وابن ماجہ ودارمی وتصانیف ابی بکر بن ابی شیبہ وعبدالرزاق ودارقطنی وطبرانی وبیہقی وبزار وابی یعلٰی وغیرہا معظم کتب حدیث جن پر گویا مدار شرع وسنت ہے محض بیکار ہوجائیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بلندی وعظمت والے خدا کی طرف سے۔ ت)

قولہ اور کسی حدیث کی معتبر کتاب میں اس مسئلہ سے وجوداً وعدماً بحث نہیں۔

اقول کاش ہمیں بھی معلوم ہوتا حدیث کی کتابیں جناب مجیب عفا اللہ تعالٰی عنا وعنہ کے کتب خانہ میں ہیں یا کتنی حضرت کی نظر سے گزری ہیں کہ بے دھڑک ایسا عام دعوٰی کرتے ہوئے آنکھ نہ جھپکی، ہم نے تو اکابر ائمہ کو یوں سُنا کہ جس حدیث پر اطلاع نہ پائی لم اجد (میں نے نہ پایا۔ ت) یا لم ار (میں نے نہیں دیکھا۔ ت) یا لم اقف علیہ (میں اس پر آگاہ نہ ہوا۔ ت) پر اقتصار فرمایا، یہ لیس (نہیں ہے۔ ت) اور لم یکن (نہیں ہوا۔ ت) کی جرأتیں، حق تو یہ ہے کہ بڑے شخص کا کام ہے۔

علامہ سیوطی سا محدث ان جیسی نظر واسع جنھوں نے دامن ہمت، کمر عزیمت پر چست باندھ کر جمع الجوامع میں تمام احادیث واردہ کے جمع واستیعاب کا قصد فرمایا، دیکھو حدیث اختلاف امتی رحمۃ (میری اُمت کا اختلاف رحمت ہے۔ ت) کی تخریج پر واقف نہ ہوئے اور جامع صغیر میں اسی قدر فرما کر خاموش رہے کہ شاید یہ حدیث کسی ایسی کتاب میں مروی ہوئی کہ ہم تک نہ پہنچی[1] پھر علامہ مناوی تیسیر میں اس کی تخریج، مدخل بیہقی وفردوس دیلمی سے تلاش ہی کر لائے[2] پھر ہم کو بایں بضاعت مزجاۃ، چھوٹا منہ بڑی بات، یہ دعوٰی کب زیب دیتا ہے مگر تصنیف امام عبداللہ بن مبارک وتالیفات حافظ رزین محدث وکتاب الوفاء علامہ جوزی وشفاء الصدور علامہ ابن سبع وکتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تصنیف علامہ قاضی عیاض ونسیم الریاض علامہ خفاجی وخصائص کبرٰی علامہ جلال الدین سیوطی ومواہب لدنیہ ومنح محمدیہ امام علامہ قسطلانی و

---

[1] الجامع الصغیر تحت حدیث ۲۸۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۴

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث اختلاف امتی رحمۃ مکتبۃ امام الشافعی ریاض ۱/ ۴۹

شرح مواہب علامہ زرقانی و مدارج النبوت شیخ محقق وغیرہا اسفارِ ائمہ دین وعلمائے محققین، آپ کے نزدیک معتبر نہیں یا جب تک بخاری مسلم میں ذکرِ مسئلہ نہ ہو قابلِ اعتبار متصور نہیں۔

فقیر حیران ہے جب حدیث کئی طرق سے مروی ہوئی اور چند ائمہ نے اسے تخریج کیا اور وہ مقتدایانِ ملّت نے اس سے احتجاج فرمایا اور سلفاً خلفاً بے اعتراضِ معترض مقبول رکھا، پھر نہ تسلیم کرنے کی وجہ کیا ہے؟ اگر بالفرض حدیث میں ضعف ہی مانا جائے، تاہم مرتبہ مقام پر نظر چاہئے کہ یہاں تضییق مطلوب ہے یا توسیع محبوب، صحت نہ سہی، کیا حَسَن سے احتجاج نہیں ہوتا؟ حَسَن بھی نہ مانو، کیا ضعفِ متماسک ایسی جگہ کام نہیں دیتا؟ آخر اقسامِ حدیث میں ایک قسم کا نام صالح بھی سنا ہوگا، اگر ماورائے صحاح سب بیکار ہیں تو حَسَن میں حسن اور صالح میں صلاحیت کس بات کی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون (بیشک ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف ہم کو لوٹنا ہے۔ ت)

قولہ مسلمان کو ایک جانب پر اصرار نہ چاہئے۔

اقول اگرچہ حق واضح ہو؟ یہ کلمہ عجیب وضع کیا، مسلمان کی شان وہ ہے جس سے رب تبارک وتعالٰی قرآن مجید میں خبر دیتا ہے:

یستمعون القول فیتبعون احسنہ[1] جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔ (ت)

دامنِ ائمہ ہاتھ سے دے کر شاہراہِ یقین سے دُور پڑیئے اور شکوک وترددات کے کانٹوں میں اُلجھئے۔

اے عزیز! جب مسلمان نقی الایمان ادھر تو یہ سنے گا کہ اس باب میں احادیث وارد اور ارکینِ دین متین و اساطینِ شرع مبین کی تصانیف اس سے مملو ومشحون اور ادھر اس کے قلب کی حالتِ ایمانی جو تکثیر فضائل سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جان سے پیاری ہے، بہ شوق تمام سرو قد استادہ ہو کر مرحبا گویاں اسے مسندِ آمنّا وصدقنا پر جگہ دے گی اور ادھر داعیہ عقلِ سلیم انبعاثِ تازہ پاکر حکمِ قطعی لگائے گا کہ میرا محبوب سراپا نور ہے اور نور کا سایہ خرد سے دُور، تو ان انوارِ پے در پے کی متواتر ریزشوں کے حضور شکوک واوہام کی ظلمت کیونکر ٹھہر سکے گی اور تیقنِ کامل کی روشنی چار جانب سے سراپا کو محیط ہو کر کس طرح اصرار و اذعان کے رنگ میں نہ رنگ دے گی۔

ہم چھوٹی سی دو باتیں پوچھتے ہیں، شک کرنے والے کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۱۸

نورِ بحت ہونے میں تامل ہے یا سایہ کو کثافت لازم ہونے میں تردد۔ اگر امرِ اول میں شک رکھتا ہے تو میں اپنی زبان سے کیا کہوں، صرف اپنے ایمان صرف غیر مشوب بالاوہام اور قضیۂ اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ ت) کے لازمی احکام سے حکم اپنا دریافت کرلے، اور امر دوم میں تردد ہے تو مفتیِ عقل کی بارگاہ سے جنون و دیوانگی کا فتوٰی مبارک، اسی لئے ہم دعوٰی حتمی کرتے ہیں کہ اگر اس باب میں کوئی حدیث نہ آئی ہوتی، نہ کسی عالم نے اس کی تصریح فرمائی ہوتی، تاہم بملاحظہ ان آیات واحادیثِ متکاثرہ متواترہ متظافرہ کے جن سے بالقطع والیقین سراپائے سیدالمرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نورِ صرف کانِ لطافت وجانِ اضارت ہونا ثابت، ہم حکم کرسکتے کہ حضور کے لئے سایہ نہ تھا، نہ کہ باوجود توافقِ عقل و نقل تسلیم میں لیت ولعل ہو (والعیاذ باللہ)۔

شک کرنے والا ہمیں نہیں بتاتا کہ اسے ردِّ احادیث وطرحِ اقوالِ علماء پر کون سی بات حامل ہوئی، کیا ایسے ہی اکابر کے اقوال ان ارشادات کے صاف برخلاف، کہیں دیکھ پائے یا عقل نے نورِ محض کے سایہ ہونے کی بھی کوئی راہ نکالی جو اس نے دلائل میں تعارض جان کر شک و تردد کی بناء ڈالی اور جب ایسا نہیں تو شاید عظمت قدرتِ الٰہی میں تأمل یا وہی بدمذہبوں کا قیاس مقلوع الاساس کہ ما انتم الا بشر مثلنا[1] (نہیں ہو تم مگر ہماری طرح بشر۔ ت) اس پر باعث ہوا، جب تو آفت بہت ہی سخت ہے، اللہ تعالٰی رحم فرمائے۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ ط انک انت الوھاب[2]	اے رب ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تُو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر، بے شک تُو ہے بڑا دینے والا۔ (ت)

قولہٗ ادعائے وجودِ ظل میں ایہام سُوءِ ادب ہے۔

اقول الاٰن حصحص الحق[3] (اب حق واضح ہوگیا۔ ت) اللہ تعالٰی نے حق بات کو عُلوّ وغلبہ میں کچھ ایسی شانِ عجیب عطا فرمائی ہے کہ تشکیک وحیرت بلکہ تکذیب معاندت کی تاریکیوں

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/ ۱۵
[2] " ۳/ ۸
[3] " ۱۲/ ۵۱

میں بھی من حیث لایدری اپنا جلوہ دکھا جاتی ہے، مجیب کو منع اصرار پر اصرار تھا، اب اقرار کرتے ہیں کہ وجودِ ظل ماننے میں ایہامِ سُوءِ ادب ہے، اور پُر ظاہر کہ ایہامِ گستاخی تو وہیں ہوگا جہاں عیب و منقصت کا پہلو نکلتا ہو، اب شرعِ مطہر سے پُوچھ دیکھئے کہ ایسی بات کا جزماً و قطعاً ردّ و انکار واجب یا سکوت و حیرت کی کشمکش میں مہمل چھوڑ دینا مناسب نہیں۔ اب تو آپ کے اقرار سے فرضِ قطعی ٹھہرا کہ سایہ ہونے کا اقرارِ بلیغ کیا جائے اور اس پر حددرجہ کا اصرارِ تام رکھا جائے کہ ہر اس خس و خاشاک سے جو ایہاماً و احتمالاً بھی بُوئے تنقیص دیتا ہو، ساحتِ نبوت کی تبریت اصولِ ایمان سے ہے اور بات بھی یہی ہے کہ جب سایہ کو کثافت لازم اور لطافتِ کاملہ عدمِ ظل کو مستلزم، تو بحکمِ مقدمۂ اولیٰ جسے عدمِ سایہ میں شک ہوگا وُہ درحقیقت سراپائے اقدس حضرتِ رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کی لطافت میں متردد ہے اور سایہ ماننے والا کثافت اور نہ ماننے والا کمال لطافت کا معتقد ہے پھر مسلمانوں کو نفیِ سایہ پر اصرار سے منع کرنا بعینہٖ یہ کہنا ہے کہ لطافتِ جرم والا کو یقینی نہ جانو اور عیاذاً باللہ کثافت بھی محتمل مانو۔ اب اس شک و ابدائے احتمال کا حکم بغایتِ شدید ہونا چاہئے تھا مگر خیر گزری کہ لازمِ مذہب، مذہب نہیں قرار پاتا۔

قولہٗ اور اصرار بر عدم میں احتمالِ دعوٰیٔ غیر واقع ہے۔

اقول احادیثِ صحاح بخاری و مسلم یکسر اُڑ گئیں؟ کہیں نہیں کہہ سکتے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فرمایا یا ایسا کیا یا وہاں یہ واقعہ ہُوا کہ جب تک تواتر نہ ہو احتمالِ دعوٰیٔ غیر واقعہ سب جگہ قائم، کچھ دنوں خدمتِ شرع نصیب رہے تو خوب واضح ہوجائے کہ احتمالاتِ مجردہ جو مَناشیٔ صحیحہ سے ناشی نہ ہوں یک لخت پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں اور ان پر کسی طرح بنائے کار نہیں ہوسکتی ورنہ واجبات سے تو یکسر ہاتھ دھو بیٹھئے کہ قطع و یقین منافیِ وجوب اور بے تیقن اصرار معیوب، تیمم کے طریقے بالکل مسدود کہ ہر خاک و سنگ میں احتمالِ نجاست موجود، نصِ قرآنی یا احادیثِ متواترہ میں تو ان مٹیوں کی پاکی مذکور نہیں، نہ یہ زمینیں ابتدائے خلقت سے ہر وقت ہمارے پیشِ نظر ہیں کہ عدمِ تنجّس پر یقین حاصل ہو، ہر نماز کے وقت ہر بار کپڑے پاک کرنا ضرور ہو کہ ممکن ہے کوئی ناپاکی پہنچی ہو اور ہمیں اطلاع نہ ہوئی ہو، وضو و غسل و غسلِ ثیاب آبِ غیر جاری سے رَوا نہ ہو کہ یہاں بھی وہی آتش کاسہ میں ہے، اکثر عورتوں خصوصاً زنانِ ہمسایہ و قرابت دار میں احتمال ہے کہ انھوں نے یا ان کی ماں یا باپ نے ناکح کی ماں کا دُودھ پیا ہو یا ناکح نے جس عورت کا دُودھ پیا اُس نے انھیں دُودھ پلایا ہو یا وُہ عورتیں ناکح کے باپ یا دادا یا نانا کی ممسوسہ یا منظورہ بِصُوَرِ معہودہ ہوں، پھر نکاح کیونکر ہو سکے، اور جنھوں نے اِس قاعدۂ جدیدہ سے ناواقفی میں کرلیا ہے ان پر متارکہ لازم ہو، قاضی شہادتِ شہود پر حکم نہیں کرسکتا، ممکن کہ گواہ جھوٹ

بولتے ہوں یا انھیں صورتِ واقعہ یاد نہ رہی ہو الٰی غیر ذٰلک من المفاسد التی لاتحصٰی (اس کے علاوہ بے شمار فساد لازم آئیں گے۔ت) غرض اس دو حرفی قاعدہ نے ایک عالم تہ و بالا کر ڈالا، دین و دُنیا کا عیش تلخ کر دیا۔

عزیزا! یہ کہنا تو اس وقت رَوا تھا جب کوئی حدیث اس بارہ میں وارد نہ ہوتی، نہ کلماتِ علماء میں اس کا پتا چلتا، نہ وجودِ سایہ لطافتِ تنِ اقدس کے منافی ہوتا، یا یہ ہوتا کہ احادیث و اقوال ایک پلّہ کے دونوں طرف ہوتے اور لطافتِ ثابتہ کسی طرف ترجیح نہ دیتی تو کہہ سکتے تھے کہ دلیل سے کچھ ثابت نہیں ہوتا اور ایک بات پر حکمِ حتمی میں احتمالِ نسبت غیر واقعی ہے اور مسئلہ اصولِ دین سے نہیں، نہ ہمارا کوئی عمل یا عقیدہ اس پر موقوف، پھر خواہ مخواہ خوض بیکار سے فائدہ؟ من حسن اسلام المرء ترکہ مالایعنیہ[1] (کسی شخص کے اسلام کا حُسن یہ ہے کہ وہ بے مقصد باتوں کو چھوڑ دے۔ت) ایسے ہی مقامات پر علمائے محتاط سکوت و توقف کرتے اور تعارضِ دلائل ذکر کرکے اسی قسم کے کلمات لکھ دیتے ہیں، امثالِ مسائل تفاضلِ نسار و اثابتِ جنّہ و حالِ اطفالِ اصحابِ ضلال سے مجیب نے وہ لفظ سیکھ کر تحریر کر دیئے اور فرقِ مبحثین پر نظر نہ کی، ہم زیادہ نہیں مانگتے ایک ہی جگہ دکھادیں کہ کوئی مسئلہ احادیث سے ثابت اور اقوالِ علماء سے نقلِ خلاف اس پر متظافر اور ایک حکم یقینی ایمانی مثل لطافتِ جسمِ نورانی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسے مستلزم اور اس کے سبب عقلِ نورانی وحبِ ایمانی حقیقتِ مسئلہ پر حاکم ہو، پھر کسی عالم معتبر نے وہاں توقف اختیار کیا ہو اور اصولِ دین سے نہ ہونے یا مخالفتِ واقع کے احتمال کو مانع تسلیم قرار دیا ہو ورنہ یہ نوتراشیدہ مضمون قابلِ توبہ و استغفار ہے۔ ربنا اغفر لنا وللمؤمنین جمیعا (اے ہمارے پروردگار! ہمیں اور تمام مومنوں کو بخش دے۔ت)

قولہ مسئلہ اصولِ عقائد سے نہیں جس کے باب میں ہر شخص کو اہتمام ضرور ہو۔

اقول مجیب صاحب (سامحنا اللہ وایاہ بالعفو والمغفرۃ، اللہ تعالٰی عفو و مغفرت کے ساتھ ہم سے اور اس سے درگزر فرمائے۔ت) نے اس چار سطر کے جواب میں عجب تماشا کیا ہے کہ اکثر دلیلیں جو قائم کیں ان کے صغرٰی کہ ظاہراً تسلیم تھے لکھتے گئے اور کبرٰی کہ بدیہی البطلان تھے، مطوی فرما دیئے، مثلاً لکھا:

"محدثانِ اعلام نے اس کتاب کو معتبر نہیں مانا ہے۔"

---

[1] جامع الترمذی ابواب الزہد باب منہ امین کمپنی دہلی ۲/۵۵

اور کبرٰی کہ جس کتاب کو محدثانِ اعلام نے معتبر نہ مانا ہو اس کی کوئی حدیث قابلِ احتجاج نہیں، ترک کر دیا، پھر لکھا:

"مصنف نے التزامِ تصحیحِ ما فیہ نہیں کیا"۔

اور کبرٰی کہ جس مصنف نے یہ التزام نہ کیا اس کی حدیثیں مستند نہیں، ذکر نہ فرمایا، پھر لکھا:

"کسی حدیث کی معتبر کتاب میں الخ"۔

اور کبرٰی کہ جو مسئلہ کتبِ معتبرہ حدیث میں نہ ہو، قابلِ تسلیم نہیں، چھوڑ دیا۔ پھر لکھا:

"اصرار بر عدم میں احتمال الخ"۔

اور کبرٰی کہ جہاں یہ احتمال ہو اس میں توقف ضرور اور تسلیم بے جا، تحریر نہ کیا۔ اب اخیر درجہ یہ لکھا کہ:

"مسئلہ اصولِ عقائد سے نہیں"۔

اور کبرٰی کی طرف ان لفظوں سے اشارہ کیا:

"جس کے باب میں ہر شخص کو اہتمام ضرور ہو"۔

صاف کہا ہوتا کہ جو مسئلہ اصولِ عقائد سے نہیں اس میں اہتمام کی کچھ حاجت نہیں۔ سبحان اللہ! ایک ذرا سے فقرہ میں تمام مسائلِ فقہیہ کی بیخ کنی کر دی کہ وہ بداہۃً فروع ہیں نہ اصول، پھر ان کا اتباع محلِ اہتمام سے معزول اور واجبات و سُنن کا تو پتا نہ رہا کہ انھیں عقدِ قلب سے کب بہرہ ملا، اب شاید بعد ورودِ اعتراض یہ تخصیص یاد آئے کہ ہمارا کلام مسائلِ غیر متعلقہ بجوارح میں ہے۔

اقول اب بھی غلط، متکلمین تصریح کرتے ہیں، مسائلِ خلافت اصولِ دینیہ سے نہیں، مواقف و شرح مواقف میں ہے:

(ولما توفاہ) اشارۃ الٰی مباحث الامامۃ فانہا وان کانت من فروع الدین الا انہا الحقت باصولہ دفعا للخرافات اھل البدع والاھواء وصونا للائمۃ المھتدین عن مطاعنھم (وفق اصحابہ لنصب اکرمھم واتقٰھم) یعنی ابابکر رضی اللہ تعالٰی عنہ[1] اھ ملخصًا۔ وفیہ من المصدر

(شارح فرماتے ہیں) لما توفاہ، امامت کی بحث کی طرف اشارہ ہے، اگرچہ مسئلہ فروعِ دین سے ہے مگر اہلِ ہوا اور بدعتیوں کے خرافات کو دفع کرنے کے لئے اور ائمہ دین کو ان کے طعن سے بچانے کے لئے اصولِ دین سے ملحق کر دیا (کہ تمام صحابہ کرام اپنے سے اتقٰی و اکرم یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی امامت پر متفق ہو گئے) موقف خامس میں ہے

---

[1] شرح المواقف خطبۃ الکتاب منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/۲۱ و ۲۲

الرابع من الموقف الخامس فی الامامة و مباحثہا لیست من اصول الدیانات و العقائد خلافاً للشیعة اھ[1] ۔

مقصد رابع امامت میں ہے امامت کی بحث اصول عقائد دین میں سے نہیں ہے بخلاف شیعوں کے (کہ اُن کے نزدیک اصولِ دین سے ہے) اھ (ت)

کیا یہ قاعدۂ مخترعہ یہاں بھی اہتمام ضروری نہ رکھے گا اور اقرار و انکار امامت ائمہ کو یکساں کر دے گا' ایران و مسقط کو مژدۂ تہنیت، اب چَین سے اپنا کام کیجئے، خلافتِ راشدہ خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم میں شوق سے کلام کیجئے، تیرہ۱۳ صدی کی برکت سُنّیوں کی ہمت، اب انھیں اِن مباحث سے کام ہی نہ رہا۔ حقیقت خلافت کا اہتمام ہی نہ رہا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون (بیشک ہم اللہ تعالٰی کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ ت۔)

فقیر کو حیرت ہے باوجود توافق عقل ونقل و ورودِ احادیث وشہادتِ ائمۂ عدل و اقتضائے خرد بیانی بحکم لطافت جرم نورانی وتاکیدِ محبتِ سیدِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبول سے کیا چارہ اور ترکِ اصرار و اہتمام کس کا یارا، اور یہ بھی نہیں کھُلتا کہ لفظ "ہر شخص" فرما کر عمومِ سلب سے سلبِ عموم کی طرف کیوں ہوا! کیا بعض کو اہتمام ضروری بھی ہے؟ اور ایسا ہو تو وہ بعض معیّن ہیں یا غیر معیّن؟ برتقدیرِ ثانی کلام، مقصود پر منعکس و منقلب ہوجائے گا اور تحرز عن الوقوع فی المحذور ہر شخص کو اہتمام ضرور قرار پائے گا اور پہلی شق پر حُکمِ احکم لتبیننہ للناس[2] (کہ تم ضرور اُسے لوگوں سے بیان کر دینا۔ ت) کا انقیاد ہو، اس تعیین کی تبیین، پھر اُس پر دلیلِ مبین ارشاد ہو۔

وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد البدر و اٰلہ واصحابہ النجوم والعلم بالحق عند اللہ ربنا تبارك وتعالٰی واھب العلوم استراح القلم من ھذا التنمیق الانیق فی العشرۃ الوسطٰی من ذی الحجۃ المحرم سنۃ ۱۲۹۷ (سبع وتسعین بعد الالف و

اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے ہمارے آقا محمد مصطفٰی پر جو چودھویں کے چاند ہیں اور آپ کے آل و اصحاب پر جو روشن ستارے ہیں۔ حق کا علم اللہ تعالٰی کے پاس ہے جو ہمارا پروردگار ہے اور علوم عطا فرمانے والا ہے۔ اس عمدہ تحریر کی تزیین سے قلم نے حُرمت والے مہینے ذوالحجہ کے درمیانی عشرے کے اندر ۱۲۹۷ھ کو ایک ہی

---

[1] شرح المواقف المرصد الرابع منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۳۴۴

[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۸۷

المائتین) فی جلسة واحدة فی البلدة المطهرة مارهرة المنورة بجنب مزارات الکرام البررة ساداتنا و مشائخنا العرفاء الخیرة افاض اللہ علینا من نفحات فیوضھم العطرة اٰمین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

نشست میں راحت حاصل کی۔ شہر پاک مارہرہ منورہ میں آرام فرمانے والے ان اولیائے کرام کے مزاراتِ مقدسہ کے پہلو میں یہ تحریر لکھی گئی جو ہمارے سردار و مشائخ عارفین گرامی قدر ہیں۔ اللہ تعالٰی ان کے فیوضِ معطرہ کی خوشبوئیں ہمیں عطا فرمائے، آمین! تیری رحمت کے ساتھ اے بہترین رحم فرمانے والے۔ (ت)

فصلِ دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نقلِ تحریر یکہ الحال از ریاست محمد آباد، عمرہ اللہ بالرشد والسداد وصانہا عن الشر والفساد سلسلۂ سخن را جنبشِ تازہ داد۔

نقل تحریر از ریاست محمد آباد جس نے سلسلۂ سخن کو تازہ جنبش دی، اللہ تعالٰی اس ریاست کو ہدایت و درستگی کے ساتھ آباد رکھے اور اس کو شر و فساد سے بچائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہ محمد و اٰلہ واصحابہ اجمعین، امابعد مردم میگویند کہ برائے شخصِ مبارک عالی حضرت رسالت پناہی، نبوت دستگاہی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سایہ ظل چنانچہ جملہ اجسام واجرامِ کثیفہ ولطیفہ را می باشد نبود کہ ہے از ابتدائے خلقت حضرت رسالت پناہی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تا آخر تعالٰی رب العٰلمین تعالٰی شانہ، ہمچناں بود بے سایہ و بے ظل گزرانیدہ اند۔

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ درود وسلام نازل ہو اس کے رسول محمد مصطفٰی پر، آپ کی آل پر اور آپ کے تمام صحابہ پر۔ بعد ازاں لوگ کہتے ہیں کہ جس طرح تمام اجسام کثیفہ ولطیفہ کے لئے سایہ ہوتا ہے ایسا سایہ حضرت عالی مرتبت، رسالت پناہ، نبوت دستگاہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسم مبارک کے لئے نہیں تھا، اور یوں بھی کہتے ہیں کہ پیدائش سے آخر عمر تک ہمیشہ سایہ نہ تھا۔

فقیر میگوید کہ ایں معجزہ در کتابیکہ لائقِ اعتماد باشد و اہلِ سند و اسناد آنرا بسندِ صحیح بیان کردہ باشند، ندیدہ ام در کتابِ صحاح و سنن کہ مروّج انداز کسے نشنیدہ ام کہ ثبوت کردہ اند و آنچہ اہلِ سیر و مغازی بیان میکنند اعتمادِ آں چنانچہ اہلِ حدیث راہست، معلوم پس ہر کرا از اہلِ علم ثبوت آں از روئے سندِ صحیح از کتاب و سنن بیان فرمایند، اجرِ آں از فقیر از خداوند تعالٰی ماموں وارند فقط۔

فقیر کہتا ہے کہ یہ معجزہ کسی ایسی کتاب میں جو لائقِ اعتماد ہو اور اہلِ سند و اسناد نے اسے بسندِ صحیح بیان کیا ہو، میں نے نہیں دیکھا، کتبِ صحاح و سنن میں کسی سے نہیں سُنا کہ ثابت کیا ہو۔ اہلِ سیر و مغازی جو بیان کرتے ہیں اس پر جیسے کہ محدث کو اعتماد ہے، معلوم ہے، لہذا تمام اہلِ علم کو چاہئے کہ اس کا ثبوت از روئے سندِ صحیح کتاب و سنت سے بیان فرمائیں، اس کا اجر فقیر سے خداوند تعالٰے سے امید رکھیں۔ فقط

کتبہ ابوعبداللہ محمد عفی عنہ

بازاہتزاز نسیم ایمانی بپامال فصل خزانی

فصلِ خزانی کی پامالی کیلئے نسیمِ ایمانی کی پھروانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ خالق الظل والحرور جاعل الظلمٰت والنور، ثم الذین کفروا بربھم یعدلون والصلٰوۃ و السلام علی السراج المنیر فی نادی القلوب، القمر المنزہ عن کل کلف وخسوف ومحاق وغروب، ثم الذین فجروا عن نورہ یعمھون وعلٰی اٰلہ النجوم واصحابہ مصابیح العلوم مالم یکن للارمد عند ضوء العین سکون، سایہ پروردہ دامنِ ناسزائی، رُوئے نادیدۂ نیر دانائی، فقیرِ ناسزا، رونقِ بازارِ معاصی فزا، سر بگریبان فکرِ جزا،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ تعالٰے کے لئے ہیں جو سائے اور دھوپ کا خالق اور ظلمت و نُور کو پیدا فرمانے والا ہے۔ پھر کافر لوگ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔ اور درود و سلام نازل ہو دلوں کی مجلس کو چمکانے والے آفتاب پر اور اُس ماہتاب پر جو چھاؤں، گرہن، مِٹ جانے اور غروب ہونے سے پاک ہے۔ پھر نافرمان لوگ اس کے نور سے بے بہرہ ہیں، اور ان کی آل پر جو ستارے ہیں اور اصحاب پر جو علوم کے چراغ ہیں۔ آشوبِ چشم والے کو سورج کی روشنی کے وقت سکون نہیں ہوتا۔ دامنِ نالائقی کے سایہ میں پرورش پانے والا، خورشیدِ دانائی کا چہرہ نہ دیکھنے والا، گناہ افزا بازار کی رونق، فکرِ جزا میں

عبدالمصطفٰے معروف بہ احمد رضا غفر اللہ لہ ما یجری منہ وما مضٰی، خدائے خود را بہ یکتائی ومصطفائے وے را بہ بے ہمتائی ستودہ مہرِ بہشتی چہرِ تحقیق وآفتابِ جہاں تابِ تدقیق را، چناں بریزشِ امطارِ انوار، و بارشِ اضواءِ نصف النہارے آرد کہ پیشترک از ورودِ ایں جوابِ سوال نما وعرضِ اعراض فزا و وفاقِ شقاق آمود، ولطفِ عتاب آلود، فقیر حقیر در ہمیں مسئلہ پیش آیندہ دو ستارہ تابندہ از آفاقِ سخن سرائے، باشراقِ جلوہ نمائے، آوردہ ام یکے کالشمس وضحٰھا ودگر کالقمر اذا تلٰھا ہر کہ چشمے دارد از رمد پاک، ودلی پذیرائے نور ادراک، بصر وبصیرتش را از تجلیہائے ظلمت روالش نیکو ترین بہرہ وریہا مہیا ومہنا باد، عزیزانِ نوکر طرحی تازہ افگندہ اند وراہے جدید پیش گرفتہ، اگر با اینہا نیز بر سم چالشگری دمے چند آویزشی کنیم، یارب بر خاطر خردہ بینانِ خرد پرور ودقت گزینانِ بالغ نظر، بے گوارش مرداد، اٰمین، و باللہ ثم برسولہٖ نستعین، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

قولہ مردم میگویند الخ۔

اقول ائمہ دین یا عوام مقلدین علی الاول

پریشان، عبدالمصطفٰے معروف بہ احمد رضا (اللہ تعالٰی اسکی آئندہ وگزشتہ کوتاہیوں کو معاف فرمائے) اپنے خدا کو یکتا ولاشریک ہونے اور اُس کے مصطفٰے کو بےمثل ہونے کی توصیف کے بعد بہشتی چہرہ والے آفتابِ تحقیق اور جہان کو روشن کردینے والے خورشید کو اِس طرح انوار واضوار کی برسات کے ساتھ لاتا ہے کہ تمہارے سوال کے جواب اور رُوگردانی بڑھانے والی عرض اور خلاف پُر موافقت اور عتاب آلود نرمی سے کچھ پہلے فقیر حقیر نے اس زیرِ نظر مسئلہ کے متعلق سرائے سخن کے کناروں سے دو چمکتے ہُوئے ستارے لائے ہیں، ایک کالشمس وضحٰھا اور دوسرا کالقمر اذا تلٰھا، جو شخص صحتمند آنکھ اور قابلِ نورِ علم دل رکھتا ہے اس کی بصارت وبصیرت کو ان ستاروں کی کاشفِ ظلمات تجلیات سے اچھی طرح کامیابیاں مہیا و مبارک ہوں۔ نئے پیاروں نے جو تازہ طرح ڈالی اور نیا راستہ اختیار کیا، اگر ہم بھی ان کے ساتھ لطور جیسے کو تیسا (ترکی بہ ترکی) مقابلہ کریں تو اے خدا! نکتہ داں عقلمندوں اور باریک بیں بالغ نظروں کے دل پر احساسِ تلخی، انصاف! آمین! اللہ تعالٰی سے پھر اس کے رسول صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے ہم مدد چاہتے ہیں، بلندی وعظمت والے خدا کی توفیق کے بغیر نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت۔

قولہ لوگ کہتے ہیں الخ

اقول لوگوں سے مراد ائمہ دین ہیں یا عوام

بخانۂ مقصود از در نقیض آمدن ست، و استیناس نقد، بہ لباسِ اسد[1] خواستن، مگر ارشادِ ائمہ بسند نیست، کہ دلیلے دیگر جوئی، یا ایں راہِ منزلِ حضرت سلمیٰ نمیرود کہ بہ شعبے جدا گانہ پوئی۔ من فقیر گمان برم و نا راست نمی برم کہ اِن شاء اللہ تعالیٰ رُوئے توجہ بسوئے مقدمہ ثالثہ تحریر ثانی تافتن ہماں باشد، و ایں وسوسہ را جوابِ شافی و علاجِ کافی یافتن ہماں، آخر نہ خدا ئیکہ حضراتِ عالیہ ایشاں را بر سُریرِ امامت وار اَنگ زعامت جائے داد و بحکم الخراج بالضمان[1] ثقل تحمل اعباے گرانبار فاعتبروا یاولی الابصار[2] بر ذمتِ ہمتِ ایشاں نہاد و ضعف و ناتوانی ما عامیان نادیدہ رو و بدستِ کم دانشی گرو دید و بفحوائے ان مع العسر یسرا[3] و و ماجعل علیکم فی الدین من حرج[4] خوانِ نعمت فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[5]

مقلدین؟ اگر ائمہ دین مراد ہیں تو پھر یہ خلافِ مقصود کی طرف آنا اور لباسِ شیر میں اُنسِ نقد طلب کرنا ہے، کیا ائمہ کرام کا ارشاد نا کافی ہے کہ دوسری دلیل طلب کرتے ہو یا ائمہ دین کا یہ راستہ مطلوب تک نہیں پہنچتا، اس لئے علیحدہ پگڈنڈیوں پر بھٹکتے پھرتے ہو؟ میں گمان کرتا ہوں اور درست گمان کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالٰی توجہ کا رُخ تحریر ثانی کے مقدمہ ثالثہ کی طرف ہی پھرنا ہوگا اور تمہارے اس وسوسہ کا وہی جواب شافی و علاج کافی ہوگا۔ آخر خداوند تعالٰی نے حضرات عالی شان کو امامت کے تختوں اور سرداری کی مسندوں پر مقام عطا نہ فرمایا اور الخراج بالضمان (خراج ضمان کی وجہ سے ہوتا ہے۔ت) کے فیصلہ کے مطابق فاعتبروا یاولی الابصار (تو عبرت لو اے نگاہ والو۔ت) کے چراغوں کا بوجھ برداشت کرنا ان کے ذمہ ہمت پر نہ رکھا؟ اور ہم نادیدہ رو کی کمزوری کو اور کم علمی کے ہاتھ گروی شدگان کو نہ دیکھا اور بہ مقتضائے ان مع العسر یسرا (بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ت) اور وما جعل علیکم فی الدین من حرج (اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب البیوع باب ماجاء من یشتری العبد ویستغلہ الخ امین کمپنی دہلی ۱/۱۴۵
[2] القرآن الکریم ۵۹/۲ [3] القرآن الکریم ۹۴/۶
[4] " ۲۲/۷۸
[5] " ۱۶/۴۳ و ۲۱/۷

چید۔

اے خوشا کسیکہ بحکم ان اللہ تصدق علیکم فاقبلوا صدقتہ[1] فرمان ایں صلائے جانفزا پذیرفت، و از کشاکش لم وکیف پاک رست و بداخسیکہ بناکامی اما ھذا فقد اعرض فاعرض اللہ عنہ[2] کار بر خود دشوار کرد و پائے از اندازۂ گلیم بروں کشیدن جست ع
آفتاب اندرمیان آنگہ کہ میجوید سُہا

نعمت فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون (تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمھیں علم نہ ہو۔ت) کا خانچہ نہ چنا؟

دوستو! بہت ہی خوش نصیب ہے وہ جس نے بر تقاضائے ان اللہ تصدق علیکم فاقبلوا صدقتہ (بے شک اللہ نے تم پر صدقہ کیا تو اللہ تعالٰی کے صدقہ کو قبول کرو۔ت) اس روح فزا فرمان کو قبول کیا اور چون وچرا کے چکر سے خلاص ہوا؛ اور بہت بدبخت ہے وُہ جس نے اما ھذا فقد اعرض فاعرض اللہ عنہ (لیکن اس نے اعراض کیا تو اللہ تعالٰی نے اس سے اعراض فرمایا۔ت) کی ناکامی کے سبب اپنے اوپر کام مشکل کرلیا اور اندازۂ گودڑی سے پاؤں باہر کھینچ لے ع
آفتاب اندرمیان آنگہ کہ میجوید سُہا
(آفتاب موجود ہو تو سُہا کو کون تلاش کرتا ہے)

فائدہ: بنات النعش میں ایک باریک ستارہ ہے جس کو سُہا کہتے ہیں۔

وعلی الثانی یارب مگر سیدنا وابن سیدنا حبر الامہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما وحضرت ذکوان تابعی و امام ہمام حجۃ اللہ فے الانام

اور دوسری شق پر (بصورت عوام مقلدین) پناہ بخدا! کیا سیدنا عبداللہ بن عباس، حضرت ذکوان تابعی، عبداللہ بن مبارک، امام ابن الجوزی، ابن سبیع،

---

[1] صحیح مسلم کتاب صلٰوۃ المسافرین وقصرھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۱
سُنن ابی داؤد باب صلٰوۃ المسافر آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۷۰
جامع الترمذی ابواب التفسیر تحت آیۃ ۴/۱۰۱ امین کمپنی دہلی ۲/۱۲۸
سنن ابن ماجۃ باب تقصیر الصلٰوۃ فی السفر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۶

[2] صحیح البخاری کتاب العلم باب من قعد حیث ینتہی بہ المجلس قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶
صحیح مسلم کتاب السلام باب من اتی مجلسا فوجد فرجۃ الخ " " ۲/۲۱۷

عبداللہ بن مبارک وامام حافظ شمس الملۃ والدین ابوالفرج ابن الجوزی وامام علامہ ابن سبع وحافظ رزین محدث وامام الامہ حافظ الشرق والغرب مولانا جلال الملۃ والحق والدین ابوبکر سیوطی وامام علام عاشق المصطفٰی سید الحفاظ جبل الشرع والدین حبل اللہ المتین قاضی عیاض یحصبی وامام ربانی احمد بن محمد خطیب قسطلانی وفاضل اجل محمد بن عبدالباقی زرقانی وعلامہ فہامہ شہاب الملۃ والدین خفاجی وشیخ محقق سیدنا عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم ائمہ دین وجہابذ قادۃ ناقدین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین ونفعنا ببرکاتہم فی الدنیا والدین را معاذ اللہ در سلک عوام منخرط شمارند یا فصوص نصوص ایشاں را از زنگ غلط منزہ نہ پندارند، ان ھذا لشیئ عجاب۔

حافظ رزین محدث، علامہ جلال الدین سیوطی، قاضی عیاض، امام احمد قسطلانی، علامہ زرقانی، علامہ خفاجی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم کو معاذ اللہ عوام میں شمار کرتے ہیں، یا ان کے نگینہ ہائے نصوص کو زنگ اغلاط سے مصفٰی ومبرا گمان نہیں کرتے ان ھذا لشیئ عجاب (بے شک یہ عجیب بات ہے)۔

قولہ چنانچہ جملہ اجسام واجرام کثیفہ ولطیفہ را مے باشد۔

قولہ جیسا کہ تمام اجسام کثیفہ ولطیفہ کے لئے ہوتا ہے۔

اقول نازم ایں کلیتِ مطلقہ واحاطتِ مستغرقہ راکہ بہجوم عموم واغراق اطلاقش بر سنگلاخ کثافت بس نکردہ خیمہ تا بسرحدِ لطافت کشید، ما نا کہ عزیزاں از حقیقت ظل آگاہی ندارند۔ اے مخاطب! سایۂ پروردگار مگر دانی کہ سایہ چیست؛ نیرے تافتن آغاز کرد وبہر جا بساطِ نور گسترد، واجسامے از میان خاستہ ونفوذِ اشعہ را مانع آمدہ اینجا پردہ فروہشت، وپردگی از نور مہجور گشت، ہوائے متوسط کہ بحکم مقابلت وشدتِ قابلیت، از تنور واستضاءت بہرۂ

اقول اس کلیتِ مطلقہ اور احاطہ مستغرقہ پر ناز کہ اس اطلاق کو سنگِ کثافت پر ہی بند نہ رکھا، حدِ لطافت تک کھینچ ڈالا، شاید وہ دوست سایہ کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں۔ اے ناز ونعمت میں پلے ہوئے مخاطب! شاید تمہیں معلوم ہے سایہ کیا شے ہے؛ سورج چمکنے لگا، ہر جگہ نور کی چادر بچھا دی، درمیانی اجسام رکاوٹ بنے اور روشنی کے آگے پردہ لٹکا دیا، پردگی نور سے مہجور ہوگئی، ہوائے متوسط نے بسبب مقابلہ وشدتِ قابلیت روشنی سے کافی حصہ لیا اور اس

کافی ربود، آں محروم را نیز پارہ از انجلاء ارزانی نمود۔

محروم کو بھی روشنی کا کچھ حصہ عطا کیا۔

ایں ضوء ثانی را ظل نامند ونیکو روشن کہ ایں معنٰی بے حجب، وحجب بے منع نفوذ، ومنع نفوذ بے کثافت صورت نہ بندد، و اوفراہ اگر ایں اطلاق راست باشد اشراقِ ارض محال گردد کہ میان فاعل وقابل جرم آسمان حائل، بلکہ ہم از مدعا نقیضِ مدعا لازم آید کہ چوں جسمے ہمچو فلک درمیان ست، استنارۂ ہواکہ مضیئ ثانی ست خود چہ امکان ست، پس از رُوئے زمین تا سطحِ آسمان ہیچ جسمے را سایہ نباشد، والسالبۃ الجزئیۃ تناقض الموجبۃ الکلیۃ وتقیید مرئی بودن کہ حاجب نباشد مگر از مبصرات با آنکہ تخصیص بعد الاعتراض ست در امثال ہوا و نار جاری۔

اس دوسری روشنی کو ظل کہتے ہیں اور خوب ظاہر کہ یہ معنٰی بے پردہ اور پردہ بلامنعِ نفوذ اور منعِ نفوذ کثافت کے سوا ناممکن ہے۔ ہائے زیادتی! اگر یہ اطلاق درست ہو تو زمین کا روشن ہونا محال ہوجائے اس لئے کہ سورج اور زمین کے درمیان جسمِ آسمان حائل ہے بلکہ تمہارے دعوٰی سے ہی تمہارے مدعٰی کی نقیض لازم آتی ہے کہ جب آسمان جیسا جسم درمیان ہے تو ہوا جو ثانوی درجہ میں روشن ہے، کیسے ممکن کہ روشن ہو، لہٰذا رُوئے زمین سے آسمان تک کسی جسم کا سایہ نہ ہو والسالبۃ الجزئیۃ تناقض الموجبۃ الکلیۃ (اور سالبہ جزئیہ موجبہ کلیہ کی نقیض ہے۔ ت) اور چونکہ جو چیزیں نظر آتی ہیں وہی پردہ بنتی ہیں اس لئے مرئی ہونے کی قید لگانا، باوجودیکہ بعد از اعتراض ہے صرف ہوا اور آگ جیسی اشیاء میں جاری ہے۔

امّا نامرئی بودن آسمان مسلم نداریم، واز شہادتِ بصر و ظواہرِ نصوص چرا روئے برتابیم، ما اسلامیاں را با خرافاتِ فلاسفۂ ناہنجار و افسانۂ عالم نسیم وکرۂ بخار چکار، و ہمچو ادعاہائے نامنتظمہ را پیش ظواہر قرآن وحدیث چہ قیمت وکدام وقعت؟

بہرحال آسمان کا غیر مرئی ہونا ہم نہیں مانتے، ہم کیونکر عینی شہادت اور ظاہرِ نصوص سے رُوگردانی کریں، ہم اہلِ اسلام کو بے راہ فلسفہ کی خرافات اور کرۂ ہوا و بخار سے کیا کام؛ اور ایسے بے سروپا دعاوی کی قرآن وحدیث کے ظاہر مفہومات کے سامنے کیا قیمت اور کیسی وقعت؟

قال اللہ تبارک وتعالٰی ولقد زیّنا السماء الدنیا بمصابیح[1]. و

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا، اور

[1] القرآن الکریم ۶۷/ ۵

معلوم ست کہ ازیں قسم زین وشین جز در مبصرات راست نیاید بادرانہ از پوشاک مہوشان زریں کمر زیبفتہ، نہ از خرقہ گدایان دلق در بروصمتے، بلکہ اگر نیکو بنگری در اجسام کثیفہ نیز عموم بجائے خود نیست، کہ میان حجب وکثافت عموم و خصوص مطلق ست، جسم مثلث اگرچند کثیف باشد سایہ ندارد، نہ در آفتاب، نہ در ماہتاب، کہ بہمیں معنے ایمائے لطیف فرمودہ اند در کریمہ انطلقوا الٰی ظل ذی ثلٰث شعب ٥ لاظلیل ولا یغنی من اللھب[1] کما استنبطہ الامام العلامۃ السیوطی فی تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل[2]

معلوم ہے کہ اس قسم کی زینت وعیب مبصرات کے سوا کسی چیز پر صادق نہیں، مثلاً کوئی کیسا ہی مہ رو زرق برق لباس پہن کر سنہری کمر بند باندھے ہوا میں کھڑا ہوجائے تو ہوا کے لئے وہ زینت نہیں کہلاتا اور اگر کوئی منگتا پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہو تو وہ ہوا کیلئے عیب نہیں کہلاتا (کیونکہ ہوا مبصر نہیں) بلکہ اگر بغور دیکھیں تو اجسامِ کثیفہ میں بھی عموم نہیں کیونکہ حاجب بننے اور کثیف ہونے میں عموم و خصوص مطلق ہے، چنانچہ جسم مثلث کا سایہ نہیں ہوتا خواہ کتنا ہی کثیف ہو نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں، آیہ کریمہ انطلقوا الٰی ظل ذی ثلٰث شعب لا ظلیل ولا یغنی من اللھب (چلو اس دھوئیں کے سائے کی طرف جس کی تین شاخیں ہیں نہ سایہ دے نہ لپٹ سے بچائے) میں مفسرین کرام نے اسی معنی کی طرف لطیف اشارہ بیان فرمایا ہے کما استنبطہ الامام العلامۃ السیوطی فی تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل (جیسا کہ امام علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل میں اس کو مستنبط فرمایا ہے۔

اللّٰھم! مگر شبہا دیدہ باشند کہ از شعلہ شمع باآنکہ نار جرمے لطیف ست سایہ سر بر مے زند وبحکم عدم فارق دست بدامنِ اطلاق زدند، و پے باصل کار نبردہ کہ آنچہ مے بینند

یا اللہ! شاید انھوں نے رات کو دیکھا ہوگا کہ شعلہ شمع سے سایہ پیدا ہوتا ہے باوجودیکہ آگ جسمِ لطیف ہے اور اس سایہ کو آگ کا سایہ سمجھ کر بحکم عدمِ فارق (بین الاجسام اللطیفۃ) دامنِ اطلاق پر ہاتھ مارا اور حکمِ کلی لگا دیا اور

---

[1] القرآن الکریم ۷۷/ ۳۰ و ۳۱
[2] الاکلیل فی استنباط التنزیل تحت الآیۃ ۷۷/ ۳۰ و ۳۱ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۲۱۹

ظلِ دخان ست، نہ سایۂ نیراں۔

قولہٗ وگاہے از ابتدائے خلقت الخ

اقول ہمچنیں ست واطلاقِ دلائل مارا بسند، ہر کہ ابدائے تخصیص کند مدعی اوست و بارِ ثبوت برگردنِ او، شاید برعکسِ نفس الامر از دستیاری قوتِ واہمہ در آئینہ تخیل عزیزاں مرتسم شدہ باشد کہ بایں تنصیص عولیص نافیانِ ظل را در اثباتِ نفی گونہ صعوبتے روئے خواہد نمود کہ تبیین دائمہ از تقریر مطلقہ عامہ مشکل تر است، اما ندانستہ کہ ذہن سامع درینچو مقام از سلب ناموقت جز بادامت سلب تبادر نکند، وخلافش کہ خلافِ ظاہر ست محتاج بدلیل باشد، و اظلالِ سُحُب را کہ علماء غیر دائم گفتہ اند ازیں جہت ست کہ احادیثِ صحیحہ بسایہ کردن صحابۂ کرام باردیۂ خود شان ومیل اشجار بغصون آنہا بر سرِ حضور سید الانس والجان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ناطق شدہ، اینجا نیز اگر حدیثے معتمد بر ثبوت سایہ گواہی دہد آنگاہ از دوام سلب بسلب دوام نقل وعدول، متصور و معقول، ورنہ از معرض قبول بمراحل معزول، معہذا نورانیت جسم انور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بحمد اللہ قاطع وساوس و قامع ہواجس آمدہ ست،

اصل حقیقت نہ سمجھ سکے کہ یہ نظر آنے والا سایہ سایۂ دخان ہے، آگ کا سایہ نہیں۔

قولہٗ کبھی ابتدائے آفرینش سے الخ

اقول یہی صحیح ہے اور ہمارے لئے اطلاقِ دلائل دلیل کافی ہے، جو شخص تخصیص کرتا ہے وہ مدعی ہے اور بارِ ثبوت اس کی گردن پر، شاید نفس الامر کے خلاف قوتِ وہمیہ کی مدد سے ان کے آئینۂ تخیل میں یہ بات آئی ہوگی کہ اس مطالبۂ تنصیص سے نافیانِ ظل کے لئے اثباتِ نفی میں بہت مشکلات پیش آئیں گی کیونکہ دائمہ کا اثباتِ مطلقہ عامہ کے اثبات سے بہت زیادہ مشکل ہے مگر وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ سامع کا ذہن ایسے مقامات میں سلب غیر موقت سے سلب دوامی چھوڑ کر کسی بھی اور شے کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور اس کا خلاف جو خلافِ ظاہر ہے وہی محتاج دلیل ہے۔ اور (آپ پر) بادلوں کے سایہ کو علماء نے اس لئے غیر دائمی فرمایا کہ صحابۂ کرام کا چادروں سے اور درختوں کا اپنی شاخیں جھکا کر سایہ کرنا سرکارِ دوعالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سرِ انور پر، احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہوچکا ہے۔ اگر اس مسئلہ میں بھی کوئی معتمد حدیث گواہی دے تو اس وقت دوامِ سلب سے سلبِ دوام کی طرف عدول متصور ومعقول ہوگا ورنہ معرضِ قبول سے کوسوں دور، اور اس کے ساتھ ہی نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسمِ انور کی نورانیت بحمداللہ قاطعِ وساوس وقامع ہواجس آئی ہے،

و باللہ التوفیق۔

قولہ ایں معجزہ در کتابے کہ لائقِ اعتماد باشد الخ۔

اقول اے کاش آنکہ آفتاب نہ بیند بارے از انکار خامشی گزیند، نہ آنکہ بر بینندگان خروشد، یا در بزمِ آناں نکتہ فروشد کہ سلامت در سکوت ست، و مجازف در انجام مبہوت، مگر تصانیف ائمہ ممدوحین اعتماد را نشاید، یا در جلوہ گاہِ مہر و ماہ شمع و چراغے در باید۔

قولہ اہلِ سند و اسناد آنرا بسندِ صحیح۔

اقول ساعتے باش کہ از حال مطالبہ صحت سخن گفتنی داریم، و ایں کہ ہم برصحت سند پائے خامہ شکستہ است، مگر بر شذوذ و علت راہِ جرح و قدح بستہ است، ورنہ قیدِ اسناد، علی خلاف المراد، از چہ رو گوارا افتاد۔

قولہ در کتبِ صحاح و سنن کہ مروج است۔

اقول کاش روزے چند خدمتِ علماء و مطالعہ کلماتِ طیباتِ ایشاں روزی شدے کہ در مجاریٔ کلام بمدارجِ مرام تمیز مقام بدست آمدے، مقدمۂ ثانیہ تحریرِ ثانی ازدیاد دادہ و برباد رفتہ مباد و ازاں ہم صریح تر بشنو جلالت شان، و رفعت مکان، حضرت امام خاتم الحفاظ سیدنا

و باللہ التوفیق۔

قولہ یہ معجزہ کسی ایسی کتاب میں جو لائقِ اعتماد ہو الخ۔

اقول افسوس! جس کو سورج نظر نہیں آتا وہ انکار سے صبر و خاموشی اختیار کرتا، نہ یہ کہ اُلٹا دیکھنے والوں پر شور و غل مچاتا یا ان کی بزم میں آکر نکتہ فروشی کرتا کیونکہ خاموشی میں سلامتی ہے اور جھوٹا آخر پریشان و ناکام ہوتا ہے، کیا ائمہ کرام کی تصانیف قابلِ اعتماد نہیں یا پھر چاند سورج کی جلوہ گاہ میں کوئی اور دیے جلانا چاہتے ہو؟

قولہ اہلِ سند و اسناد نے اس کو بسندِ صحیح الخ۔

اقول کچھ دیر ٹھہریں کہ مطالبۂ صحت کے بارے اور صحتِ سند پر جو قلم کی ٹانگ توڑ دی، کے متعلق ہم بات کریں۔ شاید شذوذ و علت پر جرح و قدح کا راستہ بند ہو چکا ہے ورنہ برخلافِ مراد قیدِ اسناد کیسے گوارا ہوتی؟

قولہ کتبِ صحاح و سنن میں جو مروج ہیں الخ۔

اقول کاش تمہیں چند روز خدمتِ علماء کا موقع اور ان کے کلمات کا مطالعہ نصیب ہوتا اور ان کے کلام و مقاصد کے موارد و درجات میں تمیزِ مقام حاصل ہوتی۔ تحریرِ ثانی کا دوسرا مقدمہ بڑھا دیا، برباد نہ ہو بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ صریح سنیے۔ حضرت امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ و

جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ العزیز علی الخصوص در فنِ شریف حدیث تا بحدے واضح وجلی ست کہ معلوم ہر صبی ومفہوم ہر غبی ست۔

الدین قدس سرہ العزیز کی جلالتِ شان اور رفعتِ مقام، خصوصاً فنِ حدیث میں ایسی واضح ہے کہ ہر صبی وغبی کی بھی جانی پہچانی ہے۔

امام علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ در شفاء شریف حدیثے نقل فرمود کہ سیدنا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ بر حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چناں وچناں مے گریست، واز فضائل پاکش کذا وکذا یاد مے کرد۔[1]

امام قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی نے شفاء شریف میں ایک حدیث نقل کی کہ سیدنا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اس طرح روتے اور فضائل وخصائص بیان کرتے۔

امام ممدوح المقام، اعلی اللہ درجاتہ فی دار السلام، در تخریج احادیثش فرماید، در کتبِ حدیث ازیں اثر ہیچ اثرے نیست، اما او راصحابِ اقتباس الانوار وامام ابن الحاج در مدخل مفصل ومطول آوردہ اند و درہمچو مقام ایں قدر بسند ست کہ اینجا سخن از حلال وحرام نمیرود۔

امام ممدوح المقام (جلال الدین سیوطی اعلی اللہ درجاتہ فی دار السلام) اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں، کُتبِ حدیث میں اس حدیث کے بارے کوئی نشان نہیں ہے، البتہ صاحبِ اقتباس نے اور مدخل میں امام ابن الحاج نے اس کو مفصل ذکر فرمایا ہے اور اس قسم کے مقامات میں اس قدر سند کے ساتھ حدیث کافی ہے کہ یہاں حلال وحرام کا مسئلہ نہیں۔

علامہ خفاجی ایں معنٰی را از جناب رفعت قبابش نقل کردہ بمسند قبول وتقریر جائے مے دہد، حیث قال، قال السیوطی فی تخریجہ:

لم اجدہ فی شیئ من کتب الاثر لکن صاحب الاقتباس الانوار وابن الحاج

خفاجی اس کو حضرت امام سیوطی سے نقل کرکے مسندِ قبول وتقریر پر جگہ دیتے ہیں، حیث قال، قال السیوطی فی تخریجہ (جہاں کہ امام سیوطی نے اپنی تخریج میں فرمایا۔ ت): میں نے اس کو کتب حدیث میں سے کسی میں نہ پایا لیکن صاحبِ اقتباس انوار اور مدخل میں ابن الحاج

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی القسم الاول الباب الاوّل الفصل الرابع دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۶

فی مدخلہ ذکراہ فی ضمن حدیث طویل وکفی بذلك سندا لمثلہ فانہ لیس ممایتعلق بالاحکام۔[1]

عزیزا چشم انصاف از رمد تعصب صاف بکشا، وشیوۂ ائمہ دین، پس از تصحیح عقیدت بین کہ دریں چنیں مسالک چگونہ راہ رفتہ اند، وکدامیں سیر پیش گرفتہ، سپید میگویند کہ ازیں خبر درکتب الاثر لاخبر ولااثر، باز بر مجرد ذکر بعض اعتماد واستناد روا مے دارند، وحدیث را از پایۂ تکمیل ساقط نمی پندارند، مگر پایۂ نکتہ دانی وترکِ توانی، و دروغ فلانی، بر تدقیق وتحقیق، واحتیاطِ انیق، ایں سادۂ کرام، وقادۂ عظام، نیز چربیدہ است، کہ سخن ازکتب فن دامن برچیدہ، بر دائرۂ تنگ صحاح وسُنن مروجہ محصور ومقصور گردیدہ است فالی اللہ المشتکی ممن یسمع فلا یسمع ویری فلا یرٰی۔

نے ایک طویل حدیث کے ضمن میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور ایسے مسائل کے لئے اتنی ہی سند کافی ہے کیونکہ اس کا تعلق احکام سے ہے۔

عزیزا! مرضِ تعصب سے تندرست چشمِ انصاف کھول اور عقیدہ درست کرکے ائمہ دین کا پاکیزہ شیوہ دیکھ کہ ایسے مسالک میں کس طرح چلتے ہیں اور کیا طریقہ اختیار کرتے ہیں، واضح طور پر کہتے ہیں کہ اس حدیث کے متعلق کتبِ حدیث میں نہ کوئی خبر ہے نہ نشان، پھر صرف بعض کے ذکر کرنے پر اعتماد واستناد جائز رکھتے ہیں اور حدیث کو پایۂ تکمیل سے ساقط گمان نہیں کرتے، شاید اپنی نکتہ دانی ہشیاری و پرہیزگاری کا مقام ان سادات کرام، قائدین عظام کی تدقیق وتحقیق اور بہترین احتیاط پر بڑھادیا کہ گفتگو نے اپنا دامن تمام کتبِ فن سے لپیٹ کر صحاح وسُننِ مروجہ کے دائرہ تنگ میں بند کردیا فالی اللہ المشتکی (تو اللہ تعالٰی ہی کی بارگاہ میں فریاد ہے۔ ت)

قولہ وآنچہ اہلِ سِیر ومغازی بیان میکنند۔

قولہ اور جو اہلِ سیر ومغازی بیان کرتے ہیں الخ

اقول ہمانا گوش عزیزاں کم بہ امثالِ ایں سخناں از کلمات ائمہ والاشان آشنا شدہ است واز محال محاورہ ومجال مناظرہ

اقول غالباً عزیزوں کے کان ایسی باتوں سے تو آشنا ہوئے مگر ائمہ عالیشان کے مکالمات اور جوابی کلمات سے کچھ نہ سُنا اور بے راہ گھوڑا دوڑایا

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض الباب الاول، الفصل السابع، مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/۲۴۸

آناں بوئے نشنیدہ بے راہ اسپ دوانیدن گرفت، از خبیر بصیر پرس، محل ایں کلام آنست کہ قصاص واعظین، و جہال مورخین، تودہ تودہ حکایات بے سروپا، و افسانہائے فتنہ را تکثیراً للسواد، یا ترویجاً للفساد، در کتب خودشان مے آرند، واز مناقضۂ اصول ومعارضۂ نقول، باکے ندارند، گاہے افسانۂ اوریا و داستانِ زلیخا وقصۂ زہرہ و تذکرہ شجرہ، بہ نہجے تقریر کنند وساحت عصمت حضرات رسالت، و جنود صمدیت، عیاذاً باللہ آلودہ عیبے کنند، وگاہے حادثۂ جمل، وواقعۂ صفین، ومشاجرات صحابہ، ومحاورات امہات المومنین بہ نوعے وانمایند کہ معاذاللہ بہ تنقیص مقام واجب الاعظام یکے از اناں پہلو زند، آنجا ائمۂ دین کہ خدائے ایشاں را بہرِ حمایت سنن و نکایتِ فتن برپا ساختہ است، در مقامِ تفصیل زبان بہ تضعیف و تزییفِ آں اقوال سخیف میکشایند، ودر محلِ اجمال باعتماد اصول، وصحاح نقول، پیوستن و از خوضِ خالفان وکشاکشِ ایں وآں پاک برجستن مے فرمایند، کہ دع مایریبک الی ما لایریبک[1]

وانیہا کہ میگوئیم ہم برسبیلِ مدارات

کسی دانا بینا سے پوچھ، دراصل بات یہ ہے کہ قصہ گو واعظوں اور جاہل مورخوں نے مجمع بڑھانے اور فساد پھیلانے کے لئے اپنی کتابوں میں بے سروپا حکایات اور فتنہ انگیز افسانے درج کر دیے، اصول شکنی اور منقولات کی خلاف ورزی سے کچھ خوف نہ کیا، کبھی اوریا کا افسانہ، زلیخا کی داستان، زہرہ کا قصہ اور شجرہ کا تذکرہ اس انداز سے بیان کرتے ہیں کہ معاذاللہ عصمتِ انبیاءِ کرام و دیگر معصومین کو عیب آلود کرتے ہیں اور کبھی جنگِ جمل کا حادثہ، صفین کا واقعہ، صحابہ کرام کا اختلاف اور اُمہات المومنین کا باہمی مکالمہ ایسے طریقہ سے نمایاں کرتے ہیں کہ معاذاللہ ان نفوسِ قدسیہ کے مقام واجب الاحترام کی تنقیص کا پہلو نمایاں ہوتا ہے، اسی وجہ سے ائمۂ دین، جن کو اللہ تعالٰی نے سنن کی حمایت ونگرانی اور فساد و فتن کے محو وسرکوبی کا عظیم منصب عطا فرمایا ہے، مقامِ تفصیل میں اِن ناشائستہ اقوال کا ضعف وعیب ثابت کرتے ہیں اور محلِ اجمال میں اصول اور منقولاتِ صحیحہ کو مضبوط پکڑنے اور غیر ذمہ دار نکتہ چینوں کی من گھڑت حکایات سے اجتناب کا حکم فرماتے ہیں کہ دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَایُرِیْبُکَ (جو تیرے دل میں کھٹکے اس کو چھوڑ دے اور جو نہ کھٹکے اس کو اختیار کرلے)۔

اور یہ جو ہم کہتے ہیں بطور نرم روی وار خائے

---

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع باب تفسیر المشبہات قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷۵

عزیزاں وارخاے عنان کل میکند ورنہ خود چہ میگوئی ازمسئلہ کہ تن تنہا ہمیں قسم مرداں بہ ذکرش انفراد دارند بہ طرق عدیدہ مروی آمدہ ، وچند ائمہ آنرا تخریج کردہ ، ناقدانِ فن سلفاً وخلفاً بہ کارِ سلمنا وآغوشِ صدقنا گرفتہ ، ودلیلے باہر از نصوصِ متکاثرہ براں قیام پذیرفتہ ۔

عنان ، خاموش کرانے کے لئے کافی ہے ۔ ورنہ تم اس مسئلہ کے متعلق کیا کہو گے جس کو نہ صرف ایسے لوگ ہی اکیلے بیان کر رہے ہیں بلکہ بہت سے طرق و اسانید سے مروی ہے ، کئی اماموں نے تخریج فرمایا ہے اور سلفاً وخلفاً ناقدینِ فن نے تسلیم کیا ہے اور تصدیق فرمائی ہے اور اس پر نصوصِ کثیرہ سے واضح اور مضبوط دلیل قائم ہوئی ۔

مع ہذا حاشا کہ امثال مواہب ، و کتاب الشفاء ، و دلائل النبوہ ، وتحقیق النصرۃ و خصائص خیفری ، و روض سہیلی ، وخلاصۃ الوفاء ، وخصائص کبریٰ ، وسیرت شامی ، وسیرت حلبی وغیرہا کتبِ ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کہ در خصائص و فضائل وسیر و شمائل حضور پُرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ تصنیف کردہ اند ، در سلکِ ایں چنیں کتب منخرط ، و نزدِ محدثین از پایۂ اعتبار ساقط باشد ۔

پھر مع ہذا خدا کی پناہ ! کہ کتاب مواہب ، شفاء ، دلائل النبوہ ، تحقیق النصرہ ، خصائص خیفری ، روض سہیلی ، خلاصۃ الوفاء ، خصائص کبریٰ ، سیرتِ شامی ، سیرتِ حلبی ایسی کتابیں و دیگر تصانیفِ ائمۂ دین رحمہم اللہ تعالٰی ، اس قسم کی غیر معتبر کتابوں میں شمار ہوں اور محدثین کے نزدیک بے اعتماد و بے اعتبار ہوں ۔

ایناں کہ خدا سعیِ اینہا مشکور و جزاءِ آناں موفور گرداند ، چہ عمرہا کہ در تنقیح وتنقید ، وتصحیح وتسوید ، بسر بردہ اند ، وچہ شبہا کہ در تنظیف و ترصیف ، تالیف وتصنیف ، دُودِ چراغ وخونِ جگر نخوردہ ، وہم ایشانند کہ بہ قضیۂ لاعبرۃ بما قال المؤرخون لب کشادہ اند ۔

ان حضرات (اللہ ان کی کوشش کو سعی مشکور اور جزا کو جزائے کامل بنائے) نے کیسی عمریں تنقیح وتنقید اور تصحیح وتسوید میں گزاریں اور کتنی بے شمار راتیں کتبِ سیرتِ طیبہ کی تنظیف وترصیف اور تالیف وتصنیف میں دُودِ چراغ اور خونِ جگر نہ پیا ، یہی حضرات گرامی شان ہیں جنھوں نے لاعبرۃ بما قال المؤرخون (مورخوں کے قول کا کوئی اعتبار نہیں) کا حکم صادر فرمایا ہے ۔

اگر مقصود اطلاق است ، چنانکہ خاطرِ

اگر مقصود اطلاق ہے جیسا کہ عزیزوں کا

عزیزاں بداں مشتاق ست، یارب، مگر محنت اینان یکدست برباد رفتہ باشد، و ایں ہمہ کاوکاو جانکاہ رنگے ندادہ و آبے نہ گرفتہ، و علیٰ ہذاالیشاں راچہ روئے نمود کہ باوجود نابہبود و انعدام سود ایں ہمہ وقت رائیگاں کردند، وآں حاصل بحاصل وطائل لاطائل را ثمرۂ اوقات، ونخبۂ حسنات شمردند۔

دل اسی کا مشتاق ہے یارب! پھر تو شاید ان کی ساری محنت برباد و ضائع ہوگئی اور یہ تمام جانگداز کوششیں کوئی رنگ لائیں نہ کوئی عزت پاسکیں۔ پھر ان ائمہ کرام کو کیا نظر آیا کہ یہ سارا وقت بے سود ضائع کردیا اور اس بے فائدہ چیز کو اپنے اوقات کا ثمرہ اور حسنات کا نتیجہ شمار کر بیٹھے۔

مگر سخن آنست کہ چوں روئے سلمے ندیدہ، و بوئے سلمے نشنیدہ، آخر در حسن سلمی چانہ بے جا مزن واللہ الھادی۔ لقمع الفساد و قلع الفتن۔

دراصل بات یہ ہے کہ جب تُو نے رُخِ محبوب دیکھا ہی نہیں، خوشبوئے حبیب پائی ہی نہیں تو تو حسنِ محبوب کے متعلق بیہودہ گوئی مت کر و واللہ الھادی لقمع الفساد و قلع الفتن (اور اللہ تعالٰی ہی ہدایت دینے والا ہے فتنوں اور فساد کے خاتمہ کی)

قولہ پس ہرکرا از اہلِ علم ثبوت آں از روئے سندِ صحیح الخ

قولہ پس اہل علم کے لئے چاہئے کہ اس کا ثبوت از روئے سندِ صحیح الخ

اقول پیش از جوابِ سوال شما چند بجناب شما دارم ہرکہ داند خود بگوید لتبیننہ للناس و لاتکتمونہ[1] ورنہ از دانندگان پرسد کہ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[2]۔

اقول تمہارے سوال کے جواب سے پہلے ہم چند سوال پیش کرتے ہیں، صاحبِ علم خود جواب دیں۔ لتبیننہ للناس ولاتکتمونہ (کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کردینا اور نہ چھپانا) اور بے علم اہلِ علم سے استفادہ کریں فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (تو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو)۔

(۱) زید ہندہ را بشہادتِ دو مرد فاسق

سوال (۱) دو گواہوں کے سامنے زید نے ہندہ

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۸۷

[2] ؍؍ ؍؍ ۱۶/ ۴۳ و ۲۱/ ۷

بزنی گرفت، صباح نکاح خلوت ناکردہ، ترکِ زن میگوید و نیمۂ مہر دادن نمے خواہد، کہ نکاح مرا شہود عدول مے بایست۔

کے ساتھ نکاح کیا اور صبحِ خلوت سے پہلے ہی اسکو چھوڑدیا اور نصف مہر بھی نہیں دینا چاہتا، کہتا ہے کہ میرے نکاح کے لئے گواہ عادل چاہئے۔

(۲) یوم غیم مردے بر رؤیتِ ہلالِ صوم گواہی داد، صبحدم زید قلیان بدست و پان در دہان برآمد، کہ مرا لااقل شہادتِ دو مرد باید۔

(۲) مطلع ابر آلود تھا ایک مرد نے روزہ کے چاند دیکھنے کی گواہی دی، صبح کے وقت زید ہاتھ میں حُقّہ منہ میں پان ڈال کر باہر آیا کہ مجھے ایک مرد کی گواہی کافی نہیں دو مردوں کی شہادت چاہئے۔

(۳) عمرو بر زید دعوٰے مالے کرد، و بشہادت دو عدل اثبات نمود، زید گوید نپذیرم تا چار گواہ نباشند۔

(۳) عمرو نے زید پر کچھ مال کا دعوٰی کردیا اور دو عادل گواہوں کی شہادت سے ثابت بھی کردیا مگر زید کہتا ہے جب تک چار گواہ نہ ہوں میں قبول نہیں کرتا۔

(۴) گواہان در امثال وقف و نکاح شہادت بر تسامع دادند، زید گفت مرا شہودِ معائنہ درکارست۔

(۴) گواہوں نے وقف اور نکاح ایسے امور کے متعلق شنید پر گواہی دی، زید کہتا ہے مجھے عینی گواہ چاہئے۔

(۵) بکر برادرِ زید مرد، زنش نازنین از وے دخترے دارد شیریں، زید مے خواہد کہ شیریں را عروسِ خانۂ خود نماید، نازنین گفت ستمگارا آخر از خدا شرمے کہ برادر زادۂ تست، زید مے گوید مرا چہ دانا ند کہ قالبِ شیریں ہم از نطفۂ بکر تخمیر یافتہ ست، آخر ہر دعوٰی را بیّنہ لازم، اینجا گواہ کو بیّنہ کدام؟ نازنین گفت بر بسترِ برادرت زائید

(۵) زید کا بھائی بکر فوت ہوگیا، اس کی زوجہ مسماۃ نازنین کے بطن سے اس کی ایک لڑکی مسماۃ شیریں تھی، زید شیریں کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ نازنین نے کہا ظالم! خدا سے شرم کر یہ تیری بھتیجی ہے۔ زید کہتا ہے مجھے کیا علم کہ شیریں کا بدن میرے بھائی بکر کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے، آخر دعوٰی کے لئے گواہ لازم ہیں اور یہاں کوئی گواہ نہیں، نازنین نے کہا تیرے بھائی کے بستر پر پیدا ہوئی

الولد للفراش[1] گفت آحادم نمی شاید، حدیثے متواتر باید۔

ہے الولد للفراش (بچہ فراش کے لئے ہے) اس نے کہا یہ خبرِ واحد ہے مجھے خبرِ متواتر چاہئے۔

(۶) سعید با مردماں نماز میکرد، زید اقتدار ناکردہ برمے گردد، کہ او ہمیں تنہا وضو کردہ است، و من امامے خواہم کہ از ہر حدث غسل آرد۔

(۶) سعید نے باجماعت نماز ادا کی مگر زید نے اقتدار نہ کی اور یہ کہتا ہوا باہر نکل گیا کہ اس امام نے صرف وضو کیا ہے مجھے وہ امام چاہئے جو ہر حدث سے غسل کرے۔

(۷) بر زید از خواصِ آیاتِ معینہ وفضائل صورِ مخصوصہ احادیثِ صحاح خواندند کہ ببیں چناں چمنے ست شاداب و گلشنے باآب وتاب گفت بخارے نیرزد تا بخاری نیارد یا مسلم ندانم تا در مسلم نخوانم۔

(۷) مخصوص آیات کے خواص اور خاص سورتوں کے فضائل زید کو احادیثِ صحیحہ سے سنائے گئے کہ دیکھ یہ کیسا تروتازہ چمنستان اور خوبصورت گلستان ہے۔ اس نے کہا ایک کانٹے برابر نہیں جب تک بخاری نہ لائے یا میں نہیں مانتا جب تک میں مسلم میں نہ پڑھ لوں۔

(۸) زید را گفتند مالک عن نافع عن ابنِ عمر گفت بہ ہیچ نخرم کہ معنعن ست نہ متصل بسماع۔

(۸) بطورِ حوالہ زید کو سند مالک عن نافع عن ابن عمر سنائی گئی، اس نے کہا میں سندِ معنعن پر اعتماد نہیں کرتا سندِ متصل بسماع ہونی چاہئے۔

(۹) زید گوید مفتیٔ اطرافِ ریاستِ فلانی را اجازت مداخلت در معارکِ شریعت کہ داد، گفتہ شد علمے دارند و خیلے بزرگوارند، گفت مردماں چنیں وچناں گویند، امّا فقیر ایں سخن را در کتابے کہ لائقِ اعتماد باشد واہلِ اسناد

(۹) زید کہتا ہے کہ فلاں ریاست کے مفتی کو مسائلِ شرعیہ میں فتوٰی دینے کی کس نے اجازت دی ہے! کہا گیا کہ بہت بڑے عالم ہیں۔ اس نے کہا لوگ ایسی ویسی باتیں کرتے ہیں مگر فقیر نے اس بات کو کسی کتاب میں جو لائقِ اعتماد ہو اور اہلِ اسناد نے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الخصومات باب دعوی الوصی للمیت قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۶
صحیح مسلم کتاب الرضاع باب الولد للفراش " " " ۱/۴۷۰
جامع الترمذی ابواب الرضاع " " " امین کمپنی دہلی ۱/۱۳۸
سنن ابی داؤد کتاب الطلاق " " " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۱۰

آں را بہ سندِ صحیح بیان کردہ باشد، ندیدہ و نہ در صحاح وسُننِ مروّجہ از کسے شنیدہ، وآنچہ اہلِ صدیٔ سیزدہم بمجرد دعوٰے بزبان آرند اعتمادِ آں چنانچہ اہلِ حدیث راست معلوم۔

اس کو بہ سندِ صحیح بیان کیا ہو، نہیں دیکھا اور نہ صحاح وسُننِ مروّجہ میں کسی سے سُنا اور جو کچھ تیرھویں صدی کے لوگ صرف زبانی دعوٰی کرتے ہیں، اس کا اعتماد جس طرح اہلِ حدیث کو ہے معلوم ہی ہے۔

(۱۰) از مناقب وفضائلِ اعمال ہزار در ہزار احادیث حِسان وصوالح بر زید خوانند شوخ چشم گوید بے صحت اسناد خرط القتاد۔

(۱۰) مناقب وفضائل کے متعلق ہزاروں حدیثیں حسن وصالح زید کو سُنائی گئیں، وہ شوخ چشم کہتا ہے کہ صحتِ اسناد کے سوا خرط القتاد ہے (یعنی بے سُود اور نقصان دہ ہے)

دریں صُوَرِ دہ گانہ از حضرات علماء دین ایدھم اللہ تعالٰی بالفوز المبین، استفتاء میرود کہ دریں ہر ہمہ صور زید نزد شرع مطہر بر خطا و ایں چنیں مطالبہ ومواخذہ اش محض فضول وبیجاست یا نہ؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا۔

ان دس صورتوں کے بارے میں علمائے کرام (اللہ تعالٰی ان کی روشن کامیابی سے مدد فرمائے) سے فتوٰی مطلوب کہ ان تمام صورتوں میں زید شرع مطہر کے نزدیک غلطی پر ہے یا نہیں اور اس کے مطالبات ومواخذات بے جا وفضول ہیں یا نہیں؟ بیان فرماؤ اجر پاؤ گے۔

حالیا اگر از خدمتِ علماء فرمان رسد کہ زید فضولی میکند، و بر شرع مے افزاید، نہ جواز نکاح را عدالت شہود درکار، نہ در یوم غیم تعدد نظار، نہ در معاملۂ مال بیش از دو گواہ، نہ در وقف ونکاح شہادت نگاہ، فراش مثبت نسب فرزند، و در حلال وحرام آحاد بسند، و از ہر حدث غسل چہ ضرور، و قبول در صحیحین غیر محصور، مالک و نافع از تدلیس بری، پس عنعنۂ ایشاں چوں سماع جلی، حدیث در علم

فی الحال اگر علمائے کرام کی طرف سے حکم ملے کہ زید زیادتی کرتا ہے، شریعت پر تجاوز کرتا ہے، جوازِ نکاح کے لئے عدالتِ شہود ضروری نہیں۔ بادل ہوں تو ایک سے زیادہ گواہ لازم نہیں۔ مالی معاملہ میں دو سے زیادہ گواہوں کا مطالبہ درست نہیں۔ وقف ونکاح میں شہادتِ عینی کا لزوم بھی نہیں۔ فراش ثبوتِ نسب کے لئے کافی ہے اور حلال وحرام کے لئے آحاد کافی ہیں۔ ہر حدث سے غسل کیوں ضروری ہے؟ صرف صحیحین کی احادیث میں قبول بند نہیں۔ مالک ونافع تدلیس سے بری ہیں لہٰذا

فلانی نیاید و مناقب وفضائل را صحت نباید یا زیداہ ایں چہ ہرچہ زہ چانگی وجوشِ دیوانگی ست کہ ہرجا خواستنی مے خواہی، و بر قدرِ مطلوب افزائی ایں مطالبہ ہائے ازپیشِ خود تراشیدہ ات، زنہار ناپذیرفتنی، و بے چارہ مطالبان از تجشم اتباعِ ہوایت غنی۔

تم الجواب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب

اُن کا اسنادِ معنعن سماعِ جلی کا حکم رکھتا ہے۔ فلاں کے علم ثابت کرنے کے لئے حدیث نہیں آتی مناقب فضائل کے لئے حدیث صحیح کا موجود ہونا ضروری نہیں، پس او مُردہ دل زید! یہ کیا مفت کا بکواس اور جوشِ جنونی کہ تو ہرجگہ بے ضرورت دلیل مانگتا ہے یا قدرِ مطلوب سے زیادہ طلب کرتا ہے۔ تیرے یہ تمام مطالبات اپنے ہی مَن گھڑت اور نامقبول ہیں اور مجیب مطالب تیری خواہشات کے مطابق جواب کی مشقت برداشت کرنے سے بے نیاز ہے۔

تم الجواب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب

عزیزا! آگاہ ازیں جواب، جوابِ سوال خودت دریاب، کہ ایں طلب عزیزاں نیز بر ہمیں طلبہا ماند وایں ناگفتنی گفتن، و ناجستنی جستن، روزے بروز زیدت نشاند۔

سخنے بہ سمت راست گو و بہانہ مگیر تو و خدائے تو در کتب دیدہ یا از علماء شنیدہ کہ در ہچو محال وسیع المجال حسن و صلاح بکار نیاید، وغیر از صحت چیزے نشاید، و نقولِ علماء پائے ندارد، و قبول ائمہ بارے نیارد، ورنہ الزام غیر لازم، و ردِ یقین جازم، چہ قیامت ذوق یافتہ کہ سر از ہمہ تافتہ ؎

فان کنت لاتدری فتلك مصیبۃ
وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم[1]

اے عزیز! اب اس جواب سے اپنے سوالوں کا جواب دریافت کر کہ یہ مطالبات انہی مطالبات کی شکل ہیں اور یہ ناگفتنی باتیں اور نالائق طلب مطالبہ ایک دن تجھے زید کی جگہ بٹھائے گا۔

میں تم سے ایک بات پُوچھتا ہوں، سچ کہنا اور بہانہ نہ بنانا، کیا تم نے کتابوں میں دیکھا یا علماء سے سُنا کہ ایسے وسیع تر مقامات میں حسن وصالح حدیث بیکار ہے اور صحت کے سوا کوئی چیز درکار نہیں اور علمائے کرام کے منقولات کا کوئی درجہ ومقام نہیں؟ اور قبولِ ائمہ کچھ وزن نہیں رکھتا؟ ورنہ غیر لازم کا الزام اور یقینِ جازم کا رَد، کیا مطلب؟ عجیب ذوق ہے کہ سب کو ٹھکرا دیا۔

(ترجمہ شعر) "اگر تُو نہیں جانتا تو یہ ایک مصیبت ہے اور اگر تُو جانتا ہے تو مصیبت بہت بھاری ہے۔"

---

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل فی تفضیلہ بالمحبۃ والخلۃ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/ ۳۲۸

وزنہار ندانی کہ ایں بال و پرے کہ مے
فشانم ازانست کہ حدیث را ضعیف میدانم
بلکہ بر تصانیف امام حجت سیدنا عبداللہ بن مبارک
وقوف نیافتہ ام ورنہ گمان نہ آنچناں ست کہ مخالف
را جائے شادی باشد۔

اور یہ ہرگز نہ سمجھیں کہ میں نے اتنی تفصیلی
گفتگو اس لئے کی ہے کہ حدیث کو ضعیف جانتا ہوں
بلکہ امام حجت سیدنا عبداللہ بن مبارک کی تصانیف
سے واقف نہیں ہوں ورنہ اس طرح گمان نہیں
کہ مخالف خوش ہو۔

سیدی عبداللہ از اعاظم ائمہ و تبع تابعین
است، غالب مشائخ و رجالش ہمیں تابعین
وصحابہ باشند، یا تبع کہ با ایشاں درخورد و
آزمودن احوال شاں کرد، و دراں زماں چنانکہ
دانی غالب عدالت بود، و لہذا استاذش سیدنا
امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ بہ اصالت عدالت
قائل شدہ است، و خود ایں ناقدین
کہ تلقی بالقبول کردہ اند مگر بدمی بری کہ نادیدہ
راہ رفتہ اند۔

سیدی حضرت عبداللہ بن مبارک عظیم ترین
اماموں اور تبع تابعین سے ہیں، ان کے اکثر
مشائخ یہی تابعین وصحابہ ہیں یا تبع اور ان
کے کوائف وحالات کی اچھی طرح جانچ پڑتال کی،
اور جس طرح کہ تم خود جانتے ہو اس زمانہ میں عدالت
غالب تھی، اسی وجہ سے ان کے استاد سیدنا
امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اصل عدالت کے
قائل ہیں اور خود ناقدین نے تلقی بالقبول کی ہے
اور ان کا یہ تلقی بالقبول کا اقدام پوری دیانتداری
اور کامل انشراحِ صدر کے ساتھ ہے، اندھی تقلید
نہیں ہے۔

جانِ برادر! تو وایمان تو ایں ہمہ ائمہ اولی
الایدی والابصار کہ یک زبان بر نفیِ ظل
گواہی دہند، پناہم بخدا ئے اگر سخن یکے
ازیناں یا امثال ایناں بر طبقِ مزعومِ خودت
یافتی چہ غلغلہا کہ نکنی و کلہ بر آسماں افگنی و برخویشتن
بالی و پیش ہر کسے نالی کہ ہے اینچہ ستم ست،
امامے چناں از نفی ظل برکراں و فلانے تن نمی دہد،
وگوش نمی نہد، حالیا کہ ستم از تست خدارا دمے
انصاف دہ و کلاہِ غرور را از سر بنہ،

جانِ برادر! یہ جو تمام ائمہ کرام بیک زبان
نفیِ ظل کی گواہی دیتے ہیں، اگر ان میں یا ان
کے ہمسر ائمہ سے کوئی بات تو اپنے مزعومہ کے
مطابق پاتا تو وہ کون سا شور جو برپا نہ کرتا، کلہ
آسمان پر چڑھاتا اور پھولا نہ سماتا، ہر ایک کے آگے
آہ وزاری کرتا کہ ہائے یہ کیا ظلم ہے، ایسا امام
نفیِ ظل کا قائل نہیں، نہ اس کو قبول کرتا ہے نہ
اس کی طرف کان لگاتا ہے لہذا اس وقت ظلم
تیری طرف سے ہے، خدارا انصاف کر اور تکبر

کہ چرا راہِ ایشاں نمی سپری، واز اتفاق دامن کشاں
میگذری، حدیث خواہی؟ حدیث حاضر،
نقول جوئی؟ نقول ظاہر، دلیل طلبی؟ دلیل
موجود، نقیض جوئی؟ نقیض مفقود، بازکدامیں
سنگ در رہ، ولیک درموزہ است کہ
جائے تسلیم سبزے بینم، و رُوئے خلاف
سُرخ، وچہرۂ انصاف زرد، و
جبینِ قرطاس زنا گفتنیہا سیاہ، عیاذم
بخدائے مگر آنکہ مصطفٰی را صلے اللہ تعالٰی
علیہ وسلم از نورِ خودش آفرید، و مہرِ نیم روز و
ماہِ نیم ماہ را کمینہ گدائے سرکارش گردانید،
نتواند کہ سروِ جانفزائے مارا بے سایہ پرورد، و
شاخِ گلے کہ ہزار چمنستان جاں فدائے
ہر رگ و برگ او باد، از گلزمینِ لطافت،
برجویبار نظافت، پاک از ہمہ کثافت
سر برآورد۔

کی ٹوپی سر سے اتار، کیوں ان ائمہ کرام کی راہ پر
نہیں چلتا اور اتفاق سے دور کیوں بھاگتا ہے، حدیث
مطلوب ہے تو حاضر، اگر نقول چاہئیں تو نقول واضح
ہیں، دلیل کی طلب ہے تو دلیل موجود، لیکن اگر
نقیض کی خواہش ہے تو وہ معدوم ہے۔ تو اب
کون سا پتھر راستہ میں پڑا ہے، کیوں تسلیم کا
مقام خالی دیکھتا ہوں، خلاف کا چہرہ خوش، انصاف
کا چہرہ شرم وحیا سے زرد، اور کاغذ کی پیشانی شرمناک
باتوں سے سیاہ، خدا کی پناہ! لیکن قادرِ مطلق
جل وعلا جس نے مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم
کو اپنے نورِ خاص سے پیدا فرمایا اور خورشیدِ درخشندہ
و بدرِ درخشندہ کو ان کی سرکار کا ادنٰی گدا گر بنایا،
کیا وہ یہ نہیں کرسکتا کہ ہمارے سروِ جانفزا کو
بغیر سایہ کے پرورش فرمائے اور وہ شاخِ گل جس کے
ہر رگ و برگ پر ہزاروں چمنستان قربان ہوں، پاکیزگی
کی نہر پر گلِ زمینِ لطافت سے، ہر قسم کی کثافت سے
پاک پیدا ہو۔

وصلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی
اٰلہٖ قدر حسنہٖ وجمالہٖ وجاھہٖ
وجلالہٖ وجودہٖ ونوالہٖ وعزہٖ و
کمالہٖ ونعمہٖ وافضالہٖ ورشدہٖ فی
افعالہٖ وجھدہٖ فی اعمالہٖ وصدقہٖ
فی اقوالہٖ وحسن جمیع خصالہٖ ومحمودیۃ
فعالہٖ وعلینا معشر الملتثمین
لنعالہٖ والمتعلقین باذیالہٖ

اور درود نازل فرمائے اللہ تعالٰی آپ پر
اور آپ کی آل پر جس قدر آپ کا حسن، جمال،
مرتبہ، بزرگی، فیاضی، عطاء، عزت، کمال،
نعمتیں، نوازش، افعال میں رشد، اعمال میں
محنت، اقوال میں سچائی، تمام خصلتوں میں حسن
اور عادات میں پسندیدگی ہے۔ اور ہم پر بھی جو
آپ کے نعلین مبارک کو بوسہ دینے والے اور آپ
کے دامن کو تھامنے والے ہیں۔ اے معبودِ برحق

آمین الٰہ الحق آمین!

این ست سطرے چند کہ با عموم غموم، و ہجوم ہموم، و تراکم امراض و تلاطم اعراض، بر نہجے کہ خدائے خواست، در دو جلسہ گیسو آراست، من فقیر می خواستم کہ زلفِ سخن را شانۂ دگر کشم، اما چہ کنم کہ دریں کور دہ از وطن دور، و از کتب مہجور افتادہ ام، ایں جا جز شفاء و نسیم الریاض و مطالع المسرات و بعض کتب فقہ ہیچ بدستم نیست، ورنہ اولی الانظار دیدندے آنچہ دیدندے۔ ولکن من یرد اللّٰہ خیرہ یشرح بھذا القدر صدرہ وما ذٰلک علی اللّٰہ بعزیز ان ذٰلک علی اللّٰہ یسیر، ان اللّٰہ علٰی کل شیئ قدیر۔ وکان ذٰلک لمنتصف جمادی الاخرٰی عام تسع وتسعین بعد الالف والمائتین۔

ہماری دُعا کو قبول فرما۔

یہ چند سطریں جس طرح خدا نے چاہا، غم واندوہ کے اجتماع اور امراض وعوارض کے ازدحام کے باوجود دو جلسوں میں تحریر کی گئیں، دل چاہتا ہے کہ زُلفِ سخن دُوسری کنگھی سے سنواروں، مگر کیا کروں اس اندھی بستی میں وطن سے دُور ہوں، کتابیں پاس نہیں، یہاں سوائے شفاء، نسیم الریاض، مطالع المسرات اور بعض کتبِ فقہ کے کوئی کتاب موجود نہیں، ورنہ آنکھ والے دیکھتے جو دیکھتے۔ لیکن اللہ تعالٰی جس کی بھلائی کا ارادہ فرمائے اسی قدر سے اس کا سینہ کھول دے، اور اللہ تعالٰی پر یہ کوئی مشکل نہیں، بے شک اللہ تعالٰی کے لئے یہ آسان ہے، بیشک اللہ تعالٰی ہر شَے پر قادر ہے۔ یہ نصف جمادی الاخرٰی ۱۲۹۹ھ کو مکمل ہوا۔ (ت)

رسالہ

هدی الحیران فی نفی الفیٔ عن سید الاکوان

ختم ہوا